شرح مشکوٰۃ المصابیح

جلد اوّل

مصنف

حافظ ولی الدین محمد بن عبد اللہ
الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

ظفر ملت حضرت علامہ محمد ظفر القادری مدظلہ

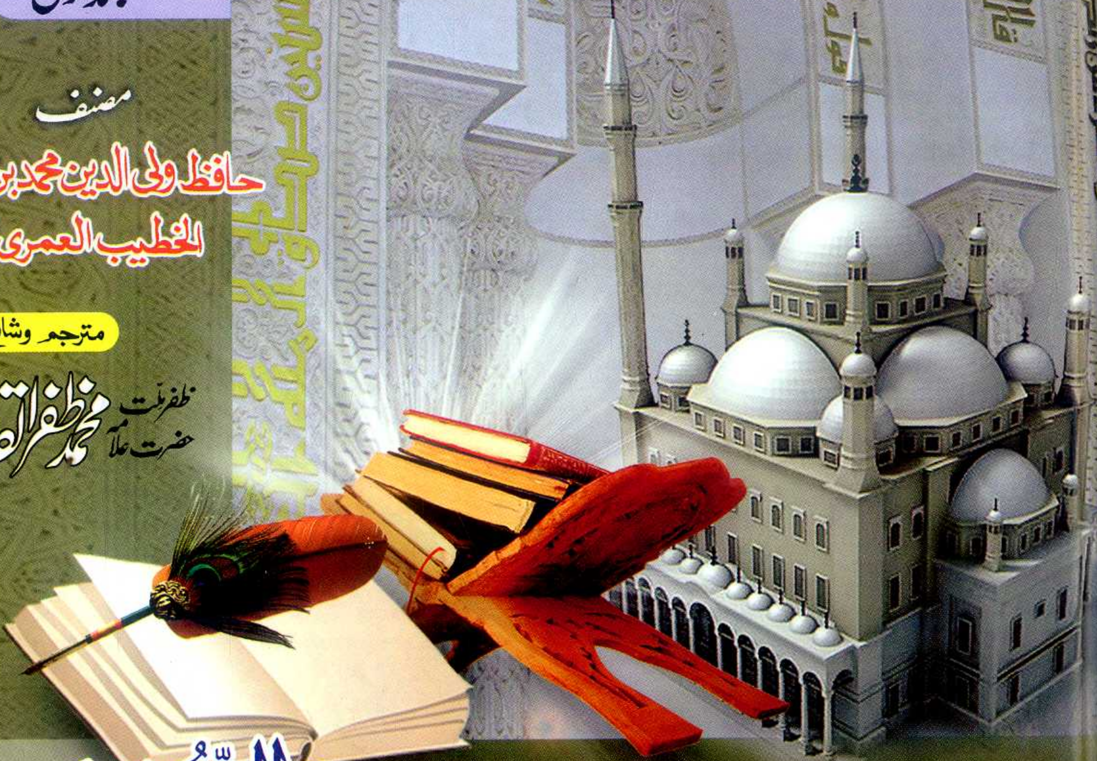

والضحیٰ پبلی کیشنز

شرح مشکوٰۃ المصابیح

مصنف

حافظ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

ظفر ملت حضرت علامہ محمد ظفر القادری مدظلہ

والضحیٰ پبلی کیشنز

ہادیہ حلیمہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان

042-37361363

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

شرحِ مشکوٰۃ المصابیح

مصنف: حافظ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح: ظفرملت حضرت علامہ محمد ظفر القادری مدظلہ

والضحیٰ پبلی کیشنز

سیل پوائنٹ
مکتبہ فیضانِ مدینہ
نزد فیضان مدینہ، مدینہ ٹاؤن فیصل آباد
0311-3161574

والضحیٰ پبلی کیشنز
ہادیہ حلیمیہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان
042-37361363,0300-7259263,0315-4959263

مصنف : حافظ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح : ظفرملت حضرت علامہ محمد ظفر القادری مدظلہ

لیگل ایڈوائزر : محمد صدیق الحسنات ڈوگر، ایڈووکیٹ ہائی لاہور

طبع اول : اگست 2015ء شوال المکرم 1436ھ

قیمت : -/660

ادارہ نے حتی المقدور کتاب میں تصحیح کی کوشش کی ہے تاہم پھر بھی قارئین کرام کو کہیں بھی کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو ادارے کو ضرور مطلع فرمائیں۔ ادارہ

فہرست مضامین

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
اظہار تشکر	22
مقدمہ اصول حدیث	25
مقدمۃ المؤلف	42
نیت کی تعرف اور اس کا حکم	45
نیت کامل کب ہوتی ہے	45
عمل کی صحت کا اعتبار نیت سے ہے:	45
اعمال میں مقدار کا تعین نیتوں سے ہے	45
نیت معیوب کو محبوب بنا دیتی ہے	46
نیت خالص میں بڑی طاقت ہوتی ہے	46
نیت بد کی وجہ سے آخرت برباد ہوگئی:	47
نیت کی وجہ سے اجر منقطع نہیں ہوتا	47
مباح کام میں نیت کا حکم اور نیت نہ کرنے کا نقصان	47
نیت بد سے برکت ختم ہوجاتی ہے:	48
احناف اور شوافع کا نیت کے حکم میں اختلاف	48
دل کی نیت اور زبان کے اقرار میں اختلاف ہو تو کیا حکم ہے۔	48
صاحب مشکوٰۃ نے انما الاعمال بالنیات کی حدیث سے کیوں شروع کیا؟	49
ہجرت کی تعریف ہجرت کی اقسام، ہجرت کا حکم	49
ہجرت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق	50
کتاب الایمان	
ایمان کی تعریف	50
ایمان کا مدار جاننے پر ہے یا ماننے پر؟	50
دل میں تصدیق اور زبان پر کلمہ کفر ہو تو مومن کا کیا حکم ہے؟	50
کیا ایمان میں کمی بیشی ہوسکتی ہے کیا اعمال ایمان میں داخل ہیں؟	51
ایمان میں کمی بیشی پر اعتراض اور اس کا جواب:	51
ایمان کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے؟	52
ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا	52
فرشتہ بشر کی شکل میں	54
انسان افضل یا فرشتے؟	54
انسان کو اشرف المخلوقات کیوں کہا جاتا ہے؟	54
انسان کی عبادت افضل ہے یا فرشتہ کی؟	55
تقدیر کی تعریف، اقسام اور حقیقت	57
تقدیر پر ایمان رکھنے کا حکم اور ہر چیز کا خالق اللہ اور کاسب انسان ہے:	57
جب ہمارا گناہ لکھ دیا گیا تو پھر سزا کیوں؟	57
کیا اللہ کا دیدار ممکن ہے؟	58
اہلسنت کے نزدیک جنت میں دیدار الٰہی ہوگا:	59
اللہ تعالیٰ کا آنکھ سے دیدار کیسے ممکن ہوگا؟	59
دیدار الٰہی حسب مراتب ہوگا نیز دیدار الٰہی کس عمل کے عوض ہوگا؟	59
آگ کے انگارے اور ماں کو مارنے کی سزا:	60
حضور علیہ ﷺ نے قیامت کی علامات بتادیں لیکن اسکا سن نہ بتایا کیوں؟	61
قیامت کی تعریف اور قیامت قائم کرنے کا مقصد	61
جزا اور سزا کے لئے دنیا ختم کرنا کیوں ضروری ہے؟	61
قیامت کی چند مزید نشانیاں	62
ایمان کی تعریف میں ظرفیۃ الشئی بنفسہ لازم آرہا ہے:	62
خبر جبرئیل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	63
پانچ ارکان کو اسلام کی بنیاد کہا گیا باقی ارکان کو کیا کہیں گے؟	63
پانچ ارکان میں جہاد کا ذکر کیوں نہیں؟	64
مومن کی اقسام	64
پانچ مذکورہ ارکان کب فرض ہوئے؟	64
کتے کی وجہ سے بخشش ہوگئی اور بلی کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیا	65
ساری مخلوق متقی یا شیطان بن جائے تو بھی اللہ کو پرواہ نہیں:	65
مختلف احادیث میں شعبوں کی تعداد میں تعارض کی تطبیق:	66
کیا ایمان کے اجزاء ہوسکتے ہیں؟	66
حیاء کی تعریف حیاء کی اقسام	67
حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حیا:	67

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
فرشتے بھی آپ سے حیا کرتے ہیں:	67
ایمان کے شعبوں میں حیاء کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیوں کیا؟	68
با اخلاق جنتی بد اخلاق جہنمی:	68
حسن سلوک کی تعریف	68
اخلاق کی شکل ہوتی تو ایسی ہوتی:	69
اچھے اخلاق میں یہ کمال ہوتا ہے:	69
نبی کریم ﷺ کا اخلاق با کمال:	69
حسن اخلاق کا نتیجہ بہت اچھا ہوتا ہے:	70
حسین کے بیٹے کا خوبصورت کردار:	70
حضرت ابراہیم ادہم کا اخلاق:	70
اللہ والوں کا اخلاق یہ ہوتا ہے:	71
ایذا دینے میں صرف ہاتھ اور پاؤں کا ذکر کیوں کیا گیا؟	71
افضل خصلت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	72
غیر اختیاری چیز کسی پر کیسے لازم ہو سکتی ہے؟	72
محبت کی تعریف اور اس کی اقسام	72
محبت عقلی کی مثال	73
صحابہ کرام کی محبت کی چند جھلکیاں:	73
صحابہ کی محبت کا عالم آنکھوں دیکھا حال:	73
نماز میں حضور کی محبت غالب رہتی:	74
کچھ حاصل کرنا ہے تو تعلق پیدا کرو:	74
کیا گناہ گار محب مصطفی ہیں؟	75
سارا عالم ان میں گم ہو جائے گا:	75
حضور ﷺ کی محبت کیسے حاصل ہوگی؟	75
روحانی غذاؤں میں مزہ کیسے ہوتا ہے؟	76
اللہ سے محبت کا مطلب اور سچی وجھوٹی محبت کی علامت:	76
اللہ کے لئے محبت کا مطلب اور اللہ کے لئے محبت کا انعام:	77
جان دے دی لیکن کفر میں لوٹنا قبول نہ کیا:	78
ھما تثنیہ کی ضمیر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	79

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
مومن کو ایمان کی حلاوت کیسے محسوس ہوگی؟	79
کیا ایمان میں کمی بیشی ہو سکتی ہے کیا عمل ایمان میں داخل ہیں؟	80
اس حدیث میں کفار کا رد ہے	82
امت کی اقسام	82
قرآن پاک سے ایمان ابوین کا ثبوت	83
احادیث سے والدین مصطفی ﷺ کے ایمان کا ثبوت	83
حدیث ابو طالب سے ایمان کا ثبوت	83
ابوین مصطفی کے بارے فقہاء، مفسرین، محدثین کے نظریات	85
مذکورہ لوگوں کو دگنا اجر ملنے کی توجیح:	88
کیا یہودیوں اور عیسائیوں کے پہلے اعمال ضائع چلے جائیں گے؟	89
اجر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	89
حدیث میں صرف نماز اور زکوۃ کا ذکر کیوں کیا؟	89
احادیث میں تارک نماز کو قتل کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	90
بے نمازی کا حشر کفار کے ساتھ کیوں؟	90
بدترین چور کون ہے؟	91
شریعت میں ظاہر پر حکم لگایا جاتا ہے باطن پر نہیں:	91
گناہ کبیرہ کرنے والا بغیر عذاب کے نجات پائے گا یا نہیں؟	92
نماز کو نہر سے تشبیہ کیوں دی؟	92
ساری عبادتیں فرش پر نماز عرش پر ملی:	93
احکام کی مختلف احادیث میں تعارض کی تطبیق:	94
امت مسلمہ حضور کی وجہ سے ایک قوم ہے:	95
اپنی تجویز کردہ عبادت سے کوئی جنتی نہیں ہو سکتا	95
جنت میں داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا عمل سے نہیں	95
فضل کو چھوڑ کر فقط عمل پر تکیہ کرنے والے کا انجام:	96
جنت میں داخلے کے اسباب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	96
عمل کے بارے سوال کرنے کے بارے آیات میں تعارض کی تطبیق:	97
افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	97
استقامت والے کو اللہ قیمتی بنا دیتا ہے:	98

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
اس سے بڑھ کر کرامت کیا ہو سکتی ہے:	98
عقیدے پر استقامت کے لئے اہل حق کے ساتھ رہو:	98
ہر سنی محمد عربی ﷺ کی رسی سے بندھا ہوا ہے:	98
استقامت نے عبد القادر کو غوث اعظم بنا دیا:	99
یہ ہے استقامت کا پہاڑ:	99
چار مہینوں کی حرمت کی وجہ؟	100
ان برتنوں کے استعمال پر ممانعت کی وجہ	101
کیا حرمت والے مہینوں میں اب بھی جنگ کرنا منع ہے؟	101
حرام سے بچنے کے لئے حرام کے اسباب سے بچنا ضروری ہے:	101
اللہ والوں کی احتیاط کا عالم	101
منع چار چیزوں سے کیا لیکن ذکر پانچ چیزوں کا کیا؟	102
شرک کی تعریف اور اس کی اقسام	103
قدیم کی تعریف، حادث کی تعریف	103
صفات باری تعالی کی اقسام	103
امت موسی اور امت مصطفی کے عقیدہ توحید کا موازنہ:	103
جرم کی حد کب کفارہ بنتی ہے؟	104
حدود کے کفارہ ہونے کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:	104
بیعت کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم اور حیثیت	105
مرید ہونے کا مقصد	105
مرشد کامل کیلئے اعلی حضرت امام اہل سنت کی بیان کردہ چار شرائط:	105
مرشد کامل ہو تو ایسا	106
بندے کی پردہ پوشی دو وجہوں سے ہوتی ہے:	107
پردہ پوشی کرنے والوں کا حساب بھی خفیہ ہوگا؛	107
اللہ تعالی انسان کی پانچ طرح پردہ پوشی کرتا ہے:	107
کسی کا عیب ظاہر کرنا ننگا کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے:	108
عیب چھپانے کا انوکھا انداز:	108
پردہ پوشی کہاں مستحب ہے اور کہاں واجب:	109
اپنا عیب ظاہر کر کے حق ستر خود ختم کر دیا:	109

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
راز فاش کرنے کی عبرت ناک سزا:	109
کیا مرد اور عورت فضیلت میں برابر ہیں؟	110
عبادت کی کمی پر ایک اعتراض کا جواب	111
شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کے صدقہ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	111
لعنت کی تعریف اور اس کی اقسام:	112
مصیبت یا بیماری پر لعنت کی ممانعت:	112
عورت مرد کی آزمائش ہے	112
دنیا کا پہلا قتل اور قرآن میں گائے کا واقعہ عورت کی وجہ سے ہوا:	112
بلعام باعورا کا واقعہ بھی ایک عورت کی وجہ سے پیش آیا:	113
واہ جوان تیری عظمت کو سلام:	113
پتا ایک تاثیریں مختلف وجود باری کی بہت بڑی دلیل ہیں:	114
خدا ہے تو نظر کیوں نہیں آتا:	114
انگوٹھے کی لکیریں وجود باری کی دلیل ہیں:	114
کشتی خود بخود چلتی رہی:	115
سر آپ میں بھی عقل نہیں:	115
اللہ تعالی دوبارہ کیسے زندہ کرے گا؟	116
اللہ تعالی کو ایذاء دینے کا مطلب	117
زمانے کو گالی دینے کا مطلب کیا ہے؟	117
اللہ تعالی کس طرح زمانہ ہے؟	117
اللہ تعالی کے صبر کا مطلب کیا ہے؟	118
اللہ تعالی کی عطاؤں کا بیان:	118
اللہ کی رحمت غضب پر کیسے غالب ہے؟	118
ایک رحمت دنیا میں ننانوے آخرت میں عطا ہوں گی:	119
کیا تیرے گناہ اللہ کی رحمت سے زیادہ ہیں:	119
بخشش عمل سے یا اللہ کے فضل سے ہوگی	119
اللہ تعالی ماں سے زیادہ مہربان ہے:	120
عشق بے خوفی پیدا کرتا ہے:	121
اللہ تعالی ثابت قدمی عطا فرماتا ہے:	121

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
ایک جانور پر دوسوار کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	122
عبادت کی تعریف	122
عبادت چھوٹ جانے کا غم:	122
دین کے نقصان پر کوئی تعزیت نہیں کرتا:	123
اللہ والوں کی عبادت کا عالم:	123
کیا گناہ کبیرہ کرنے والا بغیر عذاب کے نجات پا سکے گا؟	124
حضور کے منع کرنے کے باوجود حضرت معاذ نے حدیث کیوں بیان کی؟	124
اس حدیث سے اہم مسائل معلوم ہوئے	125
کیا زناء کرنے والا بغیر عذاب کے نجات پا جائے گا؟	126
زناء جرم عظیم ہے:	126
کیا زنا سے ایمان نکل جاتا ہے؟	126
زنا کی تعریف اور حدیث میں زنا کے چھ نقصان:	126
انسان کے اندر چار قوتیں ہوتی ہیں	127
زنا کا عبرت ناک انجام	127
حشر میں زانی کی ہر چیز گواہی دے گی:	127
انسان کے اعضاء بھی زناء کرتے ہیں	128
زانیوں کے لئے درس عبرت:	128
بدفعلی کرنے والا خود آگ بن گیا	128
گناہ کے وقت ایمان خارج ہوجانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	128
توحید کی تعریف اور توحید کی اقسام	129
قدیم کی تعریف	129
احد اور واحد میں فرق	130
مشرکین کس توحید کو مانتے ہیں؟	130
امت موسیٰ اور امت مصطفیٰ کے عقیدہ توحید کا موازنہ:	130
توحید کے مراتب	131
کبریائی یعنی تکبر میری چادر ہے:	132
تکبر کو چادر عظمت کو تہبند کیوں کہا؟	132
تکبر کی تعریف اور اس کا حکم	132

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
کبریائی اور عظمت میں فرق	132
متکبرین کا انجام	133
حضور کی تواضع کا عالم	133
مذاق اڑانے والا خود مذاق بن جائے گا:	133
تکبر کا عبرت ناک انجام	134
خاندان پہچان کے لئے ہیں تکبر کے لئے نہیں:	134
شیطان کا تکبر اور شیطان کی دلیل	134
شیطان کے دعوے کی وجوہات	134
ابلیس کے قول،، میں آدم سے بہتر ہوں،، کا رد:	135
بخیل کا مال سانپ کیوں بنے گا؟	137
اسلام میں زکوۃ کی حکمتیں:	138
باقی رہنے والا وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہوا:	138
رمضان کا معنی اور اس کی وجہ تسمیہ	139
روزہ میرے لئے ہے تو کیا باقی عبادتیں اللہ کے لئے نہیں ہیں؟	139
ماہ رمضان کی سخاوت کا عالم	140
اسلام میں روزہ کی حکمتیں	140
دکھ درد میں تو شریک ہوسکتا ہوں:	140
حج کے فضائل	141
شیطان کو سب سے زیادہ تکلیف کب ہوتی ہے؟	141
حاجی کا منادی	141
حج نسبتوں کا ایک مجموعہ ہے	141
رمل کی حقیقت	141
صفا مروہ کی سعی کی حقیقت	142
رمی جمار کی حقیقت	142
معصیت اور مغفرت والی مصیبت میں فرق:	142
سب سے زیادہ مضبوط کون؟	143
مال، حال، کمال کی سخاوت میں فرق:	143
بادل نے سیراب کیا	143

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
سارا مال صدقہ کردیا	144
صدقہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	144
ناکارہ مال صدقہ کرنے کی مذمت:	144
اسلامی عقائد واحکام میں اعتدال:	145
اسلام آسان دین ہے	146
تم مجھ سے بڑے عابد نہیں ہوسکتے:	147
اسلام کو سر، نماز کو ستون اور جہاد کو کوہان کیوں کہا گیا؟	147
تیر کا زخم بھر جاتا ہے زبان کا نہیں بھرتا:	147
کلام چار قسم کے ہیں:	148
فضول گوئی کی تعریف	148
زبان سیدھی تو اعضاء سیدھے زبان ٹیڑھی تو اعضاء ٹیڑھے:	148
زبان نے مروادیا:	149
زبان کا وبال دوسرے اعضاء سے زیادہ کیوں ہے؟	149
مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں	150
سوئی ہوئی قومیں جاگ اٹھیں افسوس بیدار مسلمان سو رہا ہے:	150
پاور ایک ہے مگر اس کے اثرات مختلف:	151
ہر مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے	151
افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	151
اخلاق کی اہمیت اور چند با اخلاق لوگ:	152
ایذا دینے میں صرف ہاتھ اور پاؤں کا ذکر کیوں کیا گیا؟	154
امانت میں کون سی چیزیں داخل ہیں؟	155
وعدہ پورا کرنا کب واجب ہے	156
ایمان کا مدار جاننے پر ہے یا ماننے پر؟	156
دل میں تصدیق اور زبان پر کلمہ کفر ہو تو مومن کا کیا حکم ہے؟	157
یہودی عیسائی بھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تو کیا وہ جنتی ہیں؟	157
حضرت عمر کی حضرت ابوہریرہ کو مارنے کی توجیہات:	159
حضرت ابوہریرہ کو واپس لوٹا کر کیا حضرت عمر نے حضور کی مخالفت کی؟	159
حضور علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو نعلین کیوں عطا فرمائی؟	159

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
کیا حضرت عمر نے حضرت عثمان کی غیبت کی؟	161
غیبت کے بارے میں ضروری احکام:	161
غیبت کی تعریف، غیبت کی صورتیں اور ان کا نام	161
غیبت سننے کا حکم	162
غیبت کی توبہ کا حکم اور غیبت کی جائز صورتیں:	162
حدیث میں غیبت کا سبق آموز واقعہ:	163
آج لوگوں کی اکثریت تھوک کے حساب سے غیبت کے کاروبار میں ملوث ہے:	163
چغلی غیبت سے زیادہ خطرناک ہے:	163
چغلی نے ایمان اور سب کچھ برباد کردیا	165
روئے زمین پر اسلام کا کلمہ پہنچانے میں دو احتمال:	165
عزت والوں کی عزت اور ذلت والوں کی ذلت کے ساتھ کا کیا مطلب ہے؟	165
اس حدیث میں فرقہ مرجیہ کا رد ہے:	166
نیکی دس سے سات سو گنا تک لکھی جائے گی:	166
نیکیوں کے اجر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	167
انسان کی اقسام	167
اپنی نیکی اور اپنی تعریف پر خوش ہونے کا حکم:	167
کسی کام پر تعریف کی خواہش کرنے کا حکم:	168
اپنی تعریف سننے کو پسند کرنا اور اس کی خواہش کرنا برا ہے:	168
اپنی تعریف کی خواہش کرنے کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:	169
تعریف سے بچنے کا خوبصورت انداز:	169
مومن گناہ میں کیسے فرق کرلیتا ہے؟	169
مومن گناہ کو پہاڑ اور فاسق گناہ کو مکھی کیوں سمجھتا ہے؟	169
ایک غلام اور ایک آزاد کا مطلب کیا ہے؟	170
کلام چار قسم کے ہیں:	170
تیر کا زخم بھر جاتا ہے زبان کا نہیں بھرتا:	171
ساری روٹیاں ایثار کردیں:	171
ایک روٹی ستر سالہ عبادت پر غالب آگئی:	172
صبر کی تعریف اور اسکی اقسام	172

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
صبر کا خوبصورت انعام	173
کون ہے جس کا اللہ پر قرض ہے:	173
صابرہ عورت کو فوت شدہ بچے پر اجر:	174
رونا بے صبری یا رحمت کی علامت ہے؟	174
حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر	174
بے صبرے کو کتے کی نصیحت	174
مجھے بینائی نہیں چاہئے	175
سخاوت ہو تو ایسی	175
سخاوت ایسی کہ کبھی،،نا،، نہ کہا	175
سخی اور کنجوس کی مثال:	176
ایک عیسائی کا چیلنج کہ کیا حاتم سے بڑھ کر کوئی سخی ہے؟	176
ایذا دینے میں صرف ہاتھ اور پاؤں کا ذکر کیوں کیا گیا؟	176
حسن سلوک کی تعریف اور اس کے احکام:	177
مومن کی نرمی کی وجہ سے لوگ اسے بے وقوف سمجھتے ہیں:	177
آج کی بے چینی کا بڑی	180
محفل ذکر پھولوں کی سیج	180
ذاکر کی موت پر زمین وآسمان روتے ہیں	181
ذکر کرنے والے سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے:	181
ذکر میں لذت کیوں نہیں ملتی:	181
ذکر بالجہر کے بارے مفصل بحث	182
قرآن سے ذکر کا ثبوت	182
احادیث سے بعد نماز ذکر بالجہر کا ثبوت	182
فقہاء ومحدثین کا عقیدہ	183
حضور کی بارگاہ کا نوجوان	187
اللہ والے دوسروں کی پسند کو اپنی پسند پر ترجیح دیتے ہیں:	187
دوسروں کا نقصان کیسے پسند کروں:	188
مجھے بھی جنسی آزادی چاہئے:	188
باب الکبائر وعلامات النفاق	189

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
گناہ کبیرہ اور نفاق کی علامات کا باب	189
گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریف	189
گناہ کبیرہ کی تعداد	189
گناہوں کے بارے میں چند اہم مسائل ذہن میں رکھ لینے چاہییں۔	189
معاف ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے گناہ کی چار قسمیں ہیں	189
شیطان کا انسان کے لئے کھلا چیلنج	190
چھوٹی چنگاری بھی جلا سکتی ہے	190
مومن گناہ کو پہاڑ اور فاسق ناک کی مکھی سمجھتا ہے:	190
گناہوں کے وبال کی چند جھلکیاں:	191
شفاعت یا توبہ کی امید پر گناہ کرنا کیسا:	191
شرک کی تعریف اور اس کی اقسام:	192
زنا کا انجام اور حشر میں زانی کی ہر چیز گواہی دے گی:	194
توحید کی تعریف اور اس کی اقسام	195
امت موسیٰ اور امت مصطفی کے عقیدہ توحید کا موازنہ:	195
اللہ کی عبادت کے بعد والدین کا ذکر کیوں؟	196
ماں کی بددعا کا وبال	196
والدین کی نافرمانی کب گناہ ہے؟	197
پیدائش کے پہلے جھٹکے کا بھی حق ادا نہیں ہوا	197
ناحق کسی انسان کو قتل کر دینے کا وبال:	198
قتل کی تعریف اور اس کی اقسام	198
قصاص اور دیت کی تعریف	198
قسم کی تعریف اور قسم کی اقسام	199
جادو کی تعریف اور اس کا حکم:	200
جادو کے حصول کے طریقے	201
جادو کا حکم	201
سود کا غبار سب کو پہنچے گا	201
مال کی حرص اور عمر کی حرص ختم نہیں ہوتی:	201
دنیا کی عزت مال سے آخرت کی اعمال سے:	202

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
کیا آوارہ عورت پر زناء کی تہمت لگانا جائز ہے؟	202
جب تک غالب دلیل نہ ملے کسی پر تہمت نہ لگاؤ:	202
بدگمانی کی اقسام	203
کیا گناہ کرنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے؟	203
منافق کی تعریف اور اقسام:	204
منافق کی علامات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	205
خدا ایسی شیطانی عبادت سے بچائے:	205
اپنی قیمت کو مت گھٹاؤ	206
حضرت نوح کے بیٹے کو دیکھو ایمان گیا تو دنیا بھی گئی:	206
احادیث سے ہاتھ پاؤں چومنے کا ثبوت	207
ہاتھ پاؤں چومنے کے بارے میں اکابرین کا عقیدہ	210
کلمہ کفر کی رخصت کے بارے میں آیت وحدیث میں تعارض کی تطبیق:	217
منافق کی تعریف اور اقسام	218
کیا آج بھی کسی کو منافق کہہ سکتے ہیں	218
باب فی الوسوسة	219
وسوسہ آنا کمال ایمان کی دلیل ہے	219
جیسا شکار ویسا جال	220
وجود باری تعالی پر چند عقلی دلائل:	220
دوسری دلیل	221
تیسری دلیل	221
چوتھی دلیل	221
پانچویں دلیل	222
شیطان کے وسوسے کا حل ملا علی قاری سے سیکھو:	222
اللہ تعالی دوبارہ کیسے زندہ کرے گا؟	222
آپ کے فیض سے شیطان بھی معرفت کے موتی حاصل کرتے ہیں:	223
خصوصیات مصطفی	223
سرکار مدینہ اور حضرت موسیٰ کے معجزے میں فرق	224
حضور علیہ ﷺ اور حضرت داؤد کے معجزے میں فرق	224

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
حضور ﷺ اور حضرت سلیمان کے معجزے میں فرق	224
حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ کے معجزے میں	224
تخت بلقیس اور بیت المقدس کا فرق:	224
شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے:	225
کیا شیطان نے پیدائش کے وقت حضور کو چھوا؟	225
احادیث سے قبر پر اذان کا ثبوت	226
اکابرین اہل سنت کا عقیدہ	228
نکاح محبت کی جڑ ہے	229
نکاح کی حکمتیں اور شیطان کی خوشی کی توجیح:	229
شادی نہ کرنے کا وبال:	230
حضور ﷺ کی عورتوں اور خوشبو سے محبت کی وجہ:	230
اچھی بیوی مال سے زیادہ نافع ہے:	231
صحابہ کرام کا خوف خدا	231
حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خوف خدا	232
اللہ والوں کا خوف خدا:	232
خوف خدا کا صلہ	232
داخلے کے پیسے دو ورنہ نکل جاؤ:	233
ایمان کی کسوٹی نیز مومن مصائب پر صبر کرتا ہے:	234
بڑا آدمی بڑی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے:	234
بڑوں کی آزمائش سخت کیوں؟	234
کسی کو مصیبتوں میں دیکھ کر برا نہ سمجھو	235
دنیا میں گناہ کی سزا اللہ کا کرم ہے	235
مومن نعمتوں پر شکر کرتا ہے:	235
شکر کی تعریف اور شکر کی اقسام	235
شکر کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے	236
حضرت داؤد کا شکر	236
شکر افضل ہے یا حمد؟	236
شکر کا جذبہ کیسے پیدا ہو:	237

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
شکر کا صلہ	237
یہ شکر کا مقام نہیں تو کیا ہے:	237
شکر ہے میری ٹانگیں تو ہیں	238
باب الایمان بالقدر	240
تقدیر کی تعریف اور اس کی اقسام	240
تقدیر کیا ہے؟	240
ہر چیز کا خالق اللہ اور کاسب انسان ہے	240
تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد	241
اللہ کا عرش پانی پر کیسے تھا؟	241
جب ہمارا گناہ لکھ دیا گیا تو پھر سزا کیوں:	241
تقدیر کی مثال ۱	242
تقدیر کی مثال ۲	242
لکھے ہوئے پر تقیہ نہ کرو:	242
تقدیر میں بحث منع ہے	242
تقدیر میں قیاس کی گنجائش نہیں:	243
سجدہ اور قیام تعظیمی کے بارے میں مفصل بحث:	244
احادیث سے قیام تعظیمی کا ثبوت	244
فقہاء و محدثین اور اکابرین کا عقیدہ	246
تقدیر کی تاریخ کے بارے میں احادیث میں تعارض کی تطبیق:	249
حضرت موسیٰ اور حضرت آدم کا مناظرہ کہاں ہوا تھا؟:	249
کیا حضرت موسیٰ کا سوال حضرت آدم کی بے ادبی تھا؟	249
حضرت موسیٰ کا سوال شریعت پر اور حضرت آدم کا جواب حقیقت پر مبنی تھا:	249
اہل سنت کے نزدیک انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں:	249
قرآن پاک سے عصمت انبیاء کا ثبوت	150
عصمت انبیاء کے بارے فقہا و محدثین کا عقیدہ	250
روح کا ٹھکانہ کہاں ہوتا ہے؟	254
عذاب روح کو ہوتا ہے یا جسم کو	255
عذاب قبر پر سوال و جواب:	255

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
روح اور جسم کا جھگڑا نیز روح میں بحث کرنے کا حکم:	256
جب تقدیر پہلے سے لکھ دی گئی تو ماں کے پیٹ میں لکھنے کا کیا مقصد؟	257
انسان کا انجام کیا ہوگا؟	257
اللہ تعالی بے نیاز ہے	257
ساری مخلوق متقی بن جائے یا شیطان بن جائے تو پھر بھی اللہ بے پرواہ ہے	257
موت کے علم کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:	258
کفار کے بچے جنت میں ہوں گے یا جہنم میں؟	258
بچوں کی وفات پر والدین کا اجر:	259
میری شادی کرادو:	260
ہر آدمی پر اس کے زناء کا حصہ کیسے لکھ دیا گیا ہے؟	261
ہر عضو زنا کرتا ہے	261
حشر میں زانی کی ہر چیز گواہی دے گی:	261
آنکھ، کان، زبان، نفس ہر عضو زنا کرتا ہے:	262
صحابہ کرام معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے تھے:	263
نکاح کا حکم اور نکاح پر قدرت نہ ہونے پر کیا کرے:	263
کیا اس حدیث سے جبر ثابت ہوتا ہے؟	264
اللہ تعالی کی دو انگلیوں کی تشریح:	265
فطرت کیا ہے؟	266
عالم ارواح میں کون سا عہد لیا گیا تھا؟	266
کیا فطرتی اور میثاقی ایمان شرعاً معتبر ہے؟	266
فطرت کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق:	266
انسان کی سیرت مختلف مٹیوں کی وجہ سے مختلف ہے:	266
بچھو کی فطرت	267
نیند اللہ کی شان کے لائق کیوں نہیں؟	267
اونگھ آنے سے شیشیاں ٹوٹ گئیں	268
اللہ تعالی نے امیری اور غربت کا فرق کیوں قائم کیا؟	268
جنت میں دیدار الٰہی ہوگا:	269
دیدار الٰہی کس عمل کے عوض ہوگا؟	269

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
اللہ تعالی کی نعمتوں کی اقسام	270
کیا اللہ تعالی کی نعمتیں شمار ہو سکتی ہیں:	270
کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:	271
کیا بے جان میں سننے اور بولنے کی طاقت ہے؟	271
اولیت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	273
حضور ﷺ کے اول الخلق ہونے کی مفصل بحث:	273
احادیث سے اول الخلق کا ثبوت	273
مفسرین، محدثین اور اکابرین کا عقیدہ	275
یہ واقعہ کب ہوا نیز جنتیوں اور جہنمیوں کی روحیں کیسی تھیں؟	277
کیا یہ کتابیں حسی تھیں؟	279
دم اور تعویزات کے بارے میں مفصل بحث:	280
قرآن پاک سے دم کا ثبوت	280
اکابرین اہل سنت کا عقیدہ	284
اسلام میں تعویزات کی حیثیت	287
احادیث سے تعویزات کا ثبوت	288
تعویزات کے بارے اکابرین کا عقیدہ	288
غصہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق	294
غصہ پینا کڑوا لیکن اس کا پھل میٹھا ہے	294
غصہ پی جانے کا اتنا بڑا صلہ؟	294
غصہ نہ کرنے کی وجہ سے بخشش ہوگئی:	294
اللہ والے کا حوصلہ:	295
جب تک غصہ نہیں کیا فرشتہ حفاظت کرتا رہا:	295
انسان کیسے مٹی ہو سکتا ہے:	295
انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی حکمتیں	296
فطرت پر پیدا کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	297
دل ٹی وی سٹیشن کی طرح ہے:	298
دل کی تعریف اور دل کے دروازے:	298
گناہ دل کا غبار اور کفر دل کا زنگ ہے:	299

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
دل کو آئینہ بنادو:	299
تمہارا دل تمہارا مفتی ہے:	300
دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا:	300
فرقہ دہریہ	301
منکرین بعث	301
فرقہ جبریہ	301
فرقہ قدریہ	301
حضور نبی کریم ﷺ نے کفار کو اپنی امت کیوں فرمایا؟	301
فرقہ مرجیہ	302
امت مصطفی میں عذاب کی حدیث اور آیت میں تعارض:	302
امت مصطفی میں عذاب کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق:	302
قدریہ کو مجوسیوں سے تشبیہ کیوں دی؟	302
کہاں ترک تعلق جائز ہے کہاں نہیں:	303
ترک تعلق کے بارے دیگر احکام:	303
لعنت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	304
ذات کے اعتبار سے لعنت	304
صفات کے اعتبار سے لعنت	305
لعنت کی تعریف	305
مصیبت پر لعنت کی ممانعت:	305
ہم دنیا کے حریص اور حضور ہمارے حریص ہیں:	305
آخری امتی تک حشر میں کھڑا رہوں گا:	306
ظالم حاکم جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکے گا:	306
اقتدار کے طالب خود کو خطرے میں ڈالتے ہیں:	307
حکومت کی کوشش کرنا کب جائز ہے؟	307
اسلام کے حاکم ایسے ہوتے ہیں	307
پہلے کے حاکم غریب اور عوام امیر ہوتے تھے آج اس کا برعکس ہے:	308
حکومت کی قیمت پانی کا ایک گلاس:	309
اللہ والے عہدوں سے بھاگتے ہیں:	309

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
نسبت رسول کی تعظیم ایسی ہونی چاہئے:	309
حضور ﷺ کے شہر کی تعظیم:	310
حدیث کی سیاہی کی تعظیم:	310
انسان کی کامیابی رسول کریم کی اطاعت سے ہے:	311
جس حال میں جیو گے اسی میں مرو گے:	312
کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:	313
اللہ تعالی فراغت سے پاک ہے:	313
جب اللہ نے سب کچھ لکھ دیا تو پانچ چیزوں کا ذکر کیوں کیا؟	314
تقدیر میں بحث منع ہے:	317
اللہ تعالی ظالم نہیں وہ ماں سے زیادہ مہربان ہے:	315
ہر مصیبت اور راحت رب تعالی کے ارادہ سے ہے:	316
اللہ تعالی کے ظالم نہ ہونے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:	316
بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام:	317
بدعت کی اقسام	317
صحابہ وتابعین سے بدعت کی چند مثالیں	317
چند وہ بدعتیں جس میں ہر مسلک مبتلا ہے	318
گمراہ اور گناہ گار میں فرق	318
حدیث پاک سے بدعت کا ثبوت:	318
کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:	320
موت کے وقت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:	321
کیا حضرت داود کی چمک حضور ﷺ کی چمک سے افضل ہے؟	321
کیا دعا سے عمر کم یا زیادہ ہوسکتی ہے؟	321
حضرت آدم پر اعتراضات کے جوابات	321
آدم کی پشت سے پیدا ہونے والی اولاد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	323
بیماری میں صحت والے اعمال بھی لکھ دیئے جاتے ہیں:	324
کیا بیماری رب کی پکڑ ہے؟	324
مریض کی عیادت پر اجر وثواب کے احکام	324
عیادت کے بارے میں چند آداب:	325

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
بشارت کے باوجود خوف خدا کا عالم:	325
اللہ کے مقربین کا خوف خدا:	326
خوف خدا کے آنسوؤں کا کمال:	326
اللہ تعالی نے کتنے اور کون کون سے معاہدے لئے؟	326
انسان کی دو حالتیں ہیں ذاتی حالت اور وصفی حالت:	328
انسان کی سیرت مختلف مٹیوں کی وجہ سے مختلف ہے:	328
تکلیف کے وقت تقدیر کے بارے میں یہ عقیدہ ہونا چاہے:	329
باب اثبات عذاب القبر	330
عذاب قبر کے بارے میں چند ضروری باتیں:	330
حدیث میں پیش کردہ آیت سے عذاب قبر ثابت نہیں ہوتا:	331
حدیث میں پیش کردہ آیت کی قبر کے ساتھ مناسبت نہیں:	331
قبر کے بارے میں چند سبق آموز باتیں	331
عذاب قبر کے محافظ	332
قبر رحمت یا زحمت؟	332
مومن وکافر ایک قبر میں دفن تو جزا ہوگی یا سزا:	333
سماع موتی پر مفصل بحث	333
قرآن سے سماع موتی کا ثبوت	334
احادیث سے سماع موتی کا ثبوت	334
فقہاء، مفسرین اور محدثین کے عقائد	337
قبر کے عذاب اور جزا کے بارے میں ضروری بات:	340
روح کا ٹھکانہ اور اس کے بارے میں ضروری مسائل	340
قرآن پاک سے عذاب قبر کا ثبوت	342
احادیث سے عذاب قبر کا ثبوت	343
اکابرین اور بزرگان دین کا عقیدہ	346
عذاب قبر پر اعتراضات کے جوابات	347
فرشتے نور ہیں تو ان کی شکلیں کالی کیوں؟	349
فرشتوں کے بارے چند ضروری باتیں	350
حضور ﷺ ہر قبر میں کیسے آسکتے ہیں قبر میں نبی کی پہچان کیسے ہوگی؟	350

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
کیا قبر میں حضور ہوتے ہیں یا آپ کی تصویر نیز آخری سوال حضور کے بارے میں کیوں ہوگا؟	351
وسعت قبر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	351
فرشتے عیب سے پاک ہیں پھر اندھے بہرے کیوں کہا؟	353
جس مومن نے حضور کو نہیں دیکھا وہ آپ کو کیسے پہچان لے گا؟	353
جن کفار نے حضور کو دیکھا وہ آپ کو پہچاننے سے انکار کیوں کریں گے؟	353
قبر کے سوالات کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:	354
زیارت قبور کے بارے تفصیلی بحث:	354
احادیث سے زیارت قبور کا ثبوت	355
اکابرین اہل سنت کا عقائد	356
مدینہ کی حاضری کے دوران حاجی مسجد کی نیت کرے یا قبر نبی کی زیارت کی؟	359
احادیث سے زیارت قبر نبی کی فضیلت	359
اکابرین اہل سنت عقائد	361
اذان کہنے کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:	363
قبر پر اذان کے بارے میں ہمارا عقیدہ:	363
احادیث سے اذان کا ثبوت	363
اکابرین اہل سنت کا عقیدہ	365
سانپوں کی تعداد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	367
حضرت سعد کی موت پر عرش ہلا، آسمان کے دروازے کھل گئے پھر ان کو قبر نے کیوں دبایا؟	367
قبور اولیاء کو بوسہ دینے کے بارے میں عقیدہ اہلسنت:	368
احادیث سے قبور اولیاء کو بوسہ دینے کا ثبوت	368
اکابرین اہل سنت کا عقیدہ	369
مرنے والے کی دو حالتیں:	373
باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ	375
سنت اور حدیث میں فرق:	375
انسان کی کامیابی کتاب وسنت پر عمل کرنے سے ہے:	375
کتاب وسنت کے بغیر محض عقل سے اللہ تک رسائی نہیں ہوسکتی:	376
قرآن وسنت کی اطاعت کرنے والوں کے مراتب:	376
سچی اور جھوٹی محبت کی علامت:	377

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
بدعت کی تعریف اور بدعت کی اقسام:	378
قرآن کو حدیث کیوں کہا گیا؟	379
تعظیم مصطفی ﷺ اور ہمارا عقیدہ	380
قرآن سے تعظیم مصطفی ﷺ کا ثبوت	380
احادیث سے تعظیم مصطفی کا ثبوت	382
زمانہ جاہلیت والے طریقے آج بھی رائج ہیں	387
دن، ہفتے، مہینے میں کوئی نحوست نہیں:	387
بدفالی شبہات میں ڈال دیتی ہے اور بدفالی کا حکم	387
طوطا فال اور جنتریوں کے ذریعے قسمت کا حال معلوم کرنا:	388
ستاروں کو موثر ماننا:	388
گرہن کے بارے میں ہمارا اور ہندوؤں کا عقیدہ:	389
نجومیوں کے پاس قسمت کا حال معلوم کرنا جاہلیت کا طریقہ ہے:	389
مخصوص مہینہ میں شادی کو منحوس سمجھنا اور ستارے ملا کر رشتہ کرنا:	390
موکلات کے بارے میں عقیدہ:	390
قتل کی تعریف اور اس کا حکم:	390
جب حضور سو رہے تھے تو فرشتوں نے یہ گفتگو کس کو سنائی؟	393
آیت اطاعت پر واقع ہونے والا سوال اور اس کا جواب	393
دین سخت نہیں لہذا خود پر سختی مت کرو:	394
یہودی بڑی بڑی عبادات وفا نہ کر سکے سو پکڑے گئے:	395
حضور ﷺ ہمیشہ آسان راستہ اختیار کرتے:	395
دین پر غالب آؤ گے تو خود مغلوب ہوجاؤ گے:	396
کاش حضور کی رخصت پر عمل کر لیتا:	396
تھوڑا دائمی عمل زیادہ عارضی عمل سے بہتر ہے:	397
حضور تھکاوٹ والی عبادت سے ناراض ہوجاتے:	397
عبادات میں شدت منع ہے	398
خوف خدا کے آنسو کی قیمت:	398
خوف کے تین درجات ہیں۔	399
حضور نبی کریم ﷺ نے اہل مدینہ کو پیوند کاری سے منع کیوں کیا؟	400

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں اس کا کیا مطلب ہے؟	400
کیا نبی کریم ﷺ ہماری طرح بشر ہیں؟	401
کسی صحابی نے آپ کو کبھی بھی بشر یا بڑا بھائی نہیں کہا:	401
مثلیت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	402
مجھے تمہارے لئے اور تمہیں میرے لئے چن لیا:	403
اللہ رب العزت کے پسندیدہ دل	403
ہم دنیا کے حریص اور حضور ہمارے حریص ہیں:	404
پھر بھی حق ادا نہ ہوا	404
آخری امتی تک حشر میں کھڑا رہوں گا:	404
اپنی امت کے لئے دعا کو سنبھال رکھا ہے:	404
قرآن میں تین قسم کی آیات ہیں	406
قرآن پاک میں اختلاف کی تین صورتیں	407
غصہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	407
غصہ کی تعریف غصہ کی اقسام	408
کثرت سوال سے منع کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:	408
نااہل حکمران قوم کے لئے شر ہیں:	410
گناہوں پر خاموش تماشائی بھی ہلاک ہو گیا:	411
یہ حدیث ایصال ثواب کی بہت بڑی دلیل ہے:	412
مٹی کے پاس آنے کا کیا فائدہ	413
ثواب میت کے لئے بہترین تحفہ ہے:	413
ایصال ثواب کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق:	413
غریبوں کے پاس اللہ ملتا ہے:	414
امت کے غربائ، غریب نواز کی بارگاہ میں:	414
غریبی افضل ہے یا امیری	415
فقیر و غنی میں فرق:	415
ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ:	416
اس حدیث پاک میں منکرین حدیث کا رد ہے:	417

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
حضور کو قرآن کا مثل کیا عطا کیا گیا؟	418
دعوت یعنی مہمان نوازی کا حکم:	418
دعوت کا ایک حسین انداز	418
مجھے امیروں کا مہمان بننا قبول نہیں:	419
آزمائش کے لئے دعوت:	419
حضور نبی کریم ﷺ کا پرتاثیر خطبہ:	420
تقوی کی تعریف تقوی کی اقسام	421
درجہ کے اعتبار سے تقسیم:	421
اللہ والوں کے تقوی کی چند مثالیں:	421
حاکم کی اطاعت کب واجب ہے؟	422
سلطان بھی اصول اور قانون کی اطاعت کرے:	422
حضور ﷺ کی اصول پسندی:	423
خلافت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	423
کیا امام حسین کا یزید کی مخالفت کرنا اس حدیث کے خلاف تھا؟	423
آیت اطاعت پر واقع ہونے والا سوال اور اس کا جواب:	424
طلب حکومت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:	424
بدعت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	425
تصوف و طریقت کی تعریف:	427
کیا طریقت میں عمل کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے:	427
تصوف کوئی نئی چیز نہیں اور نہ ہی یہ شریعت سے آزاد ہے:	427
طریقت کے دعویدار کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھو:	428
طریقت کا مکھن شریعت کے دودھ سے پیدا ہوتا ہے:	428
ہر چیز میں محبوب کا عکس نظر آتا ہے:	429
محبوب سامنے ہو تو انگلیاں کٹ جانے کا بھی احساس نہیں ہوتا:	429
محبوب کا کڑوا بھی میٹھا لگتا ہے:	430
مجھے ہیرے نہیں ہیروں والا چاہئے:	430
مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنے والے غازی ہیں:	430

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
ایمان کے مدینہ میں سمٹ آنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	431
دین حجاز سے ایسا بندھ جائے گا جیسے پہاڑ کی چوٹی پر بکری:	431
غریبوں کو خوشخبری ہو	432
غریبوں کے پاس اللہ ملتا ہے:	432
امت مصطفی اور بنی اسرائیل کی مثال جوتی سے کیوں دی؟	433
۷۳ فرقوں سے کون سے فرقے مراد ہیں کیا یہ تعداد پوری ہو چکی؟	433
جو بنی اسرائیل نے کیا وہ میری امت کرے گے اس پر اعتراض کا جواب:	433
سواد اعظم سے کون مراد ہیں؟	434
کیا کفار اور فساق سے بھی کھوٹ اور نفرت رکھنا منع ہے؟	436
مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنے والے کو شہیدوں کا ثواب کیوں ملے گا؟	436
علم کی بات حاصل کرنے کے متعلق احادیث میں تعارض کی تطبیق:	437
بدمذہبوں سے علم حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت:	437
اب صرف محمدی سکہ چلے گا:	438
کیا اس حدیث سے فرائض کی رخصت ثابت ہوتی ہے؟	439
تعصب کے خاتمے کے لئے ایک انگریز مفکر کا تبصرہ	439
ہم دین کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعصب کا بھی شکار ہو چکے ہیں:	440
غیر ضروری عبادات کو لازم مت کر لو:	440
حضور ﷺ ہمیشہ آسان راستہ اختیار کرتے:	441
مشتبہ کی تعریف اور ان کا حکم:	443
مشتبہ چیزوں سے اللہ والوں کی احتیاط:	444
بکری وہی محفوظ رہتی ہے جو میخ سے بندھی رہے:	445
کیا یہ حدیث اجماع، قیاس اور تقلید کے خلاف ہے؟	446
بدعت سنت کو اٹھا لیتی ہے:	446
بے دینوں کی تعظیم کرنا اسلام کو کمزور کرنے کی مثل ہے:	448
بادشاہ کی تعظیم سے انکار کر دیا:	448
دین کو بادشاہ کے در پر ذلیل نہیں کر سکتا:	448
جیسے دنیاوی چیزوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے ایسے ہی دین کی بھی کسوٹی ہے	449
صحابی کی تعریف اور اس کا مقام:	450

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
صحابہ کرام کا سیرت و کردار:	450
حضور کی ناراضگی کے باوجود حضرت عمر تورات کیوں پڑھتے رہے؟	451
ایمان اور علم کی بنیاد پر خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے:	451
نسخ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	452
نسخ کی کتنی اور کون کون سی صورتیں ہیں؟	452
کتاب العلم	454
علم کی تعریف اور اقسام	454
کتنا علم حاصل کرنا فرض ہے؟	454
تبلیغ دین مغفرت کا ذریعہ ہے:	455
اسرائیلی روایات کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:	456
حضور نبی کریم ﷺ قاسم ہیں:	456
قربانی کی رعایت عطا فرمادی	457
زکوۃ کی رخصت عطا فرمادی	457
علما دین کی وجہ سے دین باقی ہے:	458
علماء کی تین اقسام	458
عالم کی تھوڑی عبادت جاہل کی بڑی عبادت سے بہتر:	459
عالم اور عابد کی عبادت میں فرق	459
علما کا ادب دین کی عزت ہے:	459
صحابہ کے رشک اور ہمارے رشک میں فرق:	460
آج کمال نہیں مال دیکھا جاتا ہے:	461
مال کی زیادتی اور مال کی برکت میں فرق:	462
علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے:	463
ایثال ثواب کے لئے دن مقرر کرنا:	463
انقطاع عمل کی احادیث میں تعارض:	464
انقطاع عمل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	464
صدقہ جاریہ کی احادیث میں تعارض:	464
صدقہ جاریہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	464
ضرورت مند کی حاجت ستر سالہ عبادت پر غالب آگئی:	465

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
ضرورت مند پر اپنی خواہش کو قربان کردیا:	466
ضرورت مند کی سفارش افضل صدقہ ہے:	466
پردہ پوشی کرنے والوں کا حساب بھی خفیہ ہوگا:	467
بندے کی پردہ پوشی دو وجہوں سے ہوتی ہے:	467
کتنی بار پردہ پوشی کی جائے	467
ذکر، ذاکر، اور مذکور کا فرق:	469
تلاوت قرآن کے فضائل:	470
ذاکر کی موت پر زمین وآسمان روتے ہیں نیز ذکر سے کیا ملتا ہے	471
جسے عمل پیچھے کردے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا:	472
نسب پر تکبر کرنا زمانہ جاہلیت کا رواج تھا:	473
خاندان پہچان کے لئے ہیں تکبر کے لئے نہیں:	473
نسبی فضیلت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:	473
سب سے پہلے حساب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	475
کیا واہ واہ سے ثواب ختم ہوجاتا ہے؟	475
اخلاص والا کم عمل بغیر اخلاص والے زیادہ عمل سے بہتر ہے:	475
ریا کی عبادت ناجائز نہیں ہوتی:	476
اپنے عمل ظاہر ہونے پر خوش ہونا ریا نہیں:	476
ریاکاروں کا انجام	476
ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جارہے تھے:	477
اللہ کو دنیا کا عالم ناپسند ہے:	477
دینی رسومات کے لئے دن مقرر کرنے کی دلیل:	479
سلام کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	480
حضور ﷺ کے کبھی،، نا،، نہ کہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	480
مسجد کے اندر مانگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	482
سب سے زیادہ سخت کون؟:	482
کسی کو برا جان کر ہاتھ نہ روکو:	482
صدقہ کرنے والے کو بادل نے سیراب کیا:	483
احسان جتا کر صدقہ ضائع مت کرو	483

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
سارا مال صدقہ کردیا	483
ناکارہ مال صدقہ کرنے کی مذمت:	484
بدعت سیئہ کی ایک قدیم مثال:	484
برائی ایجاد کرنے والا توبہ کرے لیکن برائی ختم نہ ہو تو کیا گناہ لکھا جاتا رہے گا؟	485
کیا ہر نبی نے وراثت میں علم چھوڑا حالانکہ بعض انبیاء کے پاس کثیر مال تھا؟	486
صلاۃ کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق:	487
الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے بارے میں مفصل بحث:	487
قرآن پاک سے ثبوت	487
احادیث سے،، الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ،، کا ثبوت	488
اکابرین اہل سنت کا عقیدہ	489
علم کی بات لینے کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:	494
لوگوں سے ان کی عقل کے لائق کلام کرو:	496
علماء کے لئے کون سے مسئلے بتانا فرض ہیں؟	497
مناظرہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	497
امام اعظم ابوحنیفہ کا ایک کمیونسٹ سے مناظرہ	498
ایک اللہ والے کا مناظرہ	498
علم دین کو حصول دنیا کا ذریعہ بنانے کا حکم:	499
آج مال مومن کی ڈھال ہے:	499
نیکی خود اعلان کردیتی ہے:	500
حدیث کو روایت بالمعنی بیان کرنے کا حکم:	502
روایت بالمعنی کرنے کی خرابی:	502
تفسیر بالرائے اور تاویل بالرائے کا حکم:	503
قرآن میں جھگڑا کرنے کا مطلب کیا ہے؟	504
قرآن کے سات طریقوں پر اترنے کی توجیہ:	504
قرآن پاک کے ظاہری اور باطنی معنی کی توجیہ:	505
اہل ظاہر اور اہل باطن میں فرق:	505
قصہ گوئی اور وعظ ونصیحت میں فرق:	506
جو بے علم فتوی دے اس کا گناہ فتوی لینے والے پر کیوں ہے؟	506

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
پہیلیوں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	507
اسلام میں پہیلیوں کی شرعی حیثیت:	508
علم میراث کی فضیلت اور اس کو نصف علم کہنے کی توجیہ:	508
وراثت سے محروم کرنے کا حکم شرعی:	509
وراثت سے محروم کرنے کے مختلف حیلے بہانے:	509
عاق کرنے کی شرعی حیثیت	510
کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دینے کا حکم:	510
قرب قیامت علم کس طرح اٹھ جائے گا؟	510
مدینہ بے شمار اور بے مثال برکتوں کا منبع ہے:	511
مدینہ کے فضائل پر احادیث مبارکہ	512
مدینہ افضل یا مکہ اس بارے جمہور کا نظریہ:	512
مدینہ کے بھٹی ہونے پر ایک اعتراض اور اس کا جواب:	513
خود کو سگ مدینہ کہنے کا حکم شرعی:	514
صحابہ کرام کی عاجزیاں:	514
حضرت ابوبکر صدیق کا نظریہ:	514
حضرت سیدنا ابوذر غفاری کا نظریہ:	514
حضرت عمر فاروق کا نظریہ:	514
حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا نظریہ:	515
حضرت عمران بن حصین کا نظریہ:	515
حضرت عائشہ کا نظریہ:	515
حضرت ابودرداء کا نظریہ:	515
حضرت عبداللہ ابن مسعود کا نظریہ:	515
حضرت ملا جامی کا نظریہ:	515
حافظ شیرازی کا نظریہ:	515
اعلی حضرت امام اہل سنت کا نظریہ:	516
بہاؤالدین زکریا ملتانی کا نظریہ:	516
مجدد کسے کہتے ہیں نیز مجدد کون کون ہوسکتا ہے؟	516
ایک غالی خطیب کا غلو	517

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
جہل کی اقسام	517
کیا انبیاء کے ساتھ صرف علماء ہوں گے؟	518
اس حدیث کی رو سے کیا عالم نبی کے برابر ہوجاتا ہے؟	519
دینی بزرگ اور دنیاوی بزرگ کی مثال:	519
نفع دینے والے عالم ایسے ہوتے ہیں:	520
تھوڑا دائمی عمل زیادہ عارضی عمل سے بہتر ہے:	521
ایصال ثواب کی دیگر احادیث	522
بڑا آدمی بڑی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے:	523
علم کی مجلس، عبادت کی مجلس سے افضل کیوں ہے؟	526
دعا کے بارے آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق:	527
کیا عالم ہونے کے لئے چالیس حدیثیں یاد کرنا کافی ہیں؟	527
اعلی حضرت امام اہلسنت کے نزدیک عالم کی تعریف:	528
سخی اور جواد میں فرق	528
حضور کی جودت وسخاوت کا عالم:	528
امام شافعی کی سخاوت کا عالم:	529
ایک روٹی کی سخاوت ستر سال کی عبادت پر غالب آگئی:	529
دنیا کے حریص اور آخرت کے حریص میں فرق:	530
تم دنیا میں رہو لیکن دنیا تمہارے دل میں نہ رہے:	531
دنیا کیسے مذموم ہے اس میں تو کعبہ، مسجدیں، مزارات ہیں؟	533
خوف خدا رکھنے والے چند علماء کی باتیں:	533
عبادت چھوٹ جانے پر حضرت عائشہ کا غم آخرت:	536
حضرت امیر معاویہ کا غم:	537
جہاد پر نہ جانے کا غم:	537
دین کے نقصان پر کوئی تعزیت نہیں کرتا:	537
عالم کو بھولنے کے اسباب سے بچنا چاہئے:	537
علم قلبی اور علم لسانی کا فرق:	539
اہل ظاہر اور اہل باطن میں فرق:	540
ہماری بے علمی، ہمارے علم سے زیادہ ہے:	540

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
چند علماء کرام کی اعلیٰ ظرفی:	540
استقامت والے کو اللہ قیمتی بنا دیتا ہے:	541
اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے:	541
غم کا کنواں کیسا ہوگا؟	543
کتاب الطہارۃ	546
طہارت کی تعریف طہارت کی اقسام	546
طہارت کو آدھا ایمان کیوں کہا؟	547
ایمان کے اجزا نہیں ہو سکتے پھر اس کو آدھا کیوں کہا؟	547
نمازی کی نمازی کے لئے دعا	547
صدقہ کی فضیلت پر چند احادیث:	548
صبر کی تعریف صبر کی اقسام	549
کون ہے جس کا اللہ پر قرض ہے؟	549
مصیبت پر شکایت نا کرنا صبر ہے:	549
رونا رحمت کی علامت ہے:	550
مجھے بینائی نہیں چاہئے:	550
تلاوت قرآن کے فضائل پر چند احادیث	550
قرآن پڑھنا، سننا، سیکھنا سب نفع دیتے ہیں:	550
ظاہر کے ساتھ باطن پر توجہ بھی ضروری ہے	550
نماز میں بے وضو ہونے اور بنا کرنے کا حکم:	552
مشقتوں میں مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنے کی فضیلت پر چند احادیث مبارکہ:	552
امام اعظم وضو کے قطروں سے گناہ دیکھ لیتے تھے:	554
وضو سے گناہ دھلنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	555
دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنے کا حکم:	556
ہنسنے سے وضو کے احکام:	556
کیا یہ فضیلت صرف فرض نماز کے لئے ہے؟	556
نماز کے دیگر ارکان میں سے صرف رکوع کا ذکر کیوں کیا؟	557
سر کے مسح کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	558
کلی اور ناک کے پانی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	558

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
حضور ﷺ کا وضو حضرت عثمان کے وضو کی مثل کیسے ہو سکتا ہے؟	559
کیا وضو کرنے اور تحیۃ الوضو پڑھنے سے جنت واجب ہو جاتی ہے؟	559
جنت کے آٹھوں دروازے کھلنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	561
داخلہ ایک دروازے سے ہوگا پھر آٹھوں دروازے کھولنے کا مقصد؟	561
توّاب اور تائب، متطہر اور طاہر میں فرق:	561
حلیہ اور وضوء کے معنی کی تحقیق	562
کیا وضوء پر وضوء پانی کا اسراف نہیں؟	563
جنت کی چابی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق	563
راوی مجہول ہو تو حدیث کا کیا حکم ہے؟	563.
یہ ہوتا ہے صحبت کا اثر:	564
وضوء سے اعضائے وضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:	565
کان چہرے میں شمار ہیں یا سر میں؟	565
کیا یہ بشارت نماز کے وضو کے ساتھ مقید ہے یا ہر وضو کے لئے ہے؟	565
دھونے اور مسح کی تعریف	565
مردوں کو سلام کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	566
موت یقینی ہے پھر آپ نے کیوں فرمایا کہ ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں؟	567
کیا حضور ﷺ ہمارے بھائی ہیں؟	567
حضور کی امت سب امتوں میں نمایاں ہوگی:	567
غرا اور محجل میں فرق:	569
فوت شدہ چھوٹے بچے والدین کی بخشش کے لئے جھگڑا کریں:	569
کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ان تین علامتوں پر موقوف ہے؟	569
جو لوگ ان علامتوں سے خالی ہوں گے ان کو آپ کیسے پہچانیں گے؟	569
باب ما یوجب الوضوء	570
نماز میں بے وضو ہونے اور بنا کرنے کا حکم:	570
بے وضو نماز پڑھنے کا وبال	570
کیا حیا کی وجہ سے دینی مسئلہ نہ پوچھنا جائز ہے؟	571
بکریوں کے باڑے میں نماز کی اجازت دی اونٹوں کے باڑے میں نہیں؟	572
فساء اور ضراط میں فرق	573

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
سرکار دو عالم ﷺ کا فقر اختیاری تھا:	574
کیا صرف ہوا سے وضوء جاتا ہے؟	576
مذی کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:	576
منی اور مذی میں فرق	576
سلام کے فرض ہونے یا نہ ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق	577
دبر میں جماع کرنے کا وبال:	578
نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	579
سونے سے وضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کی تفصیل:	580
سونے کے چند وہ انداز جن سے وضو نہیں ٹوٹتا:	580
سونے کے وہ چند انداز جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:	581
مس ذکر کے بارے میں وضو کا حکم:	581
عضو مخصوص کو چھونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	582
مس عورت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف:	583
ہم لیتے جاتے تم دیتے جاتے	585
کسی فقیہ کی رائے ضرور لے لی جائے	585
آگ پر پکی چیزوں کے بعد وضو کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق	586
یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے	586
مس عورت کی احادیث میں تطبیق	586
بہنے والے خون کا حکم	587
گوشت میں انجکشن لگانے سے وضو ٹوٹنے کا حکم:	587
مصنف کے دو اعتراض کے جواب	587
باب آداب الخلاء	588
پانی سے استنجا کرنے کا مستحب طریقہ:	589
پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ کرنے کا حکم:	590
W.C. لگاتے وقت خاص خیال رکھیں:	590
قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	590
استنجا کن چیزوں سے کرنا جائز اور کن سے منع ہے؟	591
ڈھیلے استعمال کرنے کا سنت طریقہ	592

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
ٹوئلیٹ پیپر سے استنجا کرنے کا حکم:	592
یہ حدیث بہت سے مسائل کے حل کا مجموعہ ہے:	593
حضور نے چغلی کو کہا یہ کبیرہ نہیں حالانکہ چغلی گناہ کبیرہ ہے اس کی توجیہ؟	594
چغلی گناہ کبیرہ اور باعث عذاب ہے	594
چغلی نے ایمان برباد کر دیا	594
سایہ دار جگہ پر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	596
برتن میں سانس لینا کیوں منع ہے؟	596
دائیں ہاتھ سے استنجا کیوں منع ہے؟	596
حدیث کی سیاہی کا ادب:	598
اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسئلے معلوم ہوئے:	599
حضور کے شرم و حیاء کا عالم	599
حیاء کی تعریف حیاء کی اقسام	600
حضور ﷺ امت کے باپ ہیں:	600
بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے:	601
تین پتھروں کی تعداد کی حکمت:	602
ہڈی اور گوبر جنوں کی خوراک کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ وہ ناپاک ہے؟	602
ہڈی اور گوبر جنوں کی خوراک کی اصل یہ حدیث ہے:	602
جنوں کی خوراک کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	603
زمانہ جاہلیت کے دو رواج:	603
تعویزات کی احادیث میں تعارض:	603
تعویزات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	604
اسلام میں تعویزات کی حیثیت:	604
حمام سے مراد کون سا حمام ہے؟	605
سوراخ میں پیشاب کرنے کا وبال	606
شیطان کے ٹھکانے	607
حضور کے شیطان کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق:	607
بسم اللہ کے فضائل	608
بسم اللہ کے نزول کے وقت ہلچل مچ گئی:	608

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
بسم اللہ کی برکت سے زہر قاتل بے اثر ہوگیا:	608
ترک بسم اللہ شیطان کو موٹا تازہ کر دیتا ہے:	608
بسم اللہ پڑھنے سے شیطان نے کھانا اُگل دیا:	608
پاخانہ سے فارغ ہوکر مغفرت مانگنے کی توجیہ:	609
اکابرین کی خدمت حصول سعادت کا ذریعہ ہے:	609
کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا حکم:	610
کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	611
عورتوں کے گھر سے نکلنے کا حکم شرعی:	611
پہلی وحی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	612
یا محمد کہنے کا حکم:	612
بنی اسرائیل کی شریعت میں افراط تھا:	614
کیا مومن جن گندا گوبر کھاتے ہیں؟	615
باب السواک	616
مسواک کی تعریف	616
مسواک کتنے مقام پر سنت ہے؟	616
مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی؟	616
مسواک کے بارے میں چند ضروری مسائل:	616
وضو یا نماز کے لئے مسواک کے بارے ائمہ کا اختلاف:	617
وضو کے علاوہ بھی مسواک کرنا سنت ہے:	617
دس چیزیں نبیوں کی سنت سے ہیں:	618
داڑھی کی مقدار کے بارے میں مفصل بحث:	619
احادیث سے ایک مٹھی داڑھی کا ثبوت	619
احادیث سے مٹھی داڑھی کیسے ثابت ہوتی ہے؟	620
ایک مٹھی داڑھی کے بارے اکابرین اہل سنت کا عقیدہ	620
۱۔امام طحاوی کا عقیدہ:	620
۲۔صاحب فتح القدیر کا عقیدہ:	620
۳۔صاحب ردالمحتار کا عقیدہ:	620
۴۔صاحب درمختار کا عقیدہ:	620

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
۵۔صاحب بحرالرائق کا عقیدہ:	620
۶۔عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ:	621
۷۔اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان کا عقیدہ:	621
۸۔صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی کا عقیدہ:	621
۹۔صدرالافاضل مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی کا عقیدہ:	621
۱۰۔مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان کا عقیدہ:	622
۱۱۔حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کا عقیدہ:	6622
۱۲۔علامہ جلال الدین امجدی کا عقیدہ:	622
۱۳۔علامہ محمد نور اللہ نعیمی کا عقیدہ	622
۱۴۔مفتی وقار الدین قادری کا عقیدہ	622
۱۵۔مفتی عبدالرحیم بستوی کا عقیدہ:	623
۱۶۔مفتی اختر رضا خان ازہری کا عقیدہ:	623
۱۷۔مفتی محمد مصطفی رضا قادری کا عقیدہ:	623
۱۸۔مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی کا عقیدہ:	623
۱۹۔مفتی ذوالفقار خان نعیمی کا عقیدہ:	623
۲۰۔فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی کا عقیدہ:	623
۲۱۔مفتی غلام سرور قادری کا عقیدہ:	624
۲۲۔شیخ طریقت بانی دعوت اسلامی علامہ محمد الیاس عطار قادری کا عقیدہ:	624
حاصل کلام:	624
مسواک کب باعث اجر وثواب ہے؟	625
کیا ٹوتھ پیسٹ، برش سے مسواک کی سنت ادا ہوجائے گی؟	625
حضرت عیسیٰ و یحییٰ نے نکاح نہیں کیا پھر یہ حدیث کیسے درست ہوسکتی ہے؟	625
اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے:	626
اس حدیث سے بظاہر مسواک کی فرضیت معلوم ہوتی ہے:	627
کبھی سنت کا ثواب فرض وواجب سے بڑھ جاتا ہے:	628
حضور ﷺ کو تشریعی احکام میں اختیار حاصل ہے:	628
باب سنن الوضوء	630
سنت اور حدیث میں فرق:	630

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
انسان کی کامیابی کتاب وسنت پر عمل کرنے سے ہے:	630
اس حدیث کی بناء پر علماء کا اختلاف:	631
وضوء کی چند سنتیں:	631
حدیث مذکور میں دس مرتبہ ثم کہا گیا:	634
تین بار وضو کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	635
اعضائے وضو ایک بار اور تین بار دھونے کی توجیہ:	635
لپ سٹک اور ناخن پالش میں وضو کا حکم:	636
دایاں بائیں سے افضل کیوں؟	637
وضوء میں بسم اللہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	638
خلال میں ترتیب کیسی ہونی چاہیے؟	639
اس حدیث کی رو سے کیا داڑھی کا خلال فرض ہے؟	639
حضرت علی نے کھڑے ہوکر پانی کیوں پیا؟	640
سبابہ کو گالی دینے والی انگلی کیوں کہا جاتا ہے؟	641

مضمون کتاب	صفحہ نمبر
کان سر میں شمار ہوں گے، کنپٹیاں چہرے میں داخل ہیں	641
کن اعضاء کو داہنے سے شروع کیا جائے گا؟	642
کانوں کا مسح سر کے مسح سے ہی ہوگا:	642
وضو میں گناہ، تعدی اور ظلم کیسے ہوگا؟	643
دعا اور وضو میں تجاوز کا مطلب	643
اعضائے وضو پونچھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:	645
کیا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف ہے؟	647
بسم اللہ سے وضو شروع کرنا سنت ہے:	647
بسم اللہ کے فضائل، بسم اللہ کے نزول کے وقت ھلبلی مچ گئی:	647
بسم اللہ کی برکت سے زہر قاتل بے اثر ہوگیا:	648
ترک بسم اللہ شیطان کو موٹا تازہ کر دیتا ہے:	648
بسم اللہ پڑھنے سے شیطان نے کھانا اُگل دیا:	648
پہنے ہوئے زیورات میں اعضائے وضو کو دھونے کا طریقہ:	648

اظہار تشکر

پاک ہے وہ ذات کہ جب وہ کسی کو ہدایت دے اور قرآن وسنت پر ثابت قدم رکھے تو اسے نفس وشیطان اور دنیا کی کوئی چیز بہکا نہیں سکتی اور جس میں رب کی ذات گمراہی کا خلق فرمادے اسے کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ اور اس کے غضب وکرم کا یہ عالم ہے کہ اگر مومن جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا۔

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے کہ جس کی بے نیازی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے سب سے نیک اور متقی انسان کو چن لو اور پھر دنیا کے سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح نیک ہوجائیں اور دنیا میں کوئی گناہ ہی نہ ہو تو اس سے اللہ کے خزانے بڑھ نہیں جائیں گے لہذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اللہ کا احسان مانے کہ اس نے اپنے آستانہ پر بلالیا۔ اسی طرح تمام انسان دنیا کے بدترین شخص کو چن لیں جیسے ابلیس اور پھر ساری مخلوق شیطان کی طرح نافرمان اور بدکار ہوجائے تو ان کے فسق وفجور سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ خود انہی کا بگڑے گا۔ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے آمدنی میں کمی ہوجاتی ہے خزانہ خالی رہ جاتا ہے مگر رب تعالی وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔

اور لاکھوں کروڑوں درود ہوں اس محسن اعظم پر کہ جس کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اور جس کی نافرمانی کو اللہ کی نافرمانی قرار دیا گیا اور اس کے نافرمان پر لعنت کی گئی کیوں نہ ہو کہ جس محسن اعظم کے احسانات تلے ساری انسانیت دبی ہوئی ہو اس کی نافرمانی کرنے والا اور اس کی سنت سے منہ موڑنے اور حقیر سمجھنے والا یقینا لعنت کا حقدار ہے۔

وہ نبی امی کہ جس کے دم سے ہم ہیں، قومی برادری کا ایک یا الگ ہونا بھی اسی شہنشاہ رسالت کے دم سے ہے محمد عربی کا ماننے والا ہمارا ہم قوم ہے بھائی ہے ہماری برادری ہے اگرچہ کسی ملک کسی صوبے یا کسی شہر کا ہو، اس امت کے والی کا منکر نہ ہماری قوم نہ ہماری برادری نہ ہم وطن ہے اگرچہ رشتہ میں سگا بھائی ہو اگر وہ محمد عربی کا نہیں تو ہمارا بھی نہیں جس کا رشتہ حضور ﷺ سے ٹوٹا اس کا رشتہ خلقت سے بھی ٹوٹا اور خالق سے بھی۔ انسان کی کامیابی مال ودولت عزت وحکومت سے نہیں رسول محتشم کی اطاعت سے ہے کہ مال ودولت فانی ہیں اور اس اطاعت کا ثواب باقی۔

لاکھوں کروڑوں سلام ہوں اس حامیٔ امت پر کہ جس کا دل امت کی محبت سے ایسا سرشار ہے کہ کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر ہم نے آپ کو حشر میں تلاش کرنا ہو تو کہاں تلاش کریں فرمایا تین مقام ہیں جہاں میں مل سکوں گا۔

۱۔ جہاں میری امت کے اعمال تولے جارہے ہوں گے میں پاس کھڑا ہوں گا تاکہ اگر کسی امتی کا عمل کم ہوجائے تو پورا کردوں، عرض کی گئی اگر وہاں نہ پائیں تو؟

۲۔ فرمایا حوض کوثر پر ہوں گا امت پیاسی ہوگی میں آب کوثر سے ان کو جام پلا رہا ہوں گا۔ عرض کی اگر وہاں بھی نہ پائیں تو

۳۔ فرمایا پل صراط پر کھڑا ہوں گا اور امت کے لئے رب سلم رب سلم کی صدائیں لگا رہا ہوں گا تاکہ میری امت خیریت سے پل پار کرلے۔

سبحان اللہ کوئی اپنی اولاد پر حریص ہوتا ہے کوئی دولت دنیا کا حریص ہے کوئی اپنے آرام کا حریص ہے تو کوئی جاہ حشمت کا مگر ہمارے نبی کریم ﷺ حریص ہیں تو صرف ہمارے اور ہماری آسائشوں کے حریص ہیں انہیں جتنا پیار اپنی امت سے ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ اس موقعہ پر محدث اعظم پاکستان سردار احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضور پاک تو ساری عمر امتی امتی کہہ کر یاد فرماتے رہے قبر انور میں بھی امتی امتی کہہ رہے ہیں اور حشر تک فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ محشر میں بھی امتی امتی فرمائیں گے حق یہ ہے کہ اگر صرف ایک بار بھی امتی فرمادیتے اور ہم ساری زندگی بھی یا نبی یا نبی کہتے رہیں تب بھی اس ایک بار امتی کہنے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

اور لاکھوں کروڑوں سلام ہوں ان صحابہ واہل بیت پر کہ یہ وہ گدڑی کے لعل تھے جو ہر طرح اطاعت مصطفی کا نمونہ تھے سارے علوم کے جامع اور ملاوٹ ودکھاوے سے پاک تھے ہر صحابی مفسر قرآن، محدث اعظم، فقیہ شہیر، قاری قرآن، صوفی باصفا اور فرائض دان تھے بدن کے فرشی لیکن روح کے عرشی تھے زمانے کے تاجدار لیکن فرش خاک پر سوتے تھے دنیا کے خزانے کے مالک تھے لیکن معمولی غذا پر گزارہ کرتے تھے جنت کے شہزادے لیکن زمین پر ننگے پاؤں چلتے تھے سیرت وکردار میں فرشتوں کا نمونہ تھے جس طرح اللہ کی اطاعت حضور کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں ایسے ہی حضور کی اطاعت صحابہ کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں اللہ نے جو دیا حضور کو دیا حضور نے جو دیا صحابہ کو دیا اور ہمیں جو ملا صحابہ سے ملا اور جرات و بہادری کا وہ پیکر تھے کہ دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے انہوں نے بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے انہوں نے وہ صحابہ کہ جن کے تصور سے قیصر وکسری کا کلیجہ ہل جائے وہ صحابہ کہ جنہوں نے کلیساؤں میں اذانوں کو بلند کیا وہ صحابہ جنہوں نے قسطنطنیہ پر اسلام کا جھنڈا لہرادیا وہ صحابہ کہ جنہوں نے روم کو اسلام کے سامنے سرنگوں کردیا وہ صحابہ جنہوں نے باغیوں کو اسلام کے قدموں میں لاکر کھڑا کردیا وہ صحابہ جو نبی کی نظر میں کالنجوم وہ صحابہ جو اولٰئک ھم المفلحون، سلام ہوں ان

کی سیرت پر تحسین ہو ان کی بصیرت پر، حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں جو سیدھی راہ جانا چاہے وہ صحابہ کرام کی راہ چلے جو اس امت میں بہترین، دل کے نیک، علم کے گہرے اور تکلف میں کم تھے اللہ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور اپنے نبی کا دین قائم رکھنے کے لئے چن لیا ہے ان کی بزرگی مانو ان کی راہ پر چلو بقدر طاقت ان کے اخلاق و سیرت کو مضبوط پکڑو کہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے۔

امابعد:

دین کا ایک ادنی سا متعلم ہونے کی حیثیت سے میرے دل نے بھی چاہا کہ تاجدار مدینہ کے گداگروں اور محمد عربی کے ثناخوانوں میں میرا بھی نام شامل ہو جائے میں نے غور و خوض کے بعد مشکوٰۃ شریف کی آسان شرح مسمی بہ

شرح مشکوٰۃ المصابیح

لکھنے کا ارادہ کیا اور اکابرین کی شروحات کو آسان کر کے ان کے عظیم کارناموں کو امت عظیمہ تک پہنچانے کے لئے کوشش شروع کر دی میں نے اپنی اس شرح میں خاص طور محدث شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق شرح،، مراۃ المناجیح،، کے مجملات کی تفصیل اور اس کی بند عبارات کی شرح کرنے کی کوشش کی ہے اور قابل وضاحت کلام کی توضیح کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس کی پہلی جلد مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی میں نے اپنی پوری کوشش کے مطابق اکابرین اہل سنت کے موقف کو اختیار کیا لیکن بتقاضائے بشریت اور اپنی کم علمی کی بنیاد پر اگر میرا کوئی موقف اکابرین کے مسلک سے متصادم ہوا تو وہ میری نادانستہ غلطی تصور کی جائے اور میری اصلاح کے لئے مجھے اس غلطی سے آگاہ کیا جائے اور میری اصلاح کا موقع مجھے فراہم کیا جائے۔ کیونکہ اکابرین اہل سنت کے بارے میں میرے جذبات یہ ہیں کہ اہل سنت کا مزاج ہے کہ وہ اکابرین کے حقیقی محبین اور مطیع و فرمانبردار ہیں اکابرین اہل سنت کے راستے پر چلنے میں ہی عافیت ہے ان کی مخالفت سننے میں ہم بہرے اور ان کے مخالف بولنے میں ہم گونگے ہیں ان کے موقف اور ان کے عقائد و نظریات کے معاملے میں ہم اکابرین کے ساتھ ہیں اور انہی کے فرمودات کے عامل ہیں ہمیں ان کے مسلک کے سوا کسی کی نام نہاد روشن خیالیاں ہرگز ہرگز قبول نہیں۔

اللہ رب العزت اکابرین کے صدقے میری سعی کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں قبول فرمائے اور اس کو امت حبیب ﷺ کے لئے نافع اور میرے لئے شافع بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

ظفر القادری المدنی الکندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ اصول حدیث

کسی بھی علم کی اہمیت کا اندازہ اس علم کے موضوع سے لگایا جا سکتا ہے۔ علم اصول حدیث کا موضوع سند و متن یعنی حدیث ہے اور حدیث کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ شریعت کے بہت سے احکام جس طرح قرآن پر مبنی ہیں اسی طرح حدیث بھی احکام شرعیہ کا ایک اہم ترین ماخذ ہے۔ چنانچہ اس مقدمہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے:

ا۔ ضرورتِ حدیث ۲۔ حجیتِ حدیث ۳۔ تدوین حدیث ۴۔ سندِ حدیث کی اہمیت۔

(ا) **ضرورت حدیث:** قرآنِ کریم مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں رہنمائی موجود ہے مگر اسے سمجھنا آسان نہیں جب تک کہ معلمِ کائنات سے مدد حاصل نہ کی جائے مثال کے طور پر اسلام کے ایک اہم ترین رکن نماز ہی کو لیجئے، قرآن کریم میں کم و بیش سات سو (۷۰۰) مقامات پر اس کا تذکرہ ہے اور کئی مقامات پر اس کے قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو)۔ چنانچہ اب یہ سمجھنا کہ ''صلاۃ'' ہے کیا، اسے کس طرح قائم کیا جائے یہ صرف عقل پر موقوف نہیں اور اگر اس کا معنی سمجھنے کیلئے لغت کی طرف رجوع کیا جائے تو وہاں صرف لغوی معنی ملیں گے اور اس کے لغوی و اصطلاحی معنی کے مابین بہت فرق ہے۔ الغرض اس کے اصطلاحی معنی ہمیں صرف احادیث یعنی سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے اقوال و افعال و احوال سے ہی سمجھ میں آ سکتے ہیں اسی طرح قرآن کریم کے دیگر احکامات کو سمجھنے کیلئے نیز زندگی کے ہر شعبے میں ہمیں ہادی برحق صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی رہنمائی کی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے بندوں کو قرآن کریم سکھانے اور انہیں ستھرا کرنے کیلئے نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمایا، چنانچہ رب عزوجل فرماتا ہے:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (164)

ترجمہ کنزالایمان: ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ آل عمران 164

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اسی لئے تو اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو دنیا میں بھیجا۔ اگر قرآن کریم مطلقاً آسان ہوتا اور اسے بغیر رہنمائی کے سمجھا جا سکتا تو اللہ تعالی اس کے سمجھانے کیلئے خصوصی طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو بطورِ معلمِ کائنات مبعوث کیوں فرماتا؟ نیز قرآن کریم کے آسان ہونے کے باوجود کسی سکھانے والے کو بھیجنا عبث قرار پاتا حالانکہ اللہ تبارک و تعالی کی یہ شان نہیں کہ اس کی طرف کوئی عبث و فضول راہ پائے۔

(۲) **حجیتِ حدیث:** یا،، ہے کہ جس طرح قرآن احکامِ شرع میں حجت ہے اسی طرح حدیث بھی۔ اور اس سے بہت سے احکام شریعت ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ رب عزّوجلّ فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

ترجمہ کنزالایمان: ''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو''۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جو کچھ عطا فرمادیں وہ لے لیا جائے چاہے وہ قول کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں خُذُوْہُ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فرمان پر عمل ضروری ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم 4-3)

ترجمہ کنزالایمان: ''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے''

لہٰذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا احکامِ شریعت کے بارے میں فرمان وحیِ الٰہی ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے رب کا کوئی حکم جاری فرمانا۔ ایک جگہ یوں فرمایا : مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

ترجمہ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ النساء 80

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کو رب نے اپنی اطاعت فرمایا اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اطاعت حکم (قول) کی ہوا کرتی ہے تو معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان (حدیث) حجتِ شرعی ہے کہ جس کی اطاعت کو رب نے اپنی اطاعت فرمایا۔ حاصل یہ کہ حدیث حجت شرعی ہے اور اس کا حجت ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

(۳) تَدْوِینِ حدیث: تدوین حدیث (حدیث کو جمع کرنے) کا سلسلہ عہدِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے لے کر تبع تابعین تک مسلسل جاری رہا۔ اگرچہ ابتدائی دور میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو احادیث لکھنے سے منع فرمادیا تھا کیونکہ ابتدائی دور آیاتِ قرآنیہ کے نزول کا دور تھا لہٰذا اس دور میں صرف قرآن کریم کو ہی ضبطِ تحریر میں لانا اہم ترین کام تھا، اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم احادیث لکھنے سے منع فرماتے تھے تاکہ قرآن اور احادیث میں التباس نہ ہوجائے چنانچہ ابتداءً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ فَلْيَمْحُهُ-

''میرا کلام نہ لکھو اور جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے سن کر لکھا وہ اسے مٹا دے۔'' (صحیح مسلم شریف، کتاب الزہد)

لیکن جوں ہی نزولِ قرآن کا سلسلہ ختم ہوا اور التباس کے خطرات باقی نہ رہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کتابتِ حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَجْلِسُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْمَعُ مِنْهُ الْحَدِيْثَ فَيُعْجِبُهُ وَلَا يَحْفَظُهُ فَشَكَا

ترجمہ: ''انصار میں سے ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشادات سنتا اور خوش ہوتا اور''

ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "اِسْتَعِنْ بِيَمِيْنِكَ وَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ اِلَى الْخَطِّ

انہیں یاد نہ رکھ سکتا تو اس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس بات کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور ساتھ ہی اپنے دستِ مبارک سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔

ایک اور حدیث نقل کرتے ہوئے امام ترمذی فرماتے ہیں، صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس بیٹھ کر احادیث لکھا کرتے تھے، ان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَكْثَرُ حَدِيْثًا مِّنِّيْ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَاِنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا اَكْتُبُ-

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سواء صحابہ کرام میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ احادیث محفوظ کرنے والا نہیں کیونکہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔'' (جامع ترمذی)

لہٰذا معلوم ہوا کہ تدوینِ حدیث کا سلسلہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عہدِ مبارک ہی سے جاری ہوا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بذاتِ خود اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح تدوینِ حدیث کا یہ سلسلہ تابعین کے دور میں بھی جاری رہا، ان تابعین میں حضرت سعید بن مسیب، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد بن جبیر مکی، حضرت قتادہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے جلیل القدر تابعین بھی شامل ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

تابعین کے بعد تیسری صدی ہجری میں ان مشاہیر علماء نے تدوینِ حدیث کا کام انجام دیا۔ علی بن المدینی، یحییٰ بن معین، ابوبکر ابن ابی شیبہ، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی، محمد بن جریر طبری، ابن خزیمہ، اور اسحاق بن راہویہ۔

ان کے بعد امام بخاری و مسلم اور دیگر کئی محدثین نے تدوینِ حدیث کا کام کیا۔ امام بخاری و مسلم، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین اور اسحاق بن راہویہ کے شاگردوں میں ہیں۔

یاد رہے کہ ہر بات جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف منسوب کردی جائے حدیث نہیں ہوسکتی بلکہ اس بات کے ثبوت کے لئے کہ یہ حدیث ہے یا نہیں اس کی سند دیکھی جاتی ہے یعنی اِس حدیث کے راویوں (بیان کرنے والوں) کے حالات وصفات و دیگر لوازمات دیکھے جاتے ہیں، مثلاً ان کا ایک دوسرے سے سماع (حدیث سننا) ثابت ہے بھی یا نہیں اور آیا یہ سلسلہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک متصل ہے یا نہیں۔ راویوں کے اسی سلسلے کو سند یا اسناد کہتے ہیں چونکہ اس سے حدیث کی صحت و سقم یعنی اس کے صحیح و غیرِ صحیح ہونے کا پتا چلتا ہے اسی لئے علماء و محدثین نے اس اہم ترین موضوع کے لئے باقاعدہ ایک مستقل فن علم اصول حدیث مدون فرمایا جس کے ذریعے انھوں نے احادیثِ صحیحہ و غیرِ صحیحہ کو الگ الگ کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھایا۔

علم اصول حدیث میں اگرچہ سند و متن دونوں سے بحث کی جاتی ہے لیکن متنِ حدیث کے مقابلے میں سندِ حدیث پر بہت زیادہ کلام کیا جاتا ہے لہٰذا ہم یہاں سندِ حدیث کی اہمیت بیان کرتے ہیں۔

کثرت وقلتِ طرق کے اعتبار سے خبر کی اقسام: یاد رہے کہ خبر یا تو کثیر طرق یعنی اسانید سے مروی ہوگی یا قلیل طرق سے۔ اس کثرت وقلت طرق کے اعتبار سے خبر کی چار اقسام ہیں: خبرِ متواتر۔ خبرِ مشہور۔ خبرِ عزیز۔ خبرِ غریب

ا۔ **خبرِ متواتر:** وہ حدیث جس کو سند کے ہر طبقہ میں راویوں کی اتنی بڑی تعداد روایت کرے جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلا محال ہو اور سند کی انتہاء امرِ حسی پر ہو۔

خبرِ متواتر کی شرائط: حدیث کے درجہ تواتر تک پہنچنے کیلئے چار شرائط ہیں:

☆ حدیث کے راوی کثیر ہوں۔ ☆ یہ کثرت سند کے تمام طبقات میں پائی جائے یعنی ابتداء سے انتہاء تک راوی کثیر ہوں۔ ☆ یہ کثرت اس درجہ کی ہو کہ عادۃ یا اتفاقا ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔ ☆ سند کی انتہاء امرِ حسی پر ہو یعنی سند کا آخر سَمِعْنَا "یا "رَأَيْنَا"، وغیرہ الفاظ ہوں اور اگر سند کی انتہاء امرِ عقلی پر ہو مثلا عالم کا حادث ہونا تو یہ خبر متواتر نہیں۔

مثال: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ اس حدیث پاک کو ستر سے زائد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے روایت کیا۔

حکم: خبرِ متواتر پر عمل کرنا واجب ہے اور یہ علم ضروری (علم بدیہی) کا فائدہ دیتی ہے اس کے راویوں کے حالات پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

خبرِ متواتر کی اقسام: خبرِ متواتر کی دو قسمیں ہیں: (۱) متواترِ لفظی (۲) متواترِ معنوی

(۱) **متواترِ لفظی:** وہ خبر جس کے الفاظ اور معانی دونوں متواتر ہوں۔

مثال: اس کی مثال اوپر گزر چکی ہے۔ (مَنْ كَذَبَ .... الخ)

(۲) **متواترِ معنوی:** وہ خبر جس کے صرف معانی متواتر ہوں الفاظ متواتر نہ ہوں۔

مثال: متواتر معنوی کی مثال وہ احادیث ہیں جن میں دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے یہ احادیث ۱۰۰ کے لگ بھگ ہیں جن میں سے ہر حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں:

اَنَّهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ "یعنی آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے دعا میں ہاتھ بلند فرمائے۔ اب اگرچہ یہ عمل مختلف مواقع اور مختلف اوقات میں ہوا اور ان میں سے ہر واقعہ متواتر نہیں لیکن ان میں تمام احادیث میں یہ بات قدر مشترک ہے کہ سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے دعا میں ہاتھ بلند فرمائے۔

(۲) **خبرِ مشہور:** وہ حدیث جس کے راوی ہر طبقے میں کم از کم تین ہوں لیکن حدِ تواتر سے کم ہوں۔

مثال: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان سلامت رہیں۔

حکم: اس سے علم طمانینت حاصل ہوتا ہے اور اس سے ثابت ہونے والا حکم واجب العمل ہوتا ہے۔

1. کبھی اس حدیث کو بھی مشہور کہہ دیا جاتا ہے جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہو خواہ اس کی ایک سند ہو یا ایک بھی نہ ہو اور یہ مشہور لغوی ہے نہ کہ اصطلاحی جیسے: اَلْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ، جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

(۳) **خبرِ عزیز:** وہ حدیث جس کی سند کے کسی بھی طبقے میں کم از کم دو راوی رہ جائیں، یعنی سند کے کسی بھی طبقے میں دو راوی آ گئے تو حدیث عزیز ہوگی، اگرچہ دیگر طبقات میں دو سے زائد راوی ہوں۔

مثال: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (البخاری والمسلم)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"

اس حدیث مبارک کو صحابہ کرام میں سے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہما نے روایت کیا پھر حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے حضرت قتادہ اور عبد العزیز نے پھر حضرت قتادہ سے شعبہ اور سعید نے پھر عبد العزیز سے اسماعیل بن علیہ اور عبد الوارث نے۔

حکم: خبرِ عزیز ظن کا فائدہ دیتی ہے لیکن قرائن وشواہد سے قوت پا کر یہ بھی واجب العمل حکم کا فائدہ دیتی ہے۔

(۴) **خبرِ غریب:** وہ حدیث جس کی سند کے کسی بھی طبقہ میں ایک راوی رہ جائے، اب یہ عام ہے چاہے یہ تفرد ایک طبقے میں پایا جائے یا ایک سے زائد یا جمیع طبقات سند میں۔

مثال: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے) سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کرنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ متفرد (تنہا ہیں)۔ کبھی یہ تفرد سند کے تمام طبقات میں ہوتا ہے۔

حکم: خبرِ غریب ظن کا فائدہ دیتی ہے تاہم اس کی تائید میں قرائن وشواہد کے ملنے سے اس پر بھی عمل ضروری ہو جاتا ہے۔

خلاصہ: خبرِ متواتر کے علاوہ حدیث کی آخری تین اقسام (مشہور، عزیز اور غریب) میں سے ہر ایک کو خبرِ واحد بھی کہتے ہیں۔

قابلِ استدلال ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے خبرِ واحد کی اقسام: یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ہر خبر قابل استدلال نہیں ہوتی بلکہ بعض اخبار سے استدلال کیا جاسکتا ہے اور بعض میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی لہذا اس اعتبار سے خبرِ واحد کی اقسام یہ ہیں۔ خبرِ مقبول - خبرِ مردود

(۱) **خبرِ مقبول:** وہ حدیث جس کے مخبر کا صدق راجح ہو۔

حکم: خبرِ مقبول قابل استدلال ہوتی ہے اور اس سے ثابت ہونے والے حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

(۲) **خبرِ مردود:** وہ حدیث جس کے مخبر کا صدق راجح نہ ہو۔

حکم: خبرِ مردود قابلِ استدلال نہیں ہوتی لہذا اسے بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

صفاتِ راوی کے اعتبار سے خبرِ مقبول کی اقسام:

صفاتِ راوی کے اعتبار سے خبرِ مقبول کی درج ذیل چار اقسام ہیں:

(۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ

(۱) **صحیح لذاتہ:** وہ حدیث جس کی سند متصل ہو، تمام راوی عادل ضابط ہوں اور اس حدیث میں علتِ قادحہ وشذوذ نہ ہو۔

شرائط: اس تعریف سے صحیح لذاتہ کی درج ذیل شرائط۔

☆ سند متصل ہو ☆ راوی عادل ہوں ☆ راوی ضابط ہوں ☆ حدیث شاذ نہ ہو ☆ حدیث غیر معلل ہو۔

علت قادحہ: یعنی اس حدیث میں علت خفیہ قادحہ نہ ہو مثلاً ثور بن یزید کے تمام شاگردوں نے کاتب مغیرہ بن شعبہ سے اس حدیث کو مرسلا بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے موزوں کے اوپر اور نیچے دونوں حصوں پر مسح کیا اور ولید بن مسلم نے اسی کو ثور بن یزید سے متصلا بیان کیا حالانکہ یہ حدیث مرسل ہے نہ کہ متصل۔ لہذا ولید بن مسلم کی اس حدیث میں علت خفیہ قادحہ موجود ہے۔ شذوذ: شذوذ یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے اوثق کی مخالفت کرے۔

مثال: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ (رواہ البخاری فی کتاب الاذان)

ترجمہ: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا: فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی مالک نے وہ روایت کرتے ہیں ابن شہاب سے اور ابن شہاب روایت کرتے ہیں محمد بن جبیر بن مطعم سے اور وہ اپنے والد سے کہ ان کے والد نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے مغرب میں سورہ طور کی تلاوت فرمائی

(۲) صحیح لغیرہ: وہ حدیث جس کے راویوں میں صحیح لذاتہ کی تمام شرائط پائی جائیں لیکن ضبط روایت میں کچھ کمی ہو۔ لیکن تعدد طرق سے یہ کمی پوری ہوجائے۔

مثال: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ۔

"حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (فتاوی رضویہ)

اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

ترجمہ: محمد بن عمرو سے روایت ہے وہ ابوسلمہ سے اور ابوسلمہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

"اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کیلئے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔"

حافظ ابن صلاح علوم الحدیث میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی محمد بن عمرو بن علقمہ صدق وعفت میں تو مشہور ہیں لیکن یہ اہل ضبط واتقان میں سے نہیں ہیں یہاں تک کہ بعض محدثین نے ان کو ان کے سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض نے ان کے صدق اور جلالت کی وجہ سے ان کی توثیق کی ہے لہذا اس اعتبار سے ان کی حدیث حسن ہے۔ لیکن اس حدیث کے ایک اور سند سے مروی ہونے کی وجہ سے وہ خدشہ دور ہوگیا جو کہ راوی میں سوء حفظ کے سبب پیدا ہوا تھا اور اس حدیث میں جو نقصان پہلے تھا اس کی تلافی دوسری حدیث سے ہوگئی تو یہ حدیث صحیح لغیرہ کے مرتبہ پر پہنچ گئی۔

(۳) حَسَن لِذَاتِہٖ: حدیث جس کے راویوں میں صحیح لذاتہ کی تمام شرائط پائی جائیں لیکن ضبطِ روایت میں کچھ کمی ہو اور یہ کمی کسی اور ذریعے سے پوری نہ ہو۔

مثال: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ

ترجمہ: "حضرت قتیبہ سند مذکور کے ساتھ حضرت ابوموسی اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے دشمن کی موجودگی میں اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔" "یہ حدیث حسن لذاتہ ہے کیونکہ اس کی اسناد کے چاروں رجال ثقہ ہیں سوائے جعفر بن سلیمان الضبعی کے کیونکہ ان کے ضبط میں کچھ کمی ہے اور یہ کمی کسی اور ذریعے سے پوری نہ ہوسکی۔"

(۴) حسن لغیرہ: وہ حدیث ضعیف جس کا ضعف تعدد طرق سے ختم ہوجائے۔

مثال: ☆ تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہوجاتی ہے۔ (فتاوی رضویہ)

☆ حصول قوت کو صرف دوسندوں سے آنا کافی ہے۔ فتاوی رضویہ

مثال: عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلَى نَعْلَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَضِيتِ مِنْ نَفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ، قَالَتْ نَعَمْ. فَأَجَازَ.

ترجمہ: "عاصم بن عبیداللہ مذکورہ سند سے روایت کرتے ہیں کہ بنوفزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں کے عوض نکاح کرلیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے نفس اور مال کے بدلے میں دو جوتوں کے معاوضہ پر راضی ہو؟ اس نے عرض کی ہاں تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے نکاح کی اجازت دے دی۔ اس حدیث کا ایک راوی عاصم بن عبیداللہ سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن چونکہ یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے اس لیے حسن لغیرہ ہے۔"

ان کا حکم: یادرہے یہ چاروں اقسام قابل استدلال ہیں یعنی ان سے حجت پکڑی جاسکتی ہے( ) کیونکہ یہ مقبول کی اقسام ہیں لیکن صحیح لذاتہ واجب العمل ہے۔

حسن لذاتہ ولغیرہ کے رتبہ میں فرق: حسن لغیرہ حسن لذاتہ سے مرتبہ میں کم ہوتی ہے اگر کہیں ان دونوں میں تعارض آجائے تو حسن لذاتہ کو ترجیح دی جائے گی۔

حدیث حسن احکام حلال وحرام میں حجت ہوتی ہے۔ (فتاوی رضویہ)

نوٹ: چونکہ حسن لغیرہ کو سمجھنا خبر ضعیف کو سمجھنے پر موقوف ہے لہذا ضمنا خبر ضعیف کی تعریف درج کی جاتی ہے۔

خبر ضعیف: وہ حدیث جس کے راویوں میں صحیح اور حسن کی تمام یا بعض شرائط مفقود ہوں اور یہ کمی پوری نہ ہو۔

رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلدِّيكُ الْأَبْيَضُ صَدِيقِي وَصَدِيقُ صَدِيقِي وَعَدُوُّ عَدُوِّ اللهِ"

''سفید مرغ میرا دوست اور میرے دوست کا خیر خواہ اور اللہ کے دشمن کا دشمن ہے۔ (کتاب الموضوعات لابن الجوزی)

حکم: فضائل اعمال میں ضعیف حدیث مقبول ہے() نیز مواعظ، ترغیب اور حلیہ میں فرمایا کہ جب حدیثِ ضعیف بالاجماع فضائل میں مقبول ہے تو اباحت میں بدرجہ اَولی۔

حدیثِ ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے سنیت نہیں۔ (فتاوی رضویہ)

یاد رہے کہ حدیث میں ضعف راوی کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ کوئی بھی حدیث جو سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے ثابت ہو جائے وہ ضعیف نہیں۔ ☆ تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔ فتاوی رضویہ ر

ترہیب کے سلسلے میں بھی ضعیف احادیث بیان کی جاسکتی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ ضعیف حدیث کی نسبت بالجزم سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی طرف کرنا روا نہیں ہاں یوں کہا جاسکتا ہے کہ روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم یا بلغنا عنہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کذا۔

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ: بعض اوقات امام ترمذی ایک ہی حدیث کو حسن صحیح کہہ دیتے ہیں حالانکہ حسن رتبہ کے اعتبار سے صحیح سے کم ہوتی ہے جیسا کہ تعریفات کے ضمن میں گذر چکا، اس کے جواب میں امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۱) جب کسی حدیث کی دو یا زائد اَسناد ہوں تو حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ کا معنی ہوتا ہے کہ ایک سند کے اعتبار سے حسن ہے جبکہ دوسری کے اعتبار سے صحیح۔

(۲) اور اگر ایک ہی سند ہو تو ایک قوم کے نزدیک اس کی شرائط کے مطابق وہ حدیث حسن جبکہ دوسری قوم کے نزدیک اس کی شرائط کے مطابق صحیح ہوتی ہے لیکن چونکہ امامِ مجتہد کو ناقل کی حالت میں تردد ہوتا ہے اس لیے وہ حدیث کو ایک وصف سے متصف نہیں کر پاتا اور کمالِ تقوی اور عدالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ دیتا ہے کہ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ یعنی حَسَنٌ أَوْ صَحِيْحٌ۔

حدیث صحیح کے مراتب: کسی حدیث کے صحیح ہونے کیلئے جن اوصاف وشرائط کا پایا جانا ضروری ہے ان کے مختلف ہونے کی وجہ سے احادیثِ صحیحہ کے مابین آپس میں بھی تفاوت ہے کیونکہ بعض احادیثِ صحیحہ میں مذکورہ اوصاف وشرائط بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں جبکہ بعض میں کچھ کمی کے ساتھ۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کے مراتب بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) وہ احادیث جنہیں امام بخاری ومسلم دونوں نے اپنی صحیحین میں ذکر کیا ایسی حدیث کو متفق علیہ کہتے ہیں۔

(۲) جنہیں صرف امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

(۳) جنہیں صرف امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

(۴) وہ احادیث جو امام بخاری ومسلم کی شرائط پر ہوں لیکن انہوں نے انہیں روایت نہ کیا ہو۔

(۵) جو صرف امام بخاری کی شرائط پر ہوں، لیکن انہوں نے انہیں روایت نہ کیا ہو۔

(۶) جو صرف امام مسلم کی شرائط پر ہوں، لیکن انہوں نے انہیں روایت نہ کیا ہو۔

(۷) جو امام بخاری کے علاوہ دیگر ائمہ مثلا (امام ابن خزیمہ وامام ابن

مُخْتَلِفُ الحدیث: وہ حدیثِ مقبول جس کی معارض اسی کی مثل مقبول حدیث ہو اور ان دونوں کو جمع کرنا ممکن ہو۔

مثال: ایک حدیث میں فرمایا گیا: لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ کوئی مرض بھی اڑ کر نہیں لگتا اور نہ ہی بدفالی (کوئی چیز) ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا گیا: فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ مجذوم سے اس طرح بھاگ جس طرح تو شیر سے بھاگتا ہے۔ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور بظاہر ان میں تعارض ہے کیونکہ پہلی حدیث مرض کے متعدی ہونے یعنی اڑ کر لگنے کی نفی کرتی ہے جبکہ دوسری بظاہر اثبات کرتی ہے لیکن علماء نے ان دونوں کے درمیان تطبیق کی ہے جو کہ اصولِ حدیث کی کتب میں مذکور ہے۔

حکم: ایسی دونوں حدیثیں جن کے مابین تطبیق ممکن ہو ان دونوں پر عمل کرنا واجب ہے۔

ناسخ ومنسوخ: اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حدیث مؤخر ہے اور فلاں مقدم تو مؤخر ناسخ اور مقدم کو منسوخ کہیں گے۔

مثال: ایک حدیث میں ہے: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ فصد لگانے'' اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے: أَنَّ النَّبِيَّ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ کہ سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فصد لگوایا اس حال میں کہ آپ احرام کی حالت میں روزہ دار تھے۔ پہلی حدیث جو کہ تاریخ کے اعتبار سے مقدم ہے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فصد لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ دوسری حدیث جو کہ موخر ہے سے ثابت ہوتا ہے کہ فصد لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لہذا دوسری حدیث ناسخ (حکم ختم کرنے والی) ہوئی جبکہ پہلی منسوخ۔ یاد رہے کہ نسخ حدیث کی اور بھی صورتیں ہیں۔ جیسے:

(۱) تصریحِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے۔ (۲) تصریحِ صحابی رسول سے۔ (۳) اجماع کی دلالت سے۔

حکم: ناسخ آجانے کے بعد منسوخ پر عمل جائز نہیں۔

سند میں سقوطِ راوی کے اعتبار سے خبرِ مردود کی اقسام: اس اعتبار سے خبر مردود کی پانچ اقسام ہیں:

(۱) معلق (۲) مرسل (۳) معضل (۴) منقطع (۵) مدلس

(۱) **مُعلَّق:** وہ حدیث جس میں سند کی ابتداء سے کوئی راوی مصنف کے تصرف سے ساقط ہو۔ اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ چند راوی یا پوری سند کو حذف کر دیا جائے مثلا یوں حدیث بیان کی جائے۔ قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کذا ،، سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے یوں فرمایا:

(۲) **مُرسَل:** وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد صحابی کا نام حذف کر کے اسے براہِ راست سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے روایت کیا جائے۔

مثال: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ سعید بن مسیب (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو سعید بن مسیب جو کہ تابعی ہے نے براہ راست سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے روایت کیا ہے اور درمیان میں موجود صحابی کا نام ذکر نہیں کیا۔

(۳) مُعْضَل: وہ حدیث جس کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی پے در پے ساقط ہوں۔ مثال تبع تابعی حدیث بیان کرتے ہوئے نہ تابعی کا نام لے اور نہ صحابی کا بلکہ براہِ راست سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے روایت کرے۔

مثال: اس کی مثال موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالی کی یہ روایت ہے:

بَلَغَنِیْ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُه، وَ كِسْوَتُه، بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْاَعْمَالِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ.

''امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا": غلام کو دستور کے مطابق کھانا اور کپڑے دیئے جائیں اور اسے اس کی طاقت بھر کاموں کا ہی ذمہ دار بنایا جائے۔''

اس حدیث کی سند میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے درمیان دو راوی محذوف ہیں اس لیے یہ حدیث معضل ہے کیونکہ حقیقت میں امام مالک رحمہ اللہ نے محمد بن عجلان اور انہوں نے اپنے والد عجلان سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

(۴) مُنْقَطِع: وہ حدیث جس کی سند میں سے کوئی بھی راوی ساقط ہو جائے عموما اس کا اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے۔

مثال: رَوٰی عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِیِّ عَنْ أَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوْعاً: اِنْ وَلَّيْتُمُوْهَا أَبَابَكْرٍ فَقَوِیٌّ أَمِيْنٌ.

''اس حدیث کی سند سے ایک راوی ساقط ہے جس کا نام شریک ہے یہ راوی ثوری اور ابو اسحاق کے درمیان سے ساقط ہے کیونکہ ثوری نے یہ حدیث ابو اسحاق سے نہیں سنی بلکہ شریک سے سنی ہے اور شریک نے ابو اسحاق سے۔''

(۵) مُدَلَّس: جس حدیث کی سند کا عیب پوشیدہ رکھا جائے اور ظاہر کو سنوار کر پیش کیا جائے۔ مدلس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مدلس الاسناد (۲) مدلس الشیخ

(۱) مدلّس الاِسناد: وہ حدیث جس کو راوی اپنے شیخ سے سنے بغیر ایسے الفاظ سے شیخ کی طرف نسبت کرے جس سے سننے کا گمان ہو، اسکی صورت یہ ہے کہ راوی نے حدیث اپنے شیخ کے علاوہ کسی اور سے سنی ہو لیکن روایت کرتے وقت ایسے الفاظ ذکر کرے جو شیخ سے سماع کا ایہام کرتے ہوں، جیسے قَالَ، عَنْ اور اَنَّ وغیرہ۔

(۲) مدلّس الشیخ: وہ حدیث جسے راوی اپنے استاد سے نقل کرتے ہوئے اس کیلئے کوئی غیر معروف نام، لقب، کنیت، یا نسب ذکر کرے تا کہ اسے پہچانا نہ جا سکے۔

ان کا حکم: ایسی احادیث ضعیف کی اقسام سے ہیں۔

تدلیس کا سبب: تدلیس کا سبب کبھی یہ ہوتا ہے کہ شیخ کے صغیر السن ہونے کی وجہ سے راوی از راہ خفت اس کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا یا راوی کا شیخ کوئی معروف شخص نہیں ہوتا یا عوام و خواص میں اس کو مقبولیت حاصل نہیں ہوتی یا پھر مجروح ضعیف۔

راوی میں طعن کے اعتبار سے خبرِ مردود کی اقسام:

طعن سے مراد راوی میں ایسی نامناسب صفات کا ہونا ہے جس کی وجہ سے حدیث مردود ہو جائے اس اعتبار سے خبرِ مردود کی چار قسمیں ہیں: (۱) موضوع (۲) متروک (۳) منکر (۴) معلل

(۱) موضوع: جو جھوٹی بات گھڑ کر سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی طرف بطورِ حدیث منسوب کر دی گئی ہو اسے موضوع حدیث کہتے ہیں۔

نوٹ: کسی حدیث پر موضوع ہونے کا حکم ظنِ غالب سے لگایا جاتا ہے

☆ ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے۔ (فتاوی رضویہ)

☆ بارہا موضوع یا ضعیف کہہ دینا ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔ (فتاوی رضویہ)

☆ ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (فتاوی رضویہ)

☆ حدیث موضوع بالاجماع نا قابلِ انجبار، نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائقِ اعتبار۔ (فتاوی رضویہ)

قطعیت کے ساتھ کسی حدیث کو موضوع نہیں کہا جا سکتا، موضوع حدیث کو بیان کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اس کا موضوع ہونا بیان کر دیا جائے۔

مثال: اَلْبَاذِنْجَانُ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ - ''بینگن ہر بیماری کیلئے شفا ہے۔''

(۲) متروک: وہ حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا راوی آ جائے جس پر کذب کی تہمت ہو۔ تہمت کذب کے دو اسباب ہیں:

(۱) وہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو اور قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔

(۲) اس شخص کا عادۃ جھوٹ بولنا مشہور و معروف ہو لیکن حدیث نبوی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم میں اس کا جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔

مثال: عمرو بن شمر جعفی جابر سے وہ ابو طفیل سے اور وہ حضرت علی اور حضرت عمار رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے اور نویں ذی الحجہ کے دن صبح کی نماز سے تکبیرات تشریق شروع فرماتے اور ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز پر تکبیرات ختم کرتے تھے۔ امام نسائی اور دار قطنی نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند میں راوی عمرو بن شمر متروک الحدیث ہے۔

نوٹ: متروک میں موضوع کی بہ نسبت ضعف کم ہوتا ہے۔

(۳) مُنْكَر: وہ حدیث جس کا راوی فحش غلطی کرنے یا کثرتِ غفلت یا فسق کے ساتھ مطعون ہو۔ (حدیث منکر کی ایک اور تعریف کی جاتی ہے جو کہ گذر چکی ہے)

مثال: ترجمہ: ابو زکیر یحیی بن محمد بن قیس مذکورہ سند سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

''کچی کھجور کو چھواروں کے ساتھ اور پرانی کھجور کو نئی کے ساتھ ملا کر کھاؤ کیونکہ شیطان غضبناک ہوتا ہے کہ ابن آدم

اتنا عرصہ زندہ رہا یہاں تک کہ پرانی کھجور کو تازہ کے ساتھ ملا کر کھانے لگا۔"

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا: "کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ اسے روایت کرنے میں یحیی بن محمد بن قیس منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔"

(۴) مُعَلَّل: وہ حدیث جس کے راوی میں طعن اس کے وہم کی وجہ سے ہو۔ یعنی راوی وہم کے سبب ایک حدیث کو دوسری میں داخل کر دے، یا مرفوع کو موتوف یا موقوف کو مرفوع قرار دے دے وغیرہ۔

نوٹ: جب قرائن کو جمع کیا جائے تو حدیثِ معلل کا پتہ چلتا ہے۔

مثال: یعلی بن عبید سفیان ثوری سے وہ عمرو بن دینار سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے اور وہ سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری کو خیار ہے۔ اس سند میں یعلی بن عبید نے غلطی سے عمرو بن دینار کو سند میں ذکر کیا ہے حالانکہ سفیان ثوری عمرو بن دینار سے نہیں بلکہ عبد اللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں کیونکہ سفیان کے تمام اصحاب (شاگرد) اس حدیث کو عبد اللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں۔

ان کا حکم: یہ خبر مردود کی اقسام میں سے ہیں اور خبرِ مردود کا حکم گذر چکا ہے۔

راوی کی طرف سے حدیث میں اضافہ یا تغیر وتبدل کرنے کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

بعض اوقات راوی کی طرف سے حدیث میں اضافہ یا تغیر وتبدل وقوع پذیر ہوتا ہے اس اعتبار سے حدیث کی درج ذیل چھ اقسام ہیں:

(۱) مدرج السند (۲) مدرج المتن (۳) مقلوب (۴) مزید فی متصل الاسانید (۵) مضطرب (۶) مصحف ومحرف

(۱) مُدْرَجُ السَّنَد: حدیث کی سند میں تغیر کر دیا جائے۔

مثال: رَوَی ابْنُ مَاجَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ الطَّلَحِيِّ عَنْ ثَابِتِ بْنِ مُوسَى الْعَابِدِ الزَّاهِدِ عَنْ شَرِيكٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوعاً: مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ۔

ترجمہ: ابن ماجہ اسماعیل طلحی سے وہ ثابت بن موسی سے (جو کہ عابد و زاہد تھے) وہ شریک سے وہ اعمش سے وہ ابو سفیان سے وہ جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ جو شب میں نوافل کی کثرت کرے دن کیوقت اس کا چہرہ حسین (نورانی) ہوگا۔

اس روایت کے بارے میں امام حاکم نے فرمایا کہ شریک یہ حدیث لکھوا رہے تھے کہ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب اتنا کہہ کر خاموش ہوئے تا کہ لکھنے والے لکھ لیں اتنے میں ثابت تشریف لے آئے انہیں دیکھ کر شریک نے کہا مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ یہ سن کر ثابت نے گمان کیا کہ یہ اس سند کا متن ہے چنانچہ وہ اسے آگے بیان کرتے تھے۔

(۲)۔ مُدْرَجُ الْمَتْن: جس حدیث کے متن میں ایسا کلام بلا فصل داخل کر دیا جائے جو حدیث کا حصہ نہ ہو مدرج المتن کہلاتی ہے۔ یہ اضافہ کبھی متن کی ابتداء میں ہوتا ہے کبھی درمیان میں اور کبھی آخر میں لیکن اکثر آخر میں ہی ہوتا ہے۔

مثال: عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: "شعبہ سے روایت ہے وہ محمد بن زیاد سے اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا: وضوء کامل کرو خشک ایڑھیوں کیلئے آگ کا عذاب ہے۔"

اس حدیث میں أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ کے الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ہیں گویا کہ انہوں نے فرمایا کہ وضوء کامل کرو اور اس پر دلیل کے طور پر سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا یہ فرمان لائے کہ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ لیکن اس سے حدیث کے الفاظ میں اشتباہ ہو گیا کیونکہ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ کے الفاظ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف سے ہونے پر ظاہرا کوئی قرینہ نہیں۔

ادراج کا حکم: ادراج بالاجماع حرام ہے لیکن اگر مشکل لفظ کی تفسیر کیلئے ادراج کیا گیا ہو تو غیر ممنوع ہے۔

(۳) مقلوب: جس حدیث کے متن یا سند میں تبدیلی کر دی جائے چاہے الفاظ کے بدلنے سے ہو یا ان کو مقدم ومؤخر کرنے سے۔

مثال: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: اَلسَّبْعَةُ الَّذِينَ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ. فَفِيهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ سات آدمی جنہیں اللہ تعالی اپنے سایہ رحمت میں اس دن جگہ دے گا کہ جس دن اللہ کے سایہ رحمت کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ شخص ہے کہ جس نے صدقہ کیا پھر اسے چھپایا یہاں تک کہ اس کے سیدھے ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ الٹے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔"

اس حدیث کے الفاظ میں قلب ہے کیونکہ اصل الفاظ یہ تھے: حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ.
"یہاں تک کہ اس کے الٹے ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔"

حکم: قلب جائز نہیں لیکن اگر بغرض امتحان کیا جائے تو جائز ہے تا کہ محدث کے حفظ کو جانچا جا سکے اور جھوٹے محدثین سے بچا جا سکے۔ بشرطیکہ اسی مجلس میں درست حدیث بیان کر دی جائے۔

(۴) مزید فی متصل الاسانید: جس حدیث کی سند بظاہر متصل ہو اسکے اثناء سند میں کسی راوی کا اضافہ کر دیا جائے تو وہ حدیث مزید فی متصل الاسانید کہلاتی ہے۔

مثال: عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی سفیان نے عبد الرحمن بن یزید سے اور انہیں بسر بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ادریس سے اور انہوں نے وائلہ سے اور انہوں نے ابو مرثد غنوی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا": تم قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف متوجہ ہو کر نماز نہ پڑھو۔

اس حدیث کی سند میں دو جگہوں پر راویوں کا اضافہ کیا گیا ہے ایک سفیان کا اور دوسرے ابو ادریس کا، یہ اضافہ

راویوں کے وہم کے سبب ہوا کیونکہ دیگر ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے یہ حدیث اس اضافہ کے بغیر بیان کی ہے۔

(۵) **مُضطَرِب:** وہ حدیث جو ایسی مختلف اسانید سے مروی ہو جو قوت میں مساوی ہوں لیکن حدیث کے مفہوم میں ایسا تعارض ہو کہ تطبیق ممکن نہ ہو۔

مثال: رَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الزَّكَاةِ فَقَالَ" إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ۔
مال میں زکوۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔ اور ابن ماجہ نے قوت میں اسی کی مثل سند سے یہ حدیث روایت کی کہ: لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی حق نہیں۔ عراقی نے فرمایا کہ یہ ایسا اضطراب ہے کہ تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا۔

حکم: حدیث مضطرب ضعیف ہے۔ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں یہاں تک کہ فضائل میں مقبول ہے۔ (فتاوی رضویہ)

(۶) **مُصَحَّف و مُحَرَّف:** وہ حدیث جس کے کسی کلمے کو اپنی اصلی حالت سے دوسری حالت میں بدل دیا گیا ہو۔

مثال: حدیث شریف میں ہے: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس سے متصل شوال کے چھ روزے رکھے۔ پڑھنے والے نے اسے یوں پڑھا

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ شَيْأً مِنْ شَوَّالٍ

ترجمہ: ''جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس سے متصل شوال کے کچھ روزے رکھے۔ اس طرح اس حدیث میں تصحیف ہو گئی۔''

نوٹ: یہ تصحیف فی المتن کی مثال ہے اسی طرح تصحیف فی السند اور تصحیف فی المعنی بھی ہوتی ہے۔

مدار و مصدر کے اعتبار سے حدیث کی اقسام: اس اعتبار سے حدیث کی چار اقسام ہیں:

(۱) حدیث قدسی (۲) حدیث مرفوع (۳) حدیث موقوف (۴) حدیث مقطوع

(۱) **حدیث قدسی:** وہ حدیث جس کے راوی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہوں اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔

مثال: سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ۔

ترجمہ: جس نے میرے کسی ولی (دوست) سے عداوت کی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔

(i) یاد رہے کہ قرآن کریم کے الفاظ و معانی دونوں من جانب اللہ ہوتے ہیں بخلاف حدیث قدسی کے کہ اس میں معانی اللہ عزوجل کی جانب سے اور الفاظ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف سے ہوتے ہیں۔

(ii) حدیث قدسی کی تعداد دو سو 200 سے زائد ہے۔

(۲) **حدیث مرفوع:** وہ قول، فعل، تقریر یا صفت جس کی نسبت سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف کی جائے۔

مثال: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔
''امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

حکم: حدیث مرفوع کبھی متصل، منقطع و مرسل وغیرہ ہوتی ہے لہذا یہ جس قسم کے تحت آئے گی اسی کا حکم اختیار کرے گی۔

(۳) **حدیث موقوف:** وہ قول فعل یا تقریر جس کی نسبت صحابی کی طرف کی جائے۔

مثال: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لَا خَيْرَ فِي عِبَادَةٍ لَا عِلْمَ فِيْهَا۔
یعنی اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جس میں علم نہ ہو۔ (تاریخ الخلفاء، عربی)

(۴) **حدیث مقطوع:** وہ قول یا فعل جو کسی تابعی کی طرف منسوب ہو۔

مثال: قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ: اَلصَّبْرُ كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: ''حضرت حسن بصری (تابعی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔''
(تفسیر الحسن البصری عربی، ۷)

چند ضروری اصطلاحات اور معلومات

صحابی: وہ خوش نصیب جس نے ایمان کی حالت میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور ایمان ہی پر اس کا انتقال ہوا ہو۔ (نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر)

تعداد صحابہ: صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعداد کے بارے میں قطعی طور پر تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا لیکن محتاط اندازے کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔

افضل ترین صحابہ کرام: اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق افضل ترین صحابہ سیدنا صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی اور پھر علی المرتضی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ان کے بعد دیگر عشرہ مبشرہ، پھر اصحاب بدر و احد اور پھر اہل بیعت رضوان۔

مکثرین صحابہ: وہ صحابہ کرام جن سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں ان کو مکثرین صحابہ کہا جاتا ہے یہ وہ حضرات ہیں جن کی مرویات کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے علاوہ اور کسی صحابی کی احادیث کی تعداد دو ہزار سے زائد نہیں۔

تابعی: وہ شخص جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر اس کا وصال ہوا ہو۔

افضل ترین تابعی: (۱) اہل مدینہ میں حضرت سعید بن مسیب۔ (۲) اہل کوفہ میں حضرت اویس قرنی۔
(۳) اہل بصرہ میں حضرت حسن بصری۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

صحاحِ ستّہ: حدیث کی چھ مستند ترین کتابیں:

(۱) بخاری شریف (۲) مسلم شریف (۳) ترمذی شریف
(۴) ابوداؤد شریف (۵) نسائی شریف (۶) ابن ماجہ شریف۔

حدیث ضعیف اور موضوع کے بارے میں چند ضروری باتیں:

☆ تعددِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہوجاتی ہے۔

☆ حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔

☆ اہلِ علم کے عمل کر لینے سے حدیثِ ضعیف قوی ہوجاتی ہے۔

ایک طرف سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے اور وہ اس پر یقین اور ثواب کی امید سے عمل کر لے تو اللہ عزوجل اسے وہ فضیلت عطا فرمائے گا اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

☆ حدیثِ ضعیف: حلیہ میں فرمایا کہ جب حدیثِ ضعیف بالاجماع فضائل میں مقبول ہے تو اباحت میں بدرجہ اَولیٰ۔

☆ حدیثِ ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے سنیت نہیں۔

☆ (تعددِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہوجاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف ملکر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں بلکہ اگر ضعف غایتِ شدت وقوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثلِ صحیح خود احکام حلال میں حجت ہوجاتی ہے۔

☆ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (التعقبات علی الموضوعات) کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ "نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے۔

☆ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فتح المبین بشرح الاربعین) کے حوالے سے فرماتے ہیں۔ ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے کہ جسے میری طرف سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی اور اس نے اس پر عمل کرلیا تو اسے اس کا اجر حاصل ہوجائے گا اگرچہ وہ بات میں نے نہ کہی ہو۔

☆ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں نہ صرف ثوابِ اعمال۔

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل وموضوع بلکہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادحِ صحت ومانعِ حجیت بھی ہے یا نہیں۔

☆ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔

☆ حدیثِ حسن احکامِ حلال وحرام میں حجت ہوتی ہے۔

☆ کتبِ صحاحِ ستہ میں مذکورہ تمام احادیث صحیح نہیں تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔

☆ حدیثِ ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو۔

☆ حدیثِ ضعیف پر عمل کیلئے خاص اس فعل میں حدیثِ صحیح کا آنا ضروری نہیں۔

☆ مسلم وبخاری میں بھی ضعفاء کی روایات موجود ہیں۔

☆ حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

☆ ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے۔

☆ منکر ومتروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔

☆ بار ہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصلِ حدیث کے اعتبار سے۔

ملخص از اصول حدیث

مقدمة المؤلف

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين

الحمد لله، ونحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له. وأشهد أن لا إله إلا الله شهادة تكون للنجاة وسيلة، ولرفع الدرجات كفيلة، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، الذي بعثه وطرق الإيمان قد عفت آثارها، وخبت أنوارها، ووهنت أركانها، وجهل مكانها، فشيد صلوات الله وسلامة عليه من معالمها ما عفا، وشفى من الغليل في تأييد كلمة التوحيد من كان على شفى، وأوضح سبيل الهادية لمن أراد أن يسلكها، وأظهر كنوز السعادة لمن قصد أن يملكها. أما بعد: فإن التمسك بهديه لا يستتب إلا بالاقتفاء لما صدر من مشكاته، والاعتصام بحبل الله لا يتم إلا ببيان كشفه، وكان كتاب المصابيح -الذي صنفه الإمام محيي السنة، قامع البدعة، أبو محمد الحسين بن مسعود الفراء البغوي، رفع الله درجته- أجمع كتاب صنف في بابه، وأضبط لشوارد الأحاديث وأوابدها. ولما سلك -رضي الله عنه- طريق الاختصار، وحذف الأسانيد؛ تكلم فيه بعض النقاد، وإن كان نقله -وإنه من الثقات- كالإسناد، لكن ليس ما فيه أعلام كالأغفال. فاستخرت الله تعالى، واستوفقت منه، فأعلمت ما أغفله، فأودعت كل حديث منه في مقره كما رواه الأئمة المتقنون، والثقات الراسخون: مثل أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، وأبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري، وأبي عبد الله مالك بن أنس الأصبحي، وأبي عبد الله محمد بن إدريس الشافعي، وأبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني، وأبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي، وأبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني، وأبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي، وأبي عبد الله محمد بن يزيد بن ماجه القزويني، وأبي محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، وأبي الحسن علي بن عمر الدارقطني، وأبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي، وأبي الحسن رزين بن معاوية العبدري، وغيرهم وقليل ما هو. وإني إذا نسبت الحديث إليهم كأني أسندت إلى النبي صلى الله عليه وسلم؛ لأنهم قد فرغوا منه، وأغنونا عنه. وسردت الكتب والأبواب كما سردها، واقتفيت أثره فيها، وقسمت كل باب غالبا على فصول ثلاثة: أولها: ما أخرجه الشيخان أو أحدهما، واكتفيت بهما وإن اشترك فيه الغير؛ لعلو درجتهما في الرواية. وثانيها: ما أورده غيرهما من الأئمة المذكورين. وثالثها: ما اشتمل على معنى الباب من ملحقات مناسبة مع محافظة على الشريطة، وإن كان مأثورا عن السلف والخلف. ثم إنك إن فقدت حديثا في باب؛ فذلك عن تكرير أسقطه. وإن وجدت آخر بعضه متروكا على اختصاره، أو مضموما إليه تمامه؛ فعن داعي اهتمام أتركه وألحقه. وإن عثرت على اختلاف في الفصلين من ذكر غير الشيخين في الأول، وذكرهما في الثاني؛ فاعلم أني بعد تتبعي كتابي الجمع بين الصحيحين للحميدي، و جامع الأصول؛ اعتمدت على صحيحي الشيخين ومتنيهما. وإن رأيت اختلافا في نفس الحديث؛ فذلك من تشعب طرق الأحاديث، ولعلي ما أطلعت على تلك الرواية التس سلكها الشيخ رضي الله عنه. وقليلا ما تجد أقول: ما وجدت هذه الرواية في كتب وجدت خلافها فيها. فإذا وقفت عليه فانسب

القصور إلى لقلة الدراية، لا إلى جناب الشيخ رفع الله قدره في الدارين، حاشا لله من ذلك. رحم الله من إذا وقف على ذلك نبهنا عليه، وأرشدنا طريق الصواب. ولم آل جهدا في التنقير والتفتيش بقدر الوسع والطاقة، ونقلت ذلك الاختلاف كما وجدت وما أشار إليه رضي الله عنه من غريب أو ضعيف أو غيرهما؛ بينت وجهه غالبا، وما لم يشر إليه مما في الأصول؛ فقد قفيته في تركه، إلا في مواضع لغرض. وربما تجد مواضع مهملة، وذلك حيث لم أطلع على رواية فتركت البياض، فإن عثرت عليه فألحقه به، أحسن الله جزاءك. وسميت الكتاب: بمشكاة المصابيح

وأسأل الله التوفيق والإعانة والهداية والصيانة، وتيسير ما أقصده، وأن ينفعني في الحياة وبعد الممات، وجميع المسلمين والمسلمات. حسبي الله ونعم الوكيل. ولا حول ولا قوة إلا بالله العزيز الحكيم.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کی ہیں ہم اسی کی حمد کرتے ہیں، اُسی سے مدد مانگتے ہیں، اُسی سے معافی چاہتے ہیں اور اپنے نفسوں کی شرارت اور اپنے اعمال کی برائیوں سے رب کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ایسی گواہی جو نجات کا وسیلہ اور بلندی درجات کی ضامن ہو اور گواہی دیتا ہوں کہ یقینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالی نے جب بھیجا، جب کہ ایمان کے راستوں کی نشانیاں مٹ چکی تھیں اور اُن کی روشنیاں بجھ گئی تھیں اور ان کے کنارے کمزور اور انکی جگہیں نامعلوم ہو چکی تھیں حضور پر اللہ کی رحمتیں اور سلام ہوں کہ آپ نے اسلام کے مٹے ہوئے نشان اونچے کردیئے، اور کلمہ توحید کو تقویت دے کر ان بیماروں کو شفادے دی جو کنارہ پر تھے، اور راہ ہدایت کا راستہ اُن کے لیے صاف فرمادیا جو اس پر چلنا چاہے، اور خوش نصیبی کے خزانے اس کے لیے ظاہر فرمادیئے جو اُن کا مالک ہونا چاہے۔

حمد و صلوۃ کے بعد جاننا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مضبوطی سے حاصل کرنا ناممکن ہے بغیر اتباع کئے ان احادیث کے جو آپ کے سینہ سے صادر ہوئیں اور اللہ کی رسّی کا مضبوطی سے تھامنا مکمل نہیں بغیر اس کے واضح بیان کے اور کتاب مصابیح جو سنت زندہ کرنے والے، بدعت اکھیڑنے والے امام ابو محمد حسین ابن مسعود فراء بغوی کی تصنیف ہے۔ اللہ تعالی اُن کا درجہ بلند کرے تمام ان کتب میں جامع ترتھی جو اس بارے میں لکھی گئیں اور شوارد و اوابد حدیثوں کی محافظ تھی چونکہ مصنف نے طریقہ اختصار اختیار کیا اور اسنادوں کو چھوڑ دیا، اس بارے میں بعض ناقدین نے چہ میگوئیاں کیں اگرچہ مصنف کا نقل فرمادینا ہی اسناد کی مثل ہے کیونکہ وہ معتبر ہیں مگر نشانیوں والا راستہ بے نشان راہ کی طرح نہیں اس لیے میں نے اللہ سے خیر اور توفیق مانگی اور ان کے بے نشانوں کو نشاندار بنادیا کہ اس کی ہر حدیث اپنے ٹھکانے میں ویسے ہی رکھی جیسے ماہر عادل حافظ اماموں نے روایت فرمائی جیسے ابوعبداللہ محمد ابن اسمٰعیل بخاری اور ابوالحسین مسلم ابن حجاج قشیری اور ابوعبداللہ مالک ابن انس اصبحی اور ابوعبداللہ محمد ابن ادریس شافعی اور ابوعبداللہ احمد ابن محمد ابن حنبل شیبانی اور ابو عیسیٰ محمد ابن عیسیٰ ترمذی اور ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی اور ابوعبدالرحمن احمد ابن شعیب نسائی اور ابوعبداللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ قزوینی اور ابو محمد عبداللہ ابن عبدالرحمن دارمی اور ابوالحسن علی ابن عمر دارقطنی اور ابوبکر احمد ابن حسین بیہقی اور

ابوالحسن رزین ابن معاویہ عبدری، اور اُن کے ماسوا مگر ماسوا تھوڑے ہیں اور مَیں نے جب ان بزرگوں کی طرف حدیث منسوب کردی تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف اسناد کردی کیونکہ ان بزرگوں نے اسناد سے فارغ ہو کر ہم کو بے نیاز کردیا اور مَیں نے کتابیں اور باب ویسے ہی مرتب کئے جیسے انہوں نے کئے تھے۔ اس میں مَیں اُنہی کے قدم پر چلا میں نے اکثر ہر باب کو تین فصلوں پر تقسیم کیا پہلی فصل میں وہ احادیث جنہیں شیخین یا اُن میں سے ایک نے روایت کیا مَیں نے انہی دونوں پر کفایت کی اگرچہ اس کی روایت میں دوسرے بھی شریک ہوں شیخین کی بلندی درجہ کے سبب دوسری فصل میں وہ احادیث جو ان کے علاوہ دوسرے مذکورہ اماموں نے روایت کیا تیسری فصل میں وہ مناسب ملحقہ حدیثیں جو باب کے معنی پر شامل ہیں شرائط کی رعایت کرتے ہوئے اگرچہ متقدمین ومتاخرین سے منقول ہوں پھر اگر تم کسی باب میں مصابیح کی کوئی حدیث نہ پاؤ تو وہ تکرار کی وجہ سے ہوگا جسے میں نکال دوں گا اور اگر تم دوسری حدیث کو ایسا پاؤ کہ جس کا بعض حصہ اختصاراً چھوڑ دیا گیا ہے یا اس کا تتمہ شامل کردیا گیا ہے تو یہ کسی اہتمام کے باعث ہوگا کہ کچھ چھوڑ دوں گا کچھ ملا دوں گا اور اگر تم دو فصلوں میں کسی اختلاف پر مطلع ہو مثلاً یوں کہ پہلی فصل میں غیر شیخین کی اور دوسری میں شیخین کی حدیث مذکور ہو تو جان لینا یہ اس لئے ہے کہ میں نے حمیدی کی اور جامع اصول کی کتابیں جو شیخین کی احادیث کی جامع ہیں، کے تلاش کے بعد صحیح مسلم وبخاری اور ان کے متون پر اعتماد کیا اور اگر تم اصل حدیث میں فرق پاؤ تو یہ فرق حدیثوں کی اسنادوں کے فرق کی وجہ سے ہوگا اور شاید میں اس روایت پر خبردار نہ ہوا ہوں جدھر حضرت شیخ گئے۔ تم بہت کم یہ بھی پاؤ گے کہ مَیں کہوں گا۔ میں نے یہ روایت اصول کی کتابوں میں نہ پائی۔ یا ان میں اس کے خلاف پائی تو جب تم اس پر مطلع ہو تو میری کم علمی کی بناء پر قصور کو میری طرف منسوب کرنا نہ کہ حضرت شیخ کی بارگاہ کی طرف، اللہ دونوں جہانوں میں اُن کی عزت بڑھائے اس نسبت سے خدا کی پناہ خدا اس پر رحمت کرے جو اس حدیث پر واقف ہو تو ہمیں متنبہ کردے اور ہم کو سیدھے راستہ کی راہبری کرے میں نے حتی الوسع حدیثوں کی تلاش اور کرید میں کوتاہی نہیں کی اور اس اختلاف کو ویسے ہی نقل کردیا جیسا پایا اور جب کبھی شیخ نے غریب ضعیف وغیرہ کی طرف اشارہ کیا تو اکثر مَیں نے اُس کی وجہ بیان کردی اور اصولِ احادیث میں سے جہاں اسطرف اشارہ نہ کیا وہاں میں ان کے نقش قدم پر چلا سواء چند جگہ کے وہ بھی کسی غرض سے بسا اوقات تم کچھ جگہ چھوٹی ہوئی پاؤ گے یہ وہاں ہوگا جہاں میں روایت پر مطلع نہ ہوا وہاں مَیں نے سفید جگہ چھوڑ دی تو اگر تم اس پر مطلع ہو تو وہاں ملا دو۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے، مَیں نے اُس کا نام مشکوٰۃ المصابیح رکھا اللہ تعالیٰ سے توفیق، مدد، ہدایت، حفاظت کا طلبگار ہوں اور اپنے مقصود کی آسانی کا جویاں اور یہ کہ اللہ زندگی وبعد موت مجھے اور تمام مسلمان مرد وعورتوں کو نفع دے مجھے اللہ کافی ہے وہ ہی اچھا وکیل ہے (بھروسہ کے لائق) اور نہیں ہے طاقت اور نہ قوت مگر غالب حکمت والے اللہ سے۔

(حدیث:۱)

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لكل امْرِءٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجرَته إِلٰى مَا هَاجرَ إِلَيْهِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس کی ہجرت اللہ ورسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کے لئے ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے ہے یا عورت کے لئے ہے کہ وہ اسے حاصل کرے تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہے جس کی اس نے نیت کی۔

انما الاعمال بالنیات:

نیت کی تعرف اور اس کا حکم: نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں اور شریعت میں نیت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کرنے کے لئے کسی کام کی طرف متوجہ ہونے والا ارادہ نیت کہلاتا ہے۔

حکم: جب تک کوئی عمل خالصتاً اللہ کی خوش نودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے پوری توجہ سے نہ کیا جائے تب تک اس پر ثواب حاصل نہیں ہوگا۔

نیت کامل کب ہوتی ہے: لیکن یہ بات ضرور ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جب تک دل کسی کام کی طرف مائل نہ ہو اس وقت تک خالی نیت فائدہ نہیں دیتی کیونکہ نیت کامل تب ہوتی ہے جب دل بھی اس عمل کی طرف مکمل طور پر مائل ہو۔

مثلاً: ایک آدمی جس کا دل عشق ومحبت سے خالی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں فلاں بزرگ سے عشق ومحبت اور اس کا ادب کرنے کی نیت کرتا ہوں جب کہ اس کے دل میں ایسی بات نہیں تو اس کو نیت کا ثواب نہیں ملے گا۔

عمل کی صحت کا اعتبار نیت سے ہے: علماء فرماتے ہیں کہ ہر عمل کی صحت کا اعتبار اس کی نیت سے ہوتا ہے جس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔ اگر عمل سے اس کا مقصد دین ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر عمل کا مقصد اللہ کی رضا ہے تو یہ نیت اور اس کا عمل فضیلت کا سب سے اول درجہ پالے گی۔

۲۔ اگر عمل کا مقصد جنت کا حصول یا جنت کے درجات کی بلندی وغیرہ ہے تو یہ عمل اور نیت فضیلت کا دوسرا درجہ پالے گی۔

اگر عمل سے اس کا مقصد دنیا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر دنیا کی وہ چیز مباح ہے تو اس کا عمل اور نیت بھی مباح ہوگی۔ ۲۔ اور اگر وہ چیز ناجائز ہے تو اس کا عمل اور نیت بھی ناجائز ہوگی۔

اعمال میں مقدار کا تعین نیتوں سے ہے: علماء فرماتے ہیں کہ اعمال میں مقدار کا تعین ان کی نیتوں سے ہے یعنی ایک عمل میں جتنی نیتیں ہوں گی اتنا زیادہ ثواب ہوگا۔ مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانا ایک عمل ہے اگر اس میں انسان کئی کاموں کی نیت کرلے تو اس کو کئی کاموں کا ثواب ملے گا مثلاً وہ ساتھ ساتھ یہ نیت بھی کرلے کہ راستے میں جو ملے گا اس کو سلام کروں گا وغیرہ۔

نیت ایک ایسی شی ہے کہ جس کی وجہ سے بڑی بڑی عبادات نیت کی وجہ سے عبث وبے کار چلی جاتی ہیں اور اسی نیت کے سبب بظاہر معیوب کام بھی بعض اوقات عبادت بن جاتے ہیں۔

نیت معیوب کومحبوب بنادیتی ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں اپنا پاؤں سانپ کی بل پر رکھ دیا تا کہ نبی کریم ﷺ کو سانپ نقصان نہ پہنچادے خود ڈنک کھاتے رہے لیکن حضور ﷺ کے آرام میں خلل نہ آنے دیا۔ سانپ کی بل پر پاؤں رکھنا بظاہر معیوب تھا بلکہ ایک لحاظ سے خودکشی کے مترادف تھا لیکن نیت اچھی تھی کہ اللہ کے نبی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے لہذا آپ کا یہ عمل اتنا مقبول ہوا کہ صحابہ بھی آپ کے اس عمل پر رشک کیا کرتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنا سرانور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ کر سور ہے تھے نماز عصر لیٹ ہو رہی تھی لیکن حضرت علی نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کی خاطر اپنی نماز عصر قربان کردی جو کہ بظاہر ایک معیوب عمل تھا لیکن نیت خالص تھی کہ اللہ کے حبیب کے آرام میں خلل نہ آجائے لہذا بہت بڑے اجر وثواب کے مستحق بن گئے۔

نیت خالص میں بڑی طاقت ہوتی ہے: بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے عابد کے پاس کچھ لوگ شکایت لے کر آئے کہ فلاں قوم اللہ کے سوا ایک درخت کی پوجا کرتی ہے یہ سن کر وہ غصہ میں آگیا اور اپنا کلہاڑا کندھے پر رکھ کر درخت کاٹنے کے ارادے سے چل پڑا راستے میں اسے ایک بزرگ کے روپ میں شیطان ملا اور پوچھا کہاں جارہے ہو عابد نے کہا درخت کاٹنے جارہاہوں شیطان نے کہا تجھے درخت سے کیا تکلیف ہے جا اور اپنی عبادت کر کیوں وقت برباد کرتا ہے عابد نے کہا درخت کو کاٹنا بھی میری عبادت ہے شیطان بولا میں تجھے ہرگز یہ درخت نہیں کاٹنے دوں گا پس دونوں لڑ پڑے عابد نے اسے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا شیطان نے کہا مجھے چھوڑو میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں عابد نے اسے چھوڑ دیا شیطان نے اسے کہا اے نیک سیرت انسان اللہ نے تجھ پر اس درخت کو کاٹنا فرض نہیں کیا اور نہ تو اس درخت کی عبادت کرتا ہے زمین پر اللہ کے بے شمار انبیائے کرام ہیں اگر اللہ چاہتا تو ان کو اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیتا اور وہ اس کو کاٹ دیتے لذا تو اس کو مت کاٹ۔ عابد اپنے ارادے پر قائم رہا اور کہا میں اسے ضرور کاٹوں گا دونوں کی پھر لڑائی ہوگئی عابد پھر اس پر غالب آگیا اور اسے پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا ابلیس نے پھر کہا میرے پاس تمہارے لئے ایک تجویز ہے اور وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے عابد نے پوچھا وہ کیا شیطان نے کہا تم ایک غریب اور نادار آدمی ہو تمہارے پاس کچھ نہیں تمہارے گھر فاقوں کا بسیرا ہے تم لوگوں پر بوجھ ہو وہ تمہاری خبر گیری کرتے ہیں تمہارا بھی دل کرتا ہوگا کہ میں اور میرے بچے بھی خوب سیر ہو کر کھائیں اور لوگوں سے بے نیاز ہو جاوں عابد نے کہا ہاں یہ بات تو ہے شیطان نے کہا تم درخت کاٹنے کا ارادہ چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ تمہیں ہر رات سرہانے کے نیچے دو دو دینار ملیں گے جب صبح اٹھو تو انہیں اٹھالینا اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا نیز اپنے بھائیوں پر صدقہ کردینا یہ تمہارے لیے اس درخت کو کاٹنے سے زیادہ بہتر ہے اگر تم اس درخت کو کاٹ بھی دو تو یہ لوگ اور درخت لگا کر اس کی پوجا شروع کردیں گے۔ عابد شیطان کی باتوں میں آگیا اور شیطان کی پیشکش کو قبول کرلیا اور گھر واپس لوٹ آیا صبح ہوئی تو اس کے سرہانے دو دو دینار رکھے ہوئے تھے وہ بہت خوش ہوا اور اس نے دینار اٹھالئے دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا لیکن تیسرے دن اسے کچھ نہ ملا تو وہ غصے میں آگیا اور کلہاڑا اپنے کندھے پر رکھ کر درخت کی طرف چل پڑا راستے میں پھر بزرگ کی شکل میں شیطان ملا اور

پوچھا کہاں جارہے ہو عابد نے کہا درخت کاٹنے جارہاہوں شیطان نے کہا اب تو بھول جا کہ تو درخت کو کاٹ لے گا تو عابد نے اس کو پکڑ کر پہلے کی طرح گرانا چاہا لیکن شیطان نے ایک ہی جھٹکے میں اسے پکڑ کر پچھاڑ دیا اور اب کی بار عابد شیطان کے سامنے ایک کمزور پرندے کی مانند پھڑ پھڑا رہا تھا شیطان اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہا اے بے وقوف عابد اپنے اس ارادے سے باز آجاؤ ورنہ تمہیں جان سے ماردوں گا عابد نے جب اپنے آپ کو بے بس پایا تو اس نے کہا اے فلاں مجھے چھوڑ دے اور یہ بتا کہ تو مجھ پر کیسے غالب آگیا حالانکہ پہلی مرتبہ میں تجھ پر غالب آگیا تھا شیطان نے کہا پہلے تجھے اللہ کی رضا کے لیے غصہ آیا تھا اور تیری نیت اچھی اور خالص تھی تو اللہ نے تجھے خلوص نیت کی وجہ سے طاقت دی اور تو مجھ پر غالب آگیا جبکہ اس مرتبہ تجھے اپنی ذات اور دنیا کے لئے غصہ آیا تیری نیت میں خلوص ختم ہوگیا تھا اس لئے اب میں غالب آیا اور تجھے پچھاڑ دیا۔

معلوم ہوا فاسد نیت بڑی سے بڑی عبادت کو بھی برباد کردیتی ہے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب النیۃ والاخلاص والصدق ج 5، ص 104)

نیت بد کی وجہ سے آخرت برباد ہوگئی: سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے سے لڑائی کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے عرض کی گئی یا رسول اللہ قاتل کی بات تو سمجھ میں آتی ہے مقتول کیوں جہنم میں جائے گا فرمایا کیونکہ اس نے بھی مدمقابل کو قتل کرنے کی نیت سے لڑائی کی تھی لہذا مقتول بھی اپنی بری نیت کی وجہ سے اپنی آخرت برباد کر بیٹھا۔ (مشکوۃ شریف باب القدر)

حدیث پاک میں ہے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر عمل کا ثواب نیت کی وجہ سے ملتا ہے اگر نیت پہلے سے موجود نہی ہوگی تو عمل کا ثواب بھی نہی ملے گا لہذا معلوم ہوا کہ عمل کا ثواب جب نیت پر موقوف ہے تو نیت عمل سے بہتر ہوگی۔

نیت کی وجہ سے اجر منقطع نہیں ہوتا: علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص صحت کے زمانے میں کوئی نیک عمل کرتا ہو پھر بیماری میں وہ اس نیک عمل کو نہ کر سکے تو اللہ تعالی اس کی نیت کی وجہ سے اس نیک کام کا اجر عطا فرماتا ہے اسی طرح جو آدمی اپنی معمول کی عبادت نیند کے غلبے کی وجہ سے نہ کر سکا تو اللہ تعالی اس عبادت کا اجر عطا فرماتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے اسی طرح اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور وہ سفر کی وجہ سے ان عبادات کو نہ کر سکے جو وہ حضر میں کرتا تھا تو اسے بھی اللہ تعالی ان عبادات کا اجر عطا فرماتا ہے کیونکہ اس کی نیت دائمی عمل کے لئے تھی لیکن عذر کی وجہ سے عمل تو نہ کر سکا لیکن نیت کی وجہ سے اجر مسلسل ملتا رہے گا۔

مباح کام میں نیت کا حکم اور نیت نہ کرنے کا نقصان: اگر کوئی مباح کام بری نیت سے کیا جائے تو برا ہوجائے گا اور اچھی نیت سے کیا جائے تو اچھا اور کچھ بھی نیت نہ ہو تو مباح رہے گا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں اگر عبادت میں نیت کرلی جائے تو ثواب ملتا ہے اور اگر نیت نہ کی جائے تو عبادت کا عمل فقط عادت بن جاتا ہے اور اس پر ثواب بھی نہیں۔

روایت میں ہے کہ جب فرشتے بندوں کے اعمال ناموں کو آسمانوں پر لے جاتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں تو اللہ تعالی فرماتا ہے اس نامہ اعمال کو پھینک دو فرشتے عرض کرتے ہیں یا اللہ تیرے اس نیک بندے نے جو

عمل کئے ہیں ان کو ہم نے دیکھ کر اور سن کر لکھا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے اس بندے نے ان اعمال میں میری رضا کی نیت نہیں کی تھی اس لئے یہ میرے دربار میں مقبول نہیں پھر ایک بندے کا نامہ اعمال پیش کیا جاتا ہے جو ہر نیکی سے خالی ہوتا ہے تو اللہ تعالی فرشتے کو حکم دیتا ہے اس کے نامہ اعمال میں فلاں فلاں نیکی لکھ دو فرشتہ عرض کرتا ہے یا الٰہی یہ عمل تو اس بندے نے کیا ہی نہیں تو اللہ تعالی فرمائے گا اس نے یہ عمل نہیں کیا مگر اس کی نیت تو یہ عمل کرنے کی تھی اس لئے میں تو اس کی نیت کی وجہ سے اس کو اس عمل کا اجر دوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۵۶)

نیت بد سے برکت ختم ہو جاتی ہے: حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک بادشاہ ایک بار اپنی سلطنت کے دورے پر نکلا اس دوران ایک شخص کے پاس اس کا قیام ہوا میزبان بادشاہ کو نہیں جانتا تھا میزبان نے شام کو اپنی گائے کا دودھ دوہا تو بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس سے تیس گائیوں کے برابر دودھ نکلا اس نے دل ہی دل میں وہ انوکھی گائے چھین لینے کی بری نیت کر لی دوسرے دن شام کو اس گائے سے آدھا دودھ نکلا بادشاہ نے جب تعجب کا اظہار کیا تو میزبان جو کہ ایک نیک سیرت آدمی تھا اس نے اپنے کشف سے کہا بادشاہ سلامت آپ نے اپنی رعایا کے ساتھ ظلم کی نیت کی ہے جس کی نحوست سے آج دودھ آدھا ہو گیا ہے یہ سن کر بادشاہ نے اپنی بری نیت ختم کر دی دوسرے دن گائے نے پھر دودھ بڑھا دیا۔ (شعب الایمان ج ۲ ص ۵۳)

احناف اور شوافع کا نیت کے حکم میں اختلاف: شوافع کے نزدیک شریعت مطہرہ میں کوئی بھی عمل اس وقت تک معتبر نہیں ہوتا جب تک اس میں عبادت کی نیت نہ کی جائے چاہے عبادت مقصودہ ہو جیسے نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ یا عبادت غیر مقصودہ ہو جیسے وضوئ، غسل وغیرہ لہذا ان عبادات میں نیت ضروری ہے۔ جبکہ احناف کے نزدیک عبادات مقصودہ نماز، روزہ، زکاۃ، حج میں تو نیت فرض ہو گی لیکن عبادت غیر مقصودہ مثلاً وضوء، غسل وغیرہ میں نیت ضروری نہیں بلکہ مستحب ہو گی۔ لہذا نماز، روزہ، زکاۃ، حج تو بغیر نیت ادا نہیں ہوں گے لیکن وضو و غسل بلا نیت بھی ادا ہو جائیں گے۔

دل کی نیت اور زبان کے اقرار میں اختلاف ہو تو کیا حکم ہے: نیت میں ہمیشہ دل کے ارادے کا اعتبار ہوتا ہے اگر زبان کا تلفظ کچھ اور ہے اور دل اس سے غافل ہے تو یہ نیت معتبر نہیں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

ثم لا يخفى أن النية باللسان مع غفلة الجنان غير معتبرة لما ورد من أن الله لا ينظر إلى صوركم، ولا إلى أموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم، وأعمالكم. وفي رواية: ولكن ينظر إلى قلوبكم، ونياتكم، فلو نوى الظهر بقلبه في وقته، وتلفظ بنية العصر لا يضره بخلاف العكس. (المرقاۃ ج ۱ ص ۹۴)

ترجمہ: پھر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دل کی غفلت کے وقت فقط زبان سے نیت کرنا معتبر نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا بے شک اللہ تعالی تمہاری شکلوں اور مال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے پس اگر کسی نے ظہر کے وقت دل سے ظہر کی نماز کی نیت کی اور زبان سے عصر کی نماز کا لفظ نکل گیا تو یہ نیت ضرر نہیں دے گی یعنی نیت ہو جائے گی اور اگر اس کا برخلاف کیا یعنی دل سے عصر کی نیت کی اور زبان سے ظہر کا لفظ نکل گیا حالانکہ نماز ظہر کی پڑھ رہا تھا تو یہ نیت درست نہیں ہو گی۔

صاحب مشکوۃ نے اپنی کتاب کو انما الاعمال بالنیات کی حدیث سے کیوں شروع کیا؟ مصنف کتاب علامہ ولی الدین محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو نیات کی حدیث سے اس لئے شروع کیا کہ میری یہ کتاب خلوص پر مبنی ہے اور میں نے خالصتاً اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی اور خدمت دین کے لئے اس کو تحریر کیا ہے اس میں نام و نمود، شہرہ اور مال کمانے کا کوئی دخل نہیں لہذا اے میری کتاب کو پڑھنے والے تو بھی اس کتاب کی تعلیم و تعلم میں اپنی نیت اور ارادے کو خالص کر لے اس کو دنیا کمانے یا شہرہ حاصل کرنے کی نیت سے نہ پڑھنا بلکہ رضائے خیر الانام اور اشاعت دین اسلام کی نیت سے اس کو پڑھنا۔

فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ: حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے ہجرت کا ذکر فرمایا اس لئے ہجرت کی تعریف اس کی اقسام اور حکم بیان کیا جائے گا۔

ہجرت کی تعریف: ہجرت کا لغوی معنی ہے ترک وطن کرنا اور اصطلاح میں دار الکفر کو ترک کر کے دار الاسلام میں آنا یا دار الخوف کو ترک جکر کے دار الاسلام میں آنا ہجرت کہلاتا ہے۔

ہجرت کی اقسام: ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ہجرت عامہ ۲۔ ہجرت خاصہ۔

(۱) **ہجرت عامہ:** دار الحرب یا دار الکفر یا دار الخوف کہ جہاں مسلمانوں کی جان مال محفوظ نہ ہوں کو ترک کر کے دار الاسلام میں آ جانا ہجرت عامہ کہلاتی ہے۔

ہجرت کا حکم: جان و مال کے غیر محفوظ ہونے کی صورت میں ہیجرت کلرنا سب پر فرض ہے۔

(۲) **ہجرت خاصہ:** وہ ہجرت جس میں چند خاص افراد ترک وطن کر کے چلے جائیں ہجرت خاصہ کہلاتی ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر کوئی شخص کسی خاص وجہ سے کسی شہر یا ملک میں اپنے فرائض دینیہ بجا نہ لا سکے اور دوسری جگہ بجا لانا ممکن ہے تو اس پر فرض ہے کہ دوسری جا گہ ہجرت کر جائے جہاں فرائض دینیہ بجا لانا ممکن ہو۔

۲۔ دوسرے یہ کہ نہ فرائض سے عاجز ہے اور نہ اس کو یہاں کوئی حاجت تو اسے اختیار ہے اسی مقام پر رہے یا چلا جائے جیسے اس کی مصلحت ہو۔

ہجرت کی احادیث میں تعارض: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت ہے۔ (بخاری ۲۷۸۳۔ صحیح مسلم ۱۳۵۳)

حضرت مجاشع بن مسعود سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے بیٹے معبد کو لے کر حاضر ہوا تا کہ ہجرت پر آپ سے بیعت کریں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا مہاجرین کے لئے ہجرت ختم ہو چکی۔ صحیح بخاری ۲۹۶۲ صحیح مسلم ۱۸۶۳ عبید بن عمر سے روایت ہت انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ ہجرت کا حکم کیا ہے تو انہوں نے فرمایا آج کے بعد ہجرت نہیں۔ (صحیح بخاری ۳۹۰۰)

جب کہ اس کے برعکس ارشاد ہوا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تو توبہ منقطع نہیں ہوتی اور توبہ اس وقت منقطع ہوگی جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ (سنن ابی داود ۲۴۷۹)

ہجرت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں بظاہر تعارض معلوم ہو رہا ہے لیکن ان میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ جن احادیث میں ہجرت کی فرضیت بیان ہو رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہوگئی لہذا اب ہجرت کرنا فرض نہ رہا بلکہ مستحب ہے جن احادیث میں ہجرت لازم تھی وہ حکم فتح مکہ سے پہلے کا تھا اور جن احادیث میں قیامت تک کے لئے ہجرت کا باقی رہنا بیان ہوا وہ مستحب ہجرت ہے یعنی جو ہجرت منقطع ہوگئی وہ فرض تھی اور جو منقطع نہیں وہ مستحب ہے۔

بَابُ: کتاب الایمان — ایمان کا بیان

الفصل الاول — پہلی فصل

ایمان کی تعریف: ایمان کا لغوی معنی ہے امن دینا، یقین کرنا، مان لینا اور اصطلاح میں حضور نبی کریم ﷺ جو کچھ اللہ رب العزت کی طرف سے لے کر آئے اس کی دل سے تصدیق کرنا ایمان کہلاتا ہے اور زبان سے ان کا اقرار کرنا اسلام ہے یا قلبی تصدیق اور باطنی احوال کو ایمان کہتے ہیں اور ظاہری اطاعت وفرمانبرداری کو اسلام کہتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ایمان اور اسلام دونوں مترادف ہیں یعنی ایمان اور اسلام کا معنی ایک ہی ہے ان میں کوئی فرق نہیں، ایمان اور اسلام کی تعریفات میں علماء کے متعدد اقوال ہیں ہم نے صرف مستند اور مشہور قول کو اختیار کیا ہے۔

ایمان کا مدار جاننے پر ہے یا ماننے پر؟ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی چیز کو جان لینا اس کا علم یا اسکی معرفت حاصل کر لینا ایمان کے لئے کافی ہے تو اس کے لئے فقہاء ومحدثین نے فرمایا ہے کہ صرف جان لینا ایمان کے لئے کافی نہیں بلکہ مان لینا بھی ضروری ہے یعنی حضور نبی کریم ﷺ جو شریعت اور احکام اللہ رب العزت کی طرف سے لے کر آئے اس کو جان لینا اور پھر اس کی حقانیت کو دل سے مان لینا ایمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ کفار مکہ بخوبی جانتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ کے سچے اور برحق رسول ہیں اور جو پیغام لے کر آئے وہ بھی حق ہے لیکن پھر بھی کافر ہے وہ جانتے تو تھے لیکن مانتے نہیں تھے۔

دل میں تصدیق اور زبان پر کلمہ کفر ہو تو مومن کا کیا حکم ہے؟ اگر کسی نے گن پوائنٹ پر یعنی جان لینے کی دھمکی پر کلمہ کفر کہلوانے پر مجبور کیا اور اس نے زبان سے کلمہ کفر بک دیا لیکن دل کی تصدیق پر قائم ہے تو اس کے ایمان کا کیا حکم ہے اس کے بارے میں علمائے احناف کا موقف یہ ہے کہ اگر قتل کر دینے کی دھمکی پر کسی نے زبان سے کلمہ کفر بول دیا لیکن دل میں اس کا ایمان ثابت وموجود ہے تو وہ مومن ہی ہے کیونکہ اس کی رخصت اسلام میں موجود ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت حسن بصری کی روایت ہے مسیلمہ کذاب کے آدمی دو مسلمانوں کو پکڑ کر لے گئے مسیلمہ نے ایک سے کہا کیا تم گواہی

دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں مسلم نے کہا ہاں، اس نے پھر کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں انہوں نے انکار کر دیا مسیلمہ نے انہیں شہید کر دیا پھر دوسرے سے کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں، اس نے پھر کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو اس نے کہا ہاں مسیلمہ نے اسے چھوڑ دیا پھر وہ مسلمان نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا حضور نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ اس نے سارا ماجرا سنا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا ساتھی تو اپنے ایمان پر قائم رہا اور تم نے رخصت پر عمل کیا یعنی اسلام میں اس بات کی رخصت ہے کہ جبر کی صورت میں کلمہ کفر بکنے سے کفر لازم نہیں آتا اگر دل کی تصدیق ثابت اور موجود رہے۔

کیا ایمان میں کمی بیشی ہو سکتی ہے کیا اعمال ایمان میں داخل ہیں؟

یاد رہے کہ نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی یعنی ایمان کی حقیقت میں نہ کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی جس نے توحید ورسالت کا اقرار کر لیا وہ ایمان والا ہے اسے آدھا یا پونا ایماندار نہیں کہا جائے گا ہاں اعمال کی وجہ سے صفت ایمان یعنی ایمان کی کوالٹی میں کمی بیشی ہو سکتی ہے جیسے ایک بندہ باعمل ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ کامل الایمان ہے اور اگر کوئی بے عمل ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ ناقص الایمان ہے لیکن نفس ایمان میں دونوں برابر ہیں یعنی دونوں ایمان والے ہیں۔

اسی طرح انسان کے اعمال بھی ایمان میں داخل نہیں ہیں یعنی اگر کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ ادا نہیں کرتا تو اس کو بے ایمان نہیں کہیں گے نہ ہی وہ اسلام سے خارج ہوگا وہ فاسق تو ہے لیکن پھر بھی ایمان والا ہی ہے۔

ایمان میں کمی بیشی پر اعتراض اور اس کا جواب: قرآن پاک میں واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتہ ایمانا اور جب ان پر اللہ تعالی کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور بڑھا دیں۔ اس آیت میں واضح طور پر ایمان میں زیادتی کا ذکر ہے۔ اسی طرح حدیث پاک میں ہے

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الایمان بضع وسبعون شعبۃ فافضلھا قول لا الہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایمان کی چند اور ستر شاخیں ہیں اور ان میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنی شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

اس حدیث پاک میں ایمان کے متعدد اجزا بیان کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

اعتراض کا جواب: آیت کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ایمان کامل پر محمول ہے یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب آیات پڑھی جاتی ہیں تو ایمان کامل ہو جاتا ہے اس آیت میں ایمان سے نفس ایمان مراد نہیں ہے اور ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ اعمال سے ایمان کامل اور ناقص ہوتا ہے یعنی اعمال اچھے ہوں گے تو ایمان کامل اور اگر اعمال برے تو ایمان ناقص ہوگا لیکن نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

اور حدیث میں ایمان کے شعبے سے مراد ایمان کے اجزاء نہیں بلکہ ایمان کی علامات ہیں یعنی ایمان کے مختلف شعبے ایمان کی مختلف علامات ہیں نہ کہ اجزاء لہٰذا اعتراض درست نہیں۔

ایمان کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا۔

(۱) یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔

(۲) اور یہ کہ وہ جس شخص سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔

(۳) اور یہ کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسندیدہ ہے۔ (صحیح مسلم باب الایمان)

علماء فرماتے ہیں ایمان کا ذائقہ بھی ہے اور مٹھاس بھی ہے جس کو صرف دل سے محسوس کیا جاسکتا ہے، دل سے کیسے محسوس کیا جاسکتا ہے اس کو آپ اس طرح مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔

(۱) جیسا کہ کھانے، پینے کی چیزوں کا ذائقہ اور مٹھاس صرف زبان سے محسوس کی جاتی ہے اسی طرح ایمان کا ذائقہ اور مٹھاس دل سے محسوس کیا جاتا ہے۔

(۲) جیسے کھانے پینے کی چیزیں بدن کی غذا اور اس کی قوت ہیں اسی طرح ایمان دل کی غذا اور اس کی قوت ہے۔

(۳) جس طرح جسم کھانے پینے کی چیزوں کی لذت اور مٹھاس اس وقت پاتا ہے جب جسم صحیح اور تندرست ہو اور جب جسم بیمار ہو تو اس کو میٹھی چیزیں بھی کڑوی لگتی ہیں اسی طرح انسان کا دل بھی ایمان کی مٹھاس اس وقت پاتا ہے جب اس کا دل گناہ کی بیماریوں اور آفتوں سے محفوظ ہو اور جب اس کا دل گمراہی اور شہوت کے مرض میں مبتلاء ہو تو وہ ایمان کی مٹھاس نہیں پاتا بلکہ وہ حرام کاموں اور شہوت کے تقاضے پورے کرنے میں لذت پاتا ہے کیونکہ اگر اس کا ایمان کامل ہوتا تو وہ ایمان کی مٹھاس کو پاتا اور حرام کاموں کی مٹھاس سے بے نیاز ہو جاتا۔

(۴) جس طرح بیماری کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں میں لذت نہیں آتی اسی طرح حرام کاموں اور گناہوں کے ساتھ عبادت میں لذت نہیں آتی۔

ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا: سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے۔ (صحیح بخاری باب الایمان)

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ایمان لانے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے سے اس طرح خوف زدہ ہوں گے جس طرح وہ سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتے ہیں جیسا کہ آج مسلمانوں کی دینی خستہ حالی اور بے راہ روی کے نتیجہ میں لوگ نمازوں کے قریب تک نہیں جاتے، مال کی محبت میں زکاۃ ادا کرنے میں غفلت کا شکار ہیں روزے برباد کردیتے ہیں بینکوں کا سود اور سودی لین دین ان کی گھٹی میں پڑ گیا ہے ہر طرف رشوت کا بازار گرم ہے دفتروں میں کوئی کام رشوت کے بغیر ہوتا ہی نہیں ان کے تبصرے جھوٹ، غیبت، چغلی سے خالی نہیں ہوتے چور بازاری دھوکہ بازی لوگوں کا وطیرہ بن چکی ہیں عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور نیم عریاں لباس پہنتی ہیں رشتے کے بھائی بہنوں سے بے تکلف اور بے حجاب باتیں ہوتی ہیں مخلوط تعلیم کا رواج ہے اسمبلیوں میں دفتروں میں تجارتی اداروں میں اور ہسپتالوں میں عورتوں کا آزادانہ میل جول رہتا ہے فیشن اور آزادی نسواں کے نام پر بے حیائی کو بھرپور پزیرائی دی جارہی ہے اولاد والدین کے قابو سے نکل چکی ہے

اور جب انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ اسلام کے حکم کے مطابق ان کو یہ تمام معمولات ترک کرنے ہوں گے ثقافت اور تہذیب کے نام پر موسیقی کو سننا ترک کرنا پڑے گا بینک کی نوکری جائز نہیں ہے چھوڑنی پڑے گی وغیرہ وغیرہ تو ان کو اسلام سانپ سے بھی زیادہ کوئی ڈراونی چیز دکھائی دیتی ہے اور وہ اسلام کے احکام اور ان پر عمل کرنے سے ڈر کر اس طرح دور بھاگتے ہیں جیسے لوگ سانپ سے دور بھاگتے ہیں اور آخر زمانہ میں اسلام پر عمل کرنے والے مومن صرف مدینہ منورہ میں رہ جائیں گے اور اسلام مدینہ میں اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح جب سانپ کو کوئی گوشہ عافیت نہ ملے تو وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے اسی طرح ایمان بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا۔

(حدیث:۲)

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ. قَالَ " : الْإِسْلَامُ: أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا. قَالَ: صَدَقْتَ. فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ. قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ. قَالَ صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ. قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ. قَالَ: مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا؛ قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ ایک آدمی ہمارے سامنے نمودار ہوا جس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت کالے تھے ان پر سفر کے بھی کوئی آثار نہیں تھے اور ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہیں تھا یہاں تک کہ وہ آدمی حضور کے سامنے بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے حضور نبی کریم ﷺ کے گھٹنے کے ساتھ مس کردیئے اور اپنے ہاتھ اپنے زانوں پر رکھ دیئے اور عرض کی اے محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ خبر دیجئے آپ نے فرمایا کہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا ,زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا اگر تمہیں اس کی طاقت ہو تو اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا: ہمیں بہت تعجب ہوا کہ سوال بھی کرتا ہے اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس نے پھر کہا مجھے ایمان کے بارے میں کچھ خبر دیجئے آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لانا اور ہر اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا اس نے پھر کہا آپ نے سچ فرمایا اس نے عرض کی مجھے احسان کے بارے میں خبر دیں فرمایا اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ کرسکو تو یہ خیال ضرور کرلو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس نے عرض کی قیامت کے بارے میں خبر دیجئے فرمایا مسئول سائل سے زیادہ نہیں جانتا عرض کی قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیں فرمایا لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں ننگے بدن اور

قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِي: يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يعلمكم دينكم.

بخاری (کتاب الایمان) مسلم: ۹، ۹۳

بکریاں چرانے والے بڑے بڑے محلات میں فخر کریں گے راوی کہتے ہیں وہ سائل چلا گیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عمر کیا تو جانا ہے کہ یہ سائل کون تھا میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ جبرئیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

اذطلع علینا رجل:

فرشتہ بشری شکل میں: یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو خود نوری ہیں لیکن بشری شکل اختیار کر کے آئے تھے معلوم ہوا نوری مخلوق لباس بشری اختیار کر سکتی ہے جیسا کہ ہاروت و ماروت فرشتے تھے لیکن بشری لباس میں دنیا میں رہے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے تھے جماع بھی کر سکتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ نور کے لئے بشری لبادہ میں دنیا میں جلوہ افروز ہونا ممکن ہے اسی سے ہمارا عقیدہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نوری بشر ہیں آپ کی حقیقت نور ہے لیکن دنیا میں بشری لباس میں تشریف لائے۔

انسان افضل یا فرشتے؟ اس بارے میں علمائے کرام نے اس کی ترتیب اس طرح بیان فرمائی ہے۔

(۱) تمام رسل اور انبیائ، فرشتوں کے رسل یعنی جبرئیل، اسرافیل، عزرائیل اور میکائیل علیہم السلام اور دیگر فرشتوں سے افضل ہیں۔

(۲) اور رسل فرشتے، عام نیک انسانوں سے افضل ہیں۔

(۳) اور عام نیک انسان، عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

(۴) اور عام فرشتے، کافروں فاسقوں اور فاجروں سے افضل ہیں۔

انسان کو اشرف المخلوقات کیوں کہا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات پر شرف بخشا ہے اور اس شرف کی وجوہات تو بہت زیادہ ہیں چند وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ انسان واحد مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا۔

۲۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے زیادہ علم عطا کیا اور فرشتوں سے انسان کو سجدہ کروایا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق کو لفظ کن کہہ کر پیدا کیا لیکن انسان کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے زیادہ حسین صورت پر پیدا کیا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

۵۔ اللہ کی ساری مخلوق سر جھکا کر کھانا کھاتی ہے اور اپنا منہ کھانے کی طرف لے کر جاتی ہے لیکن انسان سر اٹھا کر کھاتا ہے اور منہ کھانے کی طرف لے کر نہیں جاتا بلکہ کھانے کو اٹھا کر منہ تک لے جاتا ہے۔

۶۔ اللہ کی ساری مخلوق جھک کر چلتی ہے یا رینگ کر چلتی ہے لیکن انسان وہ مخلوق ہے جو سر اٹھا کر سیدھا چلتا ہے اللہ نے انسان کو سیدھا بنایا۔

۷۔ جانوروں کو دکھ درد یا تکلیف ہو تو کسی کو بتا نہیں سکتے لیکن انسان اپنا درد بھی بتا سکتا ہے بلکہ دوسروں کے دکھ درد کا حال بھی بتا دیتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز انسان کے لئے مسخر کر دی پہاڑ، سمندر، دریا سب پر انسان کی حکومت ہے۔

۹۔ فرشتوں میں صرف قوت عقلیہ ہے جانوروں میں صرف قوت شہوانیہ ہے لیکن انسان واحد مخلوق ہے جس کے پاس قوت عقلیہ بھی ہے اور قوت شہوانیہ بھی۔

۱۰۔ تمام موجودات میں سب سے اشرف سب سے اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور پھر وہ اعلیٰ اور اشرف ہے جو اللہ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ کے زیادہ قریب صرف انسان ہے کیونکہ اس کے دل میں اللہ کی معرفت اللہ کا ذکر اللہ پر ایمان اور اللہ کی اطاعت ہے۔

انسان کی عبادت افضل ہے یا فرشتہ کی؟ انسان کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے چند وجوہ سے افضل ہے۔

۱۔ فرشتے جو عبادت کرتے ہیں وہ اصل خلقت کے اعتبار سے ہے اور بشر جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے عبادت کرتا ہے کیونکہ بشر کی طبیعت میں شہوت، حرص، خواہشات اور غضب کو رکھ دیا گیا ہے اور یہ تمام چیزیں انسان کو عبادت کرنے سے روکتی ہیں اس لئے انسان کا عبادت کرنا فرشتوں کی بنسبت مشکل ہے معلوم ہوا انسان کی عبادت افضل ہے۔

۲۔ فرشتوں کی عبادت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عبادت کا حکم دیا ہے جبکہ انسان کبھی حکم کی وجہ سے عبادت کرتا ہے جیسے فرض واجب اور کبھی اپنی مرضی سے عبادت کرتا ہے جیسے نفل و مستحب وغیرہ کی عبادت اور یہ زیادہ دشوار ہے کیونکہ انسان کی طبیعت سہولت اور آسانی کو پسند کرتی ہے ثابت ہوا انسان کی عبادت افضل ہے۔

۳۔ فرشتے شیطان کی وسوسہ اندازی سے محفوظ اور سلامت ہیں جبکہ انسان کے اوپر شیطان وسوسے ڈالتا ہے اور اس کو عبادت سے دور کرتا ہے اس حالت میں انسان کا عبادت کرنا بڑی بات ہے لہٰذا انسان کی عبادت افضل ہے۔

۴۔ فرشتے حقائق ملکوت، جنت، دوزخ، قدرت کے عجائبات اور اس کی حقیقتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جبکہ انسان کو صرف ان چیزوں کی خبر دی گئی ہے اس لئے اس کی عبادت افضل ہے کیونکہ دیکھ کر کسی کو ماننا اور اس کی عبادت کرنا اور ہے اور بن دیکھے ماننا اور اس کی عبادت کرنا بہت بڑی بات ہے لہٰذا انسان کی عبادت افضل ہے۔

۵۔ فرشتوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے بھوک، پیاس نہیں رکھی اور نہ انہیں روزی کمانے کا مکلف کیا ہے اس لئے ان کی عبادت آسان ہے جبکہ انسان کو بھوک پیاس اور روزی کمانے کا مکلف کیا گیا ہے ان دنیاوی جھنجال کے باوجود وہ عبادت بھی کرتا ہے جو کہ بہت مشکل ہے اس لئے انسان کی عبادت افضل ہے۔

۶۔ فرشتوں میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری، مصیبت، رنج والم نہیں رکھا اس لئے ان کی عبادت آسان ہے جبکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی بیماریوں، آزمائشوں، مصائب و آلام میں مبتلا کیا ہے اور ان حالات میں عبادت کرنا بہت کٹھن ہے اس لئے انسان کی عبادت افضل ہے۔

۷۔ فرشتوں پر اللہ تعالیٰ نے کسی کی کفالت کی ذمہ داری نہیں ڈالی اس لئے ان کی عبادت آسان ہے جبکہ انسان کو اپنے ماں، باپ، بیوی، بچوں اور دیگر لوگوں کی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے اور اس کے باوجود وہ عبادت کرتا ہے اس لئے

ثابت ہوا کہ انسان کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے افضل ہے۔

ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب: ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق ہے جو لطیف اور نورانی اجسام رکھتی ہے اور مختلف قسم کی شکلیں اختیار کر سکتے ہیں فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت یہ اللہ کی نوری مخلوق ہیں ان کو واجب الوجود ماننا یا قدیم ماننا یا خالق ماننا کفر ہے۔ کسی فرشتہ کی ادنی سی گستاخی کرنا کفر ہے اسی طرح فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ یہ ہر پل اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری میں مصروف ہیں۔ اللہ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے نہ قصداً، نہ سہواً، نہ خطاءً ہر قسم کے صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔ مختلف فرشتوں کے ذمہ مختلف قسم کی ڈیوٹیاں ہیں مثلاً کسی کے ذمہ وحی لانا، روزی پہنچانا، بارش برسانا، بدن انسان میں تصرف کرنا، انسان کی حفاظت کرنا، اعمال لکھنا، حضور کی بارگاہ میں مومنین کے درود وسلام پہنچانا، روح قبض کرنا، کسی کے ذمہ سور پھونکنا وغیرہ ان کی تعداد کتنی ہے ان کو پیدا کرنے والا جانے۔

کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب: کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں اپنے رسولوں پر جو کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے جن کی تعداد ایک سو چار ہے جو شرعی احکام وفرامین پر مشتمل تھے وہ سب حق وسچ ہیں مثلاً قرآن، انجیل، تورات اور زبور وغیرہ

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب: رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں لوگوں کی اصلاح ورہنمائی کے لئے رسل وانبیاء مبعوث فرمائے جنہوں نے لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھائی ہر نبی یا رسول کسی خاص قوم یا قبیلے کی طرف مبعوث ہوتا رہا لیکن ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ پوری انسانیت بلکہ تمام دنیا اور پوری کائنات کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے آپ افضل الانبیاء، خاتم الانبیاء اور امام الانبیاء ہیں اور قیامت تک اب آپ کی شریعت اور احکام کا سکہ چلتا رہے گا حتی کہ جب حضرت عیسی کا نزول ہوگا تو وہ بھی آپ ﷺ کی شریعت کو جاری وساری اور نافذ کریں گے۔ انبیا ورسول سب بشر اور مرد ہیں کوئی عورت یا جن نبی نہیں ہوسکتا۔ نبوت کسبی نہیں کہ آدمی ریاضت وعبادت سے حاصل کر سکے بلکہ یہ عطائے الٰہی ہے جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے اور اسی کو دیتا ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل سمجھتا ہے۔

قیامت پر ایمان لانے کا مطلب: وہ دن کہ جس میں مخلوق کے اعمال کا حساب وکتاب ہوگا اور اطاعت گزاروں کو نجات کا پروانہ اور نافرمانوں کو عذاب کا پروانہ عطا کیا جائے گا قیامت کہلاتا ہے۔

قیامت قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بعض لوگ ظلم کرتے کرتے مرجاتے ہیں اور ان کے ظلم پر ان کو کوئی سزا نہیں ملتی اور بعض لوگ ظلم سہتے سہتے مرجاتے ہیں اور ان کو ان کی مظلومیت پر کوئی جزا نہیں ملتی اگر اس جہان کے بعد کوئی جہان نہ ہو تو ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزا کے بغیر رہ جائے گا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کے بعد کوئی اور عالم ہو جس میں ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزا اس لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ایک دن مقرر کر دیا اس پر ایمان اور اس کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا بہت ضروری اور ضروریات دین میں سے ہے۔

تقدیر کی تعریف اور اقسام:

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب: تقدیر کا لغوی معنی ہے اندازہ لگانا اور اصطلاح میں وہ فیصلہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق کے متعلق تحریر میں آچکا تقدیر کہلاتا ہے۔

تقدیر کی اقسام: تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ تقدیر مبرم ۲۔ تقدیر معلق

تقدیر مبرم: اس تقدیر کے اندر تبدیلی ناممکن ہے کسی طور بھی نہیں ٹل سکتی نہ دعا سے نہ عبادت سے۔ جیسے قیامت وغیرہ

تقدیر معلق: وہ تقدیر کہ جو اللہ والوں کی دعا سے ٹل جائے۔ جیسے رسول کریم ﷺ کی دعا سے اس امت سے عذاب الٰہی کا اٹھ جانا۔

ایک رات میں ستر احتلام: حضرت عبد القادر جیلانی کے پاس ایک مرید حاضر ہوا عرض کی حضرت کل دن آپ کی بیعت کر کے گھر گیا رات کو خواب میں ستر مرتبہ احتلام ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے مرید ہونے کے بعد میں نے اللہ کے اذن سے لوح محفوظ پر دیکھا تو تیرے نامہ اعمال میں ستر عورتوں کے ساتھ زنا لکھا ہوا تھا میری دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس زنا کو ستر احتلام میں بدل دیا۔ (تذکرہ غوثیہ ص ۲۴۳)

تقدیر کی حقیقت: دنیا کی کوئی چیز ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ ہر چیز کو ایک منصوبہ کے تحت بنایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کے بنانے سے پہلے اس کا کامل علم تھا اس علم کے مطابق اس کو ایک مقررہ وقت پر ایک خاص شکل وصورت میں بنایا گیا اس کو ایک خاص حد تک نشوونما دی گئی ایک خاص وقت تک اس کو باقی رکھا گیا اور اس کی مدت پوری ہونے کے بعد اس کو ختم کردیا گیا اسی طرح اپنا وقت پورا ہونے کے بعد یہ تمام دنیا بھی ختم کردی جائے گی یہی ہر چیز کی اور پوری دنیا کی تقدیر ہے۔

یاد رہے کہ یہ تحریر اس لئے نہ تھی کہ رب کو بھول جانے کا خطرہ تھا بلکہ اس کی منشا فرشتوں اور بعض محبوبوں کو اس پر مطلع کرنا تھا۔ یعنی لوح محفوظ پر کام اور انجام دونوں لکھے ہوئے ہیں کہ فلاں نیکیاں کرے گا تو جنت میں جائے گا فلاں کفر کرے گا اس لئے جہنم میں جائے گا بندوں پر رب کی اطاعت فرض ہے نیز کوئی شخص جنتی اور جہنمی ہونے پر مجبور نہیں۔

تقدیر پر ایمان رکھنے کا حکم اور ہر چیز کا خالق اللہ اور کاسب انسان ہے:

تقدیر پر ایمان رکھنا ضروریات دین میں سے ہے تقدیر کا منکر کافر ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ اگر تقدیر کا منکر پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کردے تو وہ تقدیر پر ایمان لائے بغیر قبول نہیں ہوگا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب خود انسان ہے انسان کسب یعنی اختیار کرتا ہے اور اللہ خلق یعنی پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکی پر جزا اور برائی پر سزا دینے کا نظام قائم کیا اور جنت اور جہنم کو بنایا اس لئے یہ ضروری تھا کہ انسان کے لئے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر انسان کو نیکی اور بدی اچھائی اور برائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزا وسزا کے نظام کا کوئی معنی نہیں ہے۔

جب ہمارا گناہ لکھ دیا گیا تو پھر سزا کیوں؟ تقدیر کی وجہ سے انسان پتھر کی طرح مجبور نہیں ہوگیا ورنہ قاتل پھانسی نہ پاتا اور چور کے ہاتھ نہ کٹتے کیونکہ رب تعالیٰ کے علم میں آچکا کہ فلاں اپنے اختیار سے یہ حرکت کرے گا اس لئے اس نے اسے لکھ دیا اس لکھ دینے سے انسان مجبور نہیں ہوا کتے کو پتھر مارو تو کتا تمہیں کاٹتا ہے نہ کہ پتھر کو حالانکہ لگتا پتھر ہے کیونکہ وہ جانتا

ہے کہ پتھر غیر مختار ہے مارنے والا مختار ہے اگر ہم اپنے کو پتھر کی طرح مجبور سمجھیں تو جانور سے زیادہ بے وقوف ہیں۔ دعائیں دوائیں ہماری تدبیریں اور اختیارات سب تقدیر میں داخل ہیں

یاد رہے بندے کے دل کا رجحان برائیوں کی طرف ہوتا ہے جس سے وہ اپنی خوشی اور اختیار سے بدکاریاں کرتا ہے لہذا بندہ خلق میں مجبور ہے کسب میں مختار لہذا عذاب نار کا مستحق ہے اسی لئے علماء فرماتے ہیں ہمیشہ نیکیاں کرنے کی کوشش کرو۔

احسان کے بارے میں سوال وجواب: احسان کے متعدد معانی ہیں یہاں احسان سے مراد اخلاص ہے یعنی ہر ظاہری اور باطنی عبادت میں اخلاص ایک ایسا حسین جذبہ ہے جو بندے کو اللہ کا قرب عطا کر دیتا ہے اور بندہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے رب کا ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ کمال صرف اخلاص سے ہی حاصل ہو سکتا ہے یہ حسین جذبہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے اس کے دو طریقے مخلص اعظم نے خود ارشاد فرما دیئے۔

پہلا طریقہ یہ کہ اپنے رب کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اہل تصوف اور ارباب طریقت اس کو مشاہدہ اور استغراق کہتے ہیں جو اللہ کی عظیم ہستیوں کا حصہ اور نصیب رہا ہے کیونکہ ایسے عظیم لوگوں کی نظر نعمت پر نہیں بلکہ منعم یعنی نعمت دینے والے پر ہوتی ہے اسی طرح جب کوئی ان پر مصیبت آتی ہے تو ان کی نظر مصیبت پر نہیں بلکہ مصیبت دینے والے پر ہوتی ہے اور جو استغراق کی اس کیفیت کو پہنچ جاتے ہیں تو ان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے کہ اچانک چھت سے ایک بہت بڑا سانپ گر پڑا تمام نمازی اپنی نمازیں توڑ کر مسجد سے بھاگ گئے لیکن امام اعظم اس قدر مستغرق تھے کہ ان کو پتا بھی نہ چلا۔ اور یہ کیفیت اور مقام چونکہ بہت مشقت اور مشکل سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اللہ کے حبیب ﷺ نے دوسرا قدرے آسان طریقہ بیان فرمادیا کہ اگر تم خدا کو نہیں دیکھ سکتے تو دوسرا طریقہ یہ ہے کہ یہ تصور ذہن میں راسخ کرلو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا اس دوسرے طریقہ سے کیا فائدہ ہوگا اور اس سے اخلاص کیسے حاصل ہو سکتا ہے اس کو اس مثال سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

مثلا: جب کوئی غلام اپنے مالک کے سامنے کوئی خدمت بجا لاتا ہے تو اس وقت وہ اپنے کام کو کتنی توجہ اور اخلاص سے بجا لائے گا اس کا احساس آپ خود کر سکتے ہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس مالک اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر اس نے کام میں کوئی سستی یا غلطی کی تو وہ اپنے مالک کی نظروں سے گر جائے گا لہذا مالک کے سامنے اس کی غلطی کا چانس بہت کم ہوگا اور اس کے برعکس اگر مالک غیر موجود ہو تو اس وقت غلام کے کام کرنے کی کیفیت اور اس کے کام کرنے کا وہ جذبہ اسے حاصل نہیں ہوگا جو موجودگی میں حاصل ہوتا ہے اور اللہ رب العزت تو وہ ذات ہے جو ہر پل ہر لمحہ اپنی قدرت کے ساتھ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہے لہذا جب بندہ اس تصور سے عبادت کرے گا تو یقینا اخلاص کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا اور پھر اس کی عبادت کاملین کی عبادت بن جائے گی اس کا ہر عمل اس کو اپنے رب کے قریب کرتا چلا جائے گا اس کا دل یاد خدا اور زبان ذکر خدا سے ہر پل تر رہے گی اور اس وصف سے جب وہ آراستہ و پیراستہ ہو جائے گا تو ایک دن ضرور آئے گا جب وہ خود اپنی زبان سے کہے گا کہ آج میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔

کیا اللہ کا دیدار ممکن ہے؟ حدیث پاک میں دیدار الٰہی کا ذکر ہوا لہذا دیدار الٰہی کے بارے میں مندرجہ ذیل صورتیں ذہن نشین کرنا ضروری ہیں۔

۱۔ دنیا میں بندے اللہ تعالی کو بصیرت یعنی نور قلبی سے دیکھتے ہیں آخرت میں اسے بصارت یعنی نور نگاہ سے دیکھیں گے۔

۲۔ دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہے مگر واقع نہیں اس لئے حضرت موسیٰ نے دیدار کی دعا اگر دیدار ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ دعا ہی نہ کرتے کیونکہ ناممکن کی دعا ناجائز ہے اور نبی ناجائز کام نہیں کرتے۔

۳۔ معراج کی رات حضور ﷺ نے اللہ کا دیدار سر کی آنکھوں اور بیداری میں کیا اور خوب کیا۔

۴۔ جو شخص یہ کہے کہ میں نے اللہ کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ کافر ہے اپنے کو نبیوں سے افضل کہتا ہے۔

۵۔ قیامت میں ہر مومن و کافر کو اللہ کا دیدار ہوگا مومن کو رحمت کی شان میں اور کافر کو غضب و قہر کی شان میں بعد قیامت مومنوں کو جنت میں دیدار الٰہی ہوتا رہے گا کفار کو دوزخ میں نہ ہوگا۔

۶۔ دنیا میں مومن کو خواب میں دیدار الٰہی ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے امام اعظم نے ایک سو بار رب کو خواب میں دیکھا امام احمد بن حنبل نے خواب میں اللہ کو دیکھا اور پوچھا یا الٰہی کونسی عبادت افضل ہے فرمایا تلاوت قرآن دوسری بار پوچھا معنی سمجھ کر تلاوت افضل ہے یا بغیر سمجھے تلاوت، فرمایا ہر طرح افضل ہے۔

اہلسنت کے نزدیک جنت میں دیدار الٰہی ہوگا:

یاد رہے کہ جنت میں اللہ تعالی کا دیدار اہل جنت کو حاصل ہوگا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عن صهيب عن النبی ﷺ قال اذا دخل اهل الجنة الجنة فريفع الحجاب فينظرون الی وجه الله فما اعطوا شيئا احب اليهم من النظر الی ربهم ۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: ”حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رب حجاب اٹھا دے گا جنتی رب کی ذات کے نظارے کریں گے تو انہیں کوئی چیز رب کے دیدار سے زیادہ پیاری نہ دی گئی“

یاد رہے کہ جیسے جنتیوں کے لئے دیدار الٰہی ساری نعمتوں سے افضل و اعلی نعمت ہے ایسے ہی دوزخیوں کے لئے دیدار سے محرومی سارے عذابوں سے بدتر عذاب ہوگا کہ محبوب کا فراق بھی بڑا عذاب ہے۔ خیال رہے کہ اللہ سمت یعنی اوپر م نیچے، دائیں، بائیں ہونے سے پاک ہے اس کا اوپر تجلی فرمانا ایسا ہوگا جیسے موسیٰ پر کوہ طور سے تجلی فرمانا وادی سینا میں درخت پر سے کلام فرمانا کہ طور اور درخت نہ تو اللہ تعالی کی تجلی گاہ تھے نہ اس کا مکان۔

اللہ تعالی کا آنکھ سے دیدار کیسے ممکن ہوگا؟ یاد رکھیں علمائے کرام فرماتے ہیں رویت بصر یعنی آنکھ سے دیکھنا اور ادراک بصر یعنی آنکھ سے احاطہ کرنا اس میں فرق ہے آنکھ کا دیکھنا اور ہے آنکھ کا پانا یعنی اس کا احاطہ کرنا، گھیرنا کچھ اور ہم سمندر، زمین، آسمان کو دیکھتے تو ہیں مگر ان کا احاطہ نہیں کر سکتے یہ چیزیں اتنی لمبی چوڑی ہیں کہ ہماری آنکھ ان کو دیکھ تو لیتی ہے لیکن احاطہ نہیں کر سکتی یعنی گھیر نہیں سکتی حضور ﷺ کی آنکھوں نے رب کا دیدار کیا اس کا احاطہ نہیں کیا جنتی مومن رب کا دیدار کریں گے اس کا احاطہ نہیں کریں گے۔

دیدار الٰہی حسب مراتب ہوگا نیز دیدار الٰہی کس عمل کے عوض ہوگا؟ یاد رہے کہ جنتیوں کو رب کا دیدار حسب مراتب ہوگا کسی کو ہفتہ میں ایک بار کسی کو روزانہ دو بار کسی کو ہر وقت جیسے دنیا میں بعض لوگ ہر وقت عشق الٰہی میں محو رہتے ہیں یہ روزانہ

دیدار الٰہی کے مزے لیں گے اور بعض جنتی کبھی کبھی الغرض دنیا میں جس کی جتنی توجہ الی اللہ ہوگی جنت میں اتنا دیدار نصیب ہوگا۔

بزرگ فرماتے ہیں یاد رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی خواہ اپنے اعمال کا یا کسی کے طفیل جنت میں گیا مگر دیدار الٰہی کسی عمل کا عوض نہ ہوگا خالصتاً عطائے ذوالجلال ہوگی۔

لونڈی اپنے مالک کو جنے گی: مطلب یہ کہ اولاد اتنی نافرمان ہوگی کی بیویوں کی محبت میں اپنے والدین کے ساتھ غلاموں والا سلوک کرے گی ماں نے تو بیٹا جنا تھا لیکن یہی بیٹا ماں باپ کو غلام بنالے گا یعنی بڑا ہوکر اپنے ماں باپ سے غلاموں سے بدتر سلوک کرے گا ماں باپ کی اہمیت اور ان کی بات اور رائے کی اہمیت کو کالے کپڑے میں لپیٹ کر منہ پر مار دے گا جب ماں باپ کو ناقابل برداشت بوجھ سمجھے گا تو اولڈ ایج ہوم میں جا کر پھینک دے گا۔

رسائل قشیریہ میں ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں ایک رات میں قبرستان میں داخل ہوا میں نے ایک قبر دیکھی جس سے دھواں نکل رہا تھا پھر کیا دیکھتا ہوں کہ قبر شق ہوئی اور اس سے ایک سیاہ فام فرشتہ نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہے اور وہ اس سے ایک گدھے کے سر پر ضربیں لگا رہا ہے اور وہ گدھا رینگتا ہے پھر وہ گدھا آگ کی زنجیروں میں جکڑا ہوا قبر سے باہر آ گیا عذاب کے فرشتے نے اس کو قبر میں دھکیل دیا اور خود بھی اس کے پیچھے قبر میں داخل ہو گیا اور قبر بند ہو گئی مجھے بہت بڑا تعجب ہوا اور میں سوچ میں پڑ گیا پھر ایک عورت سے میری ملاقات ہوئی میں نے اس واقعہ کے متعلق اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا یہ شخص زنا کرتا اور شراب پیتا تھا اس کی ماں جب اسے سمجھاتی تو یہ اس سے جھگڑتا اور کہتا گدھے کی طرح چیختی رہو جب یہ مر گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبر میں اسے گدھا بنا دیا اور اب ہر رات عذاب کا فرشتہ اسے قبر سے نکالتا ہے اور مارتے ہوئے کہتا ہے اے گدھے رینگ یعنی گدھے کی طرح چیخ پھر اسے زنجیروں سے گھسیٹتے ہوئے قبر میں دھکیل دیتا ہے اور قبر بدستور بند ہو جاتی ہے۔ (رسائل قشیریہ ص ۱۴۹)

آگ کے انگارے اور ماں کو مارنے کی سزا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے والدین کو گالی دی اس کے سر پر جہنم میں اس قدر آگ کے انگارے برسیں گے جس قدر آسمان سے زمین پر بارش کے قطرے برستے ہیں۔

موجودہ زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک نوجوان کے گردے فیل ہو گئے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا حالت نہایت خراب تھی روح نکلنے کا عمل جاری تھا اس کے منہ اور ناک سے انتہائی دردناک چیخیں نکل رہی تھیں چہرہ نیلا ہو جاتا اور آنکھیں باہر ابل اپڑتی تھی اس کیفیت میں دو دن گزر گئے دل دہلا دینے والی چیخوں نے اتنا خوفناک منظر پیش کیا کہ وہاں کے مریض خوف سے بھاگنے لگے لہٰذا اسے وارڈ سے دور ایک کمرے میں منتقل کر دیا گیا اس کے باپ نے ڈاکٹر سے کہا اسے زہر کا ٹیکہ لگا دو تاکہ یہ مر جائے ہم سے اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی جب پوچھا گیا کہ اس کی یہ عجیب وغریب حالت کیوں ہے باپ بیزاری کے ساتھ بول اٹھا یہ شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے ماں کو مارتا تھا میں اس کو روکتا تھا لگتا لیکن یہ پھر بھی باز نہ آتا ہے اب اس کو اسی کی سزا مل رہی ہے تین دن کی تکالیف میں مبتلا رہنے کے بعد اس نے دم توڑ دیا۔ نیکی کی دعوت ۴۴۴

چرواہے صاحب اقتدار بن جائیں گے: نبی کریم ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بیان فرمائی کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن مفلس ونادار اور بکریاں چرانے والے عالیشان مکانات ومحلات میں فخر وتکبر کی زندگی گزاریں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے برگزیدہ اور مقرب ہوں گے جو شریف النسل مہذب اور معزز ہوں گے دین کے سچے خیر خواہ اور حقیقی پیشوا ہوں گے وہ دنیا داروں کی نظر میں ذلیل وحقیر بن جائیں گے نہ معاشرے میں ان کی قدر ومنزلت ہوگی نہ ان کے لئے کوئی سرکاری عہدہ اور نہ ان کے روزگار کے لئے کوئی سرکاری ذریعہ اور ملازمت۔ بے روزگاری اور مالی ومعاشی پریشانیوں میں اس طرح گرفتا ہوں گے کہ دنیا والوں میں ان کی قدر وقیمت ختم ہو جائے گی۔ نہ ان کا کوئی اثر ورسوخ ہوگا نہ ان کی باتوں اور فیصلوں کی کوئی حیثیت۔ جبکہ ان کے مقابلے میں جو اللہ کی بارگاہ کے ناپسندیدہ اور دین ومذہب سے عاری اور اللہ ورسول کے احکامات کے باغی ہوں گے وہ ملک ودنیا پر چھا جائیں گے جو غیر منصفانہ، ظالمانہ طریقے سے سیاست اور مملکت کے حاکم بن جائیں گے دغا وفریب دھونس ودھاندلی کے ذریعے حکومت اور طاقت حاصل کریں گے اور کرپشن، رشوت، سود اور لوٹ مار کے ذریعے سے مال بنائیں گے یہ مالدار اور عوام نادار ہوتے چلے جائیں گے۔

حضور ﷺ نے قیامت کی علامات بتا دیں لیکن اسکا سن نہ بتایا کیوں؟ حدیث مذکورہ میں نبی کریم ﷺ نے قیامت کی علامات کا ذکر کیا لیکن قیامت کا سن نہیں بتایا کیونکہ اس کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری تھا اور اس سوال کے جواب کو ٹالنے کے لئے آپ نے اتنا فرمایا کہ میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا مطلب یہ کہ اے سائل جتنا تو قیامت کے بارے میں جانتا ہے وہ میں بھی جانتا ہوں لیکن یہاں اس کا اظہار کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ ایک مخفی معاملہ ہے اور اس کا اظہار قرآن کے حکم کے خلاف ہے ورنہ آپ ﷺ قیامت کا سن بھی جانتے ہیں اس کا دن بھی اور اس کی تاریخ بھی جیسا کہ دوسری احادیث میں آپ ﷺ نے اس کا دن اس کی تاریخ اور اس کا مہینہ بیان فرما دیا۔

قیامت کی تعریف اور قیامت قائم کرنے کا مقصد: وہ دن کہ جس میں مخلوق کے اعمال کا حساب وکتاب ہوگا اور اطاعت گزاروں کو نجات کا پروانہ اور نافرمانوں کو عذاب کا پروانہ عطا کیا جائے گا قیامت کہلاتا ہے۔

ہم اس دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بعض لوگ ظلم کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور ان کے ظلم پر ان کو کوئی سزا نہیں ملتی اور بعض لوگ ظلم سہتے سہتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کی مظلومیت پر کوئی جزا نہیں ملتی اگر اس جہان کے بعد کوئی جہان نہ ہو تو ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزا کے بغیر رہ جائے گا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کے بعد کوئی اور عالم ہو جس میں ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزا۔

جزا اور سزا کے لئے دنیا ختم کرنا کیوں ضروری ہے؟ یاد رکھیں کہ جزا اور سزا کے نظام کو برپا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کو بالکلیہ ختم کر دیا جائے کیونکہ جزا اور سزا اس وقت جاری ہو سکتی ہے جب بندوں کے اعمال ختم ہو جائیں اور جب تک تمام انسان اور یہ کائنات ختم نہ ہو جائیں لوگوں کے اعمال کا سلسلہ ختم نہیں گا مثلاً قابیل نے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اب اس کے بعد جتنے قتل ہوں گے ان کے قتل کے جرم سے قابیل کے نامہ اعمال میں گناہ لکھا جاتا رہے گا اس لئے جب تک قتل کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا قابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا اسی طرح ہابیل نے ظالم سے بدلہ نہ لینے کی رسم ایجاد کی اب اس کے بعد جو شخص بھی یہ نیکی کرے گا اس کی نیکی میں سے ہابیل کے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جاتی رہے گی اس لئے جب تک اس نیکی کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا ہابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا اسی طرح ایک شخص مسجد یا کنواں بنا کر مر جاتا ہے

تو جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی جب تک اس کنویں سے پانی پیا جاتا رہے گا اس شخص کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور کوئی شخص بت خانہ یا شراب خانہ بنا کر مر گیا تو جب تک وہاں بت پرستی یا شراب نوشی ہوتی رہے گی اس کے نامہ اعمال میں برائیاں لکھی جاتی رہیں گی۔ اس لئے جب تک یہ دنیا اور اس دنیا میں انسان موجود ہیں اس وقت تک لوگوں کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے نامہ اعمال مکمل کرنے کے لئے دنیا اور دنیا والوں کو مکمل ختم کرنا ضروری ہے اور اسی کا نام قیامت ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی متقاضی ہے کہ جزا اور سزا کا نظام قائم کیا جائے اور جزا اور سزا کا نظام نافذ کرنے سے پہلے قیامت کا قائم کرنا ضروری ہے۔

قیامت کی چند مزید نشانیاں:

۱۔ علم اٹھ جائے گا یعنی علماء اٹھا لئے جائیں گے اور جہالت کی کثرت ہوگی۔

۲۔ زنا اتنی کثرت اور بے باکی سے ہوگا کہ سامنے زنا ہو رہا ہوگا اور کسی کو روکنے کی جرات نہیں ہوگی۔

۳۔ مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی حتی کہ ایک ایک مرد کی کفالت میں پچاس پچاس عورتیں ہوں گی۔

۴۔ دین پر قائم رہنا اتنا مشکل ہو جائے گا کہ جیسے انگارا ہاتھ میں رکھنا مشکل ہے۔ یاں تک کہ ایک دردمند آدمی قبرستان میں جا کر تمنا کرے گا کہ کاش میں اس قبر میں ہوتا۔

۵۔ وقت میں برکت اس طرح ختم ہو جائے گی کہ سال مہینہ کی مثل مہینہ ہفتوں کی مثل اور ہفتہ دنوں کی مثل ہو جائے گا۔

۶۔ زکوۃ دینا اتنا مشکل ہوگا کہ لوگ اس کو تاوان سمجھیں گے۔

۷۔ مرد بیوی کا غلام ہوگا اور والدین اولاد کے غلام ہوں گے۔

۸۔ گانے باجے اور موسیقی کا عروج ہوگا۔

۹۔ دجال کا ظہور ہوگا جس کے ساتھ یہود کی فوج ہوگی اس کے ایک طرف اس کی جنت ہوگی جو کہ حقیقت میں جہنم ہوگی اور ایک طرف جہنم ہوگی جو حقیقت میں جنت ہوگی۔ جو اس کا کلمہ پڑھے گا اسے اپنی جنت میں اور جو انکار کرے گا اسے اپنی جہنم میں ڈالے گا پوری دنیا کا چکر لگائے۔

۱۰۔ ملک شام کی جامع مسجد دمشق میں حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا وہ دجال کو قتل کریں گے ان کے دور میں عدل و انصاف ہوگا وہ چالیس سال رہیں گے۔

ایمان کی تعریف میں ظرفیۃ الشئی بنفسہ لازم آ رہا ہے: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سوال کیا اخبرنی عن الایمان مجھے ایمان کی خبر دیں جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ان تومن باللہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر ایمان لائے اس تعریف میں ظرفیۃ الشئی بنفسہ لازم آ رہا ہے جو کہ درست نہیں۔

جواب: سوال میں جو ایمان ذکر ہوا یعنی عن الایمان اس سے لغوی ایمان مراد ہے یعنی ماننا اور جواب میں جو ایمان مذکور ہے یعنی ان تومن باللہ اس سے اصطلاحی اور شرعی ایمان مراد ہے یعنی اللہ و رسول اور تمام رسولوں۔ نبیوں، فرشتوں پر اجمالی و تفصیلی ایمان لے کر آنا لازم ہے لہذا ایمان کی تعریف میں دور لازم آتا ہے اور نہ ظرفیۃ الشئی بنفسہ۔

واللہ ورسولہ اعلم: یہ قول حضرت عمر کا ہے اس قول سے ثابت ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ کے ساتھ رسول کا ذکر کرنا جائز ہے لہذا اس سے ہمارا عقیدہ واضح ہو گیا کہ جب برابری کا احتمال موجود نہ ہو تو اللہ کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ کہا جائے اللہ و رسول جانیں یا، اللہ و رسول کا فضل ہو یا، اللہ و رسول کا کرم ہے یا، اللہ و رسول رحم کریں یا، اللہ و رسول بھلا کرے وغیرہ۔

خبر جبرئیل کی احادیث میں تعارض: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث جو امام ترمذی اور ابو داود نے روایت کی ہے اس میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تین دن بعد بتایا کہ یہ سائل حضرت جبرئیل ہیں جبکہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو فرمایا کہ جاؤ اس شخص کو واپس بلاؤ جب وہ گئے تو وہاں کوئی نہیں تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ کوئی اور نہیں بلکہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

خبر جبرئیل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں حضرت جبرئیل کی خبر کے بارے میں بظاہر تعارض ہے جس کی تطبیق اس طرح ہوگی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں گے اور اس وقت آپ کو اس کی خبر حاصل نہیں ہو سکی جبکہ دیگر موجود صحابہ کو اس وقت معلوم ہو گیا تھا کہ یہ جبرئیل تھے پھر تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر معلوم ہوئی ہوگی لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

(حدیث: ۳)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

بخاری، مسلم: ۸۔۱۱۳

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری ومسلم)

بنی الاسلام علی خمس: جس طرح کوئی چھت پانچ ستونوں پر کھڑی کر دی جائے اور اس کے پانچ ستونوں میں سے ایک کو گرا دیا جائے تو چھت دھڑام سے نیچے گر جائے گی اسی طرح اسلام بھی ایک چھت کی طرح ہے اور مذکورہ پانچ ارکان اس کے ستونوں کی مثل ہیں اگر کسی ایک رکن کا بھی انکار کر دیا جائے تو اسلام کی چھت باقی نہیں رہے گا اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ ان ارکان کا زبان سے اقرار کرنا اسلام ہے ان کی دل سے تصدیق کرنا ایمان ہے ان ۵ مذکورہ ارکان پر عمل کرنے والا کامل الایمان ہے اور ان کو ترک کرنے والا ناقص الایمان ہے اور ان کا انکار کرنے والا نفس ایمان سے خارج یعنی کافر ہے۔

پانچ ارکان کو اسلام کی بنیاد کہا گیا باقی ارکان کو کیا کہیں گے؟: یہاں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ توحید و رسالت، نماز، روزہ، زکوۃ، حج کو اسلام کی بنیاد کہا گیا ہے جبکہ باقی ارکان کا ذکر نہیں ہوا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح بلند و بالا عمارت

کی بنیاد ستونوں پر قائم ہوتی ہے اور ستونوں پر کھڑا کر دینے کے بعد اب اس کی زیب و زینت اور حسن آرائش کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا اس کی شان و شوکت کے اظہار کے لئے اس کے در و دیوار کو نقش و نگار کیا جاتا ہے اس کے کھڑکی دروازے اور پینٹ و آرائش کا اہتمام کیا جاتا ہے تو جس طرح اس عمارت کے ستون اس کی بنیاد بن گئے اسی طرح اس عمارت کے نقش و نگار اور اس کی زیب و زینت اس کی شان و شوکت کا ذریعہ بن گئے۔ اسی طرح مذکورہ پانچ ارکان اسلام کی بنیاد ہیں اور اس عمارت کی شان و شوکت کے اظہار کے لئے باقی ارکان مثلاً فرائض، واجبات، سنت و مستحبات اس عمارت کے نقش و نگار، حسن و زیبائش کا ذریعہ بن گئے پانچ ارکان اسلام کی عمارت کو مضبوط کرتے ہیں اور باقی تمام ارکان اس کے حسن و زیبائش کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔

پانچ ارکان میں جہاد کا ذکر کیوں نہیں؟ یہاں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام کے ارکان میں جہاد کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ جہاد بھی اسلام کا ایک رکن اعظم ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ان ارکان کو ذکر کیا گیا ہے جو ہر حال میں فرض عین ہوں نماز دن بھر میں پانچ مرتبہ فرض عین ہے، روزہ ہر سال ماہ رمضان میں فرض عین ہے، زکوۃ ہر سال صاحب نصاب پر فرض عین ہے، حج کا مہینہ بھی ہر سال متوجہ ہوتا ہے اور صاحب استطاعت پر فرض عین ہے لیکن جہاد اسلام کا ایک ایسا رکن ہے جو ہر حال میں فرض عین نہیں بلکہ یہ اس وقت فرض ہوتا ہے جب کفار کسی اسلامی سلطنت پر حملہ آور ہو جائیں کیونکہ عام حالات میں دین اسلام کی تبلیغ کے لئے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے نہ کہ فرض عین اس لئے جہاد کو ذکر نہیں کیا۔

انسان کی اقسام: انسان کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ مومن ۲۔ کافر

۱۔ مومن: مومن وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے۔

۲۔ کافر: کافر وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہ لائے اور اس کا انکار کرے۔

مومن کی اقسام: مومن کی پھر دو قسمیں ہیں ۱۔ فاسق فی العمل۔ ۲۔ فاسق فی العقیدہ۔

۱۔ فاسق فی العمل: وہ ہے جس کا عقیدہ تو ٹھیک ہو لیکن عمل میں فسق ہو۔

۲۔ فاسق فی العقیدہ: وہ ہے جس کے عقیدے میں فسق ہو۔

پانچ مذکورہ ارکان کب فرض ہوئے؟ یاد رہے کہ نماز ہجرت مدینہ سے قبل معراج کی رات سفر معراج میں فرض کی گئی، روزہ اور زکوۃ ۲ ہجری میں فرض کئے گئے اور حج بیت اللہ ۹ ہجری میں فرض کیا گیا۔ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کی تفصیلات ان کے ابواب میں ذکر کی جائیں گی۔

(حدیث:۴)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الْإِيمَانُ بضع وَسَبْعُونَ شُعْبَةً فأفضلها: قول لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَدْنَاهَا: إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ والحياة شُعْبَة من الايمان-

مسلم، بخاری: ۵۳، ۹

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایمان کی چند اور ستر شاخیں ہیں اور ان میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنی شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری و مسلم)

الایمان بضع و سبعون شعبة: حدیث پاک میں ایمان کے شعبے ذکر کئے گئے شعبہ کا معنی ہے درخت کی شاخ اور یہاں حدیث پاک میں اس سے مراد اچھی اور خوبصورت خصلتیں ہیں یعنی چھوٹی سے چھوٹی خصلت سے لے کر اعلیٰ سے افضل تک تمام خصائل اسلامی خصلتیں ہیں کسی بھی اچھے کام کو چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو معمولی سمجھ کر ترک نہ کر دیا کرو ہو سکتا ہے بظاہر چھوٹی نیکی اللہ کی رضا کا سبب بن جائے کیونکہ اللہ کی ذات بے نیاز ہے وہ معمولی نیکی پر بھی بخشش دیتا ہے اور بعض اوقات بظاہر ہلکے سے گناہ پر بھی پکڑ کر لیتا ہے جیسا کہ روایت میں ہے۔

کتے کی وجہ سے بخشش ہوگئی اور بلی کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیا: حدیث پاک میں ہے ایک شخص نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا تھا پھر اس شخص نے اپنے موزے کو پکڑا اور اس کتے کے لئے چلو میں پانی لیا حتی کہ خوب پانی پلا کر اس کتے کو سیراب کر دیا اللہ تعالی نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے ساتھ بھی نیکی کرنی چاہئے اس شخص نے اس کتے کے ساتھ نیکی کی اللہ تعالی نے اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ احیاء العلوم ص ۱۷۵

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا نہ اس کو کھانے کے لئے کچھ دیا نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ باہر جا کر کچھ کھا لیتی وہ بھوک سے مرگئی تو اللہ تعالی نے اسے دوزخ میں داخل کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی بے نیاز ہے ایک کتے کو پانی پلانے پر جنت عطا کر دیتا ہے اور ایک بلی پر ظلم کرنے سے دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔ احیاء العلوم ص ۱۷۶

ساری مخلوق متقی یا شیطان بن جائے تو بھی اللہ کو پرواہ نہیں: یعنی دنیا کے سب سے نیک اور متقی انسان کو چن لو اور پھر دنیا کے سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح نیک ہو جائیں اور دنیا میں کوئی گناہ ہی نہ ہو تو اس سے اللہ کے خزانے بڑھ نہیں جائیں گے لہٰذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اللہ کا احسان مانے کہ اس نے اپنے آستانہ پر بلا لیا۔

اسی طرح تمام انسان دنیا کے بدترین شخص کو چن لیں جیسے ابلیس اور پھر ساری مخلوق شیطان کی طرح نافرمان اور بدکار ہو جائے تو ان کے فسق و فجور سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ خود انہی کا بگڑے گا۔ یاد رہے دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے خزانہ خالی رہ جاتا ہے مگر رب تعالی وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ سورج ہزار ہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے مگر اس کی روشنی میں مطلقاً کمی نہ ہوئی جب رب کی تجلیوں کا یہ حال ہے تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا۔

مختلف احادیث میں شعبوں کی تعداد میں تعارض: شعبوں کے متعلق مختلف احادیث میں مختلف تعداد بیان کی گئی ہے جیسا کہ اس حدیث میں ستر شعبے ذکر کئے گئے۔

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الایمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق والحیاء شعبة من الایمان. متفق علیہ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کی چند اور ستر شاخیں ہیں اور ان میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنی شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ساٹھ شعبے مذکور ہیں

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ الایمان بضع وستون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق والحیاء شعبة من الایمان. صحیح بخاری

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایمان کی چند اور ساٹھ شاخیں ہیں اور ان میں سے سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنی شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

ایک اور حدیث میں چوہتر شعبے بیان ہوئے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضرت عمارہ بن غزیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کے ۷۴ شعبے ہیں۔ سنن ترمذی ۲۶۱۴

ان تمام حدیثوں میں شعبوں کی تعداد مختلف ہے جس سے احادیث میں تعارض پیدا ہو رہا ہے۔

مختلف احادیث میں شعبوں کی تعداد میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں دو طرح تطبیق قائم کی جاسکتی ہے پہلی یہ کہ ابتدائے اسلام میں احکام کم نازل ہوئے تھے اس لئے ایمان کی شاخیں کم تھیں پھر جیسے جیسے احکام کے نزول میں اضافہ ہوتا گیا ایمان کی شاخیں بھی بڑھتی گئیں۔ دوسری یہ کہ یہاں شعبوں کی تعداد بول کر کثرت مراد لی گئی ہے تعداد میں حصر مراد نہیں ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے تیرے گھر کے سو چکر لگائے لیکن تو گھر میں موجود ہی نہیں ہوتا یہاں سو کا لفظ کثرت کے لئے ہے یعنی کئی مرتبہ آیا تعداد بیان کرنے کے لئے نہیں اسی لئے حدیث میں بھی کثرت کو بیان کرنے کے لئے کہیں ستر کا لفظ بیان ہوا کہیں ساٹھ کا اور کہیں اس سے مختلف لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

کیا ایمان کے اجزاء ہو سکتے ہیں؟ اس حدیث پاک میں ایمان کے متعدد اجزا بیان کئے گئے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

اعتراض کا جواب: مذکورہ حدیث میں ایمان کے شعبے سے مراد ایمان کے اجزا نہیں بلکہ ایمان کی علامات ہیں یعنی ایمان کے مختلف شعبے ایمان کی مختلف علامات ہیں نہ کہ اجزاء لہذا نہ تو ایمان کے اجزاء ہوتے ہیں اور نہ اعمال ایمان میں داخل ہیں آپ کا اعتراض درست نہیں۔

والحیاء شعبة من الایمان: حدیث پاک میں حیاء کو بھی ایمان کا شعبہ قرار دیا گیا ہے اس لئے حیا کی تعریف اور اس

کی اقسام کا جاننا ضروری ہے۔

حیاء کی تعریف: کسی کام کے کرنے سے انسان کو یہ خوف ہو کہ اس کام پر اس کو ملامت کی جائے گی اور اس وجہ سے اس کام کو کرنے سے اس کے اندر گھٹن کی کیفیت پیدا ہو تو اس کیفیت کو حیا کہتے ہیں اور اس کی شرعی تعریف یہ ہے کہ حیا ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو برے کام سے اجتناب کرنے پر ابھارے۔

جو شخص لوگوں سے حیا کرتا ہے کہ کہیں لوگ اسے گناہ کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں یا محارم کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں تو ایسا بندہ اپنے رب سے حیا کرنے والا ہے اور جو اپنے رب سے حیا کرے گا تو اس کی حیا اس کو فرائض کے ضائع کرنے اور گناہوں پر سوار ہونے سے منع کرے گی اور حیا بے حیائی کے کاموں سے منع کرتی ہے اور نیکی اور خیر پر برانگیختہ کرتی ہے۔

حیاء کی اقسام: حیا کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ فطری حیا ۲۔ کسبی حیا

۱۔ **فطری حیا:** یہ انسان کا وہ وصف ہے جو اس کو قبیح، رذیل اور گھٹیا کاموں سے روکتا ہے اور اس کو نیک کاموں پر ابھارتا ہے۔

۲۔ **کسبی حیا:** یہ وہ حیا ہے جس کو انسان اپنے اختیار اور ارادہ سے حاصل کرتا ہے جیسے بندے کا اس بات سے حیا کرنا کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا اور اس وجہ سے وہ اللہ کی نافرمانی کو ترک کر دے اس کو شرعی حیا بھی کہتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حیا: حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کنواری لڑکی سے زیادہ حیاء کرنے والے تھے اور جب بھی کوئی ناپسندیدہ کام آپ کے سامنے کیا جاتا تو حیاء کی وجہ سے آپ کا چہرہ انور سرخ ہو جاتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کنواری لڑکی سے زیادہ با حیا تھے۔ آپ ﷺ کے کمال حیاء کا یہ عالم تھا کہ امام ابوالشیخ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ جب اپنی ازواج سے جماع کرتے تھے تو اپنے سر پر کپڑا ڈال دیتے تھے اور میں نے کبھی بھی آپ ﷺ کی شرم گاہ نہیں دیکھی اور نہ آپ نے میری شرمگاہ دیکھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حیا کا عالم یہ تھا کہ آپ کو لوگ کامل الحیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ کنواری لڑکی کی طرح باحیا تھے حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ نے باتھ روم میں بھی کبھی برہنہ ہو کر غسل نہیں کیا بلکہ باتھ روم میں بھی کپڑا باندھ کر غسل فرماتے تھے اور اپنی شرم گاہ کی طرف نظر بھی نہیں کرتے تھے۔ مشکوۃ باب فضائل عثمان غنی

فرشتے بھی آپ سے حیا کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ گھر میں بے تکلف اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اتنے میں میرے والد گرامی حضرت ابوبکر تشریف لائے انہوں نے سلام کیا اور بیٹھ گئے نبی کریم ﷺ اسی طرح بے تکلف لیٹے رہے پھر کچھ دیر بعد فاروق اعظم تشریف لائے انہوں نے سلام کیا اور بیٹھ گئے نبی کریم ﷺ پھر بھی بے تکلف لیٹے رہے تھوڑی دیر بعد حضرت عثمان تشریف لائے تو آپ ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کیا حضرت عثمان نے سلام کیا اور بیٹھ گئے جب تمام صحابہ چلے گئے تو میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ جب ابوبکر آئے تو آپ لیٹے رہے حضرت عمر آئے تب بھی آپ بے تکلف لیٹے رہے لیکن جب حضرت عثمان تشریف لائے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے اللہ کے فرشتے بھی حیا کرتے ہوں۔ مشکوۃ باب فضائل عثمان غنی

ایمان کے شعبوں میں حیاء کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیوں کیا؟ حدیث پاک میں ایمان کے ستر شعبے بیان کئے گئے لیکن ان میں حیاء کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر غور کیا جائے تو حیاء کا ایمان کے تمام شعبوں سے تعلق نظر آتا ہے کیونکہ جب کوئی انسان گناہ یا بے حیائی کا کام کرتا ہے تو دنیا اور آخرت میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ چیز انسان کے حیاء کے خلاف ہے یعنی اس کا حیاء اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کی سب کے سامنے ذلت و رسوائی ہو انسان زناء سے بچتا ہے یا اس کو چھپاتا ہے کیوں؟ حیاء کی وجہ سے۔ شراب سے دور رہتا ہے یا اس کو چھپاتا ہے کیوں؟ حیاء کی وجہ سے۔ انسان اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے تو اللہ سے حیاء کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کیا جاتا ہے اور ترک سنت سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کی جاتی صرف آپنے آقا و مولی ﷺ سے حیا کی وجہ سے الغرض ہر قسم کے گناہ سے بچنے میں اور اللہ و رسول کی اطاعت میں بنیادی کردار حیاء کا ہوتا ہے اس لئے حیاء کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔

(حدیث:۵)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ قَالَ " اِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِن لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ "
بخاری مسلم:۱۰ ۱۶۱

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم میں الفاظ اس طرح ہیں کسی شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سا مسلمان بہتر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه: اس حدیث پاک میں حسن سلوک کی تعلیم بیان کی گئی ہے کہ ایک کامل مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو اذیت دینے کی بجائے اس کی جان، مال، عزت آبرو کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو ایذاء دینے کی بجائے اس کو ہر ممکن فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

با اخلاق جنتی بد اخلاق جہنمی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت نماز، روزہ، صدقہ و خیرات کثرت سے کرتی ہے مگر اس کی حالت یہ ہے کہ وہ بد اخلاق ہے اور اپنی زبان سے پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہنچاتی ہے فرمایا وہ جہنمی ہے پھر عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت نماز، روزہ صدقہ و خیرات کرتی تو ہے لیکن کم کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں سے خوش اخلاقی سے پیش آتی ہے اور اس کے پڑوسی اس سے بہت خوش ہیں فرمایا وہ جنتی ہے۔ رواہ احمد و بیہقی

حسن سلوک کی تعریف: علمائے کرام حسن اخلاق کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا اللہ کی راہ میں لوگوں پر خرچ کرنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا حسن سلوک کہلاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اخلاق کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو تجھ سے توڑے تم اس سے جوڑو جو تجھے محروم کرے تم

اسے عطا کرو جو تجھ پر ظلم کرے تم اسے معاف کرو جو گالی بکے تم اسے دعا دو۔

اخلاق کی شکل ہوتی تو ایسی ہوتی: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر اخلاق کی شکل ہوتی تو دنیا میں کوئی چیز اس سے زیادہ حسین نہ ہوتی اور اگر بد اخلاقی اور سختی کی کوئی شکل ہوتی تو دنیا میں اس زیادہ بدصورت کوئی چیز نہ ہوتی۔
جامع ترمذی باب حسن الاخلاق

علمائے کرام فرماتے ہیں اچھے اخلاق نفلی عبادت سے افضل ہیں نفلی عبادت سے خود کو فائدہ ملتا ہے جبکہ اچھے اخلاق کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے۔ شہد کی ایک بوند بہت سی مکھیوں کو جمع کر لیتی ہے مگر سرکہ کا ایک گھڑا مکھی کو نہیں بلا سکتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر ایک کے پیچھے چلنے والے مت بن جاؤ اور یہ نہ کہا کرو کہ لوگ حسن سلوک کریں گے تو ہم بھی کریں گے اور اگر کوئی ظلم کرے گا تو ہم بھی کریں گے بلکہ اپنے آپ کو مشقت اور برداشت کا عادی بنا لو اور یوں کہو کہ لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھلائی کریں گے اور کسی نے زیادتی کی تو ہم زیادتی نہیں کریں گے۔ کیمیائے سعادت ص ۳۹۱

اچھے اخلاق میں یہ کمال ہوتا ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں بندہ حسن اخلاق کی وجہ سے تہجد گزار اور سخت گرمی میں روزے کے سبب پیاسا رہنے والے کے درجے کو پا لیتا ہے اور اچھے اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتے ہیں جس طرح سورج کی حرارت برف کو پگھلا دیتی ہے۔ صحیح مسلم ص ۱۲۵

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بروز قیامت تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میری مجلس میں زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو اچھے اخلاق والے اور عاجزی اختیار کرنے والے ہوں گے وہ لوگوں سے اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالی ان کے بارے میں فرماتا ہے میں نے بندوں کو اپنے علم سے پیدا کیا پس جس سے بھی بھلائی کا ارادہ کرتا ہوں اسے اچھے اخلاق عطا کر دیتا ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ ایک جگہ فرماتے ہیں مومن اتنا نرم طبیعت، نرم زبان والا ہوتا ہے کہ اس کی نرمی کی وجہ سے لوگ اسے احمق خیال کرتے ہیں اور یہ نکیل والے اونٹ کی طرح ہوتا ہے کہ اگر اسے باندھ دیا جائے تو ٹھہر جاتا ہے اور اگر چلایا جائے تو چل پڑتا ہے اور اگر کسی پتھریلی جگہ پر بٹھا دیا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔ صحیح مسلم ص ۱۲۵

نبی کریم ﷺ کا اخلاق باکمال: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کے کنارے سخت موٹے تھے راستے میں ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر سختی کے ساتھ کھینچا میں نے دیکھا کہ اس چادر کو سختی کے ساتھ کھینچنے سے آپ کے کندھے پر نشان پڑ گئے اعرابی نے کہا اے محمد آپ کے پاس جو مال ہے اس میں سے مجھے میں دیں تو نبی کریم ﷺ پیچھے مڑے اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے پھر مجھے فرمایا اسے بھی مال میں سے عطا کرو۔ شعب الایمان ص ۹۷ ج ۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کبھی کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کے کان

کے ساتھ اپنا منہ لگایا ہوا اور آپ نے اس کے پاس سے اپنا سر ہٹا لیا ہو حتی کہ وہ خود اپنا سر ہٹا تا تھا اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہوا اور آپ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا ہو حتی کہ وہ خود اپنا ہاتھ چھڑا تا تھا اور آپ کسی شخص سے اپنا چہرہ نہیں پھیرتے تھے حتی کہ وہ شخص خود اپنا چہرہ پھیر لیتا تھا۔ صحیح بخاری باب الآداب

حسن اخلاق کا نتیجہ بہت اچھا ہوتا ہے: حضرت حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے مریدین کے ساتھ کہیں جا رہے تھے راستے میں کچھ اوباش قسم کے نوجوان کھڑے تھے انہوں نے کہا آج ان فقیروں کے ساتھ ٹھٹھہ کرنا چاہئے چنانچہ انہوں نے حضرت حسن سنجری اور ان کے مریدوں پر آوازے کسنا شروع کر دئے اور بدتمیزی کی تو مریدین ان کی یہ حرکت دیکھ کر غصے میں آ گئے اور حضرت حسن سنجری سے عرض گزار ہوئے کہ حضور انہوں نے آپ کی شان میں بے ادبی کی ہے لہذا آپ ان کے حق میں بددعا فرمائیں تا کہ انہیں ان کے کئے کی سزا ملے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اپنے ہاتھ بلند کر لو سب نے ہاتھ بلند کر لئے اور حضرت حسن سنجری نے ان الفاظ کے ساتھ ان نوجوانوں کے لئے دعا کی ،، یا اللہ جس طرح یہ نوجون دنیا میں خوش اور مسرور ہیں اور ہنس رہے ہیں تو آخرت میں بھی ان کو اسی طرح ہنستا بستا اور شاد و آباد رکھنا۔ نوجوانوں نے جب اینٹ کا جواب پھولوں سے دیکھا گالیوں کا جواب دعا سے دیکھا تو اتنے متاثر ہوئے کہ فورا آپ کے قدموں میں گر پڑے اور اپنے فعل پر توبہ کر کے ہمیشہ کے لئے اطاعت گزار اور آپ کے مریدین کی صف میں شامل ہو گئے۔ احیاء العلوم ص ۱۵۵

حسین کے بیٹے کا خوبصورت کردار: روایت میں ہے کہ جس وقت کربلا میں اہل بیت کو شہید کرنے کے بعد یزیدیوں کا قافلہ اہل بیت کے باقی بچ جانے والے افراد کو قید کر کے دمشق لے کر جا رہا تھا تو ایک یزیدی سپاہی کی اونٹنی کسی چیز سے ڈر کر اچھلی تو سپاہی سر کے بل زمین پر گر پڑا اور اس کا سر زخمی ہو گیا جس سے خون بہنے لگا، حضرت امام عالی مقام امام زین العابدین نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا یزیدی سپاہی کے زخموں پر باندھ دیا تا کہ خون آنا بند ہو جائے سپاہی نے امام زین العابدین کے اس فعل پر تعجب کا اظہار کیا اور عرض کی حضور ہم نے آپ کے خاندان کے شہزادوں کو شہید کر دیا اور آپ ہیں کہ میری مرہم پٹی کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے نوجوان وہ تیرا کردار تھا یہ حسین ابن علی کے بیٹے کا کردار ہے۔ عیون الحکایات ص ۲۱۳

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم کیا ہے کہ جس طرح تمہارے درمیان رزق تقسیم کیا ہے اللہ تعالی لوگوں کو دنیا دیتا ہے خواہ وہ اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں اور دین صرف ان ہی کو دیتا ہے جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں۔

حضرت ابراہیم ادہم کا اخلاق: شہرہ آفاق ولی حضرت ابراہیم ادہم ایک مرتبہ سفر کی حالت میں رات کے وقت دمشق کی جامع مسجد میں پہنچے نماز عشا کے بعد مسجد کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا حضرت ابراہیم ادہم نے امام مسجد سے درخواست کی کہ مجھے آج کی رات مسجد میں رہنے کی اجازت دی جائے میں نے ذکر و اذکار کرنے ہیں مسجد امام آپ کو نہیں جانتا تھا اس کو غصہ آیا اور طنزا کہا،، چل چل بڑا آیا ابراہیم ادہم،، مسجد میں رات کرنے کی اجازت نہیں ہے امام نے آپ کو مسجد سے نکال دیا آپ رحمۃ اللہ علیہ ساری رات سخت سردی میں مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر عبادت کرتے رہے نماز فجر کے وقت جب لوگ مسجد میں آئے تو کچھ لوگوں نے آپ کو پہچان لیا پھر کیا تھا ہر طرف شور مچ گیا کہ وقت کے عظیم ولی حضرت ابراہیم ادہم تشریف

لائے ہیں لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے امام صاحب بہت شرمندہ ہوئے بار بار آپ سے معافیاں مانگتے رہے اور آپ بھی اس کو بار بار کہتے رہے آپ کا اس میں کیا قصور ہے آپ نے تو اپنا فرض ادا کیا۔ تذکرۃ الاولیا ص ۲۷۳

اللہ والوں کا اخلاق یہ ہوتا ہے: امام غزالی نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عثمان حیری ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کسی نے چھت سے آپ کے سر پر بہت سی خاک ڈال دی آپ اسے اپنے کپڑوں سے جھاڑتے جاتے اور زبان سے اللہ کا شکر ادا کرتے جاتے لوگوں نے حیرت سے پوچھا حضور آپ کے سر پر کسی نے خاک ڈال دی ہے اور آپ شکر ادا کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا جو شخص آگ میں ڈالے جانے کا مستحق ہو اگر اس پر صرف خاک ڈالنے پر اکتفا کر لیا جائے تو یہ شکر کا مقام نہیں تو کیا ہے۔ کیمیائے سعادت ص ۱۹۲

روایت میں ہے کہ کسی نے حضرت حسن بصری سے کہا فلاں شخص آپ کی بہت غیبت کرتا ہے تو آپ نے اسی وقت تازہ کھجوروں کا ٹوکرا منگوایا اور اسے غیبت کرنے والے کے پاس بطور تحفہ بھیج دیا اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری غیبت کر کے اپنی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں منتقل کروا دیں آپ کے اس احسان کا بدلہ تو میں نہیں چکا سکتا بس یہ حقیر سا تحفہ بھیج رہا ہوں اسے قبول فرما لیں۔ وہ شخص حضرت حسن بصری کے حسن اخلاق سے بہت متاثر اور شرمندہ ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے معافی مانگی۔ تذکرۃ الاولیاء ۳۵۴

ایذا دینے میں صرف ہاتھ اور پاؤں کا ذکر کیوں کیا گیا؟ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں حالانکہ ایذا جسم کے دیگر اعضاء سے بھی دی جا سکتی ہے تو ان دو اعضاء کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: چونکہ ایذا دینے میں ان دو اعضاء کا کردار زیادہ ہوتا ہے اور عموما یہی دو اعضاء ہی ایذا دینے میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ورنہ دیگر اعضا سے بھی ایذا دی جا سکتی ہے اور دیگر اعضا سے ایذا دینا بھی اتنا ہی جرم ہے جتنا ان دو اعضاء سے دینا جرم ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ دیگر اعضاء سے ایذا دینا جائز ہے۔

والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه: اس حدیث پاک میں ترک معاصی اور اللہ تعالی کی نافرمانی کو ترک کرنے والے کو مہاجر کہا گیا ہے یعنی اللہ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں آ جانا گناہوں کو چھوڑ کر نیکیوں کو اختیار کرنا نفس کی غلامی چھوڑ کر اپنے رب کی حقیقی غلامی اختیار کر لینا شیطانی طریقہ کو چھوڑ کر سرکار دو عالم ﷺ کی سنت کو اپنا لینا بھی ہجرت ہے اور یہ ہجرت ترک وطن کی ہجرت سے افضل و اعلی ہے اور یہی حقیقی ہجرت ہے اور ایسا مہاجر قابل تحسین ہے۔

افضل خصلت کی احادیث میں تعارض: اس حدیث پاک میں ہے اى المسلمين خير قال من سلم المسلمون من لسانه ويده

نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سا مسلمان بہتر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ دوسری حدیث میں ہے۔

اى الاسلام خير ؟ قال تطعم الطعام و تقرء السلام على من عرفت و من لم تعرف

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جس کو تم پہچانتے ہو یا جس کو تم نہیں پہچانتے۔

پہلی حدیث میں مسلمانوں کو ہاتھ اور پاؤں سے کسی کو تکلیف سے محفوظ رکھنے کو افضل خصلت بیان فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں کھانا کھلانے کو افضل خصلت بیان فرمایا ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض ہے لیکن ان میں اس طرح تطبیق قائم کی جاسکتی ہے۔

افضل خصلت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں مختلف قسم کے اور مختلف طبیعتوں کے لوگ حاضر ہوتے لہذا آپ ہر سائل کو اس کی طبیعت اور عادت کے مطابق جواب ارشاد فرماتے مثلاً اگر کوئی غصیلہ آدمی آپ سے کوئی سوال کرتا تو آپ اس کو فرماتے،، افضل مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں،، اور اگر کوئی کنجوس حاضر ہو کر سوال کرتا تو آپ اس کو فرماتے،، افضل اسلام یہ ہے کہ تم کھانا کھلاؤ،، اور اگر کوئی لاپرواہ حاضر ہو کر سوال کرتا تو آپ فرماتے،، سلام کرو جس کو تم پہچانتے ہو یا جس کو تم نہیں پہچانتے،،۔ لہذا ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

(حدیث:٦)

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ بخاری مسلم: ١٥۔١٦٩

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے والدین اس کی اولاد حتی کہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

غیر اختیاری چیز کسی پر کیسے لازم ہو سکتی ہے؟ اسلام میں حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا فرض ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے ماں باپ اولاد حتی کہ اپنی جان سے زیادہ محبت نہ کرے، تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے تو غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف کیسے ہو سکتا ہے یعنی غیر اختیاری چیز کسی پر لازم کیسے ہو سکتی ہے؟ اس سوال کی کا جواب سمجھنے کے لئے پہلے محبت کی تعریف اور اسکی اقسام ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

محبت کی تعریف اور اس کی اقسام: جب طبیعت کسی خوبصورت یا لذیذ چیز کی طرف مائل ہو تو اس کو محبت کہتے ہیں اور یہ میلان جب شدت اختیار کر لے تو اسے عشق کہتے ہیں۔

محبت کی اقسام: محبت کی تین قسمیں ہیں۔ ١۔ محبت طبعی ٢۔ محبت شہوانی ٣۔ محبت عقلی

١۔ محبت طبعی: یہ محبت غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ اولاد اور مال کی محبت۔

٢۔ محبت شہوانی: جیسے کہ بیوی سے محبت کہ اس میں بنیادی طور پر شہوت کا دخل ہوتا ہے۔

٣۔ محبت عقلی: یہ محبت اختیاری ہوتی ہے یعنی بندہ اس کو اپنی مرضی سے اختیار کرتا ہے محبت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے۔

محبت عقلی کی مثال: اس کی مثال وہ مریض ہے جو دوا سے محبت کرتا ہے تا کہ اسے صحت نصیب ہو مریض کی دوائی سے محبت اس وجہ سے نہیں کہ اس کی طبیعت دوائی کو پسند کرتی ہے بلکہ اس کی عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ دوائی سے محبت کرے اور اسے اختیار کرے چاہے دوائی جتنی بھی کڑوی ہو بلکہ بعض اوقات تو یہ محبت اتنی شدید اور گہری ہو جاتی ہے کہ محبت طبعی پر بھی غالب آجاتی ہے۔ اس مثال کے بعد اب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور نبی کریم ﷺ سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات اپنے ماں باپ مال و دولت عزیز و اقرباء کو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر قربان کر دے جیسا کہ جنگ بدر میں صدیق اکبر نے اپنے بیٹے اور حضرت ابو حذیفہ نے اپنے باپ کے خلاف تلوار نکال لی اور حضرت عمر نے اپنے ماموں کو قتل کر دیا اور جیسا کہ صحابہ کرام نے حضور کی خاطر اپنے وطن اپنا مال اپنے عزیز و اقرباء کو چھوڑ کر بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کر کے مدینہ آگئے جیسا کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر صدیق اکبر نے اپنا سارا مال حضور کے قدموں میں ڈال دیا۔

صحابہ کرام کی محبت کی چند جھلکیاں: حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں صحابہ کرام نے اپنے قریبی رشتہ داروں کا بھی لحاظ نہ کیا احادیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور کی محبت میں جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کر دیا حضرت ابو بکر نے حضور کی محبت میں جنگ بدر میں اپنے بیٹے کو تلوار نکال کر للکارا اور قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن آپ ﷺ نے روک دیا حضرت ابو عبیدہ نے حضور کی محبت میں جنگ احد میں اپنے باپ عبد اللہ بن جراح کو قتل کر دیا حضرت مصعب بن عمیر نے حضور کی محبت میں جنگ احد میں اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کر دیا۔ حضرت ابو بکر کے والد ابو قحافہ نے اسلام لانے سے پہلے حضور ﷺ کو گالی دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو اتنا زور سے تھپڑ مارا کہ وہ زمین پر گر گئے جب اس بات کا پتا حضور ﷺ کو ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر کو فرمایا اب ایسا نہ کرنا تو حضرت ابو بکر نے کہا خدا کی قسم اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ ایک نابینا صحابی نے اپنی لونڈی جس سے ان کے دو کمسن بچے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو انہوں نے اس کو حضور کی محبت میں قتل کر دیا حضرت عمیر بن امیہ کی ایک بہن تھی جو حضور ﷺ کو سب و شتم کرتی تھی انہوں نے حضور کی محبت میں اپنی اکلوتی بہن کو قتل کر دیا الغرض صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی محبت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور اپنے رشتہ داروں کے علاوہ اپنے وطن گھر بار اپنا جمع شدہ مال اپنے کاروبار اور تجارت چھوڑ کر حضور کی خاطر مدینہ چلے آئے۔

غرض یہ کہ محبت کی جو قسم بھی ہو اس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت سے مغلوب کر دو اور حضور کی محبت کو ہر محبت پر غالب کر دو۔ ہر انسان فطرتی طور پر جمال اور کمال ہر خصلت و خوبی سے محبت کرتا ہے لہذا اے لوگو اگر تم جمال سے محبت کرتے ہو تو حضور جیسا کوئی جمیل نہیں اور اگر کمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا کسی میں کمال نہیں اگر کسی محسن سے محبت کرتے ہو تو حضور جیسا کوئی محسن اعظم نہیں دنیا کی نعمت ہو یا آخرت کی نعمت ہر نعمت ان کے ذریعہ اور ان کے وسیلہ سے ملتی ہے تو ایسے منعم اور محسن سے ایسے حسین و جمیل اور صاحب کمال سے جتنی محبت کی جائے وہ کم ہے۔

صحابہ کی محبت کا عالم آنکھوں دیکھا حال: صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عروہ نے کنکھیوں سے نبی کو دیکھا اس نے کہا خدا کی قسم

رسول اللہ ﷺ جب بھی تھوکتے تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے لعاب کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا اور اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا اور جب آپ انہیں کسی چیز کا حکم دیتے تو اس پر عمل کرنے کے لئے سب جھپٹ پڑتے اور جب آپ وضو کرتے تو آپ کے جسم سے لگ کر گرنے والے پانی کو لینے کے لئے وہ ٹوٹ پڑتے اور یوں لگتا تھا اس پانی کو حاصل کرنے کے لئے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے جب آپ گفتگو کرتے تو وہ سب خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے جب عروہ اپنے ساتھیوں یعنی کفار مکہ کی طرف واپس لوٹا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے ہاں گیا ہوں خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح محمد کے صحابہ کو محمد کی تعظیم کرتے دیکھا ہے۔ صحیح بخاری

نماز میں حضور کی محبت غالب رہتی: حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دائیں اور بائیں سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا حتی کہ میں آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا۔ مسلم شریف

نماز میں اصل یہ ہے کہ قیام کے وقت سجدہ گاہ پر نظر ہو رکوع میں پیروں پر اور قعدہ میں اپنی گود پر لیکن صحابہ کرام جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کی نگاہیں صرف اور صرف آپ ہی کی طرف ہوتی تھیں کیونکہ نماز کے آداب اپنی جگہ پر لیکن سرکار دو عالم کے رخ زیبا کو دیکھنا وہ عبادت ہے کہ کائنات میں کسی عبادت کا یہ مرتبہ و مقام نہیں ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ سلام پھیرتے وقت ہم رسول اللہ کے رخ زیبا کی سفیدی دیکھتے تھے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ سرکار کے ایام علالت میں پیر کے دن حضرت ابو بکر نے نماز پڑھائی جب صحابہ صف باندھے کھڑے تھے ناگاہ رسول اللہ ﷺ حجرہ سے باہر نکلے آپ نے پردہ اٹھایا اور ہمیں دیکھنے لگے جس وقت آپ کھڑے تھے آپ کا چہرہ ورق قرآن کی طرح لگتا تھا پھر آپ مسکرائے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر ہم اس قدر خوش ہوئے کہ خدشہ تھا کہ ہم نماز توڑ ڈالیں گے۔ سوچئے آپ کا حجرہ قبلہ کی ایک جانب تھا اور صحابہ بجائے قبلہ کے آپ کی جانب دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کعبہ صرف ظاہری قبلہ ہے حقیقی قبلہ تو آپ ﷺ کی ذات ہے۔

محبت ایک ایسی چیز ہے جو قریب اور بعید کی قیدوں سے پاک اور آزاد ہے دیکھو کنعان حضرت نوح کا بیٹا نوح علیہ السلام کے پاس ہو کر بھی دور رہا اور بلقیس ہزاروں میل دور یمن میں رہتے ہوئے بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی ابو جہل مکہ میں رہ کر بھی حضور سے دور رہا اور اویس قرنی دور رہ کر بھی حضور ﷺ کے بہت قریب تھے۔

بزرگ دین فرماتے ہیں اپنے آپ کو بحر عشق محمد میں فنا کر لو اگر بقاء چاہتے ہو جب تک انسان پانی میں زندہ رہے ڈوبتا اور غوطے کھاتا رہتا ہے اور جب پانی میں فنا ہو جائے تو پانی اس کو ڈبوتا نہیں تیرا دیتا ہے بحر عشق محمد میں غرق ہونے والا ہمیشہ کے لئے تر جاتا ہے جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا حضور ﷺ کی محبت میں ڈوب جاؤ خدا کی قسم تر جاؤ گے۔

کچھ حاصل کرنا ہے تو تعلق پیدا کرو: دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہوگی فرمایا تو نے اس کی کیا تیاری کی اس نے عرض کی میں نے اس کی تیاری تو نہیں کی سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ مشکوٰۃ المصابیح

اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت فرماتے ہیں یہ صحابی بہت متقی پرہیزگار تھے مگر انہوں نے اپنے اعمال اور عبادات کو

قیامت کی تیاری قرار نہیں دیا کیونکہ یہ سب عبادات تو اللہ کی نعمتوں کا شکر ہیں بلکہ آخرت کی تیاری تو یہ ہے کہ مجھے اس بارات کے دولہا سے محبت ہے کیونکہ دلہا سے محبت اور اس سے تعلق بارات کے کھانے اور انعام کا مستحق بنا دیتے ہیں کیونکہ بارات کا کھانا صرف عمدہ لباس سے نہیں ملتا بلکہ دولہا کے تعلق سے ملتا ہے اگر رب سے کچھ لینا ہے تو حضور ﷺ سے تعلق پیدا کرو۔ مراۃ المناجیح

کیا گناہ گار محب مصطفی ہیں؟ علماء فرماتے ہیں کہ معصیت کو ترک کر دینا محبت مصطفی کے لئے لازم نہیں ہے اس کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ ایک شخص بار بار شراب پیتا تھا اور اس پر حد لگتی تھی بعض حاضرین نے اس پر لعنت کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع فرمایا اور فرمایا اس کو لعنت نہ کرو یہ شخص اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے۔

یاد رکھیں کہ اللہ و رسول سے کامل محبت کرنے والے تو وہی ہیں جو سرکار دو جہاں ﷺ کی معصیت اور نافرمانی نہ کریں اور یہی کامل محبت کا تقاضا ہے اور ایسے لوگوں کی محبت کامل ہوتی ہے لیکن جو گناہ گار مسلمان ہیں وہ بھی کسی درجہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے ہیں لیکن ان کی محبت ناقص ہوتی ہے باقی رہے ان کے گناہ اگر وہ کبائر ہیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی محبت مصطفی کے سبب ان کو توبہ کی توفیق دے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے یا اللہ رب العزت ان کی محبت کی وجہ سے ان کو اپنے فضل محض سے معاف فرما دے یا رسول اللہ سے محبت کی وجہ سے آپ ان کی شفاعت فرما دیں یا پھر دنیا میں ان پر جو بیماریاں اور مصائب آئے ہوں ان کو ان کے گناہوں کا کفارہ بنا دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا فضل بہت وسیع ہے۔

سارا عالم ان میں گم ہو جائے گا: روایت میں ہے کہ بچپن میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ بکریاں چرانے گئے کافی دیر تک گھر واپس نہ لوٹے حضرت حلیمہ سعدیہ بہت فکر مند ہوئیں کافی تلاش کے بعد آپ کی کوئی خبر نہ ملی اس دور کے ایک مشہور راہب کے پاس گئیں اور آپ ﷺ کی گمشدگی کے بارے میں ساری بات بیان کی راہب نے کچھ دیر مراقبہ کر کے سر اوپر اٹھایا اور بے ساختہ پکار اٹھا اے خوش بخت خاتون سارا عالم تو تیرے محمد میں گم ہو جائے گا لیکن تیرا محمد گم نہیں ہو سکتا، سچ کہا آج سارا عالم محبت مصطفی میں گم ہے۔ المولد النبی ص ۹۴

علامہ اقبال سے ایک فلسفی نے سوال کیا کہ آپ اپنے والدین کے عقیدے کی پیروی میں خدا کو ایک مانتے ہیں یا معاشرے اور ماحول سے متاثر ہو کر فرمایا ان میں سے کسی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے خدا کو وحدہ لاشریک مانتا ہوں کہ ایک ایسی ہستی نے یہ عقیدہ دیا ہے جس کے دشمن بھی اسے صادق و امین کہتے تھے اور جو اتنا سچا ہو اس کی بات مان لینا ہی انسانیت ہے

حضور ﷺ کی محبت کیسے حاصل ہو گی؟ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کیسے حاصل ہو اس کا طریقہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود ارشاد فرما دیا روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم اس وقت تک جنت کو نہیں پا سکتے جب تک تم اللہ سے محبت نہیں کرو گے اور تم اللہ سے محبت کرنے والے اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک تم مجھ سے محبت نہیں کرو گے اور تم مجھ سے اس وقت تک محبت کرنے والے نہیں ہو سکتے جب تک تم میری سنت پر عمل اور میری اتباع نہیں کرو گے۔ معلوم ہوا حضور نبی کریم ﷺ کی محبت آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے اور آپ کی اتباع کرنے پر موقوف ہے جو جتنا بڑا عامل سنت ہو گا وہ اتنا بڑا محب مصطفی ﷺ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محبت مصطفی ﷺ کی دولت سے مشرف فرمائے۔

(حدیث:۷)

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ (ص: 11) وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يكره أن يلقى فِي النَّار"

بخاری، مسلم: ۱۶۔ ۵۶۱

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا۔ ۱۔ یہ کہ اس کے نزدیک اللہ اور رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔ ۲۔ اور یہ کہ وہ جس شخص سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔ ۳۔ اور یہ کہ اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا ایسا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسندیدہ ہے۔

روحانی غذاؤں میں مزہ کیسے ہوتا ہے؟

وجد حلاوۃ الایمان: جیسے جسمانی غذاؤں میں مختلف لذتیں ہوتی ہیں ایسے ہی روحانی غذاؤں ایمان اعمال میں بھی مختلف مزے ہیں جیسے ان غذاؤں کی لذتیں وہی محسوس کرسکتا ہے جس کے حواس ظاہری درست ہوں ایسے ہی ان ایمانی غذاؤں کی لذتیں بھی وہی محسوس کرسکتا ہے جس کی روح درست ہو اور جیسے ظاہری حواس درست کرنے کی مختلف دوائیں ہیں ایسے ہی ان حواس کو درست کرنے والی روحانی دوائیں ہیں حدیث میں انہی دواؤں کا ذکر ہے جو ایمان کی حلاوت پالیتا ہے وہ بڑی بڑی مشقتیں خوشی سے جھیل لیتا ہے ٹھنڈے پانی سے وضو، سردی کی نمازیں، گرمیوں کے روزے، حج وعمرہ کی صعوبتیں، جہاد کے میدان، ہجرت میں گھر بار وطن اقارب کی جدائی، حالت افلاس میں پیٹ کے پتھر، کربلا کا خونی میدان، جوانوں کے لاشے، تپتے صحراؤں کی پیاس یہ سب اس حدیث کی زندہ جاوید مثالیں ہیں یہ ایمان کی لذت ہی ہے جو ہر مشکل کو آسان کردیتی ہے۔

اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما: حدیث پاک میں ہے جو کوئی اللہ کے لئے محبت وعداوت کرے اور اللہ کے لئے دے اور روکے اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔

اگرچہ مسلمان کا ہر کام اللہ ہی کے لئے چاہئے مگر یہ چار کام اکثر نفس کے لئے ہوتے ہیں اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا جب یہی کام اللہ کے لئے ہوگئے تو باقی اعمال سونا، جاگنا، بولنا اور چپ رہنا وغیرہ سب اللہ کے لئے ہوں گے دیکھا یہ گیا ہے کہ اللہ کے لئے دینے والے تھوڑے اور نام ونمود میں خرچ کرنے والے زیادہ ہیں، اللہ ہمیں پہلوں میں کردے۔

اللہ سے محبت کا مطلب اور سچی وجھوٹی محبت کی علامت: صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ اللہ سے صرف اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرنی چاہئے کیونکہ جب ہم رستم اور سہراب کی بہادری کے قصے سنتے ہیں تو ان کی بہادری کی وجہ سے ان سے محبت کرتے ہیں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے ان کے علم کی وجہ سے ان سے محبت کرتے ہیں حاتم کو اس کی سخاوت کی وجہ سے چاہا جاتا ہے حسینوں سے ان کے حسن کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے لیکن ان تمام صفات کمالیہ کا خالق اور اکمل الکاملین تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو جب ہم صفات کمالیہ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ ان صفات کمالیہ کی وجہ سے اس سے محبت کی جائے۔

جس کو اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتا ہے وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے دو درجے ہیں ایک فرض ہے یعنی اللہ کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ جن فرائض کا اس نے حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور حرام کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہا جائے اللہ تعالیٰ کی محبت میں کم از کم اتنا درجہ حاصل کرنا ضروری ہے اور جس کو یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو وہ اللہ کی محبت کے دعوی میں جھوٹا ہے کیونکہ جس شخص نے کسی حرام کام کو کیا یا کسی فرض یا واجب کو ترک کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت کم ہے اسی وجہ سے اس نے اپنے نفس کی خواہش اور اس کی محبت کو اللہ کی محبت پر ترجیح دی اگر اس کے دل میں اللہ کی کامل محبت ہوتی تو وہ اللہ کے فرائض کو ترک نہ کرتا اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں کا ارتکاب نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دوسرا درجہ مستحبات پر عمل کرنا اور مکروہات کو ترک کرنا ہے اور اللہ کی رضا پر راضی رہنا ہے اللہ کی محبت کا یہ کامل ترین درجہ ہے۔

اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کا مقام: روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسی کا تین ایسے آدمیوں کے پاس سے گزر ہوا جو بہت نحیف اور لاغر تھے اور ان کا رنگ متغیر ہوگیا تھا حضرت عیسی نے پوچھا تمہاری یہ حالت کیسے ہوگئی انہوں نے کہا جہنم کے خوف سے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر اس کے وعدے کی وجہ سے یہ حق ہے کہ وہ جہنم سے ڈرنے والے کو جہنم سے امان میں رکھے۔ پھر حضرت عیسی نے تین اور آدمیوں کو دیکھا جن کا حال ان سے بھی زیادہ پتلا تھا آپ نے پوچھا تمہارا یہ حال کیسے ہوا انہوں نے کہا جنت کے شوق کی وجہ سے حضرت عیسی نے فرمایا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ تم کو تمہاری امید کے مطابق عطا کرے آپ چل پڑے پھر آپ کا گزر تین ایسے شخصوں پر سے ہوا جو ان سب سے زیادہ دبلے اور پتلے تھے اور ان کے چہرے نورانی آئینوں کی مانند تھے حضرت عیسی نے پوچھا تم لوگ اس درجہ پر کیسے پہنچے انہوں نے کہا اللہ سے محبت کرنے کی وجہ سے حضرت عیسی نے فرمایا تم لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوگے۔ احیاء العلوم ص ۱۶۵ ج ۲

اللہ کے لئے محبت کا مطلب اور اللہ کے لئے محبت کا انعام: حضور ﷺ نے فرمایا بہترین عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص باورچی سے اس لئے محبت کرے کہ اس سے اچھا کھانا پکوا کر فقراء کو بانٹے تو یہ اللہ کے لئے محبت ہے اور اگر عالم دین سے اس لئے محبت کرے کہ اس سے علم دین سیکھ کر دنیا کمائے تو یہ دنیا کے لئے محبت ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں میری بزرگ ذات سے محبت کرنے والے آج میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا میرے سایہ کے علاوہ آج کسی کا سایہ نہیں ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص اپنے دوست سے ملنے کے لئے ایک دوسری بستی میں گیا اللہ تعالیٰ نے اس کی آزمائش کے لئے اس کے راستے میں ایک فرشتہ کو اس کے انتظار کے لئے بھیج دیا جب اس شخص کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے اس شخص نے کہا فلاں بستی میں میرا ایک دینی بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے فرشتے نے پوچھا کیا اس نے تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے جس کا شکریہ ادا کرنا مقصود ہے اس نے کہا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ کے لئے محبت ہے تب اس فرشتہ نے کہا میں تمہارے پاس اللہ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ عیون الاحکایات ص ۲۹۶

روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لئے آئے تو ابراہیم علیہ

السلام نے ان سے کہا کیا تم نے کہیں دیکھا ہے کہ ایک خلیل نے اپنی خلیل کی جان لے لی تب اللہ تعالی نے یہ وحی کی کہ کیا تم نے یہ دیکھا ہے کہ ایک خلیل اپنے خلیل سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہو تب ابراہیم علیہ السلام نے کہا ملک الموت اب میری روح کو قبض کرلو۔ کیمیائے سعادت

ومن یکرہ ان یعود فی الکفر: کفر میں لوٹ جانا ایسا برا جانے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

مطلب یہ کہ کفر سے طبعی طور پر ایسی نفرت ہو جائے جیسے خود کو آگ کے عذاب میں مبتلا ہونے سے نفرت ہے اسی طرح کفار سے بھی طبعی طور پر اسی طرح کی نفرت چاہئے کافروں کو دوست بنا کر انہیں اپنی آستین کا سانپ نہ بنالے بلکہ اس سے اس طرح بچے جیسے سانپ سے بچتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ سانپ تو صرف جان لیتا ہے جب کہ کافر ایمان لیتا ہے ایمان کا دشمن جان کے دشمن سے زیادہ خطرناک اور موذی ہے جان گئی تو صرف دنیا برباد ہوگی ایمان گیا تو آخرت برباد ہوگی دنیا کی قربانی دے دینا لیکن آخرت پر کوئی سودے بازی نہ کرنا جان سے زیادہ اس کی حفاظت کرنا۔

جان دے دی لیکن کفر میں لوٹنا قبول نہ کیا: اسد الغابۃ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل روم نے صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے کہا تم عیسائیت قبول کرلو ورنہ پیتل کی بنی ہوئی گائے میں ڈال کر جلا دوں گا حضرت عبد اللہ بن حذافہ نے کہا میں اسلام کے بعد عیسائیت قبول نہیں کروں گا بادشاہ نے گائے کا مجسمہ منگوا کر تیل سے بھر دیا گرم کر کے جب تیل کھولنے لگا تو اس نے ایک مسلمان قیدی کو اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا جس سے ان کا گوشت گل گیا اور ہڈیاں نکل آئیں اور وہ شہید ہو گئے بادشاہ نے دوبارہ کہا تم عیسائیت قبول کرلو ورنہ تمہیں اسی طرح پیتل کی بنی ہوئی گائے میں ڈال کر جلا دوں گا حضرت عبد اللہ بن حذافہ نے دوبارہ کہا میں اسلام کے بعد عیسائیت قبول نہیں کروں گا بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے کھولتے تیل میں ڈال دو حضرت عبد اللہ بن حذافہ رونے لگے بادشاہ نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا نادان تو یہ مت سمجھنا کہ میں کھولتے ہوئے تیل میں ڈالے جانے کی وجہ سے رو رہا ہوں بلکہ میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ میری ایک جان ہے اور مجھے اللہ کے نام پر اس تیل میں ڈالا جا رہا ہے کاش میرے پاس میرے جسم کے بالوں کے برابر جانیں ہوتیں اور ان سب کو رب کے نام پر اس کھولتے تیل میں ڈال دیا جاتا بادشاہ کو آپ پر بہت تعجب ہوا اور اس نے چاہا کہ ان کو کسی طرح چھوڑ دیا جائے بادشاہ نے کہا اچھا تم میرے سر کو بوسہ دے دو میں تمہیں چھوڑ دوں گا حضرت عبد اللہ بن حزافہ نے کہا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا بادشاہ نے کہا تم عیسائیت قبول کرلو میں اپنی بیٹی کی شادی اور آدھی سلطنت عطا کردوں گا آپ نے فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا اس نے دوبارہ کہا کہ تم میرے سر کو بوسہ دے دو میں تم کو بھی اور تمہارے اسی ۸۰ ساتھی بھی چھوڑ دوں گا تو آپ نے فرمایا ہاں اس شرط پر میں یہ کام کرسکتا ہوں آپ نے اس کے سر کو بوسہ دیا تو اس نے آپ کو اور آپ کے اسی ۸۰ ساتھیوں کو آزاد کر دیا جب آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور ان کے سر پر بوسہ دیا۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۴

هما سواهما: هما تثنیہ کی ضمیر کی احادیث میں تعارض: اس حدیث پاک میں اللہ و رسول دونوں کے لئے ایک ہی ضمیر ذکر کی گئی جس سے معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کے لئے ایک ہی ضمیر ذکر کرنا جائز ہے حالانکہ دوسری حدیث میں نبی کریم

ﷺ نے اللہ و رسول دونوں کے لئے ایک ہی ضمیر ذکر کرنے سے منع فرمایا جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے

حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اس طرح خطبہ پیش کیا جس نے اللہ و رسول کی کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم برے خطیب ہو بلکہ تم اس طرح کہو جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول کی نافرمانی کی۔ صحیح مسلم

لہذا ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض نظر آ رہا ہے۔

هما تثنیہ کی ضمیر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان متعارض احادیث کی تطبیق اس طرح قائم کی جا سکتی ہے کہ جس حدیث میں ایک ضمیر ذکر کرنے سے منع کیا گیا اس سے مراد برابری کا احتمال ہے یعنی اگر اللہ و رسول میں برابری والا احتمال موجود ہے تو وہاں اللہ و رسول کے لئے ایک ہی ضمیر ذکر نہ کی جائے اور اگر یہ احتمال نہ ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔

(حدیث:۸)

وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا.

مسلم: ۱۵۱

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوا۔

ذاق طعم الایمان: حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے ایمان کی مٹھاس کا ذکر فرمایا اس کی توضیح میں صوفیائے کرام فرماتے ہیں ایمان کا ذائقہ بھی ہے اور مٹھاس بھی ہے جس کو صرف دل سے محسوس کیا جا سکتا ہے، دل سے کیسے محسوس کیا جا سکتا ہے اس کو آپ اس طرح مثال سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔

۱۔ جیسا کہ کھانے، پینے کی چیزوں کا ذائقہ اور مٹھاس صرف زبان سے محسوس کی جاتی ہے اسی طرح ایمان کا ذائقہ اور مٹھاس دل سے محسوس کیا جاتا ہے۔

۲۔ جیسے کھانے پینے کی چیزیں بدن کی غذا اور اس کی قوت ہیں اسی طرح ایمان دل کی غذا اور اس کی قوت ہے۔

۳۔ جس طرح جسم کھانے پینے کی چیزوں کی لذت اور مٹھاس اس وقت پاتا ہے جب جسم صحیح اور تندرست ہو اور جب جسم بیمار ہو تو اس کو میٹھی چیزیں بھی کڑوی لگتی ہیں اسی طرح انسان کا دل بھی ایمان کی مٹھاس اس وقت پاتا ہے جب اس کا دل گناہ کی بیماریوں اور آفتوں سے محفوظ ہو اور جب اس کا دل گمراہی اور شہوت کے مرض میں مبتلاء ہو تو وہ ایمان کی مٹھاس نہیں پاتا بلکہ وہ حرام کاموں اور شہوت کے تقاضے پورے کرنے میں لذت پاتا ہے کیونکہ اگر اس کا ایمان کامل ہوتا تو وہ ایمان کی مٹھاس کو پاتا اور حرام کاموں کی مٹھاس سے مستغنی ہو جاتا۔

۴۔ جس طرح بیماری کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں میں لذت نہیں آتی اسی طرح حرام کاموں اور گناہوں کے ساتھ عبادت میں لذت نہیں آتی۔

مومن کو ایمان کی حلاوت کیسے محسوس ہوگی؟ ایمان کی حلاوت کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ کی عبادت میں مستقیم

ہو جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں مشغول ہو جاتا ہے اور جب وہ اللہ ورسول کی نافرمانی کو ترک کرنے میں پختہ ہو جاتا اور جب اس کا دل خوف خدا کا نگینہ اور محبت مصطفی کا خزینہ بن جاتا ہے تو اسے ایمان میں لذت محسوس ہوتی ہے اور پھر وہ دنیا کی محبت پر اللہ ورسول کی محبت کو ترجیح دیتا ہے گناہوں سے نفرت اور نیکی سے محبت اس کی فطرت بن جاتی ہے فرائض وواجبات کی ادائیگی کے لئے اس کا دل بے چین ہو جاتا ہے یہ سب کیفیات اس بات کی دلیل ہوتی ہیں کہ اس کا ایمان بہت قوی ہے اور پھر اسے ایمان کی حلاوت محسوس ہوتی ہے جس کو صرف وہی محسوس کر سکتا ہے۔ کیا ایمان میں کمی بیشی ہو سکتی ہے کیا عمل ایمان میں داخل ہیں؟

یاد رہے کہ نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی یعنی ایمان کی حقیقت میں نہ کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی جس نے توحید ورسالت کا اقرار کر لیا وہ ایمان والا ہے اسے آدھا یا پونا ایماندار نہیں کہا جائے گا ہاں اعمال کی وجہ سے صفت ایمان یعنی ایمان کی کوالٹی میں کمی بیشی ہو سکتی ہے جیسے ایک بندہ باعمل ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ کامل الایمان ہے اور اگر کوئی بے عمل ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ ناقص الایمان ہے لیکن نفس ایمان میں دونوں برابر ہیں یعنی دونوں ایمان والے ہیں۔ اسی طرح انسان کے اعمال بھی ایمان میں داخل نہیں ہیں یعنی اگر کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ ادا نہیں کرتا تو اس کو بے ایمان نہیں کہیں گے نہ ہی وہ اسلام سے خاج ہوگا وہ ایمان والا ہی ہے۔

من رضی باللہ ربا: مرقاۃ میں ہے کہ اللہ کی ربوبیت پر راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہر فیصلے اور اس کی قضا پر راضی رہے کیونکہ بیمار شخص ڈاکٹر کی ہر کڑوی دوا اور جسم کو چیر پھاڑ کرنے کے لئے ہر آپریشن سے راضی ہوتا ہے لہذا وہ اللہ رب العزت کے ہر فیصلے اس کی ہر قضا پر راضی برضا رہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن جب منادی ندا کرے گا کہ کون ہے جس کا اللہ پر قرض ہے تو مخلوق کہے گی ایسا کون ہے جس کا قرض اللہ پر ہو فرشتے کہیں گے وہ جسے دنیا میں ایسی مصیبت میں مبتلا کیا گیا جس سے اس کا دل غمگین ہوا آنکھوں سے آنسو بہے لیکن وہ ثواب کی امید پر اللہ کی رضا پر راضی رہا آج وہ کھڑا ہو جائے اور اللہ سے اپنا اجر لے لے صابر کھڑے ہو جائیں گے فرشتے ان کو عرش کے نیچے لے جائیں گے اور عرض کریں گے اے میرے رب عزوجل یہ تیرے صابر بندے ہیں جو تیری رضا پر راضی رہے پھر اللہ تعالی ان صابروں سے فرمائے گا اے میرے صابر بندو میں نے تمہیں آزمائش میں اس لئے نہیں ڈالا تھا کہ تم میرے نزدیک ادنی تھے بلکہ اس لئے کہ تمہیں اپنی بارگاہ میں بزرگی وعظمت دوں میں نے چاہا کہ تمہیں دنیا میں آزمائش میں ڈال کر تمہارے گناہوں کو مٹا دوں اور جن درجارت تک تم اپنے اعمال کے ذریعے نہیں پہنچ سکتے تھے مصیبت میں ڈال کر تمہیں وہ بلند درجات عطا کروں تم نے میری رضا کی خاطر صبر کیا اور مجھ سے حیا کی اور میرے فیصلے پر غصے کا اظہار نہیں کیا تو آج میں تمہارے لئے نہ میزان رکھوں گا اور نہ تمہارے اعمال ناموں کو کھولوں گا جاؤ آج میں نے تم کو بخش دیا ہے تم میری رضا پر راضی رہے آج میں تم سے راضی ہوں۔ بروز حشر اللہ تعالی اس عورت سے جس کا بچہ فوت ہو گیا تھا اس طرح ارشاد فرمائے گا اے میری بندی میں تیرے بچے کی موت کا فیصلہ لوح محفوظ پر کر چکا تھا اور جب میں نے اس کی روح قبض کی تو تیرے دل نے جزع فزع نہ کی اور نہ ہی تیرا دل تنگ ہوا تو سن آج میری رضا اور خوشنودی کی تجھے خوش خبری ہو اور تجھے اپنے بیٹے کے ساتھ ایسی زندگی والے گھر یعنی جنت میں اکٹھا کر دیا گیا جہاں نہ موت ہے اور نہ ہی غم وملال اور ایسا مقام کہ جہاں سے کبھی نکلنا نہیں جا اور اپنے بچے کے ساتھ داخل جنت ہو جا۔

وبالاسلام دینا: اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے تمام احکام خوش دلی کے ساتھ قبول کرے اور کسی بھی حکم میں حرف شکایت زبان پر نہ لے کر آئے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار گئے وہاں دیکھا کہ ایک نصرانی ایک زرہ فروخت کر رہا ہے حضرت علی نے اس زرہ کو پہچان لیا اور فرمایا یہ تو میری زرہ ہے آپ نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ کر دیا اور اس کو قاضی شریح کے پاس لے گئے اور قاضی سے کہا میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر و اور مجھے انصاف دو قاضی نے کہا امیر المومنین آپ کا دعوی کیا ہے حضرت علی نے کہا یہ میری زرہ ہے کافی دنوں سے یہ گم ہو چکی تھی قاضی نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ کے پاس گواہ ہیں لیکن حضرت علی گواہ پیش نہ کر سکے تو قاضی نے کہا اے امیر المومنین آپ کے پاس گواہ نہیں لہذا یہ زرہ آپ کو واپس نہیں مل سکتی کیونکہ اسلام کے حکم کے مطابق آپ پر گواہ پیش کرنا ضروری ہے قاضی نے نصرانی کے حق میں فیصلہ دے دیا حضرت علی نے خوش ہو کر کہا اے قاضی آپ نے اسلام کے مطابق اچھا فیصلہ کیا ہے اور میں اسلام کے اس فیصلہ پر راضی ہوں۔ یہ سب ماجرا دیکھ کر نصرانی اس قدر متاثر ہوا اور کہا کہ یہ وہ فیصلے ہیں جو انبیاء کرتے ہیں ایک امیر المومنین اپنی زرہ کے لئے قاضی کی عدالت میں جاتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا پھر کہا اے امیر المومنین یہ زرہ آپ کی ہے یہ آپ کے چتکبرے اونٹ پر سے گر پڑی تھی تو میں نے اس کو اٹھا لیا حضرت علی نے فرمایا اب جب تم مسلمان ہو چکے ہو تو میں یہ زرہ آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔

وبمحمد رسولا: محمد عربی ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت فرمانبرداری اور آپ کی سنت سے محبت کرے آپ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز آپ کی آل اولاد، آپ کے صحابہ اور آپ کے شہر مدینہ سے محبت کرے۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عروہ نے صحابہ کی نبی کریم ﷺ سے محبت وتعظیم کا عالم دیکھا تو اس نے کہا خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ جب بھی تھوکتے تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے لعاب کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا اور اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا اور جب آپ انہیں کسی چیز کا حکم دیتے تو اس پر عمل کرنے کے لئے سب جھپٹ پڑتے اور جب آپ وضو کرتے تو آپ کے جسم سے لگ کر گرنے والے پانی کو لینے کے لئے وہ ٹوٹ پڑتے اور یوں لگتا تھا اس پانی کو حاصل کرنے کے لئے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے جب آپ گفتگو کرتے تو وہ سب خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے جب عروہ اپنے ساتھیوں یعنی کفار مکہ کی طرف واپس لوٹا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں میں قیصر وکسری اور نجاشی کے ہاں گیا ہوں خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس بادشاہ کی اتنی تعظیم اور محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح محمد کے صحابہ کو محمد کی تعظیم اور محبت کرتے دیکھا ہے۔

(حدیث:۹)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يسمع بي أحد مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۔مسلم:۳۸۶

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اس امت میں سے کوئی یھودی یا نصرانی میرا نام سن لے پھر مجھ پر ایمان لائے بغیر مرجائے وہ جہنمی ہے۔

لا یسمع بی احد من ھذہ الامۃ یھودی ولا نصرانی:

اس حدیث میں کفار کا رد ہے: اس حدیث پاک میں یہودیوں اور نصرانیوں کے اس عقیدے کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالی کے برگزیدہ پیغمبر حضرت موسی اور حضرت عیسی کے ماننے والے ہیں اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں لہذا جنت کے صحیح حقدار اور اللہ تعالی کے پیارے ہم ہی ہیں لہذا ہمیں کیا ضرورت ہے کہ محمد عربی پر ایمان لائیں اور ان کے اسلام کو اپنا دین بنالیں تو سرکار دو عالم ﷺ نے ان کی اس خوش فہمی کا رد فرمادیا اور ان کی اس غلط فہمی کو اس طرح دور کر دیا کہ حقیقی فلاح و کامیابی اور جہنم سے نجات اور جنت کا حصول اسی صورت ممکن ہے۔ جب تم میرے لائے ہوئے دین کی اتباع کرو گے اور جب تک میری غلامی کا پٹا اپنے گلے میں نہیں ڈالو گے جنت کا حق تو بہت دور کی بات جنت کی خوشبو تک نہیں پاسکتے حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد اب سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہوچکیں اب تا حشر اگر سکہ چلے گا تو وہ محمد عربی ﷺ کا سکہ چلے گا محمدی مصطفی ﷺ کے طریقہ شریعت کو چھوڑ کر جو شخص اللہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے بارگاہ رب العزت تک پہنچنے کے سارے دروازے اس پر بند کر دئے جاتے ہیں لہذا اے یہود و نصاری آؤ دامن مصطفی ﷺ سے وابستہ ہو جاؤ جنت کے حقدار بن جاؤ گے۔

امت کی اقسام: حضور نبی کریم ﷺ کی امت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ امت دعوت ۲۔ امت اجابت

امت دعوت: اس سے مراد تمام انسان ہیں یعنی کافر مشرک یہودی عیسائی وغیرہ

امت اجابت: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے جیسے ہم مسلمان۔

اس حدیث پاک سے تین مسئلے معلوم ہوئے پہلا یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں لہذا ساری مخلوق پر آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ جس کو نبی کریم ﷺ کا پیغام نہیں پہنچا وہ معذور ہے لھذا اس کی نجات کے لئے عقیدہ توحید کافی اور ضروری ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین تک حضور ﷺ کا پیغام نہیں پہنچا لیکن وہ موحد تھے اس لئے معذور و مغفور ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ کچھ لوگ ابوین مصطفی ﷺ کے ایمان کے بارے میں تشویش میں مبتلا ہیں لہذا ہم یہاں آپ ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں گفتگو کرنا لازمی سمجھتے ہیں۔

قرآن پاک سے ایمان ابوین کا ثبوت:

پہلی دلیل: الذی یراك حین تقوم و تقلبك فی الساجدین ۔ سورہ شعرا۔۲۱۶

ترجمہ کنزالایمان: اللہ تعالی آپ کو اب حالت قیام میں بھی ملاحظہ فرماتا ہے اور اس وقت بھی ملاحظہ فرمارہا تھا جب آپ کا نور سجدہ کرنے والوں میں پشت با پشت منتقل ہو رہا تھا۔

تفسیر: اس آیت کریمہ کے تحت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام رازی نے اسرار التنزیل میں آیت کریمہ کے تحت رسول کریم ﷺ کے آباء و اجداد کے اسلام پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا نور ساجدین سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب میں تمام آباء و اجداد اور امہات مومن ہیں۔ التعظیم والمنۃ ص۵۰

دوسری دلیل: انما المشرکون نجس۔ پارہ۱۰ سورہ توبہ آیت ۲۸

ترجمہ کنزالایمان: بے شک مشرک نجس ہیں۔

تشریح: اس آیت کریمہ کی تفسیر خود نبی کریم ﷺ نے اپنی اس حدیث سے بیان فرمادی۔

لم یزل الله ینقلنی من اصلاب طیبة الی ارحام طاهرة صافیا مهذباً لا تتشعب شعبتان الا کنت فی خیرها ۔ دلائل النبوت ص۱۱

ترجمہ: اللہ تعالی مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں میں ان میں سے بہتر شاخ میں تھا۔

نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین اگر مشرک ہوتے تو پھر قرآن اور حدیث میں کیا تطبیق ہوگی سو ماننا پڑیگا کہ آپ ﷺ کے والدین موحد تھے مومن تھے مشرک نہیں تھے۔

احادیث سے والدین مصطفی ﷺ کے ایمان کا ثبوت: میں ہر زمانہ کے بہترین لوگوں میں منتقل ہوتا رہا:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منه ۔ صحیح بخاری ج۱ ص۵۰۳

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ہر زمانہ کے بہترین لوگوں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ جس زمانہ میں اب میں ہوں اس زمانے کے بھی بہترین لوگوں میں مجھے بھیجا گیا۔

حدیث ابوطالب سے ایمان کا ثبوت:

عن ابن عباس رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اهون اهل النار عذابا ابو طالب وهو منتعل بنعلین یغلی منهما دماغه ۔ صحیح مسلم کتاب الایمان

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

تشریح: اعلی حضرت فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

یہ حدیث حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کی دلیل ہے کیونکہ کفر کے باوجود ابو طالب کے عذاب میں کمی یا اس کے قرب نبی کی بنا پر یا اس کی پرورش اور خدمت کی بنا پر اگر حضور کے والدین العیاذ باللہ کافر ہوتے تو ابو طالب کی بنسبت عذاب میں کمی کے وہ زیادہ مستحق تھے کیونکہ چچا کی بنسبت والدین کا قرب زیادہ ہے اور اگر ابو طالب کے عذاب میں کمی پرورش اور خدمت کی وجہ سے ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہو سکتی ہے کیونکہ اولاد والدین کا جز اور حصہ ہوتی ہے اور کون سی خدمت حمل اور وضع حمل کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق والدین کے حق کے برابر ہو سکتا ہے جن کے حق کو اللہ رب العزت نے اپنے حق کے ساتھ شمار کر کے فرمایا ہے۔ پھر ابو طالب نے جہاں برسوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں رسول اللہ ﷺ بار بار کلمہ پڑھنے کا کہتے رہے لیکن اس نے کلمہ نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا جرم وہ کیا ہے جس کی مغفرت نہیں عمر بھر معجزات دیکھے حضور ﷺ کی سیرت اور تمام احوال کو تازہ بہ تازہ دیکھتا رہا پھر بھی حضور ﷺ کے اصرار کے باوجود ایمان نہیں لایا اس کے برخلاف والدین کریمین نے نہ زمانہ نبوت پایا نہ ان کو دعوت اسلام دی گئی نہ انہوں نے انکار کیا ثابت ہوا کہ ہر لحاظ سے انہیں کا پلہ بھاری ہے لہذا اگر العیاذ باللہ والدین کریمین کافر ہوتے اور قرب اور پرورش کی وجہ سے عذاب کم ہوتا تو سب سے کم عذاب والدین کریمین کو ہوتا حالانکہ یہ بات احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سب جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہو گا تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین مومن اور مسلمان تھے۔ شمول الاسلام ص ۶۰۸

میں پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا: لم یزل اللہ تعالی ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ والارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من ابوی۔ شفا شریف ج ۱ ص ۲۶۸

ترجمہ: اللہ تعالی مجھے ہمیشہ کریم پشتوں اور طاہر رحموں میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ میرے والدین سے مجھے پیدا فرمایا دوسری حدیث میں ہے۔

لم ازل انقل من الاصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات۔ شرح زرقانی ج ۱ ص ۱۷۰

ترجمہ: میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔

اللہ تعالی نے مجھے بہتر جماعت میں پیدا فرمایا: انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی ابن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاسبن نضر بن نزار۔ وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوین فلم یصبنی شئی من عھر الجاھلیۃ و خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی و امی و انا خیرکم نفسا و خیرکم ابا۔ دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۷۴۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی ابن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاسبن نضر بن نزار ہوں۔

اور کبھی بھی لوگ دو گروہ نہیں ہوئے مگر اللہ تعالی نے مجھے بہتر جماعت میں پیدا فرمایا اور میں اپنے والدین سے اس طرح پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہیں پہنچی اور میں آدم سے لیکر اپنے والدین تک خالص نکاح سے پیدا ہوا میں نفس کے اعتبار سے اور آباء کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں۔

میرے والدین بدی پر جمع نہیں ہوئے: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ کبھی بدکاری پر جمع نہیں ہوئے اللہ تعالی ہمیشہ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل فرماتا رہا جو صاف اور مہذب تھیں۔ دلائل النبوت ج ۱ ص ۱۵

والدہ ماجدہ کو زندہ کر کے کلمہ پڑھایا: امام قرطبی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مقام حجون پر بہت افسردگی اور غم کی حالت میں اترے اور جب تک آپ کے رب نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے پھر آپ وہاں سے بہت خوش خوش واپس لوٹے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مقام حجون میں افسردہ ہو کر اترے اور خوش خوش ہو کر لوٹے اس کی کیا وجہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے التجا کی تو اس نے میری ماں کو زندہ کر دیا وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ تعالی نے ان پر موت کو لوٹا دیا۔ الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۴

میں بہتر قبیلہ، بہتر گھر، بہتر شخص ہوں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قریش آپس میں بیٹھے ہوئے اپنے حسب ونسب کی باتیں کر رہے تھے اور انہوں نے آپ کی مثال اس طرح دی جیسے زمین کے گھورے یعنی گندگی ڈالنے کی جگہ میں کھجور کا درخت پیدا ہو گیا ہو تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے ان میں سب سے بہتر لوگوں میں اور سب سے بہتر گروہوں میں اور سب سے بہتر فرقوں میں رکھا پھر قبیلوں کا انتخاب کیا اور مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر گھروں کا انتخاب کیا اور مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا پس میں بطور شخص سب سے بہتر ہوں اور بطور گھر سب سے بہتر ہوں۔ جامع ترمذی ج ۵۔ ۳۶۲۷

میں بہتر قرن، بہتر طبقہ میں مبعوث ہوا: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے بنی آدم کے ہر قرن اور ہر طبقہ میں سب سے بہتر قرن اور بہتر طبقہ سے مبعوث کیا جاتا رہا حتی کہ جس قرن میں، میں اس وقت ہوں۔ صحیح بخاری ۳۵۵۷

تشریح: ان احادیث مبارکہ سے معلوم اور ثابت ہوا کہ بے شک حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کے سوا تمام امہات و آباء میں کوئی کافر نہیں تھا کیونکہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں قرار دیا جا سکتا اور حضور نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد اور امہات کے بارے میں احادیث میں تصریح ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ کے پسندیدہ ہیں اور آپ کے آباء کریم اور آپ کی مائیں طاہرات ہیں اور آپ ﷺ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام الانبیاء سید العالم ﷺ ایک کافر اور مشرک کے نطفہ اور ایک کافرہ و مشرکہ کے بطن سے پیدا ہوں یقینا کوئی ایماندار اس کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

ابوین مصطفی کے بارے فقہاء، مفسرین، محدثین کے نظریات:

امام جلال الدین سیوطی کا عقیدہ: الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین۔ سورہ شعرا۔ ۲۱۶

ترجمہ: اللہ تعالی آپ کو اب حالت قیام میں بھی ملاحظہ فرماتا ہے اور اس وقت بھی ملاحظہ فرما رہا تھا جب آپ کا نور سجدہ

کرنے والوں میں پشت با پشت منتقل ہورہا تھا۔

اس آیت کریمہ کے تحت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام رازی نے اسرار التنزیل میں آیت کریمہ کے تحت رسول کریم ﷺ کے آباء واجداد کے اسلام پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا نور ساجدین سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب میں تمام آباء و اجداد اور امہات مومن ہیں۔ التعظیم والمنۃ ص ۵۰

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ذھب جمع کثیر من الائمۃ الاعلام الی ان ابوی النبی ناجیان محکوم لھما بالنجاۃ فی الاخرۃ. کتاب الخمیس ج ا ص ۲۳۰

ترجمہ: ائمہ اعلام کی جماعت کثیر اس طرف گئے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین ناجی ہیں اور آخرت میں ان کی نجات کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

امام زرقانی کا عقیدہ: مذکورہ ائمہ کثیر کے موقف پر تبصرہ کرتے ہوئے امام زرقانی لکھتے ہیں۔

ھذا ما وقفنا علیه من نصوص علمائنا ولم نر لغیرھم ما یخالفه الا ما یشم من نفس ابن دحیه وقد تکفل برده القرطبی. شرح زرقانی علی المواهب الدنیہ ج ا ص ۱۸۶

ترجمہ: حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں،، ہمارے علما کرام کی یہی نصوص موجود ہیں جن پر میں واقف ہوا اور ان علماء کے علاوہ کسی سے مجھے اس کا خلاف نظر نہ آیا سوائے ابن دحیہ کے کلام سے اور امام قرطبی نے اس ابن دحیہ کا رد کر دیا ہے۔

علامہ قرطبی کا عقیدہ: امام قرطبی فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مقام حجون پر بہت افسردگی اور غم کی حالت میں اترے اور جب تک آپ کے رب نے چاہا آپ وہاں ٹھہرے پھر آپ وہاں سے بہت خوش خوش واپس لوٹے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مقام حجون میں افسردہ ہو کر اترے اور خوش خوش ہو کر لوٹے اس کی کیا وجہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے التجا کی تو اس نے میری ماں کو زندہ کر دیا وہ مجھ پر ایمان لائیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو لوٹا دیا۔ الناسخ والمنسوخ ص ۲۸۴

علامہ آلوسی کا عقیدہ: مذکورہ آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ساجدین کی تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی منقول ہے جس سے آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور جو شخص آپ ﷺ کے آباء کو کافر کہے میرے خیال میں وہ کافر ہے۔ روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۳۸

امام رازی کا عقیدہ: وتوکل علی العزیز الرحیم کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی لکھتے ہیں۔

اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا نور ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا، معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین ساجدوں میں سے تھے اور اللہ کا ساجد موحد و مسلم ہوتا ہے کافر ومشرک نہیں۔ مفاتیح الغیب ج ۲۴ ص ۱۴۹

ابن حجر مکی کا عقیدہ: ان ابا النبی ﷺ غیر الانبیاء وامهاته الی آدم و حواء لیس فیهم کافر لان الکافر لا

یقال فی حقه له مختار ولا کریم ولا طاھر بل نجس وقد صرحت الاحادیث بانھم مختارون وان الاباء کرام والامهات طاهرات. افضل القراء ا ص ۱۵۱

ترجمہ: بے شک حضور نبی کریم ﷺ انبیاء کے سوا تمام امہات و آباء میں کوئی کافر نہیں تھا کیونکہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں قرار دیا جا سکتا اور حضور نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد و امہات کے بارے میں احادیث میں تصریح ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ کے پسندیدہ ہیں اور آپ کے آباء کریم اور آپ کی مائیں طاہرات ہیں۔

امام سیوطی کا عقیدہ: مال الی ان اللہ تعالی احیاھما حتی آمنا به طائفة من الائمه و حفاظ الحدیث شرح: زرقانی علی المواهب الدنیہ ج ا ص ۱۶۸

ترجمہ: ائمہ کرام اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لے آئے۔

ابن حجر کا عقیدہ: ما احسن قول بعض المتوقفین فی ھذا المسئلة الحزر الحزر من ذکرھما بنقص فان ذلك قد یوذیه. افضل القری ج ا ص ۱۵۴

ترجمہ: کیا ہی خوب فرمایا بعض علماء نے جو اس مسئلے میں توقف کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کو عیب لگانے سے بچو اس سے سرکار دو عالم ﷺ کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ: متاخرین علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین بلکہ حضرت آدم تک آپ ﷺ کے تمام آباء و امہات کا ایمان ثابت کیا ہے اس اثبات کے لئے انہوں نے تین طریقے اختیار کئے ہیں ایک یہ کہ یہ سب حضرات دین ابراہیمی پر قائم تھے دوسرا یہ کہ ان کو دعوت اسلام نہیں پہنچی بلکہ یہ حضرات زمانہ فترت میں ہی انتقال کر گئے تھے ان کو حضور ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ ملا تیسرا طریقہ یہ کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا سے آپ کے دست اقدس پر دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ اشعۃ اللمعات ج ا ص ۷۱۸

اعتراضات کے جوابات:

اعتراض: حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا اور تمہارا دونوں کا باپ جہنمی ہے۔ اس میں تو حضور صراحت کے ساتھ اپنے والد کے جہنمی ہونے کا اقرار کر رہے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ آپ کے والدین مومن نہیں تھے۔

جواب: اس حدیث پاک میں حضور ﷺ کے باپ سے مراد آپ کے چچا ابو طالب ہیں کیونکہ عرب کا عام رواج تھا کہ وہ چچا کو بھی باپ کہتے تھے اور قرآن میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ چچا کو باپ کہا جاتا تھا حضور ﷺ چونکہ ایک طویل عرصہ حضرت ابو طالب کے ہاں پرورش پاتے رہے اس لئے آپ ﷺ انہیں اب یعنی باپ کہا کرتے تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اس حدیث سے حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کی نفی نہیں ہو سکتی۔

اعتراض: اگر حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین موحد اور مسلم تھے تو آپ نے ان کو زندہ کر کے کلمہ کیوں پڑھایا؟

جواب: شکر ہے آپ نے حضور ﷺ کے والدین کا ایمان تو تسلیم کر لیا اب اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ سرکار دو عالم

ﷺ نے اپنے والدین کریمین کو زندہ کر کے کلمہ اس لئے پڑھایا تا کہ آپ کے والدین کو حضور کا صحابی بننے اور حضور کا امتی ہونے کا شرف حاصل ہوجائے کیونکہ آپ ﷺ کے والدین دین ابراہیمی کے پیروکار تھے موحد تھے لیکن امت مصطفی میں سے نہیں تھے حضور ﷺ نے ان کو زندہ کر کے اپنا امتی ہونے کا شرف عطا فرما دیا۔

اعتراض: حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والدین کے لئے مغفرت کرنے سے روک دیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے والدین مومن نہیں تھے۔

جواب: اللہ رب العزت کے نزدیک چونکہ آپ ﷺ کے والدین موحد، مومن اور جنتی تھے اور مغفرت یافتہ تھے اس لئے آپ ﷺ کو دعائے مغفرت سے منع کیا گیا۔

(حدیث:۱۰)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَؤُهَا فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ بخاری مسلم:۲۸۷۹

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جنہیں دگنا اجر ملتا ہے وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد عربی ﷺ پر بھی ایمان لے آیا دوسرا وہ غلام جو اللہ کا بھی حق ادا کرے اور اپنے مولا کا بھی تیسرا وہ شخص جس کی کوئی لونڈی تھی جس سے اس نے جماع کیا اسے اچھا ادب سکھایا اور اچھی تعلیم دی پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا ان کے لئے دگنا اجر ہے

مذکورہ لوگوں کو دگنا اجر ملنے کی توجیح:

ثلاثة لهم اجران: اہل کتاب کو دگنا اجر ملنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو وہ اپنے نبی پر ایمان رکھتے تھے اس لئے ایک اجر ان کے اہل کتاب ہونے کا اور دوسرا وہ حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے حالانکہ یہ فیصلہ ان کے لئے انتہائی مشکل اور اس اعتبار سے تکلیف دہ تھا کہ ایک عرصہ سے وہ اپنے نبی کی شریعت اور اس کے دین کے پیروکار رہے اور اس کے نزدیک سابقہ دین بھی دین خدا تھا اور اپنے نبی اور دین سے ہر شخص کو فطرتی اور انتہا درجے کا قلبی لگاؤ ہوتا ہے لہذا اس کو چھوڑنا اور ہمیشہ کے لئے خیر آباد کر کے اپنی باگ ڈور دین اسلام کے حوالے کر دینا یہ بہت بڑے دل گردے کا کام تھا اس لئے اللہ تعالی کے نزدیک یہ دوسرے اجر کے بھی حقدار بن گئے لیکن یاد رہے کہ یہ دو اجر سرکار دو عالم ﷺ پر ایمان لانے پر موقوف ہیں اگر وہ اہل کتاب تو ہے لیکن اسلام قبول نہیں کیا تو پھر ایک بھی اجر نہیں۔

دوسرا وہ غلام کہ جو اللہ و رسول کی اطاعت بھی کرتا رہا فرائض و واجبات کا بھی عامل رہا اور ساتھ ساتھ اپنے آقاؤں کی خدمت بھی بجا لاتا رہا تو یہ بھی دگنے اجر کا مستحق ہے ایک حق اللہ کی بجا آوری کا اجر دوسرا اپنے مالک کی خدمت کا اجر غرض جو شخص جتنی آزمائشوں میں مبتلا رہے گا وہ اتنے ہی زیادہ اجر و ثواب کا حقدار ہوگا الغرض جتنی مصیبتیں زیادہ اتنے اجر زیادہ۔

تیسرا وہ شخص جو اپنی لونڈی کو اچھی تعلیم و تربیت دے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے یہ بھی دگنے اجر کا حقدار ہے

کیونکہ اس نے اللہ کی مخلوق پر دو طرح کے احسان کئے ایک تو لونڈی کو تعلیم و تربیت سے نوازا دوسرا اس کو محل حقارت سے نجات دلا کر اس سے نکاح کر لیا جو کہ ایک بہت بڑے پن کا ثبوت ہے لہذا اللہ تعالی نے اسے بھی دو اجر کا حقدار بنا دیا۔

کیا یہودیوں اور عیسائیوں کے پہلے اعمال ضائع چلے جائیں گے؟ علماو محدثین فرماتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد پہلے والا ایمان اور ان کے نیک اعمال ضائع نہیں جائیں گے بلکہ وہ سابقہ ایمان اور اس کے تحت کئے ہوئے نیک اعمال کا اجر و ثواب پائیں گے عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ پہلے اعمال کے علاوہ اسلام میں کئے ہوئے اعمال میں ہر ہر عمل پر ان کو دگنا اجر و ثواب حاصل ہوگا مثلا اگر کوئی دوسرا مسلمان نماز پڑھتا ہے یا روزہ رکھتا ہے یا کوئی بھی نیک عمل کرتا ہے تو اس کو دس نیکیاں ملیں گیں لیکن یہی عمل اگر یہ کریں گے تو بیس نیکیاں پائیں گے۔ اور یہی حکم مذکورہ غلام اور مالک کا ہے۔

اجر کی احادیث میں تعارض: حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندہ ایک نیکی کرتا ہے تو میں اس کے لئے دس سے سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں۔ جبکہ آیت کریمہ میں ہے

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسئية فلا يجزى الا مثلها.

جب بندہ ایک نیکی کرتا ہے تو اس کے لئے دس نیکیاں ہیں اور جو ایک گناہ کرے تو اس کے لئے ایک ہی ہے۔

ان دونوں یعنی آیت اور حدیث میں اجر کی مقدار میں تعارض ہے حدیث میں سات سو گنا اور آیت میں دس گنا اجر کا ذکر ہے۔

اجر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ بدنی عبادت میں دس گنا اجر ہے مالی عبادت میں سات سو گنا اور مصیبت و معصیت پر صبر کرنے کا اجر لامحدود ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اجر کی مختلف مقدار نیکیاں کرنے والے کی نیت اور اس کے خلوص کے اعتبار سے ہے جس آدمی کی نیکی میں جتنا خلوص ہوگا اس کو اجر بھی اتنا ہی ملے گا لہذا اب آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

(حدیث:۱۱)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وحسابهم على الله. إِلَّا أَنَّ مُسْلِمًا لَمْ يَذْكُرْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ بخاری مسلم:۲۵ ۱۲۹

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ جنگ کروں تا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں جب یہ کر لیں گے تو مجھ سے اپنے خون اور مال بچا لیں گے سوائے اسلامی حق کے اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

حدیث میں صرف نماز اور زکوۃ کا ذکر کیوں کیا؟ اس حدیث پاک میں سرکار دو عالم ﷺ نے صرف نماز اور زکوۃ کا

ذکر کیا روزہ، حج اور جہاد وغیرہ کا ذکر نہیں کیا اس کی فقہاء نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ اس وقت یہ چیزیں فرض نہیں ہوئیں تھیں یا دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں فرض تو تھیں لیکن اس وقت نماز اور زکوۃ ایمان اور اسلام کی علامات بن چکی تھیں اس لئے خاص طور پر انہی کا ذکر کیا۔

احادیث میں تارک نماز کو قتل کرنے کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا

امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلاۃ

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ قتال کروں تا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں۔

اس حدیث میں تارک نماز کے قتل کا حکم بیان ہو رہا ہے جبکہ دوسری حدیث میں ہے۔

حضرت امامہ بن سہل سے روایت ہے کہ ہم امیر المومنین حضرت عثمان کے ساتھ تھے جب وہ اپنے گھر میں محصور تھے انہوں نے کہا یہ محاصرہ کرنے والے مجھے قتل کی دھمکیاں دے رہے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلم کا خون تین وجوہات کے سوا بہانہ حلال نہیں ہے پہلا وہ جو اسلام کے بعد کفر اختیار کر لے، دوسرا شادی شدہ زانی، تیسرا وہ شخص جو ناحق کسی کو قتل کر دے۔ سنن ابی داود ۴۵۰۲ سنن ترمذی ۲۱۵۸

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تارک نماز واجب القتل نہیں ہے لہذا احادیث میں تعارض واضح ہے۔

احادیث میں تارک نماز کو قتل کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: حدیث مذکورہ میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس حدیث میں تارک نماز اور زکوۃ سے قتال کا حکم دیا گیا اس میں لفظ قتال ذکر ہوا اور قتال کا مطلب ہے ایک دوسرے کو قتل کرنا ایک دوسرے سے جنگ کرنا یعنی قتل اور جنگ کا فعل دونوں طرف سے پایا جائے اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ تارک نماز اور تارک زکوۃ سے جبراً عمل کروایا جائے اور اگر وہ قتال کرے اور جنگ کرے تو اس سے تب جنگ کی جائے گی اور اس وقت قتال کرنا درست ہوگا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ وہ نماز نہ پڑھے اور زکوۃ نہ دے تو اس کو قتل کر دو جیسا کہ شوافع اور مالکیوں کا مذہب ہے اسی سے حنفیوں کا مذہب بھی واضح ہو گیا جن کے نزدیک بے نمازی واجب القتل نہیں اور ان کی طرف سے یہ تطبیق جواب بھی ہو گئی۔

بے نمازی کا حشر کفار کے ساتھ کیوں؟ مذکورہ حدیث میں ترک نماز کی مذمت کی گئی اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقعہ پر ترک نماز کے بارے میں گفتگو کی جائے فرمایا جو نماز پر پابندی کرے گا نماز اس کے لئے قیامت کے دن روشن دلیل اور نجات ہو جائے گی جو پابندی نہیں کرے گا اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان، ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

نمازی کی سجدہ گاہ تیز بیٹری کی طرح چمکے گی اس لئے نماز پل صراط اور قبر میں روشنی بن جائے گی اور نماز اس کے عارف باللہ ہونے کی دلیل بن جائے گی جبکہ بے نمازی کو کفار کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جیسے کسی شریف آدمی کو ذلیل کے ساتھ بٹھا دینا اس کی ذلت ہے ایسے ہی بے نمازی کو حشر میں بدترین کافروں کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا اس کی ذلت کی وجہ سے۔ بے نمازی اگرچہ مسلمان ہے لیکن کام کافروں کے سے کرتا تھا اس لئے اس کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا اور اس کے

برعکس نمازی، نبیوں، ولیوں اور شہداء کے سے کام کرتا تھا اس لئے اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اس لئے کہتے ہیں کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے اور بروں کی نقل بھی بری۔

بدترین چور کون ہے؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے لوگ بولے یا رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں چوری کیسے کرے گا فرمایا کہ رکوع و سجود پورا نہ کرے گا۔

یعنی مال کے چور سے نماز کا چور بدتر ہے کیونکہ مال کا چور اگر سزا پاتا ہے تو کچھ نفع بھی اٹھا لیتا ہے مگر نماز کا چور پوری سزا پائے گا نفع کچھ حاصل نہیں کرتا نیز مال کا چور بندے کا حق مارتا ہے نماز کا چور اللہ کا حق نیز مال کا چور یہاں سزا پا کر عذاب آخرت سے بچ جاتا ہے مگر نماز کے چور میں یہ بات نہیں نیز بعض صورتوں میں مال کے چور کو مالک معاف کر سکتا ہے لیکن نماز کے چور کی معافی کی کوئی صورت نہیں خیال کرو جب نماز ناقص پڑھنے والوں کا یہ حال ہے تو جو سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے ان کا کیا حال۔ سارے احکام الہیہ میں نماز سب سے افضل ہے کیوں نہ ہو کہ یہ تلاوت قرآن تسبیحوں تکبیروں وغیرہ کا مجموعہ ہے۔

شریعت میں ظاہر پر حکم لگایا جاتا ہے باطن پر نہیں: الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ۔

سوائے اسلامی حق کے اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اسلام میں حکم کا دارومدار ظاہر پر ہوتا ہے باطن کی تلاش نہیں کی جاتی یعنی اگر کسی شخص کا جرم دلائل شریعہ سے ثابت اور واضح ہو گیا تو اس کو اس کی سزا دی جائے گی اور اگر کسی شخص کا جرم دلائل شریعہ سے ثابت اور واضح نہ ہو تو اس کو اس کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے کیونکہ شریعت ظاہر کو دیکھتی ہے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

مثال اول: شیطان نے جب تک اپنی نافرمانی کا اظہار نہیں کیا تو اس وقت تک جنت میں رہا حالانکہ اللہ تعالی اپنے علم سے جانتا تھا کہ اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کرنا ہے اس کے باوجود اللہ تعالی نے اسے جنت میں رہنے دیا لیکن جب اس کا انکار اور اس کی نافرمانی ظاہر ہو گئی تو اس وقت اللہ تعالی نے اس کے ظاہر کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا کہ تو جنت سے نکل جا تو راندہ درگاہ ہو چکا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں ظاہر کے مطابق حکم دیا جاتا ہے باطن کو نہیں دیکھا جاتا۔

مثال دوم: ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ مال تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھی اور رخسار ابھرے ہوئے تھے پیشانی اٹھی ہوئی داڑھی گھنی اور سر منڈا ہوا تھا وہ کھڑا ہو گیا کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کا خوف کریں آپ ﷺ نے فرمایا تم پر افسوس ہے کیا روئے زمین پر مجھ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا کوئی مستحق ہو سکتا ہے وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا حضرت خالد بن ولید نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کی گردن نہ اڑا دوں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ہو سکتا ہے یہ شخص نماز پڑھتا ہو حضرت خالد بن ولید نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کتنے نماز پڑھنے والے ہیں جن کا دل وہ نہیں جو ان کا ظاہر ہے یعنی ان کے ظاہر میں کچھ اور ہوتا ہے باطن میں کچھ اور تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے نہ تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے دل چیر کر دیکھوں نہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کے پیٹ چاک کر کے دیکھوں۔ مشکوۃ المصابیح

مطلب یہ کہ میں ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں باطن کو نہیں کھنگالتا۔

گناہ کبیرہ کرنے والا بغیر عذاب کے نجات پائے گا یا نہیں؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص صحیح العقیدہ توحید و رسالت پر یعنی ایمان کی سلامتی پر فوت ہوا وہ ہر حال میں داخل جنت ہوگا اس کے جنت میں داخلے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوں گی۔

۱۔ اگر گناہوں سے معصوم تھا جیسے نابالغ بچہ یا پیدائشی مجنوں جو جنوں میں ہی فوت ہو گیا یا وہ شخص جس نے اللہ کی توفیق سے کبھی گناہ کیا ہی نہیں یا وہ شخص جس نے گناہ تو کیا لیکن بعد میں توبہ کر لی اور بعد توبہ کوئی گناہ نہیں کیا اور اس کی موت ہو گئی یہ لوگ ابتداء ہی سے داخل جنت ہوں گے جہنم میں بالکل نہیں جائیں گے۔

۲۔ گناہوں سے معصوم نہیں تھا یعنی گناہ کبیرہ کرتا رہا اور بغیر توبہ کئے ایمان کی سلامتی پر فوت ہو گیا تو اب اس کا معاملہ اللہ کی مشیت پر ہے، اگر اللہ تعالی چاہے تو اس پر فضل کرتے ہوئے اسے ابتدا ہی سے داخل جنت کر دے اور جہنم سے فوری نجات عطا فرما دے اور اگر چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی مقدار اسے عذاب دے اور پھر سزا پوری ہونے پر داخل جنت کر دے الغرض جو شخص بھی ایمان اور اسلام پر فوت ہوا وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ یاد رہے کہ کفار دائمی جہنمی ہیں وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جائیں گے معاذ اللہ۔

(حدیث:۱۲)

وَعَن أنسٍ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللهَ فِي ذمَّته	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا ہمارا ذبیحہ کھایا تو یہ شخص وہ مسلمان ہے کہ جس پر اللہ و رسول کی ذمہ داری ہے لہذا تم اللہ کا ذمہ مت توڑو۔

بخاری:۳۹۱

من صلی صلاتنا: اس حدیث میں نماز کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے لہذا نماز کے فضائل اور ترک نماز پر گفتگو کرنا ضروری ہے۔ ایک حدیث پاک میں نماز کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا

عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ ارایتم لو ان نهرا بباب احد کم یغتسل فیه کل یوم خمسا هل یبقی من درنه شئی قالوا لا یبقی من درنه شئی قال فذلك مثل الصلوات الخمس یمحو الله بهن الخطایا صحیح بخاری ج ا ص ۲۱۷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بتاؤ اگر کسی کے دروازہ پر نہر ہو کہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ نہائے تو کیا کچھ میل رہے گا عرض کیا بالکل نہیں فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ ان کی برکت سے اللہ گناہ مٹاتا ہے۔

نماز کو نہر سے تشبیہ کیوں دی؟ حضور ﷺ نے نماز پنج گانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنویں سے دو وجہ سے ایک یہ کہ اگر کنویں میں گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے قابل نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر

طرح پاک کر دیتا ہے یونہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے چاہے کیسے ہی گناہوں کا گندا ہو دوسرے یہ کہ کنویں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دور بھی نہیں جانا پڑتا یاد رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز دل کے میل کے لئے پانی۔

ساری عبادتیں فرش پر نماز عرش پر ملی: اسلام میں سب اعمال سے پہلے نماز فرض ہوئی نیز ساری عبادتیں اللہ نے فرش پر بھیجیں مگر نماز اپنے محبوب کو عرش پر بلا کر دی اس لئے کلمہ شہادت کے بعد سب سے بڑی عبادت نماز ہے جو نماز سیدھی کر کے پڑھے تو نماز اسے بھی سیدھا کر دیتی ہے۔ جس نے اپنی نماز درست کر لی اس نے اپنے سارے اعمال درست کر لئے نیز نماز بہت ساری عبادتوں کا مجموعہ ہے اور سارے گناہوں سے بچانے والی ہے کہ بحالت نماز جھوٹ غیبت چغلی وغیرہ کچھ نہیں ہو سکتی۔

فرمایا جو نماز پر پابندی کرے گا نماز اس کے لئے قیامت کے دن روشن دلیل اور نجات ہو جائے گی جو پابندی نہیں کرے گا اس کا حشر قارون فرعون ہامان ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

نمازی کی سجدہ گاہ تیز بیٹری کی طرح چمکے گی اس لئے نماز پل صراط اور قبر میں روشنی بن جائے گی اور نماز اس کے عارف باللہ ہونے کی دلیل بن جائے گی جبکہ بے نمازی کو کفار کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جیسے کسی شریف آدمی کو ذلیل کے ساتھ بٹھا دینا اس کی ذلت ہے ایسے ہی بے نمازی کو حشر میں بدترین کافروں کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا اس کی ذلت کی وجہ سے۔ بے نمازی اگرچہ مسلمان ہے لیکن کام کافروں کے سے کرتا تھا اس لئے اس کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا نمازی نبیوں، ولیوں اور شہداء کے سے کام کرتا تھا اس لئے اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اس لئے کہتے ہیں کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے اور بروں کی نقل بھی بری۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے لوگ بولے یا رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں چوری کیسے کرے گا فرمایا کہ رکوع و سجود پورا نہ کرے گا۔

یعنی مال کے چور سے نماز کا چور بدتر ہے کیونکہ مال کا چور اگر سزا پاتا ہے تو کچھ نفع بھی اٹھا لیتا ہے مگر نماز کا چور پوری سزا پائے گا نفع کچھ حاصل نہیں کرتا نیز مال کا چور بندے کا حق مارتا ہے نماز کا چور اللہ کا حق نیز مال کا چور یہاں سزا پا کر عذاب آخرت سے بچ جاتا ہے مگر نماز کے چور میں یہ بات نہیں نیز بعض صورتوں میں مال کے چور کو مالک معاف کر سکتا ہے لیکن نماز کے چور کی معافی کی کوئی صورت نہیں خیال کرو جب نماز ناقص پڑھنے والوں کا یہ حال ہے تو جو سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے ان کا کیا حال۔ سارے احکام الٰہیہ میں نماز سب سے افضل ہے کیوں نہ ہو کہ یہ تلاوت قرآن تسبیحوں تکبیروں وغیرہ کا مجموعہ ہے۔

احکام کی مختلف احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث اور سابقہ احادیث میں چند مقامات پر تعارض کا شبہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہوا،، من قال لا اله الا الله دخل الجنة،، جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ داخل جنت ہوگا دوسری حدیث میں فرمایا،، من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلک المسلم،، جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا ہمارا ذبیحہ کھایا تو یہ شخص وہ مسلمان ہے تیسری جگہ ارشاد فرمایا: لا یومن احد کم حتی

اکون احب الیہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تم میں اس کو سب سے محبوب نہ ہو جاؤں۔ ان احادیث میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے۔

احکام کی مختلف احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ مومنین کی علامات مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں لہذا مومنین کے مختلف قلبی احوال کی وجہ سے ان کی طبیعت کے مطابق احکام بھی مختلف بیان فرمائے جہاں عقیدہ توحید میں کوئی خامی ملاحظہ فرمائی یا اس زمانے میں صرف کلمہ پڑھنا اسلام کی علامت سمجھا جاتا تھا تو فرمادیا من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ داخل جنت ہوگا۔ اور جب دوسرے احکام کی فرضیت متوجہ ہوئی یا عمل میں کوئی خامی ملاحظہ کی تو ان کی اہمیت اور فرضیت کو اجاگر کرنے کے لئے فرمایا دیا من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا ہمارا ذبیحہ کھایا تو یہ شخص مسلمان ہے۔ پھر ان احکام پر جب عمل میں پختگی پیدا ہوگئی تو اس وقت کچھ نماز پڑھنے والے اور قبلہ کی طرف منہ کرنے والے لیکن رسول کریم ﷺ کی محبت سے عاری اور عشق مصطفی ﷺ سے خالی دل رکھنے والے منافقین کی صورت میں پیدا ہوگئے تب رسول ﷺ کی محبت اور عشق کو ایمان اور اسلام کی علامت بنا دیا گیا تو فرمایا لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تم میں اس کو سب سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

(حدیث: ۱۳)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَى أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ (ص: 12) وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ. قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ. فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا- بخاری، مسلم: ۱۳۹۷۔۱۰۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی یعنی دیہاتی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسے کام کی ہدایت فرمائیں کہ جب میں وہ کروں تو داخل جنت ہو جاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ فرض نماز ادا کرو اور فرض زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اس نے عرض کی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس میں نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ ان کے جانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔

والذی نفسی بیدہ لا ازید علی ھذا شیئا: یہ ہے محبت مصطفی اور اطاعت مصطفی کہ جو ارشاد فرمادیا سر تسلیم خم کر دیا کوئی چوں چراں نہیں کوئی بحث نہیں کوئی شکوہ اور حرف شکایت نہیں جو حبیب نے کہہ دیا اس کو کر گزرنے کی قسم کھالی ایک ادنی سی چیز کی بھی زیادتی نہیں کروں گا کہ کہیں حکم مصطفی ﷺ سے تجاوز نہ ہو جائے اور ذرہ برابر بھی کمی نہیں کروں گا کہیں حکم مصطفی ﷺ کی تعمیل میں کمی نہ ہو جائے۔ فرمایا جو حضور کی اطاعت کرے وہ اللہ کا مطیع ہے اور جس نے حضور کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ فقط اللہ کی اطاعت کرنے والا حضور کا مطیع نہیں ہوسکتا بلکہ حقیقتا خدا کا بھی مطیع نہیں ہے مگر حضور

کی اطاعت کرنے والا اللہ کا بھی مطیع ہے۔ شیطان اللہ کا مطیع تو تھا لیکن جب نبی کی نبوت کا انکار کیا تو خدا کا مطیع بھی نہ رہا۔ یعنی کفر و ایمان، کافر و مومن میں فرق صرف حضور ﷺ کی ذات سے ہے کہ ان ہی کا ماننے والا مومن ہے ان کا منکر کافر۔

امت مسلمہ حضور کی وجہ سے ایک قوم ہے: یادرکھیں توحید، جنت دوزخ کا اعتقاد فرشتوں کو مان لینا ایمان نہیں کیونکہ شیطان ان سب کو مانتا تھا مگر نبی کا انکار کر کے کافر ہوا اسی طرح قومی برادری کا ایک یا الگ ہونا حضور کے دم سے ہے حضور کا ماننے والا ہمارا ہم قوم ہے بھائی ہے ہماری برادری ہے اگرچہ کسی ملک کسی صوبے یا کسی شہر کا ہو حضور کا منکر نہ ہماری قوم نہ ہماری برادری نہ ہم وطن ہے اگرچہ رشتہ میں سگا بھائی ہو اگر وہ حضور کا نہیں تو ہمارا بھی نہیں جس کا رشتہ حضور ﷺ سے ٹوٹا اس کا رشتہ خلقت سے بھی ٹوٹا اور خالق سے بھی۔

اپنی تجویز کردہ عبادت سے کوئی جنتی نہیں ہوسکتا: بارہا ایسا ہوا کہ برسوں کا کافر ایمان قبول کرتے ہی حضور کا کلمہ پڑھتے ہی مر گیا جنتی ہوا حالانکہ اس کے پاس عبادت کی دولت نہیں نماز، روزہ حج کچھ بھی نہیں مگر ایسی مثال نہ ملے گی کہ حضور ﷺ کا انکار کر کے بقیہ عبادتیں کر کے کوئی جنتی ہو گیا ہو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی شخص اپنی دانائی یا اپنی تجویز کردہ عقلی عبادتوں کے ذریعے دوزخ سے نہیں بچ سکتا جب تک حضور کی ہدایت کو قبول نہ کرے ورنہ ہندو سادھو اور عیسائی راہب ترک دنیا کر کے عمر بھر عبادتیں کرتے ہیں مگر دوزخی ہیں۔

روایت میں ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار سرکار دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ بوعلی سینا بہت بڑا عالم اور فلسفی ہے تو اللہ کی بارگاہ میں اس کا کیا مقام ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے میرے طریقہ شریعت اور میری اطاعت کو چھوڑ کر اپنی عقل کے ذریعے اللہ تک پہنچنے کی کوشش کی تو میں نے اللہ تک پہنچنے کے سارے دروازے اس پر بند کر دئے ہیں۔ یادرہے کہ اگرچہ قرآن تو کامل ہے مگر انسان کا پانا ناقص قرآن میں سب کچھ ہے مگر ملے گا اسے جسے حضور ﷺ نکال کر دیں گے ہر شخص سمندر سے موتی حاصل نہیں کرسکتا موتی نکلتے سمندر سے ہیں مگر ملتے جوہری کی دکان سے ہیں۔ از علامہ جلال الدین امجدی

سوال: اس حدیث پاک میں بھی وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صرف نماز روزہ اور روزے، کا حکم دیا حالانکہ ان کے علاوہ بھی کئی چیزیں اسلام میں فرض کی گئی ہیں جیسے حج، جہاد، قربانی، عیدین وغیرہ۔

جواب: اس کا جواب بھی سابق میں گذر گیا کہ جن چیزوں کا ذکر نہیں کیا وہ ابھی فرض نہیں ہوئی تھیں اور جن کی فرضیت متوجہ ہو چکی تھی وہ صرف یہی تین عبادات تھیں جن کا حدیث میں ذکر ہوا۔

ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ: جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے اس کو دیکھ لے اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ رب العزت کی عطا سے ہر شخص کے جنتی اور جہنمی ہونے کو جانتے ہیں بعض لوگ آپ ﷺ کے علم میں طعن و تشنیع کرتے ہیں لہذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں علم غیب مصطفی ﷺ پر گفتگو کی جائے۔

جنت میں داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا عمل سے نہیں: یادرہے کہ جنت میں داخلہ انسان کے عمل کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے گا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ آپ کو بھی نہیں

فرمایا مجھے بھی نہیں سوائے اس کے کہ جس پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہو۔ مسلم شریف ۲۸۱۶

فضل کو چھوڑ کر فقط عمل پر تکیہ کرنے والے کا انجام: روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیکوکار تین سو سال تک اللہ کی عبادت میں مصروف رہا مرنے کے بعد جب اس کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو اللہ تعالی نے فرمایا اے میرے بندے کیا تو جانتا ہے کہ ہم نے تیری مغفرت کر دی ہے تو اس نے کہا الہی میں ساری زندگی تیری عبادت کرتا رہا نیک اعمال اختیار کئے لہذا میں جنت کا مستحق ہوں اللہ تعالی نے فرمایا فرشتو اس کو پیدل جنت کی طرف لے جاؤ جب وہ پیدل چلا تو کافی دیر چلنے کی وجہ سے اس کو سخت پیاس لگی وہ شدت پیاس کی وجہ سے پکارنے لگا مجھے پانی پلاؤ فرشتوں نہ کہا پانی مفت میں نہیں مل سکتا ایک سال کی عبادت ہمیں دے دو ایک گھونٹ پانی ملے گا اس نے پانی کے بدلے اپنی ایک سو سال کی عبادت دے دی پھر کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اسے پھر پیاس لگی اس نے پھر پانی مانگا فرشتوں نے اس سے دوسرے سال کی عبادت کا مطالبہ کیا اس نے پانی کے بدلے دوسرے سال کی عبادت بھی دے دی پانی پی کر جب آگے چلے تو پھر پیاس کی شدت اس کو تڑپانے لگی آخر ساری عبادت دے کر پانی ملا جب چوتھی بار پانی مانگا تو اس کے پاس دینے کو عبادت ختم ہو چکی تھی تو اس نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی الہی واقعی جنت تیرے فضل سے ملتی میں اپنی غلطی پر نادم ہوں مجھے معاف فرمادے تو اللہ تعالی نے اسے معاف فرمادیا۔ رسائل قشیریہ ص ۱۶۵

جنت میں داخلے کے اسباب کی آیت اور حدیث میں تعارض: جنت میں داخلے کے اسباب میں آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ میں مختلف سبب بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا **وتلك الجنة التی اورثتموھا بما کنتم تعملون**۔ سورہ زخرف ۷۲

یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو وارث بنایا گیا ہے ان اعمال کے سبب جو تم نے کئے تھے۔ اس آیت میں اعمال کو دخول جنت کا سبب بنایا گیا ہے۔ جبکہ حدیث پاک میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ آپ کو بھی نہیں فرمایا مجھے بھی نہیں سوائے اس کے کہ جس پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہو۔ مسلم شریف ۲۸۱۶

اس حدیث میں اللہ کے فضل کو دخول جنت کا سبب بیان کیا گیا ہے۔

جنت میں داخلے کے اسباب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق اس طرح قائم کی جائے گی کہ: دخول جنت کے دو سبب ہیں۔ ۱۔ حقیقی سبب ۲۔ ظاہری سبب۔

۱۔ **حقیقی سبب:** اللہ تعالی کا فضل اور اس کی رحمت جنت میں داخل ہونے کا حقیقی سبب ہیں۔

۲۔ **ظاہری سبب:** انسان کے اعمال جنت میں جانے کا ظاہری سبب ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آیت کریمہ میں جس سبب کی بات کی گئی اس سے مراد ظاہری سبب ہے اور حدیث میں جس سبب کا ذکر ہوا اس سے مراد حقیقی سبب ہے لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

عمل کے بارے میں سوال کرنے کے بارے آیات میں تعارض: عمل کے بارے میں سوال ہوگا یا نہیں اس بارے مختلف آیات میں مختلف حکم بیان کیا گیا ہے جس میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے جیسا کہ ایک آیت میں ارشاد ہوا

فوربك لنسئلنهم اجمعين عما كانوا يعملون۔ سورہ حجر ۹۳

آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ضرور ضرور سوال کریں گے۔ جبکہ دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہوا:

فیومئذ لا یسئل عن ذنبه انس ولا جان۔ سورہ رحمن ۳۹

ترجمہ: پس اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

اس میں تعارض یہ ہے کہ ایک آیت میں سوال کیا جائے گا دوسری میں سوال نہیں کیا جائے۔

عمل کے بارے سوال کرنے کے بارے آیات میں تعارض کی تطبیق: ان آیات میں تعارض ہے لیکن اس تعارض کی تطبیق دو طرح کی جائے گی۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ بروز حشر مختلف احوال ہوں گے بعض احوال میں سوال کیا جائے گا اور بعض احوال میں سوال نہیں ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا کہ کیا گناہ کیا بلکہ یہ سوال کیا جائے گا کہ گناہ کیوں کیا۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ جس آیت میں کہا گیا کہ سوال کیا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کیوں کیا۔

اور جس آیت میں کہا گیا کہ سوال نہیں کیا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا کیا گناہ کیا تھا،، اس بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ اب تعارض رہے گا نہ کوئی سوال۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں اس طرح تطبیق قائم کی جائے گی کہ یہ احکام مختلف احوال اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہیں جو شخص جہاد کا اہل ہو اور جہاد کے لئے کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو تو اس کے لئے جہاد کرنا افضل ہے۔ اور جس شخص کے والدین مفلس و نادار اور بے سہارا و بے آسرا ہوں جہاد پر جانے کی صورت میں اس کے والدین کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو تو اس کے لئے والدین کی خدمت کرنا افضل ہے۔

(حدیث: ۱۴)

وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي رِوَايَةٍ: غَيْرَكَ قَالَ " قُلْ: اٰمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ "

مسلم: ۱۵۹

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات ارشاد فرمائیں کہ اس کے بعد میں کسی سے نہ پوچھوں دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے سوا کسی اور سے نہ پوچھوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پر ایمان لا پھر اس پر استقامت اختیار کر یعنی ثابت قدم رہو۔

یاد رکھیں یہاں اللہ پر ایمان کا مطلب تمام احکام خداوندی ہیں یعنی جو کچھ اللہ نے اپنے ماننے والوں پر لازم کر دیا اس کو مان کر اس پر عمل درآمد کرنا اور اس پر استقامت اور ثابت قدمی اختیار کرنا۔

ثم استقم: اس حدیث پاک میں ایمان پر ثابت قدمی کی تعلیم دی گئی ہے لہذا استقامت کی اہمیت اور اس کی فضلیت کا جاننا بہت ضروری ہے۔

استقامت والے کو اللہ قیمتی بنا دیتا ہے: الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ فرمایا استقامت کرامت سے افضل ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں دنیا میں استقامت پر قائم رہنا سخت مشکل ہے یہ اسی طرح مشکل ہے جس طرح پل صراط سے گزرنا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

صوفیاء فرماتے ہیں نہ بدلنے والے کو اللہ تعالی قیمتی بنا دیتا ہے اس لئے اہل عشق و محبت استقامت کے ساتھ جڑے رہتے ہیں۔ چاندی اور لوہا پانی میں ڈالو تو خود بھی بدل جاتے ہیں اور پانی کے رنگ اور ذائقے کو بھی بدل دیتے ہیں چاندی کو کپڑے پر رگڑو خود سفید رہتی ہے کپڑا سیاہ کر دیتی ہے لیکن سونے کو رگڑو یا پانی میں ڈالو نہ خود بدلے گا نہ پانی کا رنگ بدلے گا اللہ تعالی نے سونے کی قیمت کو بڑھا دیا بدلنے والوں کی قیمت کو گھٹا دیا اس لئے بدلتے رہنا منافقوں کا طریقہ ہے اور نہ بدلنا عاشقوں کا کام ہے۔

اس سے بڑھ کر کرامت کیا ہو سکتی ہے: حضرت جنید بغدادی کے پاس ایک شخص دس سال تک رہا اس نے حضرت سے بظاہر کوئی کرامت نہیں دیکھی یعنی ہوا پر اڑتے ہوئے پانی پر بغیر کشتی کے چلتے ہوئے نہیں دیکھا تو مایوس ہو کر واپس ہونے لگا اور کہا کہ حضرت دس سال ہو گئے میں نے آج تک آپ میں کوئی کرامت نہیں دیکھی لہذا واپس جا رہا ہوں۔ حضرت جنید نے فرمایا اے شخص تو نے دس سال کے اندر مجھ میں کوئی کام خلاف شرع اور خلاف سنت بھی دیکھا؟ اس نے کہا نہیں اس پر آپ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا آہ جس غلام نے دس سال تک اپنے مالک کو ایک لمحہ کے لئے بھی ناراض نہیں کیا اس سے بڑھ کر تو کیا کرامت چاہتا ہے مطلب یہ کے اطاعت اور نیکیوں پر استقامۃ بہت بڑی کرامت ہے۔ کشف المحجوب ص ۷۷

عقیدے پر استقامت کے لئے اہل حق کے ساتھ رہو: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر بچھڑا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی۔ ایک حدیث پاک میں فرمایا شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی کو پکڑتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو جماعت مسلمین کے ساتھ رہو۔ مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام

مطلب یہ کہ اپنے عقیدے کے تحفظ کے لئے سواد اعظم یعنی اہل سنت کے ساتھ استقامت کے ساتھ وابستہ رہو اگر سواد اعظم سے جدا ہوئے تو یہ ذہن میں رکھ لینا کہ شیطان تیرے اردگرد تیری تاک میں بیٹھا ہے جیسے بھیڑیا ہر وقت تاک میں ہوتا ہے اور اسی بکری کو نشانہ بناتا ہے جو جماعت سے جدا ہو جائے۔

ہر سنی محمد عربی ﷺ کی رسی سے بندھا ہوا ہے: بکری وہی محفوظ رہتی ہے جو میخ سے بندھی رہے مالک کی قید سے آزاد ہو جانا بکری کی ہلاکت ہے مسلمانوں کی جماعت نبی کریم ﷺ کی رسی ہے جس میں ہر سنی بندھا ہوا ہے۔ اگر ہم سب نے خود کو حضور کی رسی سے استقامت کے ساتھ باندھے رکھا تو بھیڑیوں اور وحشی جانوروں سے محفوظ رہیں گے اور اگر حضور کی رسی اور آپ کی غلامی کا پٹا گلے سے نکل گیا تو پھر بھیڑیا آپ سے زیادہ دور نہیں اور آج کل تو ویسے بھی بھیڑیوں کی ہی اجارہ داری ہے اور ہر طرف بھیڑیوں کی یلغار ہے لہذا جو مستقیم اور ثابت قدم رہا فتح اور نجات اسی کا مقدر ہے اللہ ہم سب کو مسلک اہل سنت میں استقامت عطا فرمائے۔

استقامت نے عبد القادر کو غوث اعظم بنا دیا: حضور غوث پاک حضرت عبد القادر جیلانی کی بارگاہ میں کسی نے عرض کی حضور آپ کو یہ مقام اور مرتبہ کیسے حاصل ہوا اور آپ کو مقام غوثیت کب اور کیسے حاصل ہوا تو آپ نے فرمایا استقامت کی وجہ سے، کیونکہ میں نے استقامت کے ساتھ علم دین حاصل کیا اور اس کے راستے میں آنے والے مصائب و آلام کا استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا اور پھر استقامت کے ساتھ علم پڑھاتا رہا اور استقامت کے ساتھ علم پر عمل کرتا رہا تو اللہ تعالی نے مجھے یہ مقام عطا فرمایا۔ بہجۃ الاسرار ص ۱۵۶

یاد رہے نماز تہجد اور اد و وظائف پر استقامت بڑی کرامت ہے آج ہر وہ آدمی جو اپنے معمولات اور اوراد و وظائف پر ثابت قدمی کے ساتھ عامل ہے تو یہ اس کی بہت بڑی کرامت ہے ایک آدمی تہجد گزار ہے اور اس پر ثابت قدم ہے تو یہ اس کی بہت بڑی کرامت ہے استقامت کے ساتھ نمازیں پڑھنا درود وسلام کے وظیفے پر عمل کرنا یہ سب انسان کی بہت بڑی کرامتیں ہیں

یہ ہے استقامت کا پہاڑ: حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کو مخلوق نہ کہنے پر مسلسل اٹھائیس ماہ قید میں رکھا گیا اس دوران آپ پر ہر رات کوڑے برسائے جاتے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی تلوار کے زخم لگائے گئے پاؤں تلے روندا گیا مگر مرحبا آپ کی استقامت،، اتنی بڑی بڑی مصیبتیں ٹوٹنے کے باوجود آپ ثابت قدم رہے روایت میں ہے کہ آپ کو اسی کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو مارے جاتے تو وہ بھی چیخ اٹھتا مگر واہ رے صبر و استقامت کے امام واہ۔ تذکرۃ امام احمد بن حنبل

(حدیث:۱۵)

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ. فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ فَقَالَ: "لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ." قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ فَقَالَ: "لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ: فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أفلح الرجل إن صدق. مسلم۔ بخاری: ۱۰۰۔ ۴۶

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نجدی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اس کی آواز کی گنگناہٹ تو ہم سنتے تھے لیکن اس کی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی حتی کہ وہ حضور ﷺ کے قریب ہو گیا اس نے اسلام کے بارے میں پوچھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دن و رات میں پانچ نمازیں، اس نے کہا ان کے سوا میرے اوپر کچھ اور نماز بھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اگر چاہو تو نفل پڑھ لو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا رمضان کے روزے ہیں اس نے کہا ان کے سوا میرے اوپر کچھ اور روزے بھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اگر چاہو تو نفل روزے رکھ لو۔ پھر آپ ﷺ نے زکوۃ کے بارے میں فرمایا اس نے کہا اس کے سوا میرے اوپر کچھ اور زکوۃ بھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اگر چاہو تو نفلی صدقہ کر لو۔ راوی نے کہا پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور کہتا جاتا تھا میں اس سے نہ زیادہ کروں گا نہ اس سے کم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ شخص سچا ہے تو فلاح پائے گا۔

اس حدیث کی شرح سابقہ حدیث میں گزر چکی۔

(حدیث:١٦)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنِ الْقَوْمُ؟ أَوْ: مَنِ الْوَفْدُ؟" قَالُوا: رَبِيعَةُ. قَالَ: "مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ: بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى." قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا لَا نستطيع أَن نَأْتِيكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فصل نخبر بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ. فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: (ص: 13) أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ؟ قَالُوا: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ: احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ.

بخاری،مسلم:٥٣-١١٦

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کون قوم یا وفد ہو انہوں نے عرض کی ہم ربیعہ ہیں مرحبا اے قوم یا اے وفد نہ تم رسوا ہو نہ شرمندہ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم اس حرمت والے مہینے میں آپ کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں کیونکہ ہمارے اور آپ کے راستے میں کفار کا مضر قبیلہ ہے لہذا آپ ہمیں کوئی ایسا فیصلہ کن حکم ارشاد فرمائیں کہ ہم اپنے پچھلوں کو بھی بتا سکیں اور جنت میں داخل ہو جائیں انہوں نے سب سے پہلے شرابوں کے بارے میں پوچھا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں چار چیزوں کو کرنے کا حکم دیا اور چار چیزوں پر عمل کرنے سے منع فرمایا سب سے پہلے اللہ پر ایمان لانے کا حکم پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے بولے اللہ اور رسول جانیں آپ ﷺ نے فرمایا گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ دینا۔ پھر آپ ﷺ نے چار چیزوں سے منع فرمایا شراب کی چھوٹی گھڑی، پکا ہوا کدو، درخت کی جڑ، شراب کا پیالہ، فرمایا یہ خود بھی یاد کرلو اور اپنے پچھلوں کو بھی بتادو۔

چار مہینوں کی حرمت کی وجہ؟ انا لا نستطیع ان ناتیك الا فی الشهر الحرام: عرب میں چار مہینے محترم تصور کئے جاتے تھے جن کو حرمت والے مہینے کہا جاتا تھا یہ مہینے، محرم، رجب، ذیقعدہ اور ذوالحجہ ہیں عربیوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ انہوں نے ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینوں کو حج کے لئے مقرر کیا ہوا تھا اور رجب کے مہینے میں عمرہ کیا کرتے تھے۔ ان مہینوں میں کفار ہر قسم کی قتل و غارت لوٹ مار اور فتنہ وفساد سے باز رہتے تھے اس لئے ان مہینوں میں ہر طرف امن رہتا سفر کرنا محفوظ ہو جاتا تا کہ لوگ بآسانی حج وعمرہ کر سکیں اس لئے یہ وفد اسی مہینے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اسلامی احکام کے لئے راہنمائی حاصل کی نبی کریم ﷺ نے ان کو چار چیزوں کا حکم ارشاد فرمایا جن کی تفصیل پیچھے ذکر ہو چکی اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو چار چیزوں سے منع فرمایا یہ چار چیزیں چار شراب پینے کے برتن تھے جن کے مندرجہ ذیل نام تھے۔

١۔ حنتم: شراب کی ایک چھوٹی گھڑی کو کہتے ہیں۔
٢۔ ربائی: خشک کیا ہوا کدو جو جگ کی شکل میں ڈھال کر شراب کے لئے استعمال ہوتا تھا۔
٣۔ نقیر: درخت کی ایک جڑ جس کو گھڑ کر برتن بنا لیتے تھے اور اس کو شراب کے لئے استعمال کرتے۔
٤۔ مذفت: شراب کا ایک پیالہ تھا جس میں شراب ڈال کر پی جاتی تھی۔

ان برتنوں کے استعمال پر ممانعت کی وجہ: یہ لوگ ان برتنوں میں شراب پیتے تھے اور یہ برتن خاص طور پر شراب کے لئے استعمال ہوتے تھے چونکہ شراب ابھی نئی نئی حرام ہوئی تھی اب اگر وہ ان برتنوں کو استعمال کرتے تو انہیں شراب کی یاد آتی اور ہو سکتا تھا کہ یہ پھر سے شراب پینے میں مبتلا ہو جائیں حضور نبی کریم ﷺ نے ان برتنوں پر ہی پابندی لگا دی لیکن جب شراب کی عادت سے انہیں مکمل نجات مل گئی اور شراب سے ان کی نفرت پختہ ہو گئی تو ان برتنوں کے استعمال کی حرمت بھی دوسری احادیث سے منسوخ ہو گئی۔

کیا حرمت والے مہینوں میں اب بھی جنگ کرنا منع ہے؟ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ سے منع کرنے کا حکم اب باقی نہیں ہے کیونکہ اسلام کی سرحدیں اب سرزمین عرب تک محدود نہیں رہیں بلکہ مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں اور سرزمین عرب کے علاوہ دوسرے علاقوں میں جہاد کرنے کے لئے ان مہینوں کی حرمت مانع نہیں رہی ہے کیونکہ جن وجوہات کی بنا پر جنگ وجدال کرنے سے منع کیا گیا تھا وہ وجہ عرب کے علاوہ دوسرے علاقوں میں نہیں پائی جاتی۔

حرام سے بچنے کے لئے حرام کے اسباب سے بچنا ضروری ہے: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حرام سے بچنے کے لئے حرام کے اسباب سے بچنا بہت ضروری ہے مذکورہ برتن حرام کے اسباب تھے حضور ﷺ نے اسباب پر پابندی لگا دی اور ہمیں ایک ضابطہ بیان فرما دیا لہذا نزلہ سے بچو تا کہ بخار سے بچ جاؤ گھر میں چوہوں کو ختم کر دو تا کہ طاعون سے بچ جاؤ بدنگاہی سے بچو تا کہ زنا سے بچ جاؤ بری صحبت سے بچو تا کہ برائیوں سے بچ جاؤ بدمذھبوں سے بچو تا کہ ایمان کو بچا پاؤ دنیا سے بچو تا کہ آخرت کو بچا سکو الغرض ہر اس سبب سے خود کو بچا کر رکھو جو تمہیں حرام تک پہنچا دے۔

اللہ والوں کی احتیاط کا عالم: ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام آپ کے پاس دودھ لے کر آیا آپ نے اسے پی لیا غلام نے عرض کی اے امیر المومنین میں جب بھی آپ کے پاس کوئی چیز لے کر آتا تھا تو آپ اس کے بارے میں پوچھتے تھے آج آپ نے پوچھا نہیں کہ دودھ کہاں سے آیا تو آپ نے فرمایا ہاں بتاؤ یہ دودھ کہاں سے آیا غلام نے عرض کی میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بیمار پر منتر پھونکا تھا جس کے عوض میں اس شخص نے مجھے یہ دودھ پیش کیا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں اکثر منتر کفریہ کلمات پر مشتمل ہوتے تھے اور یہ دودھ اسی منتر کا عوض تھا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بے چین ہو گئے اور اپنے حلق میں انگلی ڈال کر دودھ اگل دیا اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں عرض کی الہی جس پر میں قادر تھا سو میں نے کر دیا اس دودھ کا تھوڑا بہت حصہ جو رگوں میں رہ گیا ہے وہ تو معاف فرما دے۔ تنبیہ الغافلین ص ٩٧

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس حلال چیزیں چھوڑ دیں اس ڈر سے کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جاؤں۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں شبہ کا ایک درہم جو اس کے مالک کو واپس کر دوں وہ میرے نزدیک ایک

لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ اسی وجہ سے اللہ والوں کا دستور تھا کہ شبہ کی چیزوں میں اس قدر احتیاط کرتے کہ اگر کسی سے سو درہم لینے ہوتے تھے تو اس سے ننانوے درہم لیتے کہ کہیں زیادتی نہ ہو جائے۔ تنبیہ الغافلین ص ۹۷

امام اعظم ابو حنیفہ ایک جنازہ پڑھنے تشریف لے گئے دھوپ کی بڑی شدت تھی اور وہاں کوئی سایہ بھی نہ تھا ساتھ ہی ایک شخص کا مکان تھا اس مکان کی دیوار کا سایہ دیکھ کر لوگوں نے امام اعظم سے عرض کیا کہ حضور آپ اس سائے میں کھڑے ہو جایئے امام اعظم نے فرمایا اس مکان کا مالک میرا مقروض ہے اور اگر میں نے اس کی دیوار سے کچھ نفع حاصل کر لیا یعنی اس کے سائے میں بیٹھ گیا تو میں ڈرتا ہوں کہ اللہ کے نزدیک کہیں سود لینے والوں میں میرا شمار نہ ہو جائے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جس قرض سے کچھ نفع لیا جائے وہ سود ہے چنانچہ آپ دھوپ میں ہی کھڑے رہے اس کی چھاؤں میں بیٹھنا گوارہ نہ کیا۔ تذکرۃ الاولیاء

منع چار چیزوں سے کیا لیکن ذکر پانچ چیزوں کا کیا؟ مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تم کو چار چیزیں کرنے کا حکم دیتا ہوں لیکن ذکر پانچ چیزوں کا کیا جیسے فرمایا ا۔ ایمان ۲۔ توحید ۳۔ نماز ۴۔ زکوۃ ۵۔ خمس یعنی مال غنیمت کا پانچواں حصہ۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ خمس یعنی مال غنیمت کا پانچواں حصہ کوئی علیحدہ اور مستقل پانچواں حکم نہیں ہے بلکہ چوتھا حکم یعنی زکوۃ ہی کا ایک حصہ ہے اس طرح حکم بھی چار ہو گئے اور ذکر بھی چار ہو گئے۔

(حدیث:۱۷)

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ " : بَايِعُوْنِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ: إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ "فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذٰلِكَ.

بخاری، مسلم: ۱۸۔ ۴۴۶۱

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہ کی ایک جماعت حاضر تھی آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے نہ چوری کرو گے نہ زناء کرو گے نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے نہ کسی پر بہتان تراشی کرو گے اور کسی بھی اچھی بات میں نافرمانی نہیں کرو گے تم میں سے جو عہد کی وفا کرے گا اس کا اجر اللہ تعالی کے ذمہ کرم پر ہے اور جو ان مذکورہ گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھے اور دنیا میں ہی سزا پالے تو وہ سزا اس کا کفارہ بن جائے گی اور جو ان گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھے اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تو وہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو اسے بخش دے چاہے تو اسے سزا دے تو ہم سب نے اس پر آپ ﷺ کی بیعت کی۔

عصابة: عصبہ سے ہے بمعنی جماعت اور عصابہ لفظ دس سے چالیس تک کے افراد کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔

شرک کی تعریف اور اس کی اقسام "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراو گے" شرک یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو لائق عبادت جاننا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

شرک کا حکم: شرک کفر کی بدترین قسم ہے لہذا مشرک کی کوئی بخشش نہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

شرک کی اقسام: شرک کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ شرک فی الذات ۲۔ شرک فی الصفات۔

ا۔ شرک فی الذات: یعنی اللہ تعالی کی ذات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا مطلب یہ کہ جیسے اللہ تعالی کی ذات واجب الوجود ہے ایسا کسی کو واجب الوجود جاننا شرک فی الذات ہے۔

واجب الوجود کی تعریف: اس ذات کو کہتے ہیں جو اپنے موجود ہونے میں کسی دوسرے کی محتاج نہ ہو اور نہ ہی اس کی ابتداء ہو اور نہ انتہاء جیسے اللہ تعالی کی ذات پاک اللہ تعالی کے سوا ہر مخلوق اپنے وجود میں اللہ کی محتاج ہے اور ہر مخلوق کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی۔

قدیم کی تعریف: ایسی ذات جس کی نہ کوئی ابتداء ہو اور نہ انتہاء ازل سے ابد تک رہے جیسے اللہ تعالی۔

حادث کی تعریف: ایسی ذات کہ جس کی کوئی ابتداء بھی ہو اور انتہاء بھی۔ جیسے مخلوق۔

۲۔ شرک فی الصفات: اللہ تعالی کی صفات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا یعنی جس طرح اللہ کی صفات قدیم ہیں اس طرح کسی دوسرے کی صفات بھی قدیم ہیں اور جیسی اللہ کی صفات ہیں ایسی صفات دوسرے کی بھی ہیں یہ شرک فی الصفات ہے۔

سوال: سمیع وبصیر اور رووف وعلیم اللہ تعالی کی صفات ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے اگر یہ صفات کسی دوسرے کے لئے ثابت کی جائیں تو کیا یہ شرک ہے؟

جواب: قرآن پاک کی رو سے اللہ تعالی سمیع وبصیر ہے اور انسان بھی سمیع وبصیر ہے اور اللہ تعالی نے سمیع وبصیر کی صفات اپنے لئے بھی بیان فرمائی ہیں اور انسان کے لئے بھی لیکن اللہ تعالی اور انسان کی صفات میں یہ فرق ہے کہ اللہ تعالی کی یہ صفات ذاتی، قدیم اور ازلی وابدی ہیں اور بندوں کی یہ صفات اللہ تعالی کی محتاج اور اس کی عطا کردہ ہیں اور حادث ہیں اسی طرح علیم و رووف ہونا اللہ تعالی کی صفات ہیں لیکن قرآن پاک میں انبیاء کے لئے بھی یہ صفات بیان ہوئی ہیں لہذا فرق یہ ہوگا کہ اللہ تعالی کی یہ صفات ذاتی، ازلی وابدی ہیں اور انبیاء و بندوں کی یہ صفات عطائی اور حادث ہیں لہذا اس فرق کے بعد اب یہ شرک نہ رہا۔

صفات باری تعالی کی اقسام: صفات باری تعالی کی دو قسمیں ہیں ا۔ صفات ثبوتیہ ۲۔ صفات سلبیہ

ا۔ صفات ثبوتیہ: وہ صفات جن کو اللہ تعالی نے اپنے لئے ثابت فرمایا ہے مثلاً حیات، علم، قدرت وغیرہ

۲۔ صفات سلبیہ: وہ صفات جن کی اللہ تعالی نے اپنی ذات سے نفی کی ہے جیسے ظلم، نیند، عجز وغیرہ

صفات ثبوتیہ کی اقسام: صفات ثبوتیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ صفات ذاتیہ ۲۔ صفات فعلیہ

ا۔ صفات ذاتیہ: وہ صفات جن کے ساتھ اللہ تعالی ازل سے متصف ہے مثلاً حیات، علم، قدرت وغیرہ

۲۔ صفات فعلیہ: وہ صفات جو اللہ تعالی کی مشیت کے ساتھ متعلق ہیں مثلاً خلق، رزق، احیاء یعنی زندگی دینا، وغیرہ یعنی اللہ نے جب چاہا مخلوق کو پیدا فرمایا، رزق چاہے کسی کو دے چاہے نہ دے یا کسی کو زیادہ دے کسی کو کم، جب چاہے کسی کو زندگی دے کسی کو موت۔

امت موسی اور امت مصطفی کے عقیدہ توحید کا موازنہ: اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو بے شمار انعامات سے نوازہ

جب یہ لوگ فرعون کے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی صورت میں ان کے لئے نجات دہندہ بھیجا انہوں نے اپنی آنکھوں سے سمندر میں اپنے لئے راستے بنتے دیکھے، فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی آنکھوں کے سامنے غرق ہوتے دیکھا ویرانوں میں ان کے لئے بادل کا سایہ کیا جاتا اور انہیں آسمان سے جنت کے کھانے من وسلویٰ بھیجے جاتے تھے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد ان کا عقیدہ توحید اتنا پختہ ہو جاتا کہ ان کے جسم کے ٹکڑے بھی کردیئے جاتے تو خون کے قطرے قطرے سے توحید کی صدائیں بلند ہوتیں اور ان کے لاشے بھی توحید کی گواہی دیتے لیکن ان کا عقیدہ توحید اتنا کمزور تھا کہ حضرت موسیٰ صرف چالیس دن کے لئے کوہ طور پر کتاب لینے گئے تو انہوں نے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور عقیدہ توحید کو بھلا بیٹھے۔ جب کہ اس کے برعکس امت مصطفیٰ ﷺ کے عقیدہ توحید کا عالم یہ ہے کہ آج اگر سارا عالم کفر بھی کسی ایک مسلمان کو یہ کہنے پر مجبور کرے کہ ہم تمہیں دنیا جہان کی ساری دولت دیتے ہیں سارے خزانے تیرے قدموں پر ڈھیر کر دیتے ہیں بس تو نے صرف یہ کرنا ہے کہ اس بت کے سامنے صرف ایک بار سجدہ کرنا ہے اس سے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں خدا کی عزت کی قسم حضور کا امتی چاہے جتنے بڑے پاپ کر لے کتنا ہی فاسق وفاجر کیوں نہ ہو وہ عقیدہ توحید پر کمپرومائز نہیں کرے گا وہ سارے جہاں کی دولت کو پاؤں کی جوتی کی نوک پر تو مار سکتا ہے لیکن کسی بت کے آگے جھک نہیں سکتا اور عقیدہ توحید پر کسی صورت سودے بازی نہیں کر سکتا۔

جرم کی حد کب کفارہ بنتی ہے؟ احناف کے نزدیک اگر کسی مجرم پر حد جاری کر دی گئی اور حد جاری ہونے سے پہلے اس نے توبہ نہیں کی اور اپنے جرم پر اڑا رہا تو اس کے لئے حد کفارہ نہیں بنے گی بلکہ وہ آخرت میں بھی سزا کا حقدار رہے گا اور اگر اس نے حد جاری ہونے سے پہلے توبہ کر لی تھی تو یہ حد اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گی اور مذکورہ حدیث میں کفارے کا مطلب یہی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے

ذلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیهم ۔ سورہ مائدہ ۳۳

ترجمہ: یہ ان کے لئے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم ہے مگر وہ لوگ کہ جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کر لی کہ تم ان کو گرفتار کرو۔

حدود کے کفارہ ہونے کے بارے میں احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حدود کے جرائم میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اس کو دنیا میں حد جاری کر دی گئی تو یہ حد اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔

جبکہ دوسری حدیث پاک میں آپ ﷺ نے کچھ اس طرح فرمایا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے علم نہیں کہ حدود سے متعلق جرائم کرنے والوں کے لئے ان کی سزا کفارہ ہے یا نہیں۔ سنن ابی داود ۴۶۷۴

حدود کے کفارہ ہونے کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں بظاہر تعارض نظر آرہا ہے ان میں

تطبیق کی صورت اس طرح ممکن ہے کہ جب آپ ﷺ کو ابھی حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کا حکم بیان نہیں کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے علم نہیں کہ حدود سے متعلق جرائم کرنے والوں کے لئے ان کی سزا کفارہ ہے یا نہیں اور جب اس کا حکم بیان کر دیا گیا اور آپ ﷺ کو اس کا علم دے دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حدود کے جرائم میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اس کو دنیا میں حد جاری کر دی گئی تو یہ حد اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔

بیعت کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم: اس حدیث پاک میں حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لی یہ بیعت تقویٰ تھی گناہوں کو چھوڑ کر نیکیاں اختیار کرنے پر جو بیعت آپ لیتے تھے وہ بیعت تقویٰ کہلاتی ہے اس حدیث پاک میں حضور نبی کریم ﷺ نے وہ گناہ جو اس وقت عرب میں عام تھے اور عربی ان گناہوں پر فخر کیا کرتے تھے ان کو ترک کرنے پر اور نیکیاں اختیار کرنے پر بیعت لی، کفر سے اسلام میں داخلے کے لئے جو بیعت آپ ﷺ لیتے تھے وہ بیعت اسلام ہے اور جہاد کے لئے جو بیعت لی وہ بیعت جہاد کہلاتی ہے۔ بزرگان دین اور اولیائے کرام اپنے مریدوں سے جو بیعت لیتے ہیں وہ یہی بیعت تقویٰ ہے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں پر بیعت کے بارے میں کچھ گفتگو کی جائے۔

بیعت کی حقیقت اور شرعی حیثیت: یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ سورہ بنی اسرائیل

نورُ العرفان فی تفسیرُ القرآن میں مفسرِ شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہیے شریعت میں " تقلید " کر کے، اور طریقت میں بیعت کر کے، تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو۔

مرید ہونے کا مقصد: پیری مریدی اہل سنت کا مزاج ہے لہذا تمام مریدین کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ پیر اُمورِ آخرت کے لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اُس کی راہنمائی اور باطنی توجہ کی برکت سے مرید اللہ و رسول عزَّ وجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی والے کاموں سے بچتے ہوئے اس کی رضا والے کاموں کو اختیار کرے مطلب یہ کہ پیری مریدی کا مقصد شرعی رہنمائی ہے محض رسم نہیں۔ موجودہ زمانے میں بیشتر لوگوں نے "پیری مریدی "جیسے اہم منصب کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ بیشمار بدعقیدہ اور گمراہ لوگ بھی تصوّف کا ظاہری لبادہ اوڑھ کر لوگوں کے دین و ایمان کو برباد کر رہے ہیں۔ اور انہی غلط کار لوگوں کو بنیاد بنا کر پیری مریدی "کے مخالفین اس پاکیزہ رشتے سے لوگوں کو بدگمان کر رہے ہیں۔ دورِ حاضر میں چونکہ کامل و ناقص پیر کا امتیاز انتہائی مشکل ہے۔ لہٰذا مرید ہوتے وقت علمائے اہل سنت نے جو شرائط وَاَوصافِ مرشد کے بارے میں بیان فرمائے ہیں انہیں پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

مرشد کامل کیلئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی بیان کردہ چار شرائط: مرشد یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضورِ پُر نور سیّد المرسلین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک متّصل ہو جائے، اس کیلئے چار شرائط ہیں:

پہلی شرط: مرشد کا سلسلہ دُرُست واسطوں کیساتھ حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا ہو۔ بیچ میں یہ سلسلہ مُنقطع نہ ہو کہ مُنقطع کے ذریعہ تعلق ناممکن ہے۔ بعض لوگ بغیر مرید ہوئے محض گدی کی وراثت کے پیشِ نظر اپنے باپ دادا

کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ یا بیعت کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بغیر اجازت مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں اس سے بیعت کے فیوض و برکات حاصل ہونا مشکل ہوتے ہے۔

دوسری شرط: مرشد سُنّی صحیح العقیدہ ہو۔ بدمذہب گمراہ نہ ہو۔ آج کل بہت کھلے ہوئے بددینوں بلکہ بے دینوں کہ جو بیعت کے سرے سے منکر و دشمنِ اولیاء ہیں، مکاری کے ساتھ پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے ایسے شیطانی سوداگروں سے بچ کر رہنا چاہئے۔

تیسری شرط: مرشد عالم ہو۔ یعنی کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضروریات کے مسائل کتاب سے نکال سکے۔ کتب کا مطالعہ کر کے اور علماء سے سن سن کر بھی عالم بن سکتا ہے اس کے لئے درس نظامی یعنی فارغ التحصیل ہونے کی سند نہ شرط ہے نہ کافی۔ بلکہ شریعت کا بنیادی علم ہونا چاہے۔ احکام شریعت اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور عقائدِ اہلسنّت سے لازمی پورا واقف ہو۔ ☆ کفر و اسلام، گمراہی و ہدایت کے فرق کا خوب جاننے والا ہو۔

چوتھی شرط: مرشد فاسق معلن یعنی اعلانیہ گناہ کرنے والا نہ ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔

جس شخص میں یہ چار شرائط موجود ہوں وہ پیر بن سکتا ہے اور لوگ اس کی بیعت کر سکتے ہیں۔

بیعت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ بیعتِ برکت ۲۔ بیعتِ ارادت۔

بیعت برکت: یعنی صرف تبرک کیلئے بیعت ہو جانا، آج کل عام بیعتیں یہی ہیں یہ بیعت بھی بیکار نہیں بلکہ بہت مفید ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے کئی فائدے ہیں۔ محبوبانِ خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا اور ان سے سلسلہ متصل ہو جانا بھی بڑی سعادت ہے۔

مرشد کامل ہو تو ایسا امام فخر الدین کی نزع کا وقت جب قریب آیا تو شیطان آیا اور ان کا ایمان سلب کرنے کی بھرپور کوشش کی اس نے پوچھا اے راضی تو نے ساری عمر مناظروں میں گزاری ذرا یہ تو بتاؤ تمہارے پاس خدا کے ایک ہونے پر کیا دلیل ہے آپ نے ایک دلیل دی وہ خبیث چونکہ معلم الملکوت رہ چکا تھا اس نے اپنے علم باطل کے زور سے اس کو رد کر دیا آپ نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی رد کر دی یہاں تک کہ آپ نے ۳۶۰ دلیلیں قائم کیں اور اس نے وہ سب رد کر دیں آپ سخت پریشان اور مایوس ہوئے شیطان نے کہا اب بول خدا کو کیسے مانتا ہے آپ کے پیر نجم الدین کبری میلوں دور کسی مقام پر وضوء فرماتے ہوئے چشم باطن سے یہ مناظرہ ملاحظہ فرما رہے تھے آپ نے وہاں سے آواز دی اے رازی کہہ کیوں نہیں دیتے کہ میں نے خدا کو بغیر دلیل کے ایک مانا امام رازی نے یہ کہا تو شیطان وہاں سے بھاگ گیا امام رازی نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی اس طرح ایک اہل باطن کے وسیلہ سے ایک اہل ظاہر کا ایمان محفوظ رہا۔ الملفوظ ص ۳۸۹

ایک رات میں ستر احتلام: حضرت عبدالقادر جیلانی کے پاس ایک مرید حاضر ہوا عرض کی حضرت کل دن آپ کی بیعت کر کے گھر گیا رات کو خواب میں ستر مرتبہ احتلام ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے مرید ہونے کے بعد میں نے اللہ کے اذن سے لوح محفوظ پر دیکھا تو تیرے نامہ اعمال میں ستر عورتوں کے ساتھ زنا لکھا ہوا تھا میری دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس زنا کو ستر احتلام میں بدل دیا۔ تذکرہ غوثیہ ص ۲۴۳

ثم سترہ اللہ علیہ فهو الی ال له: اس حدیث میں پردہ پوشی کا ذکر کیا گیا لہذا یہاں اس بارے میں گفتگو کرنا مناسب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا جو اپنے مسلمان بھائی کے چھپے عیب تلاش کرے گا اللہ اس کے عیب ظاہر کر دے گا چاہے اس کے گھر کے ہی کیوں نہ ہوں۔

بندے کی پردہ پوشی دو وجہوں سے ہوتی ہے: اگر اللہ کی طرف سے بندے کی پردہ پوشی ڈھیل دینے کے لئے ہے تو یہ غضب ہے جس کی سزا آخرت میں سخت تر ہے اگر بندہ کو اس پردہ پوشی کے بعد شرمندگی، توبہ یا کفارہ ادا کرنے کی توفیق مل جائے تو انشاء اللہ یہ ستر رحمت ہے اور اگر بندہ اس ستر سے غلط فائدہ اٹھائے کہ گناہ پر اور زیادہ دلیر ہو جائے تو یہ ستر غضب ہے۔

صوفیا فرماتے ہیں اگر کوئی شخص تجھے تیرے عیب بتائے چاہے وہ تجھ سے حسد بھی کرتا ہو تو اس پر غضب و غصہ نہ کر کیونکہ عیوب سانپ اور بچھو ہیں جو دنیا و آخرت میں تجھے ڈستے ہیں کیونکہ جو شخص تجھے بتائے کہ تیرے کپڑوں کے نیچے سانپ اور بچھو ہیں تو تجھے اس شخص کا احسان مند ہونا چاہئے۔

بلا دلیل بلا ثبوت مسلمان بھائی کے متعلق بدگمانی کرنا خواہ مخواہ کسی کو اپنا دشمن سمجھ لینا یا اس کے ہر قول ہر فعل کو اپنی دشمنی قرار دینا یہ بہت برا ہے اور لڑائی جھگڑا اور فساد کی بنیاد ہے۔ عورتوں میں یہ بیماری بہت عام ہے کہ بلا وجہ شبہ کرتی ہیں کہ فلاں نے مجھ پر جادو کروا دیا اگر گھر میں اتفاقاً کسی کو بخار آ گیا یا جانور نے دودھ کم دیا تو اپنے رشتہ داروں یا پڑوسیوں پر جادو تعویز کی بدگمانی کر کے دل میں گرہ رکھ لیتی ہیں یہ حرام ہے۔

پردہ پوشی کرنے والوں کا حساب بھی خفیہ ہوگا: ملا علی قاری فرماتے ہیں جو کسی مسلمان کی ایک عیب پوشی کرتا ہے اللہ اس کی سات سو عیب پوشیاں کرے گا۔ جو کسی کا عیب دیکھ کر اس کی عیب پوشی کرے اور خفیہ طریقے سے اس کی اصلاح کرے گا تو اللہ تعالیٰ حشر میں اس کا حساب بھی خفیہ لے گا سب کے سامنے رسوا نہیں کرے گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ مبارک ہے اسے کہ جسے اپنے عیبوں کی تلاش دوسروں کی عیب جوئی سے باز رکھے یعنی اپنے عیب تلاش کرنے میں اور ان کی توبہ کرنے میں اتنا مشغول ہے کہ اسے دوسروں کا عیب تلاش کرنے کا وقت ہی نہیں۔ المرقاۃ غیبت کا باب

بدقسمتی سے آج دنیا کا سب سے آسان کام دوسروں کا احتساب ہے اور دنیا کا سب سے مشکل کام خود احتسابی کرنا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کے گناہوں پر کئی بار پردہ کیا گیا ہو اور انہوں نے اس کے باوجود اس گناہ کو ترک نہ کیا ہو ان کا پردہ چاک کرنا واجب ہے کیونکہ بار بار ان کا پردہ رکھنا ان کے گناہوں پر معاونت کرنے کے مترادف ہے جو معصیت گزر چکی ہو اس کا پردہ رکھنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کی پانچ طرح پردہ پوشی کرتا ہے: پہلی پردہ پوشی: یاد رہے کہ انسان کے بدن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اس کے بدن کے باطن میں خون کی نالیاں ہیں پھیپھڑا اور کلیجہ ہے معدہ ہے آنتیں ہیں اور مثانہ ہے جس میں پیشاب جمع ہوتا ہے بڑی آنت ہے جس میں میں فضلا جمع ہوتا ہے اوجھڑی ہے گردے ہیں اور ہڈیاں ہیں ان اعضاء کی شکلیں اس قدر بری اور ہیبت ناک ہیں کہ دیکھنے سے کراہت آتی ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اس بدصورت باطن کو خوبصورت جلد کے ساتھ ڈھانپ دیا ہے اگر انسان کے سر کے اندرونی حصہ کو یا اس کے پیٹ کے اندرونی حصہ کو دیکھ لیا جائے تو قے آ جائے تو اللہ تعالیٰ

نے اس کی بدصورتی پر خوب صورت جلد کے ساتھ پردہ پوشی کر دی ہے یہ اللہ کریم کی طرف سے انسان کی پہلی پردہ پوشی ہے۔

دوسری پردہ پوشی: انسان کے ذہن میں برے خیالات آتے رہتے ہیں وہ کوئی برائی کرنا چاہتا ہے شراب پینا چاہتا ہے زنا کارنا چاہتا ہے کسی کے ساتھ دھوکہ کرنا چاہتا ہے ڈاکہ یا چوری کرنا چاہتا ہے جوا کھیلنا چاہتا ہے یا اس کے یہ برے ارادے اس کے ذہن میں ہوتے ہیں اور اللہ تعالی کا کرم ہے کہ اسکے عزائم اور برے منصوبوں کو کسی دوسرے پر ظاہر نہیں فرماتا یوں اللہ تعالی اسکے برے ارادے کو اس کے ذہن میں چھپا کر رکھتا ہے اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے انسان کی دوسری پردہ پوشی ہے۔

تیسری پردہ پوشی: انسان جب اپنے برے منصوبوں پر عمل کر کے کوئی گناہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالی اس کی خطاؤں کو دوسروں سے چھپاتا ہے اس کے عیبوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور کرم بالائے کرم یہ کہ اس کریم ذات نے تو اتنے تک کہہ دیا ہے کہ اگر انسان توبہ کر لے تو اس کے وہ پوشیدہ گناہ نیکیوں میں بدل دیتا ہے اس طرح اللہ تعالی بندوں کے گناہوں کو چھپاتا ہے اور اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے یہ انسان کی تیسری پردہ پوشی ہے۔

چوتھی پردہ پوشی: جب انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور گناہوں کی وجہ کی سے وہ عذاب قبر کا حقدار بن جاتا ہے تو اللہ تعالی یہاں پر بھی انسان کی اس طرح پردہ پوشی فرماتا ہے کہ دنیا والوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کو قبر میں دفن کر کے اس کے اوپر مٹی ڈال دو اور اس کی قبر کو بند کر دو تا کہ اس کے گناہوں کی جو سزا اسے قبر میں ملنی ہے وہ کسی دوسرے پر ظاہر نہ ہو جائے اور اس کا عذاب قبر ظاہر ہونے سے یہ کہیں دوسروں کے سامنے ذلیل و رسوا نہ ہو جائے لہذا اللہ تعالی یہاں پر بھی بندے کی پردہ پوشی کرتا ہے یہ انسان کی چوتھی پردہ پوشی ہے۔

پانچویں پردہ پوشی: دنیا میں جن گناہ گاروں کے گناہ چھپے ہوئے تھے بروز حشر جب ان کا جساب کتاب ہوگا تو اللہ تعالی حکم دے گا کہ ان کا حساب و کتاب بھی خفیہ لیا جائے تا کہ یہ دوسروں کے سامنے ذلیل و رسوا نہ ہوں اس طرح چھپ کر گناہ کرنے والوں کا حساب چھپ کر ہوگا یہ انسان کی پانچویں پردہ پوشی ہے۔

ان تمام عیوب کی پردہ پوشیوں کا تقاضا ہے کہ انسان دوسرے انسان کے عیبوں کو ظاہر نہ کریں اور دوسروں کی پردہ پوشی کریں جس طرح وہ پسند نہیں کرتے کہ اس کے عیب ظاہر ہوں تو وہ کسی کے عیب کو ظاہر کرنا بھی پسند نہ کریں۔

کسی کا عیب ظاہر کرنا ننگا کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے: حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا اگر تم اپنے بھائی کو اس حال میں سوتا پاؤ کہ ہوا نے اس کے جسم کا کپڑا اہٹا دیا ہو جس کی وجہ سے اس کا ستر ظاہر ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں تم کیا کرو گے انہوں نے عرض کی اس کی ستر پوشی کریں گے اور اسے ڈھانپ دیں گے تو آپ نے فرمایا بلکہ تم اس کا ستر کھول دو گے حواریوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا سبحان اللہ یہ کون کرے گا تو آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے عیوب کے بارے میں جانتا ہو یا اس کے عیب میں سے کچھ سنتا ہو پھر اسے آگے بڑھا چڑھا کر بیان کرے تو یہ اسے برہنہ کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ احیاء العلوم ج ۲ ص ۶۴۴

عیب چھپانے کا انوکھا انداز: ایک شخص کو کسی کبڑے سے محبت ہو گئی دوستوں نے اسے ملامت کی تو کہتا ہے کبڑا ہونا اس کا عیب نہیں بلکہ ایسے ہے کہ جس ٹھہنی پر زیادہ پھل ہو وہ نزاکت کی وجہ سے جھک جاتی ہے میرے محبوب میں حسن اتنا زیادہ ہے کہ اس کا بوجھ نہ برداشت کرتے ہوئے نزاکت کی وجہ سے جھک گئی ہے اور کسی کو بھینگے سے پیار ہو گیا تو اس نے بھینگے

محبوب کے عیب پر پردہ ڈالتے ہوئے یوں اپنی تسکین کی وہ شوخ اگر بھینگا ہے تو کیا ہوا میں اسی میں خوش ہوں کہ جب وہ غیر کی طرف دیکھتا ہے تو مجھ پر بھی نظر ہو جاتی ہے۔

پردہ پوشی کہاں مستحب ہے اور کہاں واجب: علامہ ابن منذر نے کہا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی ایسے عیب یا لغزش پر مطلع ہو جس سے حد واجب ہوتی ہو یا تعزیر واجب ہوتی ہو یا اس سے اس کو عیب یا عار لاحق ہوتا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس پر پردہ رکھے اور اس کام میں اللہ تعالی سے ثواب کی امید رکھے اور جو شخص ایسے کسی کام میں مبتلا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے ستر سے اپنے آپ کو مستور رکھے اور جس نے ایسا نہیں کیا اور اس نے حد کا اقرار کر لیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور کسی حدیث میں اس سے ممانعت نہیں ہے بلکہ احادیث میں یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی موجب حد کام کیا اور اس پر حد لگ گئی تو وہ حد اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ مراۃ المناجیح

یاد رہے کہ مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کا استحباب اس وقت ہے جب وہ تنہائی میں گناہ کرے اور وہ اس پر نادم ہو اور اگر وہ سر عام کوئی گناہ کبیرہ کرے اور اس پر اصرار کرے تو پھر اس کو عدالت سے سزا دلوانا اور اس کو کیفر کردار تک پہچانا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم فاجر یعنی اعلانیہ گناہ کرنے والے کے عیب کے ذکر کی رعایت کرتے ہو اس میں جو عیوب ہیں ان کا ذکر کرو تا کہ لوگ اس کو پہچان لیں اور اس سے بچیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی میرے ہر امتی کو معاف فرمائے گا سوائے ان کے جو علی الاعلان گناہ کرتے ہیں اور اعلانیہ گناہ کرنے کی یہ بھی صورت ہے کہ کوئی مرد رات کو کوئی گناہ کرے اور پھر جب صبح ہو تو اللہ تعالی نے اس کا پردہ رکھ لیا ہو پھر وہ کہے اے فلاں میں نے رات کو اس طرح اور اس طرح برا کام کیا حالانکہ اس نے اس طرح رات گزاری تھی کہ اس کے رب نے اس کا پردہ رکھ لیا تھا اور صبح کو وہ اللہ کے رکھے ہوئے پردہ کو خود کھول دے۔ شعب الایمان ص ۱۷۴

اپنا عیب ظاہر کر کے حق ستر خود ختم کر دیا: روایت میں ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کوہ طور پر جا رہے تھے راستے میں ایک شخص نے عرض کی اے موسی اللہ رب العزت سے پوچھنا مجھ سے خطا سرزد ہو گئی ہے اور میں نے اس سے معافی بھی مانگ لی ہے کیا میری خطا معاف ہو گئی حضرت موسی نے کہا ٹھیک ہے واپسی پر حضرت موسی نے اسے بشارت دی کہ تیری توبہ قبول کر لی گئی ہے کچھ عرصہ بعد پھر اس کی ملاقات حضرت موسی سے ہوئی اور اس نے پھر عرض کی مجھ سے ایک اور خطا سرزد ہو گئی ہے میں نے توبہ بھی کر لی ہے کیا میری توبہ قبول ہو گئی واپسی پر پھر حضرت موسی نے اسے بشارت دی کہ تیری توبہ قبول ہو گئی تیسری بار پھر اس کی ملاقات حضرت موسی سے ہوئی تو اس بار اس نے پھر وہی سوال دہرایا لیکن اس بار اس نے حضرت موسی پر اپنا گناہ بھی ظاہر کر دیا کہ مجھ سے فلاں گناہ سرزد ہوا کیا میری توبہ قبول ہو گئی جب حضرت موسی نے اللہ کی بارگاہ میں اس شخص کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالی نے غضب ناک ہو کر فرمایا اے موسی اس شخص نے پہلے اپنے گناہ کو چھپایا تھا تو میں نے بھی اس کی پردہ پوشی کی لیکن اس بار اس نے اپنا گناہ تجھ پر ظاہر کر کے اپنا حق ستر ختم کر دیا لہذا جا کر اس کو بتا دے کہ اگر تو رو رو کر آنسوؤں کی جگہ خون بھی بہا دے تو تیری توبہ اب کبھی قبول نہیں کروں گا۔ انیس الواعظین ص ۹۵

راز فاش کرنے کی عبرت ناک سزا: عمر بن دینار کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک شخص رہتا تھا اس کی بہن بیمار ہو گئی وہ اس کی

عیادت کرتا تھا ایک دن وہ مرگئی اس نے اس کو دفن کر دیا اس شخص نے خود اس کو اپنی قبر میں اتارا تھا اتارتے وقت اس کی آستین سے ایک تھیلی گر گئی جس میں دینار تھے اس نے اپنے بعض ساتھیوں سے مل کر قبر کو کھودا اور وہ تھیلی نکال لی اس نے سوچا کہ دیکھوں مرنے کے بعد میری بہن کا کیا حال ہے دیکھا تو قبر میں آگ کے شعلے لپک رہے تھے اس نے اپنی ماں سے حال پوچھا بتاؤ میری بہن کیا عمل کرتی تھی ماں نے کہا وہ اب مرچکی ہے تم اب پوچھ کر کیا کرو گے جب اس نے بہت اصرار کیا تو ماں نے بتایا جب پڑوس کے لوگ سو جاتے تو وہ ان کے گھروں کے ساتھ کان لگا کر کھڑی ہو جاتی ان کے عیوب معلوم کرتی پھر ان کے راز فاش کر دیتی اس شخص نے کہا اسی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا کی گئی۔ کیمیائے سعادت ص ۱۹۳

(حدیث:۱۸)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ (ص: 14) أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرجل الحازم من إحداكن قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكِ مِنْ نُقْصَان عقلها أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكِ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا -بخاري، مسلم: ۳۰۴_۲۴۱

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ عید الضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ تشریف لے کے جارہے تھے آپ جب عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے عورتوں کی جماعت خوب صدقہ وخیرات کیا کرو کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ عورتوں کو دیکھا انہوں نے عرض یا رسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا تم لعن طعن کثرت سے کرتی ہو شوہروں کی ناشکری کرتی ہو، میں نے تم سے زیادہ کسی کو ناقص العقل اور ناقص الدین نہیں دیکھا اچھے بھلے مرد کی مت ماردیتی ہو عورتوں نے عرض کی ہم ناقص العقل اور ناقص الدین کیسے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا عورتوں کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف نہیں ہے عرض کی جی ہاں فرمایا بس یہ عورت کی عقل کی کمی ہے پھر فرمایا کیا یہ درست نہیں کہ عورت حیض ونفاس میں نماز روزہ ادا نہیں کر سکتی عرض کی جی ہاں فرمایا یہ تمہارے دین کی کمی ہے۔

-**کیا مرد اور عورت فضیلت میں برابر ہیں؟** حدیث پاک میں عورت کے تین عیب بیان کئے گئے ا۔ عقل میں کمی ۲۔ دین میں کمی ۳۔ مرد کو بے وقوف بنانا۔ اس کے تحت فضیلت کی مندرجہ ذیل صورتیں بن جائیں گیں۔

ا۔ علماء فرماتے ہیں کہ جنس مرد جنس عورت سے افضل ہے اگرچہ بعض عورتیں مقام ومرتبہ میں بعض مردوں سے افضل ہیں جیسے حضرت مریم حضرت عائشہ حضرت فاطمہ حضرت خدیجہ وغیرہ کروڑوں مردوں سے افضل ہیں۔

۲۔ عام حالات میں دو مرد گواہ ہوتے ہیں اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن جاتی ہیں یعنی عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف ہوتی ہے لیکن حدود اور قصاص میں عورت کی گواہی بالکل ہی نہیں □ مانی جاتی اور حیض ونفاس کی خبر دینے یا عدت گزرنے کی خبر دینے یا غبار اور ابر چھا جانے کے وقت چاند کی خبر دینے میں ایک عورت کی گواہی بھی معتبر ہوتی ہے حدیث میں جس گواہی کا ذکر ہے اس سے عام حالات کی گواہی مراد ہے۔

ما رایت من ناقصات عقل و دین:

عبادت کی کمی پر ایک اعتراض کا جواب: یہاں ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کی کمی سے دین میں نقصان ہوتا ہے اور عورتیں حیض کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتی تو یہ ان کے دین کے ناقص ہونے کی دلیل ہے جبکہ عبادت کی کمی تو مرد میں بھی پائی جاتی ہے جیسے مسافر اور بیمار کے روزے کی معافی اور سفر میں نصف نماز کی معافی پھر عورت کی تخصیص کیوں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسافر اور بیمار حالت سفر میں بھی اور بیماری کی حالت میں بھی نماز روزہ کے اہل ہیں یعنی روزہ رکھنا چاہیں تو رکھ بھی سکتے ہیں لیکن حائضہ عورت نماز روزے کی سرے سے اہل ہی نہیں رکھنا بھی چاہے تو نہیں رکھ سکتی لہذا مرد کی عبادت میں کوئی نقصان نہیں۔

فقال یامعشر النساء تصدقن: مسئلہ: عورت اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر صدقہ نہیں دے سکتی لیکن اپنے مال میں سے صدقہ دینے کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ شوہر سے اجازت لے کر صدقہ دے لیکن اگر بغیر اجازت دے بھی دیا تو جائز ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کے صدقہ دینے کی احادیث میں تعارض: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ عید الضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ تشریف لے کے جارہے تھے آپ جب عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے عورتوں کی جماعت خوب صدقہ وخیرات کیا کرو کیونکہ میں نے جہنم میں زیادہ عورتوں کو دیکھا۔

اس حدیث میں عورتوں کو اپنے مال میں سے شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ دینے کی رخصت ثابت ہو رہی ہے کیونکہ حدیث حضور کا ارشاد مطلق ہے کہ،، صدقہ دو،، جبکہ دوسری حدیث میں ہے۔

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے مال میں سے کوئی حکم دے جب کہ اس کا خاوند اس کی عصمت کا مالک ہو۔ ابوداود۔ دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کے صدقہ دینے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ صدقہ کی اجازت والی حدیث پاک کی رو سے عورت کو اگرچہ اجازت ہے کہ وہ اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے صدقہ دے سکتی ہے لیکن دوسری حدیث کی رو سے مستحب اور افضل یہ ہے کہ وہ شوہر کی اجازت سے صدقہ دے لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

قال تکثرن اللعن: حدیث پاک میں عورتوں کی طرف کثرت لعن کی نسبت کی گئی ہے لہذا لعنت کے بارے میں چند باتیں ذہن میں رکھنا ضروری ہیں حدیث پاک میں ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ جب لعنت کرتا ہے وہ آسمان کی طرف جاتی ہے تو وہاں کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں پھر یہ زمین کی طرف لوٹتی ہے تو زمین کے دروازے بھی بند کر دئے جاتے ہیں اور یہ دائیں بائیں کہیں سے نکلنے کی کوشش کرتی ہے جب کوئی راستہ نہیں پاتی تو جس پر بھیجی گئی وہ اہل ہو تو اس کی طرف لوٹتی ہے ورنہ لعنت بھیجنے والے پر واپس آجاتی ہے۔ مشکوۃ شریف ص ۳۸۴

لعنت کی تعریف اور اس کی اقسام: لعنت کا لغوی معنیٰ ہے عذاب اور شریعت میں کسی کو اللہ کی رحمت سے دوری کی بد... دینا لعنت کہلاتا ہے۔ یاد رہے دین اسلام میں سب سے بڑی بددعا کسی پر لعنت کرنا ہے۔

لعنت کی اقسام: لعنت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ذات کے اعتبار سے لعنت ۲۔ صفات کے اعتبار سے لعنت۔

ذات کے اعتبار سے لعنت: ذات کے اعتبار سے لعنت کا مطلب یہ ہے کسی معین شخص پر اس کا نام لے کر یا اس کی طر... اشارہ کر کے لعنت کرنا۔

حکم: جن لوگوں کی موت حتمی طور پر کفر پر ہوئی اور ان کے کافر ہونے پر ذرہ برابر شک نہ ہو جیسے، ابو جہل، ابولہب، فرعون، ہامان، نمرود وغیرہ ان لوگوں کا نام لے کر لعنت کرنا جائز ہے لیکن وہ لوگ کہ جن کا یقینی طور پر کفر پر مرنا معلوم نہ ہو تو اس پر ہر... گز لعنت نہیں کر سکتے بلکہ لعنت کرنے والا گناہ گار ہے۔ جبکہ کسی مسلمان کو چاہے زندہ ہو یا فوت ہو گیا ہو ہرگز ہرگز لعنت کر... جائز نہیں بلکہ یہ سخت حرام ہے۔

صفات کے اعتبار سے لعنت: صفات کے اعتبار سے لعنت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے برے عیوب کی وجہ سے اس کے عیب کا نام لے کر لعنت کرنا۔ جیسے کہنا جھوٹے پر اللہ کی لعنت، زانی پر اللہ کی لعنت، شرابی پر اللہ کی لعنت۔

حکم: کسی کا نام لئے بغیر وصف کے اعتبار سے لعنت کرنا جائز ہے۔

مصیبت یا بیماری پر لعنت کی ممانعت: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے سامنے آندھی پر لعنت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا آندھی پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ حکم الٰہی کے تابع ہے آندھی رحمت کو بھی لاتی ہے اور عذاب کو بھی لاتی ہے جب آندھی آئے تو تم اللہ سے اس کی خیر طلب کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو جو شخص ا... چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی اہل نہ ہو تو لعنت اس شخص کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ سنن ابی داود ص ۳۶۲

اذهب للب الرجل الحازم:

عورت مرد کی آزمائش ہے: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے پیچھے مردوں پر زیادہ مضر فتنہ عورتوں سے بڑھ کر کوئی نہ چھوڑا۔ ایک حدیث میں فرمایا عورتوں کے معاملے میں محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورت کے متعلق ہوا۔

دنیا کا پہلا قتل اور قرآن میں گائے کا واقعہ عورت کی وجہ سے ہوا: یعنی دنیا میں مردوں کے لئے عورتیں بڑے فتنہ کا باعث ہیں کہ عورت کے سبب آپس کی عداوت لڑائی جھگڑے بلکہ خون ریزی بہت ہوگی عورت ہی حب دنیا کا ذریعہ ہے اور حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ علماء فرماتے ہیں زمین میں پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اقلیما عورت کی وجہ سے قتل کیا۔

بنی اسرائیل میں گائے کا واقعہ بھی ایک عورت کی وجہ سے ہوا ایک اسرائیلی نے اپنے چچا سے درخواست کی کہ مجھے اپنی بیٹی بیاہ دو اس نے انکار کیا اس کے بھتیجے نے اسے قتل کر دیا تا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کر لے اور اس کے مال کا وارث بن جائے اسی واقعہ پر گائے کا واقعہ پیش آیا جو سورہ بقرہ میں موجود ہے۔

بلعام باعورا کا واقعہ بھی ایک عورت کی وجہ سے پیش آیا: بلعام باعورا کا واقعہ بھی ایک عورت کی وجہ سے پیش آیا بلعام باعورا کو اسم اعظم یاد تھا اور اسی اسم کی وجہ سے وہ مقبول الدعا تھا جب موسیٰ نے قوم جبارین پر لشکر کشی کی تو بلعام کی قوم نے موسیٰ پر بددعا کرنے کے لئے اس سے درخواست کی وہ نہ مانا تب قوم نے اس پر حسینہ عورت پیش کی اور کہا کہ اگر تو موسیٰ پر بددعا کرے تو ہم اس کا نکاح تجھ سے کر دیں گے تب اس نے موسیٰ پر بددعا کرنی چاہی جو خود اس پر پڑی اور اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی۔ تنبیہ الغافلین

واہ جوان تیری عظمت کو سلام: حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ خلافت میں ایک عبادت گزار نوجوان مسجد میں رہتا تھا حضرت عمر اس کو پسند کرتے تھے اس کا ایک بوڑھا باپ تھا عشاء کی نماز کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا اس کا راستہ ایک عورت کے دروازے کے پاس تھا وہ اس پر فریفتہ ہو گئی وہ اس کے راستہ میں کھڑی رہتی تھی ایک رات جب وہ وہاں سے گزرا تو وہ اس کو ورغلا کر لے آئی اسے نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ وہ نوجوان اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گیا اس عورت نے اپنی خادمہ کو بلایا اور دونوں مل کر اس کو باپ کے دروازے پر چھوڑ آئیں ادھر اس کا باپ پریشان تھا وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا تو وہ دروازے پر بے ہوش پڑا ہوا ملا انہوں نے گھر والوں کو بلایا وہ سب مل کر اسے اٹھا کر لے گئے رات کو کافی دیر بعد اس کو ہوش آیا تو اس کے باپ نے پوچھا اے بیٹے تم کو کیا ہوا تھا بیٹے نے ٹالنا چاہا باپ نے پھر خدا کا نام لے کر سوال کیا تب بیٹے نے سارا ماجرا سنایا باپ نے پوچھا بیٹا وہ کون سی آیت تھی تب اس نے وہ آیت دوبارہ پڑھی جو اس نے پہلے پڑھی تھی اور آیت پڑھتے ہی وہ پھر بے ہوش ہو گیا ماں باپ نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ جاں بحق ہو چکا تھا انہوں نے اسے غسل دے کر رات ہی کو دفن کر دیا صبح یہ خبر حضرت عمر تک پہنچی تو آپ نے اس کے گھر جا کر تعزیت کی اور فرمایا مجھے اس کی قبر کے پاس لے چلو آپ کو اس کی قبر پر لایا گیا اور فرمایا اے نوجوان جو شخص خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اے عمر مجھے میرے رب نے دو جنتیں دو مرتبہ عطا فرمائی ہیں۔ الادب المفرد ص ۲۶۵

(حدیث:۱۹)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ " :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدم وَلم يكن لَهُ ذَٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلم يكن لَهُ ذَٰلِكَ أما تَكْذِيبه إِيَّايَ أَن يَقُول إِنِّي لن أُعِيدهُ كَمَا بدأته وَأما شَتمه إِيَّايَ أَن يَقُول اتخذ الله ولدا وَأَنا الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يكن لي كُفُوًا أحد (لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أحد-بخاری: ۴۹۷۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے یعنی میرے وجود کو جھٹلاتا ہے حالانکہ اسے یہ زیب نہیں دیتا۔ اور مجھے گالی دیتا ہے جو اسے درست نہیں ہے اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے رب مجھے پہلے کی طرح نہیں بنا سکے گا حالانکہ پہلی بار بنانا دوسری بار بنانے سے آسان نہیں تھا۔ اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے حالانکہ میں اکیلا ہوں بے نیاز ہوں نہ میں نے کسی کو جنا نہ میں کسی سے جنا گیا ہوں میرا کوئی ہمسر نہیں۔

قال الله تعالی کذبنی ابن آدم : اس حدیث پاک میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی شکایت فرمائی اور شکایت میں دو باتوں کا ذکر فرمایا ایک یہ کہ انسان مجھے جھٹلاتا ہے اور دوسری یہ ہے کہ انسان میرے ساتھ شرکت کا دعوی کرتا ہے یعنی میرے لئے اولاد کا دعوی کرتا ہے ہم یہاں پر اللہ تعالی کے وجود پر چند عقلی دلائل بیان کریں گے پھر اللہ تعالی کے لئے دعوی اولاد پر رد بیان کریں گے۔

اللہ تعالی کے وجود پر لا تعداد دلائل موجود ہیں آسمانی کتابیں انبیاء کے معجزات کے علاوہ کسی بھی چیز پر غور و تفکر کیا جائے تو اس میں اللہ تعالی کے وجود پر دلیل ضرور موجود ہوتی ہے امام اعظم نے تو اتنے تک فرمایا ہے کہ جس تک دین کا پیغام نہیں پہنچا اس کو بھی اللہ تعالی کی وحدانیت پر یقین رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ اس کے وجود پر ہر طرف دلائل موجود ہیں۔ ایمان کی تازگی کے لئے چند دلائل حسب ذیل ہیں۔

پتا ایک تاثیریں مختلف وجود باری کی بہت بڑی دلیل ہیں: امام شافعی ایک شہتوت کے درخت کے سامنے کھڑے تھے کسی نے ان سے وجود باری تعالی کے بارے میں سوال کیا کہ آپ کے نزدیک وجود باری تعالی کی کیا دلیل ہے امام شافعی نے فرمایا اس شہتوت کے درخت کو دیکھ لو اس کے پتوں کو اگر بکریاں چر لیں تو اس سے دودھ حاصل ہوتا ہے اور اگر شہد کی مکھی ان پتوں کو چاٹ لے تو شہد بنتا ہے، اگر ریشم کا کیڑا ان پتوں کو کھا لے تو اس سے ریشم حاصل ہوتا ہے اور اگر ہرن ان کو کھا لے تو اس سے مشک حاصل ہوتا ہے پتا ایک ہے لیکن کہیں اس سے دودھ پیدا ہو رہا ہے کہیں شہد پیدا ہوتا ہے کہیں مشک اور کہیں ریشم اور یہ ساری تاثریں یقینا اس پتے کی نہیں ہیں بلکہ کوئی ایسی ذات ہے جو ان پتوں کو بکری کے منہ میں ڈال کر دودھ پیدا کر دے اور چاہے تو شہد کی مکھیوں سے چسوا کر اسے شہد بنا دے اور ہرن کو یہ پتے کھلا کر اس کو مشک میں تبدیل کر دے اور چاہے تو اسے کیڑے کی خوراک بنا کر اس سے ریشم پیدا کر دے لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ سب چیزیں محض اسباب سے زیادہ کچھ نہیں بلکہ اصل میں موثر حقیقی کوئی اور ذات ہے اور وہی ذات اللہ کی ذات ہے۔ تذکرہ امام شافعی ص ۹۷

خدا ہے تو نظر کیوں نہیں آتا: ایک بار ایک منکر خدا نے کسی فقیر کو کہا کہ خدا موجود ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا لہذا میں تو اس وقت تک خدا کو نہیں مانتا جب تک اس کو دیکھ نہ لوں فقیر نے یہ سن کر ایک پتھر اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا منکر خدا درد کی وجہ سے چیخ اٹھا اور فقیر کو پکڑ کر قاضی کی عدالت میں لے گیا قاضی نے فقیر سے پوچھا کیوں میاں صاحب آپ نے اس کو پتھر کیوں مارا فقیر نے کہا میرے پتھر مارنے سے کیا ہوتا ہے منکر چلا کر بولا میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے اور تو کہتا ہے پتھر سے کیا ہوتا ہے فقیر بولا میں کیسے تسلیم کروں کہ تیرے سر میں درد ہے اگر واقعی درد ہے تو مجھے اپنا درد دکھا تب مانوں گا پھر فقیر قاضی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ حضور واقعہ یہ ہے کہ اس مغرور نے مجھے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا میں تو جب تک آنکھ سے دیکھ نہ لوں خدا کو نہیں مان سکتا اس مسئلے کو سمجھانے کے لئے میں نے اس کو پتھر مارا اگر اس کے سر میں درد ہے تو نظر کیوں نہیں آتا لہذا میں جب تک درد کو دیکھ نہ لوں ہرگز ہرگز درد کو نہیں مان سکتا یہ مجھے اپنا درد دکھا دے میں بھی اس کو اپنا خدا دکھا دوں گا یہ سن کر منکر خدا بہت حیران ہوا اور قاضی نے مسکرا کر کہا واقعی ایسے سرپھروں کا یہی علاج ہے۔ عیون الحکایات ص ۲۶۵

انگوٹھے کی لکیریں وجود باری کی دلیل ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عمر سے کہنے لگا کہ میں شطرنج کے کھیل سے بڑا متعجب

ہوتا ہوں کہ یہ کھیل ایک مربع فٹ تختہ کے ۶۴ خانوں میں کھیلا جاتا ہے اور اگر ان خانوں میں لاکھ مرتبہ بھی شطرنج کھیلی جائے تو ہر بار بازی مختلف ہوتی ہے حضرت عمر نے فرمایا اس سے بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ انسان کا چہرہ صرف ایک بالشت بھر کا ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے ارب ہا ارب بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ چہرے پیدا کئے لیکن کوئی چہرہ دوسرے چہرہ سے نہیں ملتا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں چہرہ تو بہت دور کی بات ہے انسان کے ہاتھ میں دو اڑھائی انچ کا انگوٹھا ہوتا ہے اور کسی ایک انگوٹھے کی لکیریں دوسرے سے نہیں ملتیں بلکہ ایک ہی انسان کے دائیں انگوٹھے کی لکیریں بائیں انگوٹھے سے نہیں ملتیں سبحان اللہ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ایک ذات ہے جس کا یہ سارا کمال ہے اور وہی ذات اللہ کی ذات ہے۔ اعانۃ الطالبین ص ۱۸۵

کشتی خود بخود چلتی رہی: ایک منکر خدا نے امام اعظم کو وجود خدا پر مناظرہ کرنے کی دعوت دی آپ نے قبول کر لی مقررہ دن اور مقررہ جگہ پر منکر خدا امام اعظم کا انتظار کرتا رہا لیکن آپ کچھ لیٹ ہو گئے جب آپ مقررہ جگہ پہنچے تو منکر نے غصہ میں کہا آپ وعدہ کے مطابق وقت پر نہیں پہنچے تو امام اعظم نے فرمایا میرے ساتھ آج ایک عجیب معاملہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے آنے میں تاخیر ہوگئی واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ جب میں آ رہا تھا تو میں نے سمندر کے کنارے ایک بہت ہی عجیب و غریب منظر دیکھا ایک کشتی سمندر میں بغیر ملاح کے خود بخود چلتی جا رہی تھی جب کوئی ساحل آتا تو وہ کشتی کنارے پر آ جاتی مسافروں کو اتارتی اور جنہوں نے سفر کرنا ہوتا ان کو سوار کراتی اور منزل کی جانب چل پڑتی اور موجوں کا مقابلہ کرتی وہ کشتی محو سفر ہو جاتی منکر خدا نے یہ سن کر قہقہہ لگایا اور کہا لوگو تمہارا امام پاگل ہو گیا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کشتی بغیر کسی کپتان کے خود بخود چلتی رہے اور خود بخود منزل پر پہنچ جائے جب تک کشتی کو چلانے والا کوئی کیپٹن نہیں ہوگا کشتی اپنی مرضی سے نہیں چل سکتی۔ تو امام اعظم نے فرمایا بس نادان تو ہارا میں جیتا جب خود تسلیم کر رہا ہے کہ ایک کشتی بغیر کسی چلانے والے کے اپنی مرضی سے نہیں چل سکتی نہ اپنی مرضی سے منزل تک پہنچ سکتی ہے تو اتنی بڑی کائنات کا نظام اپنی مرضی سے کیسے چل سکتا ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ اگر کشتی بغیر کپتان کے نہیں چل سکتی تو اس کائنات کا نظام بھی بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چل سکتا اور اس کو چلانے والی بھی کوئی ذات ہے اور وہی ذات میرے خدا کی ذات ہے۔

ایک بار حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ تیری یہ شان ہے کہ نہ تجھے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند میں اس کا نظارہ کرنا چاہتا ہوں اور حق الیقین چاہتا ہوں فرمایا موسی دو شیشیاں اپنے ہاتھ میں پکڑ لو آپ نے پکڑ لیں اونگھ آئی تو دونوں گر کر ٹوٹ گئیں فرمایا موسی تجھے اونگھ آئی تو تو دو شیشیاں نہ سنبھال سکا میں سو جاؤں تو اتنی بڑی کائنات کون سنبھالے گا کائنات کا نظام جو چل رہا ہے یہ بذات خود خدا کے موجود ہونے کی ایک خاموش دلیل ہے۔

سر آپ میں بھی عقل نہیں: ایک کیمونسٹ پروفیسر نے کلاس میں لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ کسی بھی چیز کا وجود معلوم کرنا ہو تو حواس خمسہ کے ذریعے ہوتا ہے اگر حواس سے کسی چیز کا ادراک نہ ہو سکے تو وہ چیز موجود نہیں ہوتی چونکہ خدا کا ادراک بھی حواس خمسہ کے ذریعے نہیں ہو سکتا اس لئے خدا کا بھی کوئی وجود نہیں۔ کلاس میں ایک عقلمند دیندار نوجوان بیٹھا ہوا تھا اس نے کھڑے ہو کر کہا سر کیا آپ کے اندر عقل ہے اس نے کہا کیوں نہیں نوجوان نے کہا آپ نے اپنے حواس خمسہ کے ذریعے کبھی عقل کا ادراک کیا؟ کیا آپ نے اپنی عقل کو کبھی آنکھ سے دیکھا؟ کہا نہیں، آپ نے عقل کو ہاتھ سے چھوا؟ بولا

نہیں، عقل کو کبھی کان سے سنا؟ کہا نہیں، عقل کو کبھی ناک سے سونگھا؟ جواب دیا نہیں، عقل کو کبھی زبان پر چکھا؟ کہا نہیں، نوجوان نے کہا سر جب آپ نے آج تک حواس خمسہ سے اپنی عقل کا ادراک نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ آپ میں عقل نہیں ۔مطلب یہ کہ جس طرح عقل کا وجود ہے لیکن حواس کے ذریعہ اس کا ادراک نہیں ہوسکتا وہ ایک غیب چیز ہے اسی طرح اللہ کی ذات بھی ایسی ذات ہے جو غائب الغیوب ہے جس کا حواس سے ادراک نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ دوبارہ کیسے زندہ کرے گا؟

لیس اول الخلق باھون علی من اعادتہ: اس حدیث پاک میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مارنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ کرسکتا ہے ایسا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے ان بیوقوفوں اور موٹی عقل والوں کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ جو ذات کسی چیز کو عدم سے وجود میں لاسکتی ہے اس کے ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد دوبارہ اس کو وجود کیوں نہیں دے سکتی حالانکہ پہلی بار کسی چیز کی تخلیق دوسری بار پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہوتی ہے جو ذات پہلی بار کسی چیز کو وجود دے سکتی ہے تو دوسری بار اسے وجود دینا اس کے لئے کونسا مشکل ہے یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے پہلی بار اور دوسری بار وجود کی باتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں یہ صرف انسان کے لئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ وہ قادر اور زبردست طاقت رکھنے والی ذات ہے کہ وہ صرف کن کہنے سے عدم کو وجود میں لاسکتا ہے۔

اولاد اور بیوی اللہ کے لئے گالی کیوں ہے؟ اما شتمہ ایای فقولہ اتخذ اللہ ولدا: اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں

۱۔ مشرکین کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر اللہ کے بیٹے اور حضرت مریم اللہ کی بیوی ہیں معاذ اللہ۔ اولاد اور بیوی اختیار کرنا ہمارے لئے کمال ہے لیکن اللہ رب العزت کے لئے گالی ہے جیسے ایک کنواری لڑکی کو صاحب اولاد کہنا اس کے لئے گالی ہے تمثیل بلا تشبیہ یہ اللہ کے لئے بھی گالی ہے۔

۲۔ اولاد اپنے باپ کی ہمسر ہوتی ہے کیونکہ انسان کا بچہ انسان، شیر کا بچہ شیر گدھے کا بچہ گدھا ہوتا ہے تو معاذ اللہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو وہ بھی خدا ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا خالق ہے تو پھر اس کا ہمسر کہاں سے آیا لہذا اللہ کے لئے اولاد ماننا اس کے لئے گالی ہے۔

۳۔ اولاد والا کبھی اکیلا نہیں ہوتا کیونکہ اولاد باپ کی قومیت، جنسیت میں شریک ہوتی ہے جب کہ اللہ رب العزت اکیلا و یکتا ہے ہر شرکت سے پاک لہذا اولاد اس کے لئے گالی ہے۔

۴۔ انسان بیوی سے بے نیاز نہیں ہوسکتا کیونکہ اس پر شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور شہوت پوری کرنا اس کا طبعی اور فطرتی تقاضا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان تقاضوں سے پاک اور بے نیاز ہے لہذا اللہ کے لئے بیوی ماننا اس کے لئے گالی ہے۔

۵۔ شریعت کے حکم کے مطابق بیوی اپنے شوہر کی جنس ہوتی ہے اسی لئے انسان کو جنی اور پری اور گائے، بھینس سے شادی کرنا جائز نہیں اب اگر اللہ تعالیٰ کی معاذ اللہ بیوی ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ کی ہم جنس اور ہم قوم ہوتی جبکہ اللہ تعالیٰ جنس و قوم سے پاک ہے لہذا اللہ کے لئے بیوی ماننا اس کے لئے گالی ہے۔

۶۔ انسان کو فکر ہوتی ہے کہ اس کی موت کے بعد اس کے مال کا کیا بنے گا لہذا وہ وراثت کے لئے اولاد سے بے نیاز نہیں ہوسکتا

جبکہ اللہ تعالیٰ اس چیز سے بے نیاز ہے اس کو اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں سورج اور چاند قیامت تک قائم دائم ہیں انہیں قیامت سے پہلے فنا نہیں ہوگی اس لئے انہیں وراثت میں اولاد کی ضرورت ہی نہیں۔ لہذا اللہ کے لئے اولاد ماننا اس کے لئے گالی ہے۔

(حدیث: ۲۰)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم " :قَالَ اللهُ تَعَالَى: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ "بخاری مسلم :۴۸۲۶، ۵۸۶۳

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے ایذاء دیتا ہے کہ زمانہ کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ زمانہ یعنی موثر زمانہ تو میں ہوں میں ہی زمانہ کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔

قال اللہ تعالیٰ یوذینی ابن آدم:

اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینے کا مطلب: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بیان فرمایا کہ انسان مجھے اذیت دیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی اذیت سے پاک ہے نہ اس کو کوئی ایذا دے سکتا ہے اور نہ کوئی رنج والم پھر ایسا کیوں کہا گیا؟ محدثین فرماتے ہیں کہ یہاں ایذا سے مراد ناراضگی ہے یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کام کرکے اللہ کو ناراض کرتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہر اذیت و دکھ درد سے پاک ہے۔

زمانے کو گالی دینے کا مطلب کیا ہے؟ یسب الدھر: مذکورہ حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انسان زمانے کو گالی دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان پر جب کوئی مصیبت یا آزمائش آتی ہے تو وہ زمانے اور اسباب کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتا ہے مثلاً کسی ناگوار بات پر کہنا زمانہ کتنا برا آ گیا ہے، ہائے زمانے نے ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑ دئے، زمانہ کتنا ظالم ہو گیا ہے وغیرہ وغیرہ اس طرح کے کلمات، کلمہ کفریہ ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اس توضیح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب اور اللہ کی محکوم چیزوں کو برا بھلا کہنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کس طرح زمانہ ہے؟ وانا الدھر بیدی الامر: حدیث میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں زمانہ ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں زمانے کا موثر حقیقی ہوں چونکہ زمانے میں تاثیر اللہ کے حکم سے ہوتی ہے اور دن ورات کی تبدیلی اور ان کے چھوٹا و بڑا ہونے اور سردی و گرمی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اس لئے ان کو برا بھلا کہنا ان کے بنانے والے یعنی خدا کو برا بھلا کہنے کے مترادف ہے بنے کی برائی حقیقت میں بنانے والے کی برائی ہوتی ہے اور بنے کی تعریف حقیقت میں بنانے والے کی تعریف ہے۔ اللہ کے پیاروں کی برائی، اللہ کے نظاروں کی برائی، حقیقت میں اللہ کی برائی ہے اور اللہ کے پیاروں کی تعریف، اللہ کے نظاروں کی تعریف، حقیقت میں اللہ کی تعریف ہے اور جب کوئی ان پیاروں اور نظاروں کی تعریف کرتا ہے تو سننے والا یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جب بننے والے کی عظمت کا یہ عالم ہے تو بنانے والے کی عظمت کا عالم کیا ہوگا جب بننے والا اتنا لاجواب ہے تو بنانے والا کتنا لاجواب ہوگا جب بننے والا اتنا بے مثل ہے تو بنانے والا کتنا بے مثل ہوگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ بننے والے کی تعریف بنانے والے کی تعریف ہے اور بننے والے کی برائی بنانے والے کی برائی ہے۔ زمانے کی تعریف زمانہ بنانے والے کی تعریف ہے زمانے کی برائی زمانہ بنانے والے کی برائی ہے۔

(حدیث:۲۱)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَحَدٌ أَصْبَرُ عَلَى أَذًى يَسْمَعُهُ مِنَ اللّٰهِ يَدْعُونَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ -بخاری، مسلم:۶۰۹۹_۷۰۸۳

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی تکلیف دہ بات پر صبر کرنے والا کوئی نہیں لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں پھر بھی وہ انہیں معاف کرتا اور رزق عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صبر کا مطلب کیا ہے؟ ما احد اصبر علی اذی: اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے صبر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی خطاؤں کے باوجود وہ انہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ انہیں ڈھیل اور موقعہ دیتا ہے کہ وہ توبہ کر لیں اور گناہوں سے باز آجائیں یہاں صبر سے مراد وہ صبر نہیں جو مصائب و آلام کے وقت مجبوری اور لاچاری میں انسان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے

اللہ تعالیٰ کی عطاؤں کا بیان: ثم یعافیھم ویرزقھم :اس حدیث پاک میں بندوں کی خطاؤں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا تذکرہ ہے کہ انسان کی اتنی عظیم خطاؤں اور فاسد نظریات وعقائد کے باوجود وہ ان کو مسلسل رزق اور نعمتیں دیئے جارہا ہے اللہ تعالیٰ کی ان عطاؤں کی وجہ وہ حدیث پاک ہے جس میں خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لما قضی اللہ الخلق کتب کتابا فھو عندہ فوق عرشہ ان رحمتی غلبت علی غضبی ۔ صحیح بخاری

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے مخلوق پیدا کی تو عرش پر ایک تحریر لکھی کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

اللہ کی رحمت غضب پر کیسے غالب ہے؟ اس فرمان عالی کے چند معنیٰ ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ میری رحمت زیادہ ہے میرا عذاب کم کہ رحمت ہمیشہ رہتی ہے غضب کبھی کبھی۔

۲۔ دوسرا یہ کہ میری رحمت عام ہے تمام مخلوق کو پہنچتی ہے جس سے ہر کافر ومومن انس وجن حصہ لے رہا ہے کہ ہر کوئی رب کی رحمت سے روزی پا رہے ہیں میرا غضب خاص کافر انسان اور جنات پر ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ رحمت ملنے کے اسبابُ بہت ہیں ایمان لانا، توبہ کرنا، عبادت کرنا، رونا، ڈرنا، امید رکھنا، بندوں پر رحم کرنا مگر غضب کا سبب صرف ایک ہے یعنی نافرمانی کرنا اگرچہ نافرمانی کی نوعیتیں بہت ہیں۔

۴۔ چوتھا یہ کہ رحمت پہلے ہے غضب اس کے بعد ہے مخلوق کو پیدا فرمانا اور انہیں پالنا روزی دینا یہ سب رحمت پہلے ہے ان کی نافرمانی پر پکڑنا یہ غضب بعد میں ہے جو ان رحمتوں کے بعد ہے دنیا میں بھی اس کی رحمت زیادہ ہے آخرت میں بھی زیادہ ہوگی۔

۵۔ پانچویں یہ کہ اللہ کی رحمت بغیر اسباب کے بھی مل جاتی ہے مگر اس کا غضب کسی سبب سے ہی ہوتا ہے، ہم پر اس نے عالم ارواح اور ماں کے پیٹ میں رحمتیں کیں اس وقت ہم کون سے اعمال کررہے تھے۔ چھٹا یہ کہ رحمت تو ہمارے حقدار نہ

ہونے کے باوجود بھی مل جاتی ہیں مگر غضب ہمارے استحقاق سے ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں: سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت جن، انسان، کیڑے مکوڑوں کے درمیان اتاری جس سے یہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں اس رحمت سے وحشی جانور اپنے بچوں پر مہربان ہوتے ہیں اور ننانوے رحمتیں محفوظ رکھ چھوڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ صحیح بخاری

ایک رحمت دنیا میں ننانوے آخرت میں عطا ہوں گی: یعنی سو میں سے ایک رحمت بندوں میں بانٹ دی گئی جس کے حصے ہو کر ماں، باپ، بہن، بھائی، رشتہ داروں اور دوستوں کو ملے اللہ نے جانوروں کو بھی رحمت دی لیکن ان میں الفت ومحبت کم ہے غضب ونفرت زیادہ ہے اور اسی رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں پر مہربان ہیں۔ اگر رب تعالیٰ ماں کے دل میں رحم ومحبت پیدا نہ کرے تو وہ اپنے بچوں پر ہرگز مہربان نہ ہو جیسے ناگن کہ یہ اپنے بچوں کو بھی کھاجاتی ہے مچھلی تو اپنے بچوں کو پہچانتی بھی نہیں اور اگر رب محبت اور رحم پیدا فرمادے تو پتھر اور درخت محبت کرنے لگیں دیکھو احد پہاڑ حضور سے محبت کرتا ہے درخت وغیرہ حضور ﷺ پر نثار ہیں۔ اب ایک قسم کی رحمت کا ظہور تو دنیا میں ہورہا ہے اور ننانوے قسم کی رحمت کی جلوہ گری آخرت میں ہوگی قیامت کے دن ان ننانوے رحمتوں کو اس دنیا کی ایک رحمت سے ملا کر پورے سو فرمائے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اگر مومن جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا۔

کیا تیرے گناہ اللہ کی رحمت سے زیادہ ہیں: حدیث پاک میں ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں بہت زیادہ گناہ گار ہوں کیا میری بخشش ہوجائے گی آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے گناہ ستاروں سے بھی زیادہ ہیں اس نے عرض کی جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے گناہ بارش کے قطروں سے بھی زیادہ ہیں اس نے پھر وہی جواب دیا جی ہاں آپ ﷺ نے پوچھا کیا تیرے گناہ درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہیں اس نے جواب دیا جی ہاں پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا، کیا تیرے گناہ اللہ کی رحمت سے بھی زیادہ ہیں تو وہ خاموش ہوگیا اور رونے لگا نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر انسان کے گناہ زمین اور آسمان کے درمیان کے خلا کو بھی بھر دیں تو وہ اللہ کی رحمت سے زیادہ نہیں ہوسکتے اور توبہ کرنے پر اللہ ان کو بھی معاف فرمادیتا ہے۔ انیس الواعظین

بخشش عمل سے یا اللہ کے فضل سے ہوگی: یادرہے کہ انسان کی بخشش کے سبب دو ہیں حقیقی سبب اور ظاہری سبب۔

حقیقی سبب: اللہ تعالیٰ کا فضل بخشش کا حقیقی سبب ہے۔

ظاہری سبب: انسان کے نیک اعمال بخشش کا ظاہری سبب ہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ انسان کی بخشش حقیقت میں اللہ کے فضل سے ہوگی لیکن انسان کے نیک اعمال اللہ کے فضل کا سبب بن جائیں گے۔ لہذا ہر بندے کو اعمال بھی اختیار کرنے چاہیں اور اللہ سے اس کے فضل کا طالب بھی رہنا چاہئے فقط اعمال پر تکیہ کرنا نادانی ہے۔

روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیکوکار تین سو سال تک اللہ کی عبادت میں مصروف رہا مرنے کے بعد جب اس کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو اللہ تعالی نے فرمایا اے میرے بندے کیا تو جانتا ہے کہ ہم نے تیری مغفرت کردی ہے تو اس نے کہا الہی میں ساری زندگی تیری عبادت کرتا رہا نیک اعمال اختیار کئے لہذا میں جنت کا مستحق ہوں اللہ تعالی نے فرمایا فرشتو اس کو پیدل جنت کی طرف لے جاؤ جب وہ پیدل چلا تو کافی دیر چلنے کی وجہ سے اس کو سخت پیاس لگی وہ شدت پیاس کی وجہ سے پکارنے لگا مجھے پانی پلا دو فرشتوں نہ کہا پانی مفت میں نہیں مل سکتا ایک سال کی عبادت ہمیں دے دو ایک گھونٹ پانی ملے گا اس نے پانی کے بدلے اپنی ایک سال کی عبادت دے دی پھر کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اسے پھر پیاس لگی اس نے پھر پانی مانگا فرشتوں نے اس سے دوسرے سال کی عبادت کا مطالبہ کیا اس نے پانی کے بدلے دوسرے سال کی عبادت بھی دے دی پانی پی کر جب آگے چلے تو پھر پیاس کی شدت اس کو تڑپانے لگی آخر ساری عبادت دے کر پانی ملا جب چوتھی بار پانی مانگا تو اس کے پاس دینے کو عبادت ختم ہو چکی تھی تو اس نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی الہی واقعی جنت تیرے فضل سے ملتی میں اپنی غلطی پر نادم ہوں مجھے معاف فرمادے تو اللہ تعالی نے اسے معاف فرمادیا۔

اللہ تعالی ماں سے زیادہ مہربان ہے: حضور نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے قیدیوں میں ایک عورت کی چھاتی دودھ سے چھلک رہی تھی وہ دوڑ رہی تھی جب قیدیوں میں کوئی بچہ پاتی اپنے پیٹ سے چمٹا لیتی اور اسے دودھ پلا دیتی تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو فرمایا کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو اٹھا کر آگ میں پھینک دے عرض کیا کبھی نہیں فرمایا اللہ تعالی اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ اپنے بچے پر۔ مشکوۃ المصابیح باب الاستغفار

مطلب یہ کہ جیسے ماں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ آگ میں جلے ایسے رب تعالی نہیں چاہتا کہ میرا بندہ جہنم کی آگ میں جلے وہ تو ماں سے زیادہ مہربان ہے۔

اعتراض: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو تو دوزخ میں ڈالے گا تو پھر یہ کیسے درست ہوگا کہ ماں تو اپنے بچوں کو آگ میں نہیں ڈالتی اور اللہ تعالی جو ماں سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ اپنے بندوں کو آگ میں ڈال دے گا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا بلکہ جن کو دوزخ میں ڈالے گا ان میں سے کوئی اپنے آپ کو سورج کا بندہ کہتا ہے کوئی اپنے آپ کو آگ کا بندہ کہتا ہے کوئی پتھر کے بتوں کا بندہ کہتا ہے سو جو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہتا ہے اللہ اس کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔

اعتراض: اس پر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ بعض مومنین کو بھی تو وزخ میں ڈالا جائے گا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مومنین کو دوزخ میں عذاب کے لئے نہیں ڈالا جائے گا بلکہ گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ڈالا جائے گا تا کہ وہ جنت میں جانے کے قابل ہو جائیں جیسے بچے کے بدن پر میل کچیل ہو تو ماں بچے کو صابن سے رگڑ رگڑ کر نہلاتی ہے اور بچہ روتا اور چلاتا ہے لیکن ماں بچے کی خیر کی خاطر اسے رگڑ رگڑ کر نہلاتی ہے۔

اعتراض: اللہ تعالی جب اپنے بندوں سے ماں سے زیادہ رحم کرتا ہے تو ان کو مصائب و آلام میں کیوں مبتلا کرتا ہے آفات اور بیماریوں میں کیوں مبتلا کرتا ہے؟

جواب: آفات بیماریاں اور قدرتی آفات بھی بندوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں اور ان مصائب و آلام کی وجہ سے بندہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے اور جتنی زیادہ آفات و مصائب آئیں گے وہ اتنا زیادہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جائے گا اور اسی طرح صحابہ و اہل بیت اور صالحین پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے درجات بلند کرنے کے لئے ہوتے ہیں حتی کہ حشر میں جب لوگ ان کے بلند درجات کو دیکھیں گے تو سب خواہش کریں گے کہ کاش ان پر بھی دنیا میں یہ مصائب و آلام نازل ہوتے تا کہ آج ان کے درجات بھی بلند ہوتے۔

عشق بے خوفی پیدا کرتا ہے: حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کمبل لپیٹا تھا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ایک درخت کی جھاڑی کے پاس گزرا تو میں نے اس جھاڑی میں چڑیا کے چوزوں کی آواز سنی میں نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا اتنے میں ان کی ماں آگئی وہ میرے سر پر چکر لگانے لگی میں نے اس کے سامنے وہ بچے کھول دئے وہ ان پر گر پڑی میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا وہ سب یہ میرے پاس ہیں فرمایا انہیں کھول کر رکھ دو انہیں کھول کر رکھ دیا گیا لیکن ماں ڈرے بغیر پھر بھی بچوں کو چمٹی رہی ہم نے بہت حیرت کا اظہار کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اس چڑیا کی ممتا پر تعجب کرتے ہوئے خدا کی قسم اللہ اپنے بندوں پر اس چڑیا سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ مشکوۃ المصابیح باب الاستغفار

بزرگ فرماتے ہیں عشق بے خوفی پیدا کرتا ہے اسی عشق سے دل میں قوت بدن میں طاقت طبیعت میں ہمت و جرات پیدا ہوتی ہے دیکھو چڑیا انسان سے ڈرتی ہے مگر بچوں کے عشق نے اس کے دل سے ڈر نفرت سب نکال دیا بلکہ کبھی ایسی چڑیا انسان پر حملہ بھی کر دیتی ہے جب دنیا کے عشق کا یہ حال ہے تو جسے اللہ تعالی عشق مصطفی نصیب کر دے اس میں دلیری کیوں نہ پیدا ہوگی کربلا میں حسینی قافلہ ۷۲ آدمیوں پر مشتمل تھا اور مقابلے میں ۲۲ ہزار یزیدی مگر حسینی قافلہ کی ہمت شجاعت دلیری آج تک مشہور ہے یہ دلیری کہاں سے آئی اسی عشق کی کرشمہ سازی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جنت کا ذریعہ رحمت الہی ہے اور رحمت کا ذریعہ نیک اعمال لہذا اعمال سے غافل نہ رہو منزل قریب ہے۔

اللہ تعالی ثابت قدمی عطا فرماتا ہے: حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی بندے کی حاجت میں مدد کرے اللہ اس کو اس دن ثابت قدم رکھے گا جس دن لوگوں کے قدم پھسل جائیں گے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اہل دوزخ سے ایک مخلوق نکلے گی تو ان کا گزر اہل جنت میں سے ایک شخص کے پاس سے ہوگا وہ اس جنتی شخص سے کہے گا اے فلاں کیا تو نے مجھے نہیں پہچانا جنتی شخص کہے گا تم کون ہو وہ کہے گا میں وہ ہوں کہ ایک دن تم نے مجھ سے وضو کے لئے پانی مانگا تھا تو میں نے تم کو پانی دیا تھا تو وہ جنتی شخص اس کی سفارش کرے گا اور ایک آدمی جنتی شخص کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا اے فلاں کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا وہ پوچھے گا تم کون ہو وہ کہے گا تم نے مجھے فلاں فلاں کام کے لئے بھیجا تھا تو میں نے تمہارا کام کر دیا تھا تو وہ اس کی سفارش کرے گا پس اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ رواہ البیہقی

(حدیث:۲۲)

وَعَن معَاذ رَضِی اللہ عَنهُ قَالَ کُنتُ رِدْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسلم علی حمَار یُقَال لَهُ عفیر فَقَالَ یَا معَاذ هَل تَدۡرِی حَقُّ اللّٰہِ عَلَی عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الۡعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ؟ قُلۡتُ اللّٰہُ وَرَسُولُهُ أَعۡلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰہِ عَلَی الۡعِبَادِ أَنۡ یَعۡبُدُوهُ وَلَا یُشۡرِکُوا بِهِ شَیۡئًا وَحَقُّ الۡعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ أَنۡ لَا یُعَذِّبَ مَنۡ لَا یُشۡرِكُ بِهِ شَیۡئًا فَقُلۡتُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرۡهُمۡ فَیَتَّکِلُوا

بخاری، مسلم: ۲۵۸۶۔ ۱۴۴

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مر[تبہ] میں ایک خچر پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے اس طرح سوار تھا [کہ] میرے اور حضور ﷺ کے درمیان پالان کی لکڑی کے سوا [کچھ] نہیں تھا حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے معاذ کیا [تم] جانتے ہو کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر اور بندوں کا حق اللہ تع[الیٰ] پر کیا ہے میں نے عرض کی اللہ و رسول بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ [کی] عبادت کریں اور کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں [کا] حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے تو اس کو عذاب نہ دے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ [کیا] میں اس کی بشارت لوگوں کو نہ دے دوں آپ ﷺ نے فر[مایا] ان کو بشارت نہ دینا ورنہ وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

کنت ردف النبی ﷺ علی حمار لیس بینی و بینه الا موخرة الرحل:

ایک جانور پر دو سوار کی احادیث میں تعارض: اس حدیث میں حضرت معاذ، نبی کریم ﷺ کے ردیف تھے اور ای[ک] جانور پر دو سواروں میں سے پیچھے والے کو ردیف کہتے ہیں جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایک جانور پر [تین] آدمیوں کو سوار ہونے سے منع فرمایا تو اس میں تعارض کیوں؟

ایک جانور پر دو سوار کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: فقہائے کرام اس کا جو یہ دیتے ہیں کہ جس حدیث میں ایک جانور پر دو آدمیوں کی سواری کو منع کیا گیا اس سے مراد وہ جانور ہے جو کمزور اور لاغر ہو اور اگر جانور صحت مند اور ایک [سے] زیادہ آدمیوں کی سواری کے قابل ہو تو اس پر ایک سے زیادہ سواروں کی سواری میں حرج نہیں۔

اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں: عبادت کی تعریف: ہر وہ کام جو اللہ کی اطاعت میں ک[یا] جائے یا اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے وہ عبادت ہے۔

کسی عبادت کے چھوٹ جانے پر رنج و ملال کرنا وہ وصف ہے جو انسان میں ہے اور فرشتوں میں نہیں اگر بلا اختیا[ر] عبادت چھوٹ جائے تو اس پر غم اور افسوس کا اظہار ضرور کرنا چاہئے ہو سکتا ہے یہی ادا اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے۔

عبادت چھوٹ جانے کا غم: حدیث پاک میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب مناسک حج کے دوران آپ کو حیض آ گیا اور اس وجہ سے آپ خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکیں تو بے اختیار رو رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ آپ کو تسلیاں دے رہے تھے۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صبح کی نماز کے لئے کسی نے بیدار کیا اور کہا اٹھ[یں]

نماز فجر کا وقت ہو چکا ہے حضرت امیر معاویہ بہت حیران ہوئے اور پوچھا کہ تو کون ہے جس نے مجھے نماز کے لئے بیدار کیا ہے کیونکہ دروازہ بند تھا اور اندر کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی اتنے میں ایک بوڑھا شخص آپ کے سامنے نمودار ہوا اور کہا حضور میں ابلیس ہوں آپ کو نماز کے لئے اٹھانے کے لئے آیا ہوں آپ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا ابلیس کا کام نماز سے روکنا ہے نہ کہ نماز کے لئے اٹھانا پھر تو نے مجھے نماز کے لئے کیوں اٹھایا ہے تو شیطان نے کہا حضور پچھلی بار آپکی فجر کی جماعت لیٹ اٹھنے کی وجہ سے جاتی رہی تو آپ اس کے غم میں اتنا روئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک کے بدلے دو سو نمازوں کا ثواب عطا فرمایا اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کی نماز نکل جائے اور آپ اس پر پھر اتنا روئیں کہ ایک کی بجائے دو سو کا ثواب پالیں اب ایک پڑھیں گے تو ایک کا ہی ثواب پائیں گے اس لئے آپ کو اٹھانے کے لئے آیا ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک جنگ کے لئے نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو تیار فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مغفل اور ان کی جماعت حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بھی جہاد کے لئے سواری عطا فرمائیں تا کہ ہم بھی جہاد میں شرکت کر سکیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سواریوں پر سوار مکمل ہو چکے ہیں اب میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کوئی سواری نہیں لہذا آپ واپس گھروں کو چلے جائیں تو حضرت عبداللہ بن مغفل اس سعادت عظمٰی سے محرومی کی وجہ سے زار و قطار رونے لگے اور برستی آنکھوں کے ساتھ واپس گھر کو چلے گئے اور آپ کو جہاد میں شرکت نہ کرنے کا غم کئی دن رلاتا رہا۔ صحیح بخاری

دین کے نقصان پر کوئی تعزیت نہیں کرتا: حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میری جماعت فوت ہو گئی تو میں اس نقصان پر بہت رویا لیکن میرے نقصان پر صرف حضرت ابو اسحاق جماعت کے فوت پر ہونے پر تعزیت کرنے آئے اور اگر میرا بیٹا فوت ہو جاتا تو ساری دنیا میری تعزیت کرنے کو آتی افسوس کہ آج لوگوں کے نزدیک دنیا کے فوت ہونے پر تو تعزیت ہے اور دین کے فوت ہونے پر کوئی تعزیت نہیں کرتا حالانکہ دین کی کسی چیز کے فوت ہونے کا نقصان دنیا کے فوت ہونے سے زیادہ ہے۔ تنبیہ المغترین ص ۱۹۵

اللہ والوں کی عبادت کا عالم: حضرت ابو الحسن طوسی فرماتے ہیں اگر میرا بس چلے تو میں کراما کاتبین سے بھی چھپ کر عبادت کروں تا کہ اپنی عبادت اور اس پر ملنے والی تعریف کو چھپا سکوں۔ آپ کے شاگرد ابو عبداللہ فرماتے ہیں میں بیس سال تک ابو الحسن کی صحبت میں رہا مگر جمعہ کے علاوہ کبھی بھی آپ کو دو رکعت نفل بھی پڑھتے نہیں دیکھ سکا آپ پانی کا کوزہ لے کر اپنے کمرہ خاص میں تشریف لے جاتے اور اندر سے دروازہ بند کر لیتے تھے میں کبھی بھی نہ جان سکا کہ کمرہ میں کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ ایک دن آپ کا چھوٹا بیٹا زور زور سے رونے لگا اس کی والدہ اسے چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی میں نے پوچھا یہ بچہ آخر اس قدر کیوں رو رہا ہے بی بی صاحبہ نے فرمایا اس کے ابو یعنی ابو الحسن اس کمرے میں داخل ہو کر تلاوت قرآن کرتے اور روتے ہیں تو یہ بھی ان کی آواز سن کر رونے لگتا ہے ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو الحسن اپنی عبادت اور ریاضت چھپانے کے لئے اس قدر سعی کرتے تھے کہ اپنے کمرہ خاص سے عبادت کرنے کے بعد باہر نکلتے تو پہلے اپنا منہ دھوتے پھر آنکھوں میں سرمہ لگا لیتے تا کہ چہرہ اور آنکھیں دیکھ کر کسی کو اندازہ نہ ہو کہ یہ روئے تھے۔ حلیۃ الاولیاء ص ۲۵۴

(حدیث: ۲۳)

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رديفه على الرحل قَالَ: يَا مُعَاذ بن جبل قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيك ثَلَاثًا قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاس فيستبشروا قَالَ إِذا يتكلوا وَأخبر بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا

بخاری، مسلم: ۱۴۸

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ حضو[ر] نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھے حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ انہوں نے عرض کی حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ حضو[ر] ﷺ نے فرمایا اے معاذ انہوں نے عرض کی حاضر ہوں [یا] رسول اللہ ﷺ حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ انہوں [نے] عرض کی حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ تین مرتبہ اسی طرح کہا [پھر] آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص صدق دل سے اس بات کی گواہ[ی] دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام فرما دے گا حضرت معا[ذ] نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اس کی بشارت لوگوں کو [نہ] دے دوں آپ ﷺ نے فرمایا ان کو بشارت نہ دینا ورنہ وہ اس[ی] پر بھروسہ کر بیٹھیں گے پھر حضرت معاذ نے گناہ سے بچنے کے لئے اپنے وصال کے وقت اس کی خبر دے دی۔

کیا گناہ کبیرہ کرنے والا بغیر عذاب کے نجات پا سکے گا؟ اس حدیث پاک سے بظاہر یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ صرف کلم[ہ] پڑھ لینے سے انسان داخل جنت ہو جائے گا چاہے جتنے گناہ کرتا رہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اس کو سمجھنے کے لئے اہلسنت کا عقیدہ ذہن نشین کر لیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص صحیح العقیدہ توحید و رسالت پر یعنی ایمان کی سلامتی پر فوت ہوا وہ ہر حال میں داخل جنت ہو گا اس کے جنت میں داخلے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوں گی

۱۔ اگر گناہوں سے معصوم تھا جیسے نابالغ بچہ یا پیدائشی مجنوں جو جنوں میں ہی فوت ہو گیا یا وہ شخص جس نے اللہ کی توفیق سے کبھی گناہ کیا ہی نہیں یا وہ شخص جس نے گناہ تو کیا لیکن بعد میں توبہ کر لی اور بعد توبہ کوئی گناہ نہیں کیا اور اس کی موت ہو گئی یہ لوگ ابتداء ہی سے داخل جنت ہوں گے جہنم میں بالکل نہیں جائیں گے۔

۲۔ گناہوں سے معصوم نہیں تھا یعنی گناہ کبیرہ کرتا رہا اور بغیر توبہ کئے ایمان کی سلامتی پر فوت ہو گیا تو اب اس کا معاملہ اللہ کی مشیت پر ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس پر فضل کرتے ہوئے اسے ابتدا ہی سے داخل جنت کر دے اور جہنم سے فوری نجات عطا فرما دے اور اگر چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی مقدار اسے عذاب دے اور پھر سزا پوری ہونے پر داخل جنت کر دے الغرض جو شخص بھی ایمان اور اسلام پر فوت ہوا وہ جنت میں ضرور جائے گا لہذا مذکورہ حدیث پاک بھی اسی پر محمول ہے کہ وہ جنت میں جائے گا لیکن سزا پا کر۔ یاد رہے کہ کفار دائمی جہنمی ہیں وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جائیں گے معاذ اللہ۔

حضور کے منع کرنے کے باوجود حضرت معاذ نے حدیث کیوں بیان کی؟ اس اعتراض کے علما نے متعدد جواب

بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ حضرت معاذ کو معلوم تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے تحریم کے طور پر اس کو آگے بتانے کی ممانعت نہیں فرمائی یعنی ان کے نزدیک اس کی ممانعت، حرمت تحریمی نہیں اس لئے آپ نے نجات کی حدیث سب کو بتا دی۔

۲۔ حضرت معاذ یہ سمجھتے تھے کہ یہ ایک علم کی بات ہے اگر یہ بات دوسروں کو نہ بتائی تو حدیث نجات کا علم فوت ہو جائے گا اور آپ کا شمار کہیں علم چھپانے والوں میں نہ ہو جائے جس کی بہت مذمت بیان کی گئی ہے اس لئے آپ نے نجات کی حدیث سب کو بتا دی۔

۳۔ حضرت معاذ کے نزدیک یہ ممانعت عام لوگوں کے لئے تھی تاکہ وہ اسی پر تقیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں اور اعمال چھوڑ دیں یہ ممانعت خواص کے لئے یعنی علماء کے لئے نہیں تھی کیونکہ عوام بشارت سن کر بے پرواہ ہو جاتے ہیں جبکہ خواص بشارت سن کر زیادہ نیکیاں کرتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عثمان کو فرمایا جو چاہو کرو تم جنتی ہو تو انہوں نے نیکیاں کرنے میں اور اضافہ کر دیا انبیاء کو جنت کی بشارت ہے اس کے باوجود وہ نیکیوں میں سب سے آگے ہیں یہی وجہ تھی کہ حضرت معاذ نے یہ حدیث علماء صحابہ کو بتائی۔

اس حدیث سے اہم مسائل معلوم ہوئے: اس حدیث پاک سے مندرجہ ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔ گناہ کبیرہ سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

۲۔ گناہ کبیرہ سے مسلمان کی نیکیاں ختم نہیں ہو جاتی صرف کفر سے ہوتی ہیں۔

۳۔ جو ایمان پر فوت ہوا وہ یقینی جنتی ہے چاہے ابتدا میں داخل جنت ہو یا گناہوں کی سزا پا کر۔

(حدیث: ۲۴)

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَر

بخاری، مسلم: ۵۸۲۷، ۲۷۳

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ کے اوپر ایک سفید کپڑا تھا اور آپ سو رہے تھے کچھ دیر بعد حاضر ہوا تو آپ ﷺ جاگ چکے تھے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی حال میں مر جائے تو داخل جنت ہو گا میں نے عرض کی چاہے زنا کرے یا چوری کرے آپ نے فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے میں نے عرض کی چاہے زنا کرے یا چوری کرے آپ نے فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے میں نے عرض کی چاہے زنا کرے یا چوری کرے آپ نے فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے پھر آپ نے فرمایا چاہے ابو ذر کی ناک رگڑ جائے، حضرت ابو ذر جب بھی یہ حدیث بیان فرماتے تو کہتے چاہے ابو ذر کی ناک رگڑ جائے۔

اس حدیث کی شرح سابق حدیث میں ہو چکی صرف زناء کے بارے میں گفتگو کرنا اس موقعہ پر نہایت ضروری ہے۔

کیا زناء کرنے والا بغیر عذاب کے نجات پا جائے گا؟ اس حدیث پاک سے بظاہر یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لینے سے انسان داخل جنت ہو جائے گا چاہے جتنا مرضی زناء کرتا رہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص صحیح العقیدہ توحید و رسالت پر یعنی ایمان کی سلامتی پر فوت ہوا لیکن زناء کرتا رہا اور بغیر توبہ کئے ایمان کی سلامتی پر فوت ہو گیا تو اب اس کا معاملہ اللہ کی مشیت پر ہے، اگر اللہ تعالی چاہے تو اس پر فضل کرتے ہوئے اسے ابتداہی سے داخل جنت کردے اور جہنم سے فوری نجات عطا فرمادے اور اگر چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی مقدار اسے عذاب دے اور پھر سزا پوری ہونے پر داخل جنت کردے الغرض جو شخص بھی ایمان اور اسلام پر فوت ہوا وہ جنت میں ضرور جائے گا چاہے ابتداء میں یا چاہے سزا پا کر لہذا مذکورہ حدیث پاک بھی اسی پر محمول ہے کہ وہ جنت میں جائے گا لیکن سزا پا کر۔

زناء جرم عظیم ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ اذا زنا العبد خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ و اذا خرج من ذلک العمل رجع الیہ الایمان۔ جامع ترمذی

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اس کے سر پر شامیانہ کی طرح ہو جاتا ہے پھر جب بندہ اس عمل بد سے الگ ہو جاتا ہے تو اس کی طرف واپس لوٹ آتا ہے۔

کیا زنا سے ایمان نکل جاتا ہے؟ اذا زنا العبد خرج منہ الایمان: یادرہے کہ نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی یعنی ایمان کی حقیقت میں نہ کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی جس نے توحید و رسالت کا اقرار کر لیا وہ ایمان والا ہے اسے آدھا یا پونا ایماندار نہیں کہا جائے گا ہاں اعمال کی وجہ سے صفت ایمان یعنی ایمان کی کوالٹی میں کمی بیشی ہو سکتی ہے جیسے ایک بندہ باعمل ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ کامل الایمان ہے اور اگر کوئی بے عمل ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ ناقص الایمان ہے لیکن نفس ایمان میں دونوں برابر ہیں یعنی دونوں ایمان والے ہیں۔

اسی طرح انسان کے اعمال بھی ایمان میں داخل نہیں ہیں یعنی اگر کوئی عمل نہیں کرتا مثلا نماز، روزہ، حج، زکوۃ ادا نہیں کرتا یا برے عمل کرتا ہے مثلا زنا یا شراب وغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو بے ایمان نہیں کہیں گے نہ ہی وہ اسلام سے خاج ہو گا وہ ایمان والا ہی ہے اب حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زنا کے وقت انسان کا نور ایمان نکل جاتا ہے نفس ایمان نہیں یا وہ کامل الایمان نہیں رہتا لیکن ناقص الایمان رہتا ہے۔

زنا کی تعریف اور حدیث میں زنا کے چھ نقصان: مسلمان شخص دار الاسلام میں زندہ قابل شہوت عورت کی اگلی شرم گاہ میں حرام طریقہ سے جماع کرے زنا کہلاتا ہے۔

زنا گناہ کبیرہ ہے اور شریعت میں اس کی حد بیان کی گئی ہے شادی شدہ کے لئے سنگساری ہے اور غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑے کی سزا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا زنا سے بچو کیونکہ اس میں چھ نقصانات ہیں تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔

دنیا کے نقصان یہ ہیں۔

۱۔ زانی کے چہرے کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے ۲۔ زنا اسے محتاج و فقیر بنا دیتا ہے۔ ۳۔ زنا اس کی عمر گھٹا دیتا ہے۔

اور آخرت کے تین نقصان یہ ہیں۔

۱۔ زنا اللہ کی ناراضگی۔ ۲۔ سخت حساب۔ ۳۔ جہنم میں طویل عرصہ رہنے کا سبب ہے۔

انسان کے اندر چار قوتیں ہوتی ہیں علماء فرماتے ہیں انسان کے اندر چار قوتیں رکھی گئی ہیں۔

۱۔ قوت غضبیہ ۲۔ قوت شہوانیہ ۳۔ قوت عقلی ۴۔ قوت وہمیہ۔

۱۔ **قوت عقلیہ:** اس قوت سے انسان سے ملائکہ کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور وہ فرشتوں کے سے کام کرنے لگتا ہے۔

۲۔ **قوت غضبیہ:** اس قوت سے انسان درندوں کے سے افعال کرتا ہے غضب میں آکر کسی کو قتل کر دیتا ہے یا اس کا مال چھین لیتا ہے یا اس پر ظلم و ستم کرتا ہے۔

۳۔ **قوت وہمیہ:** اس قوت سے انسان ہمیشہ لوگوں پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور ریاست و حکومت کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اور اقتدار کی خاطر ہر جائز و ناجائز ہر بے اختیار کرتا ہے اور بعض اوقات بات قتل غارت تک پہنچ جاتی ہے۔

۴۔ **قوت شہوانیہ:** اس قوت سے انسان سے جانوروں کے شہوانی آثار نمودار ہوتے ہیں اور وہ لذت کے حصول کے لئے جانوروں کی حرکات کی طرح ہر جائز ناجائز میں منہ ماری کرتا ہے، زنا کا تعلق اسی قوت سے ہے۔

زنا کا عبرت ناک انجام: روایت میں ہے کہ زانی قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کی شرم گاہوں پر آگ دہکتی ہوگی ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھے ہوں گے ان کی شرم گاہوں کو وسیع کر دیا جائے گا جس سے ان کی شرم گاہوں سے نہایت ہی سخت بدبودار آگ کی بھاپ نکلے گی آواز آئے گی یہ ان زانیوں کی شرم گاہوں کی بدبو ہے جنہوں نے زنا کرنے کے بعد توبہ نہیں کی تھی تم سب ان پر لعنت کرو جیسا کہ اللہ نے ان پر لعنت کی۔ ایک روایت میں ہے کہ زانی نے اگر شادی شدہ عورت سے زنا کیا تو زانی کی ساری نیکیاں اس کے شوہر کے نام کر دی جائیں گی اور شوہر کے سارے گناہ زانی کے نام کر دئے جائیں گے۔ تنبیہ الغافلین ص ۳۲۵

حشر میں زانی کی ہر چیز گواہی دے گی: زانی سے جب زنا کے بارے میں حساب ہو گا تو وہ جرات کر کے زنا سے انکار کردے گا تو اللہ تعالی اس کی زبان کو حکم دے گا گونگی ہو جا پس وہ گونگی ہو جائے گی تو اس وقت بدن کے دیگر اعضاء بولنا شروع کر دیں گے ہاتھ کہے گا الہی میں نے حرام کو چھوا تھا آنکھ کہے گی میں نے حرام کی طرف دیکھا تھا پاؤں کہیں گے ہم حرام کی طرف چلے تھے شرم گاہ کہے گی میں نے حرام فعل کیا تھا محافظ فرشتہ کہے گا میں نے سنا تھا دوسرا فرشتہ کہے گا میں نے لکھا تھا زمین کہے گی میں نے دیکھا تھا تو اللہ تعالی فرمائے گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم مجھے تیری حرام کاری کا علم تھا اس کے باوجود میں نے تیری پردہ پوشی فرمائی لیکن تو پھر بھی اس سے باز نہ آیا پھر حکم دے گا اے فرشتو اسے نار جہنم میں ڈال دو

اوراس کومیری ناراضگی کا مزہ چکھادو جس نے بے حیائی کی اس پر میرا غضب انتہائی سخت ہے۔

انسان کے اعضاء بھی زناء کرتے ہیں: اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے اسے شوق ولذت سے سننا کان کا زنا ہے اجنبی عورتوں کو ناجائز خطوط اور میسیجز لکھنا یا اشارے کرنا ہاتھ کا زنا ہے خلاصہ یہ کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے زانی بوقت زنا آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، شرم گاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اس لئے سنگسار کیا جاتا ہے صرف خصی نہیں کیا جاتا لہذا انسان کو چاہئے کہ مقدمات زنا سے بچے ہر ایک کی تفصیل اس طرح ہے۔

آنکھ کا زنا: آنکھوں کا زنا یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت پر پہلی نظر پڑنے سے روکنے پر انسان کو قدرت نہیں ہے لیکن جب وہ پہلی نظر کے بعد دوبارہ اس عورت کی طرف لذت اور شہوت کے ساتھ دیکھے گا تو یہ اس کی آنکھ کا زنا ہے۔

زبان کا زنا: اسی طرح زبان کا زنا یہ ہے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ زنا کرنے کی لذت کے ساتھ بات کرے جس عورت کے ساتھ مباشرت کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے یہ زبان کا زنا ہے۔

نفس کا زنا: نفس کا زنا یہ ہے کہ وہ دل میں زنا کی تمنا اور خواہش کرے کیونکہ یہ شرم گاہ کے زنا کرنے کے دواعی ہیں۔

زانیوں کے لئے درس عبرت: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد ہماری جانب متوجہ ہو کر فرمایا آج رات میں نے دیکھا کہ میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے زمین مقدس کی طرف لے گئے ہم ایک تنور کی مثل گڑھے کے پاس پہنچے جس کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا اس میں آگ بھڑک رہی تھی اور اس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ تھیں جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں اور جب شعلے کم ہو جاتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے ان دونوں نے جواب دیا یہ لوگ زنا کرنے والے ہیں۔ احیاء العلوم

بدفعلی کرنے والا خود آگ بن گیا: روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسی علیہ السلام جنگل میں کسی آگ کے قریب سے گزرے جس میں ایک شخص جل رہا تھا آپ اس آگ کو بجھانے کے لئے پانی لائے تو اس آگ نے ایک لڑکے کی شکل اختیار کر لی اور پہلا مرد آگ کی شکل میں تبدیل ہو گیا تو اس پر حضرت عیسی رونے لگے اور اللہ سے دعا کی یا اللہ ان دونوں کو ان کی اصلی شکل پر لوٹا دے تا کہ میں ان سے ان کے گناہ کے بارے میں پوچھوں تو وہ آگ ان دونوں سے دور ہو گئی آپ کے سامنے ایک مرد اور دوسرا لڑکا کھڑا تھا مرد نے عرض کی میں دنیا میں اس لڑکے کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا شہوت نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا کہ میں نے جمعہ کی رات اس سے بدفعلی کی ایک شخص ہمارے قریب آیا اور کہا تم ہلاک ہو جاؤ اللہ سے ڈرو میں نے اسے جواب دیا مجھے نہ اللہ کا خوف ہے اور نہ ہی میں اس سے ڈرتا ہوں تو اللہ نے ہم دونوں کو ہلاک کر دیا اور آگ کی صورت میں تبدیل کر دیا اب کبھی یہ آگ بن کر مجھے جلاتا ہے اور کبھی میں آگ بن کر اسے جلاتا ہوں اور یہ عذاب قیامت تک ہمیں ہوتا رہے گا۔ احیاء العلوم

گناہ کے وقت ایمان خارج ہو جانے کی احادیث میں تعارض: نبی کریم ﷺ نے فرمایا زانی زنا کے وقت، چور چوری کے وقت، شرابی شراب پیتے وقت، ڈاکو ڈاکے کے وقت، خائن خیانت کے وقت، قاتل قتل کے وقت، مومن نہیں رہتا

جب تک توبہ نہ کرے۔ جبکہ مذکورہ حدیث میں فرمایا:

عن ابی ذر قال اتیت النبی ﷺ ثوب ابیض وھو نائم ثم اتیتہ وقد استیقظ فقال ما من عبد قال لا الہ الا اللہ ثم مات علی ذلك الا دخل الجنۃ قلت وان زنی و ان سرق قال وان زنی و ان سرق.

متفق علیہ

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ کے اوپر ایک سفید کپڑا تھا اور آپ سو رہے تھے کچھ دیر بعد حاضر ہوا تو آپ ﷺ جاگ چکے تھے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی حال میں مر جائے تو داخل جنت ہوگا میں نے عرض کی چاہے زنا کرے یا چوری کرے آپ نے فرمایا اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے۔ احادیث میں تعارض واضح ہے

گناہ کے وقت ایمان خارج ہو جانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا جس حدیث میں فرمایا کہ وہ مومن نہیں رہتا اس سے کمال ایمان یا نور ایمان مراد ہے نفس ایمان مراد نہیں اور جس حدیث میں فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی حال میں مر جائے تو داخل جنت ہوگا چاہے زنا کرے یا چوری کرے اس سے نفس ایمان مراد ہے کہ گناہ کرنے سے انسان کا نفس ایمان خارج نہیں ہوتا وہ مسلمان ہی ہے لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

(حدیث:۲۵)

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ وَابْنُ أَمَتِهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ-بخاری، مسلم: ۳۴۳۵، ۱۴۰

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں تو اللہ تعالی اس کو داخل جنت فرمائے گا۔

من شھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ: ان احادیث مبارکہ میں توحید کی اہمیت وفضائل اور عقیدہ توحید پر جینے مرنے والوں کی فلاح وکامیابی کا ذکر ہے اس لئے یہاں پر توحید کی تعریف اور عقیدہ توحید کی توضیح کی جائے گی۔

توحید کی تعریف اور توحید کی اقسام: توحید کا لغوی معنی ہے ایک ماننا اور شرعی معنی ہے جو چیز اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے اس میں اللہ تعالی کو ایک اور واحد ماننا واجب ہے اسکے ساتھ کسی کو شریک کرنا جائز نہیں اسے توحید کہتے ہیں۔ ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفات کو قدیم اور واجب الوجود ماننا توحید کہلاتا ہے۔

واجب الوجود: اس ذات کو کہتے ہیں جو اپنے قائم ہونے یعنی اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ مخلوق اپنے وجود میں اللہ تعالی کی محتاج ہے لیکن اللہ تعالی اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں۔

قدیم کی تعریف: اس ذات کو کہتے ہیں جس کی نہ کوئی ابتداء ہو اور نہ کوئی انتہائ۔ مخلوق کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی لیکن اللہ تعالی کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ انتہا۔

احد اور واحد میں فرق: احد کا معنی ہے جو صفات کے لحاظ سے ایک ہو اور واحد کا معنی ہے جو ذات کے لحاظ سے ایک ہو۔

توحید کی اقسام: توحید کی تین قسمیں ہیں۔ ا۔ توحید الربوبیت ۲۔ توحید الاسماء و الصفات ۳۔ توحید الالوہیت یا توحید العبادت۔

ا۔ **توحید ربوبیت:** اللہ تعالیٰ کا خلق اور ملک اور تدبیر کے لحاظ سے منفرد یعنی ایک ہونا پس ہم سب پر لازم ہے کہ ہم اللہ پر اس طرح ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں، اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، اور اللہ کے سوا کوئی تدبیر کرنے والا نہیں ہے۔

۲۔ **توحید اسماء وصفات:** اس کا معنی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسماء اور صفات میں منفرد ہے پس ہم پر لازم ہے کہ ایمان لائیں کہ جیسی اللہ کی صفات ہیں ایسی کسی کی نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا بھی ہاتھ ہے اور مخلوق کا بھی ہاتھ ہے لیکن ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی توحید بیان کریں کہ اسکا ہاتھ ایسا ہے جو مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ کے مشابہ نہیں ہے کیوں کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کو مخلوق کے ہاتھ کی مثل قرار دیا تم مشرک ہو جاؤ گے اسی طرح کسی انسان کا نام خالد ہے لیکن بہر حال وہ مرے گا اور اللہ تعالیٰ خالد ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی اسی طرح کبھی مخلوق کا نام عزیز ہوتا ہے لیکن اس کے لیے کوئی عزت اور غلبہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ عزیز ہے اور اس کے لیئے دائمی عزت ہے اور غلبہ ہے جیسا وہ سمیع وعلیم ایسا کوئی سمیع وعلیم نہیں۔

۳۔ **توحید الوہیت یا توحید عبادت:** توحید الوہیت کا معنی ہے اللہ معبود ہونے میں منفرد ہے یعنی اللہ کے غیر کی عبادت نہیں کی جائے گی خواہ اللہ تعالیٰ کا غیر فرشتہ ہو یا رسول ہو یا اللہ کا ولی ہو یا کوئی نیک بندہ ہو یا بادشاہ ہو یا ماں ہو یا باپ ہو یا کوئی بھی ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی جائے گی اللہ تعالیٰ معبود ہونے میں واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

مشرکین کس توحید کو مانتے ہیں؟ توحید ربوبیت کو مشرکین بھی مانتے تھے وہ کہتے تھے کہ اس کائنات کا رب واحد ہے لیکن توحید الوہیت میں ان کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاف تھا اور وہ یہ اقرار کرتے تھے کہ کائنات کا رب واحد ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اس کے باوجود وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے خواہ بت معین ہوں جیسے لات، عزیٰ، منات اور ہبل وغیرہ یا غیر معین ہوں جیسے وہ پتھروں سے نیک بندوں کی صورتیں تراش لیتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان کی عبادت ان کو اللہ کے قریب کردے گی اور یہ بت ان کی اللہ کے پاس شفاعت کریں گے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ربوبیت میں واحد ہے اس طرح الوہیت میں بھی واحد ہے صفات میں بھی واحد ہے اور جس طرح وہ تمام کائنات کو پیدا کرنے میں بھی منفرد ہے اسی طرح وہ تمام کائنات کا معبود ہونے میں بھی منفرد ہے اور اپنی جمیع صفات میں بھی منفرد ہے اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام دنیا میں آکر یہی تبلیغ کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے کیونکہ عام طور پر لوگ یہ مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا پیدا کرنے والا ہے لیکن لوگوں نے مختلف معبود بنا رکھے تھے وہ توحید ربوبیت کے قائل تھے اور توحید الوہیت کے منکر تھے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے دنیا میں آکر توحید الوہیت ہی کی تبلیغ کی ہے۔

امت موسیٰ اور امت مصطفیٰ کے عقیدہ توحید کا موازنہ: اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو بے شمار انعامات سے نوازہ جب یہ لوگ فرعون کے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی صورت میں ان کے لئے نجات دہندہ

بھیجا انہوں نے اپنی آنکھوں سے سمندر میں اپنے لئے راستے بنتے دیکھے، فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی آنکھوں کے سامنے غرق ہوتے دیکھا ویرانوں میں ان کے لئے بادل کا سایہ کیا جاتا اور انہیں آسمان سے جنت کے کھانے من وسلویٰ بھیجے جاتے تھے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد ان کا عقیدہ توحید اتنا پختہ ہو جاتا کہ ان کے جسم کے ٹکڑے بھی کردیئے جاتے تو خون کے قطرے قطرے سے توحید کی صدائیں بلند ہوتیں اور ان کے لاشے بھی توحید کی گواہی دیتے لیکن ان کا عقیدہ توحید اتنا کمزور تھا کہ حضرت موسیٰ صرف چالیس دن کے لئے کوہ طور پر کتاب لینے گئے تو انہوں نے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پوجا شروع کردی اور عقیدہ توحید کو بھلا بیٹھے۔ جب کہ اس کے برعکس امت مصطفیٰ ﷺ کے عقیدہ توحید کا عالم یہ ہے کہ آج اگر سارا عالم کفر بھی کسی ایک مسلمان کو یہ کہنے پر مجبور کرے کہ ہم تمہیں دنیا جہان کی ساری دولت دیتے ہیں سارے خزانے تیرے قدموں پر ڈھیر کر دیتے ہیں بس تو نے صرف یہ کرنا ہے کہ اس بت کے سامنے صرف ایک بار سجدہ کرنا ہے اس سے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں خدا کی عزت کی قسم حضور کا امتی چاہے جتنے بڑے پاپ کرلے کتنا ہی فاسق وفاجر کیوں نہ ہو وہ عقیدہ توحید پر کمپرومائز نہیں کرے گا وہ سارے جہاں کی دولت کو پاؤں کی جوتی کی نوک پر تو مار سکتا ہے لیکن کسی بت کے آگے جھک نہیں سکتا اور عقیدہ توحید پر کسی صورت سودے بازی نہیں کرسکتا

توحید کے مراتب: توحید کے مراتب چار ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ ہی کو واجب الوجود ماننا۔
۲۔ تمام روحانی اور مادی عالم کا خالق اللہ تعالیٰ ہی کو جاننا۔
۳۔ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان یعنی تمام عالم کی چیزوں میں تمام تدبیر اور تصرف کو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کے ساتھ مخصوص تسلیم کرنا۔
۴۔ اللہ تعالیٰ ہی کو عبادت کے لائق سمجھنا۔

(حدیث:۲۶)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقلت ابْسُطْ يَمِينَكَ فلأبايعك (ص: 16) فبسط يمينه قَالَ فَقَبَضْتُ يَدِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَمْرُو قلت أردت أن أشترط قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا قُلْتُ أَنْ يُغْفَرَ لِي قَالَ أما علمت أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يهدم مَا كَانَ قبله وَالْحَدِيثَانِ الْمَرْوِيَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ " قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ والآخر: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي سَنَذْكُرُهُمَا فِي بَابِ الرِّيَاءِ وَالْكِبْرِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى-مسلم: ۳۲۱

حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ اپنا ہاتھ بڑھائے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں تو آپ ﷺ نے جب اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت عمرو نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا آپ نے فرمایا اے عمرو یہ کیا عرض کی یا رسول اللہ میں کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں فرمایا کیسی شرط میں نے عرض کی اپنی بخشش چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو کیا تمہیں خبر نہیں کہ اسلام پچھلے گناہ مٹا دیتا ہے اور ہجرت پہلے کے گناہ ڈھا دیتی ہے اور حج بھی پہلے کے گناہ مٹا دیتا ہے اور جو ابو ہریرہ سے حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں میں تمام شرکاء میں شرک سے غنی ہوں اور دوسری یہ کہ تکبر یعنی عظمت میری چادر ہے ان کو ہم ریا اور کبر کے باب میں ذکر کریں گے۔

کیا اسلام لانے کے بعد کفار کے پہلے نیک اعمال ضائع چلے جائیں گے؟ اے عمرو کیا تمہیں خبر نہیں کہ اسلام پچھلے گناہ مٹا دیتا ہے: محدثین فرماتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد پہلے والا ایمان اوران کے نیک اعمال ضائع نہیں جائیں گے بلکہ وہ سابقہ ایمان اور اس کے تحت کئے ہوئے نیک اعمال کا اجر وثواب پائیں گے عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ پہلے اعمال کے علاوہ اسلام میں کئے ہوئے اعمال میں ہر ہر عمل پر ان کو دگنا اجر وثواب حاصل ہوگا مثلاً اگر کوئی دوسرا مسلمان نماز پڑھتا ہے یا روزہ رکھتا ہے یا کوئی بھی نیک عمل کرتا ہے تو اس کو دس نیکیاں ملیں گیں لیکن یہی عمل اگر یہ کریں گے تو بیس بیس نیکیاں پائیں گے۔

کبریائی یعنی تکبر میری چادر ہے: تکبر یعنی عظمت میری چادر ہے: عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لا یدخل النار احد فی قلبه مثقال حبة

بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اور وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا۔

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ یقول اللہ تعالی الکبریاء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحدا منهما ادخلته النار صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۸

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند جوان دونوں میں سے کوئی ایک بھی مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اسے آگ میں پھینکوں گا۔

تکبر کو چادر عظمت کو تہبند کیوں کہا؟ ازار وہ چادر ہے جس کو کمر پر باندھتے ہیں اور رداء وہ چادر ہے جس کو کندھوں پر ڈالتے ہیں یہ چادریں انسان کے لئے بزرگی اور عزت کی علامت ہیں لیکن یہاں ان چادروں سے مراد اللہ کی صفات ہیں یعنی عزت اور کبریائی یہ دونوں اللہ کی صفات ہیں جو شخص ان سے متصف ہونے کی کوشش کرے گا اللہ اس کو عذاب دے گا۔

تکبر کی تعریف اور اس کا حکم: تکبر کا معنی بڑائی ہے اپنی ذات وصفات کو اچھا جاننا اس کے اظہار کا نام تکبر ہے۔

ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ کسی شخص کا دوسرے کو حقیر جانتے ہوئے خود کو افضل تصور کرنا تکبر کہلاتا ہے۔

تکبر اچھا بھی ہے اور برا بھی مسلمان کا اپنے کو کفار سے اچھا جاننا اور انہیں حقیر سمجھنا کہ ان کی ہیبت ہمارے دل میں نہ آئے یہ اچھا تکبر ہے۔ضرورت کے تحت مسلمان سے تکبر کرنا بھی اچھا ہے جبکہ کوئی دینی مصلحت ہو جیسے کسی ظالم کو دوسروں کے سامنے نیچا دکھانے کے لئے اس سے تکبر کرنا۔

مسلمان بھائی سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا انہیں ذلیل وحقیر جاننا یہ برا ہے کسی نبی سے خود کو بڑا سمجھنا کفر ہے، تکبر خود کو بڑا سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے اور انسان کسی کمال کی وجہ سے خود کو بڑا سمجھتا ہے کمال یا دینی ہوتا ہے یا دنیاوی۔

کبریائی اور عظمت میں فرق: یاد رکھیں کبریائی عظمت سے افضل ہے اس لئے کہ کبریائی کو چادر اور عظمت کو تہبند فرمایا اور چادر تہبند سے افضل ہوتی ہے۔عظمت یہ ہے کہ لوگ اسے بڑا سمجھیں اور کبریائی یہ ہے کہ کوئی خود کو بڑا سمجھے۔ عظمت میں غیر کے خیال کو دخل ہے کبریائی میں اپنے خیال کو یعنی کبریائی ذاتی ہے اور عظمت اضافی۔ کسی انسان کو عظیم کہہ سکتے ہیں

کبریا اور متکبر نہیں جبکہ اللہ عظیم بھی ہے اور کبریا اور متکبر بھی۔

اپنے سے نیچوں کو دیکھنے سے تکبر پیدا ہوتا ہے اپنے سے اوپروں کو دیکھنے سے عجز وانکسار پیدا ہوتا ہے جب اپنی شان اچھی معلوم ہو تو اللہ ورسول کی شان پر نظر کرو اپنے کو بہت نیچا پاؤ گے۔

کسی کی بات نہ ماننا خواہ کتنی ہی اچھی ہو اور اپنی بات منوانا خواہ کتنی ہی بری ہو یا اپنے کو کامل سمجھنا دوسروں کو ناقص جاننا یہ بھی تکبر کی اقسام ہیں

متکبرین کا انجام: نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی صورت میں اٹھایا جائے گا ان کو ہر طرف سے ذلت ورسوائی گھیر لے گی ان کو جہنم کے قید خانہ کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا جس کا نام بولس ہے جس میں ہر طرف سے اوپر نیچے آگ ہوگی ان کو دوزخیوں کے بدن سے نکلی ہوئی پیپ اور خون پلایا جائے گا۔ مشکوۃ المصابیح

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ نے تم سے زمانہ جاہلیت کا تکبر دور فرما دیا اپنے ماں باپ پر فخر مت کرو انسان یا تو مومن ہیں یا کافر سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان دو قسم کے ہیں یا مومن یا کافر اور کسی کی پیدائش سونے چاندی سے نہیں ہوئی سب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں پھر تکبر کیسا اور تکبر کس بات پر، اعمال اچھے کرلو اچھے ہو جاؤ گے۔

انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے اور مٹی کی فطرت خشکی ہے اس کی خشکی صرف بارش سے ہی دور ہوتی ہے بارش ہونے پر اس پر سبزہ پھل پھول سب اگتے ہیں۔ یونہی اگر انسان پر توفیق کی بارش نہ ہو تو انسان محض خشکا ہے اگر نبوت کے بادل سے توفیق وہدایت کی بارش ہو تو اس میں ولایت تقوی کے پھل پھول لگتے ہیں۔

حضور کی تواضع کا عالم: حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک لگا دیکھا اور اسے خود کھرچ کر صاف کر دیا۔حضور کے اس فعل سے آپ کی تواضع ثابت ہوتی ہے کہ باوجود اس حقیقت کے کہ آپ سید المرسلین ہیں کائنات میں سب سے افضل اور اللہ تعالی کے محبوب ہیں آپ لوگوں کے ڈالے ہوئے تھوک رینٹ اور بلغم سے عار نہیں کرتے اپنے ہاتھوں سے رینٹ اور بلغم کھرچ کر مسجد کی دیوار صاف کرتے ہیں اللہ اللہ یہ وہ ہاتھ ہیں کہ ان ہاتھوں سے آپ کنکریاں پھینکیں تو اللہ فرماتا ہے آپ نے جب کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں پھینکیں اللہ نے پھینکیں تھی آپ نے بیعت رضوان کے وقت صحابہ کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا تو اللہ نے فرمایا ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے اللہ تعالی نے حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہا۔

جن ہاتھوں کا یہ جاہ وجلال ہو یہ شکوہ اور احتشام ہو وہ ہاتھ ہیں کہ مسجد کی دیوار سے لوگوں کے تھوکے ہوئے بلغم اور رینٹ کی صفائی اور ہم کیا ہیں اور ہمارے ہاتھ کیا ہیں بلغم اور رینٹ تو الگ رہی معمولی سی گندگی بھی مسجد سے صاف کر دینا اپنی ہتک اور شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ عزت اور شان نہ سلطنت اور امارت میں ہے نہ تقوی اور پرہیزگاری کے بلند بانگ دعووں میں عزت اور شان تو آپ کی اقتداء اور آپ کی پیروی میں ہے۔

مذاق اڑانے والا خود مذاق بن جائے گا: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگوں کا مزاق اڑانے والے کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آ آ وہ غم اور تکلیف کی حالت میں آئے گا جب وہ آئے گا تو اس پر دروازہ بند کر دیا

جائے گا پھر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آؤ آؤ وہ غم والم میں آئے گا جب وہ آئے گا تو اس پر پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا اسی طرح مسلسل ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آؤ آؤ تو وہ نہیں آئے گا اور مایوس ہو جائے گا۔ ابن ابی الدنیا ج ۷ ص ۱۸۴

تکبر کا عبرت ناک انجام: بنی اسرائیل کا ایک شخص جو بہت گناہ گار تھا ایک مرتبہ بہت بڑے عابد کے پاس سے گزرا جس کے سر پر بادل سایہ فگن ہوا کرتے تھے اس گناہ گار شخص نے اپنے دل میں سوچا میں بنی اسرائیل کا انتہائی گناہ گار شخص ہوں اور یہ بہت بڑے عبادت گزار ہیں اگر میں ان کے پاس بیٹھوں تو امید ہے اللہ مجھ پر بھی رحم فرمادے یہ سوچ کر وہ اس عابد کے پاس بیٹھ گیا عابد کو اس کا بیٹھنا بہت ناگوار گزرا اس نے دل میں کہا کہاں مجھ جیسا عبادت گزار اور کہاں یہ پرلے درجے کا گناہ گار یہ میرے پاس کیسے بیٹھ سکتا ہے چنانچہ اس عابد نے اس گناہ گار شخص کو بڑی حقارت سے مخاطب کیا اور کہا یہاں سے اٹھ جاؤ اس پر اللہ نے اس زمانے کے نبی پر وحی بھیجی کہ ان دونوں سے فرمائیے کہ وہ اپنے عمل نئے سرے سے شروع کریں میں نے اس گناہ گار کو اس کے حسن ظن کی وجہ سے بخش دیا ہے اور عبادت گزار کے عمل اس کے تکبر کی وجہ سے ضائع کر دئے ہیں۔ احیاء العلوم ج ۳ ص ۴۲۹

خاندان پہچان کے لئے ہیں تکبر کے لئے نہیں: نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو اللہ تعالی نے تم سے جاہلیت کا بوجھ اور اپنے آباو اجداد پر فخر و تکبر کو دور کر دیا ہے لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو متقی پرہیز گار ہیں اور اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں اور دوسرے وہ جو فاسق و فاجر ہیں اللہ کے نزدیک بد بخت اور ذلیل ہیں تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اللہ فرماتا ہے ہم نے تم کو گروہوں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت اور پہچان کر سکو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی پرہیز گار ہے۔ مشکوۃ المصابیح باب الکبر

شیطان کا تکبر اور شیطان کی دلیل: شیطان نے آدم سے تکبر کیا اور کہا کہ میں آدم سے بہتر ہوں لیکن شیطان کا یہ دعوی ہر اعتبار سے باطل اور غلط ہے۔ شیطان کے اس تکبر نے شیطان کو ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ کر دیا شیطان کا یہ انجام متکبرین کے لئے درس عبرت ہے۔

شیطان کے دعوے کی وجوہات: شیطان نے کہا کہ میں آدم سے افضل ہوں اس کی چند وجوہات تھیں۔

۱۔ آگ مٹی سے بہتر ہے کیونکہ آگ گرم اور خشک ہے اور مٹی سرد اور خشک ہے اور حرارت یعنی گرمی، برودت یعنی ٹھنڈک سے افضل ہوتی ہے کیونکہ گرمی زندگی اور جوانی کے مناسب ہے اور ٹھنڈک موت اور بڑھاپے کے مناسب ہے اور حیات اور جوانی موت اور بڑھاپے سے افضل ہے۔

۲۔ آگ کا خاصہ بلندی کی جانب جانا ہے جب جلتی ہے تو اوپر کو اٹھتی ہے اور مٹی کا خاصہ پستی کی طرف آنا ہے مٹی ہمیشہ نیچے کو آتی ہے اوپر نہیں اٹھتی اور بلندی پستی سے افضل ہے۔

۳۔ آگ تاثیر کرتی ہے یعنی چیزوں میں اثر ڈالتی ہے جبکہ مٹی اثر کرتی نہیں بلکہ اثر کو قبول کرتی ہے اور اثر ڈالنے والی اثر قبول کرنے والی سے افضل ہے۔

ان تین وجوہات کی بنا پر آگ مٹی سے افضل ہے اب شیطان چونکہ آگ سے پیدا ہوا اور آدم مٹی سے تو ان وجوہات کی وجہ سے شیطان نے خود کو آدم سے افضل کہا۔

ابلیس کے قول ،، میں آدم سے بہتر ہوں ،، کا رد: ابلیس نے اپنی فضیلت کی جو علت بتائی وہ علت مادی ہے یعنی اپنے مادہ کی وجہ سے خود کو افضل قرار دیا حالانکہ علت کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ علت مادی ۲۔ علت صوری ۳۔ علت فاعلی ۴۔ علت خلف۔

حضرت آدم علیہ السلام ہر علت کے اعتبار سے شیطان سے افضل ہیں ہر علت کے اعتبار سے فضیلت کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

علت مادی کے اعتبار سے آدم کی فضیلت: ابلیس کی فضیلت کی وجوہات سے آدم کی فضیلت کی وجوہات زیادہ اور قوی ہیں۔

۱۔ آگ کی طبیعت یہ ہے کہ وہ فوراً چیزوں کو جلا کر ضائع کر دیتی ہے جبکہ مٹی کسی چیز کو تلف یا ضائع نہیں کرتی۔

۲۔ مٹی میں انسانوں اور حیوانات کا رزق پایا جاتا ہے اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں کپاس پیدا ہوتی ہے جس سے انسان کا لباس حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنا ستر کرتا ہے جبکہ آگ میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔

۳۔ مٹی میں اگر ایک دانہ ڈالا جائے تو اس کی برکت سے وہ کم و بیش سات سو گنا زیادہ پیدا ہوتا ہے جبکہ آگ کسی چیز کو بڑھانا تو کجا نیست و نابود کر دیتی ہے۔

۴۔ آگ اپنے وجود کے اعتبار سے مٹی کی محتاج ہے کیونکہ آگ زمین کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتی جبکہ زمین کو اپنے وجود میں آگ کی کوئی ضرورت نہیں۔

۵۔ اللہ تعالی نے قرآن میں مٹی یعنی زمین کے بے شمار منافع اور فوائد بیان کئے اس کے برخلاف قرآن میں آگ کو عذاب قرار دیا ہے اور اس سے ڈرایا گیا ہے۔

۶۔ مٹی کے شرف کے لئے کیا یہ کافی نہیں کہ اللہ تعالی نے اس پر اپنا گھر بیت اللہ، مسجد نبوی، بیت المقدس بنایا جہاں ہر وقت طواف اور عبادت ہوتی ہے اسی مٹی پر اللہ کو ہر وقت سجدہ کیا جاتا ہے اسی مٹی پر اللہ کی ہر پل عبادت کی جاتی ہے جبکہ اس کے برعکس آگ میں ایسی کوئی فضیلت نہیں۔

۷۔ مٹی میں اللہ تعالی نے بے شمار معدنیات، سمندر، دریا، ندی، نالے، چشمے پیدا فرمائے ہیں جب کہ آگ میں ایسے منافع کہاں۔

۸۔ آدم کی پیدائش جہاں مٹی سے ہوئی وہاں پانی بھی استعمال کیا گیا تو آدم مٹی اور پانی سے پیدا ہوئے اور پانی کی خاصیت یہ ہے کہ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے اور پانی آگ سے قوی ہے۔

۹۔ مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے لیکن آگ مٹی کو ختم نہیں کر سکتی۔ الغرض متعدد وجوہات کی بنا پر آدم کا مادہ خلقت ابلیس کے مادہ خلقت سے بہتر اور افضل ہے لہذا ابلیس کا یہ کہنا کہ میں آدم سے افضل ہوں غلط ہے۔

علت صوری کے اعتبار سے آدم کی فضیلت: اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا ،، ہم نے انسان کو خوبصورت صورت پر پیدا

فرمایا: اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ کیا ابلیس کے اندر یہ کوالٹی ہے؟ **علت فاعلی کے اعتبار سے آدم کی فضیلت:** اللہ تعالی نے ہر چیز کو کلمہ کن کہہ کر پیدا فرمایا جبکہ انسان کا یہ خاصہ ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔ کیا ابلیس یہ دعوی کرسکتا ہے؟

علت خلف کے اعتبار سے آدم کی فضیلت: اللہ تعالی نے جب آدم کو پیدا کرنا چاہا تو فرمایا میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور اس طرح اللہ تعالی نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا اس سے بڑھ کر فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے کہ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے۔ الغرض ہر اعتبار سے آدم ابلیس سے بہتر اور افضل ہیں سو شیطان کہ یہ کہنا کہ میں آدم سے بہتر ہوں باطل اور غلط ہے۔ شیطان کے اس تکبر نے شیطان کو ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ کردیا شیطان کا یہ انجام متکبرین کے لئے درس عبرت ہے۔

(حدیث:۲۷)

عَنْ معَاذ بن جبل قَالَ كُنتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سفر فَأَصْبَحت يَوْمًا قَرِيبا مِنْهُ وَنحن نسير فَقلت يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدنِي عَنِ النَّار قَالَ لقد سَأَلتنِي عَن عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لِيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْت ثُمَّ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاء النَّار وَصَلَاة الرجل من جَوف اللَّيْل قَالَ ثمَّ تَلا (تَتَجَافَى جنُوبهم عَن الْمَضَاجِع (حَتَّى بَلَغَ (يَعْمَلُونَ (ثُمَّ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ بِرَأْس الْأَمر كُله وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذَلِكَ كُلِّهِ قُلْتُ بَلَى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ فَقَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نتكلم بِهِ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ · ترمذی، ابن ماجه، احمد: ۲۶۱۶_ ۳۹۷۳_ ۲۲۳۶۶

حضرت معاذ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی ایسا کام بتائیے کہ جو مجھ کو داخل جنت کردے اور جہنم سے دور کردے تو آپ ﷺ نے فرمایا معاذ تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے ہاں جس پر اللہ تعالی آسان کردے تو اس پر آسان ہے اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کا روزہ رکھو، بیت اللہ کا حج کرو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بھلائی کے دروازے نہ بتاؤں روزہ ڈھال ہے، خیرات گناہوں کو ایسا بجھاتی ہے جیسے پانی آگ کو اور درمیانی رات میں انسان کا نماز پڑھنا پھر یہ آیت تلاوت کی ان کی کروٹی بستروں سے الگ رہتی ہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں تمام چیزوں کا سر، ستون اور کوہان کی بلندی نہ بتادوں میں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ ﷺ فرمایا تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز اور کوہان کی بلندی جہاد ہے پھر فرمایا کیا تمہیں ان چیزوں کی اصل کی خبر نہ دے دوں عرض کی جی ہاں تو آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا اسے روکو میں نے عرض کی یارسول اللہ کیا زبان کی گفتگو پر بھی ہماری پکڑ ہوگی فرمایا تمہیں تمہاری ماں روئے لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں گرانے والی زبان ہی تو ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

شرک کی وضاحت سابق حدیث میں ہوچکی:

۱۔ نماز ادا کرو: فرمایا بتاؤ اگر کسی کے دروازہ پر نہر ہو کہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ نہائے تو کیا کچھ میل رہے گا عرض کیا بالکل نہیں فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ ان کی برکت سے اللہ گناہ مٹاتا ہے۔

حضور ﷺ نے نماز پنج گانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنویں سے دو وجہ سے ایک یہ کہ اگر کنویں میں گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے قابل نہیں رہتا کیونکہ وہ پانی جاری نہیں نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کردیتا ہے یونہی نماز ہر طرح پاک کردیتی ہے چاہے کیسے ہی گناہوں کا گندا ہو دوسرے یہ کہ کنویں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہوجاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کے لئے دور بھی نہیں جانا پڑتا یاد رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز دل کے میل کے لئے پانی۔

اسلام میں سب اعمال سے پہلے نماز فرض ہوئی نیز ساری عبادتیں اللہ نے فرش پر بھیجیں مگر نماز اپنے محبوب کو عرش پر بلا کر دی اس لئے کلمہ شہادت کے بعد سب سے بڑی عبادت نماز ہے جو نماز سیدھی کرکے پڑھے تو نماز اسے بھی سیدھا کر دیتی ہے۔ جس نے اپنی نماز درست کرلی اس نے اپنے سارے اعمال درست کرلئے نیز نماز بہت ساری عبادتوں کا مجموعہ ہے اور سارے گناہوں سے بچانے والی ہے کہ بحالت نماز جھوٹ غیبت چغلی وغیرہ کچھ نہیں ہوسکتی۔

نمازی کی سجدہ گاہ تیز بیٹری کی طرح چمکے گی اس لئے نماز پل صراط اور قبر میں روشنی بن جائے گی اور نماز اس کے عارف باللہ ہونے کی دلیل بن جائے گی جبکہ بے نمازی کو کفار کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جیسے کسی شریف آدمی کو ذلیل کے ساتھ بٹھادینا اس کی ذلت ہے ایسے ہی بے نمازی کو حشر میں بدترین کافروں کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا اس کی ذلت کی وجہ سے۔ بے نمازی اگرچہ مسلمان ہے لیکن کام کافروں کے سے کرتا تھا اس لئے اس کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا نمازی نبیوں، ولیوں اور شہداء کے سے کام کرتا تھا اس لئے اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اس لئے کہتے ہیں کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے اور بروں کی نقل بھی بری۔

۲۔ زکوۃ ادا کرو: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ تعالی نے مال عطا فرمایا پھر وہ اس کی زکوۃ ادا نہیں کرتا تو اس کا وہ مال قیامت کے دن گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا جس پر دو گیسو ہوں گے وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بنادیا جائے گا۔ مشکوۃ المصابیح کتاب الزکوۃ

حکیم الامت فرماتے ہیں جب پتلے زہریلے سانپ کی عمر زیادہ ہوجاتی ہے تو اس کے پھن پر قدرتی بال نکل آتے ہیں اور جب عمر مزید بڑھتی ہے تو اس کا زہر اتنا تیز ہوجاتا ہے کہ اس کی گرمی اور خشکی سے اس کے یہ بال جھڑ جاتے ہیں اسے اردو میں گنجا سانپ کہتے ہیں اور ان میں بھی خبیث ترین وہ سانپ ہوتا ہے جس کی آنکھوں پر دو کالے داغ ہوتے ہیں اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس بھی جل جاتی ہے۔

بخیل کا مال سانپ کیوں بنے گا؟ حدیث پاک میں فرمایا کہ بخیل کا مال سانپ کی شکل اختیار کرلے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مال والا بھی اس مال پر چونکہ دنیا میں سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا اور نہ کسی کو دیتا تھا اور نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تھا اور کوئی

غریب اور ضرورت منداس کے مال کی ہوا تک نہ پاسکتا تھا اس لئے وہ مال سانپ بن جائے۔
بزرگ فرماتے ہیں کہ باغ کا بلبل پھول کا رس چوس کر پرورش پاتا ہے اور گندی نالی کا کیڑا گند کھا کر پرورش پاتا ہے اسی طرح مسلمان زکوۃ ادا کر کے ترقی کرتا ہے اور اپنا مال بڑھاتا ہے جبکہ کافر سود کھا کر ترقی کرتا ہے کافر کی ترقی عارضی ہے مومن کی ترقی باقی ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھ سے کوئی قسم بھی لینا چاہے تو میں قسم کھا سکتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔

اسلام میں زکوۃ کی حکمتیں:

۱۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں پر زکوۃ فرض کی تا کہ مسلمان اس بات کو جان لیں کہ سعادت اخروی محض مال و دولت میں مشغول رہنے سے حاصل نہیں ہوسکتی سعادت اخروی صرف اللہ تعالی کی رضاء جوئی میں مال خرچ کرنے سے حاصل ہوگی اور دل سے حب دنیا کے مرض کا علاج صرف زکوۃ کی فرضیت سے ہوسکتا ہے۔
۲۔ مال سے چونکہ دنیاوی لذتوں اور آسائشوں کا حصول ہوتا ہے اس لئے انسان فطری طور پر مال کی طرف مائل اور مال کو جمع کرنے پر حریص ہو جاتا ہے اللہ تعالی نے زکوۃ فرض کی تا کہ انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اور اس حرص کا خاتمہ ہو۔
۳۔ مال کی زیادتی اور کثرت کی وجہ سے انسان میں غرور تکبر سرکشی اور فسق و فجور پیدا ہوتا ہے پیسہ کی طاقت سے وہ اپنی ہر خواہش پوری کر لیتا ہے لہذا وہ سرکش اور بے پرواہو جاتا ہے زکوۃ کی فرضیت اس کی سرکشی اور فسق و فجور کو کم کر دیتی ہے۔
۴۔ زکوۃ کی ادائیگی کے ذریعہ مسلمان دوسرے مسلمان پر شفقت کرتا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ اور اللہ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ بھوکوں کو کھلاتا ہے ناداروں کی ضروریات پوری کرتا ہے اور مصیبت زدہ لوگوں کی ضروریات پوری کرتا ہے اس طرح مسلمان زکوۃ کی ادائیگی کے ذریعہ اللہ تعالی کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔

باقی رہنے والا وہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہوا:

۵۔ ایک بار کاشانہ اقدس میں بکری ذبح کی گئی اور ایک ران کے سوا باقی سب تقسیم کر دیا گیا جب آپ تشریف لائے تو پوچھا کچھ گوشت باقی ہے عرض کیا گیا کہ ایک ران باقی ہے فرمایا نہیں، اس ران کے سوا وہ تمام گوشت باقی ہے جو تم نے خدا کی راہ میں دے دیا انسان نے جو کچھ دنیا میں خرچ کر دیا وہ فانی ہے وہی باقی رہتا ہے جو راہ خدا میں دے دیتا ہے زکوۃ کے ذریعے انسان اپنے اموال کے کچھ حصہ کو باقی اور محفوظ کر لیتا ہے۔ امام رازی سے کسی دولت مند نے پوچھا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ میں اپنے سب مال و دولت کو قبر میں لے جاؤں فرمایا ہاں تم یہ مال دولت اللہ کی راہ میں دے دو تم کو یہ مال قبر میں مل جائے گا۔
۶۔ مال خرچ نہ کرنے سے انسان بخیلوں کے مشابہ ہو جاتا ہے اور زکوۃ کے ذریعہ مال خرچ کر کے انبیا کے مشابہ ہوتا ہے۔
۷۔ انسان کے پاس تین چیزیں ہیں روح بدن اور مال روح کی سعادت اللہ تعالی کے عرفان سے حاصل ہوتی ہے بدن کی سعادت نماز اور دیگر بدنی عبادتوں سے حاصل ہوتی ہے اور مال کی سعادت زکوۃ سے حاصل ہوتی ہے۔
۸۔ ادائیگی زکوۃ کے ذریعہ امیروں اور غریبوں کے درمیان رشتہ الفت قائم رہتا ہے۔
۹۔ ایک طرف ایک شخص کے پاس اس کی ضرورت سے کہیں زیادہ مال پڑا رہے دوسری طرف ایک شخص روٹی، کپڑا اور مکان

کو ترستا رہے یہ اللہ تعالی کی حکمت کے خلاف تھا اس لئے اس نے زکوۃ فرض کر دی۔
۱۰۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر ہے اور نصف شکر ہے جب غنی کو مال حاصل ہوتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور زکوۃ اور صدقات سے جو مال میں کمی آتی ہے اس پر صبر کرتا ہے اس طرح ادائیگی زکوۃ کے ذریعے اس کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے اسی طرح فقیر پہلے مال نہ ہونے پر صبر کرتا ہے اور جب زکوۃ کی صورت میں مال مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہے اور یوں فقیر کا ایمان بھی مکمل ہو جاتا ہے غرضیکہ فریضہ زکوۃ کی وجہ سے غنی اور فقیر دونوں کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔
۱۱۔ زکوۃ کی ادائیگی سے دینے والے کا بخل زائل ہوتا ہے گناہ معاف ہوتے ہیں درجات میں ترقی ہوتی ہے اور اس کے مال میں برکت ہوتی ہے۔

۳۔ رمضان کا روزہ رکھو: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں شیاطین زنجیروں میں جکڑ دئے جاتے ہیں۔

رمضان کا معنی اور اس کی وجہ تسمیہ: رمضان کا معنی ہے گرمی یا بھٹی، چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے لائق بنا دیتی ہے اسی طرح روزہ گناہ گاروں کے گناہ مٹا دیتا ہے نیک کار کے درجے بڑھا دیتا ہے ابرار کا قرب الہی زیادہ کرتا ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی عبادت اور تلاوت قرآن اسی ماہ میں قرآن اترا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دینے والا ہوں۔

روزہ میرے لئے ہے تو کیا باقی عبادتیں اللہ کے لئے نہیں ہیں؟ یاد رہے اگرچہ ساری عبادات اللہ تعالی کی ہیں مگر خصوصیت سے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے چند وجہوں سے۔
۱۔ ایک یہ کہ دیگر عبادات میں اطاعت غالب ہوتی ہے اور روزہ میں عشق غالب اور روزہ دار میں علامات عشق جمع ہو جاتی ہیں اور مطیع کا عوض ثواب ہے عاشق کا عوض لقائے یار۔
۲۔ اور دوسرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہوسکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریا نہیں ہوسکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے جو اندر باہر کچھ نہ کھائے پئے وہ یقینا مخلص ہی ہے ریا کار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کر سکتا ہے۔
۳۔ تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہل حقوق چھین سکتے ہیں حتی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کے عوض لے لے گا مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا رب تعالی فرمائے گا کہ روزہ تو میرا ہے یہ کسی کو نہیں ملے گا۔
۴۔ چوتھا یہ کہ کفار اور مشرکین دوسری عبادتیں بتوں کے لئے بھی کر لیتے ہیں قربانی، سجدہ، حج، خیرات وغیرہ مگر کوئی کافر روزہ بت کے لئے نہیں رکھتا غرض کہ روزہ غیر اللہ کے لئے نہیں ہوتا۔
۵۔ پانچواں یہ کہ تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا، جنت اور ہے جنت والا اور۔
۶۔ چھٹا یہ کہ دوسرے عابد ہیں اور روزہ دار عابد بھی اور عاشق بھی کیونکہ روزہ دار ریا کے لئے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف

میری رضا کے لئے چھوڑتا ہے۔

ماہ رمضان کی سخاوت کا عالم: ماہ رمضان وہ سخی ہے جو تمہارے پاس آ کر دیتا ہے جیسے بادل آ کر پانی دیتا ہے کنویں کی طرح بلا کر نہیں دیتا۔ بڑا سخی وہ جو آ کر دے نہ کہ بلا کر دے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے نفلی روزے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا جو اللہ کی رضا کے لئے ایک دن کا روزہ رکھے تو اللہ اسے دوزخ سے اتنا دور کر دے گا جیسے اڑنے والے کوے کی دوری جب وہ بچہ ہوحتی کہ بوڑھا ہو کر مر جائے۔

کوے کی طبعی عمر ایک ہزار سال ہے اور یہ بہت تیز اڑتا ہے یہاں دوزخ سے انتہائی دوری بتانے کے لئے بطور تمثیل ارشاد ہوا کہ کوے کا بچہ اگر پیدا ہوتے ہی اڑنا شروع کر دے اور مرتے دم یعنی ایک ہزار سال تک برابر اڑتا رہے تو اندازہ لگا لو کہ اپنے گھونسلے سے کتنی دور ہو جائے گا رب تعالی اس روزہ دار کو دوزخ سے اتنا ہی دور کر دے گا۔

اسلام میں روزہ کی حکمتیں: روزہ میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ روزہ رکھ کر جب انسان کھانے پینے اور عمل تزویج کو چھوڑتا ہے اور اللہ تعالی کی محبت میں نفس امارہ کے مطالبات کو مسترد کر دیتا ہے تو انسان کے ناسوتی بدن میں لاہوتی رنگ جھلکنے لگتا ہے۔

۲۔ روزہ انسان کو رب تعالی کی صفات سے متصف کر دیتا ہے روزہ بندہ کو مولی کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔

۳۔ انسان کے دل میں گناہوں کی اکثر خواہشات حیوانی قوت کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہیں روزہ رکھنے سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو نوجوان مالی مجبوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشات پر قابو نہیں رکھ سکتے ان کا علاج حضور ﷺ نے روزہ بتایا ہے۔

۴۔ جس طرح ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح کھانے پینے کی نعمت کی قدر بھی روزہ رکھنے سے ہوتی ہے شکم سیر ہو کر کھانے پینے والے امیروں کو روزہ رکھنے سے پتا چلتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور بھوک و پیاس کی تکلیف ہوتی ہے جب تک کوئی شخص زخمی دل نہ ہو درد دل کو نہیں جان سکتا۔

دکھ درد میں تو شریک ہو سکتا ہوں: حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص سردیوں کے موسم میں گیا دیکھا کہ انہوں نے فالتو کپڑے اتار کر کھونٹی پر ٹانگ رکھے ہیں اور خود بغیر کپڑوں کے بیٹھے ہوئے سردی سے کانپ رہے ہیں اس نے پوچھا کہ آپ سردی سے کانپ رہے ہیں اور کپڑے اتار کر کھونٹی پر ٹانگے ہوئے ہیں؟ بشر حافی نے کہا اے بھائی فقرا بہت زیادہ ہیں اور میرے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ان سب کو کپڑے پہنا سکوں اسی لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر ان کی حاجت پوری نہیں کر سکتا تو اپنے فالتو کپڑے اتار کر ان کے دکھ درد میں تو شریک ہو سکتا ہوں سو میں نے اپنے آپ کو ان کی تکلیف میں شریک کر لیا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۲۴۷

۵۔ غریب اور فاقہ زدہ لوگ سارا سال بھوک اور پیاس کی صعوبتوں میں گزارتے ہیں اللہ تعالی نے ان کی مشابہت قائم کرنے کے لئے ایک ماہ کے دنوں میں سب پر بھوک اور پیاس طاری کر دی ہے غریبوں کی بھوک اور پاس اللہ تعالی کو اتنی عزیز ہے کہ ان پر جو حال طاری رہتا ہے اللہ نے ایک ماہ کے لئے سب پر طاری کر دیا اسے ہمارا حال اتنا عزیز ہے دیکھئے ہم اس کو کتنا عزیز رکھتے ہیں۔

۴۔ بیت اللہ کا حج کرو: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے حج کیا نہ فحش کلامی کی نہ فسق کی باتیں کیں تو وہ اس طرح لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے اسے ابھی جنا ہو۔

حج کے فضائل: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالی نے ان کو حکم دیا کہ آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کریں آپ نے عرض کی اے مولا ان لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی اللہ تعالی نے فرمایا آپ اعلان کیجئے آواز پہنچانا میرا کام ہے پھر حضرت ابراہیم نے اعلان کیا اے لوگو تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کیا گیا ہے سو تم حج کرو آسمان اور زمین کی تمام مخلوق نے اس آواز کو سن لیا جنہوں نے لبیک کہا وہ حج کی سعادت پائیں گے اور جو لبیک نہ کہہ سکے وہ محروم رہیں گے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کے دور دراز علاقوں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے لوگ حج کرنے کے لئے آتے ہیں۔ رواہ البیہقی

شیطان کو سب سے زیادہ تکلیف کب ہوتی ہے؟ حضرت طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان کو کسی دن اس سے زیادہ چھوٹا اس سے زیادہ خیر سے دور اس سے زیادہ حقیر اور اس سے زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا گیا جتنا وہ حج میں یوم عرفہ کو ہوتا ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس دن اللہ کی رحمت نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالی اپنے بندوں کے بڑے بڑے گناہ معاف فرما رہا ہے۔ صحیح بخاری

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور عمرہ کرو کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے زنگ کو مٹا دیتی ہے اور حج مقبول کی جزا صرف جنت ہے ایک جگہ ارشاد فرمایا حج کرو کیونکہ حج گناہوں کو دھو ڈالتا ہے جس طرح پانی میل کو دھو ڈالتا ہے۔ ایک جگہ ارشاف فرمایا حاجی گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح وہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

حاجی کا منادی: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جب حج کا ارادہ کرنے والا پاکیزہ کمائی لے کر نکلتا ہے اور اپنا پیر سواری پر رکھتا ہے اور اللھم لبیک کی صدا بلند کرتا ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے لبیک سعدیک لبیک سعدیک،، یعنی لبیک اے خوش بخت لبیک تمہارا سفر خرچ حلال ہے تمہاری سواری حلال ہے تیرا زاد راہ حلال ہے لہذا تیرا حج قبول کر لیا گیا ہے۔ اور جب کوئی شخص حرام مال سے حج کے لئے نکلتا ہے اور سواری پر پیر رکھتا ہے اور لبیک اللھم لبیک کہتا ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے تمہارا لبیک مردود ہے تیرا لبیک مردود ہے تمہارا خرچ حرام ہے تمہارا زاد راہ حرام ہے تیری سواری حرام ہے لہذا تیرا حج بھی مردود ہے۔ صحیح مسلم۔ جامع ترمذی

حج نسبتوں کا ایک مجموعہ ہے: حج اللہ والوں سے نسبتوں کا مجموعہ ہے کیونکہ حج کا ہر رکن کسی نہ کسی کی یاد سے وابستہ ہے

رمل کی حقیقت: ایک شخص بہت عاجزی اور نحیفانہ انداز میں بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھا اس وقت کفار کے چند لوگ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے اس آدمی پر کمزوری اور عاجزی کے ساتھ طواف کرنے پر طعنہ ظنی شروع کر دی نبی کریم ﷺ قریب ہی تشریف فرما تھے آپ نے اپنے غلام کو فرمایا کہ ان کے سامنے اکڑ کر چلو اور طواف میں رمل کرو نبی کریم ﷺ کی یہ ادا اتنی پسند ہوئی کہ قیامت تک کے لئے آنے والے حاجیوں پر رمل کو واجب کر دیا۔ آج اگر دنیا میں کوئی شخص

لوگوں کے سامنے اکڑ کر چلے تو ہر شخص اس کی مذمت کرے گا اور زمین بھی ایسے متکبر پر لعن طعن کرتی ہے کہ کل اس نے میرے پیٹ میں آنا ہے اور آج مجھ پر اکڑ کر چلتا ہے غرض ہمارا معاشرہ اکڑ کر چلنے والے کو متکبر کہتا ہے اور اس پر اس کی مذمت کی جاتی ہے لیکن اللہ کے محبوب ﷺ کی ادا پر قربان جائیں کہ اگر حضور ﷺ فرمادیں اکڑ کر چل تو یہ اکڑ کر چلنا بھی عبادت بن جاتا ہے۔

صفا مروہ کی سعی کی حقیقت: حضرت حاجرہ اپنے لخت جگر کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں کبھی صفا کی پہاڑی پر دوڑ لگاتی ہیں تو کبھی مروہ کی پہاڑی پر اور اللہ رب العزت کو آپ کی یہ ادا اتنی پسند آئی ہے کہ اس ادا کو زندہ رکھنے کے لئے قیامت تک کے آنے والے حاجیوں پر سعی کرنے یعنی دوڑ لگانے کو لازم کر دیا۔ آج اگر کوئی شخص کسی پر ہجوم روڈ پر دوڑ لگانا شروع کر دے کبھی دوڑ کر ایک سمت کو جائے اور کبھی دوڑ کر دوسری جانب کو جائے تو ہر بندہ اس کو پاگل کہے گا نہ تو اس کے پیچھے کوئی پولیس ہے نہ ہی کوئی جانور اس کے پیچھے ہے اور نہ ہی اسے کوئی خطرہ ہے نہ وہ ورزش کے لئے دوڑ رہا ہے تو یقیناً ہر آدمی اس کی دوڑ کی مذمت کرے گا لیکن قربان جائیں حضرت ہاجرہ کی ادا پر کہ آج حاجیوں کے لئے بظاہر دوڑ لگانے کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اللہ نے اپنی مقبول بندی کی ادا کو زندہ کرنے کے لئے قیامت تک کے لئے اس کو واجب کر دیا اور اس دوڑ لگانے کو بھی عبادت بنا دیا۔

رمی جمار کی حقیقت: آج اگر کوئی شخص گلی میں بیٹھ کر دیواروں پر یا گھروں پر پتھر مارنا شروع کر دے تو اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور ہر شخص اس کو برا بھلا کہے گا لیکن کیا بات ہے کہ حجاج کرام عرفات کے پہاڑی علاقے میں پتھر کے بنے ستونوں کو کنکریاں مارتے ہیں اور اس مارنے کو اپنے لئے عبادت اور اللہ کی رضا کا ذریعہ سمجھتے ہیں تو یہاں بھی کہنا پڑے گا کہ اللہ نے اپنے خلیل کی ادا کو زندہ کرنے کے لئے اس کی یادوں کو بھی عبادت بنا دیا۔ الغرض قربانی ہو یا منیٰ کی حاضری، عرفات کا میدان ہو یا مقام ابراہیم کی نماز ہر رکن کسی نہ کسی اللہ والے سے منسوب ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حج اللہ والوں کی نسبتوں کا ایک مجموعہ ہے جن کو اللہ نے قیامت تک کے لئے زندہ اور لازم کر دیا۔

۵۔ صدقہ وخیرات گناہوں کو بجھاتی ہے: رسول کریم ﷺ نے فرمایا صدقہ مال کم نہیں کرتا، مزید فرمایا صدقہ رب کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔

صدقہ یا زکاۃ دینے والے کا مال ہر سال بڑھتا ہی رہتا ہے تجربہ ہے کہ جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کر لیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافے کے بھر لیتا ہے گھر کی رکھی بوریاں چوہے سسری وغیرہ آفات سے ہلاک ہو جاتی ہیں لیکن جو استعمال ہو جائیں اور زمین میں ڈال دی جائیں وہ ضائع نہیں ہوتیں بلکہ اضافے کا سبب بن جاتی ہیں۔

معصیت اور مغفرت والی مصیبت میں فرق: خیرات کرنے والے سخی کی زندگی بھی اچھی ہوتی ہے کہ اولاً اس پر دینوی مصیبتیں آتی نہیں اور اگر امتحاناً آ بھی جائیں تو رب کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے اور وہ صبر سے ثواب پالیتا ہے غرضیکہ اس کے لئے مصیبت، معصیت لے کر نہیں آتی مغفرت لے کر آتی ہے معصیت والی مصیبت خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مغفرت والی مصیبت اللہ کی رحمت۔

یاد رہے کہ تندرستی کی خیرات مرتے وقت کی خیرات سے بہتر ہے متقی پرہیز گار کو خیرات دینا فاسق کو دینے سے بہتر ہے جس چیز کی اس وقت تنگی ہو اس کا صدقہ افضل ہے جہاں پانی کی تنگی ہو وہاں کنواں کھدوانا بہت باعث ثواب ہے۔

سب سے زیادہ مضبوط کون؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا زمین ہلنے لگی تو پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور انہیں زمین میں گاڑھ دیا تو زمین ٹھہر گئی فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب کیا بولے الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں لوہا ہے عرض کیا یا الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں آگ ہے عرض کیا الٰہی کیا تیری مخلوق میں آگ سے بھی زیادہ کوئی چیز سخت ہے فرمایا ہاں پانی ہے بولے یا الٰہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں ہوا ہے بولے اے پروردگار کیا تیری مخلوق میں ہوا سے بھی زیادہ کوئی چیز سخت ہے فرمایا ہاں وہ انسان جو دائیں ہاتھ سے خیرات کرے اور بائیں سے چھپالے۔

سبحان اللہ چھپ کر صدقہ کرنے میں کتنی عظمت ہے یہاں تشبیہات کا مقصد یہ ہے کہ لوہا پہاڑ سے اس لئے سخت ہے کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا اور آگ لوہے سے اس لئے سخت ہے کہ آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے کہ اور پانی آگ سے اس لئے سخت ہے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جب کہ پانی اس میں بند ہو اگر آڑ ہٹا دی جائے تو پانی آگ بجھاتا ہے اور ہوا پانی سے اس لئے سخت ہے کہ کیونکہ ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اڑا کر پھرتی ہے اور سمندر میں تلاطم پیدا کرتی ہے جس سے وہاں طوفان برپا ہو جاتا ہے اور ہر چیز سے انسان کا چھپ کر نیکی یا صدقہ کرنا ہے کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر دیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت، سمندر اور ہوا سے زیادہ طوفانی ہے نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلاوے کو پسند کرتا ہے یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہٰذا بڑا بہادر ہے۔ نیز خفیہ صدقہ سے غضب الٰہی کی آگ بجھتی ہے رضاء الٰہی حاصل ہوتی ہے یہ نعمتیں پہاڑ لوہے آگ پانی سے حاصل نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ صدقہ سب سے بہتر۔

مال، حال، کمال کی سخاوت میں فرق: صوفیا کرام فرماتے ہیں سخاوت مال سے سخاوت حال افضل ہے اور سخاوت حال سے سخاوت کمال بہتر ہے کہ سخاوت مال میں فقیر کی اسی زندگی کے دو ایک دن سنبھل جاتے ہیں مگر حال وکمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہاں درست ہو جاتے ہیں حضور انور ﷺ نے اپنا حال اور کمال سب امت پر صدقہ کر دیا اور آپ نے تا قیامت لوگوں کے دین ودنیا سنبھال دیئے آپ ﷺ بڑے داتا ہیں جیسے زمین پہاڑوں سے ٹھہری ایسے ہی ہمارے دل کسی کی نگاہ کرم سے ٹھہر سکتے ہیں ورنہ دل کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

جو لوگ راہ خدا میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں ہر بالی سے سو دانے اور اللہ جسے چاہے اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے۔

بادل نے سیراب کیا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ ایک شخص نے جنگل میں بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کر وہ بادل چل پڑا اور اس نے بجری والی زمین پر پانی برسایا وہاں کے نالوں میں سے ایک نالہ بھر گیا وہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے گیا وہاں ایک شخص باغ میں کھڑا ہوا اپنے پھاوڑے سے پانی کو ادھر ادھر کر رہا تھا اس شخص نے

باغ والے سے پوچھا اے اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے اس نے اپنا وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا اس شخص نے پوچھا اے اللہ کے بندے تم نے میرا نام کیوں پوچھا اس نے کہا جس بادل نے اس باغ میں پانی برسایا ہے میں نے اس بادل سے یہ آواز سنی تھی فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو اس نے تمہارا نام لیا تھا تم اس باغ میں کیا کرتے ہو اس نے کہا اب جب تم نے یہ بتایا ہے تو سنو میں اس باغ کی پیداوار پر نظر رکھتا ہوں اس میں سے ایک تہائی کو میں صدقہ کر دیتا ہوں ایک تہائی میں سے میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور باقی ایک تہائی کو میں اس باغ میں لگا دیتا ہوں اس شخص نے کہا ہاں اسی وجہ سے تو اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ عیون الحکایات ص ۱۶۶

سارا مال صدقہ کر دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا میں نے دل میں کہا آج میں ابوبکر صدیق سے نیکیوں میں آگے نکل جاؤں گا لہذا میں آدھا مال لے کر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے عمر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو میں □ نے عرض کی یا رسول اللہ جتنا لے کر آیا ہوں اتنا مال گھر والوں کے لئے چھوڑا ہے تھوڑی دیر بعد ابوبکر بھی اپنا مال لے کر آ گئے حضور ﷺ نے پوچھا اے ابوبکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں جو مال موجود تھا سب آپ کی بارگاہ میں حاضر کر دیا ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا میں ابوبکر سے نیکیوں میں کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ مشکوۃ المصابیح باب الصدقہ

صدقہ کی احادیث میں تعارض: ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ وہ ہے جس میں صدقہ کے بعد آدمی غنی رہے کیونکہ انسان اگر اپنا سارا مال صدقہ کر کے خود فقیر بن جائے اور اپنی ضروریات کے لئے دوسروں کا دست نگر ہو جائے تو یہ اللہ تعالی کی ناشکری ہے اور مذموم ہے۔ جبکہ مذکورہ حدیث میں ہے کہ

حضرت عمر نے فرمایا ابوبکر بھی اپنا مال لے کر آ گئے حضور ﷺ نے پوچھا اے ابوبکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں جو مال موجود تھا سب آپ کی بارگاہ میں حاضر کر دیا ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا میں ابوبکر سے نیکیوں میں کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

ایک حدیث میں آپ نے سارا مال صدقہ کرنے سے منع فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں صدیق اکبر نے سارا مال صدقہ کر دیا اور آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا ان احادیث میں بظاہر تعارض ہے۔

صدقہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس کے جواب میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص توکل کے اعلی درجے پر فائز ہو اور اللہ کے سوا ہر ایک سے بے نیاز ہو اور اس کو یقین ہے کہ وہ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے گا تو اسے سارا مال صدقہ کرنے میں حرج نہیں جیسا کہ صدیق اکبر نے کیا۔ اور اگر ایسی صورت حال موجود نہ ہو تو سارا مال صدقہ کرنا منع ہے لہذا تعارض ختم ہو گیا۔

ناکارہ مال صدقہ کرنے کی مذمت: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں لوگوں کو صدقہ کرنے میں رغبت نہیں تھی اگر کوئی صدقہ کرتا بھی تو وہ کھجوروں کے ایسے خوشے لے کر آتے جن میں سوکھی ہوئی ردی اور بے کار کھجوریں ہوتیں اور وہ ان کو آ کر لٹکا دیتے اسی طرح ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی

تھی ایک شخص نے صدقہ میں ردی کھجوریں لٹکائی ہوئی تھیں آپ نے ان کھجوروں کے خوشے پر لاٹھی ماری اور فرمایا ان کھجوروں کو صدقہ کرنے والا اگر چاہتا تو ان سے عمدہ کھجوروں کا صدقہ کر سکتا تھا یہ صدقہ کرنے والا قیامت کے دن ردی کھجوریں ہی کھائے گا۔ شعب الایمان باب الصدقہ

۶۔ تمام چیزوں کا سر اسلام ہے: اسلام معتدل اور متوسط دین ہے عقائد ہوں یا اعمال یا معاملات ہر سطح پر اسلام معتدل دین ہے اور میانی روی کا درس دیتا ہے۔ اس کی تفصیل سے پہلے چند اصطلاحات ذہن نشین کر لیں۔

افراط: حد سے زیادہ نرمی کو افراط کہتے ہیں۔

تفریط: حد سے زیادہ سختی کو تفریط کہتے ہیں۔

اعتدال: درمیانی راستہ کو اعتدال، امر متوسط اور میانہ روی کہتے ہیں۔

اسلامی عقائد واحکام میں اعتدال: عقائد، عبادات اور معاملات میں اسلام کے اعتدال کے چند نمونے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عقائد کے اعتبار سے دین اسلام، دین متوسط ہے کیونکہ دہریوں اور کمیونسٹوں کا عقیدہ ہے کہ اس جہان کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں سب کچھ خود بخود وجود میں آ گیا لہذا دنیا اور سارا عالم ایک امر اتفاقی ہے یہ تفریط ہے اور مشرکین کا عقیدہ ہے کہ اس دنیا و جہان کے پیدا کرنے والے متعدد اور کئی خدا ہیں اور یہ افراط ہے جبکہ اس کے مقابلے میں اسلام ایسا مذہب ہے جو کہتا ہے کہ اس جہان کو پیدا کرنے والی ایک ہی ذات ہے اور وہی ذات اللہ کی ذات ہے اور یہ اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۲۔ جبریہ کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے جو بھی نیکی اور برائی وہ کرتا ہے اس پر انسان کو کوئی اختیار نہیں ہوتا یہ تفریط ہے اور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ انسان افعال کا خود خالق اور ہر نیکی اور برائی اسی نے پیدا کی ہے یہ افراط ہے جبکہ اہل سنت کے نزدیک انسان اپنے افعال کا کاسب تو ہے یعنی نیکی اور برائی خود اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالی افعال کا خالق ہے یعنی ہر نیکی اور برائی اللہ نے پیدا کی ہے یہ اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۳۔ دین موسی میں عورت کو حیض آتا تو اس کا کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا سب الگ کر دیا جاتا اور اس کو حالت حیض میں دوسرے افراد کے ساتھ بات چیت کرنا بھی حرام تھا یہ تفریط ہے اور دین عیسی میں عورت کو حالت حیض میں ہر کام کی اجازت تھی حتی کہ اس کے ساتھ جماع کرنا، حالت حیض میں عورت کا عبادت کرنا، اس کے ساتھ کھانا، پینا سب جائز تھا یہ افراط ہے جب کہ اس کے مقابلے میں اسلام میں عورت کو گھر کے افراد کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، اور شوہر کے ساتھ بوس وکنار کرنا جائز ہے لیکن جماع اور عبادت کرنے کی اجازت نہیں یہ اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۴۔ دین موسی میں کپڑے پر نجاست لگ جاتی تو وہ اس وقت تک پاک نہیں ہوتا تھا جب تک نجاست والی جگہ کو کاٹ نہ لیا جاتا یہ تفریط ہے اور دین عیسی میں نجاست لگ جانے کے باوجود کپڑا پاک ہوتا دھونے کی بھی ضرورت نہ تھی اور اس میں عبادت وغیرہ جائز تھی یہ افراط ہے لیکن اس کے مقابلے میں دین اسلام میں ناپاک کپڑے کو پانی سے پاک کر لیا جائے تو کپڑا پاک ہو جاتا ہے نہ تو کاٹنے کی ضرورت ہے اور نہ نجاست کی حالت میں عبادت کی اجازت یہی اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۵۔ یہودیوں کی شریعت میں جس نے قتل کیا اس سے قصاص لازم تھا اس کے علاوہ دوسری کوئی صورت نہیں تھی یہ تفریط ہے عیسائیوں کی شریعت میں مقتول کے ورثا پر فرض ہے کہ وہ قاتل کا قصاص معاف کر دیں یہ افراط ہے جبکہ اسلام کہتا ہے کہ

مقتول کے ورثا کو اختیار ہے کہ وہ چاہیں تو قصاص لے لیں اور اگر چاہیں تو معاف کر دیں اور یہی اعتدال امر متوسط ہے۔

۶۔ خارجی صحابہ کی محبت میں اہل بیت کی توہین کرتے ہیں یہ تفریط ہے اور رافضی اہل بیت کی محبت میں صحابہ کی توہین کرتے ہیں یہ افراط ہے جبکہ اہل سنت صحابہ سے بھی محبت کرتے ہیں اور اہل بیت سے بھی عقیدت رکھتے ہیں اور یہی اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۷۔ بدمذہب نبی کریم ﷺ کی شان میں تنقیص کرتے اور آپ کو اپنے جیسا بشر مانتے اور آپ کی نورانیت کے منکر ہیں اور آپ کی تعظیم کو بڑے بھائی کی تعظیم کے برابر عقیدہ رکھتے ہیں یہ تفریط ہے اور غالی نبی کریم ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے اور حضور ﷺ کے مرتبہ کو خدا کے برابر کر دیتے ہیں یہ افراط ہے جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی لیکن آپ کی بشریت بے مثل ہے اور آپ خدا نہیں ہیں لیکن خدا کے بعد تمام مخلوقات میں افضل ترین ہستی ہیں اور یہی اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۸۔ مال کو ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اسراف اور فضول خرچی ہے اور یہ افراط ہے اور ضرورت کے باوجود خرچ نہ کرنا اور خرچ کرنے کا موقع و محل ہونے کے باوجود خرچ نہ کرنا بخل ہے اور یہ تفریط ہے جبکہ ضرورت کے مطابق خرچ کرنا اور خرچ کرنے کا موقع و محل بھی ہو وہاں خرچ کرنا اور گھر والوں کے لئے بھی بچا کر رکھنا تا کہ وہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۹۔ دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جانا نماز اور روزے میں اتنی کثرت کرنا کہ اپنے اہل و عیال اور والدین کے حقوق کو فراموش کر دینا اور انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دینا افراط ہے اور دنیا اور اس کے کاروبار میں مال کی محبت میں اتنا مشغول ہو جانا کہ نہ نمازوں کی فکر نہ روزے کا خیال نہ اطاعت کا لحاظ حتی کہ اللہ کی یاد سے غافل ہو جانا تفریط ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دین و دنیا کو ساتھ لے کر چلنا کاروبار زندگی، اپنے بال بچوں اور والدین کی خدمت اور ان کے حقوق کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ نماز روزے کی بجا آوری فرائض وواجبات پر عمل اطاعت خدا اور سنت مصطفی پر عمل درآمد کرنا اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۱۰۔ ترک دنیا اختیار کر کے رہبانیت اپنا لینا اور عورتوں اور اولاد کی خواہش نہ کرنا افراط اور دنیا کی لذات، شراب و کباب اور عورتوں سے ناجائز جنسی ہوس پوری کرنا تفریط ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دنیا میں رہ کر اللہ و رسول کی اطاعت میں اپنی خواہش اور ضرورت کے مطابق شادی کرنا اور جائز طریقے سے جنسی تسکین حاصل کرنا اور عبادات میں فرائض وواجبات بجا لانا اعتدال اور امر متوسط ہے۔

اسلام آسان دین ہے: علمائے کرام فرماتے ہیں اسلام آسان دین ہے اس میں یہودیت کی طرح سختیاں اور عیسائیت کی طرح نرمیاں نہیں کہ ان کے ہاں ترک دنیا عبادت تھی ہمارے ہاں دینداری بھی عبادت ہے اور دنیا داری بھی عبادت ہے کہ سنت رسول ہے جو شخص غیر ضروری عبادت کو اپنے لئے ضروری بنا لے وہ مغلوب ہو کر تھک کر رہ جائے گا اور پھر گناہ گار ہو گا۔ علماء فرماتے ہیں لوگوں کو دین سے ڈراؤ نہیں بلکہ خوش خبریاں دے کر ادھر مائل کرو یا خود خوش و خرم رہو اللہ تعالی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا دوسروں کو خوش خبریاں دو اور خود خوش خبریاں لو۔

اسلام میں ہے کہ جس آدمی کو اللہ تعالی نے مال و دولت کی نعمت عطا کی ہے اس کے کھانے، پینے، لباس اور رہن سہن

میں وہ نعمت نظر آنی چاہئے اور وسعت کے باوجود فقیروں اور تنگ دستوں کی طرح رہنا اسلام میں مطلوب اور پسندیدہ نہیں ہے البتہ اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا اور قرض لے کر اپنی امارت جتانا اور شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں بے جا خرچ کرنا اور نمود و نمائش کرنا ممنوع ہے لہذا میانہ روی اختیار کی جائے اسی میں ہم سب کی عافیت ہے۔

تم مجھ سے بڑے عابد نہیں ہو سکتے: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ تین شخص حضور ﷺ کی ازواج کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کی ازواج سے حضور کے معمولات عبادت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضور ﷺ کی عبادت کو کم گمان کیا اور وہ کہنے لگے یہ عبادت تو کم ہے پھر ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ رات کو جاگ کر عبادت کرتا رہوں گا دوسرے نے کہا میں روزانہ روزہ رکھتا رہوں گا تیسرے نے کہا میں تو کبھی اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاؤں گا اور صرف عبادت کروں گا جب یہ تینوں حضور کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟ عرض کی جی ہاں، تو آپ نے فرمایا سنو خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی اور عابد ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں اور میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں اور ان کے حقوق زوجیت بھی ادا کرتا ہوں سو جو شخص میری سنت کو کم سمجھ کر اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی عبادات پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ صحیح بخاری

اسلام کو سر، نماز کو ستون اور جہاد کو کوہان کیوں کہا گیا؟ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے اسلام کو سر اس لئے کہا کیونکہ سر کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی جس طرح سر کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی اسی طرح انسان کی دینداری اسلام کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی، نماز کو ستون اس لئے کہا کیونکہ کسی بھی چھت کی قوت و طاقت اس کا ستون ہوتا ہے ستون قوی تو چھت مضبوط اسی طرح نماز بھی دین کی وقت و طاقت ہے اگر نماز نہیں تو دین کمزور اور ضعیف ہے۔ جہاد کو کوہان اس لئے کہا کہ کوہان اونٹ کی زینے اور رونق ہوتی ہے اور اس تک پہنچنا بھی دشوار ہوتا ہے اسی طرح جہاد بھی دین کی رونق اور زینت ہے لیکن دشوار اور کٹھن راستہ ہے جان اور مال کی قربانی دینی پڑتی ہے۔

۸۔ کوہان کی بلندی جہاد ہے: جہاد کو کوہان اس لئے کہا کہ کوہان اونٹ کی زینے اور رونق ہوتی ہے اور اس تک پہنچنا بھی دشوار ہوتا ہے اسی طرح جہاد بھی دین کی رونق اور زینت ہے لیکن دشوار اور کٹھن راستہ ہے جان اور مال کی قربانی دینی پڑتی ہے۔

۹۔ جہنم میں گرانے والی زبان ہے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان یعنی زبان کی اور دو ٹانگوں کے بیچ یعنی شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ صحیح بخاری

تیر کا زخم بھر جاتا ہے زبان کا نہیں بھرتا: زبان کی لغزش پاؤں کی پھسلن سے زیادہ خطرناک ہے کہ پاؤں کی لغزش سے بدن چوٹ کھاتا ہے مگر زبان کی لغزش سے دل اور ایمان زخمی ہوتا ہے زبان کی لغزش سے قتل اور خون خرابہ ہوتا ہے زبان کی لغزش سے انسان کافر و بے دین ہوتا ہے شیطان اپنی زبان کی لغزش سے اب تک سزا پا رہا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں تیر کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم کبھی نہیں بھرتا۔

کلام چار قسم کے ہیں:

۱۔ **خالص مضر:** وہ کلام جو صرف دنیا و آخرت کے نقصان کا باعث بنے، اس کلام سے ہمیشہ پرہیز کرے۔

۲۔ **خالص مفید:** وہ کلام جو دنیاوی اور اخروی فائدے کا باعث ہو یہی کلام ہی کرنا چاہئے۔

۳۔ **مضر بھی مفید بھی:** وہ کلام جس میں فائدہ اور نقصان دونوں پہلو موجود ہوں اس کلام کرنے میں احتیاط کرے بہتر ہے کہ نہ کرے۔

۴۔ **نہ مضر نہ مفید:** وہ کلام جس میں نہ نفع ہو نہ نقصان اس کلام میں وقت ضائع کرنے والی بات ہے اسی کو فضول گوئی بھی کہتے ہیں۔

فضول گوئی کی تعریف: علمائے کرام فرماتے ہیں ہر وہ بات جس سے دنیا و آخرت کا کوئی فائدہ نہ ہو فضول گوئی کہلاتا ہے۔

زبان سیدھی تو اعضاء سیدھے زبان ٹیڑھی تو اعضاء ٹیڑھے: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا انسان جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان سے التجا کرتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں تو اللہ سے ڈر کہ ہم سب تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے آپ ﷺ نے مزید فرمایا اپنی زبان کو قابو میں کرلو تو شیطان پر غالب آجاؤ گے۔ صحیح بخاری باب الایمان

روایت میں ہے کہ حکیم لقمان پہلے ایک حبشی غلام تھے ایک دن ان کے آقا نے کہا اے غلام جاؤ اور یہ بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت کا بہترین حصہ ہمارے پاس لاؤ آپ بکری کا دل اور زبان کاٹ کر لے آئے آقا نے دوبارہ کہا کہ جاؤ اور اس کی بدترین حصہ کاٹ کر لے آؤ آپ گئے اور پھر دل اور زبان کاٹ کر لے آئے آقا نے کہا میں نے اچھا حصہ کہا تو بھی آپ دل اور زبان لے آئے اور بدتر حصہ لانے کو کہا تبھی دل اور زبان لے آئے اس کی کیا وجہ ہے تو آپ نے جواب دیا حضور اگر یہ دونوں درست ہو جائیں تو ان سے بڑھ کر بہترین حصہ اور کوئی نہیں اور اگر یہ دونوں بگڑ جائیں تو ان سے بڑھ کر بدن کا بدترین حصہ کوئی ہیں۔ تنبیہ الغافلین ص ۱۹۶

زبان کے پردے روایت میں ہے کہ ایک شخص سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں بہت زیادہ بول رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیری زبان پر کتنے پردے ہیں اس نے عرض کی دو پردے ہیں ۱۔ دو ہونٹ، ۲۔ دانت کہ یہ ان سب کے درمیان چھپی ہوئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تیری زبان کو روکنے کے لئے کیا یہ چیزیں کم ہیں۔ بزرگ فرماتے ہیں دولت کو انسان تجوری میں بند کر کے محفوظ کر سکتا ہے زیادہ مال ہو تو مسلح پہرہ دار بٹھا کر بھی حفاظت ہو سکتی ہے لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زبان کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہو جائے اس لئے اپنی زبان کو روک لینا یا محفوظ کر لینا روپے پیسے کی حفاظت سے زیادہ مشکل ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے تو طویل عرصہ تک خاموش رہے کسی نے پوچھا آپ ہر وقت چپ رہتے ہیں کچھ بولتے کیوں نہیں ارشاد فرمایا اسی بولنے نے تو مجھے مچھلی کے پیٹ تک پہنچایا۔

زبان نے مروادیا: ایک مرتبہ بہرام بادشاہ کسی درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اسے کسی پرندے کے بولنے کی آواز سنائی دی اس نے پرندے کی طرف تیر پھینکا جو اسے جا لگا اور پرندہ ہلاک ہو گیا بہرام نے کہا زبان کی حفاظت پرندے اور انسان دونوں کے لئے مفید ہے کہ اگر یہ نہ بولتا تو اس کی جان بچ جاتی۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ زبان ایک درندے کی مانند ہے اگر تم اسے باندھ کر نہیں رکھو گے تو یہ تمہاری دشمن بن جائے گی اور تمہیں نقصان پہنچائے گی۔ تنبیہ الغافلین ص ۱۹۸

بزرگ فرماتے ہیں زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے اس کی اچھائی برائی دل کی اچھائی برائی کا پتہ دیتی ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں معمولی نیکی کو بھی معمولی سمجھ کر چھوڑ نہ دو کبھی ایک قطرہ جان بچا لیتا ہے ممکن ہے کہ چھوٹا عمل بخشش کا ذریعہ بن جائے اور کوئی معمولی گنا چھوٹا سمجھ کر کر نہ لو کبھی چھوٹی چنگاری بھی سارا گھر جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اجازت طلب کی رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا یہ اپنی قوم کا براترین آدمی ہے پھر آپ نے اسکو اجازت عطا فرمادی اور اس سے بہت نرم انداز میں کلام کیا جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے تو کہا تھا کہ وہ برا آدمی ہے پھر آپ نے اس کے ساتھ نرم گفتگو کیوں فرمائی آپ نے فرمایا اے عائشہ لوگوں میں سب سے براوہ ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔

زبان کا وبال دوسرے اعضاء سے زیادہ کیوں ہے؟ دین اسلام میں دیگر اعضاء کی بنسبت زبان کے خطرات اور اس کے وبال زیادہ بیان فرمائے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر اعضاء سے عموماً گناہ ہی سرزد ہوتے ہیں لیکن زان ایسا خطرناک عضو ہے کہ اسی سے شرک کفر طلاق غیبت چغلی وغیرہ وغیرہ بڑے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور اسلام و ایمان کی بربادی میں بنیادی کردار زبان کا ہوتا ہے اس لئے زبان کے خطرات اور اس کے وبال زیادہ بیان ہوئے ہیں۔

(حدیث:۲۸)

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ (ص: 17) وَأَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ.

ابوداؤد، ترمذی، احمد: ۶۸۱۔ ۲۵۲۱۔ ۱۵۶۲۳

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے دشمنی رکھی اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روکا اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا یہ حدیث ابوداود نے روایت کی ترمذی نے کچھ تقدیم و تاخیر کر کے حضرت معاذ بن انس سے اس طرح روایت کیا کہ اس نے اپنا ایمام مکمل کرلیا۔

(حدیث:۲۹)

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ۔ ابوداؤد: ۴۵۹۹

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ہے۔

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ: ان دونوں احادیث مبارکہ میں مسلمانوں کی آپس میں محبت کی اہمیت اور اس کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے حدیث پاک میں فرمایا کہ ایک شخص اپنے دوست سے ملنے کے لئے ایک

دوسری بستی میں گیا اللہ تعالی نے اس کی آزمائش کے لئے اس کے راستے میں ایک فرشتہ کو اس کے انتظار کے لئے بھیج دیا جب اس شخص کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے اس شخص نے کہا فلاں بستی میں میرا ایک دینی بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے فرشتے نے پوچھا کیا اس نے تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے جس کا شکریہ ادا کرنا مقصود ہے اس نے کہا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ کے لئے محبت ہے تب اس فرشتہ نے کہا میں تمہارے پاس اللہ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالی بھی تم سے محبت کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں میری عظمت کے لئے آپس میں محبت کرنے والے آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جب کہ میرے سوا آج کوئی سایہ نہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا اللہ تعالی کو بہت پیارا عمل یہ ہے کہ جب کسی سے محبت کرو تو اللہ کے لئے اور کسی سے عداوت کرو تو بھی اللہ کے لئے۔

مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں: مسلمان آپس کی مہربانی کی محبت میں ایک جسم کی طرح ہیں جب ایک عضو بیمار ہو جائے تو سارے جسم کے اعضا بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا مسلمان آپس میں ایک دیوار کی مثل ہیں کہ جس کی اینٹیں ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہیں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی آپس میں محبت کرنا آدھی عقل ہے۔
یعنی عقل کے سارے کام ایک طرف ہیں اور لوگوں سے محبت کر کے انہیں اپنا بنا لینا ایک طرف لوگوں کی محبت سے دینی دنیاوی ہر طرح کے کام نکلتے ہیں لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کر لو پھر انہیں نمازی بنالو حاجی بنالو غازی بنالو مگر یاد رہے کہ لوگوں کی محبت حاصل کرنے کے لئے اللہ و رسول کو ناراض نہ کر لو بلکہ لوگوں سے محبت اللہ و رسول کی رضا کے لئے ہونی چاہئے۔ مسلمان، مسلمان کے لئے سگے بھائی سے بھی زیادہ اہم ہے کہ نسبی بھائی کو ماں باپ نے بھائی بنایا اور مسلمان کو حضور ﷺ نے بھائی بنایا حضور کا بنایا ہوا بھائی ماں باپ کے بنائے ہوئے بھائی سے بہتر ہے ماں باپ سے ہمارا رشتہ اولاد کا ہے اور حضور سے ہمارا رشتہ غلامی کا رشتہ ہے حضور کی غلامی کا رشتہ والدین کے اولاد کے رشتے سے افضل و بہتر ہے۔ مسلمان اسلامی رشتہ کی وجہ سے ایسے ہیں جیسے ایک جسم کے اعضاء جن کے نام بھی مختلف ہیں کام بھی اور شکل بھی جداگانہ مگر چونکہ ان سب کی روح ایک ہے اس لئے ایک عضو کی تکلیف تمام اعضاء کو بے قرار کر دیتی ہے۔ اسی طرح مختلف ممالک کے مسلمانوں کے نام، کام، زبان اور شکلیں مختلف ہیں مگر ان کی روح یعنی ان کا خدا ان کا نبی انکی کتاب ایک ہے لہذا ایک کی تکلیف سارے مسلمانوں کو بے قرار کر دیتی ہے۔

سوئی ہوئی قومیں جاگ اٹھیں افسوس بیدار مسلمان سو رہا ہے: یاد رہے یہ کیفیت جو اوپر ذکر کی گئیں ہیں زندہ کی ہے جو مردہ یا بے حس ہو جائیں وہ مردہ جسم یا سوکھے ہوئے اعضاء کی طرح ہیں کہ ایک کو چوٹ لگاؤ دوسرے کو خبر تک نہ ہو اور آج ہمارا حال یہ ہے کہ سوئی ہوئی قومیں جاگ اٹھیں اور بیدار مسلمان سوتا ہے۔ قوم کی تکلیف کو محسوس نہ کرنا غداری ہے اور غدار مسلمان کو قوم سے نکالنا ایسا ہے جیسے گلے سڑے عضو کو جسم سے کاٹ دینا تاکہ اس کا فساد دوسرے اعضاء تک نہ پہنچے۔ حضور ﷺ کا دامن سب کو ایک کر دیتا ہے شہد کی مکھی مختلف قسم کے پھولوں کا رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہو جاتا ہے آگ جب مختلف لکڑیوں کو جلائے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے آم، جامن، ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یونہی جب حضور ﷺ

کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہو گئے حبشی ہو یا رومی، عربی ہو یا عجمی، کالا ہو یا گورا سب محمد عربی کی لڑی میں پرو کر ایک تسبیح بن گئے۔

پاور ایک ہے مگر اس کے اثرات مختلف: حدیث پاک میں ہے جو خیر اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو یعنی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے خیر و بھلائی ہی چاہے اس خیر اور بھلائی کا ظہور مختلف طریقوں سے ہوتا ہے کسی کے لئے دولت مندی خیر ہے تو کسی کے لئے فقیری کسی کے لئے خلوت خیر ہے تو کسی کے لئے جلوت غرض تمام مسلمانوں میں پاور ایک ہی ہے مگر پاور کے اثرات مختلف ہیں پاور ہیٹر میں پہنچے تو گرمی دیتا ہے فرج میں پہنچے تو ٹھنڈک۔ بزرگ فرماتے ہیں جو تمہیں اللہ کے ذکر پر مدد دے اس سے اللہ کے لئے محبت کرو اگرچہ وہ اجنبی ہو اور جو تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کر دے اس سے اللہ کے لئے نفرت کرو اگرچہ تمہارا قریبی عزیز ہو۔

ہر مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے ایک حدیث پاک میں ہے مومن مومن کا آئینہ ہے کہ اگر اس میں برائی دیکھے تو اس سے دور کرے۔ مطلب یہ کہ جیسے آئینہ چہرے کے سارے عیب اور خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے ایسے ہی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر اسے مطلع کرتا رہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرتا رہے یاد رہے کہ مومن کی برائی کرنا منع ہے اور اس کی اصلاح کرنا اجر و ثواب ہے۔ جس طرح آئینہ دیکھنے سے چہرے کے داغ دھبے نظر آ جاتے ہیں اسی طرح کسی اللہ والے کو دیکھنے سے بندے کو اپنے عیب نظر آ جاتے ہیں اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ دوست ایسے کو بناؤ کہ جب تم اسے دیکھو تو تمہیں خدا یاد آ جائے۔ صوفیا کرام فرماتے ہیں مومن جب کسی مسلمان میں عیب دیکھے تو سمجھے کہ یہ عیب مجھ میں ہیں جو اس میں نظر آ رہے ہیں جیسے آئینہ میں جو عیب نظر آتے ہیں وہ آئینہ کے نہیں بلکہ اپنے ہوتے ہیں۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔، افضل عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ہے۔ دوسری جگہ فرمایا
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ تیسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا افضل اسلام اللہ پر ایمان لانا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں اس طرح تطبیق قائم کی جائے گی کہ یہ احکام مختلف احوال اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے ہیں جو شخص جہاد کا اہل ہو اور جہاد کے لئے کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو تو اس کے لئے جہاد کرنا افضل ہے۔

اور جس شخص کے والدین مفلس و نادار اور بے سہارا و بے آسرا ہوں جہاد پر جانے کی صورت میں اس کے والدین کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو تو اس کے لئے والدین کی خدمت کرنا افضل ہے۔ اور جس شخص میں دیکھا کہ یہ دنیاوی اور ذاتی اغراض کی وجہ سے لوگوں سے محبت اور میل جول رکھتا ہے اور اپنی ذات کے لئے دشمنیاں پالتا ہے تو اس کے سامنے ارشاد فرمایا افضل عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ہے۔

(حدیث:۳۰)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ بِرِوَايَةِ فَضَالَةَ: وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِي طَاعَةِ اللهِ وَالْمُهَاجِرُ من هجر الخطايا والذنوب.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور کامل مومن وہ ہے کہ جس سے لوگ اپنے جان و مال سے امن میں رہیں اسے ترمذی و نسائی نے روایت کیا بیہقی نے یہ الفاظ زیادہ کئے کہ مجاہد وہ ہے کہ جو اللہ تعالی کی اطاعت میں اپنے نفس سے مشقت لے اور صحیح مہاجر وہ ہے جو خطائیں اور گناہ چھوڑ دے۔

ترمذی،نسائی،احمد،شعب لایمان: ۲۶۲۷_۴۹۹۵_۲۳۴۵۸_۱۰۶۱۱

المسلم من سلم المسلمون من لسانه: اس حدیث پاک میں حسن سلوک کی تعلیم بیان کی گئی ہے کہ ایک کامل مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو اذیت دینے کی بجائے اس کی جان، مال، عزت آبرو کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو ایذاء دینے کی بجائے اس کو ہر ممکن فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

اخلاق کی اہمیت اور چند با اخلاق لوگ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت نماز، روزہ، صدقہ و خیرات کثرت سے کرتی ہے مگر اس کی حالت یہ ہے کہ وہ بد اخلاق ہے اور اپنی زبان سے پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہنچاتی ہے فرمایا وہ جہنمی ہے پھر عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت نماز، روزہ صدقہ و خیرات کرتی تو ہے لیکن کم کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں سے خوش اخلاقی سے پیش آتی ہے اور اس کے پڑوسی اس سے بہت خوش ہیں فرمایا وہ جنتی ہے۔ رواہ احمد و بیہقی

علمائے کرام حسن اخلاق کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا اللہ کی راہ میں لوگوں پر خرچ کرنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا حسن سلوک کہلاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اخلاق کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو تجھ سے توڑے تم اس سے جوڑو جو تجھے محروم کرے تم اسے عطا کرو جو تجھ پر ظلم کرے تم اسے معاف کرو جو گالی بکے تم اسے دعا دو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر اخلاق کی شکل ہوتی تو دنیا میں کوئی چیز اس سے زیادہ حسین نہ ہوتی اور اگر بد اخلاقی اور سختی کی کوئی شکل ہوتی تو دنیا میں اس سے زیادہ بدصورت کوئی چیز نہ ہوتی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر ایک کے پیچھے چلنے والے مت بن جاؤ اور یہ نہ کہا کرو کہ لوگ حسن سلوک کریں گے تو ہم بھی کریں گے اور اگر کوئی ظلم کرے گا تو ہم بھی کریں گے بلکہ اپنے آپ کو مشقت اور برداشت کا عادی بنا لو اور یوں کہو کہ لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھلائی کریں گے اور کسی نے زیادتی کی تو ہم زیادتی نہیں کریں گے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں اچھے اخلاق نفلی عبادت سے افضل ہیں نفلی عبادات سے خود کو فائدہ ملتا ہے جبکہ اچھے اخلاق کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے۔ شہد کی ایک بوند بہت سی مکھیوں کو جمع کر لیتی ہے مگر سرکہ کا ایک گھڑا مکھی کو نہیں بلا سکتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں بندہ حسن اخلاق کی وجہ سے تہجد گزار اور سخت گرمی میں □ روزے کے سبب پیاسا رہنے والے کے درجے کو پا لیتا ہے اور اچھے اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتے ہیں جس طرح سورج کی حرارت برف کو پگھلا دیتی ہے۔

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بروز قیامت تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میری مجلس میں زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو اچھے اخلاق والے اور عاجزی اختیار کرنے والے ہوں گے وہ لوگوں سے اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالی ان کے بارے میں فرماتا ہے میں نے بندوں کو اپنے علم سے پیدا کیا پس جس سے بھی بھلائی کا ارادہ کرتا ہوں اسے اچھے اخلاق عطا کر دیتا ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ ایک جگہ فرماتے ہیں مومن اتنا نرم طبیعت، نرم زبان والا ہوتا ہے کہ اس کی نرمی کی وجہ سے لوگ اسے احمق خیال کرتے ہیں اور یہ نکیل والے اونٹ کی طرح ہوتا ہے کہ اگر اسے باندھ دیا جائے تو ٹھہر جاتا ہے اور اگر چلایا جائے تو چل پڑتا ہے اور اگر کسی پتھریلی جگہ پر بٹھا دیا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کے کنارے سخت موٹے تھے راستے میں ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر سختی کے ساتھ کھینچا میں نے دیکھا کہ اس چادر کو سختی کے ساتھ کھینچنے سے آپ کے کندھے پر نشان پڑ گئے اعرابی نے کہا اے محمد آپ کے پاس جو مال ہے اس میں سے مجھے بھی دیں تو نبی کریم ﷺ پیچھے مڑے اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے پھر مجھے فرمایا اسے بھی مال میں سے عطا کرو۔ شعب الایمان باب الخلق

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کبھی کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کے کان کے ساتھ اپنا منہ لگایا ہو اور آپ نے اس کے پاس سے اپنا سر ہٹا لیا ہو حتی کہ وہ خود اپنا سر ہٹا تا تھا اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہو اور آپ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا ہو حتی کہ وہ خود اپنا ہاتھ چھڑا تا تھا اور آپ کسی شخص سے اپنا چہرہ نہیں پھیرتے تھے حتی کہ وہ شخص خود اپنا چہرہ پھیر لیتا تھا۔ شعب الایمان باب الخلق

حضرت حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے مریدین کے ساتھ کہیں جا رہے تھے راستے میں کچھ اوباش قسم کے نوجوان کھڑے تھے انہوں نے کہا آج ان فقیروں کے ساتھ ٹھٹھہ کرنا چاہئے چنانچہ انہوں نے حضرت حسن سنجری اور ان کے مریدوں پر آوازے کسنا شروع کر دئے اور بدتمیزی کی تو مریدین ان کی یہ حرکت دیکھ کر غصے میں آ گئے اور حضرت حسن سنجری سے عرض گزار ہوئے کہ حضور انہوں نے آپ کی شان میں بے ادبی کی ہے لہذا آپ ان کے حق میں بددعا فرمائیں تا کہ انہیں ان کے کئے کی سزا ملے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اپنے ہاتھ بلند کر لو سب نے ہاتھ بلند کر لئے اور حضرت حسن سنجری نے ان الفاظ کے ساتھ ان نوجوانوں کے لئے دعا کی،، یا اللہ جس طرح یہ نوجوان دنیا میں خوش اور مسرور ہیں اور ہنس رہے ہیں تو آخرت میں بھی ان کو اسی طرح ہنستا بستا اور شاد و آباد رکھنا۔ نوجوانوں نے جب اینٹ کا جواب پھولوں سے دیکھا گالیوں کا جواب دعا سے دیکھا تو اتنے متاثر ہوئے کہ فوراً آپ کے قدموں میں گر پڑے اور اپنے فعل پر توبہ کر کے ہمیشہ کے لئے اطاعت گزار اور آپ کے مریدین کی صف میں شامل ہو گئے۔ عیون الحکایات ص ۲۴۳

روایت میں ہے کہ جس وقت کربلا میں اہل بیت کو شہید کرنے کے بعد یزیدیوں کا قافلہ اہل بیت کے باقی بچ جانے والے افراد کو قید کر کے دمشق لے کر جارہا تھا تو ایک یزیدی سپاہی کی اونٹنی کسی چیز سے ڈر کر اچھلی تو سپاہی سر کے بل زمین پر گر پڑا اور اس کا سر زخمی ہو گیا جس سے خون بہنے لگا، حضرت امام عالی مقام امام زین العابدین نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا یزیدی سپاہی کے زخموں پر باندھ دیا تا کہ خون آنا بند ہو جائے سپاہی نے امام زین العابدین کے اس فعل پر تعجب کا اظہار کیا اور عرض کی حضور ہم نے آپ کے خاندان کے شہزادوں کو شہید کر دیا اور آپ ہیں کہ میری مرہم پٹی کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے نوجوان وہ تیرا کردار تھا یہ حسین ابن علی کے بیٹے کا کردار ہے۔ عیون الحکایات ص ۲۴۳

شہرہ آفاق ولی حضرت ابراہیم ادہم ایک مرتبہ سفر کی حالت میں رات کے وقت دمشق کی جامع مسجد میں پہنچے نماز عشاء کے بعد مسجد کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا حضرت ابراہیم ادہم نے امام مسجد سے درخواست کی کہ مجھے آج کی رات مسجد میں رہنے کی اجازت دی جائے میں نے ذکر و اذکار کرنے ہیں مسجد امام آپ کو نہیں جانتا تھا اس کو غصہ آیا اور طنزا کہا،، چل چل بڑا آیا ابراہیم ادہم،، مسجد میں رات کرنے کی اجازت نہیں ہے امام نے آپ کو مسجد سے نکال دیا آپ رحمۃ اللہ علیہ ساری رات سخت سردی میں مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر عبادت کرتے رہے نماز فجر کے وقت جب لوگ مسجد میں آئے تو کچھ لوگوں نے آپ کو پہچان لیا پھر کیا تھا ہر طرف شور مچ گیا کہ وقت کے عظیم ولی حضرت ابراہیم ادہم تشریف لائے ہیں لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے امام صاحب بہت شرمندہ ہوئے بار بار آپ سے معافیاں مانگتے رہے اور آپ بھی اس کو بار بار کہتے رہے آپ کا اس میں کیا قصور ہے آپ نے تو اپنا فرض ادا کیا۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۱۴۷

حضرت ابو عثمان حیری کے صبر اور اخلاق کی آزمائش کے لئے آپ کو ایک دعوت پر بلایا گیا جب آپ دعوت میں پہنچے تو میزبان نے یہ کہہ کر آپ کو واپس لوٹا دیا کہ کھانا ختم ہو چکا ہے یہ سن کر آپ واپس جانے لگے تھوڑی دور گئے تھے کہ میزبان آپ کے پیچھے پہنچا اور آپ کو واپس لے آیا لیکن کھانا کھلائے بغیر پھر واپس لوٹا دیا تیسری بار پھر ایسا ہوا تو میزبان آپ سے بے حد متاثر ہوا اور عرض کی حضور واقعی آپ بہت عظیم اخلاق کے مالک اور صبر کے پہاڑ ہیں تو آپ نے اس میزبان سے انکسار افرمایا یہ کون سا کمال اور قابل قدر بات ہے یہ تو ایک کتے کی عادت ہے کہ جب اس کو بلاتے ہیں تو وہ بلانے پر آجاتا ہے اور جب اس کو دھتکارتے ہیں تو وہ واپس چلا جاتا ہے۔ کیمیائے سعادت

امام غزالی نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عثمان حیری ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کسی نے چھت سے آپ کے سر پر بہت سی خاک ڈال دی آپ اسے اپنے کپڑوں سے جھاڑتے جاتے اور زبان سے اللہ کا شکر ادا کرتے جاتے لوگوں نے حیرت سے پوچھا حضور آپ کے سر پر کسی نے خاک ڈال دی ہے اور آپ شکر ادا کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا جو شخص آگ میں ڈالے جانے کا مستحق ہو اگر اس پر صرف خاک ڈالنے پر اکتفا کر لیا جائے تو یہ شکر کا مقام نہیں تو کیا ہے۔ کیمیائے سعادت ص ۲۷۶

ایذا دینے میں صرف ہاتھ اور پاؤں کا ذکر کیوں کیا گیا؟ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں حالانکہ ایذا جسم کے دیگر اعضاء سے بھی دی جا سکتی ہے تو ان دو اعضاء کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: چونکہ ایذا دینے میں ان دو اعضاء کا کردار زیادہ ہوتا ہے اور عموماً یہی دو اعضاء ہی ایذا دینے میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ورنہ دیگر اعضا سے بھی ایذا دی جا سکتی ہے اور دیگر اعضا سے ایذا دینا بھی اتنا ہی جرم ہے جتنا ان دو اعضاء سے دینا جرم ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ دیگر اعضاء سے ایذا دینا جائز ہے۔

والمجاهد من جاهد نفسه فى طاعة الله: مجاہد وہ ہے کہ جو اللہ تعالی کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ جہاں پر اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کفار کے خلاف تلوار کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے وہیں پر ہمارا ایک اور بد ترین دشمن بھی ہر وقت ہر پل اور جگہ ہمارے ساتھ ہماری تاک میں بیٹھا ہے اور وہ دشمن ہمارا نفس ہے یہ وہ آستین کا سانپ ہے جو ہمارے اپنے دودھ پر پلتا ہے اور ہمیں ہی ڈسنے کے لئے بے تاب اور ہر تاک میں رہتا ہے کفار کو مارنا بہت آسان لیکن اس نا ہنجار کو مارنا بہت مشکل ہے کافر سامنے اور باہر آکر لڑتا ہے یہ ظالم ہمارے اندر بیٹھ کر وار کرتا ہے کفار کے خلاف جہاد کرنا جہاد اصغر ہے اور نفس کے خلاف جہاد کرنا جہاد اکبر ہے، کفار کے خلاف جہاد کرنے والا مجاہد ہے اور نفس کے خلاف جہاد کرنے والا مجاہد اعظم ہے۔

والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه: اس حدیث پاک میں ترک معاصی اور اللہ تعالی کی نافرمانی کو ترک کرنے والے کو مہاجر کہا گیا ہے یعنی اللہ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اس کی اطاعت فرمانبرداری میں آجانا گناہوں کو چھوڑ کر نیکیوں کو اختیار کرنا نفس کی غلامی چھوڑ کر اپنے رب کی حقیقی غلامی اختیار کر لینا شیطانی طریقہ کو چھوڑ کر سرکار دو عالم ﷺ کی سنت کو اپنا لینا بھی ہجرت ہے اور یہ ہجرت ترک وطن کی ہجرت سے افضل و اعلی ہے اور یہی حقیقی ہجرت ہے اور ایسا مہاجر قابل تحسین ہے کیونکہ جسم کا دیس وطن ہوتا ہے اور نفس امارہ کا دیس گناہ ہوتا ہے وطن تو زندگی میں ایک بار چھوڑنا پڑتا ہے لیکن گناہ بار بار ہر پل ہر وقت ہر جگہ چھوڑنا پڑتا ہے اللہ والے روزانہ اللہ کے لئے اس وطن کو چھوڑتے اور اس کی ہجرت کے لئے اطاعت کے گھوڑے پر سوار محو سفر رہتے ہیں یہی حقیقی مہاجر ہیں یہی مسافر فی سبیل اللہ ہیں سلام ہو ان مہاجرین پر آفریں ہو ان مسافرین پر۔

(حدیث:۳۱)

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ: لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ.

احمد، بیہقی: ۱۲۵۹۵_۴۳۵۴

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسا بہت کم ہوتا کہ حضور نبی کریم ﷺ ہمیں خطبہ دیں اور یہ نہ کہیں کہ جو امین نہیں اس کا ایمان نہیں جو وعدے کا پابند نہیں اس کا دین نہیں۔

امانت میں کون سی چیزیں داخل ہیں؟ لا ايمان لمن لا امانة له: یہاں امانت سے مراد ہر قسم کی امانت ہے یعنی مال و زر کی حفاظت کرنا دوسروں کی عزت و آبرو کا تحفظ عورت کا اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرنا اللہ تعالی کی عبادات کو وقت پر بجالانا نبی کریم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اور آپ ﷺ کا عشق و محبت سب امانتیں ہیں لہذا سب کی حفاظت کرنا مومن کے لئے ضروری ہے ان کی حفاظت نہ کرنا ایمان کی کمزوری اور اسلام کے نقص کی علامت ہے۔

اس حدیث میں وعدہ پورا نہ کرنے کی وعید بیان کی گئی ہے لہذا وعدہ کے حکم کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔

لا دین لمن لا عهد له: وعدہ پورا کرنا کب واجب ہے اور کب واجب نہیں:؟ وعدہ پورا کرنے یا نہ کرنے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر وعدہ کرنے سے پہلے ہی وعدہ پورا نہ کرنے کی نیت ہو تو وعدہ توڑنا مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔ اور اگر وعدہ کرنے سے پہلے ہی وعدہ پورا کرنے کی نیت تو تھی لیکن بعد میں وعدہ پورے کرنے میں کوئی رکاوٹ آجائے یا کسی ضروری مصلحت کے تحت وعدہ پورہ کرنے کا ارادہ بدل جائے تو وعدہ توڑنا مکروہ نہیں۔

۳۔ اور اگر وعدہ کرنے کے ساتھ ساتھ انشاء اللہ کہہ دیا تو اب کسی صورت وعدہ توڑنا گناہ نہیں ہوگا۔

۴۔ اگر کسی سے گناہ کا وعدہ کیا مثلاً زناء چوری، ڈاکہ شراب یا کفر کا وعدہ کیا تو اسے ہرگز ہرگز پورا نہ کرے بلکہ اس وعدہ کا خلاف کرنا واجب ہے۔

(حدیث:۳۲)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ - مسلم، ترمذی: ۱۳۲ ۔ ۲۶۳۸

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو حرام کر دے گا۔

اس حدیث کی شرح سابق میں گزر چکی۔

(حدیث:۳۳)

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ - مسلم، احمد: ۱۳۶ ۔ ۴۶۴

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو یہ جانتے ہوئے مر گیا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ایمان کا مدار جاننے پر ہے یا ماننے پر؟ من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة: حدیث پاک میں بیان ہوا کہ جس نے جان لیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں تو وہ داخل جنت ہوگا یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی چیز کو جان لینا اس کا علم یا اسکی معرفت حاصل کر لینا ایمان کے لئے کافی ہے تو اس کے لئے فقہاء و محدثین نے فرمایا ہے کہ صرف جان لینا ایمان کے لئے کافی نہیں بلکہ مان لینا بھی ضروری ہے یعنی حضور نبی کریم ﷺ جو شریعت اور احکام اللہ رب العزت کی طرف سے لے کر آئے اس کو جان لینا اور پھر اس کی حقانیت کو دل سے مان لینا ایمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ کفار مکہ بخوبی جانتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ کے سچے اور برحق رسول ہیں اور جو پیغام لے کر آئے وہ بھی حق ہے لیکن پھر بھی کافر رہے کیونکہ وہ جانتے تو تھے لیکن مانتے نہیں تھے۔ اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو اسلام کی حقانیت معلوم ہو گئی یعنی دل سے مان بھی لیا اور وہ اس کے اقرار بھی کرنے والا تھا لیکن اس کو

اقرار کا موقعہ نہ مل سکا تو وہ بھی مومن ہے۔

دل میں تصدیق اور زبان پر کلمہ کفر ہو تو مومن کا کیا حکم ہے؟ اگر کسی نے گن پوائنٹ پر یعنی جان لینے کی دھمکی پر کلمہ کفر کہلوانے پر مجبور کیا اور اس نے زبان سے کلمہ کفر بک دیا لیکن دل کی تصدیق پر قائم ہے تو اس کے ایمان کا کیا حکم ہے اس کے بارے میں علمائے احناف کا موقف یہ ہے کہ اگر قتل کر دینے کی دھمکی پر کسی نے زبان سے کلمہ کفر بول دیا لیکن دل میں اس کا ایمان ثابت وموجود ہے تو وہ مومن ہی ہے کیونکہ اس کی رخصت اسلام میں موجود ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت حسن بصری کی روایت ہے مسیلمہ کذاب کے آدمی دو مسلمانوں کو پکڑ کر لے گئے مسیلمہ نے ایک سے کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں مسلم نے کہا ہاں، اس نے پھر کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں انہوں نے انکار کر دیا مسیلمہ نے انہیں شہید کر دیا پھر دوسرے سے کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں، اس نے پھر کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو اس نے کہا ہاں مسیلمہ نے اسے چھوڑ دیا پھر وہ مسلمان نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا حضور نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ اس نے سارا ماجرا سنا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا ساتھی تو اپنے ایمان پر قائم رہا اور تم نے رخصت پر عمل کیا یعنی اسلام میں اس بات کی رخصت ہے کہ جبر کی صورت میں کلمہ کفر بکنے سے کفر لازم نہیں آتا اگر دل کی تصدیق ثابت اور موجود رہے۔

(حدیث:۳۴)

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ ثنتان موجبتان قال رجل یا رسول الله ﷺ ما الموجبتان قال من مات یشرك بالله شیئا دخل النار ومن مات لا یشرك بالله شیئا دخل الجنة . مسلم، احمد: ۲۶۹ ۔ ۱۵۲۷۰

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو چیزیں لازم کر دیتی ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ کون سی دو چیزیں آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے اور اسی پر موت آ گئی وہ جہنم میں داخل ہوگا اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا اور اسی پر موت آ گئی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

یہودی عیسائی بھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تو کیا وہ جنتی ہیں؟

من مات لا یشرك بالله شیئا دخل الجنة: حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے وہ جنت میں داخل ہوگا یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہودی عیسائی مرزائی دہریئے سب اللہ کی وحدانیت کے قائل ہیں اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تو کیا وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث مذکور میں شرک سے مراد کفر ہے اور اس کے مقابل اسلام اور ایمان ہے فقط توحید نہیں کیونکہ شیطان بھی مشرک نہیں بلکہ موحد ہے لیکن مومن نہیں لہذا دائمی جہنمی ہے اسی طرح یہودی، عیسائی، مرزائی وغیرہ موحد تو ہیں لیکن مسلم اور مومن نہیں بلکہ کافر ہیں لہذا دائمی جہنمی ہیں۔

(حدیث:۳۵)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعنا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهِ هَلْ أَجِدُ لَهُ بَابًا فَلَمْ أَجِدْ فَإِذَا رَبِيعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ فاحتفزت كما يحتفز الثعلب فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هَذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ ورائى فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ قَالَ اذْهَبْ بنعلي هاتين فمن لقيت من وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيتُ عُمَرَ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فقلت هَاتَانِ نَعْلَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فضرب عمر بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فأجهشت بكاء وركبنى عمر فَإِذَا هُوَ عَلَى أَثَرِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص:19)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اچانک ہمارے درمیان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ گئے واپسی میں دیر لگائی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے گھبرانے والا پہلا میں تھا میں حضور کو ڈھونڈھنے نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا باغ کے اردگرد گھوما کہ کوئی دروازہ ملے مگر نہ ملا ایک نالی بھی جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی فرماتے ہیں کہ میں سکڑ کر نالی میں گھس کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا حضور نے فرمایا کیا ابوہریرہ ہیں میں نے کہا ہاں یارسول اللہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ حضور ہم میں تشریف فرما تھے اچانک اٹھ آئے اور واپسی میں دیر ہوئی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر موجودگی میں ایذا پہنچے تو ہم گھبرا گئے پہلے میں ہی گھبرایا تو اس باغ میں آیا اور میں لومڑی کی طرح سکڑ گیا اور باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں حضور نے فرمایا اے ابوہریرہ اور مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے فرمایا ہمارے نعلین لے جاؤ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دو پہلے جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے وہ بولے اے ابوہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا کہ یہ حضور کے نعلین پاک ہیں مجھے یہ دیکر حضور نے اس لیے بھیجا ہے کہ جو مجھے یقین دل سے گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دوں جناب عمر نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا لوٹ چلو ابوہریرہ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو رو کر فریاد کی اور مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہو گئی تھی دیکھا تو وہ میرے پیچھے ہی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں جناب عمر سے ملا اور انہیں وہ ہی پیغام سنایا جو دے کر

مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قلت لقيت عمر فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بعثتني بِهِ فضرب بين ثديي فَخَرَرْتُ لاستي قَالَ ارْجِعْ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فخلهم يعملون قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فخلهم۔ مسلم: ۱۴۷

حضور نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا وہ عرض کرنے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ کیا آپ نے ابوہریرہ کو نعلین پاک دے کر اس لیے بھیجا کہ جو انہیں یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دیں فرمایا ہاں عرض کیا ایسا نہ کیجئے میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا چھوڑ دو

حضرت عمر کی حضرت ابوہریرہ کو مارنے کی توجیہات: یہاں پر اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بغیر کہے سنے بغیر کہے کیوں مارا حالانکہ ایسا کرنا عقل اور شرع کے خلاف ہے محدثین نے اس کی چند مندرجہ ذیل وجوہات بیان کی ہیں۔

۱۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں یہاں عبارت پوشیدہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوہریرہ کی بات سن کر لوٹنے کا حکم دیا لیکن وہ نہ مانے تب حضرت عمر نے ان کو مارا کیونکہ حضرت عمر حضرت ابوہریرہ کے لئے استاد یا بڑے بھائی کی مثل تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت ہارون کے ساتھ کیا لیکن ان کی کوئی بازپرس نہیں ہوئی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کا مارنا سزا کے طور پر نہیں تھا بلکہ منہ پھیر کر واپس لوٹانا اور آگے جانے سے روکنا مقصود تھا اور حضرت ابوہریرہ چونکہ کمزور بدن تھے لہذا حضرت عمر کی تھوڑی سی حرکت سے ہی گر پڑے اور یہ قابل گرفت نہیں اسی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر پر گرفت اور عتاب نہیں فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ کو واپس لوٹا کر کیا حضرت عمر نے حضور کی مخالفت کی؟ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو بشارت کی خبر دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا لیکن حضرت عمر نے حضرت ابوہریرہ کو واپس لوٹا دیا جو کہ بظاہر حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت محسوس ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر کا مقصد نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اے ابوہریرہ تم نے حضور کی بشارت مجھے سنا کر حکم کی تعمیل کر لی تم نے سنا دی میں نے سن لی لیکن اس بشارت کی عام اطلاع کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ لوگ اسی پر تقیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں اور اعمال چھوڑ دیں کیونکہ عوام بشارت سن کر بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔

حضور ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو نعلین کیوں عطا فرمائی؟ علماء فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خبر میں ایک عظیم بشارت کی اطلاع تھی اور یہ مژدہ لوگوں کی سمجھ میں اتنی آسانی سے آنے والا نہیں تھا اس لئے آپ ﷺ نے نشانی کے طور پر حضرت ابوہریرہ کو اپنا نعلین شریف عطا فرمایا تا کہ سننے والے کو یقین ہو جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بھیجے ہوئے ہیں اس لئے جو خبر دے رہے ہیں سچ اور حق ہے۔

(حدیث:۳۶)

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه۔ احمد:۲۲۳۵۳

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جنت کی چابی لا الہ الا اللہ ہے۔

اس حدیث کی شرح سابق میں گزر چکی ہے۔

(حدیث:۳۷)

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنُوا عَلَيْهِ حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ وَكنت مِنْهُم فَبينا أنا جَالس فِي ظلّ أطم من الآطام مر عليّ عمر رَضِيَ الله عَنهُ فَسلم عليّ فَلم أشعر أَنه مر وَلَا سلم فَانْطَلق عمر حَتَّى دخل على أبي بكر رَضِيَ الله عَنهُ فَقَالَ لَهُ مَا يُعْجِبك أَنِّي مَرَرْت على عُثْمَان فَسلمت عَلَيْهِ فَلم يرد عليّ السَّلَام وَأَقْبل هُوَ وَأَبُو بكر فِي وِلَايَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتَّى سلما عليّ جَمِيعًا ثُمَّ قَالَ أَبُو بكر جَاءَنِي أَخُوك عمر فَذكر أَنه مر عَلَيْك فَسلم فَلم ترد عَلَيْهِ السَّلَام فَمَا الَّذِي حملك على ذَلِك قَالَ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ بَلَى وَاللّٰهِ لقد فعلت وَلَكنهَا عبيتكم يَا بني أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ أَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ عُثْمَانُ وَقد شَغَلَكَ عَنْ ذَلِكَ أَمْرٌ فَقُلْتُ أَجَلْ قَالَ مَا هُوَ فَقَالَ عُثْمَان رَضِيَ الله عَنهُ توفى الله عز وَجل نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ عَنْ نَجَاةِ هَذَا الْأَمْرِ قَالَ أَبُو بَكْر قد سَأَلته عَنْ ذَلِكَ قَالَ فَقُمْت إِلَيْهِ فَقلت لَهُ بِأَبِي أَنْت وَأُمِّي أَنْت أَحَقُّ بِهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هَذَا الْأَمْرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص:20) مَنْ قَبِلَ مِنِّي الْكَلِمَةَ الَّتِي عَرَضْتُ عَلَى عَمِّي فَرَدَّهَا فَهِيَ لَهُ نَجَاةٌ۔ احمد:۲۰

روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضور کے صحابہ میں سے بعض حضرات اس قدر غمگین ہوئے کہ بیماری وہم میں مبتلا ہونے کے قریب ہو گئے حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی ان میں تھا ایک میں بیٹھا تھا کہ عمر فاروق گزرے مجھے سلام کہا لیکن مجھے مطلقاً شعور بھی نہ ہوا جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر سے میری شکایت کی پھر وہ دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ کیا باعث ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہ دیا میں نے کہا میں نے تو ایسا نہ کیا عمر بولے خدا کی قسم تم نے یہ کیا میں نے کہا خدا کی قسم مجھے نہ یہ خبر کہ تم گزرے نہ یہ کہ تم نے مجھے سلام کیا۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا عثمان سچے ہیں اے عثمان تمہیں کسی الجھن نے پھنسالیا اس سے بے خبر کر دیا میں نے کہا ہاں فرمایا وہ الجھن کیا ہے میں نے کہا کہ اللہ نے اس سے پہلے ہی اپنے نبی کو وفات دے دی کہ ہم حضور سے اس چیز کی نجات کے متعلق پوچھیں ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضور سے پوچھ لیا ہے میں آپ کی خدمت میں کھڑا ہو گیا اور کہا اے ابوبکر تم پر میرے ماں باپ فدا یہ تمہارا ہی حق ہے ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس چیز کی نجات کیسے ہوگی حضور نے فرمایا جو میری وہ بات مان لے جو میں نے اپنے چچا پر پیش کی تھی انہوں نے رد کر دی تھی تو یہ بات اس کی نجات ہے۔

کیا حضرت عمر نے حضرت عثمان کی غیبت کی؟ حضرت عمر نے حضرت عثمان کے سلام کا جواب نہ دینے کی شکایت حضرت ابوبکر صدیق سے کی جو کہ بظاہر غیبت ہے اور غیبت کرنا گناہ عظیم ہے علمائے کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اصلاح کی نیت سے حاکم وقت کے سامنے کسی کی شکایت کرے تو یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح کی ایک کوشش ہے اور یہ جائز ہے حضرت عمر نے بھی اصلاح کی نیت سے امیر المومنین سے حضرت عثمان کی شکایت کی اور یہ غیبت نہیں بلکہ جائز ہے۔

غیبت کے بارے میں ضروری احکام: **غیبت کی تعریف:** علماء فرماتے ہیں غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کے متعلق پیٹھ پیچھے اس چیز کا ذکر کرو کہ اگر وہ چیز اس کے سامنے ذکر کی جاتی تو وہ اس کو ناگوار ہوتا غیبت کہلاتا ہے عام ازیں کہ وہ اس کے بدن کا عیب ہو یا اس کے دین کا یا اس کی دنیا کا یا اس کے نفس کا یا اس کی جسمانی بناوٹ کا یا اس کے اخلاق کا یا اس کے مال کا یا اس کی اولاد کا یا اس کی بیوی کا یا اس کے والد کا یا اس کے خادم کا یا اس کے نوکر کا یا اس کے لباس کا یا اس کی چال ڈھال کا یا اس کے متعلق کسی اور چیز کا خواہ یہ ذکر کلام سے ہو یا تحریر سے یا اشارہ اور کنایہ سے۔ یاد رہے کہ غیبت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی برائی طعنہ یا غصہ یا بدنام کرنے کی غرض سے کی جائے۔

غیبت کی صورتیں اور ان کا نام غیبت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

بدن کی غیبت: کسی شخص کے اندھے ٹھگنے کالے لمبے یا بھنگے ہونے کا ذکر کرنا بدن کی غیبت ہے۔

نسب کی غیبت: کسی کو یہ کہنا کہ اس کا باپ حبشی یا موچی یا فاسق ہے یہ نسب کی غیبت ہے۔

خلق کی غیبت: کسی کو یہ کہنا کہ وہ بخیل ہے متکبر یا بزدل ہے یہ خلق کی غیبت ہے۔

دینی افعال کی غیبت: کسی کو یہ کہنا کہ وہ چور جھوٹا شرابی نماز روزے کا تارک یا نجاست سے بچنے والا نہیں ہے یہ دینی افعال کی غیبت ہے

دنیاوی افعال کی غیبت: یہ کہنا کہ وہ لوگوں سے اچھی طرح نہیں ملتا بہت باتونی ہے بہت کھاتا ہے سست ہے بہت سوتا ہے یہ دنیاوی افعال کا عیب ہے۔

کپڑوں کی غیبت: یہ کہنا کہ اس کے کپڑے بہت میلے ہیں یا لمبے ہیں اس کے کپڑوں کا عیب ہے۔

علماء فرماتے ہیں غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کے متعلق اس چیز کا ذکر کرو جو اس کو ناگوار ہو عام ازیں کہ وہ اس کے بدن کا عیب ہو یا اس کے دین کا یا اس کی دنیا کا یا اس کے نفس کا یا اس کی جسمانی بناوٹ کا یا اس کے اخلاق کا یا اس کے مال کا یا اس کی اولاد کا یا اس کی بیوی کا یا اس کے والد کا یا اس کے خادم کا یا اس کے نوکر کا یا اس کے لباس کا یا اس کی چال ڈھال کا یا اس کے متعلق کسی اور چیز کا خواہ یہ ذکر کلام سے ہو یا تحریر سے یا اشارہ اور کنایہ سے۔

غیبت سننے کا حکم: یاد رہے کہ جس طرح غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح غیبت کی باتیں سننا بھی حرام ہے لہذا جب کوئی شخص کسی کی غیبت سنے تو مندرجہ ذیل طریقے اختیار کرے۔

۱۔ اگر کسی ظاہری نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو غیبت کرنے والے کو غیبت سے منع کرے۔

۲۔ اگر نقصان کا اندیشہ ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس کی غیبت کو دل سے برا جانے۔

۳۔ اور اگر اس مجلس سے اٹھ کر جانے میں اس کو کوئی ضرر یا نقصان نہ ہو تو اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے۔

۴۔ اگر مجلس سے جانے میں کوئی ضرر ہو تو غیبت کرنیوالے کی بات کاٹ کر کوئی اور بات شروع کردے۔

۵۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کان لگا کر غیبت کو نہ سنے بلکہ اپنی توجہ کسی اور جانب کرلے یا چپکے چپکے اللہ کا ذکر شروع کردے

۶۔ ان تمام صورتوں میں سے کسی پر عمل کرلیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

۷۔ اور اگر ان باتوں میں سے کسی پر بھی عمل نہ کیا اور غیبت سنتا رہا تو یہ بھی برابر کا مجرم ہے۔

غیبت کی توبہ کا حکم اور غیبت کی جائز صورتیں: علماء فرماتے ہیں کہ جس کی غیبت کی ہے اگر اس کو علم نہیں ہوا ہے تو اللہ تعالی سے اپنے گناہ پر توبہ کرے اور اس شخص کے لئے استغفار کرے اور جن لوگوں کے سامنے اس کی غیبت کی اب ان کے سامنے اس کے فضائل بیان کرے۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں غیبت کرنا جائز ہے۔

۱۔ کسی برائی کو مٹانے کی جدو جہد میں لوگوں کے سامنے کسی کی برائی بیان کرنا جائز ہے مثلا لوگوں کو بتائے کہ محلہ میں فلاں نے جوئے کا اڈہ قائم کیا ہے۔

۲۔ مظلوم کا حاکم کے سامنے ظالم کے عیب بیان کرنا جائز ہے مثلا یہ کہے کہ فلاں شخص نے میری جان یا مال یا عزت پر ظلم کیا ہے۔

۳۔ کسی شخص کی برائی کے خلاف فتوی لینے کے لئے اس کی برائی بیان کرنا جائز ہے مثلا عورت کا مفتی سے کہنا کہ میرا شوہر مجھے خرچہ نہیں دیتا یا زیادتی کرتا ہے۔

۴۔ جب کوئی شخص کسی کے متعلق مشورہ لے تو عیب بیان کرنا جائز ہے مثلا رشتہ کے متعلق کسی نے معلومات لیں یا کسی آدمی کو قرض دینے کے متعلق مشورہ لیا تو اس کو بتادے کہ یہ رشتہ ٹھیک نہیں یا یہ شخص پیسے واپس نہیں کرتا۔

۵۔ کوئی دکاندار غلط سامان یا عیب والا مال بیچتا ہے تو مسلمان بھائی کی خیر خواہی کی نیت سے سودا لینے والے کو دکاندار کا عیب بیان کردے۔

۶۔ ایک آدمی اعلانیہ گناہ کبیرہ کرتا ہو تو اس کا عیب بیان کرنا جائز ہے مثلا کوئی اعلانیہ شراب پیتا ہو زنا کرتا ہو اعلانیہ رشوت یا جگا ٹیکس لیتا ہو۔

۷۔ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی برائیوں کو غم اور افسوس کی وجہ سے بیان کرے تو جائز ہے مثلا یوں کہے کہ افسوس فلاں شخص جواری ہو گیا کیونکہ غیبت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی برائی طعنہ یا غصہ یا بدنام کرنے کی غرض سے کی جائے۔

۸۔ اگر کوئی شخص کسی عیب والے لقب سے مشہور ہو تو اس لقب کو بیان کرنا غیبت نہیں مثلا اندھا یا لنگڑا۔

حدیث میں غیبت کا سبق آموز واقعہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے زنا کرنے کا خود آکر اقرار کیا نبی کریم ﷺ نے ان کو رجم کردیا پھر نبی کریم ﷺ نے دو آدمیوں کو آپس میں بات کرتے ہوئے دیکھا ایک نے دوسرے سے کہا اس شخص کو دیکھو اللہ نے اس کا پردہ رکھا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا حتی کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کردیا گیا آپ کچھ دیر خاموش چلتے رہے پھر آپ کا ایک مردہ گدھے کے پاس

سے گزر ہوا آپ نے پوچھا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں ان دونوں نے کہا ہم یہاں ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا چلو اس مردار گدھے کو کھاؤ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس مردار کو کون کھائے گا آپ نے فرمایا تم لوگ جو ابھی ابھی اپنے بھائی کی عزت خراب کررہے تھے وہ اس مردار گدھے کو کھانے سے زیادہ بری بات تھی اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ماعز اسلمی اس وقت جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہے ہیں۔صحیح بخاری

مطلب یہ کہ جس طرح مردار کا گوشت کھانا طبیعت کو سخت ناپسند اور حرام ہے اسی طرح مسلمان بھائی کی غیبت کرنا بھی سخت حرام اور ناپسندیدہ ہے۔ جس طرح تم مردار کا گوشت کھانا ناپسند کرتے ہو اور اس سے اجتناب کرتے ہو اسی طرح مسلمان بھائی کی غیبت کو بھی ناپسند جانو اور اس سے اجتناب کرو۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ کے متعلق کہا کہ وہ کوتاہ قد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو تمام پانی کا ذائقہ بدل جائے۔

آج لوگوں کی اکثریت تھوک کے حساب سے غیبت کے کاروبار میں ملوث ہے: بدقسمتی سے آج لوگوں کی اکثریت تھوک کے حساب سے غیبت کے کاروبار میں ملوث ہے کیونکہ غیبت میں کھجوروں کی سی مٹھاس اور شراب کی سی تیزی اور سرور ہے لیکن حقیقت میں غیبت لوگوں کے گوشت کا سالن اور شیطان کی شکر گھلی لذت ہے لہذا ایسے لوگوں کو حدیثوں میں غیبت کی بیان کردہ وعیدوں اور اس کے عذاب کو سوچنا چاہئے آج جس کی غیبت کررہے ہیں کل بروز حشر اپنی زندگی کی محنت اور مشقت سے کی ہوئی عبادات اور اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کا ثواب دینا ہوگا اور اگر عبادتیں نہ ہوں تو دوسرے کے گناہ گلے پڑیں گے اور یقینا یہ سودا بہت مہنگا ہے کوئی ذی شعور یہ سودا کرنے کے لئے راضی نہیں ہو سکتا۔

چغلی غیبت سے زیادہ خطرناک ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیبت طعنہ زنی چغل خوری اور بے گناہ لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں کو اللہ تعالی قیامت کے دن کتوں کی شکل میں اٹھائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی باغ سے باہر نکلے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا تھا آپ نے فرمایا ان میں سے ایک کو عذاب اس لئے ہو رہا ہے کہ یہ پیشاب کے وقت اپنے آپ کو چھپاتا نہیں تھا اور دوسرے کو چغلی کھانے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

چغلی کی تعریف: چغلی کا معنی یہ ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کی بات دوسرے شخص کو ان میں جھگڑا پیدا کرنے کے لئے پہنچائے امام نووی چغلی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کسی کی بات ضرر یعنی نقصان پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا چغلی کہلاتا ہے۔

چغلی نے ایمان برباد کردیا: حضرت فضیل بن عیاض اپنے ایک شاگرد کی نزع کے وقت تشریف لائے اور اس کے پاس بیٹھ کر سورہ یس پڑھنے لگے تو اس شاگرد نے کہا سورہ یس پڑھنا بند کردو پھر آپ نے اسے کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین کی وہ بولا میں ہرگز یہ کلمہ نہیں پڑھوں گا میں اس سے بیزار ہوں بس انہی الفاظ پر اس کی موت واقع ہوگئی حضرت فضیل کو اپنے

شاگرد کے برے خاتمے کا بہت افسوس اور سخت صدمہ ہوا چالیس روز تک اپنے گھر میں بیٹھے روتے رہے چالیس روز کے بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے اس شاگرد کو جہنم میں گھسیٹ رہے ہیں آپ نے اس سے استفسار فرمایا کس سبب سے اللہ نے تیری معرفت سلب کر لی میرے شاگردوں میں تیرا تو بہت اونچا مقام تھا اس نے جواب دیا تین چیزوں کی وجہ سے مجھے جہنم کا حقدار ٹھہرایا گیا۔ احیاء العلوم ص ۲۵۴

۱۔ چغلی کی وجہ سے کہ میں اپنے ساتھیوں کو کچھ بتاتا تھا اور آپ کو کچھ اور۔

۲۔ حسد کی وجہ سے کہ میں اپنے ساتھیوں سے حسد کرتا تھا۔

۳۔ شراب نوشی کی وجہ سے کہ ایک بیماری سے شفا پانے کی وجہ سے طبیب کے مشورہ پر ہر سال شراب کا ایک گلاس پیتا تھا

چغلی نے سب کچھ برباد کر دیا: ایک شخص نے بازار میں دیکھا کہ ایک شخص اپنا غلام بیچ رہا ہے اور یہ آواز لگا رہا ہے کہ بہت اچھا غلام ہے اس کے اندر اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کہ یہ کبھی کبھی چغلی کھاتا ہے اس شخص نے یہ آواز سن کر سوچا کہ یہ تو کوئی عیب نہیں چغلی کھانا تو عام سی بات ہے اس میں کیا خرابی ہے اس غلام کو خرید لینا چاہئے چنانچہ اس نے سودا کر کے غلام کو خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا کچھ عرصے تک تو وہ ٹھیک کام کرتا رہا اس کے بعد اس نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا کیونکہ وہ چغل خوری میں ماہر تھا اس لئے اس نے چغل خوری کا کرتب دکھایا اور سب سے پہلے وہ اپنی مالکن کے پاس گیا اور اس سے جا کر کہا آپ کے شوہر جو میرے آقا ہیں وہ کسی اور عورت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے پاس آتے جاتے ہیں اور عنقریب وہ تجھے چھوڑ کر اس سے شادی کر لیں گے اور میں تیری خیر خواہی کے لئے تجھے بتا رہا ہوں کسی اور کو مت بتانا یہ باتیں سن کر وہ عورت گھبرائی اور پریشان ہوئی پھر اس کو غلام ہی نے پریشانی کا حل بتایا کہ مجھے ایک ترکیب آئی ہے تم اس پر عمل کرو تو تیرا گھر بچ سکتا ہے وہ یہ کہ جب تمہارے شوہر سو جائیں تو اس کی داڑھی کے چند بال استرے سے کاٹ لینا پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے وہ ہمیشہ تمہارے ہو کر رہیں گے کبھی دوسری عورت کی طرف نظر نہیں اٹھائیں گے عورت نے کہا یہ کون سا مشکل کام ہے میں آج ہی رات یہ کر لوں گی اب غلام آقا کے پاس آیا اور کہا تمہاری بیوی کے دوسرے مردوں کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں وہ عنقریب تمہیں ذبح کر کے دوسرے مرد سے شادی کر لے گی اس نے تہیہ کر لیا ہے کہ آج رات ہی وہ تم کو ذبح کر دے گی تم آج رات جھوٹ موٹ سو کر دیکھنا جب تمہاری بیوی استرا لے کر آئے تو تم اس کو پکڑ لیٹا اب بیوی انتظار کرنے لگی کہ خاوند کو نیند آئے اور میں اپنا کام کروں رات کو میاں مصنوعی خراٹے لینے لگا بیوی کو یقین ہو گیا کہ میاں سو گیا ہے فوراً استرا لے کر پہنچی بال کاٹنے کے لئے ابھی ہلکا سا استرا گلے کے قریب کیا ہی تھا کہ شوہر نے فوراً آنکھ کھول دی اس نے بیوی سے استرا چھین کر اسے ذبح کر دیا جب دونوں طرف کے رشتہ داروں کو پتا چلا تو کئی اور لاشیں گر چکی تھیں اس طرح چغلی نے صرف دو گھر ہی نہیں دو خاندانوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ رسائل قشیریہ ص ۱۸۲

(حدیث:۳۸)

عَنِ الْمِقْدَادِ بن الْأَسود قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَقُولُ لَا يَبْقَى عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ كلمة الاسلام بعز عَزِيز أَو ذل ذليل إِمَّا يعزهم الله عز وَجل فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ أَهْلِهَا أَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَدِينُونَ لَهَا رَوَاهُ أَحمد- احمد:۲۴۳۱۵

ترجمہ: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا روئے زمین پر کوئی ادنی خیمہ اور کچا گھر نہ رہے گا مگر اللہ تعالی اس میں اسلام کا کلمہ پہنچا دے گا عزت والوں کی عزت اور ذلت والوں کی ذلت کے ساتھ یا تو اللہ تعالی انہیں عزت دے گا کہ انہیں کلمے والا بنا دے گا یا انہیں ذلیل کر دے گا وہ دین کی اطاعت کریں گے میں نے دل میں کہا پھر تو پیارا دین اللہ کا ہی ہوگا۔

روئے زمین پر اسلام کا کلمہ پہنچانے میں دو احتمال: لایبقی علی ظھر الارض بیت مدر و لا بر الا ادخله الله کلمة الاسلام: حدیث میں فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی ادنی خیمہ اور کچا گھر نہ رہے گا مگر اللہ تعالی اس میں اسلام کا کلمہ پہنچا دے گا اس میں دو احتمال ہیں پہلا احتمال یہ ہے کہ زمین سے مراد عرب کی زمین ہے اور ادنی گھر سے مراد خانہ بدوشوں کے خیمے ہیں اور کچے گھر سے مراد عام شہریوں کے گھر ہیں یعنی سرزمین عرب میں کوئی گاؤں یا شہر ایسا نہیں رہے گا جہاں اسلام داخل نہ ہو جائے الحمد للہ یہ پیشن گوئی تو آج سچ ثابت ہو گئی۔

اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ زمین سے مراد ساری دنیا مراد ہو تو اس صورت میں اس کا ظہور قرب قیامت ہوگا اور وہ حضرت عیسی اور امام مہدی کا دور ہوگا کہ پوری دنیا پر سارے لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔

عزت والوں کی عزت اور ذلت والوں کی ذلت کے ساتھ کا کیا مطلب ہے؟ بعز عزیز و ذل ذلیل: حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا عزت والوں کی عزت اور ذلت والوں کی ذلت کے ساتھ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ خوش دلی کے ساتھ اسلام قبول کر لیں گے وہ اللہ کے ہاں بھی اور لوگوں میں بھی عزت پائیں گے اور بعض لوگ مجبور ہو کر یا لالچ کی بنیاد پر اسلام قبول کریں گے یہ اللہ کے نزدیک بھی اور دنیا والوں میں بھی ذلت کمائیں گے۔

(حدیث:۳۹)

عَن وهب بن مُنَبّه قِيلَ لَهُ: أَلَيْسَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فتح لَكَ وَإِلَّا لَمْ يَفْتَحْ لَكَ. بخاری، کتاب الجنائز باب فی الجنائز

ترجمہ: حضرت وھب بن منبہ سے روایت ہے کہ ان سے عرض کیا گیا کیا کلمہ لا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں فرمایا ہاں ہے لیکن کوئی چابی دندانوں کے بغیر نہیں ہوتی تو اگر تم دندانوں والی چابی لے کر آؤ گے تو تمہارے لئے دروازہ کھلے گا ورنہ نہیں۔

اس حدیث میں فرقہ مرجیہ کا رد ہے: لکن لیس مفتاح الا و له اسنان: نبی کریم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد مسلمانوں کے اندر ایک فرقہ مرجیہ پیدا ہو گیا تھا جن کا عقیدہ تھا کہ کلمہ پڑھ لو پھر جو مرضی کرتے پھرو عمل کی کوئی ضرورت

نہیں لہذا ایسے لوگ بدترین گناہ کو بھی برا نہ سمجھتے تھے حدیث پاک میں انہی کا رد کیا گیا ہے کہ سائل نے کہا جب کلمہ طیبہ جنت کی چابی ہے تو نیک عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے تو حضرت وہب بن منبہ نے بہت خوبصورت جواب دیا کہ کلمہ طیبہ اگر چہ جنت کی چابی ہے لیکن چابی کے لئے دندانے بھی ضروری ہیں دندانے ہوں گے تو تالہ کھلے گا اسی طرح کلمہ طیبہ جنت کی چابی ہے اور نماز، روزہ، زکوۃ، حج یہ سب اس چابی کے دندانے ہیں لہذا جب کوئی شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کے لئے نماز روزہ زکوۃ حج کی ادائیگی بھی لازم وضروری ہے۔

(حدیث:۴۰)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سبع مائة ضعف وكل سَيِّئَة يعملها تكتب لَهُ بِمِثْلِهَا"

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنا اسلام درست کرلے تو جو نیکی بھی کرے گا وہ دس گنا لکھی جائے گی سات سو گنا تک اور جو برائی کرے گا وہ ایک ہی برائی لکھی جائے گی یہاں تک کہ اللہ سے ملے۔

بخاری، مسلم: ۴۲-۳۳۶

نیکی دس سے سات سو گنا تک لکھی جائے گی: ت کتب له بعشر امثالها الی سبع مائة: حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنا اسلام درست کرلیا یعنی تمام عقائد اسلامیہ کو دل سے مان لے اور زبان سے ان کا اقرار کرلے تو اس کو ہر نیک عمل پر کم از کم دس نیکیاں ملیں گی اور اس کے عمل میں جتنا اخلاص ہوگا اس کی نیکیوں کے اجر میں اسی حساب سے اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور یہ اضافہ سات سو گنا تک ہو جائے گا یہ اللہ تعالی کا اس امت پر فضل ہے لیکن اگر مومن سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے گا تو اس کا صرف ایک ہی گناہ لکھا جائے گا اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا یہ اللہ تعالی کا اس امت پر کرم ہے۔

نیکیوں کے اجر کی احادیث میں تعارض: حدیث مذکور میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنا اسلام درست کرلے تو جو نیکی بھی کرے گا وہ دس گنا لکھی جائے گی سات سو گنا تک اور جو برائی کرے گا وہ ایک ہی برائی لکھی جائے گی یہاں تک کہ اللہ سے ملے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا جو مکہ میں ایک نیکی کرے گا اس کے لئے ایک لاکھ نیکیوں کا ثواب اور جو مدینہ میں ایک نیکی کرے گا اسے پچاس ہزار نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ ان احادیث میں نیکیوں کی تعداد میں بظاہر تعارض ہے اس کی تطبیق اس طرح ہوگی۔

نیکیوں کے اجر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: حدیث مذکور میں جن دس سے سات سو نیکیوں کا ذکر ہے اس سے مراد عام نیکیاں ہیں اور جس حدیث میں ایک لاکھ اور پچاس ہزار نیکیوں کا ذکر ہے وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ساتھ خاص ہیں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

(حدیث:۴۱)

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الْإِيمَانُ قَالَ إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَمَا الْإِثْمُ قَالَ إِذَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ فَدَعْهُ.

احمد:۱۹۶۵۵

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ ایمان کیا ہے تو فرمایا جب تمہیں تمہاری نیکی خوش کرے اور تمہاری برائی تمہیں غمگین کرے تو تو کامل مومن ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ گناہ کیا ہے فرمایا جو چیز تمہارے دل میں چبھے اسے چھوڑ دو۔

انسان کی اقسام: صوفیا فرماتے ہیں انسان تین قسم کے ہیں۔ ۱۔ غافل ۲۔ عاقل ۳۔ کامل

۱۔ غافل: غافل اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ پر خوشی کا اظہار کرے اور نیکی پر غم زدہ ہو جائے جیسے فاسق معلن اور کافر۔

۲۔ عاقل: عاقل اس شخص کو کہتے ہیں جو نیکی پر خوش ہو اور نیکی کو اچھا جانے لیکن عمل میں لا پرواہی کا مظاہرہ کرے۔

۳۔ کامل: کامل وہ شخص ہے کہ جب نیکی کرے تو اس طرح خوشی کا اظہار کرے جیسے حکومت مل گئی ہو اور گناہ سرزد ہو جائے تو ایسا غمگین ہو جیسے سب کچھ ختم اور برباد ہو گیا ایسے ہی شخص کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن گناہ کو اس طرح سمجھتا ہے جیسے سر پر کوئی پہاڑ کھڑا ہو اور ابھی اس کے اوپر گر پڑے گا۔

اپنی نیکی اور اپنی تعریف پر خوش ہونے کا حکم: اذا سر تک حسنتک وساتک سیئتک فانت مومن: اس حدیث میں ہے کہ جب تمہیں اپنی نیکی پر خوشی ہو ایک اور حدیث میں فرمایا عن ابی ذر قال قیل لرسول اللہ ﷺ ارایت الرجل یعمل العمل من الخیر ویحمدہ الناس علیہ قال تلک عاجل بشری المومن۔ صحیح مسلم

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص اچھا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔

یعنی لوگوں کی یہ تعریف دنیا میں اس کے لئے آخرت کی خیر کی بشارت ہے اور یہ دنیاوی بشارت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی اس سے راضی ہے اور اس سے محبت کرتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالی نے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دی ہے اور وہ اس کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں۔ آیت کریمہ میں ہے،، بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے عنقریب رحمان ان کے لئے اپنے بندوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

کسی کام پر تعریف کی خواہش کرنے کا حکم: کسی دینی یا دنیاوی کام پر یہ خواہش کرنا کہ فلاں کام پر لوگ میری تعریف کریں اور مجھے عزت دیں اور میری واہ واہ ہو یہ بہت برا اور عام مرض ہے یاد رہے کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جس نے کسی نیک کام کو محض فخر اور ریا کاری کی وجہ سے کیا ہو اور اس کام سے اس کی غرض صرف شہرت حاصل کرنا ہو لیکن جس شخص کی کسی کام سے غرض نمائش اور نام ونمود نہیں تھی بلکہ اس کی نیکی صرف اللہ کے لئے تھی اور اس کے قصد اور ارادے کے بغیر لوگوں نے اس نیکی کی جو تعریف کی اور اس تعریف سے اس کو فطری خوشی حاصل ہوئی تو وہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ذکر ہوا۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ انسان کے لئے اپنی تعریف کے حصول کی کوشش یعنی اپنی تعریف سننے کی خواہش کے ساتھ ساتھ کوشش کرنا مذموم ہے لیکن اس کے برخلاف اگر دل میں اپنی تعریف سے محبت رکھے یعنی صرف دل میں تعریف کی خواہش کرے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ مذموم نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو سو جبرئیل اس سے محبت کرتے ہیں پھر جبرئیل آسمان میں نداء کرتا ہے کہ اللہ تعالی فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی فلاں سے محبت کرو پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ اس لئے جس شخص کے نیک کاموں کی اہل زمین تعریف کرتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ آسمان کے فرشتے حضرت جبرئیل اور اللہ عزوجل سب اُس سے محبت کرتے ہیں اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ شعب الایمان ص ۲۱۱

اپنی تعریف سننے کو پسند کرنا اور اس کی خواہش کرنا برا ہے: ایک حدیث پاک میں ہے عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کو لوگوں کی زبانوں سے اپنی تعریف پسند کرنے کے ساتھ ملانے سے بچو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی تعریف سننے کی خواہش بندے کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

اپنی تعریف کی خواہش کرنے کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض: ایک حدیث پاک میں ہے عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت کو لوگوں کی زبانوں سے اپنی تعریف پسند کرنے کے ساتھ ملانے سے بچو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی تعریف سننے کی خواہش بندے کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

جب کہ آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم نے اپنی تعریف لوگوں کی زبان پر جاری رکھنے کی دعا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا،، اے اللہ میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ،،

اپنی تعریف کی خواہش کرنے کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق: آیت اور حدیث میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس نیت سے اپنی نیکی کی شہرت چاہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس نیکی کی رغبت ہو اور وہ بھی اس نیک کام کو کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں اس آیت میں حضرت ابراہیم کی اپنی مدح وثنا سے غرض یہ تھی کہ جب ایک انسان کی بہت سے لوگ تعریف کریں تو ان کی تعریفیں اس کے کمال کی زیادتی کا سبب بنتی ہیں اور دوسری یہ کہ جو شخص اپنے فضائل کی وجہ سے لوگوں میں ممدوح ہو تو اس کی مدح اور شہرت لوگوں کے دلوں میں ان فضائل کے حصول کا سبب اور محرک بن جاتی ہیں اور لوگ اس جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ جس شخص نے کسی نیک کام کی ابتداء کی تو اسے اس نیکی کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو لوگ اس نیکی کو کرتے رہیں گے ان کی نیکیوں کا اجر بھی اس کو ملے گا لیکن یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہر کام میں کام کرنے والے کی نیت اور قصد کا اعتبار ہوتا ہے۔

تعریف سے بچنے کا خوبصورت انداز: حضرت ابوالحسن طوسی فرماتے ہیں اگر میرا بس چلے تو میں کراما کاتبین سے بھی چھپ کر عبادت کروں تاکہ اپنی عبادت اور اس پر ملنے والی تعریف کو چھپا سکوں۔ آپ کے شاگرد ابو عبداللہ فرماتے ہیں میں بیس سال تک ابوالحسن کی صحبت میں رہا مگر جمعہ کے علاوہ کبھی بھی آپ کو دو رکعت نفل بھی پڑھتے نہیں دیکھ سکا آپ پانی کا کوزہ لے کر اپنے کمرہ خاص میں تشریف لے جاتے اور اندر سے دروازہ بند کر لیتے تھے میں کبھی بھی نہ جان سکا کہ کمرہ میں کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ ایک دن آپ کا چھوٹا بیٹا زور زور سے رونے لگا اس کی والدہ اسے چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھی میں نے پوچھا یہ بچہ آخر اس قدر کیوں رو رہا ہے بی بی صاحبہ نے فرمایا اس کے ابو یعنی ابوالحسن اس کمرے میں داخل ہو کر تلاوت قرآن کرتے اور روتے ہیں تو یہ بھی ان کی آواز سن کر رونے لگتا ہے ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالحسن اپنی عبادت اور ریاضت چھپانے کے لئے اس قدر سعی کرتے تھے کہ اپنے کمرہ خاص سے عبادت کرنے کے بعد باہر نکلتے تو پہلے اپنا منہ دھوتے پھر آنکھوں میں سرمہ لگا لیتے تاکہ چہرہ اور آنکھیں دیکھ کر کسی کو اندازہ نہ ہو کہ یہ روئے تھے۔ حلیۃ الاولیاء ص ۲۵۴

مومن گناہ میں کیسے فرق کر لیتا ہے؟ فما الاثم قال اذا حاک فی نفسک شئی فدعہ: عرض کی یا رسول اللہ ﷺ گناہ کیا ہے فرمایا جو چیز تمہارے دل میں چبھے اسے چھوڑ دو۔ جس کے دل میں ایمان کامل کا نور ہوتا ہے وہ اپنے نور ایمانی سے گناہ میں فرق کر لیتا ہے جیسے نفس ایمانی مکھی کو ہضم نہیں کر سکتا اور منہ میں چلی جائے تو قے کر دیتا ہے اسی طرح انسان کا نفس ایمانی بھی گناہ کو برداشت نہیں کر سکتا اور اگر کبھی گناہ سے سامنا ہو جائے تو یوں محسوس کرتا ہے جیسے اس پر کوئی پہاڑ مسلط ہے جو ابھی اس کے سر پر گر پڑے گا کیونکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ صغیرہ کو بھی ہلکا نہیں جانتا وہ سمجھتا ہے کہ چھوٹی چنگاری بھی گھر کو جلا سکتی ہے۔ اس لئے وہ ان کے کرنے پر بھی جرات نہیں کرتا گناہوں سے خوف کمال ایمان کی علامت ہے۔ اور فاسق آدمی چھوٹے کیا بڑے گناہوں کو بھی ہلکا جانتا ہے کہتا ہے کہ میں نے گناہ کر لیا ہے تو کیا ہوا رب غفور و رحیم ہے بخش دے گا یہ خیال اللہ سے بے خوفی کی دلیل ہے جو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ انسان پہلے چھوٹے گناہوں کو ہلکا جانتا ہے پھر بڑے گناہوں کو پھر کفر و شرک کو بھی معمولی چیز سمجھنے لگتا ہے۔

مومن گناہ کو پہاڑ اور فاسق گناہ کو مکھی کیوں سمجھتا ہے؟ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا مومن اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو پہاڑ کے گرنے کا خوف ہو اور فاجر اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے جیسے اس کے ناک پر مکھی بیٹھی ہو پھر انہوں نے ناک سے مکھی اڑانے کا اشارہ کیا۔ مشکوۃ المصابیح باب الکبائر

مومن کے اوپر اس کے ایمان کی قوت کی وجہ سے اللہ تعالی کے خوف کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالی کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوتا اور یہی مسلمان کی شان ہے اور وہ اپنے نیک اعمال کو بھی کم سمجھتا ہے اور اس سے چھوٹا سا بھی گناہ ہو جائے تو اس کی پکڑ، گرفت اور عذاب سے ڈرتا ہے۔ اور فاسق کے گناہوں کو مکھی اڑانے کے ساتھ تشبیہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ مکھی سب سے ہلکا پرندہ ہے اور سب سے حقیر پرندہ ہے اور وہ چھوٹی سی چیز پر گر جاتی ہے اور ناک کے ذکر میں یہ مبالغہ ہے کہ وہ گناہوں کو بہت معمولی سمجھتا ہے اور ہاتھ سے مکھی اڑانے میں یہ اشارہ ہے کہ فاسق یہ سمجھتا ہے کہ اس معمولی مقدار سے اس کا ضرر دور ہو جائے گا۔

(حدیث:۴۲)

عَنْ عَمْرِو بن عبسة قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص: 21) فَقُلْتُ يَا رَسُولَ الله من تبعك عَلَى هَذَا الْأَمْرِ قَالَ حُرٌّ وَعَبْدٌ قُلْتُ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ طِيبُ الْكَلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ قُلْتُ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الْإِيمَانِ أَفْضَلُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ قَالَ طُولُ الْقُنُوتِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الْهِجْرَةِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْ تَهْجُرَ مَا كره رَبك عز وَجل قَالَ قلت فَأَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ عُقِرَ جَوَادُهُ وَأُهْرِيقَ دَمُهُ قَالَ قُلْتُ أَيُّ السَّاعَاتِ أَفْضَلُ قَالَ جوف اللَّيْل الآخر۔

احمد ۱۶۹۵۵

حضرت عمر بن عبسہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ اسلام میں آپ کے ساتھ کون ہے فرمایا ایک غلام ایک آزاد میں نے عرض کی اسلام کیا ہے فرمایا اچھی بات کہنا اور کھانا کھلانا میں نے پوچھا ایمان کیا ہے فرمایا صبر اور سخاوت میں نے پوچھا کون سا اسلام افضل ہے فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں میں نے پوچھا کون سا ایمان افضل ہے فرمایا حسن اخلاق یعنی اچھی عادات میں نے پوچھا کون سی نماز افضل ہے فرمایا لمبا قیام میں نے پوچھا ہجرت کون سے بہتر ہے فرمایا یہ کہ جو اللہ کو ناپسند ہو اسے چھوڑ دو میں نے عرض کی جہاد کون سا افضل ہے فرمایا جس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اس کا خون بہا دیا جائے میں نے عرض کی گھڑی کون سے بہتر ہے فرمایا اخیر رات کا درمیانی حصہ۔

ایک غلام اور ایک آزاد کا مطلب کیا ہے؟ اس حدیث میں سائل نے عرض کی کہ اسلام میں آپ کے ساتھ کون ہے فرمایا ایک غلام ایک آزاد محدثین فرماتے ہیں اس میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ غلام سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں اور آزاد سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت چونکہ بچے تھے اس لئے ان کا نام نہ لیا اور خدیجہ کا ذکر اس لئے نہ کیا کہ وہ عورت ہیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ دین اسلام میں ہر قسم کے لوگ یعنی غلام اور آزاد ہیں یعنی اسلام میں کسی کی تخصیص نہیں بلکہ اس میں غلام و آزاد سب شامل ہو سکتے ہیں۔

عرض کی اسلام کیا ہے فرمایا اچھا کلام اور کھانا کھلانا:

کلام چار قسم کے ہیں:

۱۔ **خالص مضر:** وہ کلام جو صرف دنیا و آخرت کے نقصان کا باعث بنے، اس کلام سے ہمیشہ پرہیز کرے۔

۲۔ **خالص مفید:** وہ کلام جو دنیاوی اور اخروی فائدے کا باعث ہو یہی کلام ہی کرنا چاہئے۔

۳۔ **مضر بھی مفید بھی:** وہ کلام جس میں فائدہ اور نقصان دونوں پہلو موجود ہوں اس کلام کرنے میں احتیاط کرے بہتر ہے کہ نہ کرے۔

۴۔ **نہ مضر نہ مفید:** وہ کلام جس میں نہ نفع ہو نہ نقصان اس کلام میں وقت ضائع کرنے والی بات ہے اسی کو فضول گوئی بھی کہتے ہیں۔

اس کلام کو چھوڑ دو جو تمہیں فائدہ نہ دے: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ چھوڑ دو اس کو جو تمہیں فائدہ نہ دے۔ یعنی وہ کام اور وہ کلام مت کرو جس میں دین اور دنیا کا فائدہ نہ ہو ایک بزرگ کسی محل پر سے گزرے مالک سے پوچھا کہ یہ مکان تم نے کب بنایا ہے پھر فوراً خود سے مخاطب ہو کر کہا میں نے یہ کلام بے فائدہ کہا لہذا اس کے کفارہ میں ایک سال کے روزے رکھے گا، سبحان اللہ کیا درس دیا کہ اپنے نفس کا حساب کرو تاکہ قیامت کا حساب آسان ہو جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اجازت طلب کی رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا یہ اپنی قوم کا براترین آدمی ہے پھر آپ نے اسکو اجازت عطا فرمادی اور اس سے بہت نرم انداز میں کلام کیا جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے تو کہا تھا کہ وہ برا آدمی ہے پھر آپ نے اس کے ساتھ نرم گفتگو کیوں فرمائی آپ نے فرمایا اے عائشہ لوگوں میں سب سے برا وہ ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔

تیر کا زخم بھر جاتا ہے زبان کا نہیں بھرتا: زبان کی لغزش پاؤں کی پھسلن سے زیادہ خطرناک ہے کہ پاؤں کی لغزش سے بدن چوٹ کھاتا ہے مگر زبان کی لغزش سے دل اور ایمان زخمی ہوتا ہے زبان کی لغزش سے قتل اور خون خرابہ ہوتا ہے زبان کی لغزش سے انسان کافر و بے دین ہوتا شیطان اپنی زبان کی لغزش سے اب تک سزا پا رہا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں تیر کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم کبھی نہیں بھرتا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا انسان جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان سے التجا کرتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں تو اللہ سے ڈر کہ ہم سب تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے آپ ﷺ نے مزید فرمایا اپنی زبان کو قابو میں کر لو تو شیطان پر غالب آجاؤ گے۔ صحیح بخاری کتاب الایمان

عرض کی اسلام کیا ہے فرمایا اچھی کلام اور کھانا کھلانا: بھوکے کو کھانا کھلانا سلام کی خوبیوں میں سے ہے اسلام کا ضابطہ اتنا خوبصورت اور جامع ہے کہ دنیا کے سارے مسائل اس ضابطے پر عمل کرنے سے خود بخود حل ہو جاتے ہیں فرمایا جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو کوئی شخص اپنی بھوک پسند نہیں کرتا لہذا وہ دوسرے کی بھوک کو بھی پسند نہ کرے۔

ساری روٹیاں ایثار کر دیں: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ کے گھر میں موجود تھی آپ اس وقت روزے کی حالت میں تھیں گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا ایک سائل دروازے پر آیا اور اس نے کھانے کا سوال کیا تو احضرت ام سلمہ نے مجھے فرمایا کہ وہ روٹی اس سائل کو دے دو میں نے روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور شام کو پانی کے ساتھ روزہ افطار کیا اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی تو ایک نوجوان بھنی ہوئی بکری اور روٹیاں لے کر کھڑا تھا آپ نے فرمایا الحمد للہ، اللہ نے ہمیں ایثار کا اجر روٹی سے بہتر دے دیا اور آخرت کا اجر اس کے سوا ہے۔ شعب الایمان ص ۳۵۳

حضرت ابو الحسن انطاکی کے پاس ایک مرتبہ تیس سے زیادہ مرید حاضر ہوئے اس قدر کھانا موجود نہ تھا کہ جو سب کے لئے کافی ہوتا صرف چند روٹیاں موجود تھیں چنانچہ ان روٹیوں کے ٹکڑے کر کے دستر خوان پر رکھ لئے گئے اور چراغ بجھا دیا گیا تمام افراد دستر خوان پر کھانے کے لئے بیٹھ گئے جب فارغ ہوئے اور چراغ جلایا گیا تو روٹیوں کے ٹکڑے اسی طرح دستر خوان پر موجود تھے یعنی ہر شخص نے ایثار کی نیت سے خود کچھ بھی نہ کھایا تاکہ دوسرا ساتھی کھا لے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی کو کسی شخص نے بکری کی سری ہدیہ میں بھیجی ان صحابی نے سوچا کہ میرا فلاں ساتھی مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے اور اس کا کنبہ بھی بڑا ہے چنانچہ آپ نے وہ سری اس کو ایثار کر دی اس دوسرے ساتھی نے اپنے تیسرے ساتھی کے متعلق یہی باتیں سوچیں اور یہ سری اپنے تیسرے ساتھی کو ایثار کر کے بھجوادی۔ غرض یہ کہ اسی طرح سات گھروں میں گھوم کر وہ سری سب سے پہلے والے صحابی کے پاس واپس لوٹ آئی۔ مشکوۃ المصابیح باب الصدقہ

روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر بیمار ہوگئے اُن کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ جب انار کا پہلا پھل بازار میں آئے گا تو وہ انار کھائیں گے ان کی زوجہ محترمہ نے ایک درہم کا انار منگوایا جب انار آ گیا اور آپ نے کھانے کی تیاری کی تو ایک سائل دروازے پر آیا اور کھانے کا سوال کیا آپ نے وہ انار اٹھا کر سائل کو دے دیا آپ کی زوجہ نے ایک اور درہم کا انار منگوایا تو پھر سائل آ گیا آپ نے وہ انار بھی اٹھا کر اسے دے دیا۔ احیاء العلوم ص ۲۹۴

ایک روٹی ستر سالہ عبادت پر غالب آ گئی: روایت میں ہے کہ ایک عابد شخص اپنی جھونپڑی میں لوگوں سے الگ تھلگ ستر سال سے بلا ناغہ عبادت کر رہا تھا ایک دن شیطان نے اسے ایک عورت کے فتنے میں مبتلا کر دیا وہ سات دن رات اس عورت کے ساتھ گناہ کرتا رہا جب اس کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھا تو وہ اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوا اور اللہ کی بارگاہ میں رو رو کر توبہ کی اور وہاں سے رخصت ہوگیا اب اس کی یہ حالت تھی کہ وہ ہر ہر قدم پر نماز پڑھتا اور توبہ کرتا ایک رات وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں بارہ مسکین رہتے تھے وہ بہت تھکا ہوا تھا تھکاوٹ کی وجہ سے وہ ان مسکینوں کے قریب گر پڑا۔ ایک راہب روزانہ ان مسکینوں کو ایک ایک روٹی دیتا تھا جب وہ راہب ان کے پاس آیا تو اس نے روٹی دینا شروع کی اور اس عابد کو بھی مسکین سمجھ کر ایک روٹی دے دی اور ان بارہ مسکینوں میں سے ایک کو روٹی نہ ملی تو اس نے راہب کو کہا آج آپ نے مجھے روٹی کیوں نہیں دی راہب نے کہا میں تو بارہ روٹیاں تقسیم کر چکا ہوں پھر اس نے مسکینوں سے کہا کیا تم میں سے کسی نے دو روٹیاں تو نہیں لے لیں سب نے کہا ہمیں تو صرف ایک ملی ہے راہب نے اس شخص سے کہا شائد تم دوبارہ روٹی لینا چاہتے ہو جاؤ آج کے بعد تمہیں روٹی نہیں ملے گی جب اس عابد نے یہ سنا تو اسے اس مسکین پر بڑا ترس آیا چنانچہ اس نے وہ روٹی مسکین کو دے دی اور خود بھوکا رہا اور اسی بھوک کی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا جب اس کی ستر سالہ عبادت اور غفلت میں گزری ہوئی سات راتوں کا وزن کیا گیا تو اللہ کی نافرمانی میں گزری ہوئی راتیں اس کی ستر سالہ عبادت پر غالب آ گئیں پھر جب عورت کے ساتھ گزری ہوئی ان سات راتوں کا موازنہ اس کی ایثار کی ہوئی روٹی سے کیا گیا جو اس نے مسکین کو دی تھی تو وہ روٹی ان راتوں پر غالب آ گئی اور اس طرح ایک روٹی ایثار کرنے کی وجہ سے اسکی مغفرت کر دی گئی۔ عیون الحکایات ص ۴۶

پوچھا ایمان کیا ہے فرمایا صبر اور سخاوت: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو سوال سے رکتا ہے اللہ اس کو سوال سے روکے رکھتا ہے اور جو اللہ سے صبر مانگتا ہے اللہ تعالی اس کو صبر عطا فرماتا ہے اور جو غنی یعنی بے نیازی طلب کرتا ہے اللہ تعالی اسے غنا عطا کرتا ہے اور تمہیں کوئی عطا نہیں دی جائے گی جو صبر سے زیادہ اچھی اور وسیع ہو۔

صبر کی تعریف اور اسکی اقسام: صبر کا لغوی معنی ہے روکنا اور اصطلاح میں نفس اور اپنی طبیعت کی مرضی کے خلاف امور پر ہر قسم کی غیر شرعی کارروائیوں سے اپنے آپ کو روکنا صبر کہلاتا ہے۔

صبر کی اقسام: صبر کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ صبر کی ایک قسم ہے معصیت اور گناہ سے صبر کرنا پس وہ معصیت اور گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔

۲۔ اور دوسری قسم ہے طاعت پر صبر کرنا یعنی اطاعت اور عبادت کو ادا کرے۔

۳۔ اور تیسری قسم ہے مصیبت پر صبر کرنا یعنی مصیبت کے حال میں اپنے رب کی شکایت نہ کرے اور ہر آزمائش پر صبر کرے۔

غمگین ہونا، آنسو بہانا، صبر کے خلاف نہیں یاد رہے کہ پسندیدہ صبر یہ ہے کہ جب بندے پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اپنے رب کی قضا پر راضی رہے اور اس کے حکم کو تسلیم کرے رہا دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا تو اس سے بندہ صابرین کے مصداق سے نہیں نکلتا جب تک وہ اس سے تجاوز کر کے شکوہ و شکایت اور آہ و زاری نہ کرے۔

یاد رہے کہ مصیبت کے وقت چہروں سے افسردگی اور غم کا اظہار نہ کرنا اور آنسوؤں کا نہ بہنا یہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے اس پر انسان قادر نہیں محمود صبر وہ ہے جس کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مصیبت نازل ہو تو بندہ اللہ تعالی کی تقدیر پر راضی ہو اور اس کے حکم کو تسلیم کرے نہ یہ کہ اپنے چہرے سے غم کے آثار ظاہر نہ ہونے دے اور آنسوؤں کو نہ بہنے دے۔

صبر کا خوبصورت انعام: حضرت ابوالحسن خرقانی شیر پر سواری کرتے اور سانپ کا کوڑا بنا کر چلتے تھے، ایک مرتبہ خراسان سے ایک شخص ان کی بیعت کرنے کے خرقان پہنچا لیکن ان کی بیوی بڑی تیز مزاج تھیں پوچھا کیسے آئے کہا کہ حضرت سے مرید ہونے آیا ہوں کہنے لگی لاحول ولاقوۃ مجھ سے زیادہ اس پیر کا حال دنیا کیا جان سکتی ہے رات دن میں اس کے ساتھ ہوں بالکل بنا ہوا مکار ہے تم کہاں چکر میں آ گئے تمہارے دماغ میں عقل بھی ہے یا نہیں ایسی باتیں سنائیں کہ وہ تو رونے لگا کہ میرا ہزار میل کا سفر بے کار گیا محلے والوں نے کہا ان کی بیوی مزاج کی تیز ہے خبردار بدگمانی مت کرنا جاؤ شیخ جنگل سے لکڑیاں لے کر آ رہے ہوں گے وہیں ان کو مل لینا جب وہ جنگل کی طرف گیا تو دیکھا شیر پر سوار ابوالحسن خرقانی تشریف لا رہے ہیں آپ کو فوراً کشف ہوگیا کہ بیگم کی باتیں سن کر پریشان آ رہا ہے آپ ہنسے اور فرمایا کہ بھائی کچھ پریشان نظر آ رہے ہو، کیا بات ہے؟ کہنے لگا حضرت آپ کے گھر میں تو بڑی تلخ مزاجی ہے ایسی بیوی سے آپ نے کیوں شادی کی تو شیخ نے فرمایا کہ یہ جو مجھے شیر کی سواری اور زندہ سانپ کی کرامت کا کوڑا ملا ہے یہ کرامت اسی خاتون کی تکلیفوں پر صبر کا انعام ہے اگر میرا صبر اس بدمزاج بیوی کا بوجھ نہ اٹھاتا تو یہ شیر اور سانپ میری غلامی کیسے کرتا۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۲۹۱

کون ہے جس کا اللہ پر قرض ہے: سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن جب منادی ندا کرے گا کہ کون ہے جس کا اللہ پر قرض ہے تو مخلوق کہے گی ایسا کون ہے جس کا قرض اللہ پر ہو فرشتے کہیں گے وہ جسے دنیا میں ایسی مصیبت میں مبتلا کیا گیا جس سے اس کا دل غمگین ہوا آنکھوں سے آنسو بہے لیکن اس نے ثواب کی امید پر اللہ کی رضا کے لئے صبر کیا آج وہ کھڑا ہو جائے اور اللہ سے اپنا اجر لے لے صابر کھڑے ہو جائیں گے فرشتے ان کو عرش کے نیچے لے جائیں گے اور عرض کریں گے اے میرے رب عزوجل یہ تیرے صابر بندے ہیں پھر اللہ تعالی ان صابروں سے فرمائے گا اے میرے صابر بندو میں نے تمہیں آزمائش میں اس لئے نہیں ڈالا تھا کہ تم میرے نزدیک ادنی تھے بلکہ اس لئے کہ تمہیں اپنی بارگاہ

میں بزرگی وعظمت دوں میں نے چاہا کہ تمہیں دنیا میں آزمائش میں ڈال کر تمہارے گناہوں کو مٹادوں اور جن درجات تک تم اپنے اعمال کے ذریعے نہیں پہنچ سکتے تھے مصیبت میں ڈال کر تمہیں وہ بلند درجات عطا کروں تم نے میری رضا کی خاطر صبر کیا اور مجھ سے حیا کی اور میرے فیصلے پر غصے کا اظہار نہیں کیا تو آج میں تمہارے لئے نہ میزان رکھوں گا اور نہ تمہارے اعمال ناموں کو کھولوں گا جاؤ آج میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ احیاء العلوم ص ۳۵۴

صابرہ عورت کو فوت شدہ بچے پر اجر: بروز حشر اللہ تعالی اس عورت سے جس کا بچہ فوت ہو گیا تھا اس طرح ارشاد فرمائے گا اے میری بندی میں تیرے بچے کی موت کا فیصلہ لوح محفوظ پر کر چکا تھا اور جب میں نے اس کی روح قبض کی تو تیرے دل نے جزع فزع نہ کی اور نہ ہی تیرا دل تنگ ہوا تو سن آج میری رضا اور خوشنودی کی تجھے خوش خبری ہو اور تجھے اپنے بیٹے کے ساتھ ایسی زندگی والے گھر یعنی جنت میں اکٹھا کر دیا گیا جہاں نہ موت ہے اور نہ ہی غم وملال اور ایسا مقام کہ جہاں سے کبھی نکلنا نہیں جا اور اپنے بچے کے ساتھ داخل جنت ہو جا۔ ایضا

رونا بے صبری یا رحمت کی علامت ہے؟ جب سعید بن ابی حسن فوت ہوئے تو حضرت حسن بصری ایک سال تک روتے رہے ان سے کہا گیا آپ لوگوں کو صبر کا حکم دیتے ہیں اور خود روتے ہیں تو انہوں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے مومن کے دل میں یہ رحمت رکھی ہے آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور یہ بے صبری نہیں ہے بے صبری وہ ہے جس کا اظہار ہاتھ اور زبان سے ہو۔ لہذا کسی مصیبت پر غمگین ہونا اور آنسوؤں سے رونا صبر کے خلاف نہیں بلکہ یہ صبر محمود ہے اور صبر کا اعلی درجہ ہے۔

حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر: حضرت انس رضی اللہ کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوطلحہ کا بیمار بیٹا فوت ہو گیا تو ان کی زوجہ حضرت ام سلیم نے بچے کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور گھر میں دوسرے کمرے میں لٹا دیا جب حضرت ابوطلحہ شام کو تھکے ماندے گھر آئے تو انہوں نے پوچھا بچے کی طبیعت اب کیسی ہے تو حضرت ام سلیم نے کہا وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ راحت پا چکا ہے حضرت ابوطلحہ نے سمجھا بچہ ٹھیک ہو گیا ہے جب رات کو حضرت ابوطلحہ اپنی بیوی سے جماع کر چکے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی چیز عاریتا دے پھر وہ اس چیز کو واپس لے لے تو کیا آپ اس پر غم و غصہ اور بے قراری کا اظہار کریں گے حضرت ابوطلحہ نے کہا نہیں تو حضرت ام سلیم نے کہا اللہ تعالی نے آپ کو عاریتا بیٹا دیا تھا اور اب اس نے اس کو واپس لے لیا ہے پس اللہ تعالی اس کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس کے فعل سے راضی ہوں اور وہ بیٹا اس کے سپرد کر دیں۔ پھر حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیوی کی اس بات کی خبر دی تو آپ نے ان دونوں کو دعا دی پھر ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا اور وہ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے افضل تھا۔ صحیح بخاری

بے صبرے کو کتے کی نصیحت: روایت ہے کہ ایک عابد کسی پہاڑ پر اللہ کی عبادت کرتا تھا اس کے قریب ہی ایک انار کا درخت تھا ہر روز اس پر تین انار اگتے وہ عابد ان کو کھا کر اپنی بھوک مٹاتا اور اللہ کی عبادت میں مشغول رہتا ایک دن انار نہ لگے عابد نے صبر کیا دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا جب تیسرے دن بھی انار نہ لگے تو عابد گھبرا کر بے صبری کے عالم میں پہاڑ سے نیچے اترا اور ایک عیسائی بستی میں جا کر ایک نصرانی سے کھانا مانگا نصرانی نے اسے چار روٹیاں دیں جب عابد واپس لوٹنے لگا تو اس نصرانی کا ایک کتا اس کے پیچھے چلتا ہوا کھانے کے لئے بھونکنے لگا عابد نے ایک روٹی اسے ڈال دی کتے نے

کھا کر پھر اس کا پیچھا کیا عابد نے دوسری بھی اسے ڈال دی کتے نے کھا کر پھر بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا حتی کہ عابد نے ایک ایک کر کے چاروں روٹیاں اس کو کھلا دیں اور غصے میں بولا اے لالچی کتے تجھے اتنی بھی شرم نہیں آئی کہ تیرے ہی گھر سے روٹیاں ملی تھیں تو نے ساری ہی مجھ سے لے لیں کتے کو اللہ نے قوت گویائی عطا کی اور کہا بے شرم میں نہیں تو ہے کہ جس مالک نے تجھے برسوں بغیر محنت کے رزق دیا تجھے کھلایا اور جب اس نے ذرا سا صبر کا امتحان لیا تو بے صبرا ہو کر اس کے دشمن نصرانی کے گھر بھیک مانگنے آ گیا۔ احسن الوعاص ۱۴۴

مجھے بینائی نہیں چاہیے: حضرت ابوبصیر نابینا تھے فرماتے ہیں میں ایک دن بینائی کے حصول کے لئے دعا کروانے کے لئے حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو میری آنکھیں روشن ہو گئیں اور میں بینا ہو گیا جب دوبارہ ہاتھ پھیرا تو پھر نابینا ہو گیا اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان دونوں باتوں میں سے کون سی اختیار کرتے ہو۔

۱۔ آپ کو آنکھوں کی بینائی مل جائے اور بروز حشر آپ کی بینائی اور دیگر نعمتوں کا حساب لیا جائے۔

۲۔ آپ اسی طرح نابینا رہیں اور صبر کریں بروز حشر اللہ تعالی آپ کو صبر کرنے کی وجہ سے بغیر حساب وکتاب داخل جنت کر دے۔ تو حضرت ابوبصیر نے کہا میں اس مصیبت پر صبر کر لوں گا لہذا مجھے بینائی نہیں چاہیے بس بغیر حساب جنت کا داخلہ مل جائے۔ احیاء العلوم ص ۲۵۴

پوچھا ایمان کیا ہے فرمایا صبر اور سخاوت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ سب سے بڑا جواد ہے اور میں اولاد آدم میں سب سے بڑا سخی ہوں اور میرے بعد بڑا سخی وہ ہے جو علم سیکھے پھر اسے پھیلائے۔

سخی اور جواد میں فرق: سخی اسے کہتے ہیں جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے جواد وہ ہے جو دوسروں کو کھلائے پر خود نہ کھائے اسی لئے اللہ تعالی کو جواد کہتے ہیں سخی نہیں بخیل وہ ہے جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے ممسک وہ ہے جو نہ خود کھائے نہ اوروں کو کھانے دے۔

سخاوت ہو تو ایسی: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ طبعا بہت سخی اور فیاض تھے ایک بار خلیفہ ہارون الرشید کی دعوت پر اس کے دربار تشریف لے گئے خلیفہ نے آپ کو اشرفیوں کی ایک تھیلی نذر کی جب دربار سے واپس لوٹے تو راستے میں اپنے دونوں ہاتھوں سے اشرفیاں تقسیم کرتے چلے گئے یہاں تک کہ جب اپنی مسجد کے پاس پہنچے تو تمام اشرفیاں صدقہ کر چکے تھے مسجد میں نماز کے دوران ایک غلام آیا اور کہنے لگا میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ تھیلی نذر کی ہے آپ نے وہ تھیلی اپنے پاس رکھ لی تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور اس نے کہا میری بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے آپ نے وہ تھیلی اٹھا کر اسے عطا فرما دی۔ تذکرۃ المحدثین تذکرہ امام شافعی

سخاوت ایسی کہ کبھی ،، نا ،، نہ کہا: صحابہ کرام کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے آپ کسی سائل کو ،، نا ،، نہیں فرماتے تھے آپ سے جب بھی جس چیز کا سوال کیا جاتا تھا آپ اسی وقت وہ چیز عطا فرما دیتے تھے۔ ایک خاتون نے آپ سے قمیص کا سوال کیا آپ کے پاس سوائے اس قمیص کے اور کوئی قمیص نہ تھی جو آپ پہنے

ہوئے تھے آپ نے وہی قمیص اتار کر اسے عطا فرما دی۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سب سے بڑا جواد ہے اور بنی آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کر کے اس کو پھیلایا اور اس کے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہوگا جس نے اپنی جان اللہ کی راہ میں سخاوت کی حتی کہ شہید ہوگیا۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کسی سائل نے آ کر اللہ کی رضا کے لئے سوال کیا اس وقت آپ کے پاس دینے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی تو انہوں نے اس سائل سے فرمایا تم نے مجھ سے اللہ کی رضا کے لئے سوال کیا اور اس وقت تمہیں دینے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تم ایسا کرو کہ مجھے فروخت کر دو اور تم کو میرے عوض جو قیمت ملے اس کو اپنی ضروریات پر خرچ کر لینا۔ عیون الحکایات ص ۲۶۵

سخی اور کنجوس کی مثال: سرکار مدینہ ﷺ فرماتے ہیں کنجوس اور سخی کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جن پر لوہے کی دو زرہ ہوں جنہوں نے ان کے دونوں ہاتھ ان کے پستانوں اور گلے سے باندھ دیئے ہوں سخی جب خیرات کرنے لگے تو زرہ پھیل جائے اور کنجوس جب خیرات کا ارادہ بھی کرے تو زرہ اور تنگ ہو جائے اور ہر کڑی اپنی جگہ چمٹ جائے۔

سبحان اللہ کیسی نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا رادہ اس پر غالب آجاتا ہے اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو خیرات پر کبھی ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکا کرتا ہے مگر جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر روکنا چھوڑ دیتا ہے نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔

ایک عیسائی کا چیلنج کہ کیا حاتم سے بڑھ کر کوئی سخی ہے؟ ایک عیسائی کسی عالم کے پاس حاضر ہوا اور کہا حاتم کے محل کے سو دروازے تھے اگر کوئی فقیر ایک دروازے سے آتا تو بھی اس کو خیرات ملتی اگر سو دروازوں سے آتا تو بھی اس کو ہر دروازے سے خیرات ملتی اور کسی بھی دروازے سے وہ خالی نہیں لوٹتا تھا یہ تو حضرت عیسی کے ایک امتی کی سخاوت کا عالم ہے تو کیا تمہارے نبی کی سخاوت کی بھی کوئی ایسی مثال موجود ہے؟ تو عالم نے کہا نادان اگر تیرے حاتم کا فقیر ایک دروازے سے آتا تو بھی اس کی حاجت پوری نہ ہوتی تھی اس لئے اسے سو دروازوں سے آنا پڑتا لیکن میرے نبی ﷺ کی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی فقیر آپ کے در پر ایک بار آجاتا تو اسے اتنا مل جاتا تھا کہ دوبارہ آنے کی حاجت ہی نہیں رہتی تھی۔ مقالات کاظمی

پوچھا کون سا اسلام افضل ہے فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں؟

المسلم من سلم المسلمون من لسانه: اس حدیث پاک میں حسن سلوک کی تعلیم بیان کی گئی ہے کہ ایک کامل مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو اذیت دینے کی بجائے اس کی جان، مال، عزت آبرو کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو ایذاء دینے کی بجائے اس کو ہر ممکن فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

ایذا دینے میں صرف ہاتھ اور پاؤں کا ذکر کیوں کیا گیا؟ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن وہ ہے

جس کے ہاتھ و زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں حالانکہ ایذا جسم کے دیگر اعضاء سے بھی دی جاسکتی ہے تو ان دو اعضاء کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: چونکہ ایذا دینے میں ان دو اعضاء کا کردار زیادہ ہوتا ہے اور عموماً یہی دو اعضاء ہی ایذا دینے میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ورنہ دیگر اعضا سے بھی ایذا دی جاسکتی ہے اور دیگر اعضا سے ایذا دینا بھی اتنا ہی جرم ہے جتنا ان دو اعضاء سے دینا جرم ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ دیگر اعضاء سے ایذا دینا جائز ہے۔

میں نے پوچھا کون سا ایمان افضل ہے فرمایا حسن اخلاق یعنی اچھی عادات: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت نماز، روزہ، صدقہ و خیرات کثرت سے کرتی ہے مگر اس کی حالت یہ ہے کہ وہ بد اخلاق ہے اور اپنی زبان سے پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہنچاتی ہے فرمایا وہ جہنمی ہے پھر عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں عورت نماز، روزہ صدقہ و خیرات کرتی تو ہے لیکن کم کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں سے خوش اخلاقی سے پیش آتی ہے اور اس کے پڑوسی اس سے بہت خوش ہیں فرمایا وہ جنتی ہے۔

حسن سلوک کی تعریف اور اس کے احکام: علمائے کرام حسن اخلاق کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا اللہ کی راہ میں لوگوں پر خرچ کرنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا حسن سلوک کہلاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اخلاق کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو تجھ سے توڑے تم اس سے جوڑو جو تجھے محروم کرے تم اسے عطا کرو جو تجھ پر ظلم کرے تم اسے معاف کرو جو گالی بکے تم اسے دعا دو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر اخلاق کی شکل ہوتی تو دنیا میں کوئی چیز اس سے زیادہ حسین نہ ہوتی اور اگر بد اخلاقی اور سختی کی کوئی شکل ہوتی تو دنیا میں اس زیادہ بد صورت کوئی چیز نہ ہوتی۔

علمائے کرام فرماتے ہیں اچھے اخلاق نفلی عبادت سے افضل ہیں نفلی عبادت سے خود کو فائدہ ملتا ہے جبکہ اچھے اخلاق کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے۔ شہد کی ایک بوند بہت سی مکھیوں کو جمع کر لیتی ہے مگر سرکہ کا ایک گھڑا مکھی کو نہیں بلا سکتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں بندہ حسن اخلاق کی وجہ سے تہجد گزار اور سخت گرمی میں روزے کے سبب پیاسا رہنے والے کے درجے کو پالیتا ہے اور اچھے اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتے ہیں جس طرح سورج کی حرارت برف کو پگھلا دیتی ہے ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بروز قیامت تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میری مجلس میں زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو اچھے اخلاق والے اور عاجزی اختیار کرنے والے ہوں گے وہ لوگوں سے اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالی ان کے بارے میں فرماتا ہے میں نے بندوں کو اپنے علم سے پیدا کیا پس جس سے بھی بھلائی کا ارادہ کرتا ہوں اسے اچھے اخلاق عطا کر دیتا ہوں۔

مومن کی نرمی کی وجہ سے لوگ اسے بے وقوف سمجھتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ ایک جگہ فرماتے ہیں مومن اتنا نرم طبیعت، نرم زبان والا ہوتا ہے کہ اس کی نرمی کی وجہ سے لوگ اسے احمق خیال کرتے ہیں اور یہ نکیل والے اونٹ کی طرح

ہوتا ہے کہ اگر اسے باندھ دیا جائے تو ٹھہر جاتا ہے اور اگر چلایا جائے تو چل پڑتا ہے اور اگر کسی پتھریلی جگہ پر بٹھا دیا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کے کنارے سخت موٹے تھے راستے میں ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر سختی کے ساتھ کھینچا میں نے دیکھا کہ اس چادر کو سختی کے ساتھ کھینچنے سے آپ کے کندھے پر نشان پڑ گئے اعرابی نے کہا اے محمد آپ کے پاس جو مال ہے اس میں سے مجھے میں دیں تو نبی کریم ﷺ پیچھے مڑے اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے پھر مجھے فرمایا اسے بھی مال میں سے عطا کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کبھی کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ کے کان کے ساتھ اپنا منہ لگایا ہو اور آپ نے اس کے پاس سے اپنا سر ہٹا لیا ہو حتی کہ وہ خود اپنا سر ہٹاتا تھا اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہو اور آپ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا ہو حتی کہ وہ خود اپنا ہاتھ چھڑاتا تھا اور آپ کسی شخص سے اپنا چہرہ نہیں پھیرتے تھے حتی کہ وہ شخص خود اپنا چہرہ پھیر لیتا تھا۔

کون سی نماز افضل ہے فرمایا لمبا قیام: یہاں نماز سے مراد نماز کا رکن ہے یعنی نماز کے ارکان میں سے کون سا رکن افضل ہے فرمایا نماز کا قیام بعض علماء کے نزدیک سجدہ افضل ترین رکن ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ عاجزی اور انتہاء درجے کا تذلل ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اختیار کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا سجدے کی حالت میں مومن اللہ کے بہت قریب ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک قیام افضل ہے کیونکہ اس میں مشقت زیادہ ہے اور جس عبادت میں مشقت زیادہ ہو وہ زیادہ اجر و ثواب کا باعث اور افضل ہوتی ہے۔

ہجرت کون سے بہتر ہے فرمایا یہ کہ جو اللہ کو ناپسند ہو اسے چھوڑ دو: اس حدیث پاک میں ترک معاصی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ترک کرنے والے کو مہاجر کہا گیا ہے یعنی اللہ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اس کی اطاعت فرمانبرداری میں آ جانا گناہوں کو چھوڑ کر نیکیوں کو اختیار کرنا نفس کی غلامی چھوڑ کر اپنے رب کی حقیقی غلامی اختیار کر لینا شیطانی طریقہ کو چھوڑ کر سرکار دو عالم ﷺ کی سنت کو اپنا لینا بھی ہجرت ہے اور یہ ہجرت ترک وطن کی ہجرت سے افضل و اعلیٰ ہے اور یہی حقیقی ہجرت ہے اور ایسا مہاجر قابل تحسین ہے۔

کون سا جہاد افضل ہے فرمایا جس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اس کا خون بہا دیا جائے: یعنی جب مجاہد میدان جہاد میں جائے تو نہ اپنی جان سلامت واپس لائے اور نہ اپنا مال اور سواری واپس لائے بلکہ سب اللہ کی راہ میں نچھاور کر دے کیونکہ جان مال سب کچھ اللہ کی امانت ہے اسی کا عطا کردہ ہے جب وہ مانگے تو خوش دلی کے ساتھ دے دے۔

گھڑی کون سے بہتر ہے فرمایا اخیر رات کا درمیانے حصہ: یعنی آخری رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لو اس میں جو درمیانی حصہ ہے وہ عبادت کے لئے بہترین وقت ہے کیونکہ اس گھڑی میں اللہ رب العزت کی رحمتوں کا کثرت کے ساتھ نزول ہوتا ہے اور یہ وقت قبولیت کا وقت ہے اور اس وقت میں عبادت کرنا نفس پر شاق ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا کرم بالائے کرم ہوتا ہے اس لئے اس میں نوافل ادا کرو۔

(حدیث: ۴۳)

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ لَقِيَ اللّٰہَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا يُصَلِّي الْخَمْسَ وَيَصُومُ رَمَضَانَ غُفِرَ لَهُ قُلْتُ أَفَلَا أُبَشِّرُهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰہِ قَالَ دَعْهُمْ يَعْمَلُوا

احمد

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو پانچوں نماز ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اس کی بخشش ہو جائے گی میں نے عرض کی کیا میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں فرمایا رہنے دو تاکہ یہ عمل کرتے رہیں۔

اس حدیث کی شرح سابق میں گزر گئی۔

(حدیث: ۴۴)

وَعَنْ مُعَاذٍ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَفْضَلِ الْإِيمَانِ قَالَ: أَنْ تُحِبَّ لِلّٰہِ وَتُبْغِضَ لِلّٰہِ وَتُعْمِلَ لِسَانَكَ فِي ذِكْرِ اللّٰہِ قَالَ وماذا يَا رَسُولَ الله قَالَ وَأَن تحب للنَّاس مَا تحب لنفسك وَتَكْرَهُ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ ۱۰ احمد ۲۲۴۸۱

انہی سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا افضل ایمان کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کے لئے محبت کرو اور اللہ کے لئے عداوت کرو اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے مشغول رکھو عرض کی اور کیا یا رسول اللہ ﷺ فرمایا لوگوں کے لئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو اور لوگوں کے لئے وہ پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔

قال ان تحب و تبغض لله: فرمایا کہ تم اللہ کے لئے محبت کرو اور اللہ کے لئے عداوت کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا عمل یہ ہے کہ جب کسی سے محبت کرو تو اللہ کے لئے اور کسی سے عداوت کرو تو بھی اللہ کے لئے۔ ان دونوں احادیث مبارکہ میں مسلمانوں کی آپس میں محبت کی اہمیت اور اس کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے حدیث پاک میں فرمایا کہ ایک شخص اپنے دوست سے ملنے کے لئے ایک دوسری بستی میں گیا اللہ تعالیٰ نے اس کی آزمائش کے لئے اس کے راستے میں ایک فرشتہ کو اس کے انتظار کے لئے بھیج دیا جب اس شخص کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے اس شخص نے کہا فلاں بستی میں میرا ایک دینی بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے فرشتے نے پوچھا کیا اس نے تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے جس کا شکریہ ادا کرنا مقصود ہے اس نے کہا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ کے لئے محبت ہے تب اس فرشتہ نے کہا میں تمہارے پاس اللہ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں میری عظمت کے لئے آپس میں محبت کرنے والے آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جب کہ میرے سوا آج کوئی سایہ نہیں

تعمل لسانك في ذكر الله: اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے مشغول رکھو۔

ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی جماعت اللہ کے ذکر کے لئے بیٹھتی ہے تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ اترتا ہے اور اللہ تعالی اپنے پاس ان کا ذکر کرتا ہے

ایک اور روایت میں ہے کہ روزانہ شام کے وقت پہاڑ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذکر کرنے والا بھی گزرا ہے جب ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ ہاں تو سب خوش ہوتے ہیں۔

آج کی بے چینی کا بڑی: بزرگ فرماتے ہیں آج پورا عالم اسلام ایک عجیب بے چینی اور کرب میں مبتلا ہے اور ہر شخص اس بے چینی کے حل کے لئے طرح طرح کے جائز و ناجائز حیلے ہتھکنڈے اختیار کرتا ہے کبھی شراب و کباب کی محفلوں میں کبھی سینما گھروں اور جنسی ناولوں کے مطالعہ میں سکون کی تلاش میں مگن ہے، آخر سکون کہاں ملے تو اس کا حل قرآن پاک نے یہ بیان کیا کہ ،،سن لو اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا چین ہے،،۔ گویا آج کی بے چینی اور بے سکونی کا سبب اللہ کے ذکر سے غفلت ہے اللہ کا ذکر دل کی غذا ہے اور دل اگر غذا نہ پائے تو بے چین نہ ہو تو کیا ہو۔

ذکر کی اقسام: صوفیا فرماتے ہیں کہ ذکر کی سات قسمیں ہیں۔

۱۔ آنکھوں کا ذکر آنسوؤں سے رونا ہے۔

۲۔ کانوں کا ذکر توجہ سے اللہ کا کلام اور اس کی باتیں سننا ہے۔

۳۔ زبان کا ذکر اللہ تعالی کی حمد وثنا کرنا ہے۔

۴۔ ہاتھوں کا ذکر ضرورت مندوں کو عطا کرنا ہے۔

۵۔ بدن کا ذکر جسمانی عبادات اور وعدہ پورا کرنا ہے۔

۶۔ دل کا ذکر اللہ تعالی کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اللہ کا خوف اور اس سے رحمت کی امید دل کا ذکر ہے۔

۷۔ اور روح کا ذکر اللہ تعالی کی تقدیر پر تسلیم و رضا ہے۔

محفل ذکر پھولوں کی سیج: کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ ذکر و اذکار کی مجلس میں نیند آجاتی ہے جبکہ سینما میں کئی کئی گھنٹے بھی بیٹھے رہیں تو نیند نہیں آتی تو انہوں نے فرمایا فلم اور ڈرامہ کانٹوں کا بستر ہے اور کانٹوں پر کسے نیند آتی ہے جبکہ محفل ذکر پھولوں کی سیج ہے اس پر نیند کیوں نہ آئے۔

بزرگ فرماتے ہیں دنیا داروں کا ذکر کرنے سے امیری ملتی ہے خدا کا ذکر کرنے سے فقیری ملتی ہے اور کامیابی کا دارومدار امیری پر نہیں فقیری پر ہے نہ امیر کامیاب نہ وزیر کامیاب، کامیاب ہے تو اللہ کی بارگاہ کا فقیر کامیاب ،،یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ،، لوگو تم اللہ کے فقیر ہو۔ یقین نہ آئے تو دیکھ لو راوی کے اس پار شاہدرہ میں دنیا کے بادشاہ کا مزار ہے جہاں چڑیا بھی نہیں جاتی اگر جاتی بھی ہے تو بیٹ کرنے کے لئے اور راوی کے اس پار بھاٹی گیٹ کے باہر اللہ کے فقیر کا دربار ہے مگر حقیقت میں دین کے بادشاہ کا دربار ہے جہاں دنیا کے بادشاہ آکر سلامی دے رہے ہیں اور آدھی رات کو جاؤ تو بھی یوں لگتا ہے جیسے سارا لاہور داتا دربار میں آیا ہوا ہے۔

ذاکر کی موت پر زمین وآسمان روتے ہیں: جب کوئی مومن بندہ مرجاتا ہے زمین پکارتی ہے کہ اللہ کا بندہ وفات پاگیا تو زمین وآسمان رو پڑتے ہیں تو اللہ تعالی زمین اور آسمان سے رونے کی وجہ پوچھتا ہے تو زمین وآسمان جواب دیتے ہیں اے اللہ جب بھی یہ بندہ کسی کونے پر گزرتا تو تیرا ذکر کرتا۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں حیرت ہے ان لوگوں پر جو مردہ جسم پر تو روتے ہیں لیکن اس پر نہیں روتے جس کا دل مردہ ہو جائے حالانکہ مردہ دلی مردہ جسم سے زیادہ سخت حادثہ ہے۔ غافل لوگوں میں ذکر کرنے والا ایسے ہے جیسے میدان جنگ سے بھاگنے والوں میں جہاد کرنے والا جس طرح خشک درخت پر سرسبز وشاداب شاخ جس طرح اندھیرے گھر میں چمکتا ہوا چراغ اور اللہ تعالی مرنے سے پہلے اس ذاکر کو جنت میں اپنا ٹھکانہ دکھا دیتا ہے۔

ذکر کرنے والے سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے پس جب وہ مجھے اکیلا یاد کرے تو میں اس کو اکیلا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں مجھے یاد کرے تو میں اس کو اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں اگر وہ میری طرف ایک بالشت چل کر آئے تو میں ہاتھ بھر اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ صحیح بخاری باب الذکر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتے اللہ تعالی کا ذکر کرنے والوں کو راستوں میں تلاش کرتے رہتے ہیں اور جب انہیں ذکر الہی کرنے والے لوگ مل جاتے ہیں تو ندا کرتے ہیں کہ ہماری مراد پوری ہوگئی ذکر کرنے والے مل گئے ہیں پھر فرشتے ان ذکر کرنے والوں کو آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں پھر جب فرشتے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ ان سے دریافت فرماتا ہے اے میرے فرشتو میرے بندے کیا کر رہے تھے حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے وہ عرض کرتے ہیں یارب وہ تیری تسبیح وتحمید اور تیری بزرگی کا تذکرہ کر رہے تھے پھر اللہ تعالی دریافت فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے تو وہ عرض کرتے ہیں تیری ذات کی قسم انہوں نے تجھے ہرگز نہیں دیکھا اللہ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا کرتے وہ عرض کرتے ہیں پھر تو تیری عبادت وتسبیح وعظمت کا بیان اور زیادہ کرتے اللہ فرماتا ہے وہ کیا مانگ رہے تھے وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ وہ جنت طلب کر رہے تھے اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے وہ عرض کرتے ہیں نہیں اللہ فرماتا ہے اگر اسے دیکھ لیتے تو وہ عرض کرتے ہیں تو اور زیادہ اس کی حرص اور طلب کرتے اور مزید رغبت رکھتے اللہ فرماتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں یارب کریم وہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے اللہ تعالی فرماتا ہے اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو کیا کرتے وہ عرض کرتے ہیں وہ اس سے فرار ہونے کے لئے اور زیادہ کوشش کرتے اور بہت زیادہ ڈرتے تو اللہ فرماتا ہے گواہ ہو جاؤ میں نے ان سب کی مغفرت فرمادی ان میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یاالہی ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو ذکر کرنے والوں میں سے نہیں تھا بلکہ اپنے کسی کام سے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا اللہ فرماتا ہے اے فرشتو جو ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ جائے وہ بھی محروم نہیں رہتا میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ ایضا

ذکر میں لذت کیوں نہیں ملتی: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح اللہ کے ذکر میں لذت اور سکون ملنا چاہئے ہمیں اس طرح ذکر میں لذت نہیں ملتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یاد رکھیں کہ جب مرض کی وجہ سے مریض کا منہ کڑوا ہو جاتا ہے تو اس کو کوئی

غذا اچھی نہیں لگتی اسی طرح ہم بھی گناہوں کے مریض ہیں ہمارا دل گناہوں کے زنگ میں مبتلا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیں ذکر اللہ میں وہ لذت اور سکون نہیں ملتا جو ملنا چاہئے لیکن یادرکھیں کہ جس طرح مریض دوا اور غذا کا استعمال ترک نہیں کرتا اسی طرح ہمیں بھی ذکر و عبادت اور اللہ کی یاد کو ترک نہیں کرنا چاہئے دل لگے یا نہ لگے اللہ کے ذکر میں لگے رہو جب گناہوں سے شفا ملے گی تو ذکر و عبادت کی لذت بھی ملنا شروع ہو جائے گی۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کے سائے میں تخت پر جلوہ افروز ہو کر ہوا میں سوار کہیں جا رہے تھے انسان اور جنات قطار در قطار ہاتھ باندھے آپ کے راستے پر کھڑے تھے ایک عبادت گزار نے یہ منظر دیکھا تو حضرت سلیمان کی شان و شوکت اور وسیع و عرض سلطنت کی تعریف کرنے لگا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو فرمایا اللہ کے بندے یاد رکھ کسی مومن کا ایک بار اللہ کا ذکر کرنا سلیمان کی سلطنت اور تمام ملک سے کئی گنا بہتر ہے کیونکہ یہ ملک تو فنا ہو جائے گا لیکن اللہ کا ذکر فنا نہیں بلکہ باقی رہتا ہے۔ مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۵

ذکر بالجہر کے بارے مفصل بحث: ذکر بالجہر کے بارے میں بعض لوگ شدت کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں لہٰذا اس موقعہ پر ہم ذکر بالجہر پر تفصیلی گفتگو کریں گے ہمارا عقیدہ ہے کہ کہ نماز کے بعد اور نماز کے علاوہ ذکر بالجہر کرنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب اور باعث اجر و ثواب ہے جس پر قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے نظریات ثابت و گواہ ہیں لیکن یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ ذکر بالجہر اس وقت مستحب ہے جب اس سے کسی کی نماز میں خلل واقع نہ ہو یا کسی سونے والے کی نیند میں حرج واقع نہ ہو یا کسی بیمار کو اس سے پریشانی نہ ہو اس لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ متوسط آواز کے ساتھ ذکر بالجہر کرنا چاہئے گلا پھاڑ کر یا چلا چلا کر ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے ثبوت پر قرآن پاک اور احادیث مبارکہ، بزرگان دین کے عقائد اور آخر میں اعتراضات کے جوابات ذکر کئے جائیں گے۔

قرآن سے ذکر کا ثبوت: یاایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلا۔ سورہ احزاب ۴۱

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کا بہت ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔

احادیث سے بعد نماز ذکر بالجہر کا ثبوت: ان ابن عباس رضی اللہ عنہما اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی ﷺ وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعتہ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۴ صحیح مسلم ۵۸۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ فرض نماز کے بعد لوگوں کا معمول تھا کہ وہ بلند آواز سے ذکر کرتے جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آوا کے ساتھ ذکر کرنا ان کا معمول ہوتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ نماز ہو گئی ہے۔

زمانہ نبوی میں ذکر رائج تھا: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک فرض نماز سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں رائج تھا۔

جماعت کے ساتھ ذکر کی فضیلت: عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ یقول اللہ تعالی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ حین یذکرنی ان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء ھم خیر منھم۔ صحیح بخاری ۷۴۰۵ صحیح مسلم ۲۶۷۵

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ میرا تنہا ذکر کرے تو میں بھی تنہا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس سے اچھی جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

جماعت کے ساتھ ذکر تب ہی ہوگا جب وہ جہر سے ہو۔

ہر نماز کے بعد حضور ﷺ کا ذکر: عن ابن ذبیر رضی اللہ عنہ ذکر رسول اللہ ﷺ بعد کل صلاۃ لا الہ الا اللہ۔ صحیح مسلم ۵۹۴

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے لا الہ الا اللہ

حضور ﷺ بلند آواز سے ذکر فرماتے: کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلاۃ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ مشکوۃ شریف ص ۸۸

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز کے ساتھ اس طرح ذکر فرماتے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔

فقہا و محدثین کا عقیدہ

حضرت علی کا عقیدہ: مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سلام پھیرنے کے بعد یہ ذکر کیا کرتے تھے،، لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۱۶

عمر بن عبدالعزیز کا عقیدہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ نماز کی تکمیل سے یہ ہے کہ تم نماز سے فارغ ہو کر تین بار یہ پڑھو،، لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کلشئی قدیر۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۲۴

امام احمد بن حنبل کا عقیدہ: قاضی ابویعلی نے جامع الکبیر میں لکھا ہے کہ امام احمد کا ظاہر کلام یہ ہے کہ امام کے لئے نماز وں کے بعد اتنی بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا اور دعا کرنا سنت ہے جس کو مقتدی سن سکیں اور امام احمد کی تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ذکر بالجہر امام کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نمازی بھی ذکر بالجہر کرتے تھے۔ فتح الباری لابن رجب ج ۵ ص ۲۳۷

صاحب تفسیر روح البیان کا عقیدہ: الذکر یرفع الصوت جائز بل مستحب اذا لم یکن عن ریاء لیغتنم الناس باظھار الدین ووصول برکۃ الذکر الی السامعین فی الدور والبیوت ویوافق الذکر من سمع صوتہ ویشھد لہ یوم القیامۃ کل رطب ویابس سمع صوتہ۔ تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۹۰

ترجمہ: بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ اس میں ریا نہ ہوتا کہ دین کا اظہار ہو ذکر کی برکت گھروں میں سامعین تک پہنچے اور جو کوئی اس کی آواز سنے ذکر میں مشغول ہو جائے اور قیامت کے دن ہر خشک اور تر ذاکر کے ایمان کی گواہی دے۔

علامہ ابو الحسن ابن بطال مالکی کا عقیدہ: حضرت ابن عباس نماز کے بعد جو ذکر کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ امراء اور حکام فرض نماز کی جماعت کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازی بھی کہتے ہیں یہ ذکر جائز ہے۔شرح ابن بطال ج۲ص۵۷

علامہ موفق الدین حنبلی کا عقیدہ: نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے،، لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ المغنی ج۲ص۱۲

حافظ زین الدین حنبلی کا عقیدہ: قاضی ابویعلی نے جامع الکبیر میں لکھا ہے کہ امام احمد کا ظاہر کلام یہ ہے کہ امام کے لئے نمازوں کے بعد اتنی بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا اور دعا کرنا سنت ہے جس کو مقتدی سن سکیں اور امام احمد کی تصریحات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ذکر بالجہر امام کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نمازی بھی ذکر بالجہر کرتے تھے۔فتح الباری لابن رجب ج۵ص۲۳۷

علامہ محمد عابدین شامی کا عقیدہ: تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مساجد وغیرہ میں جماعت کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا مستحب ہے سوا اس صورت کے کہ ان کی بلند آواز سے کسی کی نیند میں حرج نہ آئے۔ ردالمحتار ج۲ص۲۷۷

علامہ بدر الدین عینی کا عقیدہ: اس حدیث سے بعض متقدمین نے یہ استدلال کیا ہے کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا اور اللہ اکبر کہنا مستحب ہے لیکن ایسا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ زندگی بھر یہ ذکر کرتے رہے ہوں اور اس سے آپ کے اصحاب نے یہ سمجھا کہ یہ ذکر لازم نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس کو ترک بھی کیا تا کہ بعد کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔عمدۃ القاری ج۶ص۱۸۱

امام طحطاوی کا عقیدہ: فرض نمازوں کے بعد بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا اور اللہ اکبر پڑھنا جائز ہے بلکہ سلف صالحین میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ مستحب ہے اور متاخرین میں سے ابن حزم نے اس پر وثوق کیا ہے۔حاشیہ طحطاوی ج۱ص۳۲۲

علامہ ابن حجر عسقلانی کا عقیدہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا ان کا معمول ہوتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ نماز ہو گئی ہے، امام عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا جس سے میں جان لیتا تھا کہ نماز ہو گئی ہے۔

مزید فرماتے ہیں امام بخاری کی حدیث کو جو کتاب الجہاد میں ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے کی کراہت صرف میدان جنگ کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تا کہ دشمن کو مسلمانوں کی جگہ کا پتا نہ چلے۔

امام نووی کا عقیدہ: ھذا دلیل لما قالہ بعض السلف انہ یستحب الجھر بالتکبیر والذکر عقب المکتوبۃ وممن استحبہ من المتاخرین ابن حزم الظاہری۔شرح صحیح مسلم للنووی ج۱ص۴۱۹

ترجمہ: یہ حدیث پاک سلف کے اس مسلک پر دلیل ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا مستحب ہے اور متاخرین میں ابن حزم ظاہری کا یہی مسلک ہے۔

علامہ شمس الدین حنبلی کا عقیدہ: نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔المغنی ج۲ص۱۱۴

علامہ خیر الدین رملی کا عقیدہ: رہا ذکر بالجہر کے لئے حلقہ بنانا اور ان میں قصائد پڑھنا تو یہاں ایسی احادیث ہیں جو جہر کا تقاضا کرتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ میرا تنہا ذکر کرے تو میں بھی تنہا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرتا ہے تو میں اس سے اچھی جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔صحیح بخاری ۷۴۰۵ صحیح مسلم ۲۶۷۵

اس حدیث میں جماعت کے ساتھ ذکر کا ثبوت ہے اور جماعت کے ساتھ جو ذکر ہوتا ہے وہ جہر کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔اسی طرح حلقہ کا ثبوت بھی فرشتوں کے حلقہ بنانے سے اس حدیث میں ثابت ہو رہا ہے۔

عبد الحق محدث دہلوی کا عقیدہ: حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ذکر بالجہر کی حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا اپنے اصحاب کو تعلیم دینے کا لئے تھا علامہ نووی نے لکھا ہے کہ دعا اور ذکر میں افضل اخفاء ہے لیکن اگر تعلیم کی ضرورت ہو تو بلند آواز کے ساتھ ذکر کیا جائے اور نبی کریم ﷺ نے جو بلند آواز کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ بھی اسی پر محمول ہے اور حق یہ ہے کہ اوقات مختلف ہوتے ہیں کبھی ذوق اور حضور قلبی اخفاء میں ہوتا ہے اور کبھی ذوق و شوق جہر میں ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے۔اشعۃ اللمعات ج۱ص۴۵۰

غیر مقلد شیخ صدیق خان بھوپالی کا عقیدہ: ابن عباس کی ذکر بالجہر کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ابن حزم اور متاخرین نے ذکر بالجہر کو مستحب قرار دیا ہے علامہ ابن بطال نے کہا یہ مستحب نہیں ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ آپ نے تعلیم دینے کے لئے بلند آواز کے ساتھ ذکر کیا ہے بھوپالی صاحب پھر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی یہ حدیث صحیح ان تمام اقوال کا رد کرتی ہے اور اس حدیث کی تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ظاہر حقیقی کو معنی مجازی کی طرف پھیرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔السراج الوہاج ج۲ص۵۴

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے کچھ عرصے کے لئے ذکر بالجہر کیا تھا آپ ہر نماز میں کرتے ہیں لہذا یہ درست نہیں۔

جواب: یہ صرف آپ کی سوچ ہے آپ نے حدیث پاک کے مطلق کو مقید کیا ہے اور اپنی مرضی سے کسی مطلق حکم کو نہیں کر سکتے۔

اعتراض: قرآن میں ہے کہ،، اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور خوف سے اور زبان سے بغیر جہر کے آہستہ آہستہ

جواب: یہ آیت مکی ہے جب مسلمان نماز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے تو مشرکین قرآن کو سن لیتے اور قرآن کو برا بھلا کہتے تھے اس لئے مسلمانوں کو بلند آواز کے ساتھ ذکر یعنی تلاوت کرنے سے منع کر دیا گیا تا کہ مشرکین کو مذمت کا موقع نہ ملے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے عام مسلمانوں کو نہیں عام مسلمانوں کو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے تا کہ ان کے دل سے وسوسے دور ہو جائیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جہر سے مراد چلا چلا کر ذکر کرنا مراد ہے اور اس سے ہم بھی منع کرتے ہیں۔

اعتراض: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے۔

جواب: اس ذکر سے مراد وہ ذکر ہے جس میں بہت زیادہ افراط ہو یعنی چلا چلا کر ذکر کیا جائے۔

اعتراض: نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو کیونکہ وہ ریا کاری سے دور ہے۔

جواب: یہاں ریا کی نیت سے ذکر بالجہر کی ممانعت ہے اگر ریا کا شائبہ نہ ہو تو پھر اس میں حرج نہیں۔

اعتراض: نبی کریم ﷺ نے جہر کے ساتھ ذکر کرنے والوں سے فرمایا اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو۔

جواب: اس جگہ ذکر بالجہر کرنا موقع اور مصلحت کے خلاف تھا کیونکہ حدیث میں ہے کہ وہ وقت ایک غزوہ کا تھا اور بلند آواز سے ذکر کرنا مصیبت کو دعوت دینے والا تھا کیونکہ میدان جنگ میں اپنے مورچوں کو مخفی رکھا جاتا ہے تا کہ دشمن کو پتا نہ چل سکے

جیسا کہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی حدیث کو جو کتاب الجہاد میں ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے کی کراہت صرف میدان جنگ کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تا کہ دشمن کو مسلمانوں کی جگہ کا پتا نہ چلے۔

اعتراض: قرآن میں ہے کہ اے رسول جب تم سے میرے بندے سوال کریں کہ تو میں قریب ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے۔

جواب: اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو یہ سمجھ کر ذکر بالجہر کریں کہ خدا بندوں سے دور ہے اور بغیر آواز بلند کئے کسی کی نہیں سنتا یہ خیال باطل اور کفر ہے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں نہ اس نیت سے ذکر بالجہر کرتے ہیں۔

وان تحب للناس ما تحب لنفسك و تكره لهم ما تكره لنفسك:

ترجمہ: لوگوں کے لئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو اور لوگوں کے لئے وہ پسند نہ کرو جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے

عن انس عن النبی ﷺ قال لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

حضور کی بارگاہ کا نوجوان: سرکار دو عالم ﷺ صحابہ کرام کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک خوبصورت نوجوان حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے بدکاری کرنے کی اجازت عطا فرمائیں اس کی اس بے باکی پر صحابہ کرام حیران و ششدر رہ گئے اور سب کی پیشانیاں شکن آلود ہو گئیں اور صحابہ اس نوجون کو بارگاہ نبوی کے آداب سمجھانے کے لئے اسے ڈانٹنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں اس نوجوان کو کچھ کہنے سے منع فرما دیا اور فرمایا اس نوجوان کو میرے قریب آنے دو وہ نوجوان معاملے کے حساس ہونے کی پرواہ کیئے بغیر آگے بڑھا تو آپ نے اس نوجوان کو اپنے پاس بٹھا کر بڑی نرمی اور محبت وشفقت سے کچھ یوں ارشاد فرمایا اے نوجوان ذرا یہ تو بتا کہ اگر کوئی شخص تیری ماں تیری بہن یا تیری بیٹی کے ساتھ ایسا کرے تو کیا تجھے اچھا لگے گا نوجوان جوش غیرت کے ساتھ کچھ یوں عرض گزار ہوا نہیں نہیں اللہ کی قسم ہرگز نہیں میری جان آپ ﷺ پر قربان میں ہرگز یہ پسند نہیں کروں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تو یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی تیری ماں بہن یا بیٹی کے ساتھ ایسی نازیبا حرکت کرے تو یاد رکھ جس عورت کے ساتھ تم یہ حرکت کرو گے وہ بھی تو کسی کی ماں بیٹی یا بہن ہوگی۔ لہذا یاد رکھو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرو۔ پھر آپ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کے لئے دعا فرمائی تو وہ نوجوان تمام عمر اس فعل سے بیزار رہا اور دوسروں کی عزت کی اپنی عزت کی طرح حفاظت کرتا رہا۔

اللہ والے دوسروں کی پسند کو اپنی پسند پر ترجیح دیتے ہیں: روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ اپنے کسی صحابی کے ساتھ جنگل کی جانب تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک درخت سے دو مسواکین توڑیں جن میں سے ایک سیدھی اور دوسری کچھ ٹیڑھی تھی آپ ﷺ نے ٹیڑھی مسواک خود رکھ لی اور سیدھی مسواک اپنے صحابی کو عطا فرما دی ان صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سیدھی مسواک خود کیوں نہ رکھ لی مجھے ٹیڑھی دے دی ہوتی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی کے ساتھ ایک گھڑی کی بھی صحبت اختیار کرلے تو بروز قیامت اللہ تعالی اس سے سوال فرمائے گا کہ تو نے اس کا حق صحبت ادا کیا یا ضائع کر دیا۔

امام غزالی نقل فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کے گھر میں بہت چوہے ہو گئے کسی نے کہا حضور اگر گھر میں ایک بلی رکھ لیں تو یہ سارے بھاگ جائیں گے اور بہت جلد آپ کو نجات مل جائے گی بزرگ نے فرمایا بھائی یقینا میری بلی کی آواز سے یہ چوہے یہاں سے بھاگ کر ہمسایوں کے گھروں میں چلے جائیں گے تو اس طرح میں ان لوگوں کی فہرست میں شامل ہو

جاؤں گا کہ جو چیز اپنے لئے پسند نا کی وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کرلی اور میں ایسا بننا پسند نہیں کرتا کیونکہ میرے
نے فرمایا جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔ کیمیائے سعادت ص ۱۶۵

دوسروں کا نقصان کیسے پسند کروں: روایت میں ہے کہ ایک بزرگ درزی کا کام کیا کرتے تھے ایک شخص جب بھی
سے کوئی کام کرواتا تو بطور اجرت کھوٹے سکے دیتا حضرت خاموشی کے ساتھ وہ سکے لے کر رکھ لیتے ایک دن آپ دکان
موجود نہیں تھے وہی شخص کپڑے لینے آیا تو حسب عادت کھوٹے سکے دینے کی کوشش کی نوکر نے پہچان کر لینے سے انکار
دیا جب حضرت تشریف لائے تو اس نے تمام ماجرا سنایا آپ نے فرمایا تمہیں لے لینے چاہئے تھے جیسا کہ میں طو
عرصے سے جان بوجھ کر اس سے کھوٹے سکے لے رہا ہوں کیونکہ اگر میں یہ کھوٹے سکے وصول نہ کروں تو یقیناً یہ شخص انہیں
اور کو دینے کی کوشش کرے گا اور اس طرح میرے علاوہ کوئی دوسرا مسلمان بھائی نقصان کا شکار ہو جائے گا اور میں یہ با
پسند نہیں کرتا کہ خود نقصان سے بچ جاؤں اور میرا مسلمان بھائی نقصان کا شکار ہو جائے کیونکہ جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے
دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔ ایضا

مجھے بھی جنسی آزادی چاہئے: ایک کالج کے بے دین اور آزاد خیال پروفیسر نے ایک دن لیکچر دیا کہ یورپ کی ترقی
ایک بہت بڑا راز جنسی آزادی ہے اگر یہی جنسی آزادی پاکستان میں بھی حاصل ہو جائے تو پاکستان کو ترقی کرنے سے کو
نہیں روک سکتا لہٰذا پاکستان میں جنسی آزادی ہونی چاہئے ایک اسلام کا سچا متوالا بھی اس کلاس میں بیٹھا تھا پروفیسر کی
تکلیف دہ بات سن کر تڑپ اٹھا اور کھڑے ہو کر کہا سر جو اصول آپ نے بیان کیا ہے آپ کے قول کے مطابق یہ پاکستا
کے ہر شہری پر لاگو ہونا چاہئے میں بھی اسی ملک کا شہری ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپ کی بیٹی کے ساتھ آپ کے جنسی آزا
کے اصول کے تحت جنسی خواہش پوری کروں پروفیسر کو نوجوان کی بات پر ایسی تپ چڑھی کہ غصے میں لال پیلا ہو گیا
نوجوان کو اپنی توہین کے زمرے میں کلاس سے نکال دیا۔ سچ فرمایا محسن اعظم نے کہ جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے
دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

بَابُ: الکبائر وعلامات النفاق — گناہ کبیرہ اور نفاق کی علامات کا باب

الفصل الاول — پہلی فصل

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریف: شرعی طور پر ہر بری چیز کو گناہ کہتے ہیں۔
علماء فرماتے ہیں کہ جن گناہوں پر حد شرعی مقرر ہے وہ کبیرہ ہیں اور جن پر کوئی وعید نازل ہوئی وہ فاحشہ ہیں اور جن پر ان دونوں میں سے کچھ نہیں وارد ہوا صرف ممانعت ہے وہ گناہ صغیرہ ہیں۔

گناہ کی ایک دوسری تعریف حکیم الامت کچھ اس طرح فرماتے ہیں
گناہ کبیرہ یا تو وہ ہیں جن کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو یا وہ جس پر شریعت نے کوئی سزا مقرر کی ہو یا وہ جس سے دین کی توہین ہو۔ یاد رہے کہ گناہ ایک ایسی علت ہے جو مقبول کو مردود، عابد کو فاسق، عظیم کو حقیر اور معصوم کو مغضوب بنا دیتی ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعداد: گناہ کبیرہ کی تعداد میں مختلف روایات ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں گناہ کبیرہ ستر ہیں ملا علی قاری فرماتے ہیں سترہ گناہ کبیرہ بہت سخت ہیں۔
(۱) شرک (۲) کفر (۳) والدین کی نافرمانی کرنا (۴) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۵) عذاب پر امن (۶) جھوٹی گواہی (۷) پاک دامن پر زنا کی تہمت (۸) جھوٹی قسم (۹) جادو (۱۰) یتیم کا مال کھانا (۱۱) شراب پینا (۱۲) زناء (۱۳) لواطت (۱۴) چوری (۱۵) ناحق قتل کرنا (۱۶) میدان جہاد سے بھاگ جانا (۱۷) گناہ پر اڑ جانے کی نیت۔

گناہوں کے بارے میں چند اہم مسائل ذہن میں رکھ لینے چاہئیں۔
۱۔ گناہ کبیرہ سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔
۲۔ گناہ کبیرہ سے مسلمان کی نیکیاں ختم نہیں ہو جاتی صرف کفر سے ہوتی ہیں۔
۳۔ جو ایمان پر فوت ہوا وہ یقینی جنتی ہے چاہے ابتدا میں داخل جنت ہو یا گناہوں کی سزا پا کر۔

معاف ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے گناہ کی چار قسمیں ہیں:
۱۔ پہلے وہ گناہ جو بغیر توبہ کسی صورت معاف نہ ہوں جیسے کفر و شرک کہ اسلام کے لئے کفر و شرک سے توبہ کرنا ضروری ہے۔
۲۔ دوسرے وہ گناہ جن کے لئے توبہ ضروری تو ہو لیکن بغیر توبہ بھی معافی کی امید کی جاسکتی ہو جیسے حقوق اللہ سے متعلق کبیرہ گناہ۔
۳۔ تیسرے وہ گناہ کہ جن سے توبہ کے ساتھ ساتھ مخلوق کو بھی راضی کیا جائے جیسے حقوق العباد سے متعلق گناہ۔
۴۔ چوتھے وہ گناہ کہ جو توبہ کے بغیر نیک اعمال کی برکت سے معاف ہو جائیں جیسے گناہ صغیرہ۔

حدیث پاک میں ہے
عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان المومن اذا اذنب کانت نکتۃ سوداء فی قلبہ فان تاب

واستغفر صقل قلبه وان زاد زادت حتى تعلو قلبه . جامع ترمذی

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے اگر توبہ کر لے اور معافی مانگ لے تو اس کا دل صیقل ہو جاتا ہے اور اگر گناہ زیادہ کرے تو سیاہی بھی زیادہ ہو جاتی ہے حتی کہ وہ سیاہی پورے دل پر چھا جاتی ہے۔

شیطان کا انسان کے لئے کھلا چیلنج: شیطان گناہ کروانے کے لئے ہر پل انسان کے پیچھے پڑا رہتا ہے حدیث پاک میں ہے کہ شیطان نے عرض کی یا رب تیری عزت کی قسم تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاؤں گا جب تک ان کی جانیں ان کے جسموں میں رہیں رب نے فرمایا مجھے بھی اپنی عزت وجلالت کی قسم میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے۔

شیطان کے چیلنج کا مطلب یہ ہے کہ میں بندوں کے مرتے وقت تک کوشش کروں گا کہ وہ بدعقیدہ ہو جائیں اگر یہ نہ کر سکا تو کم از کم ان سے گناہ ہی کرا دوں گا اگر یہ بھی نہ کر سکا تو انہیں نیکی سے روک دوں گا اگر یہ بھی نہ کر سکا تو بڑی نیکی سے روک کر چھوٹی نیکی میں مشغول کر دوں گا اور ابلیس کی یہ کوشش بندے کے مرتے وقت تک رہتی ہے۔

چھوٹی چنگاری بھی جلا سکتی ہے: مومن کی شان یہ ہے کہ وہ گناہ صغیرہ کو بھی ہلکا نہیں جانتا وہ سمجھتا ہے کہ چھوٹی چنگاری بھی گھر کو جلا سکتی ہے۔ اس لئے وہ ان کے کرنے پر بھی جرات نہیں کرتا گناہوں سے خوف کمال ایمان کی علامت ہے۔ اور فاسق آدمی چھوٹے کیا بڑے گناہوں کو بھی ہلکا جانتا ہے کہتا ہے کہ میں نے گناہ کر لیا ہے تو کیا ہوا رب غفور ورحیم ہے بخش دے گا یہ خیال اللہ سے بے خوفی کی دلیل ہے جو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ انسان پہلے چھوٹے گناہوں کو ہلکا جانتا ہے پھر بڑے گناہوں کو پھر کفر وشرک کو بھی معمولی چیز سمجھنے لگتا ہے۔

سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی مثال جو پہلے گناہ کرتا ہو پھر نیکیاں کرنے لگے اس شخص کی سی ہے جس پر تنگ زرہ تھی جو اس کا گلا گھونٹ رہی تھی پھر اس نے ایک نیکی کی تو ایک چھلا کھل گیا پھر دوسری نیکی کی تو دوسرا کھل گیا حتی کہ وہ زمین پر گر گئی۔

جیسے زرہ سارے جسم کو گھیر لیتی ہے اور اگر تنگ ہو تو تمام بدن کو تکلیف دیتی ہے ایسے ہی گناہوں میں گھرا ہوا ہر طرح برا ہوتا ہے اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کی نگاہ میں بھی اس کی قلبی کوفت بھی رہتی ہے پہلے وہ بتکلف نیکی کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کا عادی بن جاتا ہے اور قدرتی طور پر اس کو گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے نیکی سے دل کو خوشی ہوتی ہے گناہ سے دل کو رنج۔

مومن گناہ کو پہاڑ اور فاسق ناک کی مکھی سمجھتا ہے: حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے فرمایا مومن اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو پہاڑ کے گرنے کا خوف ہو اور فاجر اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے جیسے اس کے ناک پر مکھی بیٹھی ہو پھر انہوں نے ناک سے مکھی اڑانے کا اشارہ کیا۔ مشکوۃ شریف باب الکبائر

مومن گنا کو پہاڑ اور فاسق گنا کو مکھی کیوں سمجھتا ہے: مومن کے اوپر اس کے ایمان کی قوت کی وجہ سے اللہ تعالی کے

خوف کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالی کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوتا اور یہی مسلمان کی شان ہے اور وہ اپنے نیک اعمال کو بھی کم سمجھتا ہے اور اس سے چھوٹا سا بھی گناہ ہو جائے تو اس کی پکڑ، گرفت اور عذاب سے ڈرتا ہے۔ اور فاسق کے گناہوں کو مکھی اڑانے کے ساتھ تشبیہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ مکھی سب سے ہلکا پرندہ ہے اور سب سے حقیر پرندہ ہے اور وہ چھوٹی سی چیز پر گر جاتی ہے اور ناک کے ذکر میں یہ مبالغہ ہے کہ وہ گناہوں کو بہت معمولی سمجھتا ہے اور ہاتھ سے مکھی اڑانے میں یہ اشارہ ہے کہ فاسق یہ سمجھتا ہے کہ اس معمولی مقدار سے اس کا ضرر دور ہو جائے گا۔

گناہوں کے وبال کی چند جھلکیاں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کی رات رسول اللہ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سروں کو پتھروں سے توڑا جا رہا تھا جب ان کے سروں کو توڑا جاتا تو وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے حضرت جبرئیل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے اور وہ نماز نہیں پڑھتے تھے پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی شرم گاہوں پر چیتھڑے تھے وہ مویشیوں کی طرح چر رہے تھے حضرت جبرئیل نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو زکاۃ ادا نہیں کرتے تھے پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو کچا سڑا ہوا گوشت کھا رہے تھے اور پکا عمدہ گوشت چھوڑ رہے تھے حضرت جبرئیل نے بتایا یہ زانی لوگ ہیں اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے لکڑیوں کا گٹھا جمع کیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتے تھے پھر بھی وہ اس گٹھے میں اور لکڑیاں ملا رہے تھے حضرت جبرئیل نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی امانتیں ادا نہیں کرتے تھے اس کے باوجود اور امانتیں طلب کرتے تھے اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی زبانوں اور ہونٹوں کو کاٹا جا رہا تھا اور جب بھی ان کی زبانوں اور ہونٹوں کو کاٹا جاتا وہ پہلے کی طرح ہو جاتے حضرت جبرئیل نے فرمایا یہ فتنہ پرور خطیب ہیں پھر وہ بہت بڑے بیل کے پاس سے گزرے جو چھوٹے سے سوراخ سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور نکل نہیں سکتا تھا حضرت جبرئیل نے بتایا یہ وہ شخص ہے جو کوئی بات کہہ کر نادم ہوتا تھا پھر وہ اس بات کو واپس لینا چاہتا تھا مگر واپس نہیں لے سکتا پھر وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے پیٹ کوٹھریوں کی طرح تھے جب ان میں سے کوئی کھڑا ہوتا تو وہ گر جاتا حضرت جبرئیل نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح تھے وہ پتھر نگل لیتے اور وہ ان کے نیچے سے نکل جاتا حضرت جبرئیل نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھا جاتے تھے۔ احیاء العلوم باب الکبائر

شفاعت یا توبہ کی امید پر گناہ کرنا کیسا: علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شفاعت یا توبہ کی امید پر گناہ کرنا حرام ہے شفاعت یا توبہ کی امید پر گناہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اچھا ڈاکٹر مل جانے کی امید پر کوئی زہر کھا لے یا ہڈیوں کے ماہر ڈاکٹر کے ملنے کی امید پر گاڑی کے نیچے خود کو گرا کر سارے بدن کی ہڈیاں تڑوا لے اور یقینا کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا لہذا ہر دم گناہوں سے بچتے رہنا ضروری ہے شفاعت کی امید پر اللہ ورسول کی نافرمانیاں کر کے خود کو جہنم کے عذاب کے لئے پیش کرتے رہنا نہایت خطرناک ہے کیونکہ ایسے شخص کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے جب ایمان ہی نہ رہا تو شفاعت کیسی۔ لہذا جو آدمی گناہوں کے مرض میں گرفتار ہو جائے تو وہ سچی توبہ بھی کرتا رہے اور شفاعت کی امید بھی رکھے۔

بزرگ فرماتے ہیں وہ گناہ جو انسان میں ندامت، عجز وانکسار پیدا کر دے اس عبادت سے بہتر ہے جو عابد میں غرور وتکبر وپیدا کر دے حضرت آدم علیہ السلام کی خطاء گندم کھا لینا شیطان کی ہزارہا سال کی عبادت سے افضل ہوا کہ اس

خطاء سے آپ بہت عرصہ تک توبہ کرتے رہے اور شیطان اس عبادت سے مغرور ہوگیا اسی لئے آدم کے سر پر خلافت کا تاج رکھا گیا اور شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق پڑا۔

(حدیث: ۴۵)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تُزَانِي بحليلة جارك فأنزل الله عز وجل تصديقها (وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يزنون ومن يفعل ذٰلك يلق أثاما (الآية)

بخاری، مسلم: ۲۸۶۱، ۲۵۷

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالی کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے فرمایا یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا عرض کی پھر کون سا گناہ فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے یعنی رزق کی تنگی کا خوف عرض کی پھر کون سا گناہ فرمایا یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو تب اللہ تعالی نے اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت اتاری اور وہ جو خدا کے ساتھ دوسرے کی پوجا نہیں کرتے اور نا اس جان کو ناحق قتل کریں جس کا قتل اللہ نے حرام کر دیا اور نہ زنا کریں۔

انسان کا دل صاف شفاف آئینہ کی طرح ہے ذرا سے غبار سے دھندلا ہو جاتا ہے گناہ دل کے غبار ہیں اور کفر دل کا زنگ قلب کا قالب سے گہرا تعلق ہوتا ہے جیسا جڑ کا شاخوں سے اس لئے گناہ جسم کرتا ہے اور سیاہ دل ہوتا ہے دیکھو غم و فکر دل کو ہوتا ہے اور جسم دبلا و پیلا پڑ جاتا ہے جسم کو صاف رکھنے غسل کرانے اچھی ہوا دینے سے دل کو شفاء ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح گناہ آہستگی سے دل کو میلا کرتے ہیں ایسے ہی توبہ اور نیک اعمال بہت آہستگی سے میلے دل کو صاف کرتے ہیں مگر نبی کی عداوت یکدم شفاف دل کو میلا نہیں بلکہ زنگ آلود کر دیتی ہے۔

جیسے شیطان کا حال ہوا کہ لاکھوں سال کی عبادت ایک سیکنڈ میں برباد ہو کر اس کا دل ناقابل علاج زنگ آلود ہو گیا اور مقبول بندے کی نگاہ کرم ایک آن میں زنگ آلود دل کو صاف کر کے اس پر پالش کر دیتی ہے موسی کی نظر سے برسوں کے مجرم جادوگر مؤمن صحابی صابر اور شہید ہو گئے حضور غوث پاک کی ایک نظر سے چور قطب ہو گئے۔

قال ان تدعو لله ندا وهو خلق: کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا۔

شرک کی تعریف اور اس کی اقسام: شرک یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو لائق عبادت جاننا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

شرک کا حکم: شرک کفر کی بدترین قسم ہے لہذا مشرک کی کوئی بخشش نہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

شرک کی اقسام: شرک کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ شرک فی الذات ۲۔ شرک فی الصفات۔

۱۔ شرک فی الذات: یعنی اللہ تعالی کی ذات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا مطلب یہ کہ جیسے اللہ تعالی کی ذات واجب الوجود ہے ایسا کسی کو واجب الوجود جاننا شرک فی الذات ہے۔

واجب الوجود کی تعریف: اس ذات کو کہتے ہیں جو اپنے موجود ہونے میں کسی دوسرے کی محتاج نہ ہو اور نہ ہی اس کی ابتداء ہو اور نہ انتہاء جیسے اللہ تعالی کی ذات پاک اللہ تعالی کے سوا ہر مخلوق اپنے وجود میں اللہ کی محتاج ہے اور ہر مخلوق کی ابتداء بھی ہے اور انتہاء بھی۔

قدیم کی تعریف: ایسی ذات جس کی نہ کوئی ابتداء ہو اور نہ انتہاء ازل سے ابد تک رہے جیسے اللہ تعالی۔

حادث کی تعریف: ایسی ذات کہ جس کی کوئی ابتداء بھی ہو اور انتہاء بھی۔ جیسے مخلوق۔

۲۔ شرک فی الصفات: اللہ تعالی کی صفات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا یعنی جس طرح اللہ کی صفات قدیم ہیں اس طرح کسی دوسرے کی صفات بھی قدیم ہیں اور جیسی اللہ کی صفات ہیں ایسی صفات دوسرے کی بھی ہیں یہ شرک فی الصفات ہے۔

سوال: سمیع و بصیر اور رؤوف و علیم اللہ تعالی کی صفات ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے اگر یہ صفات کسی دوسرے کے لئے ثابت کی جائیں تو کیا یہ شرک ہے؟

جواب: قرآن پاک کی رو سے اللہ تعالی سمیع و بصیر ہے اور انسان بھی سمیع و بصیر ہے اور اللہ تعالی نے سمیع و بصیر کی صفات اپنے لئے بھی بیان فرمائی ہیں اور انسان کے لئے بھی لیکن اللہ تعالی اور انسان کی صفات میں یہ فرق ہے کہ اللہ تعالی کی یہ صفات ذاتی، قدیم اور ازلی و ابدی ہیں اور بندوں کی یہ صفات اللہ تعالی کی محتاج اور اس کی عطا کردہ ہیں اور حادث ہیں اسی طرح علیم و رؤوف ہونا اللہ تعالی کی صفات ہیں لیکن قرآن پاک میں انبیاء کے لئے بھی یہ صفات بیان ہوئی ہیں لہذا فرق یہ ہوگا کہ اللہ تعالی کی یہ صفات ذاتی، ازلی و ابدی ہیں اور انبیاء و بندوں کی یہ صفات عطائی اور حادث ہیں لہذا اس فرق کے بعد اب یہ شرک نہ رہا۔

ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك: فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے یعنی رزق کی تنگی کا خوف۔

مروجہ منصوبہ بندی کا حکم: رزق کی تنگی کے خوف سے اولاد کا قتل کرنا بہت بڑا ظلم ہے اور مروجہ منصوبہ بندی میں بھی رزق کی تنگی کے خوف سے اولاد کی پیدائش کو روکا جاتا ہے لہذا یہ جائز نہیں۔

قال ان تزني حليلة جارك: فرمایا یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

زنا ہر حال میں بہت برا ہے لیکن پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا ظلم در ظلم ہے کیونکہ پڑوسی عموما ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں اور ہر پڑوسی اپنے پڑوسی کی عزت و آبرو کو اپنی عزت سمجھتا ہے دوسرا یہ کہ اسلام میں پڑوسیوں کے بہت زیادہ حقوق بیان کئے گئے ہیں لہذا حدیث میں پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا زیادہ قابل مذمت اور سخت ترین جرم ہے۔ یہاں پر ہم زنا کے بارے مزید شرعی احکام بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں زنا کی مذمت اس طرح بیان ہوئی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اس کے سر پر شامیانہ کی طرح ہو جاتا ہے پھر جب بندہ اس عمل بد سے الگ ہو جاتا ہے تو اس کی طرف واپس لوٹ آتا ہے۔

زنا کا انجام اور حشر میں زانی کی ہر چیز گواہی دے گی: روایت میں ہے کہ زانی قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کی شرم گاہوں پر آگ دہکتی ہوگی ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھے ہوں گے ان کی شرم گاہوں کو وسیع کردیا جائے گا جس سے ان کی شرم گاہوں سے نہایت ہی سخت بدبودار آگ کی بھاپ نکلے گی آواز آئے گی یہ ان زانیوں کی شرم گاہوں کی بدبو ہے جنہوں نے زنا کرنے کے بعد توبہ نہیں کی تھی تم سب ان پر لعنت کرو جیسا کہ اللہ نے ان پر لعنت کی۔ ایک روایت میں ہے کہ زانی نے اگر شادی شدہ عورت سے زنا کیا تو زانی کی ساری نیکیاں اس کے شوہر کے نام کردی جائیں گی اور شوہر کے سارے گناہ زانی کے نام کردئے جائیں گے۔ تنبیہ الغافلین ص ۲۵۴

زانی سے جب زنا کے بارے میں حساب ہوگا تو وہ جرات کرکے زنا سے انکار کردے گا تو اللہ تعالی اس کی زبان کو حکم دے گا گونگی ہوجا پس وہ گونگی ہوجائے گی تو اس وقت بدن کے دیگر اعضاء بولنا شروع کردیں گے ہاتھ کہے گا الہی میں نے حرام کو چھوا تھا آنکھ کہے گی میں نے حرام کی طرف دیکھا تھا پاؤں کہیں گے ہم حرام کی طرف چلے تھے شرم گاہ کہے گی میں نے حرام فعل کیا تھا محافظ فرشتہ کہے گا میں نے سنا تھا دوسرا فرشتہ کہے گا میں نے لکھا تھا زمین کہے گی میں نے دیکھا تھا تو اللہ تعالی فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم مجھے تیری حرام کاری کا علم تھا اس کے باوجود میں نے تیری پردہ پوشی فرمائی لیکن تو پھر بھی اس سے باز نہ آیا پھر حکم دے گا اے فرشتو اسے نار جہنم میں ڈال دو اور اس کو میری ناراضگی کا مزہ چکھادو جس نے بے حیائی کی اس پر میرا غضب انتہائی سخت ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد ہماری جانب متوجہ ہوکر فرمایا آج رات میں نے دیکھا کہ میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے زمین مقدس کی طرف لے گئے ہم ایک تنور کی مثل گڑھے کے پاس پہنچے جس کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا اس میں آگ بھڑک رہی تھی اور اس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ تھیں جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں اور جب شعلے کم ہوجاتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے ان دونوں نے جواب دیا یہ لوگ زنا کرنے والے ہیں۔ مکاشفۃ القلوب ص ۱۸۶

(حدیث:۴۶)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْكَبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ.

• بخاری، مسلم: ۶۶۷۵_۲۶۱

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، جان کا قتل کرنا، جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہیں۔

الاشراك بالله: اللہ کے ساتھ شریک کرنا:

شرک کی تعریف: شرک یہ ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو لائق عبادت جاننا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

شرک کا حکم: شرک کفر کی بدترین قسم ہے لہذا مشرک کی کوئی بخشش نہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

شرک کی اقسام: شرک کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ شرک فی الذات ۲۔ شرک فی الصفات۔

ا۔ شرک فی الذات: یعنی اللہ تعالی کی ذات میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا مطلب یہ کہ جیسے اللہ تعالی کی ذات واجب الوجود ہے ایسا کسی کو واجب الوجود جاننا شرک فی الذات ہے۔

توحید کی تعریف اور اس کی اقسام: توحید کا لغوی معنی ہے ایک ماننا اور شرعی معنی ہے جو چیز اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے اس میں اللہ تعالی کو ایک اور واحد ماننا واجب ہے اسکے ساتھ کسی کو شریک کرنا جائز نہیں اسے توحید کہتے ہیں۔ ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفات کو قدیم اور واجب الوجود ماننا توحید کہلاتا ہے۔

توحید کی اقسام: توحید کی تین قسمیں ہیں۔

توحید ربوبیت: اللہ تعالی کا خلق اور ملک اور تدبیر کے لحاظ سے منفرد یعنی ایک ہونا پس ہم سب پر لازم ہے کہ ہم اللہ پر اس طرح ایمان لائیں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی خالق نہیں، اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، اور اللہ کے سوا کوئی تدبیر کرنے والا نہیں ہے۔

توحید اسماء وصفات: اس کا معنی کہ اللہ تعالی اپنے اسماء اور صفات میں منفرد ہے پس ہم پر لازم ہے کہ ایمان لائیں کہ جیسی اللہ کی صفات ہیں ایسی کسی کی نہیں مثلا اللہ تعالی کا بھی ہاتھ ہے اور مخلوق کا بھی ہاتھ ہے لیکن ہم پر واجب ہے کہ ہم اللہ تعالی کے ہاتھ کی توحید بیان کریں کہ اسکا ہاتھ ایسا ہے جو مخلوق میں سے کسی کے ہاتھ کے مشابہ نہیں ہے کیوں کہ اگر تم نے اللہ تعالی کے ہاتھ کو مخلوق کے ہاتھ کی مثل قرار دیا تم مشرک ہوجاؤ گے اسی طرح کسی انسان کا نام خالد ہے لیکن بہر حال وہ مرے گا اور اللہ تعالی خالد ہے اور اس کو کبھی موت نہیں آئے گی اسی طرح کبھی مخلوق کا نام عزیز ہوتا ہے لیکن اس کے لیے کوئی عزت اور غلبہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالی عزیز ہے اور اس کے لیئے دائمی عزت ہے اور غلبہ ہے جیسا وہ سمیع وعلیم ایسا کوئی سمیع وعلیم نہیں۔

توحید الوہیت یا توحید عبادت: توحید الوہیت کا معنی ہے اللہ معبود ہونے میں منفرد ہے یعنی اللہ کے غیر کی عبادت نہیں کی جائے گی خواہ اللہ تعالی کا غیر فرشتہ ہو یا رسول ہو یا اللہ کا ولی ہو یا کوئی نیک بندہ ہو یا بادشاہ ہو یا ماں ہو یا باپ ہو یا کوئی بھی ہو اللہ تعالی کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی جائے گی اللہ تعالی معبود ہونے میں واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

توحید ربوبیت کو مشرکین بھی مانتے تھے وہ کہتے تھے کہ اس کائنات کا رب واحد ہے لیکن توحید الوہیت میں ان کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاف تھا اور وہ یہ اقرار کرتے تھے کہ کائنات کا رب واحد ہے اور وہ اللہ تعالی ہے اس کے باوجود وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے خواہ بت معین ہوں جیسے لات، عزی، منات اور ہبل وغیرہ یا غیر معین ہوں جیسے انہوں نے پتھروں سے نیک بندوں کی صورتیں تراش لیتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ان کی عبادت ان کو اللہ کے قریب کردے گی اور یہ بت ان کی اللہ کے پاس شفاعت کریں گے۔

امت موسی اور امت مصطفی کے عقیدہ توحید کا موازنہ: اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو بے شمار انعامات سے نوازہ جب یہ لوگ فرعون کے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے تو اللہ تعالی نے حضرت موسی کی صورت میں ان کے لئے نجات دہندہ بھیجا انہوں نے اپنی آنکھوں سے سمندر میں اپنے لئے راستے بنتے دیکھے، فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی آنکھوں کے سامنے

غرق ہوتے دیکھا ویرانوں میں ان کے لئے بادل کا سایہ کیا جاتا اور انہیں آسمان سے جنت کے کھانے من وسلوی بھیجے جاتے تھے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد ان کا عقیدہ توحید اتنا پختہ ہو جاتا کہ ان کے جسم کے ٹکڑے بھی کر دیئے جاتے تو خون کے قطرے قطرے سے توحید کی صدائیں بلند ہوتیں اور ان کے لاشے بھی توحید کی گواہی دیتے لیکن ان کا عقیدہ توحید اتنا کمزور تھا کہ حضرت موسیٰ صرف چالیس دن کے لئے کوہ طور پر کتاب لینے گئے تو انہوں نے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور عقیدہ توحید کو بھلا بیٹھے۔ جب کہ اس کے برعکس امت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ توحید کا عالم یہ ہے کہ آج اگر سارا عالم کفر بھی کسی ایک مسلمان کو یہ کہنے پر مجبور کرے کہ ہم تمہیں دنیا جہان کی ساری دولت دیتے ہیں سارے خزانے تیرے قدموں پر ڈھیر کر دیتے ہیں بس تو نے صرف یہ کرنا ہے کہ اس بت کے سامنے صرف ایک بار سجدہ کرنا ہے اس سے زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں خدا کی عزت کی قسم حضور کا امتی چاہے جتنے بڑے پاپ کر لے کتنا ہی فاسق وفاجر کیوں نہ ہو وہ عقیدہ توحید پر کمپرومائز نہیں کرے گا وہ سارے جہاں کی دولت کو پاؤں کی جوتی کی نوک پر تو مار سکتا ہے لیکن کسی بت کے آگے جھک نہیں سکتا اور عقیدہ توحید پر کسی صورت سودے بازی نہیں کر سکتا۔

وعقوق الوالدین: ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

اللہ کی عبادت کے بعد والدین کا ذکر کیوں؟ قرآن اور احادیث میں جہاں بھی اللہ نے اپنے حقوق کا ذکر فرمایا وہاں والدین کا تذکرہ بھی کیا جیسا کہ مذکورہ حدیث میں اپنے ذکر کے بعد والدین کا ذکر کیا یاد رکھیں مخلوق میں جتنی نعمتیں اور احسانات والدین کی اولاد پر ہیں اتنی نعمتیں اور احسانات اور کسی کے نہیں ہیں۔ قرآن وحدیث میں اللہ تعالی کی نعمتوں کے شکر کے بعد انسان پر اگر کسی کی نعمتوں اور احسانات کے شکر کا حق ہے تو وہ اس کے ماں باپ کا ہے جس طرح اللہ تعالی انسان کا حقیقی مربی ہے تو ظاہری طور پر اس کے ماں باپ اس کے مربی ہیں، جس طرح اللہ تعالی انسان کی برائیوں کے باوجود اس سے اپنی نعمتوں کا سلسلہ منقطع نہیں کرتا اسی طرح اس کے ماں باپ بھی اس کی غلط کاریوں اور نالائقیوں کے باوجود اس پر اپنے احسانات کو کم نہیں کرتے، جس طرح اللہ تعالی اپنے انعامات کا بندے سے کوئی عوض طلب نہیں کرتا اسی طرح ماں باپ بھی اولاد پر اپنے احسانات کا عوض طلب نہیں کرتے، جس طرح اللہ تعالی بندوں پر احسان کرنے سے نہیں اکتاتا اسی طرح ماں باپ بھی اولاد پر احسان کرنے سے نہیں اکتاتے، جس طرح اللہ تعالی بندوں سے غلط راستوں پر بھٹکنے اور برائیوں سے بچانے کے لئے ان کی سرزنش کرتا ہے اسی طرح ماں باپ بھی اولاد کو بری راہوں سے بچانے کے لئے سرزنش کرتے ہیں ان وجوہ کی بنا پر اللہ تعالی نے اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔

ماں کی بددعا کا وبال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جریر ایک عبادت گزار شخص تھا اس نے ایک معبد بنایا جس وقت وہ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں آئی اور کہا اے جریر اس نے دل میں کہا اے میرے رب ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور اس کی ماں واپس چلی گئی دوسرے دن وہ پھر اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا اے جریر اس نے دل میں کہا اے میرے رب ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور ماں واپس چلی گئی اگلے روز ماں پھر اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا اے جریج! جریج نے پھر دل میں کہا کہ ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز وہ نماز پڑھتا رہا اس کی ماں نے بددعا کی اے اللہ جب

تک یہ فاحشہ عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لے اس پر موت طاری نہ کرنا بنو اسرائیل جریج اور اس کی عبادت کا بہت چرچا کرتے تھے بنی اسرائیل کی ایک حسین عورت تھی اس نے کہا اگر تم چاہو تو میں جریج کو فتنہ میں مبتلا کر دوں وہ عورت جریج کے پاس گئی جریج نے اس کی طرف توجہ نہ کی ایک چرواہا جریج کے معبد میں رہتا تھا اس عورت نے اس چرواہے کو اپنے نفس کی دعوت دی چرواہے نے اس سے اپنی خواہش پوری کی وہ عورت حاملہ ہو گئی جب اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا یہ جریج کا بچہ ہے لوگ آئے اور انہوں نے جریج کو معبد سے اتارا اور معبد کو گرا دیا لوگوں نے جریج کو مارنا شروع کر دیا جریج نے پوچھا تمہارے اس ہنگامے کا سبب کیا ہے لوگوں نے کہا تم نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور تم سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے جریج نے پوچھا وہ بچہ کہاں ہے لوگ اس بچہ کو لے کر آئے جریج نے کہا ٹھہرو مجھے نماز پڑھنے دو اس نے نماز پڑھی پھر فارغ ہو کر بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ پر انگلی چبھو کر کہا اے بچہ تیرا باپ کون ہے اس نے کہا فلاں چرواہا پھر لوگ جریج کی طرف مڑے اس کو بوسے دینے لگے اور حصول برکت کے لئے اسے چھونے لگے اور کہا ہم آپ کے لئے سونے کا معبد بنا دیتے ہیں جریج نے کہا نہیں تم اس کو اسی طرح مٹی کا ہی بنا دو۔ اور گویا جریر نے لوگوں کو پیغام دیا کہ اپنی ماں کی بددعا سے بچنا۔ حضرت جریج کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا بہت اہم حکم ہے اور ماں کا حق بہت موکد ہے اور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ کیمیائے سعادت ص ۲۸۵

والدین کی نافرمانی کب گناہ ہے؟ یاد رہے کہ ماں اور باپ کی نافرمانی اس وقت گناہ ہے جب وہ کسی ایسی چیز کا حکم نہ دیں جو شریعت کے خلاف ہو اور اگر وہ کسی ایسے کام کا حکم دیں جو شریعت کے خلاف ہو تو اس وقت ان کی اطاعت حرام ہے مثلاً والدین کہتے ہیں بہن سے نہیں ملنے جانا، ماموں سے بول چال ختم کر دو وغیرہ وغیرہ لیکن اس صورت میں بھی ان کے ساتھ نرمی اور حسن اخلاق سے پیش آنا چاہئے اور ان کو شرعی احکام کی اہمیت سمجھانا چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے والدین کو گالی دی اس کے سر پر جہنم میں اس قدر آگ کے انگارے برسیں گے جس قدر آسمان سے زمین پر بارش کے قطرے برستے ہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں ایک رات میں قبرستان میں داخل ہوا میں نے ایک قبر دیکھی جس سے دھواں نکل رہا تھا پھر کیا دیکھتا ہوں کہ قبر شق ہوئی اور اس سے ایک سیاہ فام فرشتہ نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہے اور وہ اس سے ایک گدھے کے سر پر ضربیں لگا رہا ہے اور وہ گدھا رینگتا ہے پھر وہ گدھا آگ کی زنجیروں میں جکڑا ہوا قبر سے باہر آ گیا عذاب کے فرشتے نے اس کو قبر میں دھکیل دیا اور خود بھی اس کے پیچھے قبر میں داخل ہو گیا اور قبر بند ہو گئی مجھے بہت بڑا تعجب ہوا اور میں سوچ میں پڑ گیا پھر ایک عورت سے میری ملاقات ہوئی میں نے اس واقعہ کے متعلق اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا یہ شخص زنا کرتا اور شراب پیتا تھا اس کی ماں جب اسے سمجھاتی تو یہ اس سے جھگڑتا اور کہتا گدھے کی طرح چیختی رہو جب یہ مر گیا تو اللہ تبارک وتعالی نے قبر میں اسے گدھا بنا دیا اور اب ہر رات عذاب کا فرشتہ اسے قبر سے نکالتا ہے اور مارتے ہوئے کہتا ہے اے گدھے رینگ یعنی گدھے کی طرح چیخ پھر اسے زنجیروں سے گھسیٹتے ہوئے قبر میں دھکیل دیتا ہے اور قبر بدستور بند ہو جاتی ہے۔ عیون الحکایات

پیدائش کے پہلے جھٹکے کا بھی حق ادا نہیں ہوا: روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں میرا گزر ایسے گرم پتھروں کے اوپر سے ہوا کہ اگر گوشت کا ٹکڑا بھی ان پر رکھ دیا جاتا تو وہ

کباب ہو جاتا اور اسی راستے پر میں نے اپنی ماں کو کندھوں پر اٹھا کر چھ میل کا سفر طے کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا۔ تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تو نے ابھی تک اپنی ماں کے درد کے اس پہلے جھٹکے کا بھی حق ادا نہیں کیا جو تیری پیدائش کے وقت اسے ہوا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ شائد ایک جھٹکے کا حق ادا ہوا ہو۔ معجم صغیر للطبرانی ص ۹۲ جز اول

ناحق کسی انسان کو قتل کر دینے کا وبال: و قتل النفس: جان کا قتل کرنا۔ کسی انسان کا ناحق قتل دین اسلام میں جرم عظیم ہے قرآن پاک میں ہے

جس نے کسی ایک انسان کو ناحق قتل کر دیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا۔ البقرہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے خون ناحق کے بارے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا دوسری جگہ فرمایا مسلمان اپنے دین کی وجہ سے کشادگی میں رہتا ہے جب تو کوئی ناحق قتل نہ کر دے۔ صحیح مسلم

ایک جگہ فرمایا جس نے کسی ذمی کافر کو قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پا سکے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پہنچتی ہے ایک حدیث میں ہے بے شک دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ پر آسان ہے ایک مرد مسلمان کے قتل سے اگر آسمان اور زمین والے ایک مرد مومن کے خون میں شریک ہو جائیں تو سب کو اللہ تعالیٰ جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔ صحیح بخاری

قتل کی تعریف اور اس کی اقسام: ایسا فعل کرنا کہ جس کے سبب دوسرے کی روح جسم سے نکل جائے قتل کہلاتا ہے قتل کی پانچ اقسام ہیں ا۔ قتل عمد ۲۔ قتل شبہ عمد ۳۔ قتل خطا ۴۔ قتل قائم مقام خطا ۵۔ قتل بالسبب۔

ا۔ قتل عمد: ایسا قتل جس میں روح نکالنے کے لئے کسی ایسے ہتھیار سے ضرب لگائے جو کاٹے اور زخم لگائے قتل عمد کہلاتا ہے

حکم: اس قتل میں آخرت میں عذاب اور دنیا میں قصاص ہے اور اگر ورثاء دیت پر راضی ہو جائیں تو پھر قصاص نہیں۔

قصاص: جان کے بدلے جان کو قصاص کہتے ہیں۔

دیت: دیت اس مال کو کہتے ہیں جو قاتل کی طرف سے مقتول کے ورثا کو دی جائے گی اور اس کے ورثا پر دیت کی صورت میں دس ہزار درہم یا سو اونٹ واجب ہوں گے اور یہ ادائیگی قسطوں میں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ آج کے دور کے مطابق دس ہزار درہم کی قیمت ۲۲ لاکھ اور کچھ ہزار تقریباً بنتی ہے۔ یاد رہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہو گی۔

کفارہ: ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔

۲۔ قتل شبہ عمد: وہ قتل جس میں فقط کوڑے، لاٹھی یا ہاتھ وغیرہ سے ضرب لگائے لیکن مار دینے کا ارادہ نہ ہو اور بندہ مر جائے قتل شبہ عمد کہلاتا ہے۔

حکم: فاعل گناہ گار ہوگا اور دیت و کفارہ ادا کرے گا لیکن اس میں قصاص نہیں ہوگا۔

۳۔ قتل خطا: جس کو قتل کرنا چاہتا تھا اس کی بجائے کوئی اور قتل ہو جائے مثلاً کسی شخص کو کافر سمجھ کر قتل کیا مگر حقیقت میں وہ مسلمان تھا یا کسی جانور کو نشانہ بنانا چاہتا تھا لیکن تیر یا گولی کسی مسلمان کو لگ گئی اور وہ مر گیا۔

حکم: قتل خطا میں قصاص واجب نہیں ہوتا اور نہ ہی اخروی سزا ہے لیکن اس میں دیت واجب ہو گی۔

۴۔ قتل قائم مقام خطا: کوئی شخص نیند میں کسی دوسرے پر گر پڑا اور وہ اس کے گرنے سے مر گیا یا نادانستہ طور پر دوسرے کو دھکا لگ گیا اور وہ کسی سخت یا نوک دار چیز پر گر کر مر گیا قتل قائم مقام خطا کہلاتا ہے۔

حکم: قاتل پر دیت واجب ہو گی لیکن کفارہ اور قصاص نہیں ہوگا۔

۵۔ قتل بالسبب: کسی نے راستے میں کنواں کھدوایا یا راستے پر پتھر رکھ دیئے اور کوئی اس کنویں میں گر ا یا پتھر سے ٹھوکر لگ گئی اور مر گیا قتل بالسبب کہلاتا ہے۔

حکم: اس میں بھی فقط دیت ہے قصاص یا کفارہ نہیں۔

والیمین الغموس: جھوٹی قسم کھانا۔

قسم کی تعریف: جب کسی چیز کا وجود اپنے اوپر لازم کرنا ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ پختہ کرنا قسم کہلاتا ہے یا اللہ کے نام کے ساتھ اپنی بات کو پختہ کرنا قسم کہلاتا ہے۔

قسم کی اقسام: قسم کی تین قسمیں ہیں۔ ا۔ غموس ۲۔ لغو ۳۔ منعقدہ۔

ا۔ قسم غموس: جان بوجھ کر کسی گزشتہ چیز کی قسم کھائی مثلاً کہا کہ خدا کی قسم فلاں بندے نے کھانا کھا لیا ہے لیکن اس نے ابھی کھانا نہیں کھایا اور یہ جانتا تھا کہ اس نے کھانا نہیں کھایا ایسی قسم کو غموس کہتے ہیں۔

حکم: قسم غموس میں سخت گناہ گار ہوگا اور توبہ واستغفار کرے گا لیکن اس قسم پر کفارہ نہیں۔

۲۔ قسم لغو: وہ قسم کہ کوئی شخص اپنے خیال میں تو سچی قسم کھائے لیکن حقیقت میں وہ جھوٹی تھی مثلاً ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم سے کہا کہ زید مدرسہ میں آیا ہے دوسرے نے زید کی عدم موجودگی کا ظن غالب کا گمان کر کے کہا خدا کی قسم وہ نہیں آیا حالانکہ زید آ چکا تھا اس قسم کو لغو کہتے ہیں۔

حکم: اس قسم کا نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔

۳۔ قسم منعقدہ: کسی نے زمانہ مستقبل کی قسم کھائی مثلاً کہا خدا کی قسم کل روزہ رکھوں گا اس کو منعقدہ کہتے ہیں۔

حکم: اس قسم سے فوراً حکم ثابت ہو جاتا ہے لہذا اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے اگر توڑے گا تو کفارہ ادا کرنا ہوگا اور وہ تین روزے ہیں۔

قسم منعقدہ کی اقسام: اس کی تین قسمیں ہیں ا۔ یمین فور ۲۔ یمین مرسل۔ ۳۔ یمین موقت۔

ا۔ یمین فور: اگر کسی خاص وجہ سے یا کسی بات کے جواب میں قسم کھائی جس سے اس کام کا فوراً کرنا یا فوراً نہ کرنا سمجھا جائے تو اس قسم کو یمین فور کہتے ہیں۔

حکم: ایسی قسم میں اگر فوراً وہ بات ہو گئی تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر کچھ دیر کے بعد ہو تو اس کا کچھ اثر نہیں۔ مثلاً اس کو کسی نے ناشتا کے لئے کہا کہ میرے ساتھ ناشتا کر لو اس نے کہا خدا کی قسم ناشتا نہیں کروں گا اس کے ساتھ ناشتا نہ کیا تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ

گھر جا کر اسی روز ناشتا کرلیا ہو۔

۲۔ یمین مرسل: اگر قسم میں کوئی وقت مقرر نہیں کیا اور قرینے سے فوراً کرنا یا نہ کرنا نہ سمجھا جائے تو اس قسم کو یمین مرسل کہتے ہیں۔

حکم: قسم کھائی کہ فلاں کو ماروں گا اور نہ مارا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک مر گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور جب تک دونوں زندہ ہیں تو اگرچہ نہ مارا قسم نہیں ٹوٹی۔

۳۔ یمین موقت: وہ قسم کہ جس کے لئے کوئی وقت مثلاً ایک دن یا دو دن یا کم و بیش مقرر کر دیا ہو یہ قسم یمین موقت کہلاتی ہے

حکم: اگر وقت معین کے اندر قسم کے خلاف کرلیا تو ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔ مثلاً قسم کھائی کہ اس گھڑے میں جو پانی ہے اسے آج پیوں گا اور آج نہ پیا تو قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ دینا ہوگا اور اگر آج پی لیا تو قسم پوری ہوگئی۔

قسم کی تقسیم ۲: قسم کی پھر دو ۲ قسمیں ہیں۔ اللہ تعالی کی قسم ۲۔ غیر اللہ کی قسم۔

اللہ کی قسم: اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفات کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہوتی ہے، مثلاً اللہ کی قسم، خدا کی قسم، قرآن کی قسم اللہ کی وحدانیت کی قسم وغیرہ۔

غیر اللہ کی قسم: غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی ۔ اور نہ ہی اس کے توڑنے پر کفارہ ہے مثلاً رسول کی قسم کعبہ کی قسم ماں باپ کی قسم وغیرہ۔

(حدیث:۴۷)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ (ص: 23) إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو عرض کی گئی وہ کیا ہیں یارسول اللہ ﷺ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک، جادو کرنا، ناحق قتل کر دینا جس کو اللہ نے حرام کر دیا سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا، پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

بخاری، مسلم: ۲۷۶۶۔۲۶۲

شرک سے بچو: اس کی شرح سابق حدیث میں ہوچکی

جادو کی تعریف اور اس کا حکم:

جادو کرنے سے بچو: ایسا عجیب و غریب فعل جو عام عادت و معمول اور عقل کے خلاف ہو سحر یعنی جادو کہلاتا ہے ایک تعریف یوں بھی کی گئی ہے کہ کسی خبیث اور بدکار شخص کے مخصوص عمل کے ذریعہ کوئی غیر معمولی اور عام عادت کے خلاف کام یا چیز صادر ہو جادو کہلاتا ہے۔

جادو کے حصول کے طریقے: جادو کا حصول تین مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔

۱۔ بعض اوقات یہ اقوال خبیثہ مثلاً کلمات شرکیہ اور شیطان کی تعریف سے حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ بعض اوقات اس کا حصول افعال خبیثہ مثلاً مختلف قسم کے گناہوں کے ذریعے ہوتا ہے۔

۳۔ اور کبھی یہ عقائد خبیثہ مثلاً شیطان کی عبادت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

جادو کا حکم: اس کے حکم کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ ایسا جادو جس میں کفر کا دخل ہو وہ بلاشک و شبہ کفر ہے۔ ۲۔ اور اگر وہ کفریہ کلمات پر مشتمل نہ ہو تب بھی جادو حرام ہے۔

۳۔ مخلوق خدا سے ضرر و نقصان کو دور کرنے کے لئے یا جادوگروں کے شر سے بچانے کے لئے یا ان کا توڑ کرنے کے لئے جادو سیکھنا جائز ہے

کسی انسان کو ناحق قتل کرنے سے بچو: قتل کی شرح پچھلی حدیث میں گزر چکی۔

سودخوری سے بچو: ایک دوسری حدیث پاک میں بیان ہوا

فرمایا سود کھانے والے کھلانے والے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔

سود کا غبار سب کو پہنچے گا: فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جبکہ سود کھائے بغیر کوئی نہ رہے گا اگر سود نہ بھی کھائے تو اسے سود کا اثر ضرور پہنچے گا یعنی اس کا غبار ضرور پہنچے گا۔ اس طرح کہ سود کا رواج عام ہو جائے گا اور ہر شخص بلاواسطہ یا بالواسطہ کبھی نہ کبھی سود ضرور لے گا جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کوئی کاروبار بینک کے بغیر نہیں چلتا اور کوئی بینک بغیر سود کے لین دین نہیں کرتا اب اس سودی پیسہ سے جو کاروبار ہوگا اس میں سود ضرور شامل ہوگا بعض لوگ سود لیں گے بعض دیں گے بعض سود کی گواہی تحریر کریں گے بعض لوگ سودی لوگوں کے گھر دعوت کھائیں گے بعض دینی لوگ ان سے دینی کاموں کے لئے چندہ لیں گے بہر حال یہ سودی پیسہ کسی نہ کسی ذریعہ ضرور پہنچے گا۔

سود لینا گناہ کبیرہ ہے یا سود دینا: اس حدیث پاک میں بیان ہوا کہ سود کھانے سے بچو اس لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ سود کھانا یعنی سود لینا گناہ کبیرہ ہے سود دینا بھی اگرچہ ممنوع ہے لیکن گناہ کبیرہ نہیں۔

مال کی حرص اور عمر کی حرص ختم نہیں ہوتی:

یتیم کا مال کھانے سے بچو: یتیم چونکہ رحم اور ہمدردی کے زیادہ قابل ہے اس لئے اس کا مال کھانا ظلم اور بدترین گناہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسان بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں مال کی حرص اور عمر کی حرص۔ ایک اور جگہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا اگر انسان کے پاس مال کے دو جنگل ہوں تو وہ تیسرا بھی تلاش کرے انسان کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی، فرمایا جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا تو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا۔ ارشاد فرمایا دو بھوکے بھیڑئے بکریوں کا اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور عزت کی حرص بندے کے دین میں نقصان کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کے مال صرف تین ہیں جو کھا کر ختم کردے پہن کر گلا دے یا دے تو جمع کردے اور جو ان کے علاوہ ہے وہ تو وارثوں کے لئے چھوڑ کر جانے والا ہے۔ فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ کیا آگے بھیجا اور انسان کہتے ہیں کہ پیچھے کیا چھوڑا۔

دنیا کی عزت مال سے آخرت کی اعمال سے: دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی عزت نیک اعمال سے دنیا کی عزت عارضی اور فانی ہے اور آخرت کی عزت ہمیشہ اور باقی ہے فانی عزت بے کار ہے باقی عزت مفید عقلمند وہی ہے جو بیکار چھوڑ کر مفید اختیار کرے عارضی چھوڑ کر باقی اختیار کرے۔ دولت سانپ ہے اور دین اس کا تریاق جس کے پاس دین ہو اس کے لئے دولت مفید ہے بے دین کی دولت ہلاکت کا سبب ہے۔ مال اچھے راستہ سے آئے اچھے راستہ سے جائے اگر چھت کا پانی پرنالے سے نہ نکالا جائے تو چھت پھاڑ کر گرا دیتا ہے۔

جہاد میں پیٹھ دکھانے سے بچو: جہاد کے میدان میں کفار کا مقابلہ کرنے کی بجائے بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھاگ جانا گناہ کبیرہ ہے کہ یہ مجاہدین کو کمزور کرنا اور ان کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے اور اس میں اسلام کی تذلیل بھی ہے لیکن اگر کفار کا دباؤ بڑھ جائے اور جگہ چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑے تو حکمت عملی کے تحت یا جنگی تدبیر کی وجہ سے جگہ کو چھوڑ دے اور تھوڑا پیچھے ہٹ جانے میں حرج نہیں لیکن پھر بھی ایسے موقع پر ڈٹ کر مقابلہ کرے اور شہید ہوجائے کہ یہ افضل ہے۔

پاک دامن عورت پر زناء کی تہمت لگانے سے بچو: کسی پاک دامن عورت اور خاص طور پر ایسی عورت کہ جو زناء کو جانتی بھی نہیں اور اس کا تصور تک نہیں کرسکتی اس کو زناء کی تہمت لگانے سے بچو۔

کیا آوارہ عورت پر زناء کی تہمت لگانا جائز ہے؟ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا پاک دامن عورت پر زناء کی تہمت لگانے سے بچو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آوارہ عورت پر زناء کی تہمت لگانا جائز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آوارہ اور چالاک عورت پر بھی زناء کی تہمت لگانا گناہ ہے لیکن پاکدامن پر زناء کی تہمت لگانا بہت بڑا گناہ ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں تہمت لگانے والے کو دنیا میں اسی کوڑے کی سزا مقرر ہے اور آخرت میں جہنم کا عذاب الگ ہے۔

جب تک غالب دلیل نہ ملے کسی پر تہمت نہ لگاؤ: شریعت کا حکم ہے کہ جب تک تم کو قوی اور غالب دلیل نہ ملے اپنے مسلمان بھائی یا بہن کے عمل کو اچھے عمل پر محمول کرو مسلمان کی کہی ہوئی بات کا جب تک تم اچھا محمل نکال سکتے ہو اس کو برے محمل پر محمول نہ کرو جو شخص ان کاموں میں مشغول رہتا ہے جن پر تہمت لگائی جاتی ہے وہ بعد میں اپنے علاوہ کسی شخص کو ملامت نہ کرے جو شخص اپنے راز کو مخفی رکھتا ہے خیر اس کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ یاد رکھیں اسلام میں کسی پر بدگمانی کی وجہ سے تہمت لگانا بہت برا ہے اور بدگمانی کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دل کے بھیدوں کو صرف اللہ تعالی جانتا ہے لہذا تمہارے لئے کسی کے بارے میں برا گمان رکھنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ تم اس کی برائی اس طرح ظاہر نہ دیکھو کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہ رہے اسوقت اگر تم نے اس کی برائی کو نہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور نہ ہی کانوں سے سنا مگر پھر بھی تمہارے دل میں اس کے بارے میں برا گمان پیدا ہو تو سمجھ جاؤ کہ یہ بات تمہارے دل میں شیطان نے ڈالی ہے۔ اس وقت تمہیں چاہئے کہ دل میں آنے والے اس گمان کو جھٹلا دو کیونکہ یہ سب سے بڑا فسق ہے۔

بدگمانی کی اقسام: بدگمانی کی دو قسمیں ہیں ۱۔ ناجائز ۲۔ جائز

۱۔ ناجائز: اگر کوئی شخص نیک ہو یعنی اعلانیہ گناہ نہ کرتا ہو تو اس کے متعلق بدگمانی کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ جائز: اور جو اعلانیہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو اور وہ فسق میں مشہور ہو یا کسی قرینہ سے اس کا ایسا ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے بارے میں بدگمانی کرنا جائز ہے۔ مثلاً کسی کو شراب خانے آتے جاتے دیکھ کر اسے شراب خور گمان کیا تو بدگمانی کرنے والے کا قصور نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اپنے آپ کو خود تہمت کے لئے پیش کردے تو وہ اپنے بارے میں بدگمانی کرنے والے کو ملامت نہ کرے۔

(حدیث:۴۸)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يشرب الخمر حِين يشربها وَهُوَ مُؤمن وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا ينتهب نهبة ذات شرف يرفع النَّاس إِلَيْهِ أَبْصَارهم فِيهَا حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَغُلُّ أَحَدُكُمْ حِين يغل وَهُوَ مُؤمن فإياكم إِيَّاكُمْ وَفِي رِوَايَة ابْن عَبَّاس: وَلَا يَقْتُلُ حِينَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ. قَالَ عِكْرِمَةُ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ يُنْزَعُ الْإِيمَانُ مِنْهُ؟ قَالَ: هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ أَخْرَجَهَا فَإِنْ تَابَ عَادَ إِلَيْهِ هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: لَا يَكُونُ هَذَا مُؤْمِنًا تَامًّا وَلَا يَكُونُ لَهُ نُورُ الْإِيمَانِ. مسلم، بخاري:۲۰۷،۲۰۲_۶۸۰۹،۲۴۷۵

ترجمہ: انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایسا نہیں ہوتا کہ زانی زنا کرنے کے وقت مومن ہو اور نہ چور چوری کرنے کے وقت مومن ہوتا ہے اور نہ شرابی شراب پینے کے وقت مومن رہتا ہے اور نہ ڈاکو ڈاکہ ڈالنے کے وقت مومن ہوتا ہے کہ لوگ ترستی نگاہ سے اپنے مال لٹتا ہوا دیکھیں اور نہ خیانت کرنے والا خیانت کے وقت مومن ہو لہذا لوگو ان سے بچو۔

اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ زانی زنا کے وقت، چور چوری کے وقت، شرابی شراب پیتے وقت، ڈاکو ڈاکے کے وقت، خائن خیانت کے وقت، قاتل قتل کے وقت، مومن نہیں رہتا جب تک توبہ نہ کرے، یہاں مندرجہ ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ کیا ایمان میں کمی بیشی ہوسکتی ہے؟ ۲۔ کیا عمل ایمان میں داخل ہیں؟ ۳۔ کیا گناہ کرنے سے بندہ کافر ہوجاتا ہے؟

کیا گناہ کرنے سے بندہ کافر ہوجاتا ہے؟ گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا اس حدیث میں ایمان سے نفس ایمان مراد نہیں ہے بلکہ نور ایمان یا کامل ایمان مراد ہے اور ہم نے پہلے ذکر کردیا ہے کہ اعمال سے ایمان کامل اور ناقص ہوتا ہے یعنی اعمال اچھے ہوں گے تو ایمان کامل اور اگر اعمال برے تو ایمان ناقص ہوگا لیکن نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ واضح طور پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے مرجائے وہ جنتی ہے چاہے زناء کرے یا چوری کرے جیسا کہ سابق حدیث میں گزر چکا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گناہ مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتے۔ یاد رہے کہ نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی یعنی ایمان کی حقیقت میں نہ کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی جس نے توحید و رسالت کا اقرار کرلیا

وہ ایمان والا ہے اسے آدھا یا پونا ایماندار نہیں کہا جائے گا ہاں اعمال کی وجہ سے صفت ایمان یعنی ایمان کی کوالٹی میں کمی
ہوسکتی ہے جیسے ایک بندہ باعمل ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ کامل الایمان ہے اور اگر کوئی بے عمل ہے تو
کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ ناقص الایمان ہے لیکن نفس ایمان میں دونوں برابر ہیں یعنی دونوں ایمان والے ہیں۔
طرح انسان کے اعمال بھی ایمان میں داخل نہیں ہیں یعنی اگر کوئی عمل نہیں کرتا مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو
بے ایمان نہیں کہیں گے نہ ہی وہ اسلام سے خارج ہوگا وہ فاسق تو ہے لیکن پھر بھی ایمان والا ہی ہے۔

(حدیث:۴۹)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ. زَادَ مُسْلِمٌ: وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ. ثُمَّ اتَّفَقَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ-بخاری، مسلم:۳۳-۲۱۳

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں مسلم نے یہ الفاظ بھی زیادہ ... ہیں اگرچہ وہ روزہ رکھے یا نماز پڑھے، پھر اگلے الفاظ میں بخاری اور مسلم ایک ہو گئے ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے ... کرے تو خلاف کرے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔

(حدیث:۵۰)

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ-بخاری، مسلم:۳۴-۶۱۰

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس میں یہ چار باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے ... جس میں ایک بات ہو تو اس میں منافقت کی ایک علامت ... جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو ... کی خلاف ورزی کرے جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔

منافق کی تعریف اور اقسام: اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا: وہ شخص جو ظاہری طور پر ایمان لائے لیکن دل میں کفر رکھے منافق کہلاتا ہے جیسے عبداللہ بن ابی منافق

منافق کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ منافق اعتقادی ۲۔منافق عملی

۱۔ منافق اعتقادی: وہ شخص جو ظاہری طور پر ایمان لائے لیکن دل میں کفر رکھے منافق کہلاتا ہے جیسے عبداللہ بن ابی منافق

حکم: ایسا شخص پکا کافر ہے۔

۲۔منافق عملی: ایسا شخص کہ جو ظاہری اور باطنی طور پر تو مسلمان ہو لیکن اس کے اندر منافقوں والی حرکتیں ہوں مثلاً جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔

حکم: مذکورہ حدیث میں منافق سے مراد منافق عملی ہے ایسا شخص مسلمان ہے لیکن فاسق و فاجر ہے اسے منافق اعتقادی سمجھ کر منافق کہنا کفر ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ آج یا تو مسلمان ہیں یا کافر آج کوئی منافق اعتقادی نہیں یہ حضور نبی کریم ﷺ کے دور میں تھے ہم کسی کو منافق اعتقادی نہیں کہہ سکتے۔

منافق کی علامات کی احادیث میں تعارض: سابقہ حدیث میں منافق کی تین علامات بیان ہوئیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں مسلم نے یہ الفاظ بھی زیادہ کئے ہیں اگرچہ وہ روزہ رکھے یا نماز پڑھے، پھر اگلے الفاظ میں بخاری اور مسلم ایک ہو گئے ہیں کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے وعدہ کرے تو خلاف کرے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔

جب کہ اس حدیث میں منافق کی چار علامات بیان ہوئی ہیں جیسا کہ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس میں یہ چار باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ایک بات ہو تو اس میں منافقت کی ایک علامت ہے جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔ اس تعارض کی تطبیق اس طرح قائم ہوگی۔

منافق کی علامات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: یاد رہے کہ کسی بھی چیز کی بہت سی علامات ہوسکتی ہیں کبھی متکلم تمام علامات بیان کر دیتا ہے اور کبھی بعض بیان کرتا ہے لہذا اس کی دو مختلف بیان کی ہوئی علامات میں کمی بیشی میں کوئی تعارض نہیں ہوتا لہذا حدیث پاک میں تین بھی نفاق کی علامات ہیں اور اس حدیث میں چار بھی نفاق کی علامات ہیں۔

(حدیث:۵۱)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلَى هَذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هَذِهِ مَرَّةً. مسلم:۷۰۴۳

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق اس بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان گھومے کبھی اس بکرے کے پاس پہنچ جائے کبھی دوسرے بکرے کے پاس۔

خدا ایسی شیطانی عبادت سے بچائے:

مثل المنافق کالشاۃ العائرۃ بین الغنمین: دونوں کو راضی کرنے اور دونوں سے لذت اور نفع حاصل کرنے کے لئے جس سے اس کا بچہ ولد نا معلوم ہو خیال رہے کہ کافر و مومن سب کو راضی کرنے کی کوشش میں رہنا خطرناک بیماری ہے جس سے اس کا خود اپنا کوئی دین نہیں رہتا اس لئے یہاں ایسی گندی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو اس بیماری میں آج بہت مسلمان مبتلا ہیں بعض عقل کے اندھے کافر و مومن سب کو خوش کر دینے اور سب سے نفع حاصل کر لینے کو عبادت سمجھتے ہیں خدا ایسی شیطانی عبادت سے بچائے۔

آج لوگ دنیا کی خاطر دین برباد کر لیتے ہیں ہمارے آقا ﷺ نے ایک شخص کا جنازہ اس لئے نہ پڑھا کہ حضرت عثمان کا بغض اپنے دل میں رکھتا تھا اور ہم اسی آقا کے دشمنوں مرزائیوں تک کے جنازے پڑھ رہے ہیں صرف رکھنے کے لئے آج ہمارے ضمیر کا عالم ہے کہ وزیر بننے کے لئے داتا صاحب کی چوکھٹ کو بوسے دیتے ہیں اور وزیر بن کر صاحب بھی حاضری دے لیتے ہیں ہر دیگ کا چمچا بننے کی کوشش کرو گے تو ایمان کا جنازہ نکل جائے گا۔

اپنی قیمت کو مت گھٹاؤ: آگ کے پاس سے گزرو گے تو گرمائش ضرور محسوس کرو گے برف نہ بھی خرید و صرف پاس سے گزر جاؤ ٹھنڈک پہنچ جائے گی عطار کی دکان پر جاؤ عطر نہ بھی خرید و معطر ہو جاؤ گے اور بدبو کو دیکھتے ہی حواس باختہ ہو جاؤ گے اچھا پھل اگر خراب پھل میں ملے گا تو وہ بھی خراب ہو جائے گا دودھ میں پانی ملاؤ گے تو پانی کا کچھ نہیں جائے گا بلکہ اس کی قیمت بڑھ جائے گی اور دودھ کی لسی بن جائے گی جب بھی اعلی شے ادنی سے ملتی ہے تو نقصان اعلی کا ہی ہوتا ہے۔

حضرت نوح کے بیٹے کو دیکھ لو ایمان گیا تو دنیا بھی گئی: بدعقیدہ بدعمل لوگوں کے پاس بیٹھنے سے پہلے حضرت نوح کے بیٹے کے حالات کا جائزہ لے لیا کرو اور نیک لوگوں کی صحبت کا اثر دیکھنا ہے تو اصحاب کہف کے کتے کا ذکر قرآن میں پڑھا کرو۔ ایمان کی حلاوت اگر سینے میں نہ رہی تو ساری دنیا بھی اگر تیرے دامن میں آئے گی تو لذت نصیب نہ ہوگی سکون کی دولت نہ ملے گی اگرچہ ایمان نظر نہیں آتا مگر سب کچھ ہے وہی دیکھتے نہیں ہو، پھل لیتے ہو گٹھلی بھی ہے چھلکا بھی گودا بھی مگر ذائقہ نہ ہو تو کس کام کا کیا اس میں اجزاء کی کمی ہے نہیں نہیں ہاں مگر وہ شے جو نظر نہیں آئی اس میں تو پھل کی ساری قیمت ہے اور وہ ایمان جو نظر نہیں آتا وہی تو سب کچھ ہے پھل کا ذائقہ نہ ہو تو پیسے ضائع گئے ایمان سلامت نہ رہا تو دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد اس لئے ایمان بچانے کے لئے اچھے لوگوں کی صحبت ضروری ہے۔

(حدیث:۵۲)

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ: قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِه اذْهَبْ بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ فَقَالَ صَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ كَانَ لَهُ أَرْبَعَةُ أَعْيُنٍ فَأَتَيَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ لَهُمْ: لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوا بِبَرِيءٍ إِلَى ذِي سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ وَلَا تَسْحَرُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تَوَلَّوا الْفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُودَ أَنْ لَا تَعْتَدُوا فِي السبت. قَالَ فقبلوا يده ورجله فقالا نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تتبعوني قَالُوا إِنَّ دَاوُدَ دَعَا ربه أَنْ لَا يَزَالَ فِي ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ وَإِنَّا نَخَافُ إِنْ تَبِعْنَاكَ أَنْ تَقْتُلَنَا الْيَهُودُ.

نسائی، ترمذی، احمد:۴۰۷۸۔ ۲۷۳۳۔ ۱۸۲۶۲

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی اپنے ساتھی سے بولا مجھے اس نبی کے پاس لے چل ساتھی بولا انہیں نبی نہ کہو اگر انہوں نے سن لیا تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گیں پھر وہ دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اس نے آپ ﷺ سے ۹ واضح نشانیاں پوچھیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، چوری اور زنا نہ کرو، کسی کو ناحق قتل نہ کرو، بے گناہ کو ظالم کے پاس قتل کروانے مت لے جاؤ، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، کسی پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت مت لگاؤ، جنگ کے وقت پیٹھ پھیر کر مت بھاگو اور ہفتے کے دن حد سے تجاوز نہ کرو فرمایا راوی نے کہ اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔

قبلوا یدیه فی رجلیه و قالوا نشهد انك نبی: حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے نو نشانیاں بیان کیں جن کی تفصیلی گفتگو سابق میں ہو چکی لیکن یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ سائلین نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا صالحین کے ہاتھ اور پاؤں اور ان کی علامات کو بوسہ دینے میں بعض لوگ شدت کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں لہذا یہاں بوسہ کے بارے میں ہم تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیائ، علماء و صالحین اور کسی بھی دیندار، قابل تعظیم شخصیت کی دست بوسی اور قدم بوسی کرنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب اور اجر و ثواب کا باعث ہے اور اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اس کے ثبوت کے لئے احادیث مبارکہ، بزرگان دین کے اقوال اور اعمال ثابت و موجود ہیں۔

احادیث سے ہاتھ پاؤں چومنے کا ثبوت

ابن عمر کی دست بوسی: عن ابن عمر رضی الله عنه قال قبلنا ید النبی ﷺ۔ ابن ماجہ ۲ ص ۴۰۴

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہاتھ چومتے تھے۔

معافی پر دست بوسی کی: عن عبد الله بن عمر حدث قال فجعلنا لرسول الله ﷺ قبل صلاة الفجر فلما خرج فقمنا الیه نحن الفرارون فاقبطل الینا فقال لا بل انتم العکارون قال قد نونا فقبلنا یده فقال انا فئة المسلمین۔ ابوداود ج ۲ ص ۳۲۳

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں،، ہم لوگ ایک جنگ سے بھاگنے کے بعد معافی طلب کرنے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے،، ہم نماز فجر سے پہلے رسول کریم ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گئے جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو ہم کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ ہم بھاگنے والے تھے تو آپ ﷺ نے ہمیں دیکھ کر فرمایا بلکہ تم جہاد کرنے والے ہو حضرت عبداللہ فرماتے ہیں ہم آپ ﷺ کے قریب آئے اور آپ ﷺ کی دست بوسی کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوں۔

یہودیوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چوم لئے: عن صفوان بن عسال ان قوما من الیهود قبلوا ید النبی ﷺ و رجلیه۔ ابن ماجہ ج ۲ ص ۴۰۴

ترجمہ: حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ یہودی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا۔

یہودی نے دست بوسی کر کے اسلام قبول کرلیا:

عن صفوان بن عسال قال اتیا یهودی الی النبی ﷺ فساله عن تسع آیات بینات فقال لهم لا تشرکوا بالله شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ولا تمشوا ببرئی الی ذی سلطان لقتله ولا تسحروا ولا تاکل الربوا ولا تقذفوا محصنة ولا تولوا الفرار یوم الزحف وعلیکم خاصة الیهود ان لا تعتدوا فی السبت قال قبلوا یدیه فی رجلیه و قالوا نشهد انك نبی۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۶۱

ترجمہ: حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے ۹ واضح نشانیاں پوچھیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، چوری اور زنا نہ کرو، کسی کو ناحق قتل نہ کرو، بے گناہ کو ظالم کے پاس قتل کروانے مت لے جاؤ، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، کسی پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت مت لگاؤ، جنگ کے وقت پیٹھ پھیر کر مت بھاگو اور ہفتے کے دن حد سے تجاوز نہ کرو فرمایا راوی نے کہ اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔

سواری سے اتر کر قدم بوسی کی: عن ذراع و کان فی وفد عبد القیس قال لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فتقبل ید رسول اللہ ﷺ و رجلہ۔ سنن ابی داود ص ۷۸۶۔ شعب الایمان ج ۶ ص ۴۷۶

ترجمہ: حضرت زراع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ وفد عبد القیس میں تھے جب ہم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو جلدی سے اپنی سواریوں سے اترے اور حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے۔

حضور ﷺ نے صحابی کو بوسہ دیا: عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قبل رسول اللہ ﷺ عثمان بن مظعون وھو میت۔ ابن ماجہ ۱۴۵۶۔ سنن ابی داود ج ۳ ص ۲۰۱

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا جب وہ فوت ہو چکے تھے۔

بوسہ لینے کا ایک خوبصورت انداز: عن اسید بن حضیر رجل من انصار قال بینما یحدث القوم و کان فیہ مزاح بینا یضحکھم فطعنہ النبی ﷺ فی خاصرتہ بعود فقال اصبرنی قال اصطبر قال ان علیك قمیصا و لیس علی قمیص فرفع النبی ﷺ عن قمیصہ فاحتضنہ و جعل یقبل کشحۃ قال انما اردت ھذا یا رسول اللہ ﷺ۔ ابوداود ج ۳ ص ۶۴۱

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیر جو انصاری مرد تھے وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور مزاحیہ باتیں کر کے لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو لکڑی سے کونچا دیا انہوں نے عرض کی مجھے قصاص دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا لے لو انہوں نے عرض کی میرے اوپر قمیض نہیں تھی جبکہ آپ ﷺ نے قمیض پہنی ہوئی ہے تو نبی کریم ﷺ نے اپنی قمیض اوپر اٹھا دی تو وہ آپ ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ لپٹ گئے اور آپ کے پہلو کو بوسے دینے لگے پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا مقصد یہی تھا۔

حضور ﷺ حضرت فاطمہ کی دست بوسی کرتے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسھا تو آپ ﷺ کا دست انور پکڑ کر اسے چوم لیتی اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ بٹھاتیں اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوتی تو آپ ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے واخذت بیدھا وقبلھا واجلسھا فی مجلسہ اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ ابوداود ج ۲ ص ۲۱۸

دو محبوب خصلتیں: حضرت مزیدہ عبدی سے روایت ہے کہ حضرت اشج رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حتی اخذ بید النبی ﷺ فقبلھا۔ فقال النبی ﷺ ان فیك لخلقین یحبھما اللہ و رسولہ۔ الادب المفرد ص ۸۶

ترجمہ: انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے دست انور کو بوسہ دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہیں۔

ہاتھ و پاؤں کو بوسہ دیا: حضرت ذارع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ وفد عبد القیس کے ہمراہ تھے اور جب وہ مدینہ پہنچے تو ہم جلدی سے اپنی سواریوں پر اترے فنقبل ید رسول اللہ ﷺ و رجلہ تو ہم نے نبی کریم ﷺ کے دست انور اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ ابوداود شریف ج ۲ ص ۲۱۸

حضرت ثابت کا بوسہ: حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس سے پوچھا امست النبی ﷺ بیدك قال نعم فقبلھا۔ الادب المفرد ص ۱۴۳۔ دارمی شریف ج ۱ ص ۳۱

ترجمہ: کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کے دست انور کو چھوا ہے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ چوم لیا۔

بیعت والے ہاتھ کو بوسہ دیا: حضرت عبد اللہ بن رزین سے مروی ہے کہ ہم ایک مرتبہ مقام ربذہ سے گزر رہے تھے کہ ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت سلمہ بن اکوع یہاں پر مقیم ہیں ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو سلام کیا فاخرج یدیہ فقال بایعت بھاتین نبی اللہ ﷺ فاخرج کفا لہ ضخمۃ کانھا کف بعیر فقمنا الیھا فقبلناھا۔ الادب المفرد ص ۱۴۴

ترجمہ: تو انہوں نے اپنے ہاتھ چادر سے باہر نکالے اور فرمایا میں نے ان ہاتھوں سے نبی کریم ﷺ کے دست انور پر بیعت کی ہے پھر آپ نے اپنی ہتھیلی سامنے کی جو اونٹ کے پنجے کی طرح بھاری اور گداز تھی ہم کھڑے ہوئے اور اس کو بوسہ دیا

دست بوسی کی وجہ سے خوشبو لگائی: حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ام ولد ہیں روایت کرتی ہیں کہ حضرت ثابت کا معمول تھا اذا اتی انسا قال یا جاریہ ھاتی لی طیبا امسح یدی فان ابن آدم ثابت لا یرضی حتی یقبل یدی۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۳۰

ترجمہ: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے پاس آتے تو وہ اپنی لونڈی کو فرماتے کہ میرے لئے خوشبو لاؤ تاکہ میں اپنے ہاتھوں کو لگاؤں کیونکہ ام ثابت کا بیٹا جب تک میرے ہاتھ کو بوسہ نہ دے لے خوش نہیں ہوتا۔

پاؤں مبارک کا بوسہ: ایک عورت اپنے خاوند کی شکایت لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس سے ناراض رہتی ہو عرض کی جی ہاں تو حضور ﷺ نے ان دونوں میاں بیوی کو فرمایا اپنے سر جوڑ لو انہوں نے اپنے سروں کو اس طرح ملا لیا کہ دونوں کی پیشانی ایک دوسرے کو مس کرنے لگی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ ان دونوں میں محبت پیدا فرما دے کچھ دنوں بعد وہ عورت حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یا رسول اللہ میرا شوہر اپنے بچوں سے زیادہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۸۶

سر انور اور ہاتھ کا بوسہ لیا: محدث دہلوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ

عنہ ۱۱ ربیع الاول کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اپنے لشکر کی رخصتی کے لئے حاضر ہوئے،، دربالین شریف حاضر شدو سر مبارک راپیش برو دسر و دست مبارکش راتقبیل نمود، تو نبی کریم ﷺ کے سرہانے کھڑے ہوگئے اور اپنے سر کو جھکا کر حضور نبی کریم ﷺ کے سرانور اور ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا۔ مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۸۶

ہمیں بوسہ دینے کا حکم ہے: حضرت زید بن ثابت سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت عبداللہ ابن عباس نے ادبا ان کی سواری کی مہار پکڑی اور انہیں سوار کرانے لگے تو حضرت زید نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا جان کے صاحبزادے آپ ٹھہر جائیں یعنی مہار نہ پکڑیں تو حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ علماء کی تعظیم کریں تو فاخذ زید بن ثابت ید ابن عباس فقبلھا حضرت زید بن ثابت نے ان کے ہاتھ پکڑے اور انہیں بوسہ دیا اور عرض کیا کہ ہمیں بھی حکم دیا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے اہل بیت کی تعظیم کریں۔ مدارج النبوت ج ۲ ص ۶۳۰

موئے مبارک کے بوسے: قال عبد اللہ بن احمد رایت ابی یاخذ شعرہ من شعر النبی ﷺ فیضعھا علی فیہ یقبلھا واحسب انی رایتہ یضعھا علی عینیہ ۔ سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۱۲

ترجمہ: امام عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کو اپنے منہ پر رکھتے اور اسے بوسہ دیتے تھے اور میرا گمان ہے کہ میں نے بھی موئے مبارک کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر بوسہ لیا۔

احادیث مبارکہ اور صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اللہ کے مقرب بندوں کی دست بوسی اور قدم بوسی کرنا اللہ والوں کا طریقہ ہے اور باعث اجر وثواب ہے مخالفین کی مزید تسلی کے لئے ہم یہاں پر علماء ومشائخ فقہاء ومحدثین اور بزرگان دین کے نظریات اور ان کا موقف بھی بیان کریں گے۔

ہاتھ پاؤں چومنے کے بارے میں اکابرین کا عقیدہ

امام مسلم کا عقیدہ: اشعۃ اللمعات میں ہے کہ،، مسلم صاحب الصحیح چوں نزد اومے در آمد میگنت بگزار مرا تا بوسہ زنم دو پائے ترا،، یعنی امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صحیح مسلم شریف کے جامع ہیں جب حضرت امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان سے عرض کی کہ مجھے چھوڑ دیں یعنی اجازت عطا فرمائیں کہ میں آپ کے پاؤں مبارک کو چوم لوں۔ اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۹

امام نووی کا عقیدہ: امام نووی سے کسی نے پوچھا یقبل ید غیرہ ما حکمہ قال یستحب تقبیل ایدی الصالحین وفضلاء العلماء ۔ کتاب الاذکار ص ۲۳۴

ترجمہ: یعنی کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ پاؤں چومنے کا کیا حکم ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اولیاء اللہ وفضلاء اور علماء کے ہاتھ پاؤں چومنا مستحب یعنی افضل عمل ہے۔

علامہ ابن حجر مکی کا عقیدہ: کسی نے آپ سے ہاتھ پاؤں چومنے کا بارے میں سوال کیا تو فرمایا،، المصافحۃ للقادم سنۃ وکذا تقبیل ما ذکر من نحو عالم وصالح وشریف ونسیب ۔ فتاوی حدیثیہ ص ۴۳

ترجمہ: آنے والے کے ساتھ مصافحہ کرنا اور عالم دین، صالح، شریف اور عمدہ نسب والے یعنی اہل بیت وغیرہ کے ہاتھ پاؤں چومنا سنت مبارکہ ہے۔

امام یوسف کا عقیدہ: امام حلبی فرماتے ہیں عند ابی یوسف لا یکرہ ولا باس بالمصافحۃ و تقبیل ید العالم و السلطان العادل ۔ ملتقی البحر ص ۳۳۸

ترجمہ: امام یوسف کے نزدیک عالم دین اور عادل سلطان اور بادشاہ سے مصافحہ کرنے اور ان کی دست بوسی کرنے میں کوئی حرج اور کراہت نہیں۔

علامہ بدرالدین عینی کا عقیدہ: علامہ عینی اپنے شیخ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں، تقبیل ایدی الصالحین وارجلھم محمود باعتبار القصد ۔ تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۷۹

ترجمہ: صالحین یعنی اولیاء وعلماء کے ہاتھ اور پاؤں کو چومنا قابل تعریف فعل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ: امام جلال الدین سیوطی نے بوسہ کی پانچ اقسام بیان کرتے ہوئے فرمایا

۱۔ محبت کے طور پر چومنا جیسے والدین کا اپنی اولاد کے رخساروں کو چومنا
۲۔ رحمت کے طور پر چومنا جیسے اولاد کا والدین کو چومنا
۳۔ شفقت کے طور پر چومنا جیسے ہمشیرہ کا بھائی کی پیشانی کو چومنا
۴۔ عزت واحترام کے طور پر چومنا جیسے مسلمان کا دوسرے کے ہاتھ کو چومنا
۵۔ شہوت کے طور پر چومنا جیسے شوہر کا بیوی کو چومنا۔ بستان العارفین ص ۱۵۹

حضرت سفیان بن عیینہ کا عقیدہ: حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں

انہ قال تقبیل ید العالم والسلطان العادل سنۃ ۔ مجمع النھر ص ۳۳۸

ترجمہ: بے شک عالم دین اور عادل سلطان کے ہاتھوں کو چومنا سنت مبارکہ ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی کا عقیدہ: امام حلبی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں عند ابی یوسف لا یکرہ ولا باس بالمصافحۃ و تقبیل ید العالم و السلطان العادل ۔ ملتقی البحر ص ۳۳۸

ترجمہ: امام یوسف کے نزدیک عالم دین اور عادل سلطان اور بادشاہ سے مصافحہ کرنے اور ان کی دست بوسی کرنے میں کوئی حرج اور کراہت نہیں۔

علامہ حموی کا عقیدہ: علامہ حموی اپنی کتاب میں نقل فرماتے ہیں:

فی مفتاح السعادت واما تقبیل الید ان کان ممن یستحق الاکرام کالعلماء والسادات والاشراف یرجی ان ینال الثواب کما فعلہ بعرض الصحابۃ رضی اللہ عنھم ۔ شرح الاشباہ ج ۲ ص ۴۵۲

ترجمہ: مفتاح السعادت میں ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ کو چومنا جو تعظیم وتکریم کا مستحق ہو جیسے علمائے کرام، سادات کرام اشراف، اور ذوالاحترام حضرات ہیں ان کے ہاتھ چومنے میں ثواب کی امید ہے جیسا کہ صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے۔

علامہ شامی کا عقیدہ: علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں قیل سنة ای تقبیل ید العالم والسلطان العادل
ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۷

ترجمہ: عالم دین اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے کو سنت کہا گیا ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی کا عقیدہ: اپنی شہرہ آفاق تصنیف درمختار میں لکھتے ہیں

لا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک ونقل المصنف عن الجامع انه لا باس بتقبیل ید الحاکم المتدین والسلطان العادل وقیل سنة مجتبی۔ درمختار ج ۲ ص ۳۴۷

ترجمہ: تبرک کے طور پر عالم دین اور پرہیز گار متقی شخص کے ہاتھ چومنے میں کوئی حرج نہیں مجتبی کتاب کے مصنف نے جامع سے نقل کیا ہے کہ دیندار حاکم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ صفوری کا عقیدہ: آپ فرماتے ہیں من قبل رجل امه فکانما قبل عقبة الکعبة۔ نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۷۱

ترجمہ: جس شخص نے اپنی ماں کے قدموں کو بوسہ دیا گویا اس نے کعبۃ اللہ کی چوکھٹ کو بوسہ دیا۔

عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ:

تقبیل ید العالم زاهد یا مردے کبیر السنن جائزات۔ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۴

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ عالم دین اور متقی وزاہد یا عمر رسیدہ آدمی کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کا عقیدہ: ایک عورت اپنے خاوند کی شکایت لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس سے ناراض رہتی ہو عرض کی ہاں تو حضور ﷺ نے ان دونوں میاں بیوی کو فرمایا اپنے سر جوڑلو انہوں نے اپنے سروں کو اس طرح ملالیا کہ دونوں کی پیشانی ایک دوسرے کو مس کرنے لگی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالی سے دعا کی یا اللہ ان دونوں میں محبت پیدا فرمادے کچھ دنوں بعد وہ عورت حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یارسول اللہ میرا شوہر اپنے بچوں سے زیادہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ خصائص کبری ج ۳ ص ۸۶

علامہ بدرالدین عینی کا عقیدہ: ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ﷺ انی نزرت ان فتح الله عز وجل علیك بمكة ان آتی البیت فاقبل الاسفل الاكفة فقال قبل قدمی امك وقد دنیت نزرك
عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۲

ترجمہ: علامہ عینی نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے نزر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالی آپ کو فتح مکہ عطا فرمائے تو میں بیت اللہ کے پاس جاؤں گا اور اس کی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنی ماں کے دونوں قدموں کو بوسہ دے دو تمہاری نزر پوری ہو جائے گی۔

امام قشیری کا عقیدہ: حضرت زید بن ثابت سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت عبداللہ ابن عباس نے ادباً ان کی سواری کی مہار پکڑی اور انہیں سوار کرانے لگے تو حضرت زید نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے چچا جان کے صاحبزادے آپ ٹھہر جائیں یعنی مہار نہ پکڑیں تو حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ علماء کی تعظیم کریں تو فاخذ زید بن

ثابت ید ابن عباس فقبلها حضرت زید بن ثابت نے ان کے ہاتھ پکڑے اور انہیں بوسہ دیا اور عرض کیا کہ ہمیں بھی حکم دیا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے اہل بیت کی تعظیم کریں۔ رسالہ قشیریہ ص ۷۶

علامہ ابن جوزی کا عقیدہ:

ناکب عداس علی رسول الله ﷺ فقبل راسه و یدیه و رجلیه قال یقول ابنا ربیعة احدهما لصاحبه اما غلامك قد افسده علیك فلما جائك جاء هما عداس قالا له ویلك یا عداس مالك تقبل راس هذا الرجل و یدیه و قدمیه قال عداس یا سیدی ما فی الارض خیر من هذا الرجل لقد اخبرنی بامر لا یعلمه الا نبی۔ کتاب الوفاء ج ۱ ص ۲۱۴

ترجمہ: عداس نے سرکار مدینہ ﷺ کو سر انور پاؤں مبارک اور یدین شریفین کو جھک کر بوسہ دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس پر ربیعہ کے دونوں بیٹوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخصیت کے سامنے تیرے غلام کی عقل ختم ہوگئی ہے جب عداس ان کے سامنے آیا تو عداس سے کہا اے عداس افسوس ہے تجھ پر تو اس شخص کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دے رہا ہے تو اس نے جواب دیا اے میرے سردار [illegible] اس شخص سے بہتر کوئی [illegible] نے مجھے وہ خبر دی ہے کہ جس کو صرف نبی ہی جانتا ہے۔

علامہ عبدالرحمن جامی کا عقیدہ: امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو میں نے اس وقت آکر سلام کیا جب ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور پوچھا آپ کون ہیں میں نے کہا محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ ہوں تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا اے فرزند من پیشتر آئے؟ پیشتر آمدم دست مرا بوسید پس میل کرو تا پائے مرا بوسد من دور شد۔ اے میرے بیٹے میرے نزدیک آؤ میں قریب ہوا تو انہوں نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور پاؤں چومنے ہی لگے تھے کہ میں پیچھے ہٹ گیا۔ شواہد النبوۃ ص ۱۸۱

امام بخاری کا عقیدہ: امام بخاری اپنی مشہور کتاب الادب المفرد میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں کو چومتے تھے۔ حضرت صہیب رضی اللہ علیہ سے روایت ہے، "رایت علیاً یقبل یدی العباس و رجلیه"، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چچا حضرت عباس کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے۔
الادب المفرد ص ۱۴۳

امام غزالی کا عقیدہ: امام غزالی اپنی شہرہ آفاق تصنیف کیمیائے سعادت میں تحریر فرماتے ہیں ابوعبیدہ بن الجراح بوسہ بر دست امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ داد۔ کیمیائے سعادت ص ۱۹۴

ترجمہ: حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دست انور کو بوسہ دیا۔

امام بوصیری کا عقیدہ: لا طیب یعدل تربا ضم اعظمه طوبی لمنتشق منه وملتثم۔ قصیدہ بردہ شریف ص ۱۰۹

ترجمہ: کوئی خوش بو اس پاک مٹی کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے ملی ہوئی ہے مبارک ہو اس کو سونگھنے والے کو اور اس کو بوسہ دینے والے کو۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا عقیدہ: اشرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب امداد المشتاق میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک با مولوی منظور احمد حاجی امداد اللہ مکی صاحب کی خدمت میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جس نے زندہ مو روئے زمین پر نہ دیکھا ہو اور دیکھنا منظور ہو تو مولوی منظور احمد کو دیکھ لے یہ بے شک ولی اللہ ہیں۔ امداد المشتاق ج ۱ ص ۱۴۲

اشرف علی تھانوی کا عقیدہ: تھانوی صاحب ایک عقیدت مند کے بارے میں جس کو گولی لگ گئی فرماتے ہیں کہ گولی ا کے پاؤں میں رہ گئی اور علاج کے باوجود باہر نہ نکلی میرے پاس دعا کے لئے کہلا بھیجا تھوڑے دن بعد وہ آیا اور میرا ابہ اعتزاز کرنے لگا کبھی دست بوسی کرتا اور کبھی پابوسی یعنی کبھی ہاتھ چومتا اور کبھی پاؤں میں نے اس سے اس کی بیماری کا حا پوچھا جواب دیا کہ جب مجھے حالت پاس کی ہوئی تو آپ کی طرف ملتجی ہوا دیکھا کہ آپ نے میرا پیر پکڑ کر درست کر دیا او گولی کو باہر پھینک دیا صبح کو گولی خود بخود باہر نکل گئی۔ امداد المشتاق ص ۱۴۰

قاسم نانوتوی کا عقیدہ: حرمین شریفین کی حاضری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں دونوں قبلوں کی زیارت ۔ مشرف ہوا بیت اللہ زادہا اللہ شرفا وعزۃ الی یوم القیامۃ کا طواف میسر آیا اور حضرت پیر ومرشد آدم اللہ فیوضہ کی قدم بوسی ۔ رتبہ عالی پایا۔ آب حیات ص ۴

رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ: رشید احمد گنگوہی صاحب سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا او پاؤں کو پکڑنا اور چومنا درست ہے یا نہیں؟ تو گنگوہی صاحب نے جواب دیا کہ تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤ چومنا ایسے ہی شخص کا درست ہے حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔ فتاوی رشیدیہ ص ۵۹ ۴

مظہر نانوتوی کا عقیدہ: عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا محمد مظہر نانوتوی عمر میں حضرت امام ربانی یعنی رشید احم گنگوہی صاحب سے بڑے تھے مگر عقیدت کے اعتبار سے گویا حضرت کے جانثار خادم اور عاشق جانباز تھے جب تشریف لاتے تو بے اختیار حضرت کے قدموں پر بوسہ دیتے اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔ تذکرۃ الرشید ص ۱۸۱

خلیل احمد انبیٹھوی کا عقیدہ: حرمین سے واپسی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں میں حضرت امداد اللہ سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوا اور جس طمانیت وراحت کے ساتھ پہنچا وہ میرا ہی خوب دل جانتا ہے تقریبا دو ہفتہ حاضر آستانہ رہا او پھر بخیریت تمام وطن پہنچ کر حضرت امام ربانی یعنی گنگوہی صاحب کا قدم بوسی ہوا۔ تذکرۃ الخلیل ص ۱۰۷

دیوبندی پیشوا یوسف کاندھلوی کا عقیدہ: حضرت سعد بن عبادہ نے اپنے بیٹے کو حضور ﷺ کے سامنے کھڑا کیا حضور نب کریم ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ صاحبزادہ بیٹھ گیا آپ نے فرمایا اور قریب آؤ وہ آپ ﷺ کے قریب آیا اور اس نے آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ اور پاؤں چومے۔ حیاۃ الصحابہ ج ۲ ص ۴۳۰

انور شاہ کشمیری دیوبندی کا عقیدہ: حجر اسود کو بوسہ دینا شرعا ثابت ہے اس لئے یہ صالحین کے تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے حضرت عمر بن عبد العزیز نے مصحف کو بوسہ دیا امام احمد بن حنبل نے روزہ مطہرہ کے بوسہ دینے کو جائز کہا۔

فیض الباری ج ۳ ص ۱۱

احادیث مبارکہ کے بعد بزرگان دین کے عقائد تفصیل سے بیان کرنے کے بعد یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہو گیا کہ اللہ کے مقرب بندوں، علماء ومشائخ کی دست بوسی اور قدم بوسی کرنا جائز ہی نہیں بلکہ باعث سعادت بھی ہے صحابہ کرام اولیاء کرام اس سعادت کے حصول کے لئے مقربین کی دست بوسی اور قدم بوسی کرتے رہے لہذا منکرین کے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس حق کو تسلیم کریں اور عوام اہلسنت کو کنفیوژ کر کے اختلاف پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔

(حدیث: ۵۳)

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسلم: ثَلَاث من أَصْلِ الْإِيمَانِ الْكَفُّ عَمَّن قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا الله وَلَا نكفره بذنب وَلَا نخرجهُ من الْإِسْلَام بِعَمَل (ص: 25) وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللّٰہُ إِلَى أَنْ يُقَاتل آخر أمتِي الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادل وَالْإِيمَان بالأقدار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایمان کی اصل یعنی بنیاد ہیں جو لا الہ الا اللہ کہے اس سے زبان کو روک لینا یعنی صرف گناہ کی وجہ سے اسے کافر نہ کہنا اور محض کسی عمل سے اسے اسلام سے خارج نہ کرنا اور جب سے اللہ نے مجھے بھیجا جہاد جاری رہے گا یہاں تک کہ میری امت سے آخری جماعت دجال سے جہاد کرے گی۔ جہاد کو ظالم کا ظلم اور عادل کا انصاف باطل نہیں کر سکتا اور تقدیروں پر ایمان۔

ابو داؤد: ۲۵۳۲

گناہ سے کسی کے کافر ہو جانے کی احادیث میں تعارض: اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل رواہ ابوداود۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایمان کی اصل یعنی بنیاد ہیں جو لا الہ الا اللہ کہے اس سے زبان کو روک لینا یعنی صرف گناہ کی وجہ سے اسے کافر نہ کہنا اور محض کسی عمل سے اسے اسلام سے خارج نہ کرنا۔ جبکہ اسی سے اگلی حدیث میں فرمایا

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا زنی العبد خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذلک العمل رجع الیہ الایمان۔ رواہ ترمذی وابوداود

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے اس کا ایمان نکل جاتا ہے اس کے سر پر شامیانہ کی طرح ہو جاتا ہے پھر جب بندہ اس عمل بد سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان دوبارہ اس کی طرف واپس لوٹ آتا ہے۔

گناہ سے کسی کے کافر ہو جانے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا جس حدیث میں فرمایا کہ وہ مومن نہیں رہتا اس سے کمال ایمان یا نور ایمان مراد ہے نفس ایمان مراد نہیں اور دوسری حدیث میں آپ نے خود فرما دیا کہ کسی کو گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہو اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا جو

شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی حال میں مرجائے تو داخل جنت ہوگا چاہے زنا کرے یا چوری کرے اس سے نفس ایمان مراد ہے کہ گناہ کرنے سے انسان کا نفس ایمان خارج نہیں ہوتا وہ مسلمان ہی ہے لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

(حدیث: ۵۴)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيمَانُ فَكَانَ فَوْقَ رَأْسِهِ كَالظُّلَّةِ فَإِذا خرج من ذَٰلِكَ الْعَمَلِ عَادَ إِلَيْهِ الايمان

ابوداؤد، ترمذی: ۴۶۹۰۔ ۲۶۲۵

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے اس کا ایمان نکل جاتا ہے اس کے سر پر شامیانہ کی طرح ہو جاتا ہے پھر جب بندہ اس عمل بد سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان دوبارہ اس کی طرف واپس لوٹ آتا ہے۔

اذا زنی العبد خرج منه الایمان: جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے اس کا ایمان نکل جاتا ہے۔

اس حدیث سے بظاہر یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ بوقت زنا زانی کافر ہو جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے حدیث پاک کا مطلب ہے کہ نور ایمانی اس سے نکل جاتا ہے اصل ایمان خارج نہیں ہوتا یا وہ ایمان والا تو ہوتا ہے لیکن کامل ایمان والا نہیں ہوتا۔

روایت میں ہے کہ زانی قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کی شرم گاہوں پر آگ دہکتی ہوگی ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھے ہوں گے ان کی شرم گاہوں کو وسیع کر دیا جائے گا جس سے ان کی شرم گاہوں سے نہایت ہی سخت بدبودار آگ کی بھاپ نکلے گی آواز آئے گی یہ ان زانیوں کی شرم گاہوں کی بدبو ہے جنہوں نے زنا کرنے کے بعد توبہ نہیں کی تھی تم سب ان پر لعنت کرو جیسا کہ اللہ نے ان پر لعنت کی۔ ایک روایت میں ہے کہ زانی نے اگر شادی شدہ عورت سے زنا کیا تو زانی کی ساری نیکیاں اس کے شوہر کے نام کر دی جائیں گی اور شوہر کے سارے گناہ زانی کے نام کر دئے جائیں گے۔

زانی سے جب زنا کے بارے میں حساب ہوگا تو وہ جرات کر کے زنا سے انکار کر دے گا تو اللہ تعالی اس کی زبان کو حکم دے گا گونگی ہو جا پس وہ گونگی ہو جائے گی تو اس وقت بدن کے دیگر اعضاء بولنا شروع کر دیں گے ہاتھ کہے گا الٰہی میں نے حرام کو چھوا تھا آنکھ کہے گی میں نے حرام کی طرف دیکھا تھا پاؤں کہیں گے ہم حرام کی طرف چلے تھے شرم گاہ کہے گی میں نے حرام فعل کیا تھا محافظ فرشتہ کہے گا میں نے سنا تھا دوسرا فرشتہ کہے گا میں نے لکھا تھا زمین کہے گی میں نے دیکھا تھا تو اللہ تعالی فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم مجھے تیری حرام کاری کا علم تھا اس کے باوجود میں نے تیری پردہ پوشی فرمائی لیکن تو پھر بھی اس سے باز نہ آیا پھر حکم دے گا اے فرشتو اسے نار جہنم میں ڈال دو اور اس کو میری ناراضگی کا مزہ چکھا دو جس نے بے حیائی کی اس پر میرا غضب انتہائی سخت ہے۔ تنبیہ الغافلین ص ۱۷۶

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد ہماری جانب متوجہ ہو کر فرمایا آج رات میں نے دیکھا کہ میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے زمین مقدس کی طرف لے گئے ہم ایک تنور کی مثل گڑھے کے پاس پہنچے جس کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا اس میں آگ بھڑک رہی تھی اور اس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ تھیں جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں اور جب شعلے کم ہو جاتے ہیں تو شعلے کے

ساتھ وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے ان دونوں نے جواب دیا یہ لوگ زنا کرنے والے ہیں۔ ایضا

اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے اسے شوق ولذت سے سننا کان کا زنا ہے اجنبی عورتوں کو ناجائز خطوط اور میسج لکھنا یا اشارے کرنا ہاتھ کا زنا ہے خلاصہ یہ کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے زانی بوقت زنا آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، شرم گاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اس لئے سنگسار کیا جاتا ہے صرف خصی نہیں کیا جاتا لہذا انسان کو چاہئے کہ مقدمات زنا سے بچے۔ ہر ایک کی تفصیل اس طرح ہے۔

آنکھوں کا زنا یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت پر پہلی نظر پڑنے سے روکنے پر انسان کو قدرت نہیں ہے لیکن جب وہ پہلی نظر کے بعد دوبارہ اس عورت کی طرف لذت اور شہوت کے ساتھ دیکھے گا تو یہ اس کی آنکھ کا زنا ہے۔

اسی طرح زبان کا زنا یہ ہے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ زنا کرنے کی لذت کے ساتھ بات کرے جس عورت کے ساتھ مباشرت کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے یہ زبان کا زنا ہے۔

نفس کا زنا یہ ہے کہ وہ دل میں زنا کی تمنا اور خواہش کرے کیونکہ یہ شرم گاہ کے زنا کرنے کے دواعی ہیں۔

(حدیث: ۵۵)

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ: أَوْصَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا. فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بالمعصية حل سخط الله عز وجل وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَإِذا أَصَابَ النَّاسَ موتان وَأَنت فيهم فَاثْبُتْ وَأَنْفِقْ عَلَى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا وَأَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ. احمد: ۲۲۴۲۵

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دس چیزوں کی وصیت فرمائی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اگر تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو چاہے وہ تمہیں اپنے گھر اور مال سے نکل جانے کا حکم دیں جان بوجھ کر فرض نماز ترک نہ کر دینا ورنہ اس سے اللہ کا ذمہ جاتا رہے گا شراب مت پینا کیونکہ یہ ہر برائی کا سر ہے گناہ سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالی کی ناراضگی نازل ہوتی ہے جہاد سے بھاگ جانے سے بچو چاہے لوگ ہلاک ہو جائیں اور جب کوئی وبائی امراض تمہیں پہنچے تو تم ثابت قدم رہو اپنے بال بچوں پر اپنی کمائی سے خرچ کرو اپنی تربیت کا عصا ان سے مت ہٹاؤ انہیں اللہ سے ڈرتے رہو۔

کلمہ کفر کی رخصت کے بارے میں آیت وحدیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عن معاذ قال اوصانی رسول اللہ ﷺ بعشر کلمات قال لا یشرک باللہ شیئا وان قتلت وحرقت

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دس چیزوں کی وصیت فرمائی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔

اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ کلمہ کفر پر جبر کیا جائے تو جان دے دو لیکن مت بکنا جبکہ آیت کریمہ میں جبر کے دوران کلمہ کفر بکنے کی رخصت دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ سوائے اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو، یعنی کفر بک سکتا ہے۔

کلمہ کفر کی رخصت کے بارے میں آیت وحدیث میں تعارض کی تطبیق: آیت وحدیث میں کسی قسم کا کوئی تعا(رض) نہیں آیت میں جس کفر کی اجازت دی گئی اس سے مراد زبان کا کفر ہے یعنی جب تمہیں کفر بولنے پر مجبور کیا جائے تو تم زبان سے کلمہ کفر بک سکتے ہو لیکن دل میں کفر نہ آئے بلکہ دل میں ایمان پر جمے رہنا اور حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے ز(بان) کہ جان دے دینا کفر نہ بکنا اس سے مراد دل کا کفر ہے یعنی زبان کے کفر کی تو آیت میں اجازت ہے لیکن دل میں ایمان پر جمے رہنا، جان دے دینا، جل جانا لیکن دل سے کفر کو تسلیم مت کرنا لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ اس حدیث کی شرح سابق میں گزر چکی ہے۔

(حدیث:۵۶)

وَعَن حُذَيْفَةَ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ النِّفَاقُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَإِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ بعد الایمان۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نفاق رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا لیکن آج کفر ہے یا ایمان۔

الایمان۔ بخاری: ۷۱۱۴

منافق کی تعریف اور اقسام: وہ شخص جو ظاہری طور پر ایمان لائے لیکن دل میں کفر رکھے منافق کہلاتا ہے جیسے عبداللہ بن ابی منافق۔ منافق کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) منافق اعتقادی (۲) منافق عملی

۱۔ منافق اعتقادی: وہ شخص جو ظاہری طور پر ایمان لائے لیکن دل میں کفر رکھے منافق کہلاتا ہے جیسے عبداللہ بن ابی منافق۔

حکم: ایسا شخص پکا کافر ہے۔

۲۔ منافق عملی: ایسا شخص کہ جو ظاہری اور باطنی طور پر تو مسلمان ہو لیکن اس کے اندر منافقوں والی حرکتیں ہوں مثلا جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔

حکم: مذکورہ حدیث میں منافق سے مراد منافق عملی ہے ایسا شخص مسلمان ہے لیکن فاسق وفاجر ہے اسے منافق اعتقادی سمجھ کر منافق کہنا کفر ہے۔

کیا آج بھی کسی کو منافق کہہ سکتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں تین قسم کے لوگ تھے مومن، کافر، اور منافق لیکن سرکار مدینہ ﷺ کے وصال کے بعد اب یا تو مسلمان ہیں یا کافر آج کوئی منافق اعتقادی نہیں یہ حضور نبی کریم ﷺ کے دور میں تھے ہم کسی کو منافق اعتقادی سمجھ کر منافق نہیں کہہ سکتے۔

باب فی الوسوسۃ — وسوسہ کا باب

الفصل الاول — پہلی فصل

وسوسہ کا لغوی معنی ہے نرم آواز اور اس کا اصطلاحی معنی ہے دل میں آنے والے برے خیال کو وسوسہ کہتے ہیں یاد رہے برے خیالات پر پکڑ نہیں یہ اس امت کی خصوصیت ہے پچھلی امتوں میں اس پر بھی پکڑ تھی۔ علما کرام فرماتے ہیں کہ برا خیال اور ہے برا ارادہ اور برے ارادے پر پکڑ ہے لیکن برے خیال پر پکڑ نہیں جو برا خیال دل میں بے اختیار آجاتا ہے اسے حاجس کہتے ہیں یہ آنی فانی ہوتا ہے آیا اور گیا یہ پچھلی امتوں کو بھی معاف تھا ہم کو بھی معاف ہے لیکن جو دل میں باقی رہ جائے وہ ہم پر معاف ہے ان پر معاف نہ تھا اگر اس کے ساتھ دل میں لذت وخوشی پیدا ہو اس پر بھی پکڑ نہیں لیکن اگر اس کو کر گزرنے کا پختہ ارادہ پیدا ہو جائے تو عزم اور ارادہ ہے اس پر پکڑ ہے۔

کیا ارادہ گناہ پر حد ہے: یاد رہے کہ ارادہ گناہ اگرچہ گناہ ہے لیکن اس پر حد نہیں ارادہ زنا گناہ ہے پر یہ زنا نہیں قولی گناہ میں قول کا اعتبار ہے اور فعلی میں فعل کا۔ جب کوئی انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ابلیس کا ایک شیطان پیدا ہو جاتا ہے جسے وسواس کہتے ہیں اسی کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔

(حدیث:۵۷)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُورُهَا مَا لم تعمل بِهِ أَوْ تَتَكَلَّمْ

بخاری، مسلم: ۲۵۲۸۔ ۳۳۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے وسوسہ یعنی دلی خطرات معاف کر دیئے ہیں جب تک ان پر کام یا کلام نہ کریں۔

(حدیث:۵۸)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ: إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ. قَالَ: أَوَ قد وجدتموه قَالُوا: نعم. قَالَ: ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ. مسلم: ۳۴۰

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آپ کے حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول ﷺ ہم اپنے دلوں میں ایسے ایسے خیال پاتے ہیں جن کو بیان کرنا ہم گناہ سمجھتے ہیں فرمایا کیا تم نے یہ بات پائی ہے عرض کی جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا یہی کھلا ایمان ہے۔

مذکورہ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ برے خیالات پر پکڑ نہیں یہ اس امت کی خصوصیت ہے پچھلی امتوں میں اس پر بھی پکڑ تھی لیکن جان بوجھ کر اپنی مرضی اور اختیار سے برے خیالات ذہن میں لے کر آنا برا ہے۔

وسوسہ آنا کمال ایمان کی دلیل ہے: حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ وسوسہ آنا کمال ایمان کی دلیل ہے کیونکہ چور بھرے گھر میں ہی جاتا ہے اور شیطان مومن کی فکر میں ہر وقت اور زیادہ رہتا ہے حضرت علی فرماتے ہیں جو نماز وسوسہ سے خالی ہو

وہ نماز یہود و نصاری کی نماز ہے۔ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ مجھے نماز میں بہت وسوسے آتے ہیں علاج ارشاد فر
فرمایا اپنی نماز پڑھ گزرو کیونکہ یہ وہم تو جائے گا ہی نہیں یہاں تک کہ تم کہو گے میری نماز ہوئی ہی نہیں۔
مطلب یہ کہ ان خطرات کی وجہ سے ہر نماز چھوڑ و نہ لوٹاؤ یہ آتے ہی رہیں گے جب نفس و شیطان اپنی حرکتوں ۔ باز
آتے تو تم نماز کیوں چھوڑتے ہو مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہیں چھوڑا جاتا تم اللہ کے بندے ہو دل کے بندے نہیں دل
نہ لگے نماز پڑھے جاؤ وسوسے کا خیال کئے بغیر اپنی نماز پڑھے جاؤ۔

جیسا شکار ویسا جال: یاد رہے کہ شیطان عالموں کے دل میں عالمانہ وسوسے اور صوفیا کے دل میں عاشقانہ وسوسے اور
کے دل میں عامیانہ وسوسے ڈالتا ہے جیسا شکار ویسا جال۔

(حدیث:۵۹)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ: مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتَّى يَقُولَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ۔
بخاری، مسلم: ۳۴۵

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں
کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ فلاں
کس نے پیدا کیا فلاں کو کس نے پیدا کیا یہاں تک کہ
ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا جب شیطان اس
تک پہنچ جائے تو اعوذ باللہ پڑھ لو۔ اور اس سے باز رہو۔

(حدیث:۶۰)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ:
مسلم، بخاری: ۳۴۳۔۲۲۶،

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ
ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ کہا جا
گا کہ یہ مخلوق تو اللہ نے پیدا کی ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا
ہے تو جو ان میں سے کچھ پائے تو وہ کہے میں اللہ اور اس
کے رسولوں پر ایمان لایا۔

ہم یہاں پر اللہ تعالی کے وجود پر چند عقلی دلائل بیان کریں گے پھر اللہ تعالی کے لئے دعوی اولاد پر رد بیان کریں گے
اللہ تعالی کے وجود پر لاتعداد دلائل موجود ہیں آسمانی کتابیں انبیاء کے معجزات کے علاوہ کسی بھی چیز پر غور و تفکر کیا جائے تو اس
میں اللہ تعالی کے وجود پر دلیل ضرور موجود ہوتی ہے امام اعظم نے تو اتنے تک فرمایا ہے کہ جس تک دین کا پیغام نہیں پہنچا اس
کو بھی اللہ تعالی کی وحدانیت پر یقین رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ اس کے وجود پر ہر طرف دلائل موجود ہیں۔ ایمان کی تازگی کے
لئے چند دلائل حسب ذیل ہیں۔

وجود باری تعالی پر چند عقلی دلائل:

پہلی دلیل: ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عمر سے کہنے لگا کہ میں شطرنج کے کھیل سے بڑا متعجب ہوتا ہوں کہ یہ کھیل ایک مربع
نٹ تختہ کے ۶۴ خانوں میں کھیلا جاتا ہے اور اگر ان خانوں میں لاکھ مرتبہ بھی شطرنج کھیلی جائے تو ہر بار بازی مختلف ہو

ہے حضرت عمر نے فرمایا اس سے بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ انسان کا چہرہ صرف ایک بالشت بھر کا ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے ارب ہا ارب بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ چہرے پیدا کئے لیکن کوئی چہرہ دوسرے چہرہ سے نہیں ملتا بلکہ چہرہ تو بہت دور کی بات ہے انسان کے ہاتھ میں دو اڑھائی انچ کا انگوٹھا ہوتا ہے اور کسی ایک انگوٹھے کی لکیریں دوسرے سے نہیں ملتیں بلکہ ایک ہی انسان کے دائیں انگوٹھے کی لکیریں بائیں انگوٹھے سے نہیں ملتیں سبحان اللہ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ایک ذات ہے جس کا یہ سارا کمال ہے اور وہی ذات اللہ کی ذات ہے۔

دوسری دلیل: امام شافعی ایک شہتوت کے درخت کے سامنے کھڑے تھے کسی نے ان سے وجود باری تعالی کے بارے میں سوال کیا کہ آپ کے نزدیک وجود باری تعالی کی کیا دلیل ہے امام شافعی نے فرمایا اس شہتوت کے درخت کو دیکھ لو اس کے پتوں کو اگر بکریاں چر لیں تو اس سے دودھ حاصل ہوتا ہے اور اگر شہد کی مکھی ان پتوں کو چاٹ لے تو شہد بنتا ہے، اگر ریشم کا کیڑا ان پتوں کو کھالے تو اس سے ریشم حاصل ہوتا ہے اور اگر ہرن ان کو کھالے تو اس سے مشک حاصل ہوتا ہے پتا ایک ہے لیکن کہیں اس سے دودھ پیدا ہو رہا ہے کہیں شہد پیدا ہوتا ہے کہیں مشک اور کہیں ریشم اور یہ ساری تاثریں یقینا اس پتے کی نہیں ہیں بلکہ کوئی ایسی ذات ہے جو ان پتوں کو بکری کے منہ میں ڈال کر دودھ پیدا کر دے اور چاہے تو شہد کی مکھیوں سے چسوا کر اسے شہد بنا دے اور ہرن کو یہ پتے کھلا کر اس کو مشک میں تبدیل کر دے اور چاہے تو اسے کیڑے کی خوراک بنا کر اس سے ریشم پیدا کر دے لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ سب چیزیں محض اسباب سے زیادہ کچھ نہیں بلکہ اصل میں موثر حقیقی کوئی اور ذات ہے اور وہی ذات اللہ کی ذات ہے۔ تذکرۃ الاولیاء

تیسری دلیل: ایک بار ایک منکر خدا نے کسی فقیر کو کہا کہ خدا موجود ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا لہذا میں تو اس وقت تک خدا کو نہیں مانتا جب تک اس کو دیکھ نہ لوں فقیر نے یہ سن کر ایک پتھر اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا منکر خدا درد کی وجہ سے چیخ اٹھا اور فقیر کو پکڑ کر قاضی کی عدالت میں لے گیا قاضی نے فقیر سے پوچھا کیوں میاں صاحب آپ نے اس کو پتھر کیوں مارا فقیر نے کہا میرے پتھر مارنے سے کیا ہوتا ہے منکر چلا کر بولا میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے اور تو کہتا ہے پتھر سے کیا ہوتا ہے فقیر بولا میں کیسے تسلیم کروں کہ تیرے سر میں درد ہے اگر واقعی درد ہے تو مجھے اپنا درد دکھا تب مانوں گا پھر فقیر قاضی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ حضور واقعہ یہ ہے کہ اس مغرور نے مجھے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا میں تو جب تک آنکھ سے دیکھ نہ لوں خدا کو نہیں مان سکتا اس مسئلے کو سمجھانے کے لئے میں نے اس کو پتھر مارا اگر اس کے سر میں درد ہے تو نظر کیوں نہیں آتا لہذا میں جب تک درد کو دیکھ نہ لوں گر گز درد کو نہیں مان سکتا یہ مجھے اپنا درد دکھا دے میں بھی اس کو اپنا خدا دکھا دوں گا یہ سن کر منکر خدا بہت حیران ہوا اور قاضی نے مسکرا کر کہا واقعی ایسے سر پھروں کا یہی علاج ہے۔ از علامہ جلال الدین امجدی

چوتھی دلیل: ایک منکر خدا نے امام اعظم کو وجود خدا پر مناظرہ کرنے کی دعوت دی آپ نے قبول کر لی مقررہ دن اور مقررہ جگہ پر منکر خدا امام اعظم کا انتظار کرتا رہا لیکن آپ کچھ لیٹ ہو گئے جب آپ مقررہ جگہ پہنچے تو منکر نے غصہ میں کہا آپ وعدے کے مطابق وقت پر نہیں پہنچے تو امام اعظم نے فرمایا میرے ساتھ آج ایک عجیب معاملہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے آنے میں تاخیر ہو گئی واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ جب میں آ رہا تھا تو میں نے سمندر کے کنارے ایک بہت ہی عجیب و غریب منظر دیکھا ایک کشتی سمندر میں بغیر ملاح کے خود بخود چلتی جا رہی تھی جب کوئی ساحل آتا تو وہ کشتی کنارے پر آ جاتی مسافروں

کو اتارتی اور جنہوں نے سفر کرنا ہوتا ان کو سوار کراتی اور منزل کی جانب چل پڑتی اور موجوں کا مقابلہ کرتی وہ کشتی محو سفر ہو جاتی منکر خدا نے یہ سن کر قہقہہ لگایا اور کہا لوگو تمہارا امام پاگل ہوگیا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک کشتی بغیر کسی کپتان کے خود بخود چلتی رہے اور خود بخود منزل پر پہنچ جائے جب تک کشتی کو چلانے والا کوئی کیپٹن نہیں ہوگا کشتی اپنی مرضی سے نہیں چل سکتی۔ تو امام اعظم نے فرمایا بس نادان تو ہارا میں جیتا جب خود تسلیم کر رہا ہے کہ ایک کشتی بغیر کسی چلانے والے کے اپنی مرضی سے نہیں چل سکتی نہ اپنی مرضی سے منزل تک پہنچ سکتی ہے تو اتنی بڑی کائنات کا نظام اپنی مرضی سے کیسے چل سکتا ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اگر کشتی بغیر کپتان کے نہیں چل سکتی تو اس کائنات کا نظام بھی بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چل سکتا اور اس کو چلانے والی بھی کوئی ذات ہے اور وہی ذات میرے خدا کی ذات ہے۔ عیون الحکایات ص ۳۶۵

پانچویں دلیل: ایک کمیونسٹ پروفیسر نے کلاس میں لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ کسی بھی چیز کا وجود معلوم کرنا ہو تو حواس خمسہ کے ذریعے ہوتا ہے اگر حواس سے کسی چیز کا ادراک نہ ہوسکے تو وہ چیز موجود نہیں ہوتی تو چونکہ خدا کا ادراک بھی حواس خمسہ کے ذریعے نہیں ہوسکتا اس لئے خدا کا بھی کوئی وجود نہیں۔ کلاس میں ایک دیندار سمجھدار نوجوان بیٹھا ہوا تھا اس نے کھڑے ہو کر کہا سر کیا آپ کے اندر عقل ہے اس نے کہا کیوں نہیں نوجوان نے کہا آپ نے اپنے حواس خمسہ کے ذریعے کبھی عقل کا ادراک کیا؟ کیا آپ نے اپنی عقل کو کبھی آنکھ سے دیکھا؟ کہا نہیں، آپ نے عقل کو ہاتھ سے چھوا؟ بولا نہیں، عقل کو کبھی کان سے سنا؟ کہا نہیں، عقل کو کبھی ناک سے سونگھا؟ جواب دیا نہیں، عقل کو کبھی زبان پر چکھا؟ کہا نہیں، نوجون نے کہا سر جب آپ نے آج تک حواس خمسہ سے اپنی عقل کا ادراک نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ آپ میں عقل نہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح عقل کا وجود ہے لیکن حواس کے ذریعہ اس کا ادراک نہیں ہوسکتا اسی طرح اللہ کی ذات بھی ایسی ذات ہے کہ جس کا حواس سے ادراک نہیں کیا جاسکتا۔

شیطان کے وسوسے کا حل ملا علی قاری سے سیکھو: امام فخر الدین کی نزع کا وقت جب قریب آیا تو شیطان آیا اور ان کا ایمان سلب کرنے کی بھرپور کوشش کی اس نے پوچھا اے رازی تو نے ساری عمر مناظروں میں گزاری ذرا یہ تو بتاؤ تمہارے پاس خدا کے ایک ہونے پر کیا دلیل ہے آپ نے ایک دلیل دی وہ خبیث چونکہ معلم الملکوت رہ چکا تھا اس نے اپنے علم باطل کے زور سے اس کو رد کردیا آپ نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی رد کردی یہاں تک کہ آپ نے ۳۶۰ دلیلیں قائم کیں اور اس نے وہ سب رد کردیں آپ سخت پریشان اور مایوس ہوئے شیطان نے کہا اب بول خدا کو کیسے مانتا ہے آپ کے پیر نجم الدین کبری میلوں دور کسی مقام پر وضوء فرماتے ہوئے چشم باطن سے یہ مناظرہ ملاحظہ فرما رہے تھے آپ نے وہاں سے آواز دی اے رازی کہہ کیوں نہیں دیتے کہ میں نے خدا کو بغیر دلیل کے ایک مانا امام رازی نے یہ کہا تو شیطان وہاں سے بھاگ گیا امام رازی نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ الملفوظ ص ۳۸۹

اللہ تعالی دوبارہ کیسے زندہ کرے گا؟ اس حدیث پاک میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالی مارنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ کرسکتا ہے ایسا عقیدہ اللہ تعالی کی قدرت کا انکار ہے ان بیوقوفوں اور موٹی عقل والوں کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ جو ذات کسی چیز کو عدم سے وجود میں لاسکتی ہے اس کے ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد دوبارہ اس کو وجود کیوں نہیں دے سکتی حالانکہ پہلی بار کسی چیز کی تخلیق دوسری بار پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہوتی ہے جو ذات پہلی بار کسی چیز کو وجود دے سکتی ہے تو

دوسری بار اسے وجود دینا اس کے لئے کونسا مشکل ہے یاد رہے کہ اللہ تعالی کے لئے پہلی بار اور دوسری بار وجود کی باتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں یہ صرف انسان کے لئے ہیں ورنہ اللہ تعالی وہ قادر اور زبردست طاقت رکھنے والی ذات ہے کہ وہ صرف کن کہنے سے عدم کو وجود میں لاسکتا ہے۔

(حدیث:۶۱)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ. قَالُوا: وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَإِيَّايَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ -

مسلم: ۷۱۰۹،۷۱۰۸

ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ ایک ساتھی جن اور ایک ساتھی فرشتہ مقرر نہ ہو عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے ساتھ بھی ہے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی پر اللہ تعالی نے مجھے اس پر مدد دی ہے جس سے وہ مسلمان ہو گیا ہے اب وہ مجھے صرف بھلائی ہی کا مشورہ دیتا ہے۔

کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ ایک ساتھی جن اور ایک ساتھی فرشتہ مقرر نہ ہو: اس حدیث پاک کے تحت فقہاء فرماتے ہیں کہ ہر عاقل، بالغ انسان کے ساتھ ہر وقت ایک شیطان جس کا نام وسواس ہے جو انسان کو وسوسے ڈالتا ہے اور ایک فرشتہ جس کا نام ملہم ہے جو انسان کو اچھی بات کا الہام کرتا ہے مقرر ہے۔ جس طرح ناگن بیک وقت ہزاروں انڈے دیتی ہے اور مختلف وبائی امراض پھیلانے والے جراثیم ہزاروں کی تعداد میں بچے دیتے ہیں اسی طرح شیطان کے بھی ہر آن ہزاروں بچے پیدا ہوتے ہیں جو انسان کے اندر مختلف قسم کے زہر اور روحانی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔

آپ کے فیض سے شیطان بھی معرفت کے موتی حاصل کرتے ہیں: وہ مسلمان ہوگیا ہے: حدیث پاک میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ایک شیطان تھا لیکن وہ مجھ پر ایمان لے آیا اور اب وہ مجھے نیکی کا مشورہ دیتا ہے سبحان اللہ یہ سرکار دو عالم ﷺ کی خصوصیت ہے کہ وہ شیطان جس کی فطرت میں صرف کفر وشرک کی غلاظت کا مادہ بھرا ہوا ہے حضور ﷺ کی صحبت اور کمال استقامت اور آپ کے حسن اخلاق کی بدولت آپ پر ایمان لے آیا۔

یاد رہے کہ حضور ﷺ کی نورانیت اور اس نورانیت کا فیض سورج سے کہیں زیادہ ہے سورج صرف سامنے والے کے ظاہر کو چمکاتا ہے حضور ﷺ تو غاروں پہاڑوں میں رہنے والوں کے دل وجگر کو بھی چمکا دیتے ہیں وہ مخلوق کہ جس کا کام ہی ایمان برباد کرنا ہے حضور کی صحبت پر تاثیر سے وہ خود ایمان والا ہوگیا جس کی فطرت میں صرف برائی کی ترغیب دینا ہے وہ حضور کی نگاہ فیض سے آج نیکی کے مشورے دے رہا ہے کونسی وہ جگہ ہے جہاں اس آفتاب نبوت کا نور نہیں پہنچتا حضور ﷺ ابر رحمت ہیں جس میں پانی رب کے حکم سے آتا ہے مگر تمام جہان کو پانی اس بادل سے ملتا ہے اس بادل کے فیض سے سمندر میں موتی ہوتے ہیں اور خشکی میں دانے وپھل حضور ﷺ کے فیض سے صحابہ کے سینوں میں معرفت کے موتی پیدا ہوتے ہیں عام مسلمانوں کے سینوں میں ایمان وتقوی۔

خصوصیات مصطفی: سرکار دو عالم ﷺ کا یہ معجزہ اور آپ کا خاصہ ہے کہ شیطان آپ پر ایمان لے آیا یہاں پر ہم آ۔

ﷺ کی چند خصوصیات بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ہر معجزہ ہر نبی کے معجزہ کی جنس سے افضل ہوتا ہے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

سرکار مدینہ اور حضرت موسیٰ کے معجزے میں فرق: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے لیکن یاد رکھیں کہ جن چیزوں سے موسیٰ نے پانی نکالا اس پتھر اور زمین کی تہہ میں عادتا پانی موجود ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی انگلیوں سے پانی نکالا جہاں پر پانی عادتا موجود نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا آپ کا معجزہ موسیٰ کے معجزہ سے افضل ہے۔

حضور ﷺ اور حضرت داوود کے معجزے میں فرق: حضرت داود علیہ السلام کے ہاتھ سے لوہا نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ بنا لیتے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کے لئے پتھروں کو نرم کر دیا گیا احد پہاڑ آپ سے محبت کرتا تھا آپ نے فرمایا یہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جب کہ لوہا تو معروف اسباب سے پگھل کر نرم ہو جاتا ہے اور پتھر ٹوٹ تو جاتا ہے لیکن نرم نہیں ہوتا جس کی طبیعت میں نرمی نہیں ہوتی وہ بھی آپ کے لئے نرم ہو گیا۔

حضور ﷺ اور حضرت سلیمان کے معجزے میں فرق: حضرت سلیمان علیہ السلام سے پرندے کلام کرتے تھے جب کہ حضور سے پتھروں نے کلام کیا اور پرندوں کا کلام کرنا اتنا باعث حیرت نہیں کیونکہ ان کی زبان ہوتی ہے اور وہ بولتے ہیں کمال تو آپ کا ہے کہ آپ سے پتھروں نے کلام کیا جن کی زبان نہیں۔

حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ کے معجزے میں: حضرت عیسیٰ نے چار مردوں کو زندہ کیا یہ بھی اتنا باعث حیرت نہیں کیونکہ وہ مردے انسان تھے اور ان میں پہلے حیات تھی لیکن آپ سے آپ کے منہ میں رکھے ہوئے گوشت کے ٹکڑے نے کلام کیا اور اس میں حیات آئی اور علم آ گیا اس نے آپ سے کہا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے درختوں میں حیات آ گئی جن میں عادتا حیات نہیں ہوتی اور وہ آپ کے بلانے پر اپنی جڑوں کو کھینچتے ہوئے چلے آئے ان میں حیات آ گئی قوت سماعت آ گئی قوت کلام آ گئی حضرت علی فرماتے ہیں حضور کے راستے میں جو درخت آتا جو پتھر آتا کوئی پہاڑ آتا وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ۔ حضرت عیسیٰ نے ان کو زندہ کیا جن میں عادتا حیات تھی لیکن حضور نے ان کو زندہ کیا جن میں عادتا حیات نہیں۔

تخت بلقیس اور بیت المقدس کا فرق: حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ ان کے لئے تخت بلقیس لایا گیا اور آپ ﷺ کے لئے مسجد بیت المقدس اٹھا کر لائی گئی تخت کا لایا جانا اتنی حیرت کا باعث نہیں ہے کیونکہ تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے لیکن کسی عمارت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جانا عادتا محال ہے اور اس میں □ یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ ہم میں اور رسول اللہ ﷺ میں یہ فرق ہے کہ ہماری توجہ کسی چیز کی طرف سے ہٹ جائے تو کچھ نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے آپ کی توجہ بیت المقدس سے کیا ہٹی بیت اللہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔

(حدیث: ۶۲)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الانسان مجرى الدم۔ مسلم۔ بخاری: ۳۲۸۱، ۵۶۷۸

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔

شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اس میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ شیطان چونکہ آتشی مخلوق ہے لہذا انسان کے جسم اور اس کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے اور انسان میں تصرف کرتا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ شیطان کے وسوسے اور اس کے برے خیال انسان میں ہر پل گردش کرتے ہیں گویا وہ انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اور پھر وسوسے اور بدگمانیاں پیدا کرتا ہے۔

شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے: بے شک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے: حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں معتکف تھے آپ کے پاس آپ کی ازواج ملنے کے لئے حاضر ہوئیں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ اپنے اپنے حجروں میں تشریف لے گئیں حضرت صفیہ جب جانے لگیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو میں بھی تھوڑی دور تک تمہارے ساتھ چلتا ہوں آپ ان کے ساتھ چلے تو دو انصاری صحابی آپ کے پاس سے گزرے آپ کو دیکھ کر آگے چل دیئے آپ نے ان دونوں کو بلا کر فرمایا یہ میری زوجہ صفیہ ہیں انہوں نے عرض کی سبحان اللہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ سے بدگمانی کریں گے آپ نے فرمایا شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے تو میں نے خوف محسوس کیا کہ کہیں وہ تمہیں بدگمان نہ کر دے۔ مشکوۃ المصابیح باب الوسوسہ

(حدیث: ۶۳)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا۔ بخاری، مسلم: ۳۴۳۱، ۶۱۳۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جسے پیدائش کے وقت شیطان چھوتا نہ ہو وہ بچہ شیطان کے چھونے سے ہی روتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے فرزند کے۔

کیا شیطان نے پیدائش کے وقت حضور کو چھوا؟

ما من بنی آدم مولود الا یمسہ الشیطان: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جسے پیدائش کے وقت شیطان چھوتا نہ ہو وہ بچہ شیطان کے چھونے سے ہی روتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے فرزند کے اس میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی فضیلت واضح ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی کریم ﷺ کو شیطان نے پیدائش کے وقت چھوا تھا کیونکہ حضور نے صرف حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا ہے اس کا جواب عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں اس طرح دیا ہے کہ اس سے ہمارے نبی کریم ﷺ مستثنیٰ ہیں کیونکہ ایسے مقام پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے یعنی آپ بھی شیطان کے اثر سے محفوظ رہے اور تحقیق سے بھی ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی جب پیدائش ہوئی تو آپ عام بچوں کی طرح نہ روئے اور نہ عام بچوں والی صفات آپ کے اندر موجود تھیں۔

(حدیث: ۶۴)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِيَاحُ الْمَوْلُودِ حِينَ يَقَعُ نَزْغَةٌ من الشَّيْطَان-مسلم: ۶۱۳۶

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں آتے وقت بچہ کی چیخ شیطان کی چوکھ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

جب بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو شیطان اس کی کوکھ میں انگلی مارتا ہے اور اس کی تکلیف سے بچہ روتا ہے یہی وجہ ہے کہ بچے کے کان میں اذان دی جاتی ہے تا کہ وہ شیطان کے اثر سے محفوظ رہے اور اذان کی آواز سے شیطان بھاگ جائے اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کو پیدائش سے لے کر قبر تک نہیں چھوڑتا اس لئے پیدائش کے وقت اور دفن میت کے وقت اذان دینا شیطان کو دفع کرنے کا بہترین عمل ہے اور احادیث میں ہے کہ جہاں اذان ہوتی ہے وہاں سے شیطان گوز مار کر بھاگ جاتا ہے اور اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بوقت اذان رحمت و برکت کا نزول ہوتا ہے قبر پر اذان کا مسئلہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے اس لئے اس کو ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر اذان کہنا جائز و مستحب اور بہترین عمل ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ جس وقت میت سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان آدمی کی صورت میں اس کے پاس آتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے بے شک میں تیرا رب ہوں۔

احادیث سے اذان کا ثبوت

شیطان اذان سن کر بھاگ جاتا ہے:

عن ابی هریرہ رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا اذن الموذن ادبر الشیطان وله ضراط. صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۵

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب موذن اذان دیتا ہے تو شیطان اذان کی آواز سے گوز مار کر بھاگ جاتا ہے۔

عن جابر رضی الله عنه قال سمعت النبی ﷺ ان الشیطان اذا سمع النداء بالصلاة ذهب حتی یکون مکان الروحاء قال سلیمان فسئلته عن الروحاء فقال هی من المدینة ستة و ثلاثون میلا. صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۷

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو مکان روحاء تک بھاگ جاتا ہے تو حضرت سلیمان نے مکان روحاء کے بارے میں پوچھا تو فرمایا وہ مدینہ سے چھتیس میل دوری پر واقع ہے

قبر میں شیطان آتا ہے:

اخرج الحکیم فی نوادر الاصول عن سفیان ثوری قال اذا سئل المیت من ربك ترای له

الشیطان فی صورة فیشیر الی نفسه انی انا ربك. شرح الصدور ص ۵۸ نوادر الاصول ج ۱ ص ۳۲۳

ترجمہ: نوادر الاصول میں حکیم نے حضرت سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ جس وقت میت سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان آدمی کی صورت میں اس کے پاس آتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے بے شک میں تیرا رب ہوں۔

اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کو قبر تک نہیں چھوڑتا اس لئے دفن میت کے وقت اذان دینا شیطان کو دفع کرنے کا بہترین عمل ہے اور اوپر احادیث میں گزرا کہ جہاں اذان ہوتی ہے وہاں سے شیطان گوز مار کر بھاگ جاتا ہے۔

شیطان اذان نہیں سن سکتا:

قال النبی ﷺ اذا نودی لصلاة ادبر الشیطان له ضراط حتی لا یسمع التاذین. صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۱

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان گوز مار کر بھاگ جاتا ہے تا کہ اذان نہ سنے۔

اذان غم کو دور کرتی ہے:

عن علی قال رانی النبی ﷺ حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراك حزینا فمر بعض اهلك یوذن فی اذنك فانه درء لهم. جامع الرضوی ج ۲ ص ۹۱۳

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک دن مجھ کے غمزدہ دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے تم غمزدہ کیوں نظر آرہے ہو تم کسی کو کہو کہ تمہارے کان میں اذان کہے کیونکہ اذان غم کو دور کرتی ہے۔

جہاں تکبیر ہوتی وہاں نزول رحمت ہوتی ہے:

عن جابر قال سبح النبی ﷺ ثم کبروا کبر الناس قالوا یا رسول الله لم سبحت قال لقد تضائق علی هذا الرجل الصالح قبره حتی فرج الله تعالی عنه بعد دفن. مسند امام احمد ج ۳ ص ۳۶۰

ترجمہ: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تسبیح کہی پھر تکبیر اللہ اکبر کہی تو صحابہ کرام نے بھی تکبیر یعنی اللہ اکبر کہا بعد میں لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تسبیح تکبیر کیوں کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو رہی تھی تو اللہ تعالی نے اس کی قبر کو کشادہ فرما دیا۔

اذان غم اور پریشانی کو دور کرتی ہے:

عن علی قال رانی النبی ﷺ حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراك حزینا فمر بعض اهلك یوذن فی اذنك فانه درا الهم. مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۵۴۷۔

ترجمہ: حضرت علی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے مجھے غمزدہ دیکھا تو فرمایا اے علی بن ابی طالب کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں غمگین دیکھتا ہوں اپنے گھر والوں میں سے کسی سے کہو کہ تیرے کان میں اذان کہے تیرا غم دور ہو جائے گا۔

اکابرین اہل سنت کا عقیدہ

علامہ شامی کا عقیدہ:

قد یسن الاذان لغیر الصلاۃ کما فی اذن المولود والمھموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقہ من انسان و بھیمۃ و عند مزدھم الجیش و عند الطریق قبل انزال المیت القبر۔ فتاوی شامی ص ۲۸۳

ترجمہ: امام ابن عابدین شامی فرماتے ہیں فرض نماز کے علاوہ اور مقامات پر بھی اذان دینا سنت ہے مثلا مولود کے کان میں غمزدہ کے لئے، مرگی والے کے کان میں، غصے والے کے پاس اور جس انسان یا حیوان کی عادت بری ہو، جنگ کے دوران، آگ لگنے کے وقت اور میت کو قبر میں اتارتے وقت۔

ملا علی قاری کا عقیدہ: دفن کے بعد قبر کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کرنے ذکر و تسبیح اور رحمت و مغفرت کی دعا کی وصیت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:، فان الاذکار کلھا نافعۃ لہ فی تلک الدار،، یعنی اذکار جتنے بھی ہیں سب میت کے لئے قبر میں نفع بخش ہیں۔ شرح عین العلم ص ۳۳۲

شاہ عبدالعزیز کا عقیدہ عمل مشائخ سنت کہ اذان بر قبر بعد دفن می گویند ملفوظات عزیزی فارسی۔
فتاوی ملک العلماء ص ۱۷۳

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر اذان دینا بزرگوں سے چلا آ رہا ہے۔

دیوبندی پیشوا انور شاہ کشمیری کا عقیدہ

ان کثیرا من الاعمال قد ثبت فی القبور کالاذان والاقامۃ عند الدارمی۔ فیض الباری ج ا ص ۱۸۳

ترجمہ: بہت سے اعمال کا کرنا قبروں پر ثابت ہے جیسے اذان کہنا اور اقامت کہنا سنن دارمی کے نزدیک۔

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: قبر پر اذان دینا کسی حدیث سے ثابت نہیں لہذا یہ بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے۔

جواب: پہلی بات تو یہ کہ قبر پر اذان دینا بدعت نہیں جیسا کہ ہم نے ثابت کیا لیکن اگر بقول آپ کے اس کو بدعت مان بھی لیا جائے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ ایک قابل تحسین اور مستحب عمل ہے حدیث میں ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اسلام میں بھی اچھا ہے اور اذان بھی ایک اچھا عمل ہے اور شعار اسلام میں سے ہے لہذا قبر پر اذان دینا بھی اچھا عمل ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ جہاں اذان ہوتی ہے وہاں سے شیطان گوز مار کر بھاگ جاتا ہے۔

اعتراض: اذان نماز کے لئے اور نماز کے وقت دی جاتی ہے دفن کے وقت کون سی نماز ہوتی ہے جو آپ اذان دیتے ہیں

جواب: جی نہیں اذان فقط نماز کے لئے نہیں ہوتی بلکہ احادیث، فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت ہے کہ نماز کے علاوہ اذان دوسرے مقامات پر بھی دی جاسکتی ہے جیسے بچہ کے کان میں اذان دی جاتی ہے زمانہ نبوی میں ماہ رمضان کی راتوں میں دو اذانیں ہوتی تھیں ایک سحری میں جگانے کے لئے اور ایک نماز فجر کے لئے اسی طرح بارش نہ ہو تو اذان دی جاتی ہے

مرگی کے مریض کے کان میں اذان دی جاتی ہے جنات آسیب کا اثر ہو تو گھر میں اذان دی جاتی ہے غم کی کیفیت میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو کان میں اذان دینے کا حکم فرمایا وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض: فقہ حنفی کی مشہور کتاب بحر الرائق میں ہے کہ قبر پر دعا و فاتحہ کے سوا کچھ نہ کرے لہذا معلوم ہوا کہ قبر پر فاتحہ کرنا چاہئے اذان جائز نہیں۔

جواب: صاحب بحر الرائق کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب قبر کی زیارت کے لئے جائے تو دعا اور فاتحہ کے سوا کچھ نہ کرے اور یہ فرمان زیارت قبور کے وقت کا ہے میت کو دفن کرنے کے وقت کا نہیں ہمارا مدعا یہ ہے کہ دفن کے بعد اذان کہنا مستحب ہے زیارت کے وقت نہیں۔

(حدیث: ۶۵)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَہُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سرایاہ فَأَدْنَاھُمْ مِنْہُ مَنْزِلَۃً أَعْظَمُھُمْ فِتْنَۃً يَجِيءُ أَحَدُھُمْ فَيَقُولُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُھُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُہُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَہُ وَبَيْنَ امْرَأَتِہِ قَالَ فَيُدْنِيہِ مِنْہُ وَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ قَالَ الْأَعْمَشُ أُرَاہُ قَالَ فيلتزمہ.

مسلم: ۲۰۶۔ ۲۰۷، ۲۱،

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر اپنے لشکر بھیجتا ہے ان لشکروں میں ابلیس کے زیادہ قریب اس کا درجہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ باز ہوتا ہے ایک لشکر واپس آکر بتاتا ہے کہ میں نے فلاں فتنہ برپا کیا تو شیطان کہتا ہے تو نے کچھ بھی نہیں کیا پھر ایک اور لشکر آتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایک آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈال دی یہ سن کر ابلیس اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے تو نے بہت بڑا کام کیا ہے تو بہت اچھا ہے اور پھر اسے اپنے ساتھ چمٹا لیتا ہے

میں نے آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال: یعنی طلاق دلوا کر میاں بیوی میں جدائی پیدا کروا دیتا ہے طلاق اگرچہ مباح ہے لیکن یہ بہت بڑے فتنہ و فساد کی جڑ ہے کہ اس سے دو انسان ہی نہیں دو خاندان بھی آپس میں ٹوٹ جاتے ہیں اور بعض اوقات لڑائی جھگڑے کی نوبت بھی آجاتی ہے اور میاں بیوی عدالتوں میں رل کر اپنی زندگی تباہ کر دیتے ہیں۔ جب کہ اسلام نے نکاح، انسانوں کو آپس میں جوڑنے کے لئے بنایا تھا نہ کہ توڑنے کے لئے۔

نکاح محبت کی جڑ ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو محبت چاہنے والوں کے لئے نکاح جیسی کوئی چیز نہ دیکھی گئی۔

مطلب یہ کہ جن دو شخصوں یا دو خاندانوں میں محبت پیدا کرنی ہو تو ان کے آپس میں ایک دوسرے کے ہاں لڑکیاں بیاہ دو ان شاء اللہ محبت پیدا ہو جائے گی مثل مشہور ہے کہ روٹی بیٹی محبت کی جڑ ہے۔ نکاح محبت کی زنجیر ہے لیکن اس وقت کہ جب رضائے الہی کے لئے کی جائے اگر محض مال و کمال کے لئے کیا جائے تو کبھی بغض و عداوت کا ذریعہ بھی ہو جاتا ہے جیسا آج بہت دیکھا جا رہا ہے۔ جو دین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی مال ایک جھٹکے میں جمال ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے

نکاح کی حکمتیں اور شیطان کی خوشی کی توجیح: نکاح بمعنی ضم یعنی ملنا ہے چونکہ نکاح سے دو شخص یعنی خاوند و بیوی مل کر

دائمی زندگی گزارتے ہیں بلکہ نکاح سے عورت و مرد کے خاندان بلکہ نکاح سے کبھی دو ملک مل جاتے ہیں اس لئے اسے نکاح کہتے ہیں۔ نکاح اور ایمان یہ دو ایسی عبادتیں ہیں جو آدم سے شروع ہوئیں اور تا قیامت رہیں گی نکاح بہترین عبادت ہے اس سے نسل انسانی کی بقا ہے یہی انبیاء صالحین و عابدین و ذاکرین کی پیدائش کا ذریعہ ہے۔ نکاح آدمی کے لئے حفاظتی قلعہ ہے اسی لئے نکاح نفلی عبادت سے افضل ہے اور جب طلاق سے نکاح زائل ہوتا ہے تو اس سے مذکورہ نعمتیں بھی زائل ہو جاتی ہیں اس وجہ سے شیطان زوجین کی ناچاقی اور جدائی سے خوش ہوتا ہے۔ نکاح میں بے شمار فوائد اور حکمتیں ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ نکاح کی وجہ سے نسل انسانی کا فروغ ہوتا ہے۔

۲۔ نکاح سے اولاد جیسی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ بچوں کی وجہ سے انسان کا دل اور گھر آباد رہتا ہے۔

۴۔ شادی شدہ آدمی کو معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہ معاشرے کا ایک ذمہ دار شہری بن جاتا ہے۔

۵۔ نکاح سے معاشرتی اور تمدنی زندگی میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان معاشرے سے کٹ نہیں سکتا۔

۶۔ نکاح سے انسان کی شہوانی قوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے جس سے وہ شیطان کے شر اور گناہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۷۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نکاح انسان کے آدھے دین کو محفوظ کر دیتا ہے۔

۸۔ نکاح سے انسان کو اپنی بیوی سے سکون اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔

۹۔ نکاح سے انسان کی جنسی خواہش کی جائز طریقے سے تکمیل ہوتی ہے۔

شادی نہ کرنے کا وبال: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے جن کا نام عکاف تھا نبی ﷺ نے ان سے پوچھا کیا تمہاری بیوی ہے انہوں نے کہا نہیں آپ نے پوچھا کوئی باندی ہے انہوں نے کہا نہیں آپ نے پوچھا تم خوش حال اور خیریت سے ہو انہوں نے کہا جی ہاں میں خوش حال اور خیریت سے ہوں آپ نے فرمایا تب تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو اگر تم نصاریٰ میں سے ہوتے تو ان کے راہبوں میں سے ہوتے بے شک ہماری سنت میں سے نکاح کرنا ہے تم میں بدترین لوگ کنوارے ہیں اور تمہارے بدترین مردے کنوارے ہیں تم شیاطین کے ساتھ کھیلتے ہو شیاطین کے پاس صالحین کے خلاف عورتوں سے زیادہ کوئی موثر ہتھیار نہیں ہے ماسوا شادی شدہ لوگوں کے۔

حدیث پاک میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دو تہائی دین مکمل اور محفوظ ہو جاتا ہے صوفیا فرماتے ہیں جمیلہ عورت کا چہرہ جمال الٰہی کا آئینہ ہوتا ہے اور اس کی نیک خصلت صفات الٰہی کا مظہر ہوتی ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے دنیا کی تین چیزوں سے محبت کی بیوی، خوشبو، کھانا۔ ان تین چیزوں کی محبت سنت ہے اپنی بیوی کی محبت تقویٰ کی اصل ہے جو شخص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا وہ بدکار ہو جاتا ہے خوشبو کا تعلق روحانیت سے ہے جس قدر روحانیت قوی ہو گی اسی قدر خوش بو بھی پیاری ہو گی مقبول بندے آج بھی خوشبو کو پسند کرتے ہیں حضور ﷺ نے بیویاں اور خوشبو تو پائی مگر کھانا کثرت سے نہ پایا۔

حضور ﷺ کی عورتوں اور خوشبو سے محبت کی وجہ: زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو حقیر سمجھا جاتا تھا حتی کہ پیدا ہوتے ہی

عورتوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اس لیے آپ کے دل میں عورتوں کی محبت ڈالی گئی تا کہ آپ کی اتباع میں لوگ عورتوں سے محبت کریں اور عورتوں کے ساتھ ہونے والے ظلم و زیادتی کا خاتمہ ہو اور خوشبو سے محبت کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ آپ فرشتوں سے ہم کلام ہوتے تھے اور کہیں ان کو تکلیف نہ ہو اس لئے آپ کے دل میں خوش بو کی محبت ڈالی گئی اور نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک اس لئے بنایا گیا کہ چونکہ آپ اس کیفیت سے نماز پڑھتے تھے گویا کہ آپ نماز میں اپنے رب کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے تھے اور جب کوئی شخص اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اس لئے فرمایا کہ نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے

اچھی بیوی مال سے زیادہ نافع ہے: حضور ﷺ نے حضرت عمر کو فرمایا کیا میں تمہیں وہ بہترین چیز نہ بتاؤں جو آدمی جمع کرے وہ اچھی بیوی ہے کہ جب اسے دیکھے تو پسند آئے اور جب اسے حکم دے تو وہ فرمانبرداری کرے اور جب مرد غائب ہو تو اس کی حفاظت کرے۔

مطلب یہ کہ اگرچہ مال جمع کرنا جائز ہے مگر تم اسے اپنے اصل مقصود نہ بناؤ اس سے بھی بہتر مسلمان کے لئے نیک بیوی ہے کہ صورت میں بھی اچھی اور سیرت بھی کہ اس کے نفعے مال سے زیادہ ہیں کیونکہ سونا چاندی اپنی ملک سے نکل کر نفع دیتے ہیں اور نیک بیوی اپنے پاس رہ کر نافع ہے سونا چاندی ایک بار نفع دیتے ہیں اور بیوی کا نفع قیامت تک رہتا ہے مثلاً رب تعالیٰ اس سے نیک بیٹا عطا کر دے جو زندگی میں باپ کا وزیر بنے اور بعد موت اس کا خلیفہ۔

(حدیث:٦٦)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِن الشَّيْطَان قد أيس أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَلَكِنَّ فِي التحريش بَيْنهم ‧مسلم:٧١٠٣

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ عرب کے نمازی اس کی عبادت کریں گے لیکن وہ ان کو آپس میں بھڑکانے میں مصروف ہے۔

(حدیث:٦٧)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنِّي أُحَدِّثُ نَفْسِي بِالشَّيْءِ لَأَنْ أَكُونَ حُمَمَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ. قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ أَمْرَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ.

ابو دائود، احمد:٥١١٢_٣١٦١

ترجمہ: ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور بولا کہ میں اپنے دل میں ایسے خیالات محسوس کرتا ہوں کہ وہ بتانے کی بجائے جل کر کوئلہ بن جانا پسند کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ان خیالات کو وسوسہ بنا دیا۔

جل کر کوئلہ بن جانا پسند کرتا ہوں: سبحان اللہ یہ ہے صحابہ کرام کا خوف خدا جو نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے انہیں حاصل ہوا کہ جل کر کوئلہ بن جانا تو منظور ہے لیکن برے کلمات زبان پر لانا یا ان کو قبول کرنا قبول نہیں۔

صحابہ کرام کا خوف خدا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب قرآن کی کوئی آیت سنتے تو خوف خدا سے بے ہوش ہو

جاتے ایک دن ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرمایا کاش میں ایک تنکا ہوتا کوئی قابل ذکر چیز نہ ہوتا کاش میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا خوف خدا سے اتنا روتے تھے کہ آپ کے چہرے پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں بن گئی تھیں۔

مشکوۃ المصابیح فضائل حضرت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قطعی جنتی ہونیکی بشارت حاصل ہو چکی تھی ان کی حیا کا عالم یہ تھا کہ معصوم فرشتے بھی ان سے حیا کرتے تھے سرکار دو عالم ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آچکی تھیں مگر پھر بھی خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ آپ ارشاد فرماتے اگر مجھے جنت اور جہنم کے درمیان لایا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے کس میں جاؤں گا تو میں وہیں راکھ ہو جانا پسند کروں گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خوف خدا: حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ایک کنیز آپ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی عالی جاہ میں نے خواب میں ایک عجیب معاملہ دیکھا ہے میں نے دیکھا کہ جہنم کو بھڑکایا گیا اور اس پر پل صراط رکھ دیا گیا پھر اموی خلفاء کو لایا گیا سب سے پہلے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو اس پل صراط سے گزرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ وہ پل صراط پر چلنے لگا لیکن افسوس وہ تھوڑا سا چلا کہ پل الٹ گیا اور وہ جہنم میں جا گرا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دریافت کیا پھر کیا ہوا کنیز نے کہا پھر اس کے بیٹے ولید بن ملک کو لایا گیا وہ بھی اسی طرح پل صراط پار کرنے لگا کہ اچانک پل صراط پھر الٹ گیا جس کی وجہ سے وہ بھی دوزخ میں جا گرا آپ نے پوچھا اس کے بعد کیا ہوا اس نے عرض کی سلیمان بن عبدالملک کو لایا گیا اسے بھی حکم ہوا کہ پل صراط سے گزرو اس نے بھی چلنا شروع کیا لیکن یکا یک وہ بھی دوزخ کی گہرائیوں میں جا گرا آپ نے پوچھا پھر مزید کیا ہوا اس نے جواب دیا اے امیر المومنین ان سب کے بعد آپ کو لایا گیا کنیز کا یہ جملہ سنتے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خوف خدا کی وجہ سے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے کنیز نے جلدی سے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم میں نے دیکھا آپ نے سلامتی کے ساتھ پل پار کر کیا ہے لیکن آپ کنیز کی بات نہ سمجھ پائے اور بے ہوشی کے عالم ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ احیاء العلوم ص ۲۳۱ ج ۴

اللہ والوں کا خوف خدا: حضرت شرف الدین سعدی فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کو حرم کعبہ میں دیکھا گیا کہ کنکریوں پر سر رکھے بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہیں اے رب کریم مجھے بخش دے اور اگر میں سزا کا حقدار ہوں تو بروز قیامت مجھے اندھا اٹھانا تا کہ نیکو کاروں کے سامنے مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ تذکرہ اولیاء

روایت میں ہے کہ حضرت عامر بن عبداللہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو بہت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے شیطان ان کو بہکانے کے لئے سانپ کی شکل میں آتا اور ان کے جسم سے لپٹ جاتا پھر قمیص میں داخل ہو کر گریبان سے نکل آتا لیکن آپ نہ تو اس سے خوف زدہ ہوتے نہ ہی اسے دور کرتے بلکہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز میں مگن رہتے جب ان سے کہا جاتا کہ آپ سانپ کو اپنے آپ سے دور کیوں نہیں کرتے، کیا آپ کو اس سے ڈر نہیں لگتا تو آپ فرماتے مجھے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی اور سے ڈروں۔ عیون الحکایات ص ۴۸

خوف خدا کا صلہ: روایت میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک فاقہ زدہ مجبور و لاچار عورت اپنے بھوکے پیاسے بچوں کو کھانا کھلانے کے لئے ایک تاجر کے دروازے پر آئی اور اس سے سوال کیا کہ وہ اس کی مدد کر دے اس تاجر نے کہا ٹھیک ہے

میں تمہاری مدد کروں گا لیکن اس شرط پر کہ وہ اپنا آپ میرے حوالے کر دے یہ سن کر وہ عورت خاموشی سے گھر واپس آ گئی گھر پہنچ کر اس نے دیکھا اس کے بچے بھوک کی شدت سے چلا رہے ہیں بچوں کی یہ حالت زار دیکھی نہ جا سکی بیچاری مجبور و لاچار دوبارہ تاجر کے پاس آئی اور کہا میری مدد کر دو میرے بچے بھوک سے مر جائیں گے مجھے تمہاری شرط منظور ہے جب وہ دونوں تنہائی میں پہنچے اور مرد نے اپنا مقصد پورا کرنا چاہا تو عورت تھر تھر کانپنے لگی قریب تھا کہ خوف خدا کی وجہ سے اس کے جسم کے جوڑ الگ ہو جائیں اس کی یہ حالت دیکھ کر تاجر نے دریافت کیا یہ تجھے کیا ہوا عورت نے کہا مجھے اپنے رب تعالیٰ کا خوف ہے یہ سن کر تاجر نے کہا تم فقر و فاقہ کی حالت میں بھی اپنے رب سے اتنی ڈرتی ہو مجھے تو اس رب کریم نے اتنا کچھ نوازا ہے مجھے تو تجھ سے بھی زیادہ اپنے رب کا خوف کرنا چاہئے چنانچہ وہ زنا کے ارادے سے باز آ گیا اور اس عورت کی کھلے دل کے ساتھ ضرورت پوری کر دی وہ عورت خوش و خرم اسے دعائیں دیتی اپنے بچوں کے پاس واپس آ گئی تاجر کو خوف خدا کا یہ صلہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ فلاں ابن فلاں کو کہہ دو کہ میں نے تیرے سارے گناہ بخش دئیے ہیں۔ مکاشفۃ القلوب ص ۲۸۶

داخلے کے پیسے دو ورنہ نکل جاؤ: حضرت ابراہیم ادہم ایک مرتبہ غسل فرمانے کے لئے کسی حمام میں گئے حمام کے مالک نے آپ کو فقیر سمجھ کر روک لیا اور کہا اگر درہم نہیں دو گے تو اندر داخل نہیں ہونے دوں گا اس کی یہ بات سن کر آپ نے رونا شروع کر دیا وہ آپ کو روتا دیکھ کر پریشان ہو گیا اور کہا کوئی بات نہیں آپ کے پاس پیسے نہیں تو آپ ویسے ہی غسل کر لیں آپ نے فرمایا میں تمہارے روکنے کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ مجھے تو اس بات نے رلا دیا ہے کہ آج درہم نہ ہونے کی وجہ سے مجھے اس حمام میں جانے سے روک دیا گیا جس میں نیک و بد سب نہاتے ہیں تو اگر کل نیکیاں نہ ہونے کی وجہ سے مجھے جنت میں جانے سے روک دیا گیا جو صرف نیکیوں سے ملے گی تو میرا کیا بنے گا آج درہم نہیں تو حمام میں داخلہ نہیں کل نیکیاں نہیں تو جنت میں داخلہ نہیں۔ تذکرۃ الاولیاء

(حدیث:٦٨)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ (ص:28) آدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَإِيعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيبٌ بِالْحَقِّ وَأَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَإِيعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذَلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ من الله فليحمد اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ الْأُخْرَى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ثُمَّ قَرَأَ (الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ ويأمركم بالفحشاء (الْآيَة(أخرجه التِّرْمِذِيّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيث حسن غَرِيب

ترمذی:۲۹۸۸

ترجمہ: ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان میں شیطان کا بھی اثر ہے اور فرشتے کا بھی شیطان کا اثر تو مصیبت سے ڈرانا ہے اور حق کا جھٹلانا ہے لیکن فرشتے کا اثر خیر کا وعدہ کرنا اور حق کی تصدیق کرنا ہے جو یہ آخری بات محسوس کرے وہ جان لے کہ رب کی طرف سے ہے پس خدا کا شکر ادا کرے اور جو وہ دوسری چیز محسوس کرے تو وہ مردود شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی شیطان تمہیں فقیری سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا مشورہ دیتا ہے۔

انسان میں شیطان کا بھی اثر ہے اور فرشتے کا بھی: فرشتے ہمیشہ شکر کرنے کا درس اور مشورہ دیتے ہیں لیکن شیطان ہمیشہ مصیبتوں سے ڈرا کر ناشکری کا مشورہ دیتا ہے لہذا یہاں پر شکر اور مصائب کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

ایمان کی کسوٹی نیز مومن مصائب پر صبر کرتا ہے: انسان کو عموماً سب سے زیادہ خوف مصیبتوں اور اپنی غربت وفقر کا ہوتا ہے اور اس کا سبب وہ شیطان ہے جو ہر پل اسے مصیبتوں اور غربت سے بچانے کے لئے الٹے سیدھے مشورے دیتا ہے لہذا ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ مصائب وآلام کے بارے میں اسلامی تعلیمات کو جانے تا کہ اسے معلوم ہو کہ مصائب وآلام بھی اللہ کی طرف سے ایک لحاظ سے کسی سعادت سے کم نہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان کی حلاوت نہیں پا سکتا جب تک اس کو یقین نہ ہو جائے کہ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی ہے وہ اس پر آ نہیں سکتی تھی۔ ارشاد ہے کہ ہر شخص غمگین بھی ہوتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے لیکن مومن اپنی مصیبت پر صبر کرتا ہے اور اپنی نعمت پر شکر کرتا ہے۔

عن انس انه قال قال رسول الله ﷺ لقد اخفت فی الله وما یخاف احد ولقد اوذیت فی الله وما یوذی احد. جامع ترمذی ص ۲۸۷

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اللہ کی راہ میں بہت ڈرایا گیا جتنا کوئی نہیں ڈرایا جاتا میں اللہ کی راہ میں ستایا گیا ایسا کوئی نہیں ستایا جاتا۔ ایک جگہ فرمایا جب تم مصیبتوں میں مبتلا کر دیئے جاؤ تو میری مصیبتوں کو یاد کر لینا کیونکہ جتنا مجھے مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا اتنا کسی اور کو نہیں کیا گیا۔

بڑا آدمی بڑی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے: چونکہ حضور ﷺ نبیوں کے سردار ہیں اس لئے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں اور یاد رکھیں چاند سورج کو گہن لگتا ہے تاروں کو نہیں لگتا بڑوں کو دکھ ہوتا ہے چھوٹوں کو نہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ سب سے زیادہ درد اور تکلیف میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں پھر جو ان کے قریب ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیا وصالحین کو معرفت ہوتی ہے کہ یہ مصائب بھی اللہ تعالی کی نعمت ہیں ان پر انہیں دگنا اجر دیا جاتا ہے۔ جس کی دنیاوی مصیبتیں اور الجھنیں زیادہ ہوں اس کی عبادت افضل ہے اس شخص سے جو فارغ البال ہو دیکھو انسان کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ انسان مصائب اور آزمائشوں میں گھرا ہے اور فرشتے ان سے محفوظ ہیں۔

حدیث میں ہے کہ انسان اپنی دینداری کے مطابق مبتلا ہوتا ہے اگر اس کے دین میں سختی ہے تو اس کی بلائیں بھی سخت ہوں گی اور اگر اس کے دین میں نرمی ہے تو اس پر آسانی کی جائے گی ایسا ہی ہوتا رہے گا حتی کہ وہ زمین پر بے گناہ ہو کر چلے گا۔

بڑوں کی آزمائش سخت کیوں؟ یاد رکھیں بزرگوں کی سخت آزمائش کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ ان کو آزمائشوں میں ایسی لذت آتی ہے جیسی دوسروں کو نعمتوں میں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ان کی یہ تکالیف ان کی بندگی کی دلیل ہیں اگر وہ بیمار نہ ہوں تو معتقدین انہیں خدا سمجھ لیں قبطیوں نے فرعون کو خدا سمجھ لیا کیونکہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوا۔

۳۔ تیسرے یہ کہ ان کی مصیبتوں کی وجہ سے دوسرے پر مصیبت آسان ہو جاتی ہے کربلا کے واقعہ سے لوگوں کو بہت صبر، سکون نصیب ہوتا ہے بڑے طالب علموں کا امتحان بڑا ہوتا ہے اور چھوٹے طالب علموں کا امتحان بھی چھوٹا۔ یاد رہے کہ گناہوں پر دنیا میں پکڑ ہو جانا اللہ کی رحمت کی علامت ہے اور باوجود سرکشی وزیادتی گناہ کے ہر طرح کا عیش ملنا غضب الہی کی نشانی ہے تا کہ تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دی جائے۔

کسی کو مصیبتوں میں دیکھ کر برا نہ سمجھو: سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ بڑی مصیبت کا اجر بھی بڑا ہوتا ہے اللہ تعالی جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے جو راضی ہوتا ہے تو اللہ اس سے راضی ہوتا ہے جو ناراض ہوتا ہے اس کے لئے اللہ کی ناراضگی ہے۔

مطلب یہ کہ کسی مومن صالح کو بلاؤں میں گرفتار دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ یہ برا آدمی ہے نیکیوں پر بڑی مصیبتیں بڑے درجات ملنے کا ذریعہ ہیں۔ لیکن یہ صرف مومن کے لئے ہے کافر کے لئے نہیں کیونکہ مردے کو بہترین دوائیں دینا بے کار ہے جڑ کٹے درخت کی شاخوں کو پانی دینا بے سود اگر کافر عمر بھر بھی مصیبت میں رہے جب بھی دوزخی ہے اور اگر مومن صالح عمر بھر بھی آرام میں رہے جب بھی جنتی ہاں تکلیف والے مومن کے درجے زیادہ ہوں گے بشرطیکہ صابر وشاکر رہے۔

دنیا میں گناہ کی سزا اللہ کا کرم ہے: حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ مصطفی میں حاضر ہوا اس کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا آپ ﷺ نے اس سے استفسار کیا تجھے کیا ہوا اس نے عرض کی میرے پاس سے ایک عورت گزری میں اس کی طرف دیکھنے لگا میری نگاہیں مسلسل اس کا پیچھا کرتی رہیں کہ اچانک میرے سامنے ایک دیوار آ گئی اور بے خبری میں، میں اس سے ٹکرا گیا اور زخمی ہو گیا جس کی وجہ سے میرا یہ حال ہوا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی جب بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دنیا ہی میں اس کے گناہ کی سزا دے دیتا ہے۔ الادب المفرد ص ۱۵۴

مومن نعمتوں پر شکر کرتا ہے

پس مومن خدا کا شکر ادا کرے:

عن ابی بکرة قال كان رسول الله ﷺ اذا جاءه امر سرور او یسر به خر ساجدا شاکرا لله تعالی. ابو داود ص ۹۹

ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی خوش خبری ملتی یا آپ کسی بات پر خوش ہوتے تو سجدہ کرتے اور اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے۔

شکر کی تعریف اور شکر کی اقسام: شکر کا لغوی معنی ہے کسی نعمت پر زبان، دل یا دیگر اعضاء سے منعم یعنی نعمت دینے والے کی تعظیم وتکریم اور اس کا ذکر کرنا اور اصطلاح میں شکر کا معنی ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتوں جو اس نے عطا کی ہیں ان کو اپنے مقاصد میں خرچ کرنا شکر کہلاتا ہے ایک تعریف یہ ہے کہ کسی کے احسان کو پہچاننا اور اس کو بیان کرنا شکر کہلاتا ہے۔

شکر کی اقسام: شکر کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ شکر بالقلب۔ ۲ شکر باللسان۔ ۳ شکر بالجوارح۔

۱۔ شکر بالقلب: شکر بالقلب کا مطلب ہے نعمت کا تصور کرنا اور دل سے اس کو یاد کرنا۔

۲۔ شکر باللسان: اس کا مطلب یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی حمد وثنا کرنا اور زبان سے تعظیم کرنا اور اس کا ذکر کرنا۔

۳۔ شکر بالجوارح: وہ شکر ہے کہ نعمت کا بدلہ میں کوئی نعمت دینا یا اعضاء سے کسی کی تعظیم کرنا اور اللہ کی نعمتوں کو اللہ کی عبادت میں خرچ کرنا مثلاً شکرانے کے نوافل ادا کرنا وغیرہ۔

شکر کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: بزرگ فرماتے ہیں کہ شکر پانچ بنیادوں پر مبنی ہے اگر ان میں سے ایک امر بھی نہ ہو تو شکر ادا نہیں ہوتا۔

۱۔ منعم یعنی نعمت دینے والے کے سامنے شکر کرنے والے کا عجز وانکسار سے پیش آنا۔

۲۔ منعم سے محبت کرنا۔ ۳۔ اس کی نعمت کا اعتراف کرنا۔ ۴۔ اس نعمت پر منعم کی تعریف کرنا۔

۵۔ منعم کی نعمت کو اس کی ناپسندیدہ جگہ استعمال نہ کرنا۔

کمال شکر یہ ہے کہ بندہ نعمت اور منعم دونوں کا مشاہدہ کرے کیونکہ بندہ جس قدر زیادہ نعمت کا مشاہدہ کرے گا اسی قدر زیادہ شکر ادا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا بندہ اس کی نعمت کو دیکھے اور اس کا اعتراف کرے اور اس پر اس کی حمد وثنا کرے۔

حضرت داوود کا شکر: حضرت داوود علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں کیونکہ جس زبان سے تیرا شکر کروں گا وہ بھی تو تیری ہی دی ہوئی ہے ہر سانس تیری ہی عطا کردہ نعمت ہے میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جو میرا اپنا ہو جس سے میں شکر کروں تیری ہی دی ہوئی نعمتوں سے میں تیری نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داوود تم نے یہ کہہ کر میرا شکر ادا کر دیا یعنی جب تو نے اپنے عجز وانکسار کا اعتراف کر لیا تو میرا شکر ادا ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی یا الٰہی کیا تیری مخلوق میں سے کسی نے مجھ سے بھی زیادہ لمبی رات تک تیرا ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں مینڈک نے۔ کیمیائے سعادت

شکر افضل ہے یا حمد؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو ایک اعتبار سے حمد شکر سے افضل ہے اور دوسرے اعتبار سے شکر حمد سے افضل ہے حدیث پاک میں ہے کہ حمد شکر کی سردار ہے جس شخص نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اقسام اور اسباب کے اعتبار سے شکر، حمد سے عام ہے یعنی شکر میں عموم ہے کیونکہ حمد صرف زبان سے ہوتی ہے اور شکر زبان، دل اور دیگر اعضاء سے بھی ہوتا ہے۔ اور متعلق کے اعتبار سے حمد شکر سے عام ہے کیونکہ شکر صرف نعمت پر ادا کیا جاتا ہے جبکہ حمد میں یہ قید نہیں وہ مطلقاً زبان سے کسی کی ثنا کرنے کو کہتے ہیں چاہے نعمت ملے یا نہ ملے۔

حمد اور شکر کی مثالیں: حمد کی مثال یہ ہے کہ مثلاً یہ نہیں کہا جائے گا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حیات اس کی سمع، بصر اور اس کے علم پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ہم ان اوصاف پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر ہم دل میں جو اس کی تعظیم کرتے ہیں یا سجدہ شکر بجالاتے ہیں تو اس کو حمد نہیں کہا جائے گا یہ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور ہم زبان سے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کی ثنا وتعریف کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی حمد بھی ہے اور اس کا شکر بھی ہے۔ آپ کو کسی شخص سے کوئی نعمت نہیں ملی اور آپ اس شخص کے علم اس کی شرافت اور اس کی بہادری کی تعریف اور اس کا ذکر کریں تو یہ حمد ہے اور اس کے برعکس اس شخص نے آپ کو کچھ مال دیا یا اس نے آپ کا کوئی کام کر دیا اب اس کے آنے پر آپ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے تو یہ شکر ہے اور اگر آپ نے زبان سے اس کو سخی کہنا شروع کر دیا اس کو دعائیں دیں تو یہ شکر بھی ہے کیونکہ نعمت ملنے پر زبان سے اس کی تعظیم ہے اور حمد بھی ہے کیونکہ زبان سے اس کی خوبیوں کا ذکر ہے

شکر کا جذبہ کیسے پیدا ہو: حدیث پاک میں ہے کہ دنیا کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھو تاکہ تمہارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو۔ اس طرح کہ ہر شخص کو اپنے سے ادنیٰ کو دیکھ کر اللہ کا شکر کرے کہ خدایا تیرا شکر ہے میں اس سے بہتر ہوں مثلاً غنی فقیر کی محتاجی کو دیکھ کر شکر کرے اور فقیر غنی کے الجھاوے زیادت حساب میں غور کرے تو شکر کرے ایسے ہی حسین بدصورت کی قباحت کو دیکھ کر سجدہ شکر کرے اور بدصورت حسن کی بلاؤں کو دیکھ کر حسن نہ ملنے پر شکر کرے بادشاہ رعایا کی دست نگری کو دیکھے شکر کرے اور رعایا بادشاہ کی فکروں محنتوں وغیرہ مصائب کو دیکھ کر شکر کرے شکر اعلیٰ درجے کی عبادت بلکہ ساری عبادات کی اصل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص کو کوئی چیز دی گئی تو وہ اس کے بدلہ میں کوئی چیز دے اگر کوئی چیز نہ ملے تو اس کی تعریف ہی کر دے جس نے اس کی تعریف کی اس نے اس کا شکر کیا اور جس نے اس کو چھپایا اس نے کفر کیا۔

شکر کا صلہ: حضرت ابراہیم ادہم نے جب بادشاہت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تو ایک روز آپ کو کھانے کے لئے کچھ نہ ملا آپ نے پھر بھی شکرانے کے طور پر چار سو رکعت نوافل ادا کئے دوسرے روز بھی کچھ نہ ملا تو اسی طرح چار سو نوافل پھر ادا کئے سات روز تک یہی حال رہا تو کمزوری اتنی بڑھی کہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی تیرا شکر ادا کرنے کے لئے قوت ختم ہوتی جا رہی ہے اگر کھانے کے لئے کچھ مل جائے تو تیرا کرم ہو جائے گا اور مجھے عبادت پر قدرت مل جائے گی اسی دوران ایک نوجوان آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی حضور آج ہمارے گھر میں آپ کی دعوت ہے آپ کرم فرمادیں آپ اس کے ساتھ اس کے گھر چل پڑے جب نوجوان نے آپ کو غور سے دیکھا تو پکار اٹھا حضور مجھے پہچانا میں آپ کا بھاگا ہوا غلام ہوں جو کچھ میرے پاس موجود ہے وہ سب آپ کا ہے آپ نے اس نوجون کو فرمایا اے جوان میں نے تم کو اللہ کی رضا کے لئے آزاد کیا اور جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ سب آپ کو بخش دیا اس کی دعوت کھا کر جب آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی میں نے تجھ سے روٹی کا صرف ایک ٹکڑا مانگا تو تو نے مجھے شکر ادا کرنے پر اتنی ساری دنیا عطا فرمادی اے الٰہی گواہ ہو جا آج کے بعد میں تجھ سے تیرے سوا کچھ نہیں چاہوں گا۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۹۶

یہ شکر کا مقام نہیں تو کیا ہے: امام غزالی نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عثمان حیری ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کسی نے چھت سے آپ کے سر پر بہت سی خاک ڈال دی آپ اسے اپنے کپڑوں سے جھاڑتے جاتے اور زبان سے اللہ کا شکر ادا کرتے جاتے لوگوں نے حیرت سے پوچھا حضور آپ کے سر پر کسی نے خاک ڈال دی ہے اور آپ شکر ادا کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا جو شخص آگ میں ڈالے جانے کا مستحق ہو اگر اس پر صرف خاک ڈالنے پر اکتفا کر لیا جائے تو یہ شکر کا مقام نہیں تو کیا ہے۔ کیمیائے سعادت

شکر ہے میری ٹانگیں تو ہیں: شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ کسی قافلے میں سفر کر رہے تھے پیدل چلنے کی وجہ سے ان کے پاؤں کا ایک جوتا ٹوٹ گیا دوسرے جوتے میں چلنا مشکل ہو گیا تو آپ نے دوسرا بھی اتار دیا آپ کے دل میں احساس کمتری پیدا ہوا اور دل ہی دل میں سوچا کہ دوسرے لوگ تو سواریوں پر محو سفر ہیں اور جو پیدل ہیں ان کے جوتے تو ہیں لیکن میرا تو جوتا بھی نہیں اور ننگے پاؤں چلنے کی وجہ سے پاؤں میں چھالے بھی پڑ گئے ہیں اسی افسردگی کے عالم میں اچانک ان کی نظر ایک ایسے نوجوان پر پڑی جس کی دونوں ٹانگیں نہیں تھیں اور وہ اپنے سرین کے ساتھ چمڑے کا ٹکڑا باندھ کر گھسٹ گھسٹ کر قافلے کے ساتھ چل رہا تھا اور اس کی زبان پر اللہ کا ذکر جاری تھا شیخ سعدی اس نوجوان کو دیکھ کر بہت نادم ہوئے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہوئے عرض کی الٰہی میرے جوتے نہیں تو کیا ہوا تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے پاؤں تو عطا کئے ہیں جن سے میں چل رہا ہوں اس نوجوان کے تو پاؤں بھی نہیں پھر بھی وہ تیرا ذکر اور شکر کر رہا ہے۔ بوستان سعدی ص ۷۶

(حدیث:۶۹)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم يَقُول " لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءلُونَ حَتَّى يُقَالَ: هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهَ؟ فَإِذَا قَالُوا ذَٰلِكَ فقولُوا الله أحد الله الصَّمد لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كفوا أحد ثُمَّ ليتفل عَنْ يَسَاره ثَلَاثًا وليستعذ من الشَّيْطَان

ابوداؤد: ۴۷۲۲،۴۷۶۱

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ پوچھ گچھ کرتے رہیں گے حتی کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو خدا نے پیدا کیا تو خدا کو کس نے پیدا کیا جب یہ کہیں تو تم کہنا اللہ ایک ہے بے نیاز ہے نہ اس نے جنا اور نہ کسی سے جنا گیا ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے پھر اپنے بائیں جانب تین بار تھوک دے اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے۔

اس کی شرح سابق میں گزر چکی۔

(حدیث:۷۰)

عَنْ أنس بن مَالك يَقُولَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يَبْرَحَ النَّاسُ يَتَسَاءلُونَ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا الله خَالِق كل شَيْء فَمن خلق الله. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَلِمُسْلِمٍ: "قَالَ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجل: إِن أمتك لَا يزالون يَقُولُونَ: مَا كَذَا؟ مَا كَذَا؟ حَتَّى يَقُولُوا: هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهَ عَزَّ وَجل؟

بخاری،مسلم: ۲۹۶۔۳۵۱

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ پوچھ گچھ کرتے رہیں گے حتی کہ یہ کہا جائے گا کہ ہر چیز کو خدا نے پیدا کیا تو خدا کو کس نے پیدا کیا۔

اس کی شرح گزر چکی

(حدیث:۷۱)

عَن عُثْمَان بن أبي الْعَاصِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بيني وَبَين صَلَاتي وقراءتي يُلَبِّسُهَا عَلَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزِبٌ فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَلَى يسارك ثَلَاثًا قَالَ فَفَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللَّهُ عَنِّي

مسلم، احمد: ۱۸۰۵۷۔۵۷۳۸

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ شیطان مجھ میں اور میری نماز اور تلاوت میں حائل ہو گیا ہے اور نماز کو مشتبہ کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شیطان کو خنزب کہتے ہیں جب تم اس کو محسوس کرو تو اس سے اللہ تعالی کی پناہ مانگو اور اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دو میں نے اسی طرح کیا تو اللہ تعالی نے اسے دفع کر دیا۔

(حدیث:۷۲)

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَقَالَ: إِنِّي أهم فِي صَلَاتي فيكثر ذَلِك عَلَيّ فَقَالَ الْقَاسِم بن مُحَمَّد امْضِ فِي صَلَاتك فَإِنَّهُ لن يذهب عَنْك حَتَّى تنصرف وَأَنت تَقُولُ مَا أَتْمَمْتُ صَلَاتي.

موطا: ۲۲۶

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ میں اپنی نماز میں وہم کیا کرتا ہوں اور ایسا میرے ساتھ اکثر اوقات ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا اپنی نماز پڑھتے رہو کیونکہ یہ وہم تو کبھی جائے گا نہیں حتی کہ تم یہ کہتے ہوئے نماز ختم کرو گے کہ میری نماز مکمل ہوئی ہی نہیں۔

اس کی شرح ہو چکی

بَابُ: الایمان بالقدر — تقدیر پر ایمان کا باب

الفصل الاول — پہلی فصل

تقدیر کی تعریف اور اس کی اقسام: لغوی معنی ہے اندازہ لگانا اور اصطلاح میں وہ فیصلہ جو اللہ تعالی کی طرف سے اپنی مخلوق کے متعلق تحریر میں آچکا تقدیر کہلاتا ہے۔

تقدیر کی اقسام: تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ تقدیر مبرم ۲۔ تقدیر معلق

تقدیر مبرم: اس تقدیر کے اندر تبدیلی ناممکن ہے کسی طور بھی نہیں ٹل سکتی نہ دعا سے نہ عبادت سے۔ جیسے قیامت وغیرہ

تقدیر معلق:۔ وہ تقدیر کہ جو اللہ والوں کی دعا سے ٹل جائے۔ جیسے رسول کریم ﷺ کی دعا سے اس امت سے عذاب الٰہی کا اٹھ جانا۔

ایک رات میں ستر احتلام: حضرت عبد القادر جیلانی کے پاس ایک مرید حاضر ہوا عرض کی حضرت کل دن آپ کی بیعت کر کے گھر گیا رات کو خواب میں ستر پرتبہ احتلام ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے مرید ہونے کے بعد میں نے اللہ کے اذن سے لوح محفوظ پر دیکھا تو تیرے نامہ اعمال میں ستر عورتوں کے ساتھ زنا لکھا ہوا تھا میری دعا سے اللہ تعالی نے اس زنا کو ستر احتلام میں بدل دیا۔

تقدیر کیا ہے؟ یادر ہے کہ دنیا کی کوئی چیز ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ ہر چیز کو ایک منصوبہ کے تحت بنایا گیا ہے اللہ تعالی کو ہر چیز کے بنانے سے پہلے اس کا کامل علم تھا اس علم کے مطابق اس کو ایک مقررہ وقت پر ایک خاص شکل وصورت میں بنایا گیا اس کو ایک خاص حد تک نشونما دی گئی ایک خاص وقت تک اس کو باقی رکھا گیا اور اس کی مدت پوری ہونے کے بعد اس کو ختم کر دیا گیا اسی طرح اپنا وقت پورا ہونے کے بعد یہ تمام دنیا بھی ختم کر دی جائے گی یہی ہر چیز کی اور پوری دنیا کی تقدیر ہے۔ یادر ہے کہ یہ تحریر اس لئے نہ تھی کہ رب کو بھول جانے کا خطرہ تھا بلکہ اس کی منشا فرشتوں اور بعض محبوبوں کو اس پر مطلع کرنا تھا۔ یعنی لوح محفوظ پر کام اور انجام دونوں لکھے ہوئے ہیں کہ فلاں نیکیاں کرے گا تو جنت میں جائے گا فلاں کفر کرے گا اس لئے جہنم میں جائے گا بندوں پر رب کی اطاعت فرض ہے نیز کوئی شخص جنتی اور جہنمی ہونے پر مجبور نہیں۔

اللہ تعالی اشیاء کو دو طریقہ سے پیدا فرماتا ہے بعض چیزوں کو ابتداء علی وجہ الکمال پیدا فرماتا ہے اور ان میں فنا طاری ہونے تک کوئی کمی اور اضافہ نہیں فرماتا جیسے آسمان وغیرہ اور بعض چیزوں کے پہلے اصول پیدا فرماتا ہے پھر بتدریج ان کی نشونما کرتا ہے جیسے کھجور کی گٹھلی سے کھجور پیدا ہوتی ہے سیب پیدا نہیں ہوتا اور انسان کے نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے کوئی اور حیوان پیدا نہیں ہوتا۔

تقدیر پر ایمان رکھنا ضروریات دین میں سے ہے تقدیر کا منکر کافر ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ اگر تقدیر کا منکر پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو وہ تقدیر پر ایمان لائے بغیر قبول نہیں گا۔

ہر چیز کا خالق اللہ اور کاسب انسان ہے: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالی ہے اور کاسب خود

انسان ہے انسان کسب یعنی اختیار کرتا ہے اور اللہ خلق یعنی پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالی نے نیکی پر جزا اور برائی پر سزا دینے کا نظام قائم کیا اور جنت اور جہنم کو بنایا اس لئے یہ ضروری تھا کہ انسان کے لئے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر انسان کو نیکی اور بدی اچھائی اور برائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزا و سزا کے نظام کا کوئی معنی نہیں ہے۔

تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد: تقدیر پر ایمان لانے کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں۔

ا۔ جب بندہ اللہ کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے تو وہ اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو جاتا ہے جو کہ ایمان کی پہلی بنیاد ہے۔

۲۔ جب بندہ یہ ذہن بنالیتا ہے کہ میرا ہر معاملہ تقدیر کے ساتھ وابستہ ہے تو اس کے دل میں توکل علی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے

۳۔ جب بندہ یہ ذہن بنالیا ہے کہ میرا نفع نقصان تقدیر سے وابستہ ہے تو اس میں مصیبت پر صبر کرنے اور نعمت ملنے پر شکر کرنے کا احساس جنم لیتا ہے۔

۴۔ تقدیر پر ایمان رکھنے سے بندے کے دل میں دنیا جہاں کے سارے خوف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ صرف اپنے رب سے ڈرنے لگتا ہے۔

۵۔ تقدیر پر ایمان رکھنے سے بندہ اپنے رب سے لو لگالیتا ہے اور وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

(حدیث: ۷۳)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَتَبَ اللّٰهُ مقادير الْخَلَائق قبل أن يخلق السَّمٰوات وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ: وَكَانَ عَرْشُهُ على الماء ۔مسلم: ۲۶۴۸

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مخلوق کی تقدیریں آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیں جب اس کا عرش پانی پر تھا۔

اللہ کا عرش پانی پر کیسے تھا؟

کان عرشه علی الماء: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مخلوق کی تقدیریں آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیں جب اس کا عرش پانی پر تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے پانی موجود تھا محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ عرش کے پانی پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں عرش پانی پر نہیں رکھا تھا بلکہ ان دونوں یعنی عرش اور پانی کے درمیان میں کوئی آڑ نہیں تھی کیونکہ اللہ کا عرش تمام چیزوں سے بہت بڑا ہے۔

جب ہمارا گناہ لکھ دیا گیا تو پھر سزا کیوں: تقدیر کی وجہ سے انسان پتھر کی طرح مجبور نہیں ہو گیا ورنہ قاتل پھانسی نہ پاتا اور چور کے ہاتھ نہ کٹتے کیونکہ رب تعالی کے علم میں آچکا کہ فلاں اپنے اختیار سے یہ حرکت کرے گا اس لئے اس نے اسے لکھ دیا اس لکھ دینے سے انسان مجبور نہیں ہوا کتے کو پتھر مارو تو کتا تمہیں کاٹتا ہے نہ کہ پتھر کو حالانکہ لگتا پتھر ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پتھر غیر مختار ہے مارنے والا مختار ہے اگر ہم اپنے کو پتھر کی طرح مجبور سمجھیں تو جانور سے زیادہ بے وقوف ہیں۔ دعائیں دوائیں ہماری تدبیریں اور اختیارات سب تقدیر میں داخل ہیں۔ یادر ہے بندے کے دل کا رجحان برائیوں کی

طرف ہوتا ہے جس سے وہ اپنی خوشی اور اختیار سے بدکاریاں کرتا ہے لہذا بندہ خلق میں مجبور ہے کسب میں مختار لہذا اعذ[ab]
نار کا مستحق ہے اسی لئے علماء فرماتے ہیں ہمیشہ نیکیاں کرنے کی کوشش کرو۔

تقدیر کی مثال ۱: جیسے ایک انجینئر کوئی عمارت بنانے سے پہلے اس کی تمام جزئیات کا جائزہ لیتا ہے میٹریل کا جائزہ لیتا ہے نقشہ تیار کرتا ہے پھر یہ اندازہ لگاتا ہے کہ یہ عمارت کتنی دیر تک کارآمد رہے گی یا جیسے کسی مشین کی گارنٹی دیتے ہوئے بتایا جاتا ہے کہ یہ اتنی دیر تک کام کرتی رہے گی چونکہ یہ مخلوق کا علم ہے اس لئے اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے اللہ کا علم چونکہ غلطی سے پاک ہے اس لئے اس کے اندازے غلط نہیں ہو سکتے۔ جس طرح کی عمارت بنانے والا انجینئر اپنے علم سے اندازہ لگاتا ہے کہ یہ بلڈنگ سو سال تک چلے گی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب ضرور اس عمارت کو سو سال کام کرنا ہی پڑے گا بلکہ اس نے اس عمارت کی میٹریل کی استعداد اور صلاحیت کے پیش نظر ایک اندازہ لگایا ہے اگرچہ اس کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ غلطی سے پاک ہے اس لئے بلا تمثیل وتشبیہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اس کو اپنے علم ازلی وابدی کی وجہ سے انسان کی عقل اس کی کارکردگی ذہنی رجحانات نیکی وبدی اور اس کے اختیار وارادہ کو جان کر اس کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے بس یہی تقدیر ہے۔

تقدیر کی مثال ۲: اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آجکل قانون کے مطابق غذاؤں اور دواؤں کے پیکٹوں پر انتہائی تاریخ لکھی جاتی ہے بچہ بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ کمپنی والوں کو چونکہ تجربہ ہوتا ہے کہ یہ چیز فلاں تاریخ تک خراب ہو جائے گی اس لئے لکھ دیتے ہیں یقیناً کمپنی کے لکھنے نے اس چیز کو خراب ہونے پر مجبور نہیں کیا اگر وہ نہ لکھتے تب بھی اس چیز کو اپنی مدت پر خراب ہونا ہی تھا۔

لکھے ہوئے پر تقیہ نہ کرو: علماء فرماتے ہیں کہ انسان کی قسمت میں رزق لکھ دیا گیا ہے لیکن اس کو کمانے کا حکم دیا ہے اس کی زندگی کی میعاد مقرر ہے لیکن اس کو بیماری کا علاج کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح سعادت وشقاوت مقرر ہے لیکن اس کو نیکی کرنے اور برائی کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے پس جس طرح وہ تقدیر میں لکھے ہوئے رزق پر تکیہ کر کے کمانا ترک نہیں کرتا اور تقدیر میں لکھی ہوئی زندگی کی مدت پر تکیہ کر کے بیماری میں علاج کو ترک نہیں کرتا اسی طرح تقدیر میں لکھی ہوئی سعادت وشقاوت پر تکیہ کر کے نیک اعمال کرنے اور برے اعمال نہ کرنے کو ترک نہ کرے۔ جب انسان ان امور میں مجبور محض یا پتھر کی طرح بے اختیار نہیں تو گناہ پر مواخذہ اور پکڑ نہ خلاف عقل ہے اور نہ ہی ظلم۔ جس طرح ایک بچہ کھیلنا چاہتا ہے اور والدین اس کو اس کی مرضی کے خلاف زبردستی سکول چھوڑ آتے ہیں تو یہ تو اس پر جبر ہوا جو سمجھ میں آتا ہے بخلاف انسان کی حالت یہ نہیں ہے کہ وہ مسجد میں جانا چاہے تو کوئی قوت زبردستی اس کو شراب خانے لے جائے بلکہ وہ جب چاہے بلا روک ٹوک نیکی کر سکتا ہے اور کوئی قوت اس کو روک نہیں سکتی لہذا اس کو نیکی بدی کرنے کا پورا اختیار ہے۔

تقدیر میں بحث منع ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو شدت غضب سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا کہ گویا انار کے دانے آپ کے چہرہ انور پر نچوڑ دیئے گئے ہوں آپ نے فرمایا کیا تم کو اسی کا حکم دیا گیا ہے کیا میں تمہاری طرف اسی چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تم سے پہلے لوگ تو میں اسی تقدیر کے مسئلہ میں بحث وتکرار کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور مکرر قسم دیتا ہوں آئندہ اس مسئلے میں کبھی بحث نہ کرنا۔ مشکوۃ المصابیح باب القدر

تقدیر میں قیاس کی گنجائش نہیں: یاد رہے تقدیر کے مسئلہ میں عقل وقیاس کی گنجائش نہیں ہے اور صرف کتاب وسنت کی تصریحات پر توقف کرنا لازم ہے اور جو شخص اس سے عدول کرے گا وہ گمراہ ہوگا اور دریائے حیرت میں غرق ہوگا اس کے نفس کو شفا حاصل نہیں ہوگی اور نہ اس کا قلب مطمئن ہوگا کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی عالم کو نہیں دیا کسی نبی اور نہ کسی فرشتہ کو، جنت میں جانے کے بعد مسئلہ تقدیر منکشف ہو جائے گا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے عمل ترک کرنا ممنوع ہے بلکہ احکام شریعہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے جس شخص کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لئے آسان ہو جائے گا نیکو کاروں کے لئے نیکی اور بدکاروں کے لئے بدی۔

(حدیث:۷۴)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجزُ والكيس

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز اندازے سے ہے یہاں تک کہ عاجزی اور عقلمندی۔

مسلم، بخاری: ۶۶۱۴-۶۷۴۴

مطلب یہ کہ انسان کی ہر چیز مثلاً انسان کی بے بسی اور اس کا بس انسان کا علم اور اس کی جہالت سب لکھ دیئے گئے۔

(حدیث:۷۵)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى قَالَ مُوسَى أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهِ ثُمَّ أَهْبَطتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ قَالَ مُوسَى بِأَرْبَعِينَ عَامًا قَالَ آدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا (وَعَصَى آدَمُ ربه فغوى) قَالَ نَعَمْ قَالَ أَفَتَلُومُنِي عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى

بخاری، مسلم: ۲۳۰۸-۶۶۲۳

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسیٰ نے اپنے رب کے پاس مناظرہ کیا تو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب رہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ وہ آدم ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا آپ کو جنت میں رکھا پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا حضرت آدم نے فرمایا کہ آپ ہی وہ موسیٰ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور ہم کلامی کے لئے چن لیا اور آپ کو تختیاں عطا فرمائیں جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے اور آپ کو ہم کلامی سے خصوصی قرب بخشا آپ بتایئے کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے توریت کو پایا کہ رب نے لکھ دیا تھا حضرت موسیٰ نے فرمایا چالیس سال پہلے تو حضرت آدم نے فرمایا تو کیا آپ نے توریت میں یہ بھی دیکھا کہ آدم نے اپنی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے فرمایا ہاں آپ نے فرمایا تو کیا آپ اس لغزش پر میری ملامت کرتے ہیں جس کا کر لینا میرے مقدر میں میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھا جا چکا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب رہے۔

سجدہ اور قیام تعظیمی کے بارے میں مفصل بحث: فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا اور یہ سجدہ عبادت کا سجدہ نہ تھا یہ سجدہ تعظیمی تھا سابقہ شریعتوں میں یہ جائز تھا لیکن حضور ﷺ کی امت میں سجدہ عبادت کو شرک اور سجدہ تعظیمی کو حرام دیا گیا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قیام تعظیمی کا حکم شرعی کیا ہے اور اس کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں اسلام کا حکم ہے یہ مسئلہ کچھ مختلف فیہ ہے اس لئے اس بارے میں ہم مفصل گفتگو کریں گے۔

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ جب معزز لوگ آئیں تو ان کی تعظیم اور اکرام کے لئے کھڑا ہو جانا چاہئے بلکہ علماء کرام فرماتے ہیں کسی صاحب فضیلت کسی عالم دین مشائخ کرام کے لئے کھڑا ہونا مستحب ہے اور اجر و ثواب کا باعث ہے لیکن یاد رہے دنیاداروں کی تعظیم کے لئے قیام کرنا مکروہ ہے اس پر متعدد احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے نظریات موجود ہیں۔

احادیث سے قیام تعظیمی کا ثبوت

حضرت عائشہ حضور ﷺ کے لئے کھڑی ہو جاتیں

عن عائشة رضی الله عنها قالت و کانت اذا دخلت علی النبی ﷺ قام الیها فقبلها واجلسها فی مجلسه و کان النبی ﷺ اذا دخل علیها قامت من مجلسها فقبلته واجلسته فی مجلسها۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں جب حضرت فاطمہ نبی کریم ﷺ کے پاس جاتیں تو آپ ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے اور جب نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہ کے پاس جاتے تو وہ اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں آپ کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔

سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ:

عن سعید بن خدری قال نزل بنو قریظه علی حکم سعد بن معاذ فارسل رسول الله ﷺ سعد فاتاه علی حمار فلما دنا قریبا من المسجد قال رسول الله ﷺ قوموا الی سیدکم او خیرکم۔ صحیح بخاری ۶۲۶۲ ـ صحیح مسلم ۱۷۶۸ کتاب

ترجمہ: حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو قریظہ، حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر قلعہ سے نکل آئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کو بلوایا وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے پاس آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے رسول کریم ﷺ نے انصار سے فرمایا اپنے سردار یا اپنے صاحب فضیلت کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

صحابہ حضور کے لئے کھڑے ہو جاتے:

عن محمد بن هلال عن ابیه ان النبی ﷺ کان اذا خرج قمنا له حتی یدخل بیته۔ فتح الباری ج ۱۱ ص

ترجمہ: حضرت محمد بن بلال اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب جب گھر جانے کے لئے تشریف لے جاتے تو ہم آپ ﷺ کے گھر داخل ہونے تک آپ کی تعظیم میں آپ کے لئے کھڑے رہتے۔

صحابی، صحابی کے لئے کھڑے ہو گئے:

ان عبد الله بن کعب قال سمعت کعب بن مالک یحدث حدیثه حین تخلف عن رسول الله ﷺ عن غزوه تبوک فتاب الله علیه حتی دخلت المسجد فاذا برسول الله ﷺ حوله الناس فقام الی طلحه بن عبید الله یهرول حتی صافحنی وهنانی۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۰

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ غزوہ تبوک سے رہ گئے تھے اور بعد میں اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر میری طرف آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔

رضاعی بھائی کے لئے قیام کیا: حضرت عمر بن سائب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دفعہ بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران آپ ﷺ کے رضاعی والد آ گئے آپ نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنا کپڑا بچھایا وہ اس پر بیٹھ گئے اس کے بعد آپ ﷺ کی رضاعی والدہ آئیں تو آپ ﷺ نے ان کے لئے کپڑا بچھایا وہ بیٹھ گئیں پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آ گئے تو نبی کریم ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ سنن ابی داود ۵۱۴۵

حضرت زید کے لئے آپ ﷺ کھڑے ہو گئے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں تشریف لائے تو حضور نبی کریم ﷺ اس وقت میرے حجرے میں تشریف فرما تھے آپ ﷺ ان کے لئے برہنہ پشت کھڑے ہوئے اور ان کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ جامع ترمذی ۲۷۳۲

تعظیم کا خود حکم دیا: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی بزرگی اور تعظیم سے یہ ہے کہ جس مسلمان کے سفید بال ہوں یعنی وہ بزرگ ہو اس کی عزت و تعظیم کی جائے اور جو قرآن کا حافظ و عالم ہو اور اس میں غلو نہ کرتا ہو اور عالم باعمل ہو اس کی تعظیم کی جائے اور سلطان عادل کی تعظیم کی جائے۔ سنن ابی داود ۴۸۴۳

حضرت عکرمہ کے لئے قیام فرمایا: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جو کہ ایک نیک صحابی رسول تھے جب وہ یمن سے تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو گئے ان کو گلے لگایا اور فرمایا مرحبا خوش آمدید مہاجر سوار۔ اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۸

حضرت جعفر کے لئے قیام فرمایا: حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب ہجرت سے واپس مدینہ میں تشریف لائے اور حضور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے قیام کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ان کو بوسہ دیا۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۵۴۲

تعظیم نہ کرنے والا ہم میں سے نہیں: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں۔ الکامل ج ۶ ص ۲۰۹۸

احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ قیام تعظیمی سنت مصطفی ہے اور حضور نبی کریم ﷺ نے خود قیام تعظیمی فرمایا اور صاحب فضیلت کے لئے قیام تعظیمی کا حکم بھی فرمایا اور صحابہ کرام کا بھی قیام تعظیمی پر عمل رہا نہ تو کسی نے اس سے منع کیا اور نہ اس کو شرک کہا اس مسئلے کی مزید توضیح کے لئے احادیث کے بعد اب ہم بزرگان دین کے نظریات ذکر کریں گے۔

فقہاء ومحدثین اور اکابرین کا عقیدہ

امام نووی شافعی کا عقیدہ: امام نووی فرماتے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جب معزز لوگ آئیں تو ان کی تعظیم اور اکرام کے لئے قیام کیا جائے اسی طرح جمہور فقہائے اسلام نے اس حدیث سے قیام کے استحباب پر استدلال کیا ہے لہذا میں کہتا ہوں کہ اہل فضل کے آنے کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے اس کے متعلق احادیث موجود ہیں اور اس کی ممانعت میں صراحت سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۵

ابوبکر محمد بن عبداللہ عربی کا عقیدہ: جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ متکبر شخص ہے اور وہ قیام سے خوش ہوتا ہے تو اس کی تعظیم کے لئے قیام کرنا مکروہ ہے یا وہ اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ وہ بڑے رتبے والا ہے اور اس کے لئے قیام کیا جائے تو اس کے لئے قیام کرنا بھی مکروہ ہے۔ لیکن اولاد کا اپنے والدین کے لئے شاگرد کا استاد کے لئے اور کسی نیک و متقی کی تعظیم کے لئے قیام کرنا صحیح ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کے بارے میں فرمایا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ اس حدیث میں حضرت سعد کے مرتبے کا اظہار تھا اور حضرت سعد بن معاذ خود کو بڑا نہیں سمجھتے تھے اس لئے یہ قیام جائز و مستحسن ہے۔ عارضۃ الاحوذی ج ۵ ص ۶۲

علامہ محمد بن احمد مالکی کا عقیدہ: اگر کوئی شخص اپنے آپ کو تعظیم کا مستحق سمجھتا ہو اور اس کا منتظر ہو کہ اس کے لئے قیام کیا جائے تو اس کے لئے قیام کرنا ممنوع ہے اور اگر کسی کے آنے سے خوشی ہو یا اور دیگر اسباب کی وجہ سے قیام کیا جائے تو پھر جائز ہے۔ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۹ ص ۲۲۰

علامہ دشتانی مالکی کا عقیدہ: قاضی عیاض نے ،،قوموا الی سیدکم،، والی حدیث کے تحت فرمایا ہے کہ اس حدیث کے تحت لازم آتا ہے کہ قوم کے رئیس اور اہل خیر اور اہل فضیلت کی تعظیم کے لئے قیام کرنا چاہئے کیونکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک سے زیادہ افراد کے لئے کھڑے ہوئے اور یہ وہ قیام نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے قیام ممنوع یہ ہے کہ جیسے عجمی بادشاہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور لوگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے رہتے تھے۔ اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۹۲

علامہ ابن حجر عسقلانی کا عقیدہ: علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت سعد کی حدیث سے ثابت ہوا کہ سربراہ مملکت کو مسلمان بزرگ کی تعظیم کا حکم دینا چاہئے اور سربراہ مملکت کی مجلس میں ارباب فضیلت کی تکریم کرنا اور ان کے لئے قیام کرنا مشروع ہے اور تمام لوگوں پر لازم کیا ہے کہ وہ اپنے بزرگ کے آنے پر اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔ فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۲۳

علامہ بدرالدین عینی کا عقیدہ: اس حدیث یعنی سردار کی تعظیم کے لئے اٹھنے والی حدیث میں ثبوت ہے کہ سلطان یا حاکم مسلمانوں کے سردار کی تعظیم کا حکم دے اور سلطان کی مجلس میں اہل فضیلت کی تعظیم کرنا اور ان کی تعظیم کے لئے اٹھنا جائز ہے اور تمام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سید کی تعظیم کریں۔ عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۲

علامہ ابن تین کا عقیدہ: علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ یہ ان کی تعظیم کے لئے تھا کیونکہ ان کی دین میں بہت خدمات تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ تھا۔
صحیح بخاری ۳۳۱۸

علامہ محمد امین بن عمر شامی کا عقیدہ: جو شخص مسجد میں بیٹھا ہوا ہو یا جو شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس حال میں اس کے پاس کوئی ایسا شخص آئے جو جو قابل تعظیم ہو تو اس کی تعظیم کے لئے قیام کرنا جائز ہے بلکہ علامہ ابن وہبان فرماتے ہیں کہ یہ قیام مستحب ہے۔ شعب الایمان ج ۲ ص ۲۹۹

علامہ ابی مالکی کا عقیدہ: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ قوم کے رئیس اور اہل خیر اور اہل فضل کی تعظیم کے لئے قیام کرنا چاہئے کیونکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک سے زیادہ افراد کے لئے کھڑے ہوئے اور یہ وہ قیام نہیں ہے جس سے منع کیا گیا قیام ممنوع یہ ہے کہ جیسے عجمی بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں اور لوگ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۹۲

علامہ علاء الدین حصکفی کا عقیدہ: آنے والے کی تعظیم کے لئے اٹھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے جیسا کہ عالم کے سامنے پڑھنے والے کے لئے بھی تعظیما کھڑے ہونا مستحب ہے۔ درمختار ج ۵ ص ۳۳۸

علامہ شامی کا عقیدہ: یعنی اگر وہ شخص تعظیم کا مستحق ہو تو اس کے آنے پر کھڑے ہونا مستحب ہے قنیہ میں ہے جو شخص مسجد میں بیٹھا ہوا اس کا آنے والے صاحب فضیلت کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن مجید پڑھنے والے کا بھی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا مکروہ نہیں ہے۔ ردالمحتار ج ۵ ص ۳۳۸

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی کا عقیدہ: آپ فرماتے ہیں نیکی اور تکریم کے طور پر قیام کرنا جائز ہے جیسا کہ انصار نے حضرت سعد بن معاذ کے لئے قیام کیا تھا اور حضرت طلحہ نے حضرت کعب کے لئے قیام کیا تھا اور جس کے لئے قیام کیا جائے اس کو یہ اعتقاد نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اس قیام کا مستحق ہے حتی کہ اگر اس کے لئے قیام نہ کیا جائے تو وہ اس کو ڈانٹے یا اس کی شکایت کرے اور اس پر ناراض ہو۔ عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۹۱

علامہ قاضی خان کا عقیدہ: فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر آنے والا عالم دین ہو اس کا والد ہو یا اس کو علم دین سکھانے والا استاد ہو تو اس کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ فتاوی قاضی خان ج ۳ ص ۴۲۲

علامہ ابوسلیمان خطابی شافعی کا عقیدہ: مسلمانوں کا رئیس فاضل کے لئے اور حاکم عادل کے لئے قیام کرنا اور شاگرد کا استاد کے لئے قیام کرنا مستحب ہے مکروہ نہیں ہے۔ معالم السنن ج ۸ ص ۸۵

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ عصا پر ٹیک لگائے صحابہ کے پاس تشریف لائے ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا عجمیوں کی طرح مت کھڑے ہو جایا کرو۔ اس حدیث میں تو نبی کریم ﷺ نے قیام تعظیمی سے منع کیا ہے آپ کیسے اس کو جائز قرار دے سکتے ہیں۔

جواب: اس حدیث کے تین جواب ہیں۔ جواب ۱۔ امام طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب ۲۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی کے مخالف و معارض ہے جن میں آپ نے قیام کی اجازت دی

ہے اور خود بھی قیام کیا۔

جواب ۳۔ جس قیام سے حضور ﷺ نے منع کیا ہے اس سے وہ قیام مراد ہے جس میں عجمی بادشاہ بیٹھے رہتے اور قوم ان کی تعظیم کے لئے کھڑی رہتی اور اس قیام کو ہم بھی ناجائز کہتے ہیں۔

اعتراض: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا اس کے باوجود وہ حضور کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیام تعظیمی منع ہے۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔

جواب ا۔ رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کا قیام اس لئے ناپسند تھا کہ آپ کو خدشہ تھا کہ وہ تعظیم میں زیادہ افراط نہ کرنے لگ جائیں اور حد سے تجاوز نہ کرلیں اس لئے آپ اس کو ناپسند کرتے تھے اور آپ اس کا اظہار فرماتے بھی تھے کہ لاتطرونی، میری تعظیم میں زیادہ مبالغہ نہ کرو۔ ورنہ ان احادیث کا کیا جواب دیں گے جن میں آپ نے خود تعظیم کے لئے قیام بھی کیا اور قیام کا حکم بھی دیا۔

جواب ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام کے درمیان اس قدر انس اور محبت تھی جس میں قیام کی گنجائش نہیں تھی اور جب لوگ کمال محبت کے ساتھ آپس میں گھل مل کر رہنے لگیں تو پھر قیام کے تکلف کی ضرورت نہیں رہتی۔

اعتراض: روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ آئے تو عبداللہ بن زبیر اور ابن صفوان ان کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے تو حضرت معاویہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

جواب: یاد رہے کہ قیام کی محبت اور قیام کو پسند کرنا اور ہے اور قیام کرنا کچھ اور جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوجائیں تو یہ قابل مذمت ہے اور حضرت امیر معاویہ کی اس حدیث میں اسی قیام کی ممانعت ہے جس میں کوئی شخص اپنے لئے قیام کو پسند کرے ہمارے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔

تقدیر کی تاریخ کے بارے میں احادیث میں تعارض: اس حدیث میں ہے کہ حضرت آدم نے فرمایا کہ آپ ہی وہ موسیٰ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور ہم کلامی کے لئے چن لیا اور آپ کو تختیاں عطا فرمائیں جس میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے اور آپ کو ہم کلامی سے خصوصی قرب بخشا آپ بتائیے کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے توریت کو پایا کہ رب نے لکھ دیا تھا حضرت موسیٰ نے فرمایا چالیس سال پہلے۔

جب کہ دوسری حدیث میں ہے

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ كتب الله مقادير الخلائق قبل ان يخلق السموات والارض بخمسين الف سنة كان عرشه على الماء۔ رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مخلوق کی تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دیں جب اس کا عرش پانی پر تھا۔

ان دونوں احادیث میں تعارض ہے کہ حدیث آدم میں تقدیر چالیس سال پہلے لکھ دی گئی جبکہ اگلی حدیث میں ہے کہ تقدیریں پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی گئیں۔

تقدیر کی تاریخ کے بارے میں احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ سال دو قسم کے ہوتے ہیں ایک دنیا کا سال اور ایک اللہ تعالیٰ کا سال جیسے کہا گیا ہے کہ قیامت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہوگا یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک سال ہماری دنیا کے ایک ہزار سال سے بھی بڑا ہے لہٰذا مذکورہ حدیث میں جس میں آدم کی تقدیر کا ذکر ہے وہ چالیس سال کا ذکر ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے سال ہیں اور سابقہ حدیث میں جو کہا گیا کہ مخلوق کی تقدیریں پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی گئیں اس سے مراد دنیا کے سال ہیں لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

حضرت موسیٰ اور حضرت آدم کا مناظرہ کہاں ہوا تھا؟: حضرت موسیٰ اور حضرت آدم کا مناظرہ کہاں ہوا تھا اس میں تین اقوال ہیں بعض علماء کے نزدیک یہ مناظرہ عالم ارواح میں ہوا تھا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مناظرہ حضرت موسیٰ کے زمانہ نبوت میں ہوا تھا اس وقت موسیٰ کی دعا سے آدم کو زندہ کیا گیا اور یہ مناظرہ ہوا تیسرا قول یہ ہے کہ یہ مناظرہ بیت المقدس میں ہوا تھا جب تمام انبیاء حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز پڑھنے بیت المقدس میں تشریف لائے تھے۔

کیا حضرت موسیٰ کا سوال حضرت آدم کی بے ادبی تھا؟ یاد رہے کہ حضرت موسیٰ کا یہ کلام بے ادبی اور گستاخی کے طور پر نہیں تھا تمام انبیاء اپنے جد امجد کی بے ادبی اور گستاخی سے پاک ہیں کیونکہ بیٹے کو اپنے باپ کی شاگرد کو اپنے استاد کی ملامت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور پھر جب باپ خصوصاً نبی ہو تو موسیٰ یہ کیسے گوارہ کرسکتے ہیں کہ وہ نبی باپ کی بے ادبی یا گستاخی کریں۔

حضرت موسیٰ کا سوال شریعت پر اور حضرت آدم کا جواب حقیقت پر مبنی تھا: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے حضرت آدم سے کہا کہ آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے اتار دیا تو آدم نے اس کا جواب یہ دیا کہ جب یہ لوح محفوظ پر لکھا دیا گیا تھا تو اس میں میرا کیا قصور ہے تو حضرت موسیٰ چپ ہوگئے حالانکہ وہ کہہ سکتے تھے کہ جو انسان نے کرنا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسی کو لکھتا ہے اللہ کے لکھ دینے سے بندہ وہ کام کرنے پر مجبور نہیں ہوجاتا تو اس کا جواب حکیم الامت نے اس طرح دیا ہے کہ موسیٰ کی نظر ظاہر پر تھی اور آدم کا سوال حقیقت پر مبنی تھا لہٰذا آج ہم جیسے گناہ گار تقدیر کی آڑ لے کر گناہوں سے بری نہیں ہوسکتے یعنی اے موسیٰ میری یہ خطا اور جنت سے زمین پر آنا یہاں یہ باغ و بہار لگانا سب رب تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی مرضی سے تھا جس میں ہزاروں اسرار تھے تم صاحب اسرار ہوکر مجھ سے یہ سوال کیوں کرتے ہو الغرض حضرت موسیٰ کا سوال شریعت پر اور حضرت آدم کا جواب حقیقت پر مبنی ہے حقیقت شریعت پر غالب رہتی ہے حقیقت والے حضرت خضر نے بچے کو بلا گناہ قتل کردیا اور ان پر کوئی فتویٰ جاری نہ ہوا۔ مراۃ المناجیح باب القدر

اہل سنت کے نزدیک انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں: حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ وہ آدم ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا آپ کو جنت میں رکھا پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا۔ اس موقعہ پر ہم عصمت انبیاء کے بارے میں تفصیلی بحث کریں گے

یاد رہے کہ ہمارہ عقیدہ اپنے آقا و مولی نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء خصوصا حضرت آدم کی عصمت کے متعلق یہ ہے کہ ان سے مطلقا گناہوں کا صدور نہیں ہوا نہ کبیرہ نہ صغیرہ بعثت سے پہلے نہ بعثت کے بعد سہوا نہ عمدا البتہ حکمت تبلیغ اور احکام کی مشروعیت بیان کرنے کے لئے آپ سے بظاہر بعض خلاف اولی کاموں کا صدور ہوا جس کا مقصد بیان جواز ہوتا تھا اور یہ چیز گناہ نہیں، آپ ﷺ کی عصمت پر قرآن پاک احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے عقائد ذکر کئے جائیں گے۔

قرآن پاک سے عصمت انبیاء کا ثبوت

نبی کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے: لیس بی ضلالۃ ولکنی رسول من رب العالمین ۔ پارہ ۸ سورہ ۷

ترجمہ کنزالایمان: اے میری قوم مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

فاسق سے عہد نبوت ہوتا ہی نہیں: لا ینال عھدی الظالمین۔ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴

ترجمہ کنزالایمان: ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔

نبی پر شیطان کا زور چل ہی نہیں سکتا: ان عبادی لیس لك علیھم سلطان ۔ پارہ ۱۴ سورہ ۱۵

ترجمہ کنزالایمان: اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔

شیطان بھی نبی سے مایوس: لاغوینھم اجمعین الا عبادك منھم المخلصین ۔ پارہ ۱۴ سورہ ۱۵

ترجمہ کنزالایمان: اے مولی میں ان سب کو گمراہ کردوں گا سوا تیرے خاص بندوں کے۔

نبی فسق کا تصور بھی نہیں کرسکتے: وما ارید ان اخالفکم الی ما انھکم عنہ ۔ پارہ ۱۲ سورہ ۱۱

ترجمہ کنزالایمان: میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کردوں خود کرنے لگوں۔

تشریح: ان آیات سے ثابت ہوا کہ انبیاء گناہوں اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالی کسی فاسق و ظالم کو تاج نبوت عطا فرماتا ہے اور خود شیطان نے بھی انبیاء سے گناہ کروانے سے مایوسی کا اظہار کیا ہے لہذا قرآن پاک سے معلوم ہوا کہ انبیاء خصوصا امام الانبیاء گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔

عصمت انبیاء کے بارے فقہا و محدثین کا عقیدہ

امام رازی کا عقیدہ: والمختار عندنا انہ لم یصدر عنھم الذنب حال النبوۃ البتۃ لا الکبیرۃ ولا الصغیرۃ۔
تفسیر کبیر ج ا ص ۳۰۲

ترجمہ: ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا کبیرہ نہ صغیرہ۔

قاضی عیاض مالکی کا عقیدہ: والجمھور قائل بانھم معصومون من ذلك من قبل اللہ معتصمون باختیارھم و کسبھم الا حسینا النجار فانہ قال لا قدرۃ لھم علی المعاصی اصلا ۔ شفاج ۲ ص ۱۲۵

ترجمہ: جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء اپنے کسب اور اختیار سے اللہ کی طرف سے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس

کے برخلاف حسین نجار نے یہ کہا کہ انبیاء کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

علامہ تفتازانی کا عقیدہ: والمذھب عندنا منع الکبائر بعد البعثۃ مطلقا والصغائر عمدا لا سھوا لکن لا یصرون ولا یقرون بل ینبھون فینتبھون۔ شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۳

ترجمہ: ہمارا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت کے بعد گناہ کبیرہ مطلقا نہیں کرتے اور صغائر عمدا نہیں کرتے البتہ ان سے سہوا صغیرہ کا صدور ہوجاتا ہے لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور نہ وہ اس پر برقرار رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ متنبہ ہوجاتے ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی کا عقیدہ: وقد تقرر ان العصمۃ عند المتکلمین ان لا یخلق اللہ فی النبی ذنبا و عند الحکماء ملکۃ تمنع من الفجور۔ نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۶

ترجمہ: علامہ خفاجی فرماتے ہیں کہ متکلمین کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالی نبی میں کوئی گناہ پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

علامہ جرجانی کا عقیدہ: المختار عندنا وھو ان الانبیاء فی زمان نبوتھم معصومون عن الکبائر مطلقا و عن الصغائر عمدا۔ شرح مواقف ص ۶۸۹

ترجمہ: ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانہ نبوت میں مطلقا گناہ کبیرہ سے اور عمدا صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

وھی عندنا ان لا یخلق فیھم ذنبا وھی عند الحکماء ملکۃ تمنع الفجور شرح مواقف ص ۶۹۸

ترجمہ: علامہ میر سید شریف جرجانی فرماتے ہیں ہمارے نزدیک عصمت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی انبیاء میں گناہ نہ پیدا فرمائے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی کا عقیدہ: وعصمۃ الانبیاء علی نبینا وعلیھم الصلاۃ والسلام حفظھم من النقائص وتخصیصھم بالکمالات النفیسہ والنصرۃ والثبات فی الامور وانزال السکینۃ ۔ فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۰۲

ترجمہ: ہمارے نبی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عصمت یہ ہے کہ وہ نقائص سے محفوظ ہوں اور کمالات نفسیہ، نصرت الہی ثابت قدمی اور انزال سکینہ کے ساتھ مختص ہوں۔

علامہ اسنوی شافعی کا عقیدہ: والحق فی ھذا ما قالہ صاحب جمع الجوامع والجلال علیہ من ان الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام معصومون لا یصدر عنھم ذنب اصلا لا کبیرۃ ولا صغیرۃ لا عمدا ولا سھوا
شرح المنھاج ج ۳ ص ۸

ترجمہ: اس مسئلہ میں حق وہی ہے جس کو صاحب جمع الجوامع اور علامہ جمال نے بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اصلا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا کبیرہ نہ صغیرہ عمدا نہ سہوا۔

صاحب تفسیرات احمدیہ کا عقیدہ: لا ینال عھدی الظالمین کی تفسیر میں لکھتے ھیں انھم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعدہ باجماع ۔ تفسیرات احمدیہ ص ۳۳

ترجمہ: بے شک انبیاء علیہم السلام وحی سے پہلے بھی اور وحی کے بعد بھی بالاجماع گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

ایک جگہ فرماتے ہیں

لا خلاف لاحد فی ان نبینا علیہ السلام لم یرتکب صغیرۃ ولا کبیرۃ طرفتہ عین قبل الوحی وبعدہ کما ذکرہ ابو حنیفۃ فی الفقہ الاکبر ۔ تفسیرات احمدیہ ص ۳۴

ترجمہ: اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ وحی سے پہلے اور وحی کے بعد بھی گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کے کبھی مرتکب نہیں ہوئے اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ نے فقہ اکبر میں ذکر کیا ہے۔

شیعہ عالم محمد بن طوسی کا عقیدہ: ان الانبیاء علیہم السلام لا یجوز علیہم فعل شئی من القبیح لا قبل النبوۃ ولا بعدھا لا صغیرھا ولا کبیرھا ۔ تبیان ج۱ ص۱۹

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کے لئے کوئی برا کام کرنا ممکن نہیں ہے نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد نہ صغیرہ نہ کبیرہ۔

تشریح: بزرگان دین کا عقائد سے بھی ثابت ہوا کہ انبیاء ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہیں اور نبی کی عصمت کا معنی ہی یہی ہے کہ اس کے اندر گناہ کی قدرت ہی ختم کردی جائے اور بعض علماء نے فرمایا کہ انبیاء سے جان بوجھ کر اور بھول کر بھی کبیرہ کا تو تصور بھی نہیں ہوسکتا اور جان بوجھ کر صغیرہ بھی نہیں کرتے۔

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: آیت میں ہے کہ،، آدم نے اپنے رب کی معصیت کی تو وہ سکونت جنت کی راہ سے بے راہ ہو گئے،،۔ طہ ۱۲۱
اس آیت میں آدم کی معصیت کا ثبوت ہے آپ کیسے کہتے ہیں کہ انبیاء معصوم ہیں۔

جواب: حضرت آدم نے بھول کر شجرہ ممنوعہ سے کھایا تھا اور گناہ تب ہوتا ہے جب قصد اور ارادہ سے عمداً معصیت کی جائے جیسے کوئی شخص حالت روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو وہ گناہگار نہیں ہوتا اور نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور اس پر دلیل یہ آیت کریمہ ہے،، اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں کوئی قصد وارادہ نہیں پایا،،۔

اعتراض: اگر آدم نے گناہ نہیں کیا تھا تو وہ توبہ واستغفار کیوں کرتے رہے؟

جواب: حضرت آدم کا توبہ واستغفار کرنا ان کی عاجزی وانکساری ہے اور ان کو جنت سے زمین کی طرف لے آنا سزا نہیں بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل تھی کیونکہ ان کو زمین پر خلافت الٰہی کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ اگر آدم نے درخت سے کھایا نہ ہوتا تو ہم نے مصطفی کو پایا نہ ہوتا۔

اعتراض: حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا ،، اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔ سورہ ھود ۴۵

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا،، اے نوح وہ آپ کے اہل میں نہیں بے شک اس کے برے کام ہیں،،۔
اس آیت سے تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی تکذیب کردی تو آپ کیسے کہتے ہیں کہ انبیاء معصوم ہیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت نوح کی تکذیب نہیں تھی بلکہ آپ کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کے اہل کے متعلق وعدہ کیا تھا وہ وعدہ آپ کے نیک اور صالحین اہل کے متعلق تھا آپ کے برے اہل وعیال کے لئے نہیں تھا۔ جبکہ آپ کا بیٹا آپ کے اہل میں سے تو ہے لیکن برے اہل میں سے ہے۔

اعتراض: حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑنے کے بعد کہا،، بل فعلہ کبیرھم،، یہ سب ان کے بڑے نے کیا یہ جھوٹ تھا اور جھوٹ معصیت ہے۔

جواب: حضرت ابراہیم کا یہ کلام بطور تعریض اور استہزاء تھا تاکہ کفار خود اعتراف کریں کہ یہ بڑا بت تو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا یہ ان بتوں کو کیسے توڑ سکتا ہے اور تعریض گناہ نہیں ہے۔

اعتراض: حضرت ابراہیم نے کہا،، انی سقیم،، میں بیمار ہوں حالانکہ ابراہیم بیمار نہیں تھے صریح جھوٹ ہے تو انبیاء معصوم کیسے ہوئے۔

جواب: حضرت ابراہیم کا یہ کلام بھی بطور توریہ تھا اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ میں قوم کی بت پرستی کی وجہ سے غم وغصہ کا مریض ہوں جسمانی مریض نہیں اور یہ چیز گناہ نہیں ہے۔

اعتراض: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو گھونسہ مارا اور اسے قتل کردیا ایک بہت بڑا جرم ہے پھر انبیاء معصوم کیسے ہوئے۔

جواب: حضرت موسیٰ نے قبطی کو قتل کرنے کی نیت سے گھونسہ نہیں مارا بلکہ تادیباً ایک گھونسہ ماردیا تھا اور وہ قضائے الٰہی سے ہلاک ہوگیا آپ کا یہ فعل گناہ نہیں تھا اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس پر سرزنش نہیں کی گئی اگر یہ گناہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے اس قتل پر گرفت کیوں نہیں کی۔

اعتراض: قرآن میں ہے۔

واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار ۔ سورہ مومن ۵۵۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو اپنی خطاؤں کی بخشش طلب کرنے کا حکم دے رہا ہے پھر انبیاء معصوم کیسے ہیں۔

جواب: بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذنب سے مراد خلاف اولیٰ یا ترک افضل ہے گناہ مراد نہیں ہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلی نے فرمایا ہے کہ یہاں ذنب سے مراد آپ ﷺ کی امت کے ذنب مراد ہیں لہٰذا اعتراض درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو توبہ اور استغفار کا حکم اپنی عبدیت کے اظہار کے لئے دیا ہے کہ محبوب اگرچہ آپ نے گناہ نہیں کئے لیکن آپ اپنی عبدیت کے اظہار کے لئے توبہ کریں تاکہ امت کو یہ تلقین حاصل ہو کہ جو گناہ نہ کرکے بھی توبہ کرتا ہے تو ہم گناہ گار ہو کر توبہ کیوں نہ کریں۔

اعتراض: قرآن میں ہے،، ووجدک ضالا فھدی،، اس آیت میں حضور ﷺ کو ضال کہا گیا ہے اور اس کا معنی گمراہ ہے تو پھر عصمت انبیاء کا معنی کیا ہوگا۔

جواب: اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا،،ماضل صاحبکم وماغوی،،تمہارے آقا ﷺ نہ کبھی گمراہ ہوئے اورنہ بے را
چلے۔اس آیت میں اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی گمراہی کی نفی فرمادی معلوم ہوا کہ اعتراض میں ضالا کا جومعنی آپ نے بیا
ہے وہ درست نہیں علامہ زبیدی اعلی حضرت اوردیگر محققین نے فرمایا ہے کہ ضال کا ایک معنی محبت میں گم یا وارفتہ بھی ہے اب
مطلب یہ ہوجائے گا کہ اورآپ کو جب اپنی محبت میں وارفتہ یا گم پایا تو اپنی طرف راہ دی،لہذا آپ کا اعتراض درست نہیں

اعتراضات کا اجمالی جواب: الغرض ان تمام اعتراضات کا اجمالی جواب یہ ہے کہ یہ تمام امور انبیاء سے بطور اجتہ
صادر ہوئے یا انہوں نے بھول کرایسے کام کئے یا بطور عجز وانکسار کہا اورانہوں نے اللہ تعالی کی نافرمانی کا قصد نہیں کیا اور
امور حقیقت میں گناہ یا نافرمانی نہیں تھے۔

(حدیث:۷۶)

عَن عبد الله بن مَسْعُود قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ المصدوق: إِن أحدكُم يجمع خلقه فِي بطن أمه أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يكون فِي ذَلِك علقَة مثل ذَلِك ثُمَّ يكون فِي ذَلِك مُضْغَة مثل ذَلِك ثُمَّ يُرْسل الْملك فينفخ فِيهِ الرّوح وَيُؤمر بِأَرْبَع كَلِمَات بكتب رزقه وأجله وَعَمله وشقي أَو سعيد فوالذي لَا إِلَه غَيره إِن أحدكُم لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا

بخاری،مسلم:۲۳۰۸۔۶۶۲۳

ترجمہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خبردی کہ تم میں سے ہرایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی پھٹک پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا پھر اللہ تعالی ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے وہ فرشتہ اس کے عمل اس کی موت اس کا رزق اوراس کا بدبخت اورخوش بخت ہونا لکھ دیتا ہے پھراس جسم میں روح پھونک دی جاتی ہے۔اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے بعض جنتیوں والے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک تقدیر کا لکھا اس کے سامنے آجاتا ہے اوروہ جہنمیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اورپھر جہنم میں داخل ہوتا ہے اورتم میں سے بعض جہنمیوں والے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اورجہنم میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اچانک تقدیر کا لکھا اس کے سامنے آجاتا ہے اوروہ جنتیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اورپھر جنت میں داخل ہوتا ہے۔

پھراس جسم میں روح پھونک دی جاتی ہے: حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا چار ماہ بعد بچے میں روح ڈال
دی جاتی ہے اس جگہ ہم روح کے بارے میں کلام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔روح کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے
جمہور اہل سنت کے نزدیک روح ایک لطیف جسم ہے جو بدن میں ایسے سرایت کئے ہوئے ہے جیسے گلاب کے پھول میں
پانی جسم کے سارے اجزا میں روح داخل ہوتی ہے اورمردہ زندہ ہوتا ہے۔

روح کا ٹھکانہ کہاں ہوتا ہے؟ مرنے کے بعد روح کہاں ہوتی ہے؟ معتبر اورمستند حوالوں کی رو سے روحیں اپنے مقامات

کے لحاظ سے برزخ میں مختلف مقامات پر رہتی ہیں،انبیاء کی روحیں ملاء اعلی میں علیین میں ہیں،شہیدوں کی روحیں جنت
میں ہی رہتی ہیں سیر کرتے وقت بھی اور دوسرے وقت بھی،بعض روحیں جنت کے دروازوں پر ہوں گی اور بعض روحوں کو
جنت میں جانے سے روک دیا جائے گا سفلی روحوں کو زمین میں قید کرلیا جاتا ہے زانیوں کی روحیں آگ کے تنور میں ہوتی
ہیں اور سودخوروں کی روحیں خون کے دریا میں ہوتی ہیں اس لئے تمام روحوں کا ایک ہی مستقر یعنی ٹھکانہ نہیں ہے لیکن
مقامات مختلف ہونے کے باوجود ان روحوں کا تعلق ان کی قبور اور مدفون جسموں سے ضرور رہتا ہے تاکہ وہ عذاب اورثواب کا
ادراک کرسکیں۔جیسے سورج کی شعائیں زمین پر پڑتی ہیں مگر سورج سے تعلق رکھتی ہیں یا ہمارا نور نظر آسمان کی سیر کرتا ہے مگر
آنکھ سے بے تعلق نہیں ہوجاتا ورنہ آنکھ اندھی ہوجاتی،روح کو فنا نہیں موت جسم پر طاری ہوتی ہے کہ اس سے روح علیحدہ کر
دی جاتی ہے۔

مومن روحیں ہر جمعرات کو اپنے گھر آکر زندوں سے ایصال ثواب کی درخواست کرتی ہیں نیز زیارت قبور کرنے
والوں کو پہچانتی ہیں اور قبرستان سے گزرنے والوں سے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔مومن روحیں نئی جانے والی روح کو گھیر
کراپنے زندہ دوستوں کے حالات پوچھتی ہیں۔

یادرہے کہ مومن کی روح قبر میں یا کسی اور مقام میں قید نہیں ہوتی بلکہ بعض ارواح تو تمام عالم میں چکر لگاتی ہیں مگر
ہیڈکوارٹر قبر ہی ہوتی ہے اور تعلق وہاں سے ہروقت رہتا ہے جیسے سونے کی حالت میں سیلانی روح کا تعلق جسم سے اسی لئے
زیارت قبور کی جاتی ہے۔

مومن کی روح آسانی سے نکلتی ہے لیکن روح کا آسانی سے نکلنا جسم کی تڑپ کے خلاف نہیں جسم روح کا عاشق ہے
اس کے نکلنے پر تڑپتا ہے۔روح کی رفتار بجلی سے لاکھوں گنا تیز ہے سوتے میں سونے والے کی روح ساتوں آسمان پھاڑ کر
عرش اعظم کے نیچے سجدہ کرکے جسم میں لوٹ آتی ہے اوراس میں ایک سیکنڈ نہیں لگتا۔

عذاب روح کو ہوتا ہے یا جسم کو عذاب روح کو ہوتا ہے یا جسم کو جمہور اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر حق ہے اور یہ
عذاب جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے اس کی مندرجہ ذیل دلیلیں ہیں۔

دلیل ا۔ آل فرعون صبح وشام آگ پرلائے جاتے ہیں اور قیامت کے دن بھی آگ پرلائے جائیں گے۔سورہ مومن ۴۶
اس آیت میں عذاب قبر پر دو طرح دلالت ہے اولا اس لئے کہ انہیں صبح وشام آگ پرلانا وہ عذاب ہے جو قیامت سے پہلے
ہوگا کیونکہ قیامت کے عذاب کا ذکر بعد میں کیا اور قیامت سے پہلے جو صبح وشام آگ دکھلائی جائے گی وہ صرف قبر میں متصور
ہے معلوم ہوا عذاب قبر حق ہے۔

دلیل ۲۔ قوم نوح غرقاب ہونے کے فورا بعد آگ میں داخل کردی گئی۔سورہ نوح ۲۵۔

قیامت کے بعد جو عذاب ہوگا وہ دنیا میں غرق ہونے کے فورا بعد نہیں ہوگا بلکہ عرصہ ہائے دراز کے بعد ہوگا اس
لئے جس عذاب کا یہاں ذکر ہے وہ قبر میں ہی ہوسکتا ہے۔

عذاب قبر پر سوال وجواب:

سوال:ا۔ ایک سوال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی قبر نہیں بنتی پھر ان کے حق میں عذاب قبر کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

قبر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ ہوں خواہ وہ زمین کا گڑھا ہو یا سمندر کی تہ ہو یا جانور کا پیٹ ای بر
اسے عذاب ہوگا۔

سوال: ۲۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد بدن گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے پھر بدن پر عذاب کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ
کہ بدن کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ بہر حال باقی رکھتا ہے جن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے اور ان پر عذاب کی
کیفیات وارد ہوتی ہیں۔

سوال: ۳۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ بسا اوقات جنگلی جانور انسان کو کھا جاتے ہیں اور اگر ان پر آگ کا عذاب ہوتا ہے تو ان
سے جانوروں کو تکلیف کیوں نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جانور عالم دنیا میں ہے اور اسی کے اندر میت کے اجزاء
عالم برزخ میں عذاب کی کیفیات گزر رہی ہیں اور ایک عالم کے احوال دوسرے عالم پر منکشف نہیں ہوتے، مثلاً ہمارے
پیٹ میں جب کیڑے ہوتے ہیں ان پر زندگی اور موت اور درد و راحت کے تمام احوال گزرتے ہیں اور ہم کو پتا تک نہیں
چلتا زندگی اور موت ہمارے پیٹ میں رونما ہو رہے ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں۔

سوال: ۴۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے میت کو گرز سے مارا جاتا ہے وہ چیختا چلاتا ہے اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو
جاتے ہیں جسم جل جاتا ہے لیکن جب قبر کھود کر میت کو دیکھا جائے تو جسم اسی طرح پڑا ہوتا ہے کسی چوٹ کا نشان نہیں، جلنے کی
کوئی علامت نہیں اور ٹوٹ پھوٹ کا کوئی اثر نہیں، مار کی وجہ سے جسم میں حرکت و اضطراب نہیں تو عذاب کہاں گیا؟ اس کا
جواب بھی وہی ہے کہ یہ الگ الگ عالموں کے احوال ہیں حضور ﷺ جنات اور فرشتوں سے باتیں کرتے تھے اس مجلس
میں صحابہ ہوتے تھے انہیں پتا تک نہ چلتا خواب میں کسی آدمی کو مار پڑتی ہے اور اسی عالم میں وہ درد اور اذیت محسوس کرتا ہے
لیکن اس کے پاس بیٹھے بیدار شخص کو پتا نہیں چلتا اسی طرح برزخ کے احوال دنیا والوں پر منکشف نہیں ہوتے۔

سوال: ۵۔ پانچواں سوال ہے کہ قبر میں انسان زندہ رہ سکتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ کسی زندہ آدمی کو قبر میں دفن کر دیں اور وہ
زندہ رہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں زندگیوں کی نوعیت میں فرق ہے اونٹنی اور گائے کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتا ہے لیکن اگر
کسی انسان یا جانور کو اونٹنی اور گائے کے پیٹ کا آپریشن کر کے اس میں ڈال دیا جائے تو وہ زندہ نہ رہ سکے گا۔

روح اور جسم کا جھگڑا نیز روح میں بحث کرنے کا حکم: حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ انسان کو
عذاب دینے کا حکم جاری فرمائے گا تو روح اور جسم اللہ کی بارگاہ میں جھگڑا کریں گے روح کہے گی یا اللہ میرا نہ ہاتھ ہے نہ
پاؤں ہے نہ زبان ہے نہ آنکھ ہے کہ جن سے میں گناہ کر سکوں تو مجھے عذاب کس بات کا سارا کیا دھرا تو اس جسم کا ہے، تو جسم
عرض کرے گا الٰہی جب تک یہ میرے اندر داخل نہیں ہوئی تو میں گناہوں سے محفوظ رہا نہ میں دیکھ سکتا تھا نہ بول سکتا تھا نہ
چل سکتا تھا نہ چھو سکتا تھا لہذا یہ سارا وبال اسی روح کی وجہ سے ہے تو ان دونوں سے ارشاد ہوگا کہ ایک اندھا اور ایک لنجا کسی
باغ میں پھل توڑنے کا پروگرام بنا رہے تھے اندھے کو نظر نہیں آتا تھا اور لنجا چل نہیں سکتا تھا اب دونوں نے یہ طے کیا کہ
اندھا لنجے کو اپنے کندھوں پر سوار کرے گا اور لنجا پھل توڑے گا جب دونوں چوری کرنے لگے تو پکڑے گئے اب بتاؤ سزا

کس کو ملنی چاہیے تو تو روح اور جسم نے کہا دونوں کو فرمایا بس تم دونوں کا بھی یہی حال ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ ادب کا تقاضا
یہ ہے کہ روح کے متعلق بحث نہ کی جائے حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو اپنے ساتھ خاص
کر لیا ہے اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہیں کیا لہذا خاموشی میں عافیت ہے۔

**جب تقدیر پہلے سے لکھ دی گئی تو ماں کے پیٹ میں لکھنے کا کیا مقصد؟ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا
ہے:** حدیث پاک میں بیان ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس
دن نطفہ رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی پھٹک پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا
ہے وہ فرشتہ اس کے عمل اس کی موت اس کا رزق اور اس کا بد بخت اور خوش بخت ہونا لکھ دیتا ہے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے
کہ جب تقدیر زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے لکھ دی گئی تو ماں کے پیٹ میں لکھنے کا کیا مقصد تو اس کا جواب یہ ہے کہ
تقدیر کی تحریریں مختلف ہیں فرشتہ یہ باتیں ایک تختی میں لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے قرآن میں ہے،، وکل انسان
الزمناہ طائرہ فی عنقہ،، اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی ہے،،۔ اسی طرح شب قدر میں بھی یہ تحریریں
فرشتوں کے پاس ہوتی ہیں جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے لہذا معلوم ہوا کہ تقدیر کی تحریریں لوح محفوظ پر بھی ہیں بچے
کے گلے میں بھی لٹکائی جاتی ہیں اور فرشتوں کے پاس موجود تختیوں میں بھی لکھی ہوتی ہیں۔

انسان کا انجام کیا ہوگا؟ اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم
میں سے بعض جنتیوں والے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ
اچانک تقدیر کا لکھا اس کے سامنے آ جاتا ہے اور وہ جہنمیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اور پھر جہنم میں داخل ہوتا ہے اور
تم میں سے بعض جہنمیوں والے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جہنم میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ
اچانک تقدیر کا لکھا اس کے سامنے آ جاتا ہے اور وہ جنتیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اور پھر جنت میں داخل ہوتا ہے۔

اس میں عبرت ہے عبادت گزاروں اور تقویٰ والوں کے لئے کہ وہ اپنی عبادت اور ریاضت پر غرور و تکبر میں مبتلا نہ
ہو جائیں ان کی ساری عبادات و ریاضات برباد بھی ہو سکتی ہیں اور اس میں ڈھارس ہے بدکاروں اور گناہ گاروں کے لئے
کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ وہ کریم ذات ہے جو سو انسانوں کے قاتل کو بھی صرف ندامت کے آنسوؤں
کے بدلے بخش دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے کسی بڑے پرہیز گار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہارا یہ متفقہ
تقویٰ میرے ملک میں کچھ بڑھائے گا نہیں اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے
بدکار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہاری یہ متفقہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کر دے گی۔

ساری مخلوق متقی بن جائے یا شیطان بن جائے تو پھر بھی اللہ بے پرواہ ہے: یعنی دنیا کے سب سے نیک اور متقی انسان کو چن
لو اور پھر دنیا کے سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح نیک ہو جائیں اور دنیا میں کوئی گناہ ہی نہ ہو تو اس سے اللہ کے خزانے

اللہ کے خزانے بڑھ نہیں جائیں گے لہذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اللہ کا احسان مانے کہ اس نے اپنے آستانہ پر بلالیا۔

اسی طرح تمام انسان دنیا کے بدترین شخص کو چن لیں جیسے ابلیس اور پھر ساری مخلوق شیطان کی طرح نافرمان اور بدکار ہو جائے تو ان کے فسق و فجور سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ خود انہی کا بگڑے گا۔ یاد رہے دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے آمدنی میں کمی ہو جاتی ہے خزانہ خالی رہ جاتا ہے مگر رب تعالی وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں۔ سورج ہزار ہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے مگر اس کی روشنی میں مطلقا کمی نہ ہوئی جب رب کی تجلیوں کا یہ حال ہے تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے ایک شخص نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا تھا پھر اس شخص نے اپنے موزے کو پکڑا اور اس کتے کے لئے چلو میں پانی لیا حتی کہ خوب پانی پلا کر اس کتے کو سیراب کر دیا اللہ تعالی نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے ساتھ بھی نیکی کرنی چاہئے اس شخص نے اس کتے کے ساتھ نیکی کی اللہ تعالی نے اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا نہ اس کو کھانے کے لئے کچھ دیا نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ باہر جا کر کچھ کھا لیتی وہ بھوک سے مر گئی تو اللہ تعالی نے اسے دوزخ میں داخل کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی بے نیاز ہے ایک کتے کو پانی پلانے پر جنت عطا کر دیتا ہے اور ایک بلی پر ظلم کرنے سے دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔

موت کے علم کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض: عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی پھٹک پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا پھر اللہ تعالی ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے وہ فرشتہ اس کے عمل اس کی موت اس کا رزق اور اس کا بد بخت اور خوش بخت ہونا لکھ دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے کو علم ہوتا ہے کہ بندے کی موت کب اور کہاں ہوگی جب کہ آیت کریمہ میں ہے

وما تدری نفس بای ارض تموت.. کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔

آیت سے تو معلوم ہو رہا کہ کسی کو نہیں معلوم کہ کون کہاں مرے گا، آیت اور حدیث میں تعارض کیوں؟

موت کے علم کے بارے میں آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق: آیت کریمہ کا مطلب ہے کہ کسی مخلوق کو از خود یہ علم نہیں کہ وہ کہاں مرے گا اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کو اللہ رب العزت کے بتانے سے علم ہو جاتا ہے کہ کون کہاں اور کب مرے گا لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

(حدیث:۷۷)

وَعَن سهلِ بن سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ من أهل النَّارِ وَإِنَّمَا الْعَمَّالُ بالخواتيم -بخاری،مسلم:٦٦٠٠، ٣٠٦

حضرت سھل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض بندے عمل تو جہنمیوں والے کرتے ہیں لیکن ہوتے جنتی ہیں اور بعض عمل تو جنتیوں والے کرتے ہیں لیکن ہوتے جہنمی ہیں اعمال کا اعتبار خاتمے پر ہے۔

اس کی شرح پچھلی حدیث میں گزر چکی۔

(حدیث:۷۸)

عَن عَائِشَةَ أم الْمُؤمِنِينَ قَالَتْ: دُعِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ طُوبَى لِهَذَا عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ قَالَ أَوَ غَيْرُ ذَلِكَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وهم في أصلاب آبائِهِم -مسلم:٦٠٦١

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک انصاری کے بچہ کی جنازہ کی دعوت دی گئی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اسے خوش خبری ہو کہ وہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے جس نے نہ تو کوئی گناہ کیا نہ گناہ کا وقت پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ اس کے سوا بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالی نے کچھ جنت والے پیدا کیا ہیں جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جنت کے لئے بنایا کچھ آگ والے پیدا کئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لئے بنایا۔

کفار کے بچے جنت میں ہوں گے یا جہنم میں؟

ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لئے بنایا: مذکورہ حدیث میں بیان ہوا کہ کچھ بچے آگ والے پیدا کئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لئے بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کے بچے داخل جہنم ہوں گے حالانکہ یہ آیات اور احادیث کے خلاف ہے تو علمائے کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث آیت کریمہ لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا اور دیگر احادیث سے منسوخ ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک کفار کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ جنت میں جنتیوں کے خادم ہوں گے۔

بچوں کی وفات پر والدین کا اجر: ابو حسان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا میرے دو بچے فوت ہو گئے ہیں کیا آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی حدیث سنا سکتے ہیں جس سے اپنے فوت شدہ بچوں کے متعلق ہمارے دلوں کو تسلی ہو حضرت ابو ہریرہ نے کہا ہاں چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں ان میں سے جن کی ملاقات اپنے ماں باپ سے ہوگی وہ ان کے ہاتھ یا ان کے دامن پکڑ لے گا جیسے میں تمہارا یہ دامن پکڑ رہا ہوں پھر اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اس کو اور اس کے باپ کو اللہ تعالی جنت میں داخل نہیں کر دے گا۔ شعب الایمان ص ۱۵۴

حدیث پاک میں ہے کہ بروز حشر چھوٹے بچے جو کم عمری میں وفات پا گئے تھے وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنے والدین کی بخشش کے لئے جھگڑا کریں اور اس وقت تک جھگڑیں گے جب تک اپنے والدین کو جنت میں نہ لے جائیں۔ یاد رہے کہ بچوں کا یہ جھگڑا ناز کا جھگڑا ہوگا جیسا کہ دنیا میں بچے اپنے والدین سے اپنی بات منانے کے لئے جھگڑا کرتے ہیں۔

میری شادی کرادو: ایک بزرگ ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے اور اسی مصروفیت کی وجہ سے انہوں نے شادی نہیں کی مریدین نے کافی اصرار کیا لیکن وہ بھی شادی نہ کرنے پر ڈٹے رہے ایک دن اچانک اپنے مریدوں کو اصرار کرنے لگے کہ میری شادی کرادو مریدین اس اچانک تبدیلی پر بہت حیران ہوئے اور عرض کی حضور آپ تو شادی کے مخالف تھے یہ اچانک انقلاب کیسے آگیا تو انہوں نے فرمایا آج رات میں نے ایک خواب دیکھا حشر کا میدان بپا ہے ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے لوگ پیاس کی وجہ سے پانی کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے میں بھی پیاس کی وجہ سے بہت پریشان تھا اسی نفسا نفسی کے عالم میں، میں نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھا جن کے ہاتھ میں جام تھے اور وہ بھاگ بھاگ کر لوگوں کو پانی پلا رہے تھے میں بھی اسی انتظار میں کہ کوئی بچہ مجھے بھی پانی پلا دے کافی دیر تک انتظار کرتا رہا لیکن کسی بچے نے میری طرف توجہ تک نہ کی آخر ایک بچے کو روک کر میں نے پوچھ ہی لیا کہ آپ دوسروں کو تو پانی پلا رہے ہیں لیکن مجھے پانی نہیں پلاتے؟ تو اس بچے نے کہا ہم وہ بچے ہیں جو چھوٹی عمر میں وفات پا گئے تھے آج اللہ تعالی نے ہمیں اپنے والدین کو پانی پلانے کا حکم دیا ہے سو ہم اپنے والدین کو پانی پلا رہے ہیں لیکن آپ کی تو شادی ہی نہیں ہوئی لہذا آپ کو پانی نہیں مل سکتا۔ عیون الحکایات ص ۲۷۶

(حدیث:۷۹)

عَن عَلِيّ رَضِيَ الله عَنهُ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيع الْغَرْقَد فَأَتَانَا النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فقعدَ وقعدنا حوله وَمَعَهُ مخصرة فنكس فَجعل ينكت بمخصرته ثمّ قَالَ مَا مِنكُم من أحد مَا من نفس منفوسة إِلَّا كتب مَكَانهَا من الْجنَّة وَالنَّار وَإِلَّا قد كتب شقية أَو سعيدة فَقَالَ رجل يَا رَسُول الله أَفلا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدع الْعَمَل فَمن كَانَ منا من أهل السَّعَادَة فسيصير إِلَى عمل أهل السَّعَادَة وَأما من كَانَ منا من أهل الشقاوة فسيصير إِلَى عمل أهل الشقاوة قَالَ أما أهل السَّعَادَة فييسرون لعمل السَّعَادَة وَأما أهل الشقاوة فييسرون لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ (ص:32) (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصدق بِالْحُسْنَى) الْآيَة

بخاری، مسلم: ۱۳۶۲، ۶۰۳۱

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کا ایک ٹھکانہ جہنم میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جا چکا ہو تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیوں نہ ہم لکھے ہوئے پر بھروسہ کرلیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم عمل کئے جاؤ ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہوں گے جس کے لئے پیدا ہوا اگر خوش نصیبوں سے ہے تو اسے خوش نصیبی والے اعمال آسان ہوں گے اور اگر بدنصیبوں سے ہے تو اسے بدنصیبوں والے اعمال میسر آئیں گے

اس حدیث کی شرح سابق میں گزر چکی

(حدیث:۸۰)

عَن أبي هُرَيْرَة عَن النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي وَالْفَرْجُ يصدق ذَلِك كُله ويكذبه وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ: كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذَلِكَ لَا مَحَالَة فالعينان زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ- بخاری مسلم: ۶۶۱۲، ۶۷۵۳

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے ہر آدمی پر اس کے زناء کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقینا پائے گا لہذا آنکھ کا زنا نظر بد ہے اور زبان کا زناء گفتگو ہے دل تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس خواہش کو سچا یا جھوٹا کر دیتی ہے مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر آدمی پر اس کے زناء کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقینا پائے گا لہذا آنکھ کا زنا نظر بد ہے کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زناء گفتگو ہے ہاتھ کا زناء چھونا ہے پاؤں کا زناء چلنا ہے دل تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس خواہش کو سچا یا جھوٹا کر دیتی ہے۔

ہر آدمی پر اس کے زناء کا حصہ کیسے لکھ دیا گیا ہے؟

ہر آدمی پر اس کے زناء کا حصہ لکھ دیا ہے: فقہاء فرماتے ہیں کہ یہاں ہر انسان سے مراد عام انسان ہیں انبیاء اس میں داخل نہیں اور ہر انسان کے لئے زناء کا حصہ اس طرح لکھ دیا گیا ہے کہ عام طور پر انسان زناء میں یا زناء کے لوازمات یا زناء کے اسباب یا زناء کے مقدمات میں پھنستا ہی ہے کیونکہ انسان کی فطرت میں شہوت اور عورتوں کی طرف میلان قدرتی طور پر پیدا کیا گیا ہے اگر انسان زنا نہ کرے تو اس کے اسباب سے نہیں بچ سکتا اگر اسباب سے بھی بچ جائے تو عورت کی خواہش میں ضرور مبتلا ہو جاتا ہے یا عورت پر نظر پڑ جائے تو اس کا خیال دل میں پیدا ہو ہی جاتا ہے لیکن جسے اللہ بچائے وہ بہت بڑا خوش قسمت ہے۔

ہر عضو زنا کرتا ہے: اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے اسے شوق ولذت سے سننا کان کا زنا ہے اجنبی عورتوں کو ناجائز خطوط اور میسج لکھنا یا اشارے کرنا ہاتھ کا زنا ہے خلاصہ یہ کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے زانی بوقت زنا آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، شرم گاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اس لئے سنگسار کیا جاتا ہے صرف خصی نہیں کیا جاتا لہذا انسان کو چاہئے کہ مقدمات زنا سے بچے۔

روایت میں ہے کہ زانی قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کی شرم گاہوں پر آگ دہکتی ہوگی ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ بندھے ہوں گے ان کی شرم گاہوں کو وسیع کر دیا جائے گا جس سے ان کی شرم گاہوں سے نہایت ہی سخت بدبودار آگ کی بھاپ نکلے گی آواز آئے گی یہ ان زانیوں کی شرم گاہوں کی بدبو ہے جنہوں نے زنا کرنے کے بعد توبہ نہیں کی تھی تم سب ان پر لعنت کرو جیسا کہ اللہ نے ان پر لعنت کی۔ ایک روایت میں ہے کہ زانی نے اگر شادی شدہ عورت سے زنا کیا تو زانی کی ساری نیکیاں اس کے شوہر کے نام کر دی جائیں گی اور شوہر کے سارے گناہ زانی کے نام کر دیئے جائیں گے۔

حشر میں زانی کی ہر چیز گواہی دے گی: زانی سے جب زنا کے بارے میں حساب ہوگا تو وہ جرات کر کے زنا سے انکار کردے گا تو اللہ تعالی اس کی زبان کو حکم دے گا گونگی ہو جا پس وہ گونگی ہو جائے گی تو اس وقت بدن کے دیگر اعضاء بولنا

شروع کر دیں گے ہاتھ کہے گا الٰہی میں نے حرام کو چھوا تھا آنکھ کہے گی میں نے حرام کی طرف دیکھا تھا پاؤں کہیں گے حرام کی طرف چلے تھے شرم گاہ کہے گی میں نے حرام فعل کیا تھا محافظ فرشتہ کہے گا میں نے سنا تھا دوسرا فرشتہ کہے گا میں نے لکھا تھا زمین کہے گی میں نے دیکھا تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم مجھے تیری حرام کاری کا علم تھا اس کے باوجود میں نے تیری پردہ پوشی فرمائی لیکن تو پھر بھی اس سے باز نہ آیا پھر حکم دے گا اے فرشتو اسے نار جہنم میں ڈال دو اور اس کو میری ناراضگی کا مزہ چکھا دو جس نے بے حیائی کی اس پر میرا غضب انتہائی سخت ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد ہماری جانب متوجہ ہو کر فرمایا آج رات میں نے دیکھا کہ میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے زمین مقدس کی طرف لے گئے ہم ایک تنور کی طرح گڑھے کے پاس پہنچے جس کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا اس میں آگ بھڑک رہی تھی اور اس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ تھیں جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے تو وہ لوگ اوپر آ جاتے ہیں اور جب شعلے کم ہو جاتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے ان دونوں نے جواب دیا یہ لوگ زنا کرنے والے ہیں۔

آنکھ، کان، زبان، نفس ہر عضو زنا کرتا ہے: اجنبی عورتوں کے حسن وجمال کی تعریف زبان کا زنا ہے اسے شوق ولذت سے سننا کان کا زنا ہے اجنبی عورتوں کو ناجائز خطوط اور میسجز لکھنا یا اشارے کرنا ہاتھ کا زنا ہے خلاصہ یہ کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے زانی بوقت زنا آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، شرم گاہ سب ہی سے زنا کرتا ہے اس لئے سنگسار کیا جاتا ہے صرف خصی نہیں کیا جاتا لہذا انسان کو چاہئے کہ مقدمات زنا سے بچے۔ ہر ایک کی تفصیل اس طرح ہے۔ آنکھوں کا زنا یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت پر پہلی نظر پڑنے سے روکنے پر انسان کو قدرت نہیں ہے لیکن جب وہ پہلی نظر کے بعد دوبارہ اس عورت کی طرف لذت اور شہوت کے ساتھ دیکھے گا تو یہ اس کی آنکھ کا زنا ہے۔

اسی طرح زبان کا زنا یہ ہے کہ وہ کسی عورت کے ساتھ زنا کرنے کی لذت کے ساتھ بات کرے جس عورت کے ساتھ مباشرت کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہے یہ زبان کا زنا ہے۔ نفس کا زنا یہ ہے کہ وہ دل میں زنا کی تمنا اور خواہش کرے کیونکہ یہ شرم گاہ کے زنا کرنے کے دواعی ہیں۔

(حدیث:۸۱)

وَعَن عمران بن حضين: إن رجلَين من مزينة أَتَيا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُونَ فِيهِ أَشَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فيهم من قدر قد سَبَقَ أَوْ فِيمَا يَسْتَقْبِلُونَ بِهِ مِمَّا أَتَاهُمْ بِهِ نَبِيُّهُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ وَتَصْدِيقُ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَنَفْسٍ وَمَا سواها فألهمها فجورها وتقواها-مسلم:۶۴۳۹

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ مزینہ قبیلہ کے دو شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بتائیے فرماتے ہیں آپ کہ جو کچھ لوگ آج عمل کر رہے ہیں اور اس میں مشغول ہیں کیا یہ ایسی چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ ہو چکا اور جس چیز کی تقدیر ان میں گزر چکی ہے یا اس میں ہے جسے آئندہ کریں گے جو ان کے پاس انبیاء لائے جو دلیل ان پر قائم ہو چکی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ عمل وہ چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ ہو چکا اور تقدیر گزر چکی اس کی تائید اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بھی موجود ہے قسم جان کی اور اس کے درست فرمانے کی اور اس کی کہ اسے دل میں بدکاری و پرہیز گاری ڈال دی۔

سائل کے سوال کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر میں لکھی ہوئی تحریر پہلے ہے اور ہم اس کے مطابق بعد میں عمل کرتے ہیں یا جو ہم عمل کرتے ہیں وہی عمل بعد میں لکھ دیا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ جو ہم عمل کرتے ہیں وہ اعمال تحریر اور تقدیر کے بعد اس تحریر کے مطابق ہوتے ہیں تقدیر کی وجہ سے انسان پتھر کی طرح مجبور نہیں ہو گیا ورنہ قاتل پھانسی نہ پاتا کیونکہ رب تعالیٰ کے علم میں آ چکا کہ فلاں اپنے اختیار سے یہ حرکت کرے گا اس لئے اس نے اسے لکھ دیا اس لکھ دینے سے انسان مجبور نہیں ہوا کتے کو پتھر مارو تو کتا تمہیں کاٹتا ہے نہ کہ پتھر کو حالانکہ لگتا پتھر ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پتھر غیر مختار ہے مارنے والا مختار ہے اگر ہم اپنے کو پتھر کی طرح مجبور سمجھیں تو جانور سے زیادہ بے وقوف ہیں۔ دعائیں دوائیں ہماری تدبیریں اور اختیارات سب تقدیر میں داخل ہیں۔

یاد رہے بندے کے دل کا رجحان برائیوں کی طرف ہوتا ہے جس سے وہ اپنی خوشی اور اختیار سے بدکاریاں کرتا ہے لہذا بندہ خلق میں مجبور ہے کسب میں مختار لہذا عذاب نار کا مستحق ہے اسی لئے علماء فرماتے ہیں ہمیشہ نیکیاں کرنے کی کوشش کرو۔

(حدیث:۸۲)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ وَأَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي الْعَنَتَ وَلَا أَجِدُ مَا أَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ كَأَنَّهُ يَسْتَأْذِنُهُ فِي الِاخْتِصَاءِ قَالَ: فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِ (ص:33) على ذَلِكَ أَوْ ذَر بخاری:۵۰۷۶

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں جوان آدمی ہوں اور اپنے نفس پر زناء سے ڈرتا ہوں اور نکاح کرنے کی قدرت نہیں رکھتا شائد وہ نبی کریم ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت مانگ رہے تھے تو نبی کریم ﷺ خاموش رہے میں نے پھر اپنی بات دہرائی تو آپ پھر خاموش رہے میں نے تیسری بار بات دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ قلم وہ چیز لکھ کر سوکھ چکا جو تم پانے والے ہو چاہے اب خصی ہو جاؤ یا رہنے دو۔

صحابہ کرام معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے تھے:

وہ نبی کریم ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت مانگ رہے تھے: حضرت ابوہریرہ اصحاب صفہ میں سے تھے جن کے نان نفقے کی ذمہ داری نبی کریم ﷺ نے لی ہوئی تھی اور یہ علم دین میں مشغول رہتے تھے اس لئے بیوی کا نان نفقہ دینے پر قادر نہیں تھے لیکن خوف خدا کا عالم یہ ہے کہ اپنے آپ کو خصی کر کے خود کو ناقص کر لینا قبول ہے لیکن اللہ کی بارگاہ کا فاسق اور فاجر بننا قبول نہیں تو نبی کریم ﷺ نے جواب دیا ابوہریرہ جو تقدیر میں لکھا جا چکا وہ تبدیل ہونے والا نہیں اگر تمہاری تقدیر میں زناء لکھ دیا گیا تو چاہے خصی ہو جاؤ یا بغیر خصی رہو وہ ہو کر رہے گا لہذا آپ ﷺ نے یہ کلام کر کے آپ کو خصی ہونے سے روک دیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے ان کو خصی ہونے کی اجازت دے دی یہ حرام ہے اور جسم کو مثلہ کرنا لازم آتا ہے اور انسان اپنے جسم کا مثلہ کرے یعنی اسے بگاڑ دے اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔

نکاح کا حکم اور نکاح پر قدرت نہ ہونے پر کیا کرے:

نکاح کرنے کی قدرت نہیں رکھتا: نکاح کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

فرض: جو شخص مہر اور نان نفقہ دینے پر قادر ہو اور اسے مکمل یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زناء میں مبتلا ہو جائے گا تو نکاح کرنا فرض ہے۔

واجب: مذکورہ صورت میں اگر زناء کا فقط اندیشہ یعنی خوف ہو تو نکاح کرنا واجب ہے۔

سنت موکدہ: اگر زنا کا اندیشہ نہیں لیکن شہوت کا غلبہ ہے تو نکاح کی تاکید کی جائے گی۔

مستحب: اگر شہوت کا غلبہ نہ ہو تو نکاح مستحب ہے۔

مکروہ: اگر اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو مہر اور نان نفقہ نہیں دے سکے گا تو نکاح مکروہ ہے۔

حرام: اور اگر ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے۔

نوٹ: جو نوجوان نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ کثرت سے روزے رکھے انشاء اللہ شہوت پر قابو رہے گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دوتہائی دین مکمل اور محفوظ ہو جاتا ہے صوفیا فرماتے ہیں جمیلہ عورت کا چہرہ جمال الٰہی کا آئینہ ہوتا ہے اور اس کی نیک خصلت صفات الٰہی کا مظہر ہوتی ہیں

(حدیث: ۸۳)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ من أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كقلب وَاحِدٍ يصرفهُ حَيْثُ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ ·مسلم: ٦٧٥٠

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے سارے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں ایک دل کی طرح جیسے چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔

کیا اس حدیث سے جبر ثابت ہوتا ہے؟

جیسے چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے: یاد رہے کہ رب تعالی کے علم میں آچکا کہ فلاں اپنے اختیار سے یہ حرکت کرے گا اس لئے اس نے اسے لکھ دیا اس لکھ دینے سے انسان مجبور نہیں ہوا کتے کو پتھر مارو تو کتا تمہیں کاٹتا ہے نہ کہ پتھر کو حالانکہ لگتا پتھر ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پتھر غیر مختار ہے مارنے والا مختار ہے اگر ہم اپنے کو پتھر کی طرح مجبور سمجھیں تو جانور سے زیادہ بے وقوف ہیں۔ دعائیں دوائیں ہماری تدبیریں اور اختیارات سب تقدیر میں داخل ہیں۔

جب انسان ان امور میں مجبور محض یا پتھر کی طرح بے اختیار نہیں تو گناہ پر مواخذہ اور پکڑ نہ خلاف عقل ہے اور نہ ہی ظلم۔ جس طرح ایک بچہ کھیلنا چاہتا ہے اور والدین اس کو اس کی مرضی کے خلاف زبردستی سکول چھوڑ آتے ہیں تو یہ تو اس پر جبر ہوا جو سمجھ میں آتا ہے جبکہ انسان کی حالت یہ نہیں ہے کہ وہ مسجد میں جانا چاہے تو کوئی قوت زبردستی اس کو شراب خانے لے جائے بلکہ وہ جب چاہے بلا روک ٹوک نیکی کرسکتا ہے اور کوئی قوت اس کو روک نہیں سکتی لہذا اس کو نیکی بدی کرنے کا پورا اختیار ہے۔

اللہ تعالی کی دو انگلیوں کی تشریح:

سارے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں: مذکورہ حدیث پاک میں اللہ تعالی کی انگلیوں کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالی جسم واعضاء سے پاک ہے محدثین کرام اس کے دو احتمال بیان فرماتے ہیں پہلا یہ کہ اللہ تعالی کی انگلیاں ہیں لیکن کیسی ہیں وہ اللہ رب العزت بہتر جانتا ہے ہم صرف اس کی مراد پر ایمان رکھتے ہیں دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہاں انگلیوں سے مراد قبضہ قدرت ہے جیسا کہا جاتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالی کے قبضہ قدرت میں ہے اب اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام مخلوقات کے دل اللہ تعالی کی دو انگلیوں یعنی اس کے قبضہ قدرت میں۔

اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف پھیر دے: عربی میں دل کو قلب کہتے ہیں قلب کے معنی ہیں الٹنا پلٹنا چونکہ دل کبھی روح کی طرف ہو جاتا ہے جس سے اس پر نورانی تجلیاں پڑتی ہیں اور کبھی نفس کی طرف جس سے اس پر نفسانی تاریکیاں آجاتی ہیں گویا دل وہ بیٹھک ہے جس کے دروازے ہیں ایک یار کی طرف دوسرا اغیار کی طرف یار والا دروازہ کھل جائے تو خلوت خانہ ہو جاتا ہے ورنہ جلوت خانہ اس لئے اسے قلب کہتے ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ دعا کیا کرتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ جیسے صاف آئینہ میں سارا گھر اور گھر والا نظر آتا ہے یوں ہی صاف شفاف دل میں عرش وفرش جنت ودوزخ مخلوق وخالق کی تجلی نظر آتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا دل کی مثال اس پتے کی سی ہے جو میدانی زمین میں ہو جسے ہوائیں ظاہر و باطن الٹیں پلٹیں۔

مطلب یہ کہ دل گویا پتہ ہے دنیا بڑا میدان اور صحبتیں تیز ہوائیں کہ اگر یہ پتہ کسی بھاری پتھر کے نیچے آجائے تو ہواؤں کی زد سے محفوظ رہتا ہے اگر ہم گناہ گار کسی شیخ کی پناہ میں آجائیں تو ان شاء اللہ بے دینی سے محفوظ رہیں گے ورنہ ہمارا دل ہواؤں اور آندھیوں میں کبھی کس در پے کبھی کس گھر پے اور کبھی کس شر پے دھکے کھاتا رہے گا۔

بزرگ فرماتے ہیں یاد رہے کہ جو کچھ ٹی وی اسٹیشن پہ ہوتا ہے وہی ہر ٹی وی کی سکرین پر آتا ہے دل اسٹیشن کی طرح ہے اور اعضاء ٹی وی کی سکرین کی مانند ہیں جو دل میں آئے گا وہی جسم سے ظاہر ہوگا، اندر کا ٹی وی اسٹیشن ٹھیک کرلو یعنی باطنی گناہوں کو چھوڑ دو اور اعضاء کی سکرین صاف کرکے یعنی ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ دو پھر دیکھو یار کی تصویر دل کی سکرین پہ کیسے آتی ہے۔

(حدیث: ۸۴)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يحدث قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عَنهُ (فطرۃ اللہ الّتی فطر النّاس علیہا) (الآیۃ۔

بخاری، مسلم: ۱۳۵۸_۶۷۵۵

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ دین فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے جانور بے عیب بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کوئی ناک کان کٹا پاتے ہو پھر فرماتے اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا اللہ تعالی کی خلق میں تبدیلی نہیں یہ ہی سیدھا دین ہے۔

فطرت کیا ہے؟

ہر بچہ دین فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے: فطرت کا لغوی معنی چیرنا اور ایجاد کرنا ہے فطرت سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے باپ دادا اوٴں کی پشتوں میں یا عالم ارواح میں بچوں سے جو عہد لیا گیا وہ فطرت ہے بچے اسی فطرت پر پیدا ہوئے ہیں یعنی ہر بچہ ایمان پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ کی وجہ سے وہ فطرت تبدیل ہو جاتی ہے ایک قول یہ ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلامیہ پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ اگر مسلمان ہوں تو وہ دنیا و آخرت میں اسلام پر رہتا ہے اور ماں باپ اگر کافر ہوں تو وہ اس بچے کو اپنے دین پر کر دیتے ہیں لیکن اس بچے میں اسلام کی استعداد پھر بھی باقی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بعد میں اسلام قبول کر لیتا ہے۔

عالم ارواح میں کون سا عہد لیا گیا تھا؟ اللہ رب العزت نے عالم ارواح میں تمام روحوں سے اپنے رب ہونے کا اقرار کرایا سب نے بلی یعنی کیوں نہیں کہہ کر اقرار کیا لہذا ہم سب اس اقرار پر قائم رہ کر دنیا میں آئے یہ اقرار ربوبیت اور ربوبیت پر ایمان ہم سب کا فطری اور پیدائشی دین ہے اور یہی وہ عہد ہے جو اللہ تعالی نے ساری مخلوق سے لیا تھا۔

کیا فطرتی اور میثاقی ایمان شرعا معتبر ہے؟ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ساری مخلوق فطرتی طور پر مومن ہوتی ہے اور عالم ارواح میں اس نے ربوبت کا اقرار کر لیا تو جس کافر کے گھر میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ میثاقی مومن ہے اور نابالغی میں ہی اس کی موت ہو جائے تو کیا اس کا میثاقی ایمان معتبر ہو گیا کیا اس کی نماز جنازہ اور کفن دفن کیا جائے گا؟ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ میثاق کا ایمان شرعی طور پر معتبر نہیں لہذا کافر کے بچے کے احکام وہ نہیں ہوں گے جو مسلمان کے بچے کے ہیں لہذا اس کا نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی لیکن جمہور کے نزدیک کفار کے وہ بچے جو نابالغی کی حالت میں فوت ہو گئے وہ جنتی ہیں۔

فطرت کی حدیث اور آیت میں تعارض: مذکورہ حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ دین فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

جب کہ آیت کریمہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے بچے کو یہ کہہ کر قتل کر دیا کہ،، انہ طبع کافرا،، بے شک یہ بچہ طبعا کافر ہے یعنی یہ فطرتی طور پر کافر ہے۔

فطرت کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق: ان میں تطبیق یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بچہ اپنی ہوش سنبھالتے ہی کفر اختیار کرے گا اور اس کا کافر ہونا اس کے مقدر میں آ چکا یہ مطلب نہیں کہ یہ فطرت کفر پر پیدا ہوا لہذا اب کوئی تعارض نہیں۔

انسان کی سیرت مختلف مٹیوں کی وجہ سے مختلف ہے:

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ خلق خلقه فی ظلمة فالقی علیهم من نوره فمن اصابه من ذلك النور اهتدی ومن اخطاء ضل ۔ جامع ترمذی

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روات ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اللہ نے اپنی مخلوق اندھیرے میں پیدا کی پھر ان پر اپنی شعاع نور ڈالی جسے اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت پا گیا جو اس سے رہ گیا وہ بے ہدایت رہ گیا۔

یعنی جیسے انسانوں کی مختلف صورتیں مختلف مٹیوں کی وجہ سے ہیں ایسے ہی ان کی سیرتیں بھی مختلف مٹیوں کے اثرات سے مختلف ہیں کہ جن میں نرم مٹی کے اجزا زیادہ و غالب ہیں ان کی طبیعت نرم ہے اور سخت مٹی والوں کی طبیعت بھی سخت جو گندی مٹی سے بنے وہ وہ طبیعت کے گندے ہیں پاک مٹی والے طبیعت کے پاک صاف خیال رہے کہ جس طرح جسم کا اصلی رنگ نہیں بدلتا ایسے ہی انسان کی اصلی فطرت نہیں بدلتی اور جیسے پوڈر یا سیاہی کا عارضی رنگ اتر جاتا ہے ایسے ہی طبیعت کی عارضی حالتیں تبدیل ہو جاتی ہیں ابو جہل کا کفر اصلی تھا نہ ڈھل سکا فاروق اعظم کا عارضی تھا ایک نگاہ مصطفی نے دھو کر پھینک دیا۔ انسان اور جن پیدائش کے وقت نفسانی اور شہوانی اندھیروں میں تھے معلوم ہوا کہ تاریکی ہماری اصلی حالت ہے روشنی رب کا کرم گناہ ہم خود کرتے ہیں نیکی وہ کرا لیتا ہے مٹی کے ڈھیلے کی طرح نیچے ہم خود گرتے ہیں اپنے کرم سے وہ خود اٹھا لیتا ہے۔

بچھو کی فطرت: ایک بزرگ نہر کے کنارے کنارے جا رہے تھے راستے میں ایک بچھو کو دیکھا جو چلتا ہوا پانی میں گر پڑا بزرگ نے اسے اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور پانی سے باہر نکال دیا بچھو نے بزرگ کو ایک ڈنک مار دیا بچھو پھر چلتا ہوا دوبارہ پانی میں گر پڑا بزرگ نہیں پھر اس کو نکالا تو اس نے پھر ڈنک مار دیا حتی کہ بار بار یہی ہوتا رہا ایک شخص یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا اس نے بزرگ سے پوچھا اللہ کے بندے یہ بار بار آپ کو ڈنک مار رہا ہے اور آپ بار بار اسے پانی سے باہر نکال رہے ہیں اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے تاکہ ڈوب جائے تو اللہ والے نے کہا ڈنک مارنا اس کی فطرت ہے اور جب یہ اپنی بری فطرت اور عادت سے باز نہیں آ رہا تو میں کیوں اپنی اچھی عادت اور فطرت سے باز آ جاؤں۔ اعانۃ الطالبین ص ۹۳

(حدیث:۸۵)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ عزوجل لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّور مسلم: ۴۴۵

حضرت ابو موسی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں پانچ چیزیں بتانے کو قیام فرمایا فرمایا اللہ تعالی نہ سوتا ہے اور نہ ہی سونا اس کے لائق ہے پلہ یا رزق جھکاتا یا اٹھاتا ہے اس کی بارگاہ میں رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے پیش کئے جاتے ہیں اس کا پردہ نور ہے اگر وہ اپنا پردہ کھول دے تو اس کی شعاعیں تا حد نظر مخلوق کو جلا دیں۔

نیند اللہ کی شان کے لائق کیوں نہیں؟

اللہ تعالی نہ سوتا ہے اور نہ ہی سونا اس کے لائق ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نہ سوتا ہے اور نہ ہی سونا اس کے لائق ہے اس کی چند وجوہات ہیں

ا۔ مشرکین اور بت پرستوں کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالی کام کر کر کے تھک گیا ہے لہذا اب دنیا کا سارا کام ہمارے بت سر انجام دیتے ہیں لہذا اس حدیث میں ان کا رد کیا گیا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور اللہ تعالیٰ موت سے پاک ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نہیں سوتا۔

۳۔ تیسری وجہ یہ کہ نیند تھکن اتارنے اور آرام کرنے کے لئے ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تھکن سے پاک ہے اور وہ کبھی نہیں تھکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نہیں سوتا۔

اونگھ آنے سے شیشیاں ٹوٹ گئیں: ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ تیری یہ شان ہے کہ نہ تجھے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند میں اس کا نظارہ کرنا چاہتا ہوں اور حق الیقین چاہتا ہوں فرمایا موسیٰ دو شیشیاں اپنے ہاتھ میں پکڑلو آپ نے پکڑلیں اونگھ آئی تو دونوں گر کر ٹوٹ گئیں فرمایا موسیٰ تجھے اونگھ آئی تو تو دو شیشیاں نہ سنبھال سکا میں سو جاؤں تو اتنی بڑی کائنات کون سنبھالے گا۔ تقریری نکات

اللہ تعالیٰ نے امیری اور غربت کا فرق کیوں قائم کیا؟

اللہ تعالیٰ رزق جھکاتا ہے یا اٹھاتا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو زیادہ رزق دیتا ہے اور کسی کو کم۔

اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مال، جاہ ومنصب، عقل وفہم میں دوسروں پر فضیلت دی اور بعض کو ان سے محروم رکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ۔ تاکہ زیادہ مال والا کم مال والے کو اور بڑے منصب والا کم منصب والے کو اور زیادہ عقل والا کم عقل والے کو اپنا ماتحت بنا سکے اور زیادہ مال والا تنگ دستوں سے کام لے سکے اللہ تعالیٰ کی اسی حکمت کی وجہ سے کائنات کا نظام چل رہا ہے اگر سب برابر ہوتے تو کوئی کسی کا کام کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا عمارتوں کے بنانے کے لئے مزدور ضروری ہیں اسی طرح سڑکیں پل اور کارخانے ان کے بغیر نہیں بن سکتے جوتی بنانے والے جوتی بیچنے والے کپڑے بنانے والے کپڑے کی سلائی کرنے والے ان کے بغیر نظام زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتا اس کائنات کے نظام کے لئے ہر قسم کے لوگ ناگزیر ہیں اور اگر سب لوگ ایک درجہ کے ہوتے اور سب مالدار ہوتے تو یہ نظام کائنات چل ہی نہیں سکتا کیونکہ کام کرنے والا کوئی نہ ہوتا مالدار غریبوں کے محتاج ہیں اور غریب مالداروں کے محتاج۔

ہر انسان اپنے جسم کی ساخت پر غور کرے تو معلوم ہوگا کہ ان کا دماغ کھوپڑی میں ہے پیشاب مثانے میں اور نجاست بڑی آنت میں ہے اگر نجاست کھوپڑی میں ہوتی پیشاب رگوں میں ہوتا اور دماغ بڑی آنت میں ہوتا تو آدمی کا کیا حال ہوتا آپ اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں جو چیز جس جگہ کے لائق تھی اللہ نے اسے اسی جگہ پر رکھا لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کم دولت والوں کو زیادہ دولت والوں کا محتاج نہ بناتا تو اس کائنات کا نظام جاری نہیں رہ سکتا تھا اور تعمیر وترقی کا سلسلہ کبھی پروان نہ چڑھتا اور یہ نظام زندگی، نظام کائنات مفلوج ہو کر رہ جاتا۔ زیادہ مال والے بھی آزمائش میں ہیں اور کم مال والے بھی آزمائش میں ہیں مال والوں کو مال دے کر ان کے شکر کی آزمائش کرتا ہے اور کم مال والوں کو مال کم دے کر ان کے صبر کی آزمائش کرتا ہے۔

اللہ کے نور کی شعاعیں تاحد نظر مخلوق کو جلادیں: کیا اللہ کا دیدار ممکن ہے؟ اس کے بارے میں مندرجہ ذیل صورتیں ذہن نشین کرنا ضروری ہیں۔

۱۔ دنیا میں بندے اللہ تعالیٰ کو بصیرت یعنی نور قلبی سے دیکھتے ہیں آخرت میں اسے بصارت یعنی نور نگاہ سے دیکھیں گے۔

۲۔ دنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہے مگر واقع نہیں اس لئے حضرت موسیٰ نے دیدار کی دعا اگر دیدار ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ دعا ہی نہ کرتے کیونکہ ناممکن کی دعا ناجائز ہے اور نبی ناجائز کام نہیں کرتے۔

۳۔ معراج کی رات حضور ﷺ نے اللہ کا دیدار سر کی آنکھوں اور بیداری میں کیا اور خوب کیا۔

۴۔ جو شخص یہ کہے کہ میں نے اللہ کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ کافر ہے اپنے کو نبیوں سے افضل کہتا ہے۔

۵۔ قیامت میں ہر مومن وکافر کو اللہ کا دیدار ہوگا مومن کو رحمت کی شان میں اور کافر کو غضب وقہر کی شان میں بعد قیامت مومنوں کو جنت میں دیدار الٰہی ہوتا رہے گا کفار کو دوزخ میں نہ ہوگا۔

۶۔ دنیا میں مومن کو خواب میں دیدار الٰہی ہوسکتا ہے بلکہ ہوتا ہے امام اعظم نے ایک سو بار رب کو خواب میں دیکھا امام احمد بن حنبل نے خواب میں اللہ کو دیکھا اور پوچھا یا الٰہی کونسی عبادت افضل ہے فرمایا تلاوت قرآن دوسری بار پوچھا معنیٰ سمجھ کر تلاوت افضل ہے یا بغیر سمجھے تلاوت، فرمایا ہر طرح افضل ہے۔

جنت میں دیدار الٰہی ہوگا: یاد رہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اہل جنت کو حاصل ہوگا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عن صهيب عن النبى ﷺ قال اذا دخل اهل الجنة الجنة فريفع الحجاب فينظرون الى وجه الله فما اعطوا شيئا احب اليهم من النظر الى ربهم ۔ صحیح مسلم

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا رب حجاب اٹھادے گا جنتی رب کی ذات کے نظارے کریں گے تو انہیں کوئی چیز رب کے دیدار سے زیادہ پیاری نہ دی گئی۔

یاد رہے کہ جیسے جنتیوں کے لئے دیدار الٰہی ساری نعمتوں سے افضل واعلیٰ نعمت ہے ایسے ہی دوزخیوں کے لئے دیدار سے محرومی سارے عذابوں سے بدتر عذاب ہوگا کہ محبوب کا فراق بھی بڑا عذاب ہے۔ خیال رہے کہ اللہ سمت یعنی اوپر نیچے دائیں بائیں ہونے سے پاک ہے اس کا اوپر تجلی فرمانا ایسا ہوگا جیسے موسیٰ پر کوہ طور سے تجلی فرمانا وادی سینا میں درخت پر سے کلام فرمانا کہ طور اور درخت نا تو اللہ تعالیٰ کی تجلی گاہ تھے نہ اس کا مکان۔

یاد رکھیں علمائے کرام فرماتے ہیں رویت بصر یعنی آنکھ سے دیکھنا اور ادراک بصر یعنی آنکھ سے احاطہ کرنا اس میں فرق ہے آنکھ کا دیکھنا اور ہے آنکھ کا پانا یعنی اس کا احاطہ کرنا، گھیرنا کچھ اور ہم سمندر، زمین، آسمان کو دیکھتے تو ہیں مگر ان کا احاطہ نہیں کرسکتے یہ چیزیں اتنی لمبی چوڑی ہیں کہ ہماری آنکھ ان کو دیکھ تو لیتی ہے لیکن احاطہ یعنی گھیر نہیں سکتی حضور ﷺ کی آنکھوں نے رب کا دیدار کیا اس کا احاطہ نہیں کیا جنتی مومن رب کا دیدار کریں گے اس کا احاطہ نہیں کریں گے۔

روایت میں ہے کہ جنتیوں کو رب کا دیدار حسب مراتب ہوگا کسی کو ہفتہ میں ایک بار کسی کو روزانہ دو بار کسی کو ہر وقت جیسے دنیا میں بعض لوگ ہر وقت عشق الٰہی میں محو رہتے ہیں یہ روزانہ دیدار الٰہی کے مزے لیں گے اور بعض جنتی کبھی کبھی الغرض دنیا میں جس کی جتنی توجہ الی اللہ ہوگی جنت میں اتنا دیدار نصیب ہوگا۔

دیدار الٰہی کس عمل کے عوض ہوگا؟ بزرگ فرماتے ہیں یاد رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی خواہ اپنے اعمال کا یا کسی کے طفیل جنت میں گیا مگر دیدار الٰہی کسی عمل کا عوض نہ ہوگا خالصتاً عطائے ذوالجلال ہوگی۔

(حدیث:۸۶)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدُ اللّٰهِ مَلْأَى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ؟ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ (ص:34) وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: يَمِينُ اللّٰهِ مَلْأَى قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ مَلْآنُ سَحَّاءُ لَا يُغِيضُهَا شَيْءٌ اللَّيْلَ وَالنَّهَار۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی کا دست قدرت بھرا ہے جسے خرچ کم نہیں کر سکتا اس کی عطائیں دن رات جاری ہیں غور تو کرو جب سے زمین اور آسمان بنے ہیں تب سے اس نے کتنا خرچ فرمایا لیکن اتنے خرچ نے اس کے دست کرم میں کوئی کمی نہ کی اس کا عرش پانی پر تھا اس کے قبضہ قدرت میں ترازو ہے جسے بلند اور پست فرماتا ہے یعنی کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیتا ہے۔

بخاری، مسلم: ۲۳۰۹،۳۶۸۴

ہر وہ چیز جو بغیر استحقاق ہمیں عطا ہو جائے نعمت کہلاتی ہے اللہ تعالی کا ہر عطیہ چاہے جسمانی ہو یا روحانی نعمت کہلاتا ہے۔

اللہ تعالی کی عطائیں دن رات جاری ہیں: حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کی عطاؤں اور نعمتوں کا ذکر کیا جو پیدائش مخلوق سے لیکر آج تک بلکہ ہمیشہ تک مخلوق خدا پر نچھاور ہوتی رہیں گی۔

اللہ تعالی کی نعمتوں کی اقسام: نعمت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ کسبی ۲۔ وہبی۔

۱۔ نعمت کسبی: ہر وہ نعمت جو ہماری کمائی سے ہمیں ملیں اور ان میں ہماری کوشش کا دخل ہو وہ کسبی نعمتیں ہیں۔ جیسے حکومت، دولت وغیرہ۔

۲۔ نعمت وہبی: وہ نعمتیں جو محض اللہ کی عطا سے حاصل ہو جائیں اور ہماری کمائی اور کوشش کا اس میں کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے ہمارے اعضاء سورج، چاند، ستارے وغیرہ۔

حکم: ۱۔ کسبی نعمتوں کے بارے میں بروز حشر تین سوالات ہوں گے۔ ۱۔ کہاں سے حاصل کیں۔ ۲۔ کہاں خرچ کیں۔ ۳۔ ان کا شکر ادا کیا یا نہیں۔ ۲۔ جبکہ وہبی نعمتوں کے بارے میں آخری دو سوال ہوں گے۔

کیا اللہ تعالی کی نعمتیں شمار ہو سکتی ہیں: ایک دن شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا چلو آج اللہ کی نعمتوں کو شمار کرتے ہیں دیکھتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں کتنی نعمتیں عطا کی ہیں یہ سوچ کر وہ قلم، دوات اور رجسٹر لے کر ایک دریا کے کنارے چل دیئے جیسے ہی نعمتوں کو شمار کرنا شروع کیا تو ایک چڑیا ان کے قریب دریا کے کنارے آکر بیٹھ گئی اور چونچ کے ذریعے دریا کے پانی کے قطرے نکال نکال کر خشکی پر ڈالنے لگی آپ اس کے اس فعل پر بہت حیران ہوئے اور سوچا کہ چڑیا نہ تو خود پانی پیتی ہے نہ بچوں کے لئے لے کر جاتی ہے آخر دریا سے قطرے نکال نکال کر باہر کیوں ڈال رہی ہے وہ اسی سوچ میں گم تھے کہ چڑیا کو اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی اور بولی اے سعدی میں نے یہ تہیہ کیا ہے کہ آج دریا کا سارا پانی باہر خشکی پر نکال نکال کر ختم کر دینا ہے تو شیخ سعدی اس کی بات پر مسکرا کر بولے اے نادان چڑیا تجھے آدم سے لے کر قیامت تک کی زندگی عطا کر دی جائے تو تو اس دریا کو پھر بھی ختم نہیں کر سکتی۔ تو چڑیا بولی اے سعدی اگر تو اللہ کی نعمتوں کو شمار کر سکتا ہے تو خدا کی عزت کی قسم میں بھی اس دریا کو ختم کر سکتی ہوں شیخ سعدی چڑیا کی سبق آموز بات سن کر اپنے فعل پر بہت نادم ہوئے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی۔ بوستان سعدی

(حدیث:۸۷)

وَعَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ: اللّٰهُ أعلم بِمَا كَانُوا عاملين۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کفار کے بچوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ جانے وہ کیا اعمال کرتے۔

بخاری، مسلم: ۶۶۶۲،۱۳۸۴

یعنی کفریہ اعمال کرتے یا اسلامی تاکہ ان کے جنتی ہونے یا جہنمی ہونے کا حکم مرتب کیا جا سکے۔

کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک انصاری کے بچے کی جنازہ کی دعوت دی گئی تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اسے خوش خبری ہو کہ وہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے جس نے نہ تو کوئی گناہ کیا نہ گناہ کا وقت پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ اس کے سوا بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالی نے کچھ جنت والے پیدا کیا ہیں جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جنت کے لئے بنایا کچھ آگ والے پیدا کئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لئے بنایا۔

مذکورہ حدیث میں بیان ہوا کہ کچھ بچے آگ والے پیدا کئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لئے بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کہ کافروں کے بچے داخل جہنم ہوں گے۔

اور اس کے برعکس اس حدیث میں آپ ﷺ نے توقف فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کفار کے بچوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ جانے وہ کیا اعمال کرتے یعنی کفریہ اعمال کرتے یا اسلامی تاکہ ان کے جنتی ہونے یا جہنمی ہونے کا حکم مرتب کیا جا سکے۔

کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق: تو علمائے کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ حدیث جس میں کفار کے بچوں کو جہنمی قرار دیا گیا آیت کریمہ لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا اور دیگر احادیث سے منسوخ ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک کفار کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ جنت میں جنتیوں کے خادم ہوں گے۔

(حدیث:۸۸)

وَعَنْ عبادَة بن الصَّامِت قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم يَقُول إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ فَقَالَ اكْتُبْ فَقَالَ مَا أَكْتُبُ قَالَ اكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِسْنَادًا

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ قلم تھا پھر فرمایا اس کو لکھ بولا کیا لکھوں فرمایا تقدیر لکھ تب اس نے جو کچھ ہو چکا اور جو ہمیشہ تک ہو گا لکھ دیا۔

ترمذی، احمد: ۲۳۰۸۳ ،۶۱۵۵

کیا بے جان میں سننے اور بولنے کی طاقت ہے؟

اللہ تعالی نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ قلم تھا: حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ قلم تھا پھر فرمایا اس کو لکھ بولا کیا لکھوں فرمایا تقدیر لکھ تب اس نے جو کچھ ہو چکا اور جو ہمیشہ تک ہوگا لکھ دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بے جان میں عرض معروض کرنے کی طاقت اور صلاحیت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جاندار و بے جان میں اللہ تعالی بولنے سننے کی قدرت پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے کھجور کا ایک ستون تھا جس کے سہارے حضور کھڑے ہوتے تھے جب رسول اللہ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو اس ستون سے اس طرح رونے اور چلانے کی آواز آئی جیسے اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی اور چلاتی ہے پھر حضور نے اس ستون پر اپنا ہاتھ رکھا ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنے سینے سے چمٹا لیا تو وہ اس طرح سسکیاں لینے لگا جیسے بچہ سسکیاں لیتا ہے حتی کہ وہ خاموش ہو گیا۔ صحیح بخاری باب المعجزات

معلوم ہوا کہ کھجور کا تنا بھی آپ کو پہچانتا تھا آپ سے محبت کرتا تھا آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر روتا تھا اور یہ تمام امور بغیر حیات کے متصور نہیں ہو سکتے لگتا ہے حضور کے قرب اور لمس سے اس تنے میں اللہ تعالی نے حیات پیدا کر دی ادراک اور شعور اور آپ کی محبت اور آپ کے فراق میں گریہ پیدا کر دیا۔

آپ ﷺ کے قرب اور لمس کی وجہ سے اللہ نے کھجور کے تنے میں جان ڈال دی جس میں عادتا اور عرفا حیات نہیں ہوتی جن کے اعجاز آفریں لمس سے بے جان میں حیات آ جائے خود ان کی حیات کی عظمتوں کا کیا کہنا۔

کھجور کا تنا آپ کے فراق اور محبت میں روتا ہے اگر آپ کا کلمہ پڑھنے والا انسان آپ کی محبت اور فراق میں نہ روئے تو وہ بے جان کھجور سے بھی گیا گزرا ہے۔ حضور کا ابر کرم موج میں آتا ہے تو کھجور کے تنے پر بھی باران رحمت ہوتی ہے دست شفقت سے نوازتے ہیں سینہ سے لگا کر تسلیاں دیتے ہیں کیا عجب ہے کہ جو غلام آپ کی فرقت میں شب و روز روتے ہیں آپ کے فراق میں آنسو بہاتے ہیں اس پر بھی نظر کرم فرمائیں کسی بے قرار کے سینہ پر ہاتھ رکھیں اور اس کے مقدر کو رشک جبرائیل بنا دیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی انگلیوں سے پانی نکالا جہاں پر پانی عادتا موجود نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا آپ کا معجزہ موسی کے معجزہ سے افضل ہے۔

نبی کریم ﷺ کے لئے پتھروں کو نرم کر دیا گیا احد پہاڑ آپ سے محبت کرتا تھا آپ نے فرمایا یہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں جب کہ لوہا تو معروف اسباب سے پگھل کر نرم ہو جاتا ہے اور پتھر ٹوٹ تو جاتا ہے لیکن نرم نہیں ہوتا جس کی طبیعت میں نرمی نہیں ہوتی وہ بھی آپ کے لئے نرم ہو گیا۔

آپ سے آپ کے منہ میں رکھے ہوئے گوشت کے ٹکڑے نے کلام کیا اور اس میں حیات آئی اور علم آ گیا اس نے آپ سے کہا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے درختوں میں حیات آ گئی جن میں عادتا حیات نہیں ہوتی اور وہ آپ کے بلانے پر اپنی جڑوں کو کھینچتے ہوئے چلے آئے ان میں حیات آ گئی قوت سماعت آ گئی قوت کلام آ گئی حضرت علی فرماتے ہیں حضور کے راستے میں جو درخت آتا جو پتھر آتا کوئی پہاڑ آتا وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ۔ حضرت عیسی نے ان کو زندہ کیا جن میں عادتا حیات تھی لیکن حضور نے ان کو زندہ کیا جن میں عادتا حیات نہیں۔

اولیت کی احادیث میں تعارض: حدیث مذکور میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ قلم تھا جبکہ دوسری حدیث پاک میں آپ ﷺ نے فرمایا

عن جابر قال قلت یا رسول اللہ ﷺ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شئی خلق اللہ تعالی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ المواہب لدنیہ ج۱ ص۴۸

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالی نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا:

ان احادیث میں پیدائش مخلوق کی اولیت میں تعارض ہے ایک حدیث میں فرمایا سب سے پہلے قلم پیدا ہوا دوسری حدیث میں سب سے پہلے نبی کے نور کو پیدا کیا۔

اولیت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: مذکورہ تعارض میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ اولیت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ اولیت اضافی ۲۔ اولیت حقیقی

علماء فرماتے ہیں کہ عرش، پانی، ہوا اور لوح محفوظ کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے جو چیز پیدا کی گئی وہ قلم ہے اور اس اولیت کو اولیت اضافی کہتے ہیں اور جس حدیث میں اولیت محمدی کا ذکر ہے اس سے اولیت حقیقی مراد ہے لہذا حضور کی اولیت، حقیقی ہے اور قلم کی اولیت، اضافی ہے اب احادیث میں کوئی تعارض نہ رہا۔

حضور ﷺ کے اول الخلق ہونے کی مفصل بحث: ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے اپنے محبوب نبی محمد عربی ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا اور اس کے بعد باقی مخلوق کو پیدا کیا حتی کہ آپ ﷺ کے نور کی اس وقت تخلیق ہو چکی تھی جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے بیچ میں تھے اس کے ثبوت پر احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے عقائد ناطق ہیں۔

احادیث سے اول الخلق کا ثبوت

آدم سے پہلے میں نبی تھا: عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قالوا یا رسول اللہ ﷺ متی وجبت لك النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد۔ جامع ترمذی ص۵۱۹

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ہر چیز سے پہلے میری تخلیق ہوئی:

عن جابر قال قلت یا رسول اللہ ﷺ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شئی خلق اللہ تعالی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ فجعل ذلك النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالی ولم یکن فی ذلك الوقت لوح و لاقلم و لا جنۃ و لا نار و لا ملك و لا سماء و لا ارض و لا شمس و لا قمر و لا جنی و لا انسی۔ المواہب لدنیہ ج۱ ص۴۸

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالی نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا وہ نور قدرت خداوندی سے دورہ کرتا جہاں اللہ چاہتا اور اس نور کی تخلیق کے وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ جہنم نہ فرشتے نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن اور نہ انسان اور کچھ بھی نہیں تھا۔

فرشتے آدم سے پہلے حضور کو پہچانتے تھے:

عن کعب احبار قال لما اراد اللہ تعالی ان یخلق محمدا ﷺ امر جبرئیل علیہ السلام ان یاتیہ فاتاہ بالقبضۃ البیضاء التی ھی موضع قبر رسول اللہ ﷺ فعجنت بماء التسنیم ثم غمست فی انہار الجنۃ و طیف بہا فی السموات والارض فعرفت الملائکۃ محمدا قبل ان تعرف آدم ثم کان نور محمد ﷺ یری فی غرۃ جبہۃ آدم و قیل لہ ھذا سید ولدک من الانبیاء والمرسلین ۔ الوفاء ج ۱ ص ۳۵

ترجمہ: حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے محمد مصطفی ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالی نے جبرئیل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم ارشاد کیا حضرت جبرئیل، رسول کریم ﷺ کی قبر انور سے سفید مٹی لے کر آئے اس مٹی کو تسنیم یعنی جنت کی نہر کے پانی سے گوندھا گیا پھر اس کو جنت کی نہروں سے غوطہ دیا گیا اور آسمانوں اور زمینوں میں اس مٹی کو گھمایا گیا پھر فرشتوں نے محمد ﷺ کو آدم کے پہچاننے سے پہلے جان لیا پھر محمد ﷺ کا نور آدم کی پیشانی میں دکھائی دیتا تھا اور آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ تمہاری اولاد میں سے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔

سب سے پہلے میں تھا:

عن میسرۃ الفجر قال قلت یا رسول اللہ ﷺ متی کنت نبیا ؟ قال و آدم بین الروح و الجسد ۔ دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۲۹

ترجمہ: حضرت میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کس وقت نبی تھے تو آپ نے فرمایا جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

سب سے پہلے کس کو پیدا کیا:

عن جابر قال قلت یا رسول اللہ ﷺ بابی انت و امی اخبر نی عن اول شئی خلق اللہ تعالی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ ۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۷

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن نبی کریم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالی نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

سب سے پہلے نبی کا نور پیدا کیا: عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بتائے کہ اللہ تعالی نے تمام اشیاء سے پہلے کس

چیز کو پیدا فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے نور سے تیرے نبی کو پیدا فرمایا پھر یہ نور اللہ کی قدرت سے جہاں چاہا سیر کرتا رہا۔ المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۹

چودہ ہزار برس پہلے نور تھا:

عن علی بن حسین عن ابیہ عن جدہ ان النبی ﷺ قال کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق آدم علیہ السلام باربعۃ عشر الف عام ۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۷

ترجمہ: امام زین العابدین اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے بھی اپنے رب کی بارگاہ میں ایک نور تھا۔

مفسرین، محدثین اور اکابرین کا عقیدہ

علامہ ابن جوزی کا عقیدہ: عن کعب احبار قال لما اراد اللہ تعالی ان یخلق محمدا ﷺ امر جبرئیل علیہ السلام ان یاتیہ فاتاہ بالقبضۃ البیضاء التی ھی موضع قبر رسول اللہ ﷺ فعجنت بماء التسنیم ثم غمست فی انہار الجنۃ و طیف بہا فی السموات والارض فعرفت الملائکۃ محمدا قبل ان تعرف آدم ثم کان نور محمد ﷺ یری فی غرۃ جبہۃ آدم و قیل لہ ھذا سید ولدک من الانبیاء والمرسلین ۔ الوفاء ج ۱ ص ۳۵

ترجمہ: حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی نے محمد مصطفی ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالی نے جبرئیل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم ارشاد کیا حضرت جبرئیل، رسول کریم ﷺ کی قبر انور سے سفید مٹی لے کر آئے اس مٹی کو تسنیم یعنی جنت کی نہر کے پانی سے گوندھا گیا پھر اس کو جنت کی نہروں سے غوطہ دیا گیا اور آسمانوں اور زمینوں میں اس مٹی کو گھمایا گیا پھر فرشتوں نے محمد ﷺ کو آدم کے پہچاننے سے پہلے جان لیا پھر محمد ﷺ کا نور آدم کی پیشانی میں دکھائی دیتا تھا اور آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ تمہاری اولاد میں سے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔

ملاعلی قاری کا عقیدہ:

قال ابن حجر اختلف الروایات فی اول المخلوقات و حاصلہا کما بینتہا فی شرح شمائل الترمذی ان اولہا النور الذی خلق منہ ﷺ ثم الماء ثم العرش ۔ مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۴۸

ترجمہ: ابن حجر فرماتے ہیں اول مخلوق کے بارے میں روایات مختلف ہیں اور حاصل وہی ہے کہ جو شمائل ترمذی کی شرح میں میں نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے نور کو پیدا کیا گیا پھر پانی کو پھر عرش کو۔

علامہ زرقانی کا عقیدہ: فی حدیث جابر عند عبد الرزاق مرفوعا یا جابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ ۔ شرح زرقانی ج ۱ ص ۵۴

ترجمہ: امام عبدالرزاق نے حضرت جابر کی حدیث جو کہ مرفوعا روایت ہے کہ اے جابر اللہ تعالی نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

علامہ ابن حجر کا عقیدہ: قال ابن حجر اختلف الروایات فی اول المخلوقات و حاصلها کما بینتها فی شرح شمائل الترمذی ان اولها النور الذی خلق منه ﷺ ثم الماء ثم العرش. مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۴۸

ترجمہ: ابن حجر فرماتے ہیں اول مخلوق کے بارے میں روایات مختلف ہیں اور حاصل وہی ہے کہ جو شمائل ترمذی کی شرح میں نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے نور کو پیدا کیا گیا پھر پانی کو پھر عرش کو۔

صاحب تفسیر عرائس البیان کا عقیدہ: ایک آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اشارة علی تقدم روحه و جوهره علی جمیع الکون. تفسیر عرائس البیان ج ۱ ص ۲۳۸

ترجمہ: اس آیت کریمہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح انور اور آپ کا جوہر مبارک تمام کائنات پر پیدائش میں مقدم ہے۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری کا عقیدہ: وانا اول المسلمین عند الایجاد لام کن کما قال اول ما خلق الله نوری

تفسیر نیشاپور ج ۳ ص ۱۹۶

ترجمہ: میں پہلا مسلمان ہوں جو امر کن سے وجود میں آیا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

علامہ اسماعیل حقی کا عقیدہ:

ولما خلق الله آدم جعل نور حبیبه فی ظهره فکان یلمع فی جبینه. روح البیان ج ۳ ص ۵۴۳

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو پیدا فرمایا تو اپنے حبیب ﷺ کا نور ان کی پشت میں رکھ دیا جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا تھا۔

امام رازی کا عقیدہ: ان الملائکة امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد ﷺ فی جبهة آدم. تفسیر کبیر ج ۲ ص ۵۲۵

ترجمہ: بے شک ملائکہ علیہم السلام نے آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ نور محمدی ان کی پیشانی میں تھا۔

علامہ تقی الدین سبکی کا عقیدہ: علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ شیخ تقی الدین سبکی نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام پیدا کرنے سے پہلے ارواح کو پیدا کیا اور کنت نبیا سے آپ ﷺ کی روح کی طرف اشارہ ہے یعنی اول الخلق سے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مراد ہے۔ المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۷

امام قسطلانی کا عقیدہ: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے حضرت احدیہ میں انوار صمدیہ سے حقیقت محمدیہ کو ظاہر کیا پھر تمام علوی اور سفلی عالموں کو ان کی صورتوں کے اعتبار سے اپنے علم کے مطابق اس حقیقت سے نکالا پھر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو یہ بتایا کہ وہ نبی ہے اور اس کو رسالت کی بشارت دی یہ اس وقت ہوا جب ہنوز آدم پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ روح اور جسم کے درمیان تھے۔ المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۵

علامہ شہاب الدین خفاجی کا عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے آپ ﷺ کی روح کو پیدا کیا اور اس کو نبوت کی خلعت سے مشرف کیا اور جبکہ نبوت آپ کی روح کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ وفات کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں اور وحی و احکام کا منقطع ہونا مضر نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا دین مکمل ہو چکا۔ نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۰۱

عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ: در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق الله نوری۔ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲

ترجمہ: حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے نور کو پیدا کیا۔

دیوبندیوں کے پیشوا تھانوی صاحب کا عقیدہ: اشرف علی تھانوی صاحب نشر الطیب میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ذکر کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا کہ آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان تھے جبکہ مجھ سے میثاق نبوت لیا گیا۔ نشر الطیب ص ۸

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: حضرت علی بن حسن یعنی امام زین العابدین سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسین اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں آدم کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ نشر الطیب ص ۹

(حدیث:۸۹)

وَعَنْ مُسْلِم بن یَسَار قَالَ سُئِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ (وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ (قَالَ عُمَرُ (ص: 35) بْنُ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْهَا فَقَالَ: خلق آدم ثمّ مسح ظهره بيمينه فأستخرج مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خلقتُ هٰؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ أهل الْجَنَّة يعملون ثمّ مسح ظهره فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ وبعمل أهل النَّار يعملون فَقَالَ رجل يَا رَسُولَ الله فَفِيمَ الْعَمَلُ يَا رَسُولَ الله قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوتَ عَلٰى عَمَلٍ من أعمال أهل الْجَنَّة فيدخله الله الْجَنَّةَ وَإِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ أَعمال أهل النَّار فيدخله الله النَّار رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُد۔

موطا، ترمذی، ابو دائود، احمد: ۱۶۶۱۔ ۳۰۷۵۔ ۴۷۰۳۔ ۳۱۱

مسلم بن یسار سے روایت ہے حضرت عمر بن خطاب سے اس آیت کریمہ کے تحت پوچھا گیا جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پیٹھوں سے ان کی ذریت نکالی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اسی کے بارے میں سوال ہوا تو میں نے آپ سے سنا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیداا فرمایا پھر ان کی پیٹھ کو اپنی دست قدرت سے ملا تو اس سے ان کی اولاد نکلی تو فرمایا کہ انہیں میں نے جنت کے لئے بنایا ہے یہ جنتیوں والے کام کریں گے پھر ان کی پیٹھ کو اپنے دست قدرت سے ملا تو اس سے ان کی اولاد نکلی تو فرمایا کہ انہیں میں نے جہنم کے لئے بنایا ہے یہ جہنمیوں والے کام کریں گے تو ایک شخص نے کہا پھر عمل کرنے کا کیا مقصد تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ جس بندے کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے جنتیوں کے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جنتیوں کے عمل میں سے کسی عمل پر فوت ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے اسے داخل جنت فرماتا ہے پھر اللہ تعالیٰ جس بندے کو جہنم کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے جہنمیوں کے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جہنمیوں کے عمل میں سے کسی عمل پر فوت ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے اسے داخل جہنم فرماتا ہے۔

یہ واقعہ کب ہوا نیز جنتیوں اور جہنمیوں کی روحیں کیسی تھیں؟ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا پھر ان کی پیٹھ کو اپنی دست قدرت سے ملا تو اس سے ان کی اولاد نکالیں فقہا نے فرمایا کہ آدم کے ہر رونگٹے کی جڑ سے پسینہ کے قطروں کی طرح یہ روحیں ظاہر ہوئیں جنتی روحیں سفید رنگ کی تھیں اور جہنمی روحیں سیاہ رنگ

کی تھیں یہ واقعہ کب اور کہاں پیش آیا اس میں علماء کے دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ یہ واقعہ آپ کی پیدائش کے بعد اور جنت میں جانے سے پہلے نعمان پہاڑ جو میدان عرفات کے قریب ہے رونما ہوا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جنت سے باہر آنے کے بعد پیش آیا۔ جنت میں داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا اور اس کے اسباب تین ہوں گے۔

۱۔ جنت کسبی: بعض لوگوں کے جنت میں جانے کا سبب اعمال ہوں گے لہذا کسی عمل کے سبب اللہ تعالی انہیں جنت عطا فرمائے گا۔

۲۔ جنت وہبی: بعض لوگ بغیر سبب اعمال جنت میں داخل ہوں گے اور اللہ تعالی انہیں بلا حساب کتاب داخل جنت فرمائے گا جیسے چھوٹے نابالغ بچے یا وہ کافر جو مرتے وقت ایمان قبول کرلے۔

(حدیث:۹۰)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِہ كِتَابَانِ فَقَالَ: أَتَدْرُونَ مَا هٰذَانِ الكتابان فَقُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللّٰہِ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِہِ الْيُمْنٰى هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيہِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وقبائلهم ثُمَّ أجمل على آخِرهم فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي شِمَالِہِ هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيہِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وقبائلهم ثُمَّ أجمل على آخِرهم فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا فَقَالَ أَصْحَابُہُ فَفِيمَ الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللّٰہِ إِنْ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْہُ فَقَالَ سَدِّدُوا وَقَارِبُوا فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَہُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ وَإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَہُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ (ص:36) ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْہِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فريق فِي الْجَنَّة وفريق فِي السعير رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ-ترمذی،احمد:۶۱۳۱_۶۵۶۳

روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ دستِ اقدس میں دو کتابیں تھیں فرمایا کہ کیا جانتے ہو یہ کیا کتابیں ہیں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے بغیر بتائے نہیں جانتے تو داہنے ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب رب العلمین کے پاس سے آئی ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا ٹوٹل لگا دیا گیا ہے لہذا ان میں کبھی زیادتی کمی نہیں ہوسکتی پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب اللہ رب العلمین کی طرف سے آئی ہے اس میں دوزخیوں اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا ٹوٹل لگا دیا گیا اب ان میں کبھی زیادتی اور کمی نہیں ہوسکتی صحابہ نے عرض کیا پھر عمل کا کیا مقصد یارسول اللہ اگر اس معاملہ سے فراغت ہوچکی فرمایا سیدھے رہو قرب الٰہی حاصل کرو کیونکہ جنتی کا خاتمہ جنتیوں کے عمل پر ہوتا ہے اگرچہ پہلے کوئی بھی کام کرے اور یقیناً دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے کام پر ہوتا ہے اگرچہ پہلے کوئی عمل کرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک سے اشارہ فرما کر انہیں جھاڑ دیا پھر فرمایا کہ تمہارا رب بندوں سے فارغ ہوچکا ایک ٹولہ جنتی اور دوسرا ٹولہ دوزخی ہے۔ ترمذی

حضور ﷺ کے دستِ اقدس میں دو کتابیں تھیں:

کیا یہ کتابیں حسی تھیں؟ حکیم الامت اس کی شرح میں فرماتے ہیں ہیں یعنی دونوں کتابیں ایک دائیں ہاتھ میں اور دوسری بائیں میں، حق یہی ہے کہ کتابیں حسی تھیں جنہیں صحابہ کرام دیکھ رہے تھے نہ کہ فقط خیالی اور وہمی جیسا کہ بعض نے وہم کیا ہے۔ (مرقاۃ واشعۃ اللمعات) اگلی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے۔

یعنی یہ دونوں کتابیں جو تم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو کس مضمون کی ہیں اور ان میں کیا لکھا ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں نظر آ رہی تھیں ورنہ ھذان سے اشارہ نہ فرمایا جاتا۔ نیز پھر صحابہ پوچھتے کہ حضور کون سی کتابیں اور وہ کہاں ہیں؟

ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے بغیر بتائے نہیں جانتے: یعنی کتابیں تو دیکھ رہے ہیں مگر اس کے مضمون سے بے خبر ہیں اگر آپ اطلاع بخشیں تو خبردار ہوجائیں، معلوم ہوا کہ حضور کتابوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان کتابوں کے تفصیلی عالم بھی ہیں اور لوگوں کو وہ کتابیں پڑھا اور بتا بھی سکتے ہیں یہی صحابہ کا عقیدہ تھا۔

جس میں تمام جنتیوں کے نام، ان کے باپ، دادوں، قبیلوں کے نام ہیں: اس طرح کہ ساری کتاب میں جنتیوں کے نام، پتے، کام تو فہرست میں ہیں اور آخر میں ٹوٹل کہ کل اتنے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جنتی و دوزخی کا تفصیلی علم بخشا ان کے باپ، دادوں، قبیلوں اور اعمال پر مطلع کیا، یہ حدیث حضور کے علم کی تابندہ دلیل ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

یعنی رب نے اس میں تقدیر مبرم کی تفصیل فرمائی ہے اور مجھے اس کا علم بخشا ہے، تقدیر معلق اور مشابہ معلق میں زیادتی کمی ممکن ہے۔ خیال رہے کہ لوح محفوظ میں محو و اثبات کی تحریر بھی ہے اور اُمّ الکتاب میں صرف قضائے مبرم کی۔ لوح محفوظ تک ملائکہ کا علم پہنچتا ہے مگر میرے حضور کا علم اُمّ الکتاب تک ہے۔ (از مرقات) یہاں صحابہ کرام کو اجمالی طور پر بتایا گیا۔ بلاواسطہ فرشتہ یا بواسطہ فرشتہ ام الکتاب سے نقل ہو کر جہاں کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں کیونکہ یہ قضاء مبرم ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کرچکے۔ اس سے پتہ لگا کہ اللہ نے اپنی قضاء مبرم پر حضور کو مطلع فرمایا۔

صحابہ نے عرض کیا پھر عمل کا کیا مقصد یارسول اللہ؟ یعنی انجام کا دارومدار رب کی تحریر پر ہے نہ کہ ہمارے عمل پر، پھر اعمال کی ضرورت ہی کیا رہی۔

کیونکہ جنتی کا خاتمہ جنتیوں کے عمل پر ہوتا ہے: یعنی اعمال نیک اور عقائد صحیح اختیار کرو تاکہ تمہیں اللہ کا قرب حاصل ہو۔

پھر حضور ﷺ نے دستِ مبارک سے اشارہ فرما کر انہیں جھاڑ دیا: یعنی ہاتھوں کو جھٹکا دیا جس سے دونوں کتابیں غائب ہوگئیں یا کتابوں کو عالمِ غیب کی طرف پھینکا، یہ پھینکنا ان کی اہانت کے لیے نہ تھا نہ اس سے وہ کتابیں زمین پر گریں۔

تمہارا رب بندوں سے فارغ ہوچکا ایک ٹولہ جنتی، دوسرا دوزخی ہے: یہ قرآن پاک کی آیت سے اقتباس ہے اور بندوں سے مراد انسان ہیں کیونکہ جنت میں ثواب کے لیے انسانوں کے سوا کوئی نہ جائے گا یہ آدم علیہ السلام کی میراث ہے انہی کی اولاد کو ملیگی۔

(حدیث:۹۱)

وَعَن أبي خزامة عَن أَبِيهِ قَالَ سَأَلتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقُلتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيتَ رُقًى نَستَرقِيهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوَى بِهِ وَتُقَاةً نَتَّقِيهَا هَل تَرُدُّ مِن قَدَرِ اللّٰهِ شَيئًا قَالَ: هِيَ مِن قَدَرِ الله.

احمد، ترمذی، ابن ماجه: ۱۵۵۵۱، ۲۰۵۶، ۳۴۳۷

حضرت خزامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ہم جو دم منتر کرتے ہیں جو دوائیں اور پرہیز ہمارے استعمال میں آتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر کو پلٹ دیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ خود اللہ کی تقدیر ہیں۔

دم اور تعویزات کے بارے میں مفصل بحث: اس حدیث میں دم وتعویز کی اجازت کا بیان ہے لیکن بعض لوگ اس میں شدت کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں لہذا اس کے بارے میں ہم مفصل بحث کریں گے یاد رہے ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک تمام امراض قلبیہ وبدنیہ امراض دنیا وآخرت کے لئے کامل شفا ہے اور اس کے دم سے شفائیں حاصل ہوتی ہیں اسی طرح دعائے ماثورہ، کلمات اسلامیہ، ذکر ودرود، انبیا و اولیاء وصالحین کے ناموں سے بھی شفائیں حاصل ہوتی ہیں جب بیمار نے اچھے طریقے سے قرآن سے علاج کیا اور صدق ایمان، اعتقاد جازم اور حصول شفا کی شرائط کا لحاظ کر کے اسے بیماری پر استعمال کیا تو بیماری اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور بیماری کیسے زمین وآسمان کے رب کے کلام کا مقابلہ کرسکتی ہے وہ کلام کہ جسے اگر پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو پھٹ جاتے اور اگر زمین پر نازل کیا جاتا تو اسے کاٹ دیتا پس امراض قلبیہ اور امراض جسمانیہ میں کوئی ایسا مرض نہیں ہے جس کا سبب اور اس کی دوا کی قرآن میں راہنمائی نہ ہو۔ اس کے ثبوت پر قرآن پاک احادیث مبارکہ بزرگان دین کے عقیدے ذکر کیئے جائیں گے۔

قرآن پاک سے دم کا ثبوت

قرآن پاک شفاء ہے: وننزل من القرآن ماهو شفاء ورحمة للمومنين

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔

ابن قیم اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں قرآن پاک تمام امراض قلبیہ وبدنیہ امراض دنیا وآخرت کے لئے کامل شفا ہے اور ہر کوئی قرآن پاک سے شفا حاصل کرنے کا اہل نہیں جب بیمار نے اچھے طریقے سے قرآن سے علاج کیا اور صدق ایمان اعتقاد جازم اور حصول شفا کی شرائط کا لحاظ کر کے اسے بیماری پر استعمال کیا تو بیماری اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور بیماری کیسے زمین وآسمان کے رب کے کلام کا مقابلہ کرسکتی ہے وہ کلام کہ جسے اگر پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو پھٹ جاتے اور اگر زمین پر نازل کیا جاتا تو اسے کاٹ دیتا پس امراض قلبیہ اور امراض جسمانیہ میں کوئی ایسا مرض نہیں ہے جس کا سبب اور اس کی دوا کی قرآن میں راہنمائی نہ ہو۔

قال النبی ﷺ من لم يستشف بالقرآن فلا شفاه الله. غرائب القرآن ج ۴ ص ۳۷۹

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو قرآن سے شفا حاصل نہیں کرتا اللہ تعالی اس کو شفا نہیں دے گا۔

احادیث مبارکہ سے دم کا ثبوت

قرآن بہترین دوا ہے:

عن علی قال قال رسول الله ﷺ خير الدواء القرآن. ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۶۹

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قرآن پاک بہترین دوا ہے۔

دو شفائیں لازم کرلو:

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ عليكم بالشفاءين العسل والقرآن.
ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۱۴۲

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو شفائیں اپنے اوپر لازم کرلو ایک شہد اور دوسری قرآن۔

قرآن سے شفا حاصل نہ کرنے والا:

قال النبی ﷺ من لم يستشف بالقرآن فلا شفاه الله. غرائب القرآن ج ۴ ص ۳۷۹

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو قرآن سے شفا حاصل نہیں کرتا اللہ تعالی اس کو شفا نہیں دے گا۔

حضرت جبرئیل نے دم کیا: نبی کریم ﷺ کو ایک مرتبہ بخار ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ دم کیا جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی راویت میں ہے

باسم الله ارقيك من كل شئی يوذيك من شر كل نفس او عين حاسد الله يشفيك باسم الله ارقيك
صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۱۸

ترجمہ: اللہ تعالی کے نام سے آپ ﷺ پر دم کرتا ہوں ہر اس شئے سے جو آپ ﷺ کو اذیت دیتی ہے اور ہر اس شر کرنے والے سے اور حسد کرنے والے کی نظر سے اللہ تعالی آپ ﷺ کو شفا عطا فرمائے میں آپ پر اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں۔

حضرت جبرئیل نے دم کیا:

عن عائشة قالت كان اذا اشتكى رسول الله ﷺ رقاه جبرئيل قال باسم الله يبريك و من كل داء يشفيك ومن شر حاسد اذا حسد و شر كل ذی عين. صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۱۸

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو اس طرح دم کرتے باسم الله يبريك و من كل داء يشفيك و من شر حاسد اذا حسد و شر كل ذی عين، اللہ کے نام سے جو آپ سے بیماری کو دور فرمائے آپ کو ہر بیماری سے شفا عطا فرمائے اور حاسد کے حسد سے اور ہر آنکھ والے کی نظر بد سے محفوظ فرمائے۔

حضور ﷺ نے خود دم کی رخصت عطا فرمائی:

عن انس رضی الله عنه قال رخص رسول الله ﷺ فی الرقية من العين والحمة والنملة. صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۷۲۵

دیگر کلمات سے دم کا ثبوت:

عن جابر قال کان بالمدینة رجل یکنی ابا مذکر یرقی من العقرب ینفع الله بها فقال رسول الله ﷺ یا ابا مذکر ما رقیتك هذه اعرض علی فقال ابو مذکر شجة قرینة ملحة بحر قفطی فقال ﷺ لا باس بها انما هی مواثیق اخذها سلیمان بن داود علی الهوام . نوادر الاصول ج ۱ ص ۴۰۶

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مدینہ میں ایک آدمی رہتا تھا جس کی کنیت ابو مذکر تھی وہ بچھو کے کاٹے کا دم کرتا تھا اللہ تعالی اس دم کی برکت سے لوگوں کو شفا دیتا تھا نبی کریم ﷺ نے اس کو فرمایا تم کیا دم کرتے ہو ذرا مجھے بھی دکھاؤ ابو مذکر نے دم سنایا شجۃ قرینۃ ملحۃ بحر قفطی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ مواثق یعنی قابل بھروسہ کلمات ہیں جن سے حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام موذی جانوروں پر دم کیا کرتے تھے۔

حضرت نوح کے نام کا دم:

عن سعید بن مسیب قال بلغنی ان من قال حین یمسی سلام علی نوح فی العالمین لم تلدغه عقرب. حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۹۲

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص شام کے وقت یہ کہے سلام علی نوح فی العالمین تو اسے بچھو نہیں کاٹے گا۔

اکابرین اہل سنت کا عقیدہ

علامہ ابن جوزی کا عقیدہ:

یحتمل ثلاثة اوجه احدها شفاء من الضلال لما فیه من الهدی الثانی شفاء من السقم لما فیه من البرکة الثالث شفاء من الفرائض والاحکام لما فیه من البیان . زاد المسیر فی علم التفسیر ج ۳ ص ۴۹

ترجمہ: قرآن کے شفا ہونے میں تین احتمال ہیں ۱۔ قرآن گمراہی کے لئے شفا ہے کیونکہ اس میں ہدایت ہے ۲۔ قرآن جسمانی بیماریوں کے لئے شفا ہے کیونکہ اس میں برکت ہے ۳۔ قرآن فرائض اور احکام کے لئے شفا ہے کیونکہ اس میں ان کا بیان ہے۔

علامہ ماوردی شافعی کا عقیدہ:

یحتمل ثلاثة اوجه احدها شفاء من الضلال لما فیه من الهدی الثانی شفاء من السقم لما فیه من البرکة الثالث شفاء من الفرائض والاحکام لما فیه من البیان . النکت والعیون ج ۳ ص ۲۶۸

ترجمہ: قرآن کے شفا ہونے میں تین احتمال ہیں ۱۔ قرآن گمراہی کے لئے شفا ہے کیونکہ اس میں ہدایت ہے ۲۔ قرآن جسمانی بیماریوں کے لئے شفا ہے کیونکہ اس میں برکت ہے ۳۔ قرآن فرائض اور احکام کے لئے شفا ہے کیونکہ اس میں ان کا بیان ہے۔

علامہ بیضاوی کا عقیدہ:

والمعنی ان منه ما یشفی من المرض کالفاتحة وآیات الشفا . تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۲۶۵

ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں وہ کچھ ہے جو مرض کے لئے شفا ہے۔ جیسے کہ سورہ فاتحہ اور شفا کی آیات۔

علامہ نیشاپوری کا عقیدہ:

شفاء من الامراض الروحانة کالعقائد الفاسدة والاخلاق الذمیمة و من الامراض الجسمانیة ایضا لما گ قراته من التیمن والبرکة وحصول الشفا للمرض. تفسیر غرائب القرآن ج ۳ ص ۲۶۵

ترجمہ: قرآن پاک روحانی بیماریوں سے شفا ہے جیسا کہ یہ برے اخلاق اور عقائد فاسدہ سے شفا دیتا ہے اور جسمانی امراض سے بھی شفا ہے کیونکہ اس کی قرات سے برکت اور بیماریوں سے شفا ہے۔

علامہ شوکانی کا عقیدہ:

اختلف اهل العلم فی معنی کونه شفاء علی القولین الاول انه شفاء للقلوب بزوال الجهل عنها وذهاب الریب و کشف الغطا عن الامور الدالة علی الله سبحانه القول الثانی انه شفاء من الامراض الظاهره بالرقی والتعوذ و نحو ذلك ولا مانع من حمل الشفاء علی المعنیین من باب عموم المجاز او من باب حمل المشترك علی معنییه . فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰۰

ترجمہ: قرآن پاک کے معنی شفا میں علما کا اختلاف ہے اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں ۱۔ یہ قلوب کو شفا دیتا ہے کیونکہ اس سے جہالت، شک اور اللہ تعالی پر دلالت کرنے والے امور سے پردے ختم ہو جاتے ہیں ۲۔ قرآن پاک دم اور تعویز وغیرہ کے ذریعہ ظاہری جسمانی امراض کے لئے شفا ہے اور شفا کو ان دونوں معنوں پر حمل کروانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے عموم مجاز کے طور پر بھی یا مشترک کو دو معنوں پر حمل کروانے کے طور پر بھی۔

علامہ رازی کا عقیدہ:

واما کونه شفاء من الامراض الجسمانیة فلان التبرکة بقراته یدفع کثرا منالامراض و لما اعترف الجمهور من الفلاسفة واصحاب الطلسمات بان لقراة الرقی المجهولة والعزائم التی لا یفهم منها شئی آثارا عظیمة فی تحصیل المنافع و دفع المفاسد . تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۳۹۰

ترجمہ: قرآن مجید کا امراض جسمانیہ کے لئے باعث شفا ہونا اس لئے ہے کہ قرآن کی قرات کی برکت سے امراض دور ہوتے ہیں اور جمہور فلاسفر اور اہل طلسمات نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ دم اور منتر جن کا کوئی مفہوم سمجھ نہیں آتا منافع کے حصول اور مفاسد کو دور کرنے میں بہت عظیم تاثیر رکھتے ہیں۔

حضرت عمر بن دینار کا عقیدہ:

ان مما اخذ علی العقرب ان لا تضر احدا قال فی لیل او نهار سلام علی نوح فی العالمین

حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۹۲

ترجمہ: بچھو کے دموں میں سے کہ وہ اسے نقصان نہ پہنچائے ایک دم یہ ہے کہ وہ دن اور رات یہ کہے سلام علی نوح فی العالمین۔

علامہ ابن تین کا عقیدہ:

الرقی بالمعوذات وغیرها من اسماء الله تعالی هو الطب الروحانی اذا کان علی لسان الابرار من الخلق حصل الشفاء باذن الله۔ الاتقان ج ۴ ص ۱۶۵

ترجمہ: اسمائے الٰہی میں سے معوذات وغیرہ سے دم کرنا طب روحانی ہے جب نیکوکار کی زبان سے ان کو پڑھ کر دم کیا جائے تو اللہ کے اذن سے شفا نصیب ہوگی۔

علامہ قرطبی کا عقیدہ:

تجوز الرقیة بکلام الله واسمائه فان کان ماثورا استحب۔ الاتقان ج ۴ ص ۱۶۵

ترجمہ: جھاڑ پھونک کرنا اللہ کے کلام اور اس کا اسماء سے جائز ہے اور جو دم کیا جا رہا ہے وہ ماثورہ ہے یعنی احادیث سے ثابت ہے تو مستحب ہے۔

علامہ ربیع کا عقیدہ:

سالت الشافعی عن الرقیة فقال لا باس ان یرقی بکتاب الله وما یعرف من ذکر الله۔ الاتقان ج ۴ ص ۱۶۵

ترجمہ: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے دم کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کتاب اللہ اور معروف ذکر اللہ سے دم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ نووی کا عقیدہ:

لو کتب القرآن فی اناء ثم غسله وسقاه المریض فقال الحسن البصری و مجاهد وابو قلابة والاوزاعی لا باس به۔ الاتقان ج ۴ ص ۱۶۵

ترجمہ: امام نووی فرماتے ہیں اگر قرآن کو کسی پلیٹ پر لکھا پھر اسے پانی سے دھویا اور پانی مریض کو پلا دیا اس بارے میں حسن بصری، مجاہد، ابو قلابہ اور امام اعزاعی فرماتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ شامی کا عقیدہ:

قال المصنف رضی الله عنه وعلی الجواز عمل الناس الیوم وبه وردت الآثار۔ ردالمحتار ج ۶ ص ۳۶۳

ترجمہ: مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آج اس کے جواز پر لوگوں کا عمل ہے اور اس کے جواز پر آثار واحادیث وارد ہیں۔

علامہ خازن کا عقیدہ:

واما کونه شفاء من الامراض الجسمانیة فلان التبرکة بقراته یدفع کثرا من الامراض ولما اعترف الجمهور من الفلاسفة واصحاب الطلسمات بان لقراة الرقی المجهولة والعزائم التی لا یفهم منها شئی آثارا عظیمة فی تحصیل المنافع ودفع المفاسد۔ تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۴۴

ترجمہ: قرآن مجید کا امراض جسمانیہ کے لئے باعث شفا ہونا اس لئے ہے کہ قرآن کی قرات کی برکت سے امراض دور ہوتے ہیں اور جمہور فلاسفر اور اہل طلسمات نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ دم اور منتر جن کا کوئی مفہوم سمجھ نہیں آتا منافع کے حصول اور مفاسد کو دور کرنے میں بہت عظیم تاثیر رکھتے ہیں

صاحب تفسیر قاسمی کا عقیدہ:

واما کونه شفاء من الامراض الجسمانیة فلان التبرکة بقراته یدفع کثرا من الامراض ولما اعترف الجمهور من الفلاسفة واصحاب الطلسمات بان لقراة الرقی المجهولة والعزائم التی لا یفهم منها شئی آثارا عظیمة فی تحصیل المنافع ودفع المفاسد۔ تفسیر القاسمی ج ۶ ص ۴۹۷

ترجمہ: قرآن مجید کا امراض جسمانیہ کے لئے باعث شفا ہونا اس لئے ہے کہ قرآن کی قرات کی برکت سے امراض دور ہوتے ہیں اور جمہور فلاسفر اور اہل طلسمات نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ دم اور منتر جن کا کوئی مفہوم سمجھ نہیں آتا منافع کی حصول اور مفاسد کو دور کرنے میں بہت عظیم تاثیر رکھتے ہیں۔

حافظ ابن قیم کا عقیدہ:

فالقرآن هو الشفاء التام من جمیع الادواء القلبیة والبدنیة وادواء الدنیا والآخرة وما کل احد یوهل ولا یوفق للاستشفاء به واذا احسن العلیل التداوی به ووضعه علی دائه بصدق و ایمان وقبول تام واعتقاد جازم واستیفاء شروطه لم یقاومه الداء ابدا و کیف تقاوم الادواء کلام رب الارض والسماء الذی لو نزل علی الجبال لصدعها او علی الارض لقطعها فما من مرض من امراض القلوب والابدان الا وفی القرآن سبیل الدلالة علی دوائه وسببه۔ زاد المعاد ج ۴ ص ۳۲۲

ترجمہ: قرآن پاک تمام امراض قلبیہ و بدنیہ امراض دنیا و آخرت کے لئے کامل شفا ہے اور ہر کوئی قرآن پاک سے شفا حاصل کرنے کا اہل نہیں جب بیمار نے اچھے طریقے سے قرآن سے علاج کیا اور صدق ایمان، اعتقاد جازم اور حصول شفا کی شرائط کا لحاظ کر کے اسے بیماری پر استعمال کیا تو بیماری اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور بیماری کیسے زمین و آسمان کے رب کے کلام کا مقابلہ کر سکتی ہے وہ کلام کہ جسے اگر پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو پھٹ جاتے اور اگر زمین پر نازل کیا جاتا تو اسے کاٹ دیتا پس امراض قلبیہ اور امراض جسمانیہ میں کوئی ایسا مرض نہیں ہے جس کا سبب اور اس کی دوا کی قرآن میں راہنمائی نہ ہو۔

اسلام میں تعویزات کی حیثیت

یاد رہے کہ جس طرح دم کرنا شرعاً جائز ہے اس طرح تعویزات کے بارے میں بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک، دعائے ماثورہ اور ہر نیک و جائز کلمات سے تعویز بنانا اور ان تعویزات کو گلے یا گھر یا دکان وغیرہ میں حصول برکت یا حصول شفاء یا کسی بھی نیک مقصد کے لئے لٹکانا جائز اور بعض صورتوں میں مستحب ہے بشرطیکہ وہ ہر قسم کے کفریہ اور شرکیہ کلمات سے پاک ہوں اور یہ بھی ضروری ہے کہ دم اور تعویز کسی نیک اور جائز مقصد کے لئے استعمال کئے جائیں کسی برے مقصد کے حصول کے لئے مثلاً میاں بیوی میں پھوٹ ڈلوانے یا کسی کے درمیان لڑائی جھگڑا کروانے کے لئے ان کا استعمال ناجائز و حرام ہے۔ اس کے ثبوت پر احادیث مبارکہ بزرگان دین کا عقیدہ اور اعتراضات کے جوابات پیش کئے جائیں گے۔

احادیث سے تعویزات کا ثبوت

ابن عمر بچوں کے گلے میں تعویز لٹکاتے:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ قال اذا فرغ احدکم فی النوم فلیقل اعو بکلمات الله التامات من غضبه و عقابه و من همزات الشیطان و ان یحضرون فانها لن تضره قال و کان عبد الله بن عمر یعلمها من بلغ من ولده و من لم یبلغ منهم کتبها فی صك ثم علقها فی عنقه.
جامع ترمذی ج ۵ ص ۵۴۱ ۔ سنن ابی داود

ترجمہ: حضرت عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب میں سے کوئی اپنی خواب سے گھبرا جائے تو کہہ لے میں اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کی ناراضگی، اس کے عذاب، اس کے بندوں کے شر، شیطان کی حاضری اور اس کے وسوسوں سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھا دیتے تھے اور اپنے نابالغ بچوں کے گلے میں کاغذ پر لکھ کر یعنی تعویز بنا کر ڈال دیتے تھے۔

ابن عباس نے گھول کر تعویز دیا:

قال ابن عباس اذا عسر علی المراة ولدها تکتب هاتین الآیتین والکلمتین فی صحیفة ثم تغسل و تسقی منها ۔ مصنف ابن ابی شیبه

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورت پر بچے کی ولادت مشکل ہو جائے تو ایک کاغذ پر دو آیات اور کلمات لکھے جائیں پھر اسے پانی میں گھول کر اس عورت کو پلا دیا جائے۔

حضرت عائشہ کا عقیدہ

عن عائشه قال انها کانت لا تری باسا ان یعوذ فی الماء ثم یعالج به المریض ۔ محی السنۃ للبغوی ج ۱۲ ص ۱۶۶

ترجمہ: بے شک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ پانی پر دم کیا جائے اور پھر اس سے مریض کا علاج کیا جائے۔

فقہاء اور بزرگان دین کا عقیدہ

حضرت مجاہد کا عقیدہ: لا باس ان یکتب القرآن ثم یغسله و یسقی المریض ۔ محی السنۃ للبغوی ج ۱۲ ص ۱۶۶

ترجمہ: آپ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن کو لکھے پھر اسے دھوئے پھر مریض کو پلائے۔

ابن عباس کا عقیدہ:

انه امر ان یکتب لامرة تعسر علیها ولادتها آیتین من القورآن و کلماة ثم یغسل و تسقی۔
محی السنۃ للبغوی ج ۱۲ ص ۱۶۶

ترجمہ: ایک عورت جس کے بچے کی ولادت مشکل ہو گئی تھی اسے کے بارے میں حکم دیا کہ قرآن کی دو آیتین اور کچھ کلمات لکھ کر دھو کر پلا دیئے جائیں۔

حضرت ابو قلابہ کا عقیدہ:

عن ایوب قال رایت ابا قلابه کتب کتابا من القرآن ثم غسله بماء و سقاه رجلا کان به وجع.
محی السنۃ للبغوی ج ۱۲ ص ۱۶۶

ترجمہ: حضرت ایوب فرماتے ہیں میں نے ابو قلابہ کو دیکھا کہ آپ نے قرآن میں سے کچھ لکھا پھر پانی سے دھویا اور ایسے آدمی کو پلا دیا جسے درد ہو رہا تھا۔

امام بغوی کا عقیدہ:

وقال ابن المسیب یجوز تعلیق العوذة فی قصبة او رقعة من کتاب الله و یضعه عند الجماع و عند الغائط و رخص الباقر فی العودة تعلق الصبیان و کان ابن سئیرین لا یری باسا بالشئی من القرآن یعلقه الانسان ۔ البحر المحیط ج ۷ ص ۱۰۴

ترجمہ: امام بغوی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآنی تعویز کو کسی ڈبیہ یا کاغذ میں لپیٹ کر لٹکانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ تعویز جماع اور استنجاء خانے جاتے وقت اتار لیا جائے امام باقر نے بچوں کو تعویز لٹکانے کی رخصت دی ہے امام ابن سیرین اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ قرآن میں سے لکھ کر کسی انسان کے گلے میں لٹکا یا جائے۔

سعید بن مسیب کا عقیدہ:

وقال ابن المسیب یجوز تعلیق العوذة فی قصبة او رقعة من کتاب الله و یضعه عند الجماع و عند الغائط و رخص الباقر فی العودة تعلق الصبیان و کان ابن سئیرین لا یری باسا بالشئی من القرآن یعلقه الانسان ۔ البحر المحیط ج ۷ ص ۱۰۴

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآنی تعویز کو کسی ڈبیہ یا کاغذ میں لپیٹ کر لٹکانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ تعویز جماع اور استنجاء خانے جاتے وقت اتار لیا جائے امام باقر نے بچوں کو تعویز لٹکانے کی رخصت دی ہے امام ابن سیرین اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ قرآن میں سے لکھ کر کسی انسان کے گلے میں لٹکا یا جائے۔

امام باقر کا عقیدہ

رخص الباقر فی العودة تعلق الصبیان و کان ابن سئیرین لا یری باسا بالشئی من القرآن یعلقه الانسان ۔ البحر المحیط ج ۷ ص ۱۰۴

ترجمہ: امام باقر نے بچوں کو تعویز لٹکانے کی رخصت دی ہے امام ابن سیرین اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ قرآن میں سے لکھ کر کسی انسان کے گلے میں لٹکا یا جائے۔

امام شافعی کا عقیدہ:

حکی عن الشافعی انه شکا الیه رجل رمدا فکتب الیه فی رقعه بسم الله الرحم الرحیم فکشفنا عنك غطائك فبصرك الیوم حدید للذین آمنوا هدی و شفاء ..فعلق الرجل ذلك علیه فبرا. البرهان ج ا ص ۴۳۴

ترجمہ: امام شافعی سے حکایت کی گئی ہے کہ ایک آدمی نے آشوب چشم کی آپ کی بارگاہ میں شکایت کی تو آپ نے اس کو ایک کاغذ پر اسے یہ تعویز لکھ کر بھیجا،، بسم اللہ الرحم الرحیم فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید للذین آمنو اھدی و شفاء،، اس شخص نے یہ تعویز پہنا تو اس کی بیماری دور ہوگئی۔

حضرت سفیان ثوری کا عقیدہ:

و کان سفیان الثوری یکتب للمطلقة رقعة تعلق علی قلبها ..اذا السماء انشقت. البرهان ج ا ص ۴۳۴

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ مطلقہ عورت کو سورہ،، اذا السماء انشقت،، سے کاغذ پر تعویز لکھ کر دیتے جو اس کے دل کے پاس لٹکایا جاتا۔

علامہ زرکشی کا عقیدہ: علامہ زرکشی اپنی کتاب البرھان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں

حکی عن الشافعی انه شکا الیه رجل رمدا فکتب الیه فی رقعه بسم الله الرحم الرحیم فکشفنا عنك غطائك فبصرك الیوم حدید للذین آمنوا هدی و شفاء ..فعلق الرجل ذلك علیه فبرا. البرهان ج ا ص ۴۳۴

ترجمہ: امام شافعی سے حکایت کی گئی ہے کہ ایک آدمی نے آشوب چشم کی آپ کی بارگاہ میں شکایت کی تو آپ نے اس کو ایک کاغذ پر اسے یہ تعویز لکھ کر بھیجا،، بسم اللہ الرحم الرحیم فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید للذین آمنو اھدی وشفاء،، اس شخص نے یہ تعویز پہنا تو اس کی بیماری دور ہوگئی۔

ابوجعفر محمد بن علی کا عقیدہ:

یونس بن حبان قال سالت ابا جعفر محمد بن علی ان اعلق التعویز فقال ان کان من کتاب الله او کلام عن نبی الله فعلقه واستشف به ما استطعت. زاد المعاد ج ۴ ص ۳۲۷

ترجمہ: یونس بن حبان کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ کیا تعویز لٹکانا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اگر تعویز کلام اللہ یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے ہے تو اسے لٹکاؤ اور جتنا ہو سکے اس سے شفا حاصل کرو۔

امام احمد بن حنبل کا عقیدہ:

حدثنا عبد الله بن احمد قال رایت ابی یکتب التعویز للذی یفزع و للحمی بعد وقع البلاء. زاد المعاد ج ۴ ص ۳۲۰

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن احمد نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ گھبراہٹ والے اور بخار والے کے لئے بلا واقع ہونے کے بعد تعویز لکھا۔

امام مالک کا عقیدہ: علامہ آلوسی فرماتے ہیں

قال مالك لا باس بتعلیق الکتب التی فیها اسماء الله تعالی علی اعناق المرضی علی و التبرك بها. روح المعانی ج ۸ ص ۱۳۹

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسا تعویز بطور تبرک مریضوں کے گلے میں ڈالنے میں کوئی حرج نہیں جس میں اسمائے الٰہی ہوں۔

امام ابن سیرین کا عقیدہ:

و کان ابن سیرین لا یری باسا بالشئی من القرآن یعلقه الانسان کبیرا او صغیرا مطلقا وهو الذی علیه الناس قدیما و حدیثا فی سائر الامصار. روح المعانی ج ۸ ص ۱۳۹

ترجمہ: امام ابن سیرین کے ندیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص چھوٹا ہو یا بڑا قرآن میں سے کچھ لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائے لوگوں کا قدیم سے اس پر عمل چلا آرہا ہے اور تمام شہروں میں اس پر عمل ہوتا ہے۔

امام ترمذی کا عقیدہ:

عن مجاهد قال لا باس ین یکتب القرآن ثم یغسله ویسقی المریض. نوادر الاصول ج ۳ ص ۲۵۸

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ قرآن لکھے پھر اسے دھوئے اور مریض کو پلائے۔

علامہ آلوسی کا عقیدہ: علامہ آلوسی اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں

قال مالك لا باس بتعلیق الکتب التی فیها اسماء الله تعالی علی اعناق المرضی علی و التبرك بها. روح المعانی ج ۸ ص ۱۳۹

ترجمہ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسا تعویز بطور تبرک مریضوں کے گلے میں ڈالنے میں کوئی حرج نہیں جس میں اسمائے الٰہی ہوں۔

عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ:

حدیث میں مذکور کلمات کو ایک کاغذ پر لکھ کر گردن میں لٹکا لیا جائے اس حدیث سے گردن میں تعویزات لٹکانے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۲۹۰

امام ابن الحاج کا عقیدہ:

وما زال الاشیاخ من الاکابر رحمهم الله علیهم یکتبون الآیات من القرآن والادعیة فیسقونها لمرضاهم ویجدون العافیة علیها. المدخل ج ۴ ص ۱۲۱

ترجمہ: ابن الحاج فرماتے ہیں بزرگان دین ہمیشہ سے قرآن کی آیات اور دعاؤں کو لکھ کر مریضوں کو پلاتے رہے ہیں اور مریض ان کی برکت سے شفا پاتے رہے ہیں۔

ابن تیمیہ کا عقیدہ: ابن قیم جوزی شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں

ابن تیمیہ اپنی پیشانی پر لکھتے تھے وقیل یا ارض ابلغی ماءک ویا سماء اقلعی و غیض الماء و قضی الامر۔ اور میں نے ابن تیمیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں نے متعدد لوگوں کو یہ آیت لکھ کر دی اور وہ تندرست ہو گئے مزید کہتے ہیں ان کا ایک اور تعویز یہ ہے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب۔ زاد المعاد ج ۴ ص ۲۹۲

دیو بندی عالم زکریا سہارن پوری کا عقیدہ: روایت ہے کہ جھاڑ پھونک، تمائم اور تولہ شرک ہیں تمائم کا معنی سیپیاں، گھونگے اور کوڑیاں ہیں یا ان کا ہار ان کو شرک اس لئے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی اعانت کے بغیر حصول نفع اور دفع ضرر کے سبب ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اس حکم میں وہ دم اور تعویز داخل نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کے کلام پر مشتمل ہوں اور کسی بلا اور مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے بھی ان کا استعمال جائز ہے۔

اوجز المسالک ج ۶ ص ۲۰۳

غیر مقلد نواب صدیق حسن بھوپالی کا عقیدہ: غیر مقلد عالم دین شیخ محمد عبد الرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی کتاب الدین الخالص میں فرماتے ہیں کہ جن تعویزات میں قرآن مجید کی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھے ہوں ان کو لٹکانے کے جواز میں صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے علماء کا اختلاف رہا ہے حضرت عبد اللہ اور حضرت عائشہ کی ظاہر روایت میں اس کا جواز ہے۔ تحفۃ الاحوذی ج ۶ ص ۲۳۲

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منتر وغیرہ سے منع فرمایا اور اس کی نسبت شیطان کی طرف کی معلوم ہوا دم تعویز جائز نہیں ہیں۔

جواب: جس منتر سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اسے عربی میں نشرہ کہتے ہیں اور یہ عمل عورت اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ڈلوانے کے لئے کیا جاتا ہے اور یہ قرآن وحدیث کے الفاظ سے ہٹ کر برے کلمات پر مشتمل ہوتا ہے یہ ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے۔

اعتراض: روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہمیں دم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

جواب: اس حدیث میں ممانعت کی وجہ وہ تعویز یا دم ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جھاڑ پھونک میں حرج نہیں اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں ورنہ ان احادیث پاک کا کیا جواب ہوگا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود دم کی اجازت اور حکم ارشاد فرمایا۔

اعتراض: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تمیمہ لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کا کام مکمل نہ کرے اور جو ودعہ لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے سپرد کر دے۔

جواب: اس جگہ ممانعت کی وجہ وہ لوگ تھے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ دم اور تعویز موثر حقیقی ہے حالانکہ موثر حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے دم اور تعویز صرف اسباب ہیں۔ اور تمیمہ وہ تعویزات ہیں جو زمانہ جاہلیت میں جادو کے لئے استعمال ہوتے تھے

یا ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتے جن کا کوئی معنی ومفہوم موجود نہیں تھا۔

اعتراض: عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی باندی کے گلے میں تعویز دیکھا تو اسے کھینچ کر توڑ دیا اور فرمایا آل مسعود شرک سے بیزار ہے۔

جواب: اس حدیث میں ممانعت کی وجہ وہ تعویز یا دم ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جھاڑ پھونک میں حرج نہیں اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں ورنہ ان احادیث پاک کا کیا جواب ہوگا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود دم کی اجازت اور حکم ارشاد فرمایا نیز آپ نے اس تعویز اور دم سے منع فرمایا جس کا معنی اور مفہوم معلوم نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے ان کلمات میں کوئی کفریہ یا شرکیہ کلمات ہوں۔

الغرض بعض جگہ اس لئے منع فرمایا کہ وہ تعویزات اور دم جادو ٹونے پر مشتمل تھے اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں۔ اور بعض جگہ ان تعویزات اور دم سے منع فرمایا جو برے کاموں کے لئے استعمال کئے جائیں مثلاً میاں بیوی کے درمیان پھوٹ ڈلوانا یا آپس میں دشمنیاں اور نفرتیں پیدا کرنا۔ اور بعض جگہ ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ پہلے دم اور تعویز ممنوع تھے لیکن بعد میں ان کی اجازت عطا فرما دی۔

(حدیث:۹۲)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّمَا فُقِئَ فِي وجنتيه الرُّمَّانِ فَقَالَ أَبِهَذَا: أُمِرْتُمْ أَمْ بِهَذَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِينَ تنازعوا فِي هَذَا الْأَمر عزمت عَلَيْكُم أَلا تتنازعوا فِيهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ من حَدِيث صَالح المري وَله غرائب يتفرد بهَا لَا يُتَابع عَلَيْهَا قلت: لَكِن يشْهد لَهُ الَّذِي بعده

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو شدت غضب سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا کہ گویا انار کے دانے آپ کے چہرہ انور پر نچوڑ دئے گئے ہوں آپ نے فرمایا کیا تم کو اسی کا حکم دیا گیا ہے کیا میں تمہاری طرف اسی چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تم سے پہلی قومیں اسی تقدیر کے مسئلہ میں بحث وتکرار کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور مکرر قسم دیتا ہوں آئندہ اس مسئلے میں کبھی بحث نہ کرنا۔

ترمذی، ابن ماجہ، احمد: ۲۱۳۳_۸۵_۶۶۶۸

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو شدت غضب سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا:

غصہ کی احادیث میں تعارض: اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو شدت غضب وغصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا کہ گویا انار کے دانے آپ کے چہرہ انور پر نچوڑ دئے گئے ہوں۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ما تجرع عبد افضل عند اللہ من جرعہ غیظ یکظمها ابتغاء وجه اللہ تعالی۔ امام احمد ص ۱۲۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ جب غصے کا گھونٹ اللہ کی رضا کے لئے پی لیتا ہے تو اللہ کے نزدیک اس سے پیارا اور افضل گھونٹ کوئی نہیں ہوتا۔
ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں بنتا پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت خود پر قابو رکھے۔
ان احادیث میں غصہ کی ممانعت ہے جو کہ بظاہر تعارض ہے۔

غصہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس کو سمجھنے کے لئے غصہ کی اقسام کا سمجھنا ضروری ہے

غصہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ رحمانی غصہ ۲۔ شیطانی غصہ

رحمانی غصہ: غصہ اچھا بھی ہے اور برا بھی اللہ کی نافرمانی پر غصہ کرنا اچھا ہے مثلاً کسی عالم کو فاسق و فاجر پر یا ماں باپ کو نافرمان اولاد پر غصہ کرنا اچھا ہے۔

شیطانی غصہ: یہ برا ہے جیسے اپنی ذات کی خاطر کسی دوسرے پر غصہ کرنا برا ہے۔
بزرگ فرماتے ہیں غصہ ایک چھپی ہوئی آگ ہے جو دل میں ہوتی ہے جس طرح راکھ کے کے نیچے چھپی ہوئی چنگاری ہوتی ہے اور یہ چھپے ہوئے تکبر کو باہر نکالتی ہے شاید غصہ اسی آگ سے ہو جس سے شیطان کو پیدا کیا گیا ہے۔
اس وضاحت کے بعد معلوم ہوا کہ جس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بذات خود غصہ کیا اس سے رحمانی غصہ مراد ہے اور جس میں غصہ کی ممانعت فرمائی اس سے مراد شیطانی غصہ ہے لہذا تعارض نہ رہا۔

غصہ پینا کڑوا لیکن اس کا پھل میٹھا ہے: جو شخص مجبوری کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے لئے غصہ پی جائے اور قادر ہونے کے باوجود غصہ نہ کرے وہ اللہ کے نزدیک بڑے درجہ والا ہے غصہ پینا تو بہت کڑوا ہے مگر اس کا پھل بہت میٹھا ہے غصہ کو گھونٹ اس لئے فرمایا کیونکہ جیسے کڑوی چیز بمشکل تمام گھونٹ گھونٹ کر کے پی جاتی ہے ایسے ہی غصہ پینا مشکل ہے۔ لوگوں کی برائی کو معاف کر دینا سزا دینے سے افضل ہے۔ لیکن یاد رہے کہ دینی قومی ملکی جرم کرنے والوں کو ہرگز معافی نہ دی جائے بلکہ انہیں سزا دی جائے۔

غصہ پی جانے کا اتنا بڑا صلہ؟ کہتے ہیں ایک آدمی کی بیوی نے کھانے میں نمک زیادہ ڈال دیا اسے غصہ تو بہت آیا مگر یہ سوچتے ہوئے وہ غصے کو پی گیا کہ میں بھی تو خطائیں کرتا رہتا ہوں اگر آج میں نے بیوی کی خطا پر سختی سے گرفت کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کل بروز قیامت اللہ تعالی بھی میری خطاؤں پر گرفت کرلے چنانچہ اس نے دل ہی دل میں اپنی زوجہ کی خطا معاف کر دی اور غصہ کو پی گیا انتقال کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے جواب دیا کہ گناہوں کی کثرت کے سبب عذاب ہونے ہی والا تھا کہ اللہ تعالی نے فرمایا میری بندی نے کھانے میں نمک زیادہ ڈال دیا تھا اور تم نے غصہ پی کر اس کی خطا معاف کر دی تھی جاؤ میں بھی اس کے صلے میں تم کو آج معاف کرتا ہوں۔ سچ فرمایا سرکار دو عالم ﷺ نے کہ جو شخص اپنے غصے کو روک لے اللہ تعالی قیامت کے دن اس سے عذاب کو روک لے گا۔ مکاشفۃ القلوب ص ۱۳۴

غصہ نہ کرنے کی وجہ سے بخشش ہو گئی: حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں ایک نیک سیرت شخص اپنے ذاتی دشمنوں کا ذکر بھی برائی سے نہ کرتا تھا اور کبھی بھی کسی پر غصہ نہیں کیا جب بھی کسی کی بات چھڑتی اس کی زبان سے نیک کلمہ ہی

نکلتا تھا اس کے مرنے کے بعد اسے کسی نے خواب میں دیکھ کر سوال کیا اللہ تعالی نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا یہ سن کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی اور بولا کہ دنیا میں میری یہی کوشش ہوتی تھی کہ میری زبان میں کسی کے بارے میں کوئی بری اور سخت بات نہ نکلے تو نکرین جب میری قبر میں آئے تو کہنے لگے جس نے دنیا میں کسی سے سخت کلامی نہ کی ہو اور ہر ایک کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آیا ہو ہم اس کے ساتھ سختی کیوں کریں لہذا میرے ساتھ بہت نرمی کا سلوک کیا گیا اور میری بخشش کر دی گئی۔

اللہ والے کا حوصلہ: اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بار جب ڈاک پیش کی گئی تو بعض خطوط گالیوں سے بھرپور تھے آپ کے مریدین برہم ہو گئے اور کہا ہم ان لوگوں کے خلاف مقدمہ دائر کریں گے آپ نے ارشاد فرمایا جو لوگ تعریفی خطوط لکھتے ہیں پہلے ان کو جاگیریں تقسیم کر دو پھر گالیاں لکھنے والوں پر مقدمہ دائر کرو مطلب یہ کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو تو انعام دیتے نہیں پھر برائی کرنے والوں سے بدلہ کیوں لیتے ہو۔ تذکرۃ امام احمد رضا

غصہ ایک آگ ہے جو دل میں بھڑکتی ہے جس کی وجہ سے رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں جب غصہ آئے اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے بیٹھا ہے تو لیٹ جائے اگر پھر بھی نہ جائے تو وضو کر لے کیونکہ آگ کو پانی ہی بجھا سکتا ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہے لہذا جب کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لے۔

جب تک غصہ نہیں کیا فرشتہ حفاظت کرتا رہا: ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق کو برا بھلا کہا اور ان کو اذیت دی حضرت ابوبکر خاموش رہے پھر ان کو دوسری مرتبہ اذیت دی پھر بھی حضرت ابوبکر خاموش رہے پھر ان کو تیسری مرتبہ اذیت دی تو حضرت ابوبکر نے اس سے بدلہ لیا حضرت ابوبکر نے جب بدلہ لیا تو رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر جانے لگے حضرت ابوبکر نے عرض کی یا رسول ﷺ کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب وہ شخص تم کو برا کہتا تھا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کرتا تھا اور جب تم نے اس سے بدلہ لیا لو شیطان آ گیا اور جس جگہ شیطان آ جائے تو میں اس جگہ بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ احیاء العلوم ص ۹۴

(حدیث: ۹۳)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ (ص: 7 3) وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ. ترمذی، احمد، ابوداؤد: ۲۹۵۵_ ۱۹۸۱۱_ ۳۶۹۳

حضرت ابو موسی سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے آدم کو مٹی کی ایک مٹھی سے پیدا فرمایا جو تمام روئے زمین سے لی گئی لہذا اولاد آدم زمین کے اندازے پر آئی ان میں سرخ سفید کالے اور درمیانے اور نرم اور سخت ناپاک اور پاک ہیں۔

انسان کیسے مٹی ہو سکتا ہے:

اللہ تعالی نے آدم کو مٹی کی ایک مٹھی سے پیدا فرمایا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر مولود کی ناف میں وہ مٹی ہوتی ہے جس

سے وہ پیدا کیا جاتا ہے جب وہ ارزل عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اس مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا
اور میں اور ابو بکر اور عمر ایک مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور اسی مٹی میں دفن کئے جائیں گے۔ اہل دانش کہتے ہیں کہ انسان
کے مٹی سے پیدا ہونے کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے انسان کو منی اور حیض کے خون سے پیدا کیا گیا اور
دونوں چیزیں یعنی منی اور حیض، خون سے بنتے ہیں اور انسان کا خون غذا سے بنتا ہے اور غذا، زمین کی پیداوار گندم، سبزیوں
اور پھلوں اور گوشت پر مشتمل ہوتی ہے اور سب جانتے ہیں کہ گندم سبزیاں اور حیوانی گوشت زمین کی پیداوار ہے
ہے اور زمینی پیداوار مٹی سے حاصل ہوتی ہے لہذا ثابت ہوا کہ انسان بھی مٹی سے پیدا ہوا ہے اور مٹی چونکہ مختلف شکلیں اور
تاثیریں رکھتی ہے اس لئے انسان بھی مختلف شکلوں اور طبیعتوں کے ہوتے ہیں۔

انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی حکمتیں: انسان کو مٹی سے پیدا کرنے کی چند حکمتیں ہیں۔

۱۔ انسان کو زمین پر خلیفہ بنانا تھا اس لئے انسان کو مٹی سے بنایا تا کہ اس کی مٹی سے قوی مناسبت رہے۔

۲۔ مٹی دوسری چیزوں کو چھپالیتی ہے کیونکہ تمام خزانے زمین میں پوشیدہ ہیں انسان کو مٹی سے اس لئے پیدا کیا تا کہ اس کے اندر ستر کا وصف یعنی دوسروں کی پردہ پوشی کا جذبہ پیدا ہو۔

۳۔ انسان کو مٹی سے بنایا تا کہ وہ اس مٹی سے شہوت حرص اور غضب کی آگ بجھا سکے۔

۴۔ انسان کو مٹی سے بنایا تا کہ انسان میں عاجزی اور انکساری پیدا ہو کیونکہ عناصر اربعہ میں سے مٹی سب سے نیچے ہوتی ہے۔

۵۔ عناصر اربعہ چار ہیں آگ، ہوا، پانی، اور مٹی۔

آگ: اللہ تعالی نے آگ سے شیطان کو پیدا کیا اور اسے گمراہی میں مبتلا کر دیا۔

ہوا: اللہ تعالی نے فرشتوں کو بعض علما کے نزدیک ہوا سے پیدا کیا اور انہیں ہواؤں کی سی قوت عطا فرمائی اور قوت قدسیہ عطا کی۔

پانی: اللہ تعالی نے پانی سے جو کہ بہت رقیق ہے آسمانوں کو پیدا کیا اور خلا میں معلق کر دیا۔

مٹی: اب رہ گئی مٹی جو کہ بہت کثیف، تاریک اور نچلے درجے میں تھی تو اللہ تعالی نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے مٹی سے انسان کو پیدا کیا اور اپنی معرفت عطا کر کے سب پر سربلند کر دیا اور اس کو اشرف المخلوقات بنا دیا۔

اللہ تعالی نے انسان کو دیگر مخلوقات پر شرف بخشا ہے اور اس شرف کی وجوہات تو بہت زیادہ ہیں چند وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ انسان واحد مخلوق ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنا خلیفہ بنایا۔

۲۔ انسان کو اللہ تعالی نے فرشتوں سے زیادہ علم عطا کیا اور فرشتوں سے انسان کو سجدہ کروایا۔

۳۔ اللہ تعالی نے اپنی ساری مخلوق کو لفظ کن کہہ کر پیدا کیا لیکن انسان کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا۔

۴۔ اللہ تعالی نے انسان کو سب سے زیادہ حسین صورت پر پیدا کیا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

۵۔ اللہ کی ساری مخلوق سر جھکا کر کھانا کھاتی ہے اور اپنا منہ کھانے کی طرف لے کر جاتی ہے لیکن انسان سر اٹھا کر کھاتا ہے اور منہ کھانے کی طرف لے کر نہیں جاتا بلکہ کھانا کو اٹھا کر منہ تک لے جاتا ہے۔

۶۔ اللہ کی ساری مخلوق جھک کر چلتی ہے یا رینگ کر چلتی ہے لیکن انسان وہ مخلوق ہے جو سر اٹھا کر سیدھا چلتا ہے اللہ نے انسان کو سیدھا بنایا۔

۷۔ جانوروں کو دکھ درد یا تکلیف ہو تو کسی کو بتا نہیں سکتے لیکن انسان اپنا درد بھی بتا سکتا ہے بلکہ دوسروں کے دکھ درد کا حال بھی بتا دیتا ہے

۸۔ اللہ تعالی نے ہر چیز انسان کے لئے مسخر کر دی پہاڑ، سمندر، دریا سب پر انسان کی حکومت ہے۔

۹۔ فرشتوں میں صرف قوت عقلیہ ہے جانوروں میں صرف قوت شہوانیہ ہے لیکن انسان واحد مخلوق ہے جس کے پاس قوت عقلیہ بھی ہے اور قوت شہوانیہ بھی۔

۱۰۔ تمام موجودات میں سب سے اشرف سب سے اعلی اللہ تعالی کی ذات ہے اور پھر وہ اعلی اور اشرف ہے جو اللہ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ کے زیادہ قریب صرف انسان ہے کیونکہ اس کے دل میں اللہ کی معرفت اللہ کا ذکر اللہ پر ایمان اور اللہ کی اطاعت ہے۔

(حدیث: ۹۴)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ فَأَلْقَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ ذٰلِكَ النُّورِ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ فَلِذٰلِكَ أَقُولُ: جَفَّ الْقَلَمُ عَلَى عِلْمِ اللّٰهِ - ترمذی، احمد: ۲۶۵۲، ۲۲۴۴

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اللہ نے اپنی مخلوق اندھیرے میں پیدا کی پھر ان پر اپنی شعاع نور ڈالی جسے اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت پا گیا جو اس سے رہ گیا وہ بے ہدایت رہ گیا۔

فطرت پر پیدا کرنے کی احادیث میں تعارض: سابقہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ دین فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیدائش کے وقت ہر بچہ چاہے کافر کا ہو یا مسلمان کا وہ ایمان پر پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ مذکورہ حدیث میں ہے کہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنی مخلوق اندھیرے میں پیدا فرمائی پھر اس پر اپنے نور کی شعاع ڈالی جسے اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت پا گیا جو اس سے رہ گیا وہ گمراہ ہو گیا جب پیدائش کے وقت ہی گمراہ اور کافر روحیں موجود تھیں تو پھر ہر بچہ دین فطرت یعنی اسلام پر کیسے پیدا ہوتا ہے کافروں کے بچے تو پہلے سے ہی کافر اور گمراہ تھے

فطرت پر پیدا کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں تطبیق اس طرح قائم ہو گی کہ جب مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا گیا تو یہ پیدائش، میثاق والے اقرار سے پہلے ہوئی تھی اور اس اقرار کے وقت ہی مخلوق مختلف نظریات میں تقسیم ہو چکی تھی وہ اس طرح کہ معاہدے کے وقت ایمان والوں نے خوشی سے رب کی ربوبیت کا اقرار کیا اور جواب میں بلی کہا جب کہ کافروں نے ناخوش ہو کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا لہذا کفار کے بچے اسی ناخوشی والے اقرار پر ماں کے پیٹ

سے پیدا ہوئے لیکن پیدائش فطرت پر ہی ہوئی لہذا احادیث میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔
اس حدیث کی بقیہ شرح سابق میں گزر چکی

(حدیث:۹۵)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا، قَالَ: نَعَمْ إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ.

ترمذی، ابن ماجہ، احمد: ۲۱۴۰_۳۸۳۴_۱۲۱۳۱

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر یہ فرماتے تھے اے دلوں کے پھیرنے والے میرا دل اپنی دین پر ثابت رکھ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر اور آپ کی لائی ہوئی تمام چیزوں پر ایمان لا چکے تو کیا آپ کو اب بھی ہمارے بارے میں اندیشہ ہے آپ نے فرمایا ہاں لوگوں کے دل اللہ تعالی کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہیں جدھر چاہے انہیں پھیر دے۔

اس حدیث کی شرح سابق میں گزر چکی

(حدیث:۹۶)

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْقَلْبِ كَرِيشَةٍ بِأَرْضِ فَلَاةٍ يُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ

احمد، ابن ماجہ: ۱۹۸۹۵_۸۸

ترجمہ: حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دل کی مثال اس پر کی سی ہے جو میدانی زمین میں پڑا ہو جسے ہوائیں ادھر ادھر پلٹ رہی ہوں۔

دل کی مثال اس پر کی سی ہے: حکیم الامت فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ کہ دل گویا پتہ ہے دنیا بڑا میدان اور صحبتیں تیز ہوائیں کہ اگر یہ پتہ کسی بھاری پتھر کے نیچے آجائے تو ہواؤں کی زد سے محفوظ رہتا ہے اگر ہم گناہ گار کسی شیخ کی پناہ میں آجائیں تو ان شاء اللہ بے دینی سے محفوظ رہیں گے ورنہ ہمارا دل ہواؤں اور آندھیوں میں کبھی کس در پے کبھی کس گھر پے اور کبھی کس شر پے دھکے کھاتا رہے گا۔

دنیا کو ایسے استعمال کرو جیسے عقلمند مکھی شہد لیتی ہے کہ کناروں میں رہ کر چوس لیتی ہے اگر اس میں گر جائے تو مر جائے دنیا جسم پر رہے دل میں نہ آئے تم دنیا میں رہو تم میں دنیا نہ رہے۔

دل ٹی وی سٹیشن کی طرح ہے: بزرگ فرماتے ہیں یاد رہے کہ جو کچھ ٹی وی اسٹیشن پہ ہوتا ہے وہی ہر ٹی وی کی سکرین پر آتا ہے دل اسٹیشن کی طرح ہے اور اعضاء ٹی وی کی سکرین کی مانند ہیں جو دل میں آئے گا وہی جسم سے ظاہر ہوگا، اندر کا ٹی وی اسٹیشن ٹھیک کر لو یعنی باطنی گناہوں کو چھوڑ دو اور اعضاء کی سکرین صاف کر کے یعنی ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ دو پھر دیکھو یار کی تصویر دل کی سکرین پہ کیسے آتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا دوست اس کو بناؤ کہ جب تم اس کو دیکھو تو تمہیں خدا یاد آجائے۔

دل کی تعریف اور دل کے دروازے: عربی میں دل کو قلب کہتے ہیں قلب کے معنی ہیں الٹنا پلٹنا چونکہ دل کبھی روح کی

طرف ہو جاتا ہے جس سے اس پر نورانی تجلیاں پڑتی ہیں اور کبھی نفس کی طرف جس سے اس پر نفسانی تاریکیاں آجاتی ہیں گویا دل وہ بیٹھک ہے جس کے دروازے ہیں ایک یار کی طرف دوسرا اغیار کی طرف یار والا دروازہ کھل جائے تو خلوت خانہ ہو جاتا ہے ورنہ جلوت خانہ اس لئے اسے قلب کہتے ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ دعا کیا کرتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ جیسے صاف آئینہ میں سارا گھر اور گھر والا نظر آتا ہے یوں ہی صاف شفاف دل میں عرش و فرش جنت و دوزخ مخلوق و خالق کی تجلی نظر آتی ہے۔ یاد رہے ایمان قلب کے یقین کا نام ہے یہ دل کا عمل ہے لہذا مومن کا دل رنج و خوشی تنگی و فراخی کسی حال میں اسلام سے نہ پھرے دنیا کی کوئی طاقت قلب کی حالت نہ بدل سکے، ایک وقت میں امام حسین رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کندھے پر سوار ہیں اور ایک وقت ظالم قاتل شمر آپ کے سینہ انور پر سوار مگر دونوں حال میں آپ کے قلب کا حال یکساں ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ دل ایک خزانہ ہے اور اس خزانے کے تین دروازے ہیں آنکھ، کان اور زبان لہذا اپنے خزانے کی حفاظت کے لئے اپنے دروازوں کو ہمیشہ بد عملی کے چور سے بند رکھو یہ دروازے صرف اس وقت کھلیں جب اندر عبادات و ریاضات کے انوار و تجلیات محفوظ اور جمع کرنے ہوں آج کل چوروں ڈاکوؤں کی رکھوالی ہے اس لئے نماز، روزہ، صدقات و خیرات اخلاق و آداب کے انوار کی دولت جب جمع کر لو تو چوروں سے اپنے دل کے دروازے بند کر لو ایسا نہ ہو ان خزانوں کو بد اعمالیوں، بے حیائیوں، بد عقیدگیوں اور بد مذہبوں کے چور اندر داخل ہو کر چرا نہ لیں لہذا دل کے دروازوں کان، آنکھ اور زبان سے دل کو محفوظ رکھو۔

حضرت فتح موصلی نے حاضرین سے پوچھا جب مریض کو کھانے پینے اور دواء سے روک دیا جائے تو کیا وہ مر نہیں جاتا لوگوں نے عرض کی جی ہاں فرمایا یہی معاملہ دل کا ہے جب اسے علم و حکمت سے روک دیا جائے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔ کیونکہ دل کی غذا علم و حکمت ہے اور ان دونوں سے دل زندہ رہتا ہے جیسے جسم کی غذا کھانا پینا ہے پس جس نے علم و حکمت کو نہ پایا اس کا دل بیمار ہے اور دل کی موت یقینی ہے لیکن اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا کیونکہ دنیا میں مشغولیت اس کے احساس کو ختم کر دیتی ہے۔

دل کو بادشاہ اور مخدوم ہونا چاہئے اور نفس اور دیگر اعضاء کو اس کے تابع لیکن اگر تمام اعضا دل کے مطیع نہ ہوں اور ان پر شہوت غالب ہو تو بادشاہ یعنی دل رعایا اور مطیع بن جاتا ہے اور معاملہ الٹ ہو جاتا ہے اور بادشاہ یعنی دل کسی کتے یا دشمن کے قبضہ میں قید شخص کی طرح ہو جاتا ہے۔ جب دل کی حکمرانی مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے تو شیطان حاکم بن جاتا ہے اور اچھی صفات بری صفات سے بدل جاتی ہیں۔

گناہ دل کا غبار اور کفر دل کا زنگ ہے: انسان کا دل صاف شفاف آئینہ کی طرح ہے ذرا سے غبار سے دھندلا ہو جاتا ہے گناہ دل کے غبار ہیں اور کفر دل کا زنگ قلب کا قالب سے گہرا تعلق ہوتا ہے جیسا جڑ کا شاخوں سے اس لئے گناہ جسم کرتا ہے اور سیاہ دل ہوتا ہے دیکھو غم و فکر دل کو ہوتا ہے اور جسم دبلا و پیلا پڑ جاتا ہے جسم کو صاف رکھنے غسل کرانے اچھی ہوا دینے سے دل کو شفاء ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح گناہ آہستگی سے دل کو میلا کرتے ہیں ایسے ہی توبہ اور نیک اعمال بہت آہستگی سے میلے دل کو صاف کرتے ہیں مگر نبی کی عداوت یکدم شفاف دل کو میلا نہیں بلکہ زنگ آلود کر دیتی ہے

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک دل کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے عرض کی گئی اس کی صفائی کیسے ہوگی فرمایا قرآن کی تلاوت سے اور موت کو یاد کرنے سے۔

دل کو آئینہ بنا دو: چین اور روم والوں نے کسی بادشاہ کے سامنے نقش و نگار اور تصاویر بنانے کے سلسلے میں باہم مقابلہ کیا

بادشاہ نے اپنی رائے کے مطابق ایک مکان ان کے سپرد کیا کہ اس کی ایک جانب چین والے نقش ونگار کریں اور دو جانب روم والے اور درمیان میں پردہ ڈال لیا تا کہ وہ ایک دوسرے کے کام دیکھ نہ سکیں روم والوں نے اپنی طرف بڑے عجیب وغریب قسم کے خوبصورت نقش ونگار کیئے اور چین والوں نے اپنی طرف کی دیوار کو خوب اچھی طرح صاف شفاف کرکے شیشے کی مثل بنا دیا جب اہل روم فارغ ہو گئے تو چین والوں نے کہا ہم بھی فارغ ہوئے بادشاہ کو ان پر تعجب ہوا کہ کسی قسم کا نقش ونگار کئے بغیر کیسے فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے آپ پردہ اٹھا کر دیکھ لیجے جب پردہ اٹھا تو روم والوں کے بنائے ہوئے نقش ونگار چین والوں کی چمکائی ہوئی دیوار میں چمک رہے تھے کیونکہ وہ دیوار صاف کرتے اور چمکاتے رہے جبکہ دوسرے صرف نقش ونگار میں مصروف رہے اسی طرح صوفیائے کرام اپنے دل کو صاف کرتے اور چمکارتے رہتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ صرف نقش ونگار میں مصروف رہتے ہیں چنانچہ وہ چیز جو علما پر ظاہر ہوتی وہ صوفیا پر زیادہ چمک دمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر ص ۶۴۸ ج ۲

تمہارا دل تمہارا مفتی ہے: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اپنے دل سے فتوی لے لیا کرو نیکی وہ ہے جس پر طبیعت جس پر دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو طبیعت میں چبھے اور دل میں کھٹکے اگرچہ لوگ اس پر فتوی دے دیں۔

اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مومن کا دل سچے کام اور سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک چیزوں سے قدرتی طور پر متردد ہوتا ہے یعنی جب آیتوں میں تعارض معلوم ہو تو حدیث کی طرف رجوع کرو اگر حدیث میں تعارض نظر آئے تو اقوال علما کو تلاش کرو اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دل سے فتوی لو اور احتیاط پر عمل کرو۔ مومن کامل کا دل گناہ وثواب میں فرق کر لیتا ہے جیسے نفس انسانی مکھی ہضم نہیں کرتا قے کر لیتا ہے ایسے ہی نفس ایمانی گناہ برداشت نہیں کرتا لیکن یاد رکھیں یہ سارے احکام جو اوپر بیان ہوئے صاف دل اور پاکیزہ نفوس کے لئے ہیں اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان اور گناہ سے خوشی ہو نیکیوں سے دل گھبرائے تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس امارہ کی شرارت ہے نفس اگر دل پر غالب آجائے بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دل نفس پر غالب ہو تو سبحان اللہ اور یہی حال عقل کا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے فرمایا جب تمہیں اپنی نیکی خوش کرے اور اپنی برائی غمگین کرے تو تم کامل مومن ہو۔ ایک دوسری حدیث میں ہے فرمایا جسم میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ صحیح بخاری۔

دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا: بزرگ فرماتے ہیں دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا جیسے بادشاہ کے درست ہو جانے سے تمام ملک ٹھیک ہو جاتا ہے ایسے ہی دل سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی کوشش کرتا ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں جسم کو معصیت سے بچانا ہے تو دل میں برے ارادے پیدا نہ ہوں بزرگ فرماتے ہیں دل کو اپنی منزلوں میں رکھو دل کی منزلیں فرض، واجب، سنت، مستحب، آداب اور مباح ہیں ان حدود میں رہا تو خیر ہے اگلی منزلیں خطرناک ہیں ادھر نہ جانے دو وہ اگلی منزلیں مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی، حرام اور کفر ہیں ان سے بچاؤ تا کہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا بے شک ابن آدم کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اس کے سبب تمام بدن درست ہو جاتا ہے سنو وہ دل ہے۔

(حدیث:۹۷)

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ: يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ بَعَثَنِي بِالْحَقِّ وَيُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ"۔

ترمذی، ابن ماجہ، حاکم: ۲۱۴۵۔ ۸۱۔ ۹۵

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لے آئے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں مجھے اللہ تعالی نے حق کے ساتھ بھیجا اور مرنے پر ایمان لائے اور موت کے بعد اٹھنے پر ایمان لائے اور تقدیر پر ایمان لائے۔

بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لے آئے: اس حدیث میں دہریہ، منکرین بعث، جبریہ اور قدریہ کا رد ہے۔

فرقہ دہریہ: یہ وہ فرقہ ہے جو صرف شخصی موت کا قائل ہے اور عالم کی مجموعی موت کا انکار کرتے ہیں اس لئے حضور ﷺ نے ان کا اس طرح رد کر دیا کہ جو موت پر ایمان نہ لائے وہ مومن نہیں۔

منکرین بعث: یہ وہ لوگ ہیں جو مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں موت کے بعد کوئی حساب کتاب نہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے اس قول میں ان کا رد کر دیا کہ وہ مومن نہیں ہو سکتا جو مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان نہ لائے۔

فرقہ جبریہ: یہ وہ لوگ ہیں جو انسان کو مجبور محض سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں انسان کے بارے میں جو لکھ دیا گیا انسان اس کے کرنے پر مجبور ہے حضور نے تقدیر پر ایمان کی قید لگا کر ان کا رد کر دیا۔

فرقہ قدریہ: یہ وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا سرے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان قادر مطلق ہے اور یہ اپنے اعمال کا خالق ہے سب کچھ اسی کی مرضی سے ہے تقدیر کچھ نہیں۔

(حدیث:۹۸)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ: الْمُرْجِئَةُ وَالْقَدَرِيَّةُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔

ترمذی، ابن ماجہ: ۲۱۴۹۔ ۶۲

حضرت عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کے دو گروہ ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ مرجیہ اور قدریہ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے کفار کو اپنی امت کیوں فرمایا؟

میری امت کے دو گروہ ہیں: سرکار دو عالم ﷺ نے اس حدیث میں مرجیہ اور قدریہ کو اپنی امت فرمایا حالانکہ اکثر علماء نے ان فرقوں کو کافر قرار دیا ہے؟

جواب: امت کی دو قسمیں ہیں امت دعوت اور امت اجابت امت دعوت ان لوگوں کو کہتے ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا انکار کیا اور کافر ہو گئے اور امت اجابت وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت اسلام پر لبیک کہا

اور مسلمان بن گئے لہذا کافر بھی حضور کی امت ہیں لیکن امت دعوت ہیں۔

فرقہ مرجیہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ جس طرح کوفر کو کوئی نیکی فائدہ نہیں دے گی وہ ہمیشہ کے لئے داخل جہن[م] اسی طرح مسلمان کا کوئی گناہ اس کو نقصان نہیں دے گا بلکہ وہ پکا جنتی ہے جو مرضی کرتا پھرے۔ بعض علماء نے ان کو کافر [...] میں احتیاط کو اختیار کیا ہے

فرقہ قدریہ: یہ وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا سرے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان قادر مطلق ہے اور یہ اپنے اعما[ل کا] خالق ہے سب کچھ اسی کی مرضی سے ہے تقدیر کچھ نہیں۔

(حدیث:۹۹)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَكُونُ فِي أُمَّتِي خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَذَلِكَ فِي الْمُكَذِّبِينَ بِالْقَدَرِ .

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسو[ل] اللہ ﷺ سے سنا کہ میری امت میں دھنسنا اور صورتیں بگ[ڑنا] ہوگا اور یہ تقدیر کے منکروں پر ہوگا۔

ترمذی ابن ماجہ ابوداؤد: ۲۱۵۳_۴۰۶۱_۴۶۱۳

میری امت میں دھنسنا اور صورتیں بگڑنا ہوگا:

امت مصطفی میں عذاب کی حدیث اور آیت میں تعارض: قرآن پاک میں ہے کہ ما کان اللہ لیعذبھم اللہ ر[ب] العزت کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے۔ اس آیت میں حضور نبی کریم ﷺ کی امت پر عذاب کی نفی کی گئی ہے جب [کہ] مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میری امت میں دھنسنا اور صورتیں بگڑنا ہوگا اور یہ تقدیر کے منکروں پر ہوگا"

امت مصطفی میں عذاب کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق: آیت پاک اور حدیث مبارکہ میں تطبیق اس طر[ح] قائم ہوگی کہ عذاب کی دو قسمیں ہیں عام عذاب اور خصوصی عذاب سابقہ امتوں میں گناہوں کی بنا پر عام عذاب ناز[ل] ہوتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کی برکت سے آپ ﷺ کی امت پر عام عذاب قیامت تک بند ہو گئے ہیں لیکن خصوص[ی] عذاب کا سلسلہ بند نہیں اور مذکورہ حدیث میں حضور ﷺ نے جس خاص عذاب کی وعید بنا فرمائی یہ قرب قیامت ہوگا۔ لہٰ[ذا] آیت کریمہ میں عمومی عذاب کی نفی ہے اور حدیث پاک میں خصوصی عذاب کا ثبوت ہے اب کوئی تعارض نہ رہا۔

(حدیث:۱۰۰)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تشهدوهم .

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا فرقہ قدر[یہ] میری اس امت کا مجوسی ٹولہ ہے اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی تیمارداری نہ کرو اگر مرجائیں تو ان کے جنازوں میں نہ جاؤ۔

ابوداؤد احمد ابن ماجہ: ۴۶۹۱_۵۵۸۴_۹۲

قدریہ کو مجوسیوں سے تشبیہ کیوں دی؟

فرقہ قدریہ میری اس امت کا مجوسی ٹولہ ہے: مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ اس عالم کے دو خالق ہیں خیر کا خالق یزدان ہے اور شر کا خالق شیطان ہے لہذا وہ دو خالق کو مانتے ہیں اسی طرح فرقہ قدریہ بھی انسان کو اپنے اعمال کا خالق مانتے ہیں اس لئے یہ مجوسیوں سے بھی گئے گزرے ہیں کہ مجوسی دو خالق مانتے ہیں اور یہ کروڑوں خالق مانتے ہیں اس لئے حدیث میں قدریوں کو مجوسیوں کے ساتھ تشبیہ دی۔

اس حدیث میں ترک تعلق کا حکم دیا گیا ہے علماء فرماتے ہیں دینی رنجشوں میں ترک تعلق اچھا ہے بدمذہب سے دائمی بائیکاٹ کرنا یا ظالم سے بائیکاٹ کرنا یا کسی کو ادب سکھانے یا غلطی کا احساس دلانے کے لئے بائیکاٹ کرنا تین دن سے زیادہ جائز ہے جیسے سرکار دو عالم ﷺ نے بعض صحابہ سے جنگ میں شرکت نہ کرنے پر لمبا عرصہ تک بائیکاٹ کیا۔

کہاں ترک تعلق جائز ہے کہاں نہیں: علما فرماتے ہیں کسی دنیاوی اور ذاتی معاملہ میں ترک تعلق کر لینا تین دن تک معاف ہے اور تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر دینی اور شرعی یا معصیت کی بنا پر تعلق ترک کیا تو یہ جائز ہے لیکن واجب نہیں جب تک اس شرعی عیب یا معصیت کو ترک نہ کیا جائے اور اس کا مرتکب توبہ نہ کر لے جیسے حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی تو حضور نے ان سے ترک تعلق کر لیا انہوں نے توبہ کی اور پچاس دن بعد جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو ترک تعلق ختم کر دیا اور یہ ترک تعلق بطور عتاب تھا۔

یاد رہے سوشل بائیکاٹ اور چیز ہے یہ صرف مرتدین کے لئے ہے یا ان لوگوں کے لئے جو اعلانیہ معصیت کریں اور اس پر جم جائیں اور رجوع کرنے سے انکار کر دیں جیسے ایک شخص کا دو بہنوں سے نکاح کر کے اپنے پاس رکھ لینا ان سے ترک تعلق واجب ہے اسی کو سوشل بائیکاٹ کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ احکام عوام کے لئے ہیں لیکن علماء کا ان کے پاس جانا ان سے مناظرہ کرنا ان کا رد کرنا یا ان کو دین کی طرف مائل کرنے کے لئے ان کے پاس جانا اچھا ہے۔

ترک تعلق کے بارے دیگر احکام: ان کی تیمارداری نہ کرو اگر مرجائیں تو ان کے جنازوں میں نہ جاؤ:

عن ابی ایوب انصاری قال قال رسول اللہ ﷺ لا یحل للرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدء بالسلام۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۶۵

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے کہ جب ملیں تو وہ اس سے اور یہ اس سے منہ پھیر لے ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں یعنی صلح میں پہل کرے۔

مزید فرمایا ہر اس بندے کی بخشش کر دی جاتی ہے جو کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے سوائے اس کے جو آپس میں عداوت یعنی دنیاوی رنجشیں رکھتے ہیں جب تک صلح نہ کر لیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو صلہ رحمی یعنی قرابت و رشتہ داری سے فرمایا کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ جو تجھ سے تعلق جوڑے میں اس سے تعلق جوڑوں

اور جو تجھ سے تعلق توڑے میں اس سے تعلق توڑوں صلہ رحمی نے کہا اے میرے رب کیوں نہیں فرمایا میں نے تجھے بلند مقام عطا کیا ہے۔

(حدیث:۱۰۱)

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تفاتحوهم

ابوداؤد، احمد: ۱۰/۳۷، ۲۰۶

حضرت عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قدریوں کے ساتھ مجلسیں مت لگاؤ نہ ان کا ساتھ کلام کی ابتداء کرو۔

اس کی شرح اوپر گزر چکی

(حدیث:۱۰۲)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابُ: الزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ (ص: 39) وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوتِ لِيُعِزَّ مَنْ أَذَلَّهُ اللّٰهُ وَيُذِلَّ مَنْ أَعَزَّهُ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي "رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمدْخل ورزين فِي كِتَابه-ترمذی، حاکم: ۱۵۴/۶، ۱۰۲

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے اور اللہ رب العزت نے لعنت کی ہے اور ہر نبی مقبول الدعاء ہے اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا، اللہ کی تقدیر کا انکاری، جبراً قبضہ جمانے والا تاکہ انہیں ذلیل کرے جنہیں اللہ تعالی نے عزت دی اور انہیں عزت دے جنہیں اللہ نے ذلیل کیا اور اللہ کے حرام کو حلال سمجھنے والا اور میری آل کے بارے میں وہ باتیں حلال سمجھنے والا جنہیں اللہ نے حرام کیا اور میری سنت کو چھوڑنے والا۔

میں نے اور اللہ رب العزت نے لعنت کی ہے:

لعنت کی احادیث میں تعارض: اس حدیث پاک میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے اور اللہ رب العزت نے لعنت کی ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ جب لعنت کرتا ہے وہ آسمان کی طرف جاتی ہے تو وہاں کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں پھر یہ زمین کی طرف لوٹتی ہے تو زمین کے دروازے بھی بند کر دئے جاتے ہیں اور یہ دائیں بائیں کہیں سے نکلنے کی کوشش کرتی ہے جب کوئی راستہ نہیں پاتی تو جس پر بھیجی گئی وہ اہل ہو تو اس کی طرف لوٹتی ہے ورنہ لعنت بھیجنے والے پر واپس آجاتی ہے۔ مشکوۃ شریف ص ۴۸۳

پہلی حدیث میں آپ نے خود لعنت فرمائی جبکہ دوسری حدیث میں لعنت کرنے سے منع فرمایا

لعنت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: لعنت کی دو قسمیں ہیں۔ ذات کے اعتبار سے لعنت اور وصف کے اعتبار سے لعنت

ذات کے اعتبار سے لعنت: ذات کے اعتبار سے لعنت کا مطلب یہ ہے کسی معین شخص پر اس کا نام لے کر یا اس کی طرف اشارہ کر کے لعنت کرنا۔

حکم: جن لوگوں کی موت حتمی طور پر کفر پر ہوئی اور ان کے کافر ہونے پر ذرہ برابر شک نہ ہو جیسے، ابو جہل، ابولہب، فرعون، ہامان، نمرود وغیرہ ان لوگوں کا نام لے کر لعنت کرنا جائز ہے لیکن وہ لوگ کہ جن کا یقینی طور پر کفر پر مرنا معلوم نہ ہو تو اس پر ہر گز لعنت نہیں کر سکتے بلکہ لعنت کرنے والا گناہ گار ہے۔ جبکہ کسی مسلمان کو چاہے زندہ ہو یا فوت ہو گیا ہو ہر گز ہر گز لعنت کرنا سخت حرام ہے۔

صفات کے اعتبار سے لعنت: صفات کے اعتبار سے لعنت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے برے عیوب کی وجہ سے اس کے عیب کا نام لے کر لعنت کرنا۔ جیسے کہنا جھوٹے پر، زانی پر، شرابی پر اللہ کی لعنت۔

حکم: کسی کا نام لئے بغیر وصف کے اعتبار سے لعنت کرنا جائز ہے۔

اس تقریر کے بعد تعارض کا جواب یہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ نے جس لعنت سے منع فرمایا اس سے مراد ذات کے اعتبار سے لعنت کرنا ہے اور جس حدیث میں آپ نے خود لعنت فرمائی وہ صفات کے اعتبار سے لعنت ہے لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

لعنت کی تعریف: لعنت کا لغوی معنی ہے عذاب اور شریعت میں کسی کو اللہ کی رحمت سے دوری کی بددعا دینا لعنت کہلاتا ہے۔ یاد رہے دین اسلام میں سب سے بڑی بددعا کسی پر لعنت کرنا ہے۔

مصیبت پر لعنت کی ممانعت: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے سامنے آندھی پر لعنت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا آندھی پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ حکم الہی کے تابع ہے آندھی رحمت کو بھی لاتی ہے اور عذاب کو بھی لاتی ہے جب آندھی آئے تو تم اللہ سے اس کی خیر طلب کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو جو شخص ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی اہل نہ ہو تو لعنت اس شخص کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ مشکوۃ المصابیح باب المکروہات

ہر نبی مقبول الدعاء ہے: یعنی ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کی دعا کو رد نہیں کیا جاتا اور اگر اس کی دعا تقدیر کے خلاف ہو تو نبیوں کو دعا کرنے سے پہلے ہی اس دعا سے روک دیا جاتا ہے۔ انبیا کی ایک خاص دعا بھی ہوتی ہے جیسا کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو اللہ تعالی نے ایک خصوصی دعا عطا کر رکھی ہے اور وہ دعا ہر صورت مقبول ہوتی ہے ہر نبی نے اپنی دعا دنیا میں ہی پوری کر لی لیکن میں نے وہ دعا اپنی امت کے لئے ابھی تک سنبھال رکھی ہے اور بروز حشر اپنی امت کی بخشش کے لئے اس دعا کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس دعا کے صدقے کثیر امتیوں کی بخشش کرواؤں گا۔

ہم دنیا کے حریص اور حضور ہمارے حریص ہیں: سبحان اللہ کوئی اپنی اولاد پر حریص ہوتا ہے کوئی دولت دنیا کا حریص ہے کوئی اپنے آرام کا حریص ہے تو کوئی جاہ حشمت کا مگر ہمارے نبی کریم ﷺ حریص ہیں تو صرف ہمارے اور ہماری آسائشوں کے حریص ہیں انہیں جتنا پیار اپنی امت سے ہے اور کسی چیز سے نہیں۔

محدث دہلوی نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ناقثم وہ شخص تھے جو حضور نبی کریم ﷺ کو قبر انور میں اتارنے کے بعد سب سے آخر میں باہر آئے تھے ان کا بیان ہے کہ میں ہی آخری شخص ہوں جس نے سرکار دو عالم ﷺ کا رخ انور قبر اطہر میں دیکھا تھا میں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ قبر انور میں اپنے لب ہائے مبارک کو جنبش فرما رہے ہیں میں نے اپنے

کان آپ ﷺ کے لب مبارک کے قریب کئے تو میں نے سنا آپ رب امتی رب امتی پکار رہے تھے۔ سبحان اللہ کر دکھایا اس صادق الامین پیغمبر اسلام نے اپنا یہ قول جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ جب میری وفات ہو جائے گی تو اپنی قبر میں بھی ہمیشہ یارب امتی یارب امتی پکارتا رہوں گا۔

اس موقعہ پر محدث اعظم پاکستان سردار احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضور پاک تو ساری عمر امتی امتی کہہ کر یاد فرماتے رہے قبر انور میں بھی امتی امتی کہہ رہے ہیں اور حشر تک فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ محشر میں بھی امتی امتی فرمائیں گے حق یہ ہے کہ اگر صرف ایک بار بھی امتی فرمادیتے اور ہم ساری زندگی بھی یا نبی یا نبی کہتے رہیں تب بھی اس ایک بار امتی کہنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

آخری امتی تک حشر میں کھڑا رہوں گا: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تمام انبیاء سونے کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے میرا منبر خالی ہو گا کیونکہ میں اپنے رب کے حضور خاموش کھڑا رہوں گا کہ کہیں ایسا نہ ہو اللہ مجھے جنت میں جانے کا حکم فرمادے اور میری امت میرے بعد پریشان پھرتی رہے اللہ تعالی فرمائے گا اے محبوب تیری امت کے بارے میں وہی فیصلہ کروں گا جو تیری چاہت ہے میں عرض کروں گا اے اللہ ان کا حساب جلدی لے لے کہ میں ان کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں میں مسلسل یہی عرض کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے دوزخ میں جانے والے میرے امتیوں کی فہرست دے دی جائے گی جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے ان کی شفاعت کر کے میں انہیں نکالتا جاؤں گا یوں عذاب الہی کے لئے میری امت کا کوئی فرد باقی نہیں بچے گا۔ صحیح بخاری باب الشفاعت

اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا: یعنی قرآن پاک میں لفظی زیادتی کرنا یا معنوی زیادتی کرنا سب حرام ہے جیسا کہ آج کل بعض لوگوں نے قرآن کی تفسیر کو مذاق سمجھ رکھا ہے اور ایسی ایسی تفاسیر اور معانی کر رہے ہیں جن کا اسلام سے دور تک کوئی واسطہ نہیں اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ فقط ترجمے والا قرآن پڑھنے سے قرآن سمجھ آجاتا ہے۔

اللہ کی تقدیر کا انکاری: اس کی شرح گزر چکی

ظالم حاکم جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکے گا:

جبرا قبضہ جمانے والا: یعنی لوگوں کی مرضی کے بغیر جبرا یا دھونس دھاندلی اور دھوکے سے ان کا حکم بن جانے والا اور حکومت پر ناجائز قبضہ جما لینے والا۔ حضرت معقل نے کہا کہ میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس بندہ کو بھی اللہ تعالی عوام کا حاکم بنائے پھر وہ اپنے اوپر عوام کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ معقل نے کہا میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص بھی مسلمان عوام کا حاکم اور والی بنایا جائے اور وہ اس حال میں مرجائے کہ ان کے ساتھ خیانت کرنے والا ہو تو اللہ اس کے اوپر جنت حرام کر دیگا۔ مشکوٰۃ المصابیح باب القدر

حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالی کسی قوم سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے معاملات کا والی نیک حکماء کو بنا دیتا ہے اور مال سخیوں کے پاس رکھتا ہے تاکہ وہ لوگوں پر سخاوت کریں اور جب اللہ کسی

قوم کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے معاملات کا والی جاہلوں کو بنا دیتا ہے اور مال بخیلوں کے پاس رکھ دیتا ہے تاکہ وہ لوگوں سے ہاتھ کھینچ لیں۔

اقتدار کے طالب خود کو خطرے میں ڈالتے ہیں: علماء فرماتے ہیں اقتدار کے طلب گار حقیقت میں خود کو بہت بڑے پر خطر غار میں دھکیلنے کے درپے ہوتے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اے عبدالرحمن امارت مت مانگو کیونکہ اگر تمہیں حکومت مانگ کر دی گئی تو تم اس کی طرف سپرد کر دئے جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ حکومت و سرداری کی خواہش نہ کرو نہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو جیسا کہ آجکل وزارت اور حکومت لینے کے لئے لوگ دین ایمان دولت عزت سب کچھ قربان کر دیتے ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انسان نفسانی خواہش، عیش، دولت، عزت، شہرت حاصل کرنے کے لئے حکومت چاہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا سو جو امیر لوگوں پر حاکم ہیں اس سے اس کی رعایا کہ بارے میں سوال ہو گا اور مرد اپنے اہل خانہ پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے ان کے متعلق سوال ہو گا اور نوکر اپنے مالک کے مال پر حاکم ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہو گا سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ صحیح مسلم باب امر بالمعروف ونہی عن المنکر

حکومت کی کوشش کرنا کب جائز ہے؟ علمائے فرماتے ہیں اگر نظام حکومت نا اہلوں کے پاس جا کر ملک کے فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت کے لئے حکومت حاصل کرنا یا کوشش کرنا عبادت ہے جبکہ اپنی نفسانی خواہش کو اس میں دخل نہ ہو حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے یعنی مجھے خزانوں کا حاکم بنادے اگر آپ اس وقت عہدہ نہ سنبھالتے تو اس قحط سالی میں لوگ بھوکے مرجاتے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب کے وصال کے بعد میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عمر کی زیارت نصیب ہو جائے تو اللہ نے میری دعا سن لی اور ایک رات میں نے حضرت عمر کو خواب میں دیکھا کہ وہ مدینہ کے بازار کی طرف جا رہے تھے میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے مجھے جواب دیا میں نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے فرمایا ابھی ابھی حساب و کتاب سے فارغ ہوا ہوں اگر میں اپنے رب کو رحیم و کریم نہ پاتا تو میری خلافت مجھے لے ڈوبتی۔ ان میں ارباب اقتدار لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے کہ کل بروز قیامت رعایا سے متعلق ان کی پوچھ گچھ ہو گی جس کی حکومت جتنی وسیع ہو گی اس کا حساب بھی اتنا زیادہ ہو گا سلطنت و حکومت کل بروز قیامت ظالم کے لئے رسوائی اور عادل کے لئے ندامت و شرمندگی ہو گی اور اس وقت وہ کہے گا کہ کاش ایام حکومت عبادت میں □ گزارے ہوتے حدیث پاک میں ہے کہ حکومت امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی و ندامت ہے سوائے اس شخص کے جو اسے حق کے ساتھ لے اور وہ ذمہ داریاں پوری کرے جو اس میں ہیں۔

اسلام کے حاکم ایسے ہوتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفۃ المسلمین بنے رات بیٹھے ہوئے مملکت کا کام کر رہے تھے چراغ جل رہا تھا دفتری کام ہو رہا تھا خلافت کے فرامین لکھ رہے تھے کہ اچانک ان کی زوجہ کمرے میں تشریف

لے آئیں بیوی نے کہا کہ گھر کے اخراجات کے لئے آپ سے کچھ بات کرنی تھی کچھ خرچہ زائد چاہئے تو آپ نے فورا پھونک مار کر چراغ بند کردیا کہا اب بات کرو کیا کہنا ہے، زوجہ نے کہا یہ کیا کیا آپ نے آپ سے بات کررہی ہوں اور آپ نے چراغ ہی گل کردیا اندھیرا ہوگیا۔ فرمایا کہ دراصل بات یہ ہے کہ میں حکومت کا کام کررہا تھا آپ گھر کی بات کررہی تھیں اگر تجھ سے گھر کی بات کرتے وقت چراغ جلتا رہتا تو اس کا حساب بھی مجھ کو دینا پڑتا اس لئے چراغ بجھا دیا اب آپ بات کریں۔ زوجہ نے عرض کی کہ عید آرہی ہے بچوں کے کپڑے بنانے ہیں اور بھی کئی ضرورت کی اشیاء لینی ہیں آپ ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لے لیں پھر ہم آہستہ آہستہ اس کو ادا کرتے رہیں گے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ آپ لکھ کردے دیں کہ میں ایک مہینہ تک زندہ رہ پاؤں گا تو تنخواہ لے لیتا ہوں۔ احیاء العلوم ص ۴۷۳

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ایک دن حلوہ پکایا اور آپ کو پیش کردیا فرمایا حلوہ کہاں سے آیا جتنی تنخواہ مجھ کو ملتی ہے اس سے تو حلوہ نہیں بن سکتا زوجہ نے عرض کی جتنی تنخواہ ملتی تھی اس میں سے میں نے کچھ پیسے بچالئے تھے بچا بچا کر آج ان سے حلوہ بنایا فرمایا اچھا اب ہر مہینے تم کو تنخواہ میں سے اتنے پیسے کم ملیں گے معلوم ہوا جو بچ سکتا ہے وہ گھر میں نے نہیں بلکہ قومی خزانے میں جمع ہونا چاہئے۔ لہذا آپ نے اپنی تنخواہ جو پہلے ہی بہت کم تھی اور کم کردی۔ ایضا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اونٹ پر سوار ہو کر بہت تیزی سے کہیں جارہے ہیں میں نے پوچھا اے امیر المومنین کہاں تشریف لے جارہے ہیں جواب دیا سرکاری خزانے سے صدقے کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے اس کی تلاش میں جارہا ہوں اگر دریائے فرات کے کنارے پر بکری کا ایک بچہ بھی مرگیا تو بروز قیامت عمر سے اس کا بھی حساب ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سرکاری خزانے میں موجود صدقے کے اونٹوں کے بدن پر تیل کی مالش کر رہے تھے ایک شخص نے عرض کی اے امیر المومنین یہ کام کسی غلام سے کروالیتے تو آپ نے جواب دیا مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ حقیقت میں ان کا غلام ہے۔ ایضا

پہلے کے حاکم غریب اور عوام امیر ہوتے تھے آج اس کا برعکس ہے:

آجکل عموما اقتدار پیسہ بنانے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے مگر اللہ کے بندوں کا حال اس سے بالکل مختلف ہے مسلمانوں کے عظیم خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنی زوجہ سے فرمانے لگے فاطمہ تمہارے پاس ایک درہم ہو تو دے دو آج انگور کھانے کو دل کررہا ہے انہوں نے عرض کیا سرتاج میرے پاس درہم کہاں کیا آپ امیر المومنین ہوکر ایک درہم کی بھی حیثیت نہیں رکھتے بے قرار ہوکر فرمایا انگور نہ کھانا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ کل میں جہنم کی زنجیریں پہنوں۔ واہ کیا انداز حکمرانی ہے اور کیسی بے نیازی ہے کہ دنیا اسلام کے عظیم خلیفہ کے پاس انگور کھانے کے بھی پیسے نہیں۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۱۷۵

اللہ تعالی نے حضور ﷺ کے صحابہ کو دنیاوی ناجائز رغبت اور ہلاکت یعنی کفر سے محفوظ رکھا وہ حضرات بادشاہ وامیر ہوکر بھی دنیا میں پھنسے نہیں حضرت عمر کے پاس اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک ہی کرتہ تھا جسے دھو دھو کر پہنتے تھے حضرت ابوبکر کے کفن کے لئے گھر میں کپڑا نہ تھا پہنے ہوئے کپڑوں میں ہی کفن دیا گیا حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں فرمایا کہ میں اپنی تلوار فروخت کرنا چاہتا ہوں کہ آج گھر کا خرچہ چلاسکوں وہ حضرات امیری میں بھی فقیری کرگئے۔ فضائل فاروق اعظم ص ۵۴

ایک دن آپ رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے طبیبوں نے علاج میں شہد تجویز کیا بیت المال میں شہد موجود تھا کچھ لوگوں نے وہ شہد استعمال کرنے کا مشورہ دیا لیکن آپ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر لینے پر راضی نہ تھے چنانچہ اسی تکلیف کی حالت میں مسجد تشریف لائے اور مسلمانوں کو جمع کر کے شہد استعمال کرنے کی اجازت طلب کی جب لوگوں نے اجازت دی تو تب شہد استعمال کیا۔

حکومت کی قیمت پانی کا ایک گلاس: ایک مرتبہ ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں تشریف لے گئے ایک دم ہارون الرشید کو پیاس لگی اور اس نے پانی طلب کیا جب ہارون الرشید کو پانی پیش کیا گیا تو ابن سماک نے فرمایا اے امیر المومنین اگر آپ کو شدت کی پیاس لگی ہو اور آپ کے پاس پانی نہ ہو اور کوئی شخص پانی کا ایک گلاس آپ کو بیچنا چاہے تو اس وقت آپ اس گلاس کی کیا قیمت دیں گے خلیفہ نے جواب دیا اپنی جان بچانے کے لئے آدھی سلطنت دے کر پانی خرید لوں گا حضرت ابن سماک نے دوبارہ فرمایا اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں پہنچ جائے اور اور پیشاب بند ہو جائے اور یہ پانی جو پیشاب میں بدل گیا یہ باہر نہ نکلے تو آپ اس پانی کے خروج کے لئے علاج پر کتنا کچھ خرچ کریں گے خلیفہ نے کہا پوری سلطنت دے دوں گا یہ سن کر حضرت ابن سماک نے فرمایا اے امیر المومنین وہ سلطنت جس کی قیمت ایک گلاس پانی اور اس کا پیشاب ہو بھلا کب اس قابل ہے کہ اس کی رغبت کی جائے اور اس پر غرور کیا جائے۔ تاریخ الخلفاء تذکرہ ہارون الرشید

اللہ والے عہدوں سے بھاگتے ہیں: جب وقت کے خلیفہ منصور نے امام اعظم کو چیف جسٹس بنانے کا فیصلہ کیا اور آپ کو اپنے دربار میں بلایا تو امام اعظم نے یہ عہدہ قبول کرنے سے معذرت کرلی خلیفہ آپ کے اس فیصلے پر کافی ناراض ہوا اور آپ کو مجبور کیا کہ عہدہ قبول کریں لیکن آپ نے یہ عذر کر کے کہ میں اس عہدہ کے قابل نہیں انکار کردیا خلیفہ نے آپ کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا آپ کافی عرصہ قید خانے میں رہے لیکن قید وبند کی صعوبتیں بھی آپ کو عہدہ قبول کرنے پر مجبور نہ کرسکیں آخر ایک روایت کے مطابق آپ کو جیل میں ہی زہر دے کر شہید کردیا گیا موت قبول کرلی لیکن آپ نے دنیاوی عہدہ قبول نہ کیا۔ موفق بن احمد مکی مناقب امام اعظم ج ۲ ص ۱۷۹

اور اللہ کے حرام کو حلال سمجھنے والا: اس سے مراد حرم کی حدود میں فتنہ وفساد اور شکار ہے کیونکہ یہ شریعت میں مکہ مکرمہ کی حدود میں منع ہیں لہذا اس ممانعت کے باوجود یہ کام کرنے والا بھی لعنت کا مستحق ہے۔

اور میری آل کے بارے میں وہ باتیں حلال سمجھنے والا جنہیں اللہ نے حرام کیا:

مطلب یہ کہ نبی کریم ﷺ کی اولاد آپ کی ازواج مطہرات کی بے حرمتی کرنے والا اور ان پر ظلم کرنے والا یقینا لعنت کا حقدار ہے کیونکہ جب کعبہ کی قربت کی وجہ سے حرم کی تعظیم ضروری ہے تو مصطفی جان رحمت کی قربت کی وجہ سے سادات کرام کی تعظیم بھی ضروری ہے۔

نسبت رسول کی تعظیم ایسی ہونی چاہیے: حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کو مخلوق نہ کہنے پر مسلسل اٹھائیس ماہ قید میں رکھا گیا اس دوران آپ پر ہر رات کوڑے برسائے جاتے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہوجاتی تلوار کے زخم لگائے گئے پاؤں تلے روندا گیا مگر مرحبا آپ کی استقامت،، اتنی بڑی بڑی

مصیبتیں ٹوٹنے کے باوجود آپ ثابت قدم رہے روایت میں ہے کہ آپ کو اسی کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو مارے جاتے تو وہ بھی چیخ اٹھتا لیکن اس کے باوجود آپ ہر ضرب پر دعا کرتے الٰہی میں معتصم باللہ کو معاف کرتا ہوں تو بھی اسے معاف کردے بعد میں جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی کہ وہ آپ کو کوڑے مار رہا تھا اس کے باوجود آپ اس کو معاف کرتے رہے تو آپ نے فرمایا کہ معتصم باللہ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس کی اولاد میں سے ہے اور مجھے حیاء آتی ہے کہ بروز حشر میری وجہ سے حضور ﷺ کے چچا کی اولاد کی پکڑ ہوجائے۔ تذکرۃ المحدثین ص ۲۲۷

حضور ﷺ کے شہر کی تعظیم: امام شافعی نے امام مالک کے دروازے پر بہت سے گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے جو امام مالک کو تحائف میں ملے امام مالک نے امام شافعی کو فرمایا یہ سارے گھوڑے آپ لے جاؤ امام شافعی نے کہا آپ ایک دو گھوڑے تو سواری کے لئے رکھ لیں تو امام مالک نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس شہر کو جانوروں کے پیروں سے روندوں جس شہر میں میرے محبوب ﷺ چلتے رہے ہیں جس شہر کی مٹی میں سرکار دو عالم ﷺ جلوہ گر ہوں اس شہر میں گھوڑوں کی سواری کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ تذکرۃ الاولیاء تذکرہ امام شافعی ص ۹۶

ایک اور روایت میں ہے کہ امام مالک نے کبھی مدینہ شہر میں پیشاب پاخانہ نہیں کیا آپ فرماتے تھے کہ میں اس شہر کو اپنے پاخانے سے کیسے آلودہ کروں جس میں میرے آقا جلوہ افروز ہوں۔ اور نہ ہی آپ جوتے کے ساتھ مدینہ میں رہے بلکہ آپ نے ساری زندگی ننگے پاؤں گزار دی لیکن یہ سوچ کر جوتا نہیں پہنا کہ کہیں میرا جوتے والا پاؤں میرے آقا کے پاؤں کی جگہ پر نہ آجائے۔

حدیث کی سیاہی کی تعظیم: حضرت ہاشم فرماتے ہیں کہ میں مجدد الف ثانی کے پاس حاضر تھا اس وقت آپ تحریری کام کر رہے تھے ضرورتا بیت الخلا گئے مگر فورا واپس آکر پانی کا لوٹا منگوا کر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن دھویا پھر بیت الخلا چلے گئے فراغت کے بعد جب واپس تشریف لائے تو میں نے پہلی بار فورا واپس نکلنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میں جوں ہی بیت الخلا میں بیٹھا میری نظر انگوٹھے کی پشت پر پڑی تو قلم کی سیاہی کا نقطہ لگا ہوا تھا چونکہ یہ اسی قلم سے تھا جس سے میں قرآنی آیات اور حدیث پاک وغیرہ لکھتا تھا لہذا اس حالت میں وہاں بیٹھنا میرے نزدیک ادب کے خلاف تھا لہذا فورا باہر آیا سیاہی کے نقطے کو دھو کر پھر گیا مجھے بہت شدت سے پیشاب آیا تھا مگر اس تکلیف کے مقابلے میں اس بے ادبی کی تکلیف بہت زیادہ تھی۔ زبدۃ المقامات ۲۷۴

اور میری سنت کو چھوڑنے والا: جس محسن اعظم کے احسانات تلے ساری انسانیت دبی ہوئی ہو اس کی نافرمانی کرنے والا اور اس کی سنت سے منہ موڑنے اور حقیر سمجھنے والا یقینا لعنت کا حقدار ہے۔

قال فمن اطاع محمدا فقد اطاع اللہ و من عصی محمدا فقد عصی اللہ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۸

فرمایا جو حضور کی اطاعت کرے وہ اللہ کا مطیع ہے اور جس نے حضور کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

فقط اللہ کی اطاعت کرنے والا حضور کا مطیع نہیں ہوسکتا بلکہ حقیقتا خدا کا بھی مطیع نہیں ہے مگر حضور کی اطاعت کرنے والا اللہ کا بھی مطیع ہے۔ شیطان اللہ کا مطیع تو تھا لیکن جب نبی کی نبوت کا انکار کیا تو خدا کا مطیع بھی نہ رہا۔ یعنی کفر و ایمان، کافر و مومن

میں فرق صرف حضور ﷺ کی ذات سے ہے کہ ان ہی کا ماننے والا مومن ہے ان کا منکر کافر۔

یاد رکھیں توحید، جنت دوزخ کا اعتقاد فرشتوں کو مان لینا ایمان نہیں کیونکہ شیطان ان سب کو مانتا تھا مگر نبی کا انکار کر کے کافر ہوا اسی طرح قومی برادری کا ایک یا الگ ہونا حضور کے دم سے ہے حضور کا ماننے والا ہمارا ہم قوم ہے بھائی ہے ہماری برادری ہے اگرچہ کسی ملک کسی صوبے یا کسی شہر کا ہو حضور کا منکر نہ ہماری قوم نہ ہماری برادری نہ ہم وطن ہے اگرچہ رشتہ میں سگا بھائی ہو اگر وہ حضور کا نہیں تو ہمارا بھی نہیں جس کا رشتہ حضور ﷺ سے ٹوٹا اس کا رشتہ خلقت سے بھی ٹوٹا اور خالق سے بھی۔

انسان کی کامیابی رسول کریم کی اطاعت سے ہے: انسان کی کامیابی مال و دولت عزت و حکومت سے نہیں اللہ و رسول کی اطاعت سے ہے کہ مال و دولت فانی ہیں اور اس اطاعت کا ثواب باقی۔ جسے اللہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے اسے نفس و شیطان دنیا کی کوئی چیز بہکا نہیں سکتی اور جس میں رب تعالی گمراہی کا خلق فرمادے اسے کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی ابوجہل مکہ میں رہ کر حضور انور کو دیکھ کر بھی ہدایت نہ پا سکا چمگادڑ کی طرح چمگادڑ نکلا کیونکہ چمگادڑ کی آنکھ سورج سے نور نہیں لیتی دن کو بھی اندھی رہتی ہے۔

اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کو اپنی اور اپنے محبوب کی طرف بھاگنے یعنی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اے کاش ہم اپنے رب کے احکام پر اتنا تو یقین رکھتے جتنا ایک ڈاکٹر اور حکیم کی بات پر رکھتے ہیں اگر ڈاکٹر ہمیں کہے کہ تمہارے جسم کی اصلاح کے لئے ورزش اور صبح کی سیر بہت ضروری ہے تو ہم ہر کام چھوڑ کر بھی اپنے جسم کو درست کرنے کے لئے یہ مشکل کام کریں گے مگر روح اور ایمان کی اصلاح کے لئے صبح کی نماز اور پنج گانہ نمازیں جن کا حکم اللہ و رسول نے دیا ہے ہم کہاں تک بجا لاتے ہیں حکیم ہمیں زہر کی پڑیا بھی دے دے تو ضرور کھائیں گے چاہے کھاتے ہی مر جائیں اور خدا ہمیں حیات بخش حکم دے،، کہ جب اللہ و رسول تم کو بلائیں تو فورا حاضر ہوجاؤ، تو ٹال مٹول کرتے ہیں حکیم پر اتنا اعتماد کہ دوائی یقین سے کھاتے ہیں کیونکہ ہمارا فیملی ڈاکٹر ہے ہمیں غلط دوائی کیسے دے سکتا ہے سوال یہ ہے کہ تیرا فیملی ڈاکٹر کتنی نسلوں سے تیرا ڈاکٹر ہے دو یا تین نسلوں سے ہوگا اور وہ خدا جو سیکڑوں ہزاروں نسلوں سے تیرا خالق و مالک ہے اور رب ہے کبھی اس کے نسخوں پر بھی عمل کیا یاد رکھو تیرے ڈاکٹر اور حکیم کا ہاتھ صرف تیری نبض پر ہے اور جس کی نظر ساری کائنات کی نبض پر ہے جتنا وہ ہم پر مہربان ہے اتنا ڈاکٹر نہیں ہوسکتا تو تو نے اس کریم اور اس کے محبوب رحیم کو کیوں بھلا دیا۔

(حدیث: ۱۰۳)

وَعَن مطر بن عکام قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبْدٍ أَنْ يَمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً. ترمذی، احمد: ۶۱۳۶۔ ۲۲۳۳۲

حضرت مطر ابن عکام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالی کسی بندے کے بارے میں زمین میں مرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس کے لئے وہاں ضروری کام ڈال دیتا ہے۔

جب اللہ تعالی کسی بندے کے بارے میں مرنے کا فیصلہ فرماتا ہے: یعنی جب کسی کی موت آتی ہے اور اس نے جس جگہ مرنا ہوتا ہے اللہ تعالی وہاں پر اس بندے کے لئے کوئی دینی یا دنیاوی کام کی ضرورت پیدا کردیتا ہے اور جب وہ اس کام کے

لئے مقررہ جگہ پہنچتا ہے تو اس کی موت آجاتی ہے جیسا کہ عموماً دوسرے علاقوں کا سفر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے کئی خوش قسمت مدینہ کی حاضری کے دوران فوت ہو جاتے ہیں اور کئی بدبخت فقط دنیا کے حصول کے لئے پردیسوں میں مر کھپ جاتے ہیں۔

جس حال میں جیو گے اسی میں مرو گے: بزرگ فرماتے ہیں جس حال میں جیو گے اسی حال میں مرو گے اور جس حال میں مرو گے اسی حال میں اٹھو گے زندگی میں اچھا مشغلہ رکھو تا کہ اسی مشغلہ میں موت آئے اور اسی حال میں حشر ہو نمازی آدمی کو نزع وقبر میں بھی نماز ہی یاد آتی ہے جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ اللہ والے قبر میں بھی نماز پڑھتے ہیں اور اگر تم نام نمود کے لئے جہاد کرو گے اسی فکر میں مارے جاؤ گے تو قیامت میں اس کی سزا میں گرفتار اٹھو گے لہذا دنیا میں آخرت کی فکر کرو تا کہ آخرت میں بے فکر اٹھو دنیا کی ناجائز فکر میں فکر مند مت ہو جاؤ۔

بعض عشاق کو مرتے وقت حضور کا جمال دکھایا جاتا ہے جس میں وہ ایسے وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی میں محو ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر ہائے وائے نہ کی کہ انہیں کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی جمال محمدی میں محویت کا عالم کیا ہو گا۔ بعض اوقات بندہ غفلت میں پڑا رہ جاتا ہے اور اس کے بارے میں کچھ کا کچھ ہو چکا ہوتا ہے بہت سے کفن ڈھل کر تیار رکھے ہوتے ہیں مگر کفن پہننے والے بازاروں میں گھوم پھر رہے ہوتے ہیں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی قبریں کھدی ہوئی تیار ہوتی ہیں مگر ان میں دفن ہونے والے خوشیوں میں مست ہوتے ہیں بہت سے لوگ ہنس رہے ہوتے ہیں حالانکہ ان کی ہلاکت کا وقت قریب آچکا ہوتا ہے نہ جانے کتنے ہی مکانات کی تعمیرات مکمل ہونے والی ہوتی ہیں مگر مالک مکان کی موت کا وقت قریب آچکا ہوتا ہے۔

(حدیث:۱۰۴)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَرَارِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: مِنْ آبَائِهِمْ. فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِلَا عَمَلٍ؟ قَالَ: اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ. قُلْتُ فذراری الْمُشْرِكِيْنَ؟ قَالَ: مِنْ آبَائِهِمْ. قُلْتُ: بِلَا عَمَلٍ؟ قَالَ: اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ -ابوداؤد: ۴۷۱۲

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے بچے، کہاں جائیں گے فرمایا وہ اپنے باپ داداؤں سے ہیں میں نے عرض کی بغیر عمل کے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے میں نے عرض کی مشرکین کے بچے،، کہاں جائیں گے، فرمایا وہ اپنے باپ داداؤں سے ہیں میں نے عرض کی بغیر عمل کے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے۔

(حدیث:۱۰۵)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الوائدة والموؤدة فِي النَّارِ -ابوداؤد: ۴۷۱۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زندہ دفن کرنے والی ماں اور زندہ دفن ہونے والی بچی دونوں جہنم میں ہیں۔

زندہ دفن کرنے والی ماں اور بچی دونوں جہنم میں ہیں:

کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک انصاری کے بچہ کی جنازہ کی دعوت دی گئی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اسے خوش خبری ہو کہ وہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک

چڑیا ہے، جس نے نہ تو کوئی گناہ کیا نہ گناہ کا وقت پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ اس کے سوا بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالی نے کچھ جنت والے پیدا کیا ہیں جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جنت کے لئے بنایا کچھ آگ والے پیدا کئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لئے بنایا۔ اور مذکورہ حدیث میں فرمایا:

عن ابن مسعود قال قال رسول الله الوالدة والمولودة فى النار رواه ابو داود

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زندہ دفن کرنے والی ماں اور زندہ دفن ہونے والی بچی دونوں جہنم میں ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کافروں کے بچے داخل جہنم ہوں گے۔

اور اس کے برعکس آیت کریمہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ھم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے دوسری آیت میں ہے وما کنا معذبین ب لا جرم کسی کو عذاب نہیں ہوگا۔

اور حدیث میں آپ ﷺ نے توقف فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کفار کے بچوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ جانے وہ کیا اعمال کرتے یعنی کفریہ اعمال کرتے یا اسلامی تا کہ ان کے جنتی ہونے یا جہنمی ہونے کا حکم مرتب کیا جا سکے۔

آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے بچے جہنم کے حقدار نہیں لہذا تعارض واضح ہے۔

کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق: علمائے کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ حدیث جس میں کفار کے بچوں کو جہنمی قرار دیا گیا آیت کریمہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا دوسری آیت میں ہے وما کنا معذبین بلا جرم کسی کو عذاب نہیں ہوگا اور دیگر احادیث سے منسوخ ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک کفار کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ جنت میں جنتیوں کے خادم ہوں گے۔ الغرض اثبات عذاب کی روایات منسوخ ہیں اور عذاب کی نفی والی آیت اور حدیث ناسخ ہیں اب کوئی تعارض نہ رہا۔

(حدیث:۱۰۶)

عَنْ أَبِي الدرداء قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَغَ إِلَى كُلِّ عَبْدٍ مِنْ خَلْقِهِ مِنْ خَمْسٍ: مِنْ أَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَمَضْجَعِهِ وَأَثَرِهِ وَرِزْقِهِ -احمد: ۲۲۰۶۵

ترجمہ: حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالی مخلوق میں ہر بندے کے متعلق پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا اس کی موت سے اس کے عمل سے ہر ہر حرکت اور سکون سے اور اس کے رزق سے۔

اللہ تعالی فراغت سے پاک ہے: اللہ تعالی مخلوق میں ہر بندے کے متعلق فارغ ہو چکا:

حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالی مخلوق میں ہر بندے کے متعلق پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا حالانکہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزت فراغت اور مشغولیت سے پاک ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں فراغت سے مراد اٹل فیصلہ ہے یعنی اللہ تعالی مخلوق کے بارے مذکورہ چیزوں کا اٹل فیصلہ فرما چکا۔

جب اللہ نے سب کچھ لکھ دیا تو پانچ چیزوں کا ذکر کیوں کیا؟

اللہ تعالی پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا: مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی مخلوق کے بارے پانچ چیزوں کا فیصلہ فرما چکا حالانکہ اللہ تعالی نے مخلوق کے بارے میں ہر بات کا فیصلہ فرمالیا یعنی جو کچھ اس کے بارے میں ہوگا اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا پھران پانچ چیزوں کا ذکر کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا کہ ہر انسان کو ان پانچ چیزوں کی اکثر ضرورت پڑتی ہے اور وہ ان کے متعلق زیادہ فکر مند رہتا ہے لہذا اے لوگو تم ان پانچ چیزوں میں اتنی فکر کیوں کرتے ہو اور ان کے لئے اپنی زندگی کو کیوں برباد کرتے ہو اور ان کی وجہ سے اپنے دین و ایمان کو خطرے میں کیوں ڈال دیتے ہو جب اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا اور جو تمہاری قسمت میں لکھ دیا وہ مل کر رہے گا تو پھر اتنی فکر کیوں؟

{حدیث:۱۰۷}

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدَرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهِ لم يُسْأَل عَنْهُ۔ ابن ماجه: ۸۴

حضرت عائشہ سے رایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جو مسئلہ تقدیر میں بحث کرے اس سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی اور جو اس میں بحث نہیں کرے گا اس سے نہیں پوچھا جائے گا۔

تقدیر میں بحث منع ہے:

جو تقدیر میں بحث کرے اس سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو شدت غضب سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا کہ گویا انار کے دانے آپ کے چہرہ انور پر نچوڑ دئے گئے ہوں آپ نے فرمایا کیا تم کو اسی کا حکم دیا گیا ہے کیا میں تمہاری طرف اسی چیز کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تم سے پہلی قومیں اسی تقدیر کے مسئلہ میں بحث و تکرار کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور مکرر قسم دیتا ہوں آئیندہ اس مسئلے میں کبھی بحث نہ کرنا۔ مشکوۃ المصابیح باب القدر

یاد رہے تقدیر کے مسئلہ میں عقل و قیاس کی گنجائش نہیں ہے اور صرف کتاب و سنت کی تصریحات پر توقف کرنا لازم ہے اور جو شخص اس سے عدول کرے گا وہ گمراہ ہوگا اور دریائے حیرت میں غرق ہوگا اس کے نفس کو شفا حاصل نہیں ہوگی اور نہ اس کا قلب مطمئن ہوگا کیونکہ تقدیر اللہ تعالی کے رازوں میں سے ایک راز ہے اللہ تعالی نے یہ علم کسی عالم کو نہیں دیا کسی نبی اور نہ کسی فرشتہ کو، جنت میں جانے کے بعد مسئلہ تقدیر منکشف ہو جائے گا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے عمل ترک کرنا ممنوع ہے بلکہ احکام شریعہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے جس شخص کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لئے آسان ہو جائے گا نیکو کاروں کے لئے نیکی اور بدکاروں کے لئے بدی۔

{حدیث:۱۰۸}

وَعَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ: أَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهُ: قَدْ وَقَعَ فِي (ص: 41) نَفْسِي شَيْءٌ من الْقَدر فَحَدِّثْنِي بِشَيْءٍ لَعَلَّ الله أَن يذهبه من قلبِي قَالَ لَو أَن الله عَذَّبَ أَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَلَوْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مثل ذَلِك قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ .

ابو دائود. ابن ماجه. احمد: ۴۶۹۹۔ ۷۷۔ ۲۱۹۹۲

حضرت دیلمی سے روایت ہے کہ میں ابی بن کعب کے پاس موجود تھا اور عرض کیا کہ میرے دل میں کچھ شکوک و شبہات ہیں مجھے کوئی حدیث سنائیے شائد اللہ میرے دل سے وہ دور فرما دے انہوں نے فرمایا اگر اللہ تعالی اپنے آسمانی اور زمینی بندوں کو عذاب دے تو وہ ان پر ظالم نہیں اور اگر ان پر رحم فرما دے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دو تو اللہ تعالی اس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور یہ نہ جان لو کہ جو تمہیں پہنچا وہ تم سے بچ نہ سکتا تھا اور جو تم سے بچ گیا وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتا تھا اور اگر تم اس کے سوا کوئی اور عقیدے پر مر گئے تو جہنم میں جاؤ گے پھر فرماتے ہیں میں عبداللہ ابن مسعود کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا پھر میں حضرت زید بن ثابت کے پاس گیا تو انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ کی یہی حدیث بیان کی۔

اللہ تعالی ظالم نہیں وہ ماں سے زیادہ مہربان ہے:

اگر اللہ تعالی بندوں کو عذاب دے تو وہ ان پر ظالم نہیں:

اعتراض: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو تو دوزخ میں ڈالے گا تو پھر یہ کیسے درست ہوگا کہ ماں تو اپنے بچوں کو آگ میں نہیں ڈالتی اور اللہ تعالی جو ماں سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ اپنے بندوں کو آگ میں ڈال دے گا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا بلکہ جن کو دوزخ میں ڈالے گا ان میں سے کوئی اپنے آپ کو سورج کا بندہ کہتا ہے کوئی اپنے آپ کو آگ کا بندہ کہتا ہے کوئی پتھر کے بتوں کا بندہ کہتا ہے سو جو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہتا ہے اللہ اس کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔

اعتراض: اس پر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ بعض مومنین کو بھی تو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مومنین کو دوزخ میں عذاب کے لئے نہیں ڈالا جائے گا بلکہ گناہوں سے پاک کرنے کے لئے ڈالا جائے گا جیسے بچے کے بدن پر میل کچیل ہو تو ماں بچے کو صابن سے رگڑ رگڑ کر نہلاتی ہے اور بچہ روتا اور چلاتا ہے لیکن ماں بچے کی خیر کی خاطر اسے رگڑ رگڑ کر نہلاتی ہے۔

اعتراض: اللہ تعالی جب اپنے بندوں سے ماں سے زیادہ رحم کرتا ہے تو ان کو مصائب و آلام میں کیوں مبتلا کرتا ہے آفات اور بیماریوں میں کیوں مبتلا کرتا ہے؟

جواب: آفات، بیماریاں اور قدرتی آفات بھی بندوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں اور ان مصائب و آلام کی وجہ سے بندہ گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے اور جتنی زیادہ آفات و مصائب آئیں گے وہ اتنا زیادہ گناہوں سے پاک وصاف ہوجائے گا اور اسی طرح صحابہ و اہل بیت اور صالحین پر جو مصائب آتے ہیں وہ ان کے درجات بلند کرنے کے لئے ہوتے ہیں حتی کہ حشر میں جب لوگ ان کے بلند درجات کو دیکھیں گے تو سب خواہش کریں گے کہ کاش ان پر بھی دنیا میں یہ مصائب و آلام نازل ہوتے تا کہ آج ان کے درجات بھی بلند ہوتے۔

ہر مصیبت اور راحت رب تعالی کے ارادہ سے ہے: یاد رہے کہ ہر مصیبت اور راحت رب تعالی کے ارادہ سے ہے اسباب کچھ بھی ہوں لہذا یہ نہ کہو کہ اگر اسے بخار نہ آتا تو نہ مرتا یا اگر میں فلاں کام کر لیتا تو بیمار نہ ہوتا موت بھی رب کی طرف سے ہے اور بخار بھی بیماری بھی رب کی طرف سے ہے اور اس کی شفا بھی۔ یاد رہے کہ اگر کوئی شخص کاش یا اگر کا لفظ ماضی کے لئے استعمال کرے تو تب ناجائز ہے یعنی ماضی میں کوئی نقصان ہوا اور اب کہتا ہے کہ کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا تو یہ نقصان نہ ہوتا یہ ناجائز ہے، لیکن اگر کوئی شخص اگر کا لفظ مستقبل سے متعلق کہے تو اس میں حرج نہیں جیسے حضور ﷺ نے فرمایا اگر مجھے امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں مسواک کو واجب کر دیتا اس میں اگر کا لفظ مستقبل کے لئے ہے یعنی مستقبل میں ان کی دشواری کا خوف نہ ہوتا تو مسواک کو لازم کر دیتا اس میں حرج نہیں

اللہ تعالی کے ظالم نہ ہونے کی آیت اور حدیث میں تعارض: حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالی اپنے آسمانی اور زمینی بندوں کو عذاب دے تو وہ ان پر ظالم نہیں اور اگر ان پر رحم فرمادے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالی کے ظلم کی نفی ہے جبکہ آیت کریمہ میں ہے۔

افرایت من اتخذ الٰھه ھواہ و اضله اللہ علی علم،، کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنے معبود بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کر دیا،، کسی کو علم کے باوجود گمراہ کر دینا یہ بظاہر حدیث مذکورہ کے خلاف ہے اور آیت و حدیث میں تعارض واضح ہے۔

اللہ تعالی کے ظالم نہ ہونے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق: یاد رہے کہ آیت کریمہ کا مطلب ہے جس شخص نے اللہ تعالی کے احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کی اور اپنی خواہشات کے آگے جھک گیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالی ان کاموں سے راضی نہیں اور اللہ تعالی نے ان کاموں سے منع بھی کیا ہوا ہے اس کے باوجود اس نے اپنے علم کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا اور علم رکھنے کے باوجود گمراہی کو خود اپنی مرضی سے اختیار کر لیا تو اللہ نے بھی اس کے اندر گمراہی کو پیدا کر دیا آیت کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے اسے گمراہ کر دیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اس کے اندر گمراہی کو پیدا فرما دیا اور اس نے اپنے علم کے باوجود گمراہی کو خود اختیار کر لیا۔

{حدیث:۱۰۹}

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ فُلَانًا يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ فَقَالَ لَهُ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْ فِي أُمَّتِي الشَّكُّ مِنْهُ خَسْفٌ أَوْ مَسْخٌ أَوْ قَذْفٌ فِي أَهْلِ الْقَدَرِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ۔ ترمذی، ابن ماجہ، احمد: ۶۱۵۲، ۴۰۶۱، ۶۲۰۸

حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عبد اللہ ابن عمر کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے آپ نے فرمایا میں نے سنا ہے وہ بدعتی ہو گیا ہے لہذا تو اسے میرا سلام نہ کہنا میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا فرمایا میری امت میں یا اسی امت میں قدریوں میں دھنسنا، صورت بدلنا، پتھر برسنا، ہوگا۔

بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام: وہ نیا کام جو زمانہ نبوی کے بعد ایجاد ہوا یہ عام ہے کہ اس نئے کام کا تعلق اعتقاد سے ہو یا اعمال سے دینی ہو یا دنیاوی بدعت کہلاتا ہے۔

بدعت کی اقسام: بدعت کی دو قسمیں ہیں ا۔ بدعت اعتقادی ۲۔ بدعت عملی۔

ا۔ بدعت اعتقادی: وہ عقائد باطلہ جو حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد ایجاد ہوئے جیسے عقیدہ رکھنا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد دوسرا نبی آسکتا ہے حضور کا خیال بیل گدھے کے خیال سے برا ہے نبی کا علم شیطان کے علم سے کم ہے وغیرہ وغیرہ

۲۔ بدعت عملی: بدعت عملی کی دو قسمیں ا۔ بدعت حسنہ ۲۔ بدعت سیئہ۔

ا۔ بدعت حسنہ: وہ نیا کام ج حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد ایجاد ہوا اور وہ خلاف سنت نہ ہو اور نہ ہی کسی سنت کو مٹانے والا ہو بدعت حسنہ کہلاتا ہے مثلا میلاد النبی منانا وغیرہ

بدعت حسنہ کی اقسام: بدعت حسنہ کی تین قسمیں ہیں: ا۔ بدعت مباحہ ۲۔ بدعت مستحبہ ۳۔ بدعت واجبہ۔

ا۔ بدعت مباحہ: وہ بدعت جو خلاف شرع نہ ہو اور بغیر ثواب کی نیت کے کیا جائے جیسے یوم آزادی پاکستان منانا شادی پر چراغان کرنا وغیرہ۔

۲۔ بدعت مستحبہ: وہ بدعت جو خلاف شرع نہ ہو اور ثواب کی نیت کے ساتھ کیا جائے۔ مثلا میلاد النبی منانا خطبہ جمعہ میں صحابہ کا خطبہ میں ذکر کرنا مساجد کو مزین کرنا مساجد کے محراب بنانا وغیرہ

۳۔ بدعت واجبہ: وہ بدعت جو خلاف شرع نہ ہو اور اس کو ترک کرنے سے مسلمان حرج میں مبتلا ہو جائیں جیسے قرآن پاک پر اعراب لگانا دینی مدارس کا قیام علم صرف نحو وغیرہ

صحابہ و تابعین سے بدعت کی چند مثالیں: تراویح کی ۸ جماعت قائم کرنا فاروق اعظم کی بدعت ہے مساجد کو مزین کرنا حضرت عثمان کی بدعت ہے مساجد کے محراب بنانا عمر بن عبد العزیز کی بدعت ہے قرآن پر اعراب لگانا حجاج بن یوسف کی

بدعت ہے اس کے علاوہ بھی بدعت حسنہ کی کافی مثالیں موجود ہیں۔

بدعت سیئہ: وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو اور کسی سنت کو مٹانے والا ہو جیسے بزرگان دین کے عرس کے موقعہ پر ڈھول بجانا مزراوں پر عورتوں مردوں کا اختلاط میلا دیا شادی بیاہ کے موقعہ پر موسیقی بجانا وغیرہ وغیرہ۔

بدعت سیئہ کی اقسام: اس کی تین قسمیں ہیں بدعت مکروہ تنزیہی ۲ بدعت مکروہ تحریمی ۳۔ بدعت حرام

بدعت مکروہ تنزیہی: وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو اور سنت غیر موکدہ کو ترک کرنے کا سبب بنے جیسے ننگے سر کھانا کھانا

۲ بدعت مکروہ تحریمی: وہ نیا کام جو سنت موکدہ یا واجبہ کو ترک کرنے کا سبب بنے جیسے داڑھی منڈانا وغیرہ۔

۳۔ بدعت حرام: وہ نیا کام جو واجب یا فرض کو ترک کرنے کا سبب بنے بزرگان دین کے عرس کے موقعہ پر ڈھول بجانا مزراوں پر عورتوں مردوں کا اختلاط میلا دیا شادی بیاہ کے موقعہ پر موسیقی بجانا وغیرہ۔

چند وہ بدعتیں جس میں ہر مسلک مبتلا ہے: یاد رہے کہ ہر طرف بدعت کا شور تو ہے لیکن چند بدعتیں ایسی ہیں جس میں بدعت والے خود مبتلا ہیں۔ مثلا خانہ کعبہ پر غلاف، سپیکر میں اذان، قرآن پاک کے تیس پارے بنانا، اعراب والا قرآن پڑھنا، حدیث کی کتابیں اور ان کے نام، شریعت کے چاروں سلسلے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، زبان سے نماز کی نیت، جہاز پر سفر حج، مسجد کے محراب یہ سب بدعت ہیں لیکن بدعت حسنہ ہیں۔

گمراہ اور گناہ گار میں فرق: یاد رہے کہ گمراہ اور گناہ گار میں فرق ہے برا عقیدہ رکھنے والے کو گمراہ کہتے ہیں جیسے حضور نبی کریم ﷺ کے خیال کو گدھے کے خیال سے بدتر عقیدہ رکھنا یا حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتانا۔ عقیدہ تو ٹھیک ہے لیکن فرائض وواجبات پر عمل نہیں کرتا ہے تو ایسا آدمی گناہ گار کہلاتا ہے جیسے نماز نہ پڑھنے والا روزے قضا کر دینے والا گناہ گار ہے گمراہ نہیں۔

حدیث پاک سے بدعت کا ثبوت:

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئی و من سن فی السلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا و وزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزاھم شئی۔ صحیح مسلم

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں بدعت حسنہ یعنی کسی اچھے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور جو شخص اسلام میں بدعت سیئہ یعنی کسی برے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی گناہ ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

{حدیث:۱۱۰}

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ سَأَلَتْ خَدِیجَۃُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ وَلَدَیْنِ مَاتَا لَہَا فِی الْجَاہِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "ہُمَا فِی النَّارِ" قَالَ فَلَمَّا رَأَی الْکَرَاہِیَۃَ فِی وَجْہِہَا قَالَ لَوْ رَأَیْتِ مَکَانَہُمَا لَأَبْغَضْتِہِمَا قَالَتْ یَا رَسُولَ اللہِ فَوَلَدِی مِنْکَ قَالَ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنِینَ وَأَوْلَادَہُمْ فِی الْجَنَّۃِ وَإِنَّ الْمُشْرِکِینَ وَأَوْلَادَہُمْ فِی النَّارِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَالَّذِینَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْہُمْ ذُرِّیَّتُہُمْ بِإِیمَانٍ أَلْحَقْنَا بِہِمْ ذریتھم -احمد:۱۱۳۱

حضرت علی سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ نے نبی کریم ﷺ سے اپنے ان بچوں کے بارے میں سوال کیا جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں جب نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ کے چہرے پر غم کے آثار دیکھے تو فرمایا کہ اگر تم ان کا ٹھکانہ دیکھتیں تو تم ان سے نفرت کرتیں انہوں نے پھر عرض کی اچھا جو میرے بچے آپ سے پیدا ہو کر فوت ہوئے وہ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان اور ان کے بچے جنت میں ہیں اور کفار اور ان کی اولاد جہنم میں۔

وہ دونوں جہنم میں ہیں:

کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک انصاری کے بچے کی جنازہ کی دعوت دی گئی تو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اسے خوش خبری ہو کہ وہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے جس نے نہ تو کوئی گناہ کیا نہ گناہ کا وقت پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ اس کے سوا بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالی نے کچھ جنت والے پیدا کیا ہیں جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جنت کے لئے بنایا کچھ آگ والے پیدا کئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جہنم کے لئے بنایا۔ مشکوۃ المصابیح باب القدر

اور مذکورہ حدیث میں فرمایا

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ الوالدۃ والمولودۃ فی النار رواہ ابو داود

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا زندہ دفن کرنے والی ماں اور زندہ دفن ہونے والی بچی دونوں جہنم میں ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ کافروں کے بچے داخل جہنم ہوں گے۔

اور اس کے برعکس آیت کریمہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے دوسری آیت میں ہے وما کنا معذبین بلا جرم کسی کو عذاب نہیں ہوگا۔

اور حدیث میں آپ ﷺ نے توقف فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کفار کے بچوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ جانے وہ کیا اعمال کرتے یعنی کفریہ اعمال کرتے یا اسلامی تاکہ ان کے جنتی ہونے یا جہنمی ہونے کا حکم مرتب کیا جا سکے۔

آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے بچے جہنم کے حقدار نہیں لہذا تعارض واضح ہے۔

کفار کے بچوں کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق: علمائے کرام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ حدیث جس میں کفار کے بچوں کو جہنمی قرار دیا گیا آیت کریمہ لا یکلف الله نفسا الا وسعها دوسری آیت میں ہے وما کنا معذبین بلا جرم کسی کو عذاب نہیں ہوگا اور دیگر احادیث سے منسوخ ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک کفار کے نابالغ بچے جنتی ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ جنت میں جنتیوں کے خادم ہوں گے۔ الغرض اثبات عذاب کی روایات منسوخ ہیں اور عذاب کی نفی والی آیت اور حدیث ناسخ ہیں اب کوئی تعارض نہ رہا۔

{حدیث:111}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدم مسح ظهره فسقط من ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبِيصًا مِنْ نُورٍ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى آدَمَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ هٰؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ فَرَأَى رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَعْجَبَهُ وَبِيصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقَالَ أَي رب من هٰذَا فَقَالَ هٰذَا رجل من آخر الْأُمَمِ من ذريتك يُقَالُ لَهُ دَاوُدُ فَقَالَ رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمُرَهُ قَالَ سِتِّينَ سنة قَالَ أَي رب زده من عمري أَرْبَعِينَ سنة فَلَمَّا قضى عمر آدم جَاءَهُ ملك الْمَوْت فَقَالَ أَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمُرِي أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أولم تعطها ابنك دَاوُد قَالَ فَجحد آدم فَجحدت ذُرِّيَّته وَنسي آدم فنسيت ذُرِّيَّته وخطىء آدم فخطئت ذُرِّيَّته۔ ترمذی:۳۰۷۶

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے جب آدم کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کی ارواح نکالیں جن کو اللہ نے پیدا فرمانا ہے اور ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک دی پھر انہیں آدم پر پیش فرمایا وہ بولے اے رب عز وجل یہ کون ہیں فرمایا تمہاری اولاد ان میں سے ایک شخص کو دیکھا ان کی آنکھوں کے بیچ کی چمک انہیں بہت پسند آئی عرض کی الٰہی یہ کون ہیں فرمایا یہ داود ہیں عرض کی الٰہی ان کو عمر کتنی عطا فرمائی ارشاد ہوا ساٹھ سال عرض کی الٰہی میری عمر میں سے چالیس سال انہیں مزید عطا فرمادے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب حضرت آدم کی عمر، ان چالیس سال کے علاوہ پوری ہوگئی تو ان کے پاس موت کا فرشتہ حاضر ہوا حضرت آدم نے فرمایا ابھی تو میری عمر کے چالیس سال مزید پڑے ہوئے ہیں اللہ رب العزت نے فرمایا کیا وہ اپنے بیٹے حضرت داود کو نہیں دے چکے تو حضرت آدم نے انکار کردیا اس لئے ان کی اولاد انکار کرنے لگی حضرت آدم بھول کر درخت سے کھا گئے اس لئے ان کی اولاد بھی بھولنے لگی حضرت آدم نے خطا کی تو ان کی اولاد بھی خطائیں کرنے لگی۔

الٰہی میری عمر میں سے چالیس سال انہیں مزید عطا فرمادے:

موت کے وقت کی آیت اور حدیث میں تعارض: حدیث مذکورہ میں حضرت آدم نے حضرت داود کے متعلق عرض کی الٰہی یہ کون ہیں فرمایا یہ داود ہیں عرض کی الٰہی ان کو عمر کتنی عطا فرمائی ارشاد ہوا ساٹھ سال عرض کی الٰہی میری عمر میں سے چالیس سال انہیں مزید عطا فرمادے اور پھر آدم کی عمر چالیس سال کم کر کے حضرت داود کی عمر چالیس سال بڑھادی گئی۔ جبکہ اس کے برخلاف آیت کریمہ میں ارشاد خداوندی ہے۔

فاذا جاء اجلهم فلا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون۔ جب ان کی موت کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہونہ آگے۔

حدیث میں مقررہ عمر میں کمی بیشی ثابت ہورہی ہے ایک کی عمر چالیس سال بڑھادی گئی اور دوسرے کی چالیس سال گھٹادی گئی جبکہ آیت میں ارشاد ہوا کہ عمر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی آیت اور حدیث میں موت کے وقت کے بارے تعارض پایا جارہا ہے۔

موت کے وقت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق: حکیم الامت اس تعارض کی تطبیق اس طرح فرماتے ہیں کہ آیت میں تقدیر مبرم یعنی علم الٰہی کا ذکر ہے اور حدیث میں تقدیر معلق کی تحریر کا ذکر ہے۔ یا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اختیار سے اپنی عمر کم و بیش نہیں کرسکتا اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کی دعا سے رب تعالیٰ عمریں گھٹا بڑھا دیتا ہے آخر حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ فرماتے تھے انہیں آپ کی دعا سے نئی عمریں مل جاتی تھیں سچ ہے دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔ مراۃ المناجیح ج ۱ ص ۱۲۱

کیا حضرت داود کی چمک حضور ﷺ کی چمک سے افضل ہے؟

ان کی آنکھوں کے بیچ کی چمک انہیں بہت پسند آئی: حدیث مذکورہ میں حضرت آدم کو حضرت دواود کی چمک زیادہ پسند آئی اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داود کی چمک ہمارے نبی کریم ﷺ کی چمک سے افضل یا زیادہ ہے؟ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں حضرت آدم کو حضرت داود کی چمک پسند آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی چمک ہمارے حضور ﷺ کی چمک سے زیادہ یا افضل ہو کیونکہ حسن اور چیز ہے پسند آجانا کچھ اور لیلیٰ سے بڑھ کر حسین عورتیں موجود تھیں مگر عاشق کی آنکھوں میں وہی مرغوب تھی۔ اشعۃ اللمعات باب القدر

کیا دعا سے عمر کم یا زیادہ ہوسکتی ہے؟ اس حدیث پاک میں آدم کی دعا سے عمر میں کمی زیادتی ہوگئی جس سے معلوم ہوا کہ نبی کی دعا سے عمر گھٹ بڑھ سکتی ہے حضرت آدم کی عمر ایک ہزار سال تھی آپ کی دعا سے یہ عمر چالیس سال کم ہوکر نو سو ساٹھ سال ہوگئی اور حضرت داود کی عمر ساٹھ سال سے بڑھ کر پورے سو سال ہوگئی حدیث سے ثابت ہے کہ شیطان کی دعا سے اس کی عمر بڑھادی گئی جیسا کہ حکیم الامت نے فرمایا شیطان نے عرض کی انظرنی الی یوم یبعثون مجھے فرصت دے اس دن تک کہ جب لوگ اٹھائیں جائیں رب نے اس کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا فانک من المنظرین۔ اس میں فانک کی ف سے معلوم ہوا کہ یہ زیادتی عمر اس کی دعا سے ہوئی۔

حضرت آدم پر اعتراضات کے جوابات

اعتراض: یہاں اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ حضرت آدم نے چالیس سال عمر دینے کا انکار کیوں کیا؟ حالانکہ شرعی حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خبر کا انکار کرنا کفر ہے پھر حضرت آدم نے ایسا کیوں کیا؟

جواب: فقہاء فرماتے ہیں کہ حضرت آدم اپنا عطیہ بھول گئے لہذا اسی بنیاد پر انہوں نے کہا کہ مجھے اس قسم کا عطیہ دینا یاد

نہیں مطلب یہ کہ حضرت آدم نے یاد کا انکار کیا نہ کہ اللہ تعالی کی خبر کا یاد رہے کہ کوئی چیز عطیہ کر کے بعد میں بھول جانا اور اس کا انکار کرنا گناہ نہیں لہذا اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

اعتراض: آیت میں ہے کہ،، آدم نے اپنے رب کی معصیت کی تو وہ سکونت جنت کی راہ سے بے راہ ہوگئے،،۔ طہ ۱۲۱ اس آیت میں آدم کی معصیت کا ثبوت ہے آپ کیسے کہتے ہیں کہ انبیاء معصوم ہیں۔

جواب: حضرت آدم نے بھول کر شجرہ ممنوعہ سے کھایا تھا اور گناہ تب ہوتا ہے جب قصد اور ارادہ سے عمداً معصیت کی جائے جیسے کوئی شخص حالت روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو وہ گناہگار نہیں ہوتا اور نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور اس پر دلیل یہ آیت کریمہ ہے،،

''اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں کوئی قصد وارادہ نہیں پایا،،

اعتراض: اگر آدم نے گناہ نہیں کیا تھا تو وہ توبہ واستغفار کیوں کرتے رہے؟

جواب: حضرت آدم کا توبہ واستغفار کرنا ان کی عاجزی وانکساری ہے اور ان کو جنت سے زمین کی طرف لے آنا سزا نہیں بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل تھی کیونکہ ان کو زمین پر خلافت الٰہی کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ اگر آدم نے درخت سے کھایا نہ ہوتا تو ہم نے مصطفی کو پایا نہ ہوتا۔

اعتراضات کا اجمالی جواب: الغرض ان تمام اعتراضات کا اجمالی جواب یہ ہے کہ یہ تمام امور حضرت آدم سے بطور اجتہاد صادر ہوئے یا انہوں نے بھول کر ایسے کام کئے یا بطور عجز وانکسار کہا اور انہوں نے اللہ تعالی کی نافرمانی کا قصد نہیں کیا اور یہ امور حقیقت میں گناہ یا نافرمانی نہیں تھے۔

{حدیث:۱۱۲}

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ حِينَ خَلَقَهُ فَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُمْنٰى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً بَيْضَاءَ كَأَنَّهُمُ الذَّرُّ وَضَرَبَ كَتِفَهُ الْيُسْرٰى فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّةً سَوْدَاءَ كَأَنَّهُمُ الْحُمَمُ فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَمِينِهِ إِلَى الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي وَقَالَ لِلَّذِي فِي كَفِّهِ الْيُسْرٰى إِلَى النَّارِ وَلَا أُبَالِي. (ص:43)

ترجمہ: حضرت ابودردا نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب اللہ تعالی نے آدم کو پیدا فرمایا تو ان کے داہنے کندھے پر دست قدرت لگایا جس سے سفید رنگ کی اولاد چیونٹیوں کی طرح نکالی اور ان کے بائیں کندھے پر مارا تو کالی اولاد کوئلے کی طرح نکالی پھر داہنے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ جنت کی طرف ہیں مجھے پرواہ نہیں بائیں کندھے والوں کے بارے میں فرمایا یہ جہنم کی طرف ہیں مجھے پرواہ نہیں۔

احمد: ۲۸۰۳۶

جس سے سفید رنگ کی اولاد چیونٹیوں کی طرح نکالی:

آدم کی پشت سے پیدا ہونے والی اولاد کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالی نے آدم کو پیدا فرمایا تو ان کے داہنے کندھے پر دست قدرت لگایا جس سے سفید رنگ کی اولاد چیونٹیوں کی طرح نکالی اور ان کے بائیں کندھے پر مارا تو کالی اولاد کوئلے کی طرح نکالی۔

جبکہ سابقہ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے جب آدم کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا

تو ان کی پشت سے قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کی اروح نکالیں جن کو اللہ نے پیدا فرمانا ہے اور ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک دی۔ دونوں احادیث میں اولاد آدم کی رنگت میں تعارض ہے ایک میں فرمایا سب کی آنکھوں کے درمیان میں چمک تھی دوسری حدیث میں فرمایا دائیں طرف والے سفید یعنی جنتی اور بائیں طرف والے کالے یعنی جہنمی تھے۔

آدم کی پشت سے پیدا ہونے والی اولاد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان میں تطبیق اس طرح ممکن ہوگی کہ یہ دونوں واقعات مختلف اوقات کے ہیں ایک بار جب ساری ذریت کو آدم کی پشت سے نکالا تو اس وقت سب کی پیشانی میں فطری چمک تھی اور جب دوسری بار آدم کی پشت سے اولاد نکالی تو اس وقت جہنمی کالے اور جنتی سفید رنگ کے تھے لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث:۱۱۳}

وَعَنْ أَبِي نَضْرَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ وَهُوَ يَبْكِي فَقَالُوا لَهُ مَا يُبْكِيكَ أَلَمْ يَقُلْ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ شَارِبِكَ ثُمَّ أَقِرَّهُ حَتّٰى تَلْقَانِي قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَبَضَ بِيَمِينِهِ قَبْضَةً وَأُخْرٰى بِالْيَدِ الْأُخْرٰى وَقَالَ هٰذِهِ لِهٰذِهِ وَهٰذِهِ لِهٰذِهِ وَلَا أُبَالِي فَلَا أَدْرِي فِي أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا.

حضرت ابونضرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص جن کا نام ابوعبداللہ تھا وہ بیمار تھے ان کی تیمارداری کے لئے ان کے دوست ان کے پاس گئے وہ رو رہے تھے تو دوست بولے کیوں رو رہے ہو کیا تم سے نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا اپنی مونچھیں کٹواؤ پھر اس کے پابند رہو یہاں تک کہ مجھے ملو وہ بولے ہاں لیکن میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالی نے اپنے دائیں ہاتھ میں ایک مٹھی لی اور دوسرے ہاتھ میں دوسری مٹھی اور فرمایا کہ یہ اس کے لئے ہے اور یہ اس کے لئے اور مجھے پرواہ نہیں فرماتے ہیں مجھے خبر نہیں کہ میں کون سی مٹھی میں تھا۔

احمد: ۲۰۹۴۴

ایک شخص جن کا نام ابوعبداللہ تھا وہ بیمار تھے: حدیث میں صحابہ کرام ایک صحابی کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے یاد رہے کہ بیماری گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی دوسری بیماریوں سے بچاؤ کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کر دیتی ہیں ایک زکام پچپن بیماریوں کو دور رکھتا ہے خارش والے کو کبھی کوڑھ نہیں ہوتی۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک رات کا بخار تمام خطائیں معاف کرادیتا ہے حضرت ابودرداء فرماتے ہیں ایک رات کا بخار ایک سال کا کفارہ ہے ابوامامہ فرماتے ہیں کہ بخار جہنم کی بھٹی ہے اللہ تعالی اس کی وجہ سے مومن کو جہنم سے بچاتا ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ بڑا ثواب بڑی بلا کے ساتھ ملتا ہے اللہ تعالی جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں مبتلا کر دیتا ہے جو راضی ہوتا ہے اس کے لئے رضا ہے جو ناراض ہوتا ہے اس کے لئے ناراضی ہے۔

مطلب یہ کہ کسی مومن صالح کو بلاؤں میں گرفتار دیکھ کر یہ نہ سمجھ لو کہ یہ برا آدمی ہے نیکیوں پر بڑی مصیبتیں بڑے

درجات ملنے کا ذریعہ ہیں۔ لیکن یہ صرف مومن کے لئے ہے کافر کے لئے نہیں کیونکہ مردے کو بہترین دوائیں دینا بے کار ہے جڑ کٹے درخت کی شاخوں کو پانی دینا بے سود اگر کافر عمر بھر بھی مصیبت میں رہے جب بھی دوزخی ہے اور اگر مومن ساری عمر بھر بھی آرام میں رہے جب بھی جنتی ہے ہاں تکلیف والے مومن کے درجے زیادہ ہوں گے بشرطیکہ صابر وشاکر رہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ مذموم یہ ہے کہ اپنی بیماری کی شکایت مخلوق سے کی جائے لیکن خالق سے اپنے درد اور تکلیف کی شکایت کرنا مثلاً یہ کہنا کہ اے میرے رب مجھے تکلیف ہے اور تو ارحم الراحمین ہے یہ مذموم نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام اور فقہا سے یہ ثابت ہے روایت میں ہے کہ حسن بصری اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے اس وقت ان کی داڑھ میں شدید تکلیف تھی اور وہ کہہ رہے تھے اے میرے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے دکھ درد کا اظہار کرے تا کہ وہ اس کے لئے شفا کریں اور عافیت کی دعا کریں یا اس کا آہ وبکا کرنا کراہنا اس لئے ہو کہ اس کو درد سے راحت ملے یہ شکایت نہیں۔ عمدۃ القاری

بیماری میں صحت والے اعمال بھی لکھ دیئے جاتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا جب بندہ بیمار یا مسافر ہوتا ہے تو اس کے وہ نیک عمل بھی لکھے جاتے ہیں جو وہ تندرستی اور گھر میں کرتا تھا

سبحان اللہ کیسا مبارک فرمان ہے کہ بیمار کو تندرستی کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے مگر تندرستی کے گناہوں کا عذاب نہیں ہوتا یعنی اگر چور بدمعاش بیماری کی وجہ سے چوری بدمعاشی نہ کر سکے تو اس کے نامہ اعمال میں چوری وغیرہ نہیں لکھی جائے گی بلکہ ممکن ہے کہ توبہ کی توفیق مل جائے۔ یاد رہے کہ گناہوں پر دنیا میں پکڑ ہو جانا اللہ کی رحمت کی علامت ہے اور باوجود سرکشی وزیادتی گناہ کے ہر طرح کا عیش ملنا غضب الٰہی کی نشانی ہے تا کہ تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دی جائے۔

کیا بیماری رب کی پکڑ ہے؟ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کو موت آئی تو دوسرا آدمی بولا اسے مبارک ہو کہ بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے تمہیں کیا خبر کہ اگر اللہ اسے کسی بیماری میں مبتلا کرتا تو اس کے گناہ مٹا دیتا۔ مشکوۃ المصابیح باب المرض

یعنی اس شخص نے یہ سمجھا کہ بیماریاں رب کی پکڑ ہیں اور تندرست رہنا اس کی رحمت یہ صاحب اچانک فوت ہو گئے تھے اس لئے بطور مبارکباد یہ عرض کیا اس خیال پر آپ ﷺ نے ناراضی کا اظہار کیا یعنی مومن کی بیماری خصوصاً بیماری کی موت بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس کی برکت سے اللہ گناہ معاف کرتا ہے بیماری میں توبہ کی توفیق مل جاتی ہے لہذا بیمار ہو کر مرنا بہتر ہے اور رب کی بھیجی ہوئی بیماریوں کو برا کہنا سخت جرم ہے۔

مریض کی عیادت پر اجر وثواب کے احکام:

تیمارداری کے لئے ان کے دوست ان کے پاس گئے: حدیث پاک میں ہے: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو واپس لوٹنے تک برابر جنت میں رہتا ہے۔ مریض کی عیادت سے اس کا حال معلوم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ الفت کا اظہار ہوتا ہے بسا اوقات عیادت سے مریض کا دل بہلتا ہے اور اس کی توانائی بحال ہوتی ہے اور ایک نفسیاتی اثر کی بنا پر وہ اپنی تکلیف میں کمی محسوس کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی وہ شخص کہے گا اے میرے رب میں تیری کیسے عیادت کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

عیادت کے بارے میں چند آداب:

۱۔ عیادت کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے جس سے مریض تنگ ہو یا مریض کے گھر والوں کو حرج ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین عیادت جلد اٹھ جانا ہے۔ علماء فرماتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بیمار کو اس کے بیٹھنے سے تکلیف ہو تو جلد اٹھ جانا بہتر ہے ہاں اگر مریض کے پاس زیادہ دیر ٹھہرنے کی ضرورت ہو یا اس کے بیٹھنے سے مریض کو خوشی ہوتی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

۲۔ اس کو تکلیف پر صبر کی تلقین کرے اور تسلی آمیز کلمات کہے اس کے سامنے ایسی باتیں کرے جس سے وہ خوش ہو اور اس کو مرض میں اجر وثواب کی حدیثیں سنائے۔

۳۔ اگر مریض غریب ہو تو اس کے علاج کے لئے حسب حیثیت اس کو کچھ رقم نذر کرے اور اگر مریض امیر ہو تو اس کے لئے کچھ پھل وغیرہ لے جائے جو مریض کے حال کے مناسب ہوں ایسا نہ ہو کہ شوگر کے مریض کے لئے مٹھائی کا ڈبہ اور بلڈ پریشر کے مریض کے لئے نمکین بسکٹ لے جائے۔

۴۔ آج کل جو کوئی شخص مریض کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو ایک نئی غذا اور نئی دوا تجویز کرتا ہے اور ہر شخص اپنے نسخہ کو استعمال کرانے پر اصرار کرتا ہے بلکہ بعض تیماردار تو ڈاکٹر اور حکیم بدلنے کا مشورہ بھی دیتے ہیں اور اس چیز کو آجکل تیمارداری کا جزو لازم سمجھ لیا گیا ہے لہذا مریض کو اپنی آزمودہ دوائیں اور مجرب نسخے نہ بتائے۔

لطیفہ: ایک شخص کسی بیمار کے پاس بہت دیر بیٹھا پھر بولا کہ تمہیں تکلیف کیا ہے بیمار نے کہا تمہارے بیٹھنے کی۔

بشارت کے باوجود خوف خدا کا عالم: یہ صحابی بشارت کے باوجود خوف خدا کی وجہ سے رو رہے تھے اور یہ خوف عتاب کا خوف نہیں تھا بلکہ رب کے جلال کا خوف تھا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے خوف میں بہنے والا ایک آنسو جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خوف خدا سے آنسو بہانا مجھے اپنے وزن کے برابر سونا صدقہ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ جو شخص اللہ کے ڈر سے روئے اور اس کے آنسو کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جائے تو آگ اس کو نہیں چھوئے گی۔

یاد رہے کہ گناہ گاروں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے خوف ہوتا ہے نیکوکاروں کو اس کی ذات کے ہیبت وجلال سے اور یہ خوف محبت واطاعت پیدا کرتا ہے یہ خوف اللہ کی بڑی نعمت ہے اور خوف ایذاء جو نفرت پیدا کرتا ہے وہ خدا سے خوف کرنا کفر ہے جیسے سانپ یا ظالم حاکم سے خوف۔ خوف الٰہی وہ صابن ہے جو دل کے سارے میل دھو ڈالتا ہے یا وہ سورج ہے جس کی کرنیں گندی سے گندی زمین کو خشک کر دیتی ہیں۔ بادل روتا ہے چمن ہنستا ہے بچہ روتا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مورتا ہے ہمیشہ آنکھوں کے پانی سے ایمان کے کھیت کو سینچو تا کہ یہ باغ ہرا بھرا رہے اور آپ کا رونا رحمت الٰہی

میں جوش پیدا کردے۔ رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی شوق سے اور کبھی جوش سے۔

اللہ کے مقربین کا خوف خدا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب قرآن کی کوئی آیت سنتے تو خوف خدا سے بے ہوش ہو جاتے ایک دن ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرمایا کاش میں ایک تنکا ہوتا کوئی قابل ذکر چیز نہ ہوتا کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا خوف خدا سے اتنا روتے تھے کہ آپ کے چہرے پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں بن گئی تھیں۔ فضائل فاروق اعظم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قطعی جنتی ہونیکی بشارت حاصل ہو چکی تھی ان کی حیا کا عالم یہ تھا کہ معصوم فرشتے بھی ان سے حیا کرتے تھے سرکار دو عالم ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آچکی تھیں مگر پھر بھی خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ آپ ارشاد فرماتے اگر مجھے جنت اور جہنم کے درمیان لایا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے کس میں جاؤں گا تو میں وہیں راکھ ہو جانا پسند کروں گا۔

خوف خدا کے آنسوؤں کا کمال: روایت میں ہے کہ بروز قیامت جہنم سے پہاڑ کے برابر آگ نکلے گی اور حضور کی امت کی طرف بڑھے گی اتنے میں جبرئیل امین ایک پانی کا پیالہ لے کر حضور ﷺ کو پیش کریں گے اور عرض کریں گے یا رسول اللہ ﷺ اس پانی کو اس آگ پر ڈال دیجئے آپ ﷺ پانی کو آگ پر ڈالیں گے تو وہ بجھ جائے گی حضور ﷺ حضرت جبرئیل سے پوچھیں گے جبرئیل یہ پانی کیسا تھا اتنے کم پانی میں اتنی قوت کہ آگ کو بجھا دیا؟ تو جبرئیل عرض کریں گے یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے ان امتیوں کے آنسوؤں کا پانی ہے جو اللہ کے خوف میں ان کی آنکھوں سے بہتا تھا مجھے حکم خداوندی تھا کہ ان آنسوؤں کو جمع کر کے رکھوں تا کہ آج کے دن کام آئے۔ احیاء العلوم ص ۱۷۶

{حدیث: ۱۱۴}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :أَخذ الله الْمِيثَاق من ظهر آدم بنعمان يَعْنِي عَرَفَة فَأخْرج من صلبه كل ذُرِّيَّة ذَرَاهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قِبلًا قَالَ: (أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غافلين أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ المبطلون- احمد: ۲۴۵۵

ترجمہ: حضرت ابن عباس نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پشت آدم سے نعمان یعنی عرفات میں عہد لیا اس طرح کہ ان کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور انہیں چیونٹیوں کی طرح ان کے سامنے بکھیر دی پھر ان سے کلام فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب بولے ہاں کیوں نہیں ہم گواہ ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ کہہ دو کہ ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا یا کہیں یہ کہو دو کہ شرک تو ہمارے باپ داداؤں نے کیا تھا ہم تو بعد کی پیداوار ہیں تو کیا تو ہم کو جھوٹوں کے جرموں کی وجہ سے ہلاک کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے کتنے اور کون کون سے معاہدے لئے؟

اللہ تعالیٰ نے پشت آدم سے نعمان یعنی عرفات میں عہد لیا: مختلف احادیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے مختلف لوگوں اور مختلف قسم کے معاہدے لئے۔

پہلا معاہدہ: اللہ تعالیٰ نے پہلا معاہدہ اپنی ربوبیت کا لیا اور یہ معاہدہ تمام انسانوں کے ساتھ تھا جس میں انبیاء اولیاء مومنین

کافر مشرک سب شامل تھے۔

دوسرا معاہدہ: دوسرا معاہدہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر انبیاء سے لیا اور یہ معاہدہ حضور نبی کریم ﷺ کی اطباع کا معاہدہ تھا۔

تیسرا معاہدہ: اور تیسرا معاہدہ تبلیغ دین کا معاہدہ تھا اور یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علماء سے لیا تھا ان تینوں معاہدوں کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے، ان معاہدوں کا مقصد یہ تھا کہ کوئی آدمی بروز حشر کسی قسم کا عذر نہ کر سکے۔

{حدیث: ۱۱۵}

عَن أبي بن كَعْب فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذرياتهم وأشهدهم على أنفسهم (الْآيَة قَالَ جمعهم فجعلهم أرواحا ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَاسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوا ثُمَّ أَخَذَ (ص: 44) عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالَ فَإِنِّي أشهد عَلَيْكُم السَّمَوَات السَّبْعَ وَالْأَرَضِينَ السَّبْعَ وَأُشْهِدُ عَلَيْكُمْ أَبَاكُمْ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهَذَا اعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ غَيْرِي وَلَا رَبَّ غَيْرِي فَلَا تُشْرِكُوا بِي شَيْئًا وَإِنِّي سَأُرْسِلُ إِلَيْكُمْ رُسُلِي يُذَكِّرُونَكُمْ عَهْدِي وَمِيثَاقِي وَأُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِي قَالُوا شَهِدْنَا بِأَنَّكَ رَبُّنَا وَإِلَهُنَا لَا رب لَنَا غَيْرُكَ فَأَقَرُّوا بِذَلِكَ وَرُفِعَ عَلَيْهِمْ آدَمُ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ فَرَأَى الْغَنِيَّ وَالْفَقِيرَ وَحَسَنَ الصُّورَةِ وَدُونَ ذَلِكَ فَقَالَ رَبِّ لَوْلَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ قَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ أُشْكَرَ وَرَأَى الْأَنْبِيَاءَ. فِيهِمْ مِثْلَ السُّرُجِ عَلَيْهِمُ النُّورُ خُصُّوا بِمِيثَاقٍ آخَرَ فِي الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَإِذ أَخذنَا من النَّبِيين ميثاقهم (إِلَى قَوْله (عِيسَى ابْن مَرْيَم (كَانَ فِي تِلْكَ الْأَرْوَاحِ فَأَرْسَلَهُ إِلَى مَرْيَمَ فَحُدِّثَ عَنْ أُبَيٍّ أَنَّهُ دَخَلَ مِنْ فِيهَا۔ احمد: ۲۱۵۵۲

حضرت ابی بن کعب سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا گیا کہ جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی تو آپ نے فرمایا انہیں جمع کیا ان کے جوڑے بنائے پھر ان کو صورت عطا فرمائی اور قوت گویائی دی تو وہ بولے پھر ان سے عہد میثاق لیا اور انہیں خود ان کے متعلق گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں وہ سب بولے ہاں فرمایا میں تم پر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو اور تمہارے والد آدم کو گواہ بناتا ہوں کہیں قیامت میں یہ نہ کہہ دو کہ ہم کو تو خبر ہی نہیں تھی جان لو میرے سوا نہ کوئی عبادت کے لائق ہے اور نہ کوئی رب، کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا عنقریب تم تک اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد میثاق یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا بولے ہم اس کے گواہ ہیں کہ تو ہمارا رب ہمارا معبود ہے تیرے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے نہ کوئی معبود پھر سب نے اس کا اقرار کیا ان پر آدم کو انہیں دیکھنے کے لئے اٹھایا گیا تو آپ نے امیر، فقیر، حسین وغیرہ دیکھے تو عرض کی اے رب تو نے اپنے بندوں میں برابری کیوں نہ کی فرمایا میں نے چاہا کہ میں شکر کیا جاؤں ان میں انبیاء کو چراغوں کی طرح دیکھا جن پر نور تھا ان سے دوسرا خصوصی عہد رسالت اور نبوت کے متعلق لیا گیا حضرت عیسیٰ ابن مریم کے قول تک حضرت عیسیٰ بھی انہی روحوں میں تھے انہیں حضرت مریم کی طرف بھیجا حضرت ابی سے خبر ملی کہ آپ حضرت مریم کے منہ سے داخل ہوئے۔

اس کی شرح سابق میں گزر چکی

{حدیث:۱۱۶}

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَذَاكَرُ مَا يَكُونُ إِذْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهِ فصدقوا وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهِ فَلَا تصدقوا بِهِ وَإِنَّهُ يَصِيرُ إِلَى مَا جُبِلَ عَلَيْهِ - احمد: ۲۸۰۳۰

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھے اور جو کچھ ہونا ہے اس کا تزکرہ کررہے تھے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا ہے تو مان لو اور اگر یہ سنو کہ کوئی آدمی اپنی جبلی یعنی فطرتی عادت سے بدل گیا تو نہ مانو وہ پھر اسی طرف لوٹ جائے گا جس پر وہ پیدا ہوا تھا۔

انسان کی دو حالتیں ہیں ذاتی حالت اور وصفی حالت: انسان کی دو حالتیں ہیں ذاتی حالت اور وصفی حالت۔ انسانی کی وصفی حالت دن رات بدلتی رہتی ہے لیکن انسان کی ذاتی حالت تبدیل نہیں ہوتی اور یہی اس کی فطرتی حالت ہے۔

یاد رہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے فطرت سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے باپ داداؤں کی پشتوں میں بچوں سے جو عہد لیا گیا وہ فطرت ہے بچے اسی فطرت پر پیدا ہوئے ہیں پھر ماں باپ کی وجہ سے وہ فطرت تبدیل ہوجاتی ہے ایک قول یہ ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلامیہ پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ اگر مسلمان ہوں تو وہ دنیا و آخرت میں اسلام پر رہتا ہے اور ماں باپ اگر کافر ہوں تو وہ اس بچے کو اپنے دین پر کردیتے ہیں لیکن اس بچے میں اسلام کی استعداد پھر بھی باقی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بعد میں اسلام قبول کر لیتا ہے۔

انسان کی سیرت مختلف مٹیوں کی وجہ سے مختلف ہے: یعنی جیسے انسانوں کی مختلف صورتیں مختلف مٹیوں کی وجہ سے ہیں ایسے ہی ان کی سیرتیں بھی مختلف مٹیوں کے اثرات سے مختلف ہیں کہ جن میں نرم مٹی کے اجزا زیادہ وغالب ہیں ان کی طبیعت نرم ہے اور سخت مٹی والوں کی طبیعت بھی سخت جو گندی مٹی سے بنے وہ وہ طبیعت کے گندے ہیں پاک مٹی والے طبیعت کے پاک صاف خیال رہے کہ جس طرح جسم کا اصلی رنگ نہیں بدلتا ایسے ہی انسان کی اصلی فطرت نہیں بدلتی اور جیسے پوڈر یا سیاہی کا عارضی رنگ اتر جاتا ہے ایسے ہی طبیعت کی عارضی حالتیں تبدیل ہوجاتی ہیں ابوجہل کا کفر اصلی تھا نہ ڈھل سکا فاروق اعظم کا عارضی تھا ایک نگاہ مصطفی نے دھوکر پھینک دیا حضور ﷺ نے فرمایا کوئی کہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا ہے تو مان لینا لیکن کسی کی فطرتی عادت تبدیل ہوگئی تو نہ ماننا ایک بزرگ نہر کے کنارے کنارے جارہے تھے راستے میں ایک بچھو کو دیکھا جو چلتا ہوا پانی میں گر پڑا بزرگ نے اسے اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور پانی سے باہر نکال دیا بچھو نے بزرگ کو ایک ڈنک ماردیا بچھو پھر چلتا ہوا دوبارہ پانی میں گر پڑا بزرگ نہیں پھر اس کو نکالا تو اس نے پھر ڈنک ماردیا حتی کہ بار بار یہی ہوتا رہا ایک شخص یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا اس نے بزرگ سے پوچھا اللہ کے بندے یہ بار بار آپ کو ڈنک ماررہا ہے اور آپ بار بار اسے پانی سے باہر نکال رہے ہیں اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے تاکہ ڈوب جائے تو اللہ والے نے کہا ڈنک مارنا اس کی

فطرت ہے اور جب یہ اپنی بری فطرت اور عادت سے باز نہیں آرہا تو میں کیوں اپنی اچھی عادت اور فطرت سے باز آجاؤں۔

{حدیث:۱۱۷}

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللهِ لَا يَزَالُ يصيبك كُلِّ عَامٍ وَجَعٌ مِنَ الشَّاةِ الْمَسْمُومَةِ الَّتِي أَكَلْتَ قَالَ: مَا أَصَابَنِي شَيْءٌ مِنْهَا إِلَّا وَهُوَ مَكْتُوبٌ عَلَيَّ وَآدَمُ فِي طِينَتِهِ. ابن ماجہ: ۳۵۴۶

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کو ہر سال اس زہریلی بکری کی تکلیف ہوتی ہے جو آپ نے خیبر میں کھائی تھی آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کے سوا کچھ نہیں پہنچی جو میرے مقدر میں اس وقت لکھ دی گئی جب آدم اپنے خمیر میں تھے۔

تکلیف کے وقت تقدیر کے بارے میں یہ عقیدہ ہونا چاہیے: ایک یہودی عورت نے خیبر میں نبی کریم ﷺ کی دعوت کی اور دھوکے سے بکری کے گوشت میں زہر ملادیا اور اس نے یہ زہرآلود گوشت حضور کو کھلا دیا بعض صحابہ نے بھی کھالیا تھا جو بعد میں شہید ہوگئے تھے نبی کریم ﷺ اللہ کے فضل سے اس زہر کے اثر سے محفوظ رہے مگر ہر سال زہر کی تکلیف لوٹ آتی تھی حتی کہ وفات کے وقت بھی زہر کا اثر نمودار ہوگیا تھا۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کے سوا کچھ نہیں پہنچی جو میرے مقدر میں اس وقت لکھ دی گئی جب آدم اپنے خمیر میں تھے۔ مطلب یہ کہ،، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر ہم خیبر نہ جاتے تو زہر نہ کھاتے خیبر جانا اور وہاں زہر کھانا سب کچھ لکھا جاچکا تھا۔

بَابُ: اثبات عذاب القبر — عذاب قبر کے ثبوت کا باب

الفصل الاول — پہلی فصل

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ کفار اور فاسقین کے لئے عذاب قبر حق ہے اور تمام علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور اس عذاب کا تعلق میت کے جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہے اور اس کا منکر بے دین ہے۔

اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہوجائے یا اس کو جانور کھالیں یا وہ جل کر راکھ ہوجائے اور اس کے ذرات پوری زمین میں منتشر ہوجائیں جس کو عذاب ہونا ہے اسے ہر صورت میں عذاب ہوکر رہے گا اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محمل روح اور بدن دونوں ہیں۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں انسان کے جسم کا جز اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جز مشترک رہتا ہے اس کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور جب انسان مر جائے تو خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جز اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس کے جز کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آجاتی ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور یہ چیز قدرت سے بعید نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے۔ مرقاۃ المفاتیح باب القبر

عذاب قبر کے بارے میں چند ضروری باتیں: ۱۔ قبر سے حقیقی قبر مراد نہیں ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے کیونکہ جن کی قبر نہیں بنتی ان کو بھی عذاب ہوتا ہے چاہے دریا میں مرا اور لاش ملی ہی نہیں یا جل گیا اور کچھ بھی نہ بچا یا جانور کھا گیا وغیرہ۔ ۲۔ قبر میں صرف ایمان کا حساب ہوگا اعمال کا نہیں اور حشر میں ایمان اور اعمال دونوں کا حساب ہوگا۔ ۳۔ حساب قبر اور ہے عذاب قبر اور کیونکہ بعض لوگ حساب قبر میں تو کامیاب ہوجائیں گے لیکن گناہ کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوجائیں گے جیسے فاسق مومن، کہ ایمان کے امتحان میں کامیاب ہوجائے گا لیکن چغلی، غیبت وغیرہ کی وجہ سے پھنس جائے گا۔ ۴۔ مومن کا عذاب قبر عارضی ہوگا اور کافر کا عذاب قبر دائمی۔ ۵۔ عذاب قبر روح کو ہوگا لیکن جسم روح کے تابع ہوگا مگر حشر کے دن جہنم کا عذاب جسم اور روح دونوں کو ہوگا۔ ۶۔ عذاب قبر قرآن، احادیث سے ثابت ہے اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے۔

{حدیث: ۱۱۸}

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ) وَفِي رِوَايَةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ) نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ يُقَالُ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللّٰهُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ.

بخاری، مسلم: ۱۳۶۹، ۵۲۱۹

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں پھر آپ نے آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مضبوط بات پر قائم رکھتا ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں ایک روایت میں آپ ﷺ سے ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہے مردے سے کہا جاتا ہے تیرا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد ہیں۔

حدیث میں پیش کردہ آیت سے عذاب قبر ثابت نہیں ہوتا: آپ ﷺ نے آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مضبوط بات پر قائم رکھتا ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں اور آپ ﷺ سے ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہے۔ جبکہ اس آیت میں تو ایمان والوں کی ثابت قدمی کا ذکر ہے؟

جواب: سرکار دوعالم ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت قبر کے عذاب سے سلامتی اور اس کے ثواب کے ثبوت میں نازل ہوئی ہے یعنی اس میں مومنوں کے ثواب اور ایمان پر ثابت قدمی کا ذکر ہے اور اس آیت میں ایمان والوں کے عذاب قبر سے محفوظ ہونے کا ذکر ہے کہ وہ اللہ کے کرم سے ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور عذاب قبر سے محفوظ اور مامون رہیں گے لہذا اعتراض نہ رہا۔ یاد رہے قبر میں عقیدے کا سوال ہوگا اعمال کا ثواب حشر میں ہوگا۔

حدیث میں پیش کردہ آیت کی قبر کے ساتھ مناسبت نہیں: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب مسلمان سے قبر میں پوچھ گچھ ہوتی ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں پھر آپ نے آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مضبوط بات پر قائم رکھتا ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بات قبر کی ہو رہی ہے اور آیت میں دنیا اور آخرت کی زندگی کا ذکر ہے لہذا قبر کی بات کے ساتھ آیت کی مناسبت نظر نہیں آرہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں آخرت سے مراد قبر ہے یعنی قبر میں کوئی شخص اپنی کوشش سے کامیاب نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور قبر میں ثابت قدم رکھتا ہے اور ایمان پر قائم رکھتا ہے لہذا اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

قبر کے بارے میں چند سبق آموز باتیں: دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت قبر کے معمولی عذاب سے بھی آسان ہے عیش میں رہنے والے کافر کو قبر کی ایک گرم ہوا دے کر پوچھیں گے کہ کیا تو نے کبھی عیش دیکھا تھا وہ کہے گا میں جانتا بھی نہیں کہ عیش کیا چیز ہے دنیا میں مصیبت زدہ اپنے مال اولاد ساتھیوں کو دیکھ کر تسلی پالیتا ہے قبر میں کسے دیکھے گا یا مٹی کو یا عذاب کے فرشتوں کو۔

عذاب قبر کے محافظ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ جب اس سے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر اگر وہ مومن ہو تو نماز اس کے سر کی طرف ہوتی ہے اور روزہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے اور زکاۃ اس کے بائیں طرف ہوتی ہے اور صدقہ اور صلہ رحمی اس کے پاؤں کی طرف ہوتی ہے پھر اس کے سر کی طرف سے فرشتے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے کہ میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ بائیں طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ دائیں طرف سے آتے ہیں تو زکاۃ کہتی ہے میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ اور اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی نیکیاں کہتی ہیں میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر اس کے لئے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانہ ہے اور یہ اللہ نے تمہارے لئے تیار کیا ہے تو مردے کی خوشی میں اضافہ ہوجاتا ہے پھر اس کے لئے جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے اگر تو اپنے رب کی نافرمانی کرتا تو تیرا یہ ٹھکانہ ہوتا لیکن آج تو اس سے نجات پا گیا ہے تو اس کی خوشی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے پھر اس کی قبر ستر ہاتھ وسیع کردی جاتی ہے اور اس کی قبر کو نور سے منور کردیا جاتا ہے اور اس کے جسم کو پہلے کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور اس کی روح پاکیزہ روحوں میں کردی جاتی ہے اور وہ ایسے پرندوں کی صورت میں ہوں گے جو جنت کے درختوں میں لٹکے ہوئے ہوں گے۔ اور کسی فاسق کو جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور فرشتے اس کے سر کی طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی ہے جب وہ پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو وہاں بھی کوئی چیز نہیں ہوتی جب دائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں بھی کوئی چیز نہیں ہوتی اور جب بائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں بھی کوئی چیز نہیں ہوتی پھر اس کو جھڑک کر بٹھا دیا جاتا ہے وہ خوف زدہ ہوجاتا ہے اور پھر اس کی قبر میں جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانہ ہے جو اللہ نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے تو اس کے غم اور افسوس میں اضافہ ہوجاتا ہے پھر جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور اس کو کہا جاتا ہے اگر تو اپنے رب کی فرمانبرداری کرتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا پھر جنت کی کھڑکی کو بند کردیا جاتا ہے تو اس کا غم اور افسوس اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے پھر اس کی قبر کو اتنا تنگ کردیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جاتی ہیں۔ شرح الصدور ص ۲۷۶

قبر رحمت یا زحمت؟ حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ قبر مردے سے کہتی ہے کہ اگر تو اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار تھا تو آج میں تم پر رحمت کروں گی اور اگر تو اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان تھا تو میں تیرے لئے عذاب ہوں میں وہ گھر ہوں کہ جو مجھ میں نیک اور عبادت گزار ہوکر داخل ہوا وہ مجھ سے خوش ہوکر نکلے گا اور جو نافرمان اور گناہ گار ہوگا وہ مجھ سے تباہ حال ہوکر نکلے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب گناہ گار مردے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس پر عذاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو اس کے پڑوسی مردے اس سے کہتے ہیں اے اپنے پڑوسیوں اور بھائیوں کے بعد دنیا میں رہنے والے کیا تیرے لئے ہماری موت میں کوئی عبرت نہ تھی کیا ہمارے تجھ سے پہلے دنیا سے چلے جانے میں تیرے لئے غور وفکر کا کوئی مقام نہ تھا کیا تو نے ہمارے سلسلہ اعمال کو ختم ہوتا نہ دیکھا تجھے تو مہلت تھی تو نے وہ نیکیاں کیوں نہ کرلیں جو تیرے فوت

شدہ بھائی نہ کرسکے زمین کا گوشہ اسے پکار کر کہتا ہے اے دنیائے ظاہر سے دھوکا کھانے والے تجھے ان سے عبرت کیوں نہ ہوئی جو تجھ سے پہلے یہاں آچکے تھے۔ احیاء العلوم

مومن وکافر ایک قبر میں دفن تو جزا ہوگی یا سزا: یاد رہے کہ ایک ہی قبر میں مومن وکافر دفن ہوگئے تو وہ ہی قبر مومن کے لئے کشادہ ہوگی اور کافر کے لئے تنگ، مومن کے لئے روشن اور کافر کے لئے اندھیری مومن کے لئے ٹھنڈی کافر کے لئے گرم مومن کے لئے مہکی ہوئی اور کافر کے لئے بدبودار جیسے ایک بستر میں دو آدمی سو رہے ہوں ایک اچھی اور دل نشیں خواب دیکھ رہا ہو اور دوسرا پریشان کن اور ہیبت ناک خواب دیکھ رہا ہو تو بستر ایک ہے مگر دونوں کی حالتیں مختلف۔

{حدیث:۱۱۹}

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنه حدثهم أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ وَلَفْظُهُ - بخاری، مسلم: ۱۳۷۴، ۷۲۱۶

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس شخص محمد ﷺ کے متعلق کیا کہا کرتے تھے وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں اس سے کہا جائے گا تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اسے بدل کر تمہارے لئے جنت میں ٹھکانہ بنا دیا ہے رہا کافر تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا یہ کون ہیں میں تو اس شخص کے بارے میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کان کے درمیان ضرب لگائی جائیگی پھر وہ زور سے چیخ مارے گا جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے۔

سماع موتی پر مفصل بحث

حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے اس حدیث کی رو سے ہمارا عقیدہ ہے کہ سماعت موتی حق ہے اور جس طرح عذاب قبر اور قبر کے سوال وجواب کی احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اسی طرح ان کا دوسرے لوگوں کے کلام کو سننا بھی ثابت ہے۔ احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر والے کی زیارت کرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ حکم شہداء اور غیر شہداء سب کو عام ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ان کے جسم یا جسم کے کسی جز کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے۔ اس کے ثبوت پر قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے عقائد دلائل کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

قرآن سے سماعِ موتیٰ کا ثبوت

ومن اهل المدينه مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم ۔ سورہ توبہ ۱۰۱

ترجمہ کنز الایمان: اور بعض اہل مدینہ نفاق پر ڈٹ جائیں گے آپ انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں عنقریب ہم ان کو دو عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں منافقوں پر اخروی عذاب سے پہلے دو عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک عذاب دنیا میں رسوائی کا عذاب اور دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے اور بڑا عذاب قیامت کا عذاب ہوگا اور عذاب کے تحقق کے لئے ضروری ہے کہ میت اس کو دیکھے اور اسے سنے معلوم ہوا میت قبر میں سماعت کرتی ہے۔

النار يعرضون عليها غدوا و عشيا و يوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب ۔ سورہ مومن ۴۶

ترجمہ کنز الایمان: انہیں یعنی قوم فرعون کو جہنم کی آگ پر صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو ،، فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ ،، آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے قوم فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہی عذاب قبر ہے۔ ان آیات میں عذاب قبر کا تذکرہ ہے اور عذاب قبر تبھی متحقق ہوسکتا ہے جب اہل قبر میں سماعت وبصارت کی صفت ہوگی۔

احادیث سے سماعِ موتیٰ کا ثبوت

قبر والے زندوں سے زیادہ سنتے ہیں

عن عمر قال ان رسول الله ﷺ كان يرينا مصارع اهل بدر بالامس يقول هذا مصرع فلان غدا انشاء الله قال فقال عمر فوالذي بعثه بالحق ما اخطئوا الحدود التي حد رسول الله قال فجعلوا في بئر بعضهم على بعض فانطلق رسول الله حتى انتهى اليهم فقال يا فلان بن فلان ويا فلان بن فلان هل وجدتم ما وعدكم الله و رسوله حقا قال عمر يا رسول الله ﷺ كيف تكلم اجسادا لا ارواح فيها قال ما انتم باسمع لما اقول منهم غير انهم لا يستطيعون ان يردوا على شيئا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں کفار کے گرنے کی جگہیں دکھارہے تھے آپ فرماتے تھے ان شاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے گرنے کی جو جگہ بتائی تھی وہ اس حد سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے حضرت عمر نے کہا پھر ان کی لاشوں کو اوپر تلے کنویں میں ڈال دیا گیا پھر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں تم نے اللہ اور اس کے رسول کے وعدے کو حق پالیا کیونکہ میں نے تو اللہ کے وعدے کو حق پالیا ہے حضرت عمر نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ ان جسموں سے بات کیسے کررہے ہیں جن میں روح ہی نہیں آپ نے فرمایا میں جو باتیں ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے البتہ وہ میری بات کا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

میت جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے:

عن انس رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبره و ذهب اصحابه حتى انه يسمع قرع نعالهم ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندے کو قبر میں دفن کردیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں تو میت ان کے جوتوں کی آواز تک کو سنتا ہے۔

میت سنتا بھی ہے اور پہچانتا بھی ہے:

عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ما من احد یمر بقبر اخيه المؤمن كان يعرفه فسلم عليه الا عرفه و رد عليه السلام ۔ وفاء الوفاء باب زیارت قبور

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر سے گزرتا ہے جس کو وہ پہچانتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو میت اس کو پہچانتا بھی ہے اور اس کو سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔

میت کو انس حاصل ہوتا ہے:

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ ما من رجل يزور قبر اخيه و يجلس عنده الا استانس به حتى يقوم ۔ بیہقی شریف و وفاء الوفاء

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھے تو قبر والا اس سے انس حاصل کرتا ہے جب تک زیارت کرنے والا اٹھ کر کھڑا نہ ہو جائے۔

میت کی سماعت کا عالم:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ ان الميت اذا وضع فی قبره انه يسمع خفق نعالهم اذا انصرفوا ۔ فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۲

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز کو بھی سنتا ہے۔

قبر والا پہچان لیتا ہے:

عن ابی هريرة قال اذا مر الرجل بقبر كان يعرفه فسلم عليه الا رد عليه السلام ۔ بیہقی شریف کتاب الجنائز

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جس وقت کوئی شخص قبر کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ مردہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

میت سلام کا جواب دیتی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص اس آدمی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب ایسے آدمی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ نہیں پہچانتا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دیتا۔

تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۹۔ کنز العمال ج ۲ ص ۵۱۷۔ شعب الایمان

ابن عمر کا سلام:

قال نافع كان ابن عمر يسلم على القبر رايته ماة مرة ۔ شفاء شریف ج ۲ ص ۷۰

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک سو مرتبہ قبر کو سلام کرتے دیکھا ہے۔

قبر والوں کو سلام کرو: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ وعنہ سے روایت ہے کہ ابو رزین نے حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا راستہ قبرستان سے گزرتا ہے آیا میں ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان سے کوئی بات کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کو اس طرح سلام کہو،، السلام علیکم یا اہل القبور من المسلمین والمومنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون،، اے قبر والے مسلمانو تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے تابع اور بے شک ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ ابو رزین نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا یہ سنتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا سنتے ہیں لیکن تم کو جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۹۔ کنز العمال ج ۲ ص ۵۱۷

قبر والے سے حضرت عائشہ کا حیاءَ:

عن عائشة كنت ادخل بيتي الذي فيه رسول الله ﷺ واني واضع ثوبي واقول انما هو زوجي وابي فلما دفن عمر معهما فوالله ما دخلته الا وانا مشدودة على ثيابي حياء من عمر ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴۔ مسند امام محمد

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ فرماتی ہیں کہ میں جب اپنے حجرے یعنی مزار اقدس میں داخل ہوتی تو پردہ نہ کرتی تھی اور کہتی کہ یہ میرے شوہر محمد عربی ﷺ ہیں اور دوسرے میرے والد محترم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان دونوں کے ساتھ دفن ہوئے تو پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے خوب اچھی طرح پردہ کر کے جاتی۔ مطلب یہ کہ اللہ کے محبوبین قبروں میں دیکھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں ورنہ ام المومنین کا حضرت عمر سے پردہ کرنے کا کیا مطلب ہے۔

قبر والے کو تکلیف ہوتی ہے

من حديث عمرو بن حزم رضي الله عنه قال رآني رسول الله ﷺ على قبر فقال انزل عن القبر فلا توذي صاحب القبر ولا يوذيك ۔ عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۵۴

ترجمہ: حضرت عمر بن حزم سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ کسی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے دیکھ لیا اور فرمایا قبر سے نیچے اتر جاؤ نہ تو صاحب قبر کو تکلیف دے اور نہ وہ تجھ کو تکلیف دے۔

قبر والے کو انس حاصل ہوتا ہے:

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ما من رجل يزور قبر اخيه ويجلس عليه استانس ورد عليه حتى يقول ۔ فتاوی ملک العلماء ص ۳۸۲

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مسلمان اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کو جائے اور اس کے پاس بیٹھے تو وہ فوت شدہ اس سے انس حاصل کرتا ہے اور جب تک وہ اس کے پاس بیٹھتا ہے وہ اس کی ہر بات کا جواب دیتا ہے۔

قبر والوں کو اس طرح سلام کرو: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ہم قبر والوں کو سلام کرنے کے لیے کیا کہیں آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح کہو،، السلام علی اہل الدیار من المومنین والمسلمین یرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ المصنف ج ۳۔ ۶۷۲۲

ترجمہ: اے اس دیار کے مسلمین اور مومنین تم پر سلام ہو اور اللہ تم پر رحم فرمائے بے شک ہم بھی عنقریب تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

تشریح: ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اہل قبور زندوں کی آواز سنتے بھی ہیں اور ان کی بات کا جواب بھی دیتے ہیں اور کفار و فاسقین کو عذاب بھی ہوتا ہے اور عذاب کی تکالیف محسوس کرنے کے لئے دیکھنا اور سننا اور محسوس کرنا ضروری ہے ورنہ بے جان کو عذاب دینے کا کیا مطلب۔

فقہاء، مفسرین اور محدثین کے عقائد

ابو ہریرہ کا عقیدہ: زید بن اسلم بیان کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ اپنے ایک شاگرد کے ساتھ ایک قبر کے پاس سے گزرے حضرت ابو ہریرہ نے کہا اسے سلام کرو شاگرد نے پوچھا کیا قبر کو سلام کروں حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا اگر اس نے کسی دن دنیا میں تمہیں دیکھ لیا تھا تو وہ اب بھی تمہیں پہچان لے گا۔ المصنف ج ۳۔ ۶۷۲۳

حضرت سالم بن عبداللہ کا عقیدہ: موسیٰ بن عقبی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا حضرت سالم بن عبداللہ رات ہو یا دن جس وقت بھی قبر کے پاس سے گزرتے تو اس کو سلام کرتے تھے میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا میرے والد حضرت عبداللہ ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ المصنف ج ۳ ص ۳۴۱

غوث اعظم کا عقیدہ:

وقال زرت مع الشيخ عبد القادر قبر معروف كرخي فقال السلام عليك يا شيخ معروف عبرنا له بدرجتين فقال له من القبر عليك السلام يا سيد اهل الزمان ۔ قلائد الجواہر

ترجمہ: حضرت شیخ علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اپنے شیخ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر گیا آپ نے فرمایا سلام ہو تم پر اے معروف کرخی ہم آپ سے دو درجے آگے نکل گئے جواب میں انہوں نے فرمایا آپ پر سلام ہو اے زمانے کے لوگوں کے سردار۔

امام یافعی کا عقیدہ:

قال الیافعی فی کفایة المعتقد اخبرنا بعض الاحباء عن بعض الصالحین انه کان یاتی قبر والده فی بعض الاوقات و یتحدث معه ۔ کفایت المعتقد

ترجمہ: حضرت یافعی نے کفایت المعتقد میں بعض صلحاء سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اپنے والد کی قبر پر بعض اوقات آتے جاتے اور ان سے باتیں کرتے۔

ھاشم بن محمد عمری کا عقیدہ:

ھاشم بن محمد العمری یقول اخذنی ابو بالمدینه الی زیارة قبور الشهداء فی یوم الجمعة فلما انتهی الی مقابر رفع صوته فقال سلام علیك بما صذبرتم فنعم عقبی الدار قال فاجیب و علیکم السلام یا ابا عبد الله ۔ رواہ بیہقی عن الھاشم

ترجمہ: حضرت ہاشم بن عمری فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب مجھے پکڑ کر مدینہ شریف میں جمعہ کے دن شہداء کی قبور کی زیارت کے لئے لے گئے جب ہم قبرستان پہنچے تو انہوں نے بلند آواز کے ساتھ کہا تم پر سلام ہو جو تم نے صبر کیا پس اچھی ہوئی عاقبت تو اہل قبور نے جواب دیا وعلیکم السلام اے ابو عبداللہ۔

علامہ ابو العباس مالکی کا عقیدہ: چونکہ عادتا مردوں سے کلام نہیں کیا جاتا تھا اس لئے حضرت عمر نے مردوں سے کلام کرنے کو بعید جانا اور نبی کریم ﷺ نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ زندوں کے کلام کی طرح آپ کے کلام کو سن رہے ہیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے سننے کی یہ صفت دائمی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی یہ صفت بعض اوقات ہو۔ المفہم ج ۷ ص ۱۵۱

علامہ قاضی عیاض مالکی کا عقیدہ: جس طرح عذاب قبر اور قبر کے سوال و جواب کی احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اسی طرح ان کا سننا بھی ثابت ہے اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ان کے جسم یا جسم کے کسی جز کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے۔ اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۲

حافظ ابن قیم کا عقیدہ: حافظ ابو محمد نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ مردے زندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اور ان کے اقوال اور اعمال کو پہچانتے ہیں ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ پہچانتا ہو پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ الروح ص ۱۱

علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی کا عقیدہ: احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر والے کی زیارت کرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور یہ حکم شہداء اور غیر شہداء سب کو عام ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے۔ فیض القدیر ج ۱۰ ص ۴۳۸

حافظ ابو بکر احمد بن علی کا عقیدہ: جو بندہ بھی کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۳۷

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم سے جدا ہوجاتی ہے جس سے حیات زائل ہوجاتی ہے جب حیات ہی نہیں تو سماعت کہاں سے آ گئی؟

جواب: اس کے دو جواب ہیں علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ سماع موتی اس وقت متحقق ہوتی ہے جب میت کے جسم یا اس کے کسی جز میں روح لوٹا دی جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ بغیر روح کے جسم میں حیات پیدا کردے اور اس کی کئی مثالیں موجود ہیں دیکھیں کھجور کے تنے میں حیات نہیں پھر بھی نبی کریم ﷺ کے فراق میں چیخیں مار مار کر روتا رہا ابو جہل کی مٹھی میں نبی کریم ﷺ کے حکم سے کنکریوں نے کلمہ پڑھا ان میں حیات آ گئی حضور نبی کریم ﷺ کے راستے میں جو پتھر اور درخت آتا آپ پر سلام پڑھتا ایک درخت کو اپنے پاس بلایا اس میں حیات آ گئی وہ جڑوں سے زمین چیرتا ہوا آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اس کے علاوہ بکثرت احادیث و واقعات موجود ہیں کہ بغیر روح کے حیات پیدا ہوگئی اور اللہ تعالی اس پر قادر ہے۔

اعتراض: قرآن میں ہے کہ،، بے شک آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے ،، اس آیت میں مردوں کی سماعت کی نفی ہو رہی ہے۔

جواب: اس آیت میں اسماع یعنی سنانے کی نفی ہے سماع یعنی سننے کی نفی نہیں لہذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ان کو سنا نہیں سکتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے یہ بالکل ایسا ہے جیسے قرآن میں ہے کہ،، انک لا تهدی من احببت "آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہدایت پا بھی نہیں سکتے۔

اعتراض: حضرت عائشہ سماع موتی کا انکار کرتی ہیں آپ کیسے اس کو تسلیم کرسکتے ہیں۔

جواب: جمہور صحابہ اور فقہاء و علماء مشائخ سماع موتی کے قائل ہیں حضرت عائشہ کے اپنے عمل سے ثابت ہے کہ وہ سماع موتی کی قائل ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر جاتی تو بغیر پردہ کر کے جاتی لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو میں حضرت عمر سے حیاء کی وجہ سے پردہ کر کے مزار کی حاضری دیتی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ اہل قبور کی بصارت اور سماعت کی قائل تھیں۔

اعتراض: آیت کریمہ میں ہے کہ ان کو صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قبر میں عذاب دائمی نہیں ہوتا۔

جواب: دن کی دو طرفیں ہوتی ہیں صبح اور شام آیت میں دونوں طرفوں کا ذکر کیا اور مراد قیامت تک کا دائمی عذاب ہے یعنی قیامت تک دن رات مطلب ہر وقت عذاب ہوتا رہے گا۔

{حدیث:۱۲۰}

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسلم قَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَیْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰه يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے تو اس پر صبح وشام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتو جنت اور اگر وہ اہل نار میں سے ہوتو جہنم اس پر پیش کیا جاتا ہے پھر اسے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانہ ہے حتی کہ قیامت کے روز تم کو اس کی طرف اٹھایا جائے گا۔

قبر کے عذاب اور جزا کے بارے میں ضروری بات:

ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی: مومن کے لئے اس کا ٹھکانہ پیش کیا جانا اس کے لئے باعث راحت ہے اور کافر کے حق میں باعث عذاب ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مقام کا مشاہدہ کرتا ہے اور یوم میعاد تک اس کا انتظار کرتا ہے۔

لیکن یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ قبر میں جنت کا حسن جنت کا آرام جنت کی خوشبو پہنچتی ہے لیکن جسم کا جنت میں جانا قیامت کے بعد ہوگا شہداء اور دیگر صالحین کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں لیکن ان کے جسم بھی قیامت کے بعد جنت میں جائیں گے اسی طرح قبر میں جہنم کی تکلیف جہنم کی بدبو اور جہنم کی حرارت قبر میں پہنچ جائے لیکن جہنمیوں کا قیامت کے بعد داخل جہنم ہوگا۔

روح کا ٹھکانہ اور اس کے بارے میں ضروری مسائل: روح کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جمہور اہل سنت کے نزدیک روح ایک لطیف جسم ہے جو بدن میں ایسے سرایت کئے ہوئے ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی جسم کے سارے اجزا میں روح داخل ہوتی ہے اور مردہ زندہ ہوتا ہے۔

معتبر اور مستند حوالوں کی رو سے روحیں اپنے مقامات کے لحاظ سے برزخ میں مختلف مقامات پر رہتی ہیں، انبیاء کی روحیں ملاء اعلی میں علیین میں ہیں، شہیدوں کی روحیں جنت میں ہی رہتی ہیں سیر کرتے وقت بھی اور دوسرے وقت بھی بعض روحیں جنت کے دروازوں پر ہوں گی اور بعض روحوں کو جنت میں جانے سے روک دیا جائے گا سفلی روحوں کو زمین میں قید کرلیا جاتا ہے زانیوں کی روحیں آگ کے تنور میں ہوتی ہیں اور سود خوروں کی روحیں خون کے دریا میں ہوتی ہیں اس لئے تمام روحوں کا ایک ہی مستقر یعنی ٹھکانہ نہیں ہے لیکن مقامات مختلف ہونے کے باوجود ان روحوں کا تعلق ان کی قبور اور مدفون جسموں سے ضرور رہتا ہے تاکہ وہ عذاب اور ثواب کا ادراک کرسکیں۔ جیسے سورج کی شعائیں زمین پر پڑتی ہیں مگر سورج سے تعلق رکھتی ہیں یا ہمارا نور نظر آسمان کی سیر کرتا ہے مگر آنکھ سے بے تعلق نہیں ہوجاتا ورنہ آنکھ اندھی ہوجاتی، روح کو فنا نہیں موت جسم پر طاری ہوتی ہے کہ اس سے روح علیحدہ کردی جاتی ہے۔

مومن روحیں ہر جمعرات کو اپنے گھر آکر زندوں سے ایصال ثواب کی درخواست کرتی ہیں نیز زیارت قبور کرنے

والوں کو پہچانتی ہیں اور قبرستان سے گزرنے والوں سے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔ مومن روحیں نئی جانے والی روح کو گھیر کر اپنے زندہ دوستوں کے حالات پوچھتی ہیں۔ یاد رہے کہ مومن کی روح قبر میں یا کسی اور مقام میں قید نہیں ہوتی بلکہ بعض ارواح تو تمام عالم میں چکر لگاتی ہیں مگر ہیڈ کوارٹر قبر ہی ہوتی ہے اور تعلق وہاں سے ہر وقت رہتا ہے جیسے سونے کی حالت میں سیلانی روح کا تعلق جسم سے اسی لئے زیارت قبور کی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی انسان کو عذاب دینے کا حکم جاری فرمائے گا تو روح اور جسم اللہ کی بارگاہ میں جھگڑا کریں گے روح کہے گی یا اللہ میرا نہ ہاتھ ہے نہ پاؤں ہے نہ زبان ہے نہ آنکھ ہے کہ جن سے میں گناہ کرسکوں تو مجھے عذاب کس بات کا سارا کیا دھرا تو اس جسم کا ہے، تو جسم عرض کرے گا الہی جب تک یہ میرے اندر داخل نہیں ہوئی تو میں گناہوں سے محفوظ رہا نہ میں دیکھ سکتا تھا نہ بول سکتا تھا نہ چل سکتا تھا نہ چھو سکتا تھا لہذا یہ سارا وبال اسی روح کی وجہ سے ہے تو ان دونوں سے ارشاد ہوگا کہ ایک اندھا اور ایک لنجا کسی باغ میں پھل توڑنے کا پروگرام بنا رہے تھے اندھے کو نظر نہیں آتا تھا اور لنجا چل نہیں سکتا تھا اب دونوں نے یہ طے کیا کہ اندھا لنجے کو اپنے کندھوں پر سوار کرے گا اور لنجا پھل توڑے گا جب دونوں چوری کرنے لگے تو پکڑے گئے اب بتاؤ سزا کس کو ملنی چاہئے تو تو روح اور جسم نے کہا دونوں کو فرمایا بس تم دونوں کا بھی یہی حال ہے۔

{حدیث:۱۲۱}

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ: نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ قالت عَائِشَة رَضِی الله عَنْهَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بعد صلی صَلَاةً إِلَّا تعوذ من عَذَابِ الْقَبْرِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ کیا عذاب قبر حق ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عذاب قبر ہوتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں اس کے بعد میں نے جب بھی دیکھا تو حضور ﷺ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے۔

بخاری، مسلم: ۱۷۲۔۱۳۱۹

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ عذاب قبر حق ہے لہذا ہمارا عقیدہ ہے کہ کفار اور فاسقین کے لئے عذاب قبر حق ہے اور تمام علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور اس عذاب کا تعلق میت کے جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہے اور اس کا منکر بے دین ہے۔ اللہ تعالی جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنا یا جائے یا اس کو سولی پر لٹکا یا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہوجائے یا اس کو جانور کھالیں یا وہ جل کر راکھ ہوجائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہوجائیں جس کو عذاب ہونا ہے اسے ہر صورت میں عذاب ہوکر رہے گا اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محمل روح اور بدن دونوں ہیں۔

قرآن پاک سے عذاب قبر کا ثبوت

قبض روح کے بعد عذاب:

ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق و کنتم عن آیتہ تستکبرون ۔ سورہ انعام۔۹۳

ترجمہ کنزالایمان: اور،، اے مخاطب،، کاش تو دیکھتا جب ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے اور،، یہ کہیں گے کہ،، اپنی جانوں کو نکالو آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزادی جائے گی کیونکہ تم اللہ پر ناحق بہتان باندھتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

تشریح: امام بخاری اس آیت کے تحت فرماتے ہیں یہ آیت عذاب قبر کی دلیل ہے کیونکہ فرشتے کافروں سے روح قبض کرتے وقت یہ کہیں گے کہ آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزادی جائے گی اور یہ عذاب قیامت کے دن کا نہیں بلکہ قبر کا ہے کیونکہ روح قبض کے فورا بعد ہوگا۔

بڑے عذاب سے پہلے دو عذاب:

ومن اھل المدینہ مردوا علی النفاق وتعلمھم و نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم ۔ سورہ توبہ۔۱۰۱

ترجمہ کنزالایمان: اور بعض اہل مدینہ نفاق پر ڈٹ جائیں گے آپ انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں عنقریب ہم ان کو دو عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں منافقوں پر اخروی عذاب سے پہلے دو عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک عذاب دنیا میں رسوائی کا عذاب اور دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے اور بڑا عذاب قیامت کا عذاب ہوگا۔

قوم فرعون پر قبر کا عذاب:

النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب ۔ سورہ مومن۔۴۶

ترجمہ کنزالایمان: انہیں یعنی قوم فرعون کو جہنم کی آگ پر صبح وشام پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو،، فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ،، آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو۔

تشریح: اس آیت سے ثابت ہوا کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے قوم فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہی عذاب قبر ہے۔

غرقابی کے فورا بعد عذاب:

اغرقوا فادخلوا نارا ۔ سورہ نوح ۲۵

ترجمہ کنزالایمان: انہیں غرق کردو اور فورا داخل نار کرو۔

تشریح: اس آیت میں کہا گیا ہے کہ غرق ہونے کے فورا بعد عذاب اور یہ عذاب قبر کا عذاب ہی ہوسکتا ہے کیونکہ قیامت کا عذاب غرق ہونے کے فورا بعد نہیں ہوسکتا۔

احادیث سے عذاب قبر کا ثبوت

عذاب قبر حق ہے:

عن عائشۃ سالت رسول اللہ ﷺ عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر قالت عائشۃ رایت رسول اللہ ﷺ بعد صلی صلوۃ الا تعوذ من عذاب القبر ۔ صحیح بخاری حدیث ۱۳۷۲ کتاب الجنائز

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ کیا عذاب قبر حق ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عذاب قبر ہوتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں اس کے بعد میں نے جب بھی دیکھا تو حضور ﷺ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے۔

قبر میں میت کو ٹھکانہ دکھادیا جاتا ہے:

عن ابن عمر قال النبی ﷺ اذا مات الرجل عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فالجنۃ وان کان من اھل النار فالنار ثم یقال ھذا مقعدك الذی تبعث یوم القیامۃ ۔ صحیح مسلم کتاب الجنۃ

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے تو اس پر صبح وشام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتو جنت اور اگر وہ اہل نار میں سے ہوتو جہنم اس پر پیش کیا جاتا ہے پھر اسے کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانہ ہے حتی کہ قیامت کے روز تم کو اس کی طرف اٹھایا جائے گا۔

شرح: علامہ عیاض فرماتے ہیں مومن کے لئے اس کا ٹھکانہ پیش کیا جانا اس کے لئے باعث راحت ہے اور کافر کے حق میں باعث عذاب ہے کیونکہ ان میں سے ہرایک اپنے مقام کا مشاہدہ کرتا ہے اور یوم میعاد تک اس کا انتظار کرتا ہے۔

قبر والے زندوں سے زیادہ سنتے ہیں:

عن عمر قال ان رسول اللہ ﷺ کان یرینا مصارع اھل بدر بالامس یقول ھذا مصرع فلان غدا انشاءاللہ قال فقال عمر فوالذی بعثہ بالحق ما اخطئوا الحدود التی حد رسول اللہ قال فجعلوا فی بئر بعضھم علی بعض فانطلق رسول اللہ حتی انتھی الیھم فقال یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعدکم اللہ و رسولہ حقا قال عمر یا رسول اللہ ﷺ کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علی شیئا ۔ صحیح مسلم کتاب الجنۃ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں کفار کے گرنے کی جگہیں دکھارہے تھے آپ فرمارہے تھے ان شاءاللہ کل فلاں یہاں گرے گا حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے گرنے کی جوجگہ بتائی تھی وہ اس حد سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے

حضرت عمر نے کہا پھر ان کی لاشوں کو اوپر تلے کنویں میں ڈال دیا گیا پھر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں تم نے اللہ اور اس کے رسول کے وعدے کو حق پالیا کیونکہ میں نے تو اللہ کے وعدے کو حق پالیا ہے حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان جسموں سے بات کیسے کر رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں آپ نے فرمایا میں جو باتیں ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے البتہ وہ میری بات کا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے

ہتھوڑے سے عذاب قبر:

عن انس بن مالك انه حدثهم ان رسول الله ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه وانه ليسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فيقعدانه فيقولان ما كنت تقول فی هذا الرجل؟ لمحمد ﷺ فاما المومن فيقول اشهد انه عبد الله و رسوله فيقال له انظر الی مقعدك من النار قد ابدلك الله به مقعدا من الجنة فيراهما جميعا قال اما المنافق والكافر فيقال له ما كنت تقول فی هذا الرجل فيقول لا ادری كنت اقول ما يقول الناس فيقال لا دريت ولا تليت ويضرب بمطارق من حديد ضربة فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين. صحیح بخاری ۱۳۳۸ کتاب الجنائز

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس شخص محمد ﷺ کے متعلق کیا کہا کرتے تھے وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں اس سے کہا جائے گا تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھو اللہ تعالی نے اسے بدل کر تمہارے لئے جنت میں ٹھکانہ بنا دیا ہے رہا کافر تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا یہ کون ہیں میں تو اس شخص کے بارے میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کان کے درمیان ضرب لگائی جائیگی پھر وہ زور سے چیخ مارے گا جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے۔

عذاب قبر کے ذکر سے صحابہ چیخ پڑے:

قام رسول الله ﷺ خطيبا فذكر فتنة القبر التی يفتتن فيها المرء فلما ذكر ذلك ضج المسلمون ضجة زاد غندر عذاب القبر. صحیح بخاری ۱۳۸۳ کتاب الجنائز

ترجمہ: حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اٹھے اور آپ نے صحابہ کو خطبہ ارشاد فرمایا اور قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں ہر شخص مبتلا ہو گیا تو مسلمان سن کر چیخ اٹھے غندر نے عذاب قبر کا اضافہ کیا۔

قبر میں عذاب کی آواز سنی:

عن ابی ايوب رضی الله عنه قال خرج النبی ﷺ وقد وجبت الشمس فسمع صوتا فقال يهود تعذب فی قبورها. صحیح بخاری ۱۳۷۵ کتاب الجنائز۔ صحیح مسلم ۲۸۶۹

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غروب آفتاب کے بعد باہر گئے آپ نے ایک آواز سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہود کو ان کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

آپ ﷺ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال كان رسول الله ﷺ يدعوا اللهم انی اعوذ بك من عذاب القبر و من عذاب النار و من فتنة المحيا والممات و من فتنة المسيح الدجال. صحیح بخاری ۱۳۷۷ کتاب الجنائز

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے اے اللہ میں عذاب قبر سے اور عذاب نار سے اور زندگی و موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

آپ ﷺ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے:

ابنة خالد بن سعد بن العاصی انها سمعت النبی ﷺ وهو يتعوذ من عذاب القبر. صحیح بخاری ۱۳۷۶

ترجمہ: حضرت سعد بن خالد بن عاصی کی بیٹی نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا ہے

قبر میں عذاب ہو رہا ہے:

عن طاوس قال ابن عباس رضی الله عنه مر النبی ﷺ علی قبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان من كبير ثم قال بلی اما احدهما فكان يسعی بالنميمة واما احدهما فكان يا يستتر من بوله قال ثم اخذ عودا رطبا فكسره باثنتين ثم غرز كل واحد منهما علی قبر ثم قال لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا. صحیح بخاری ۱۳۷۸ کتاب الجنائز

ترجمہ: حضرت طاوس سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا پھر فرمایا ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ توڑی اور اس کے دو ٹکڑے کئے پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا اور فرمایا جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

مردے کی پکار ہائے میری بربادی:

عن سعيد مقبری عن ابيه انه سمع ابا سعيد الخدری رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اذا وضعت الجنازة واحتملها الرجال علی اعناقهم فان كانت صالحة قالت قدمونی وان كانت غير صالحة قالت يا ويلها اين تذهبون بها يسمع صوتها كل شئی الا الانسان ولو سمعه صعق. صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۵

ترجمہ: حضرت سعید مقبری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ان کے والد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب لوگ کسی جنازے کو کاندھوں پر اٹھاتے ہیں اگر وہ کسی نیک آدمی کا جنازہ ہو تو وہ کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر کسی گناہ گار کا جنازہ ہو تو وہ کہتا ہے ہائے میری بربادی مجھے کہاں لے کے جا رہے ہو اور اس کی آواز

انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔

عذاب قبر سے پناہ مانگو: حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی اس باغ میں زمانہ جاہلیت کے زمانے کی چند قبریں تھیں تو نبی کریم ﷺ باہر نکلے اور فرما رہے تھے قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے آپ نے فرمایا ان لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے جن کو جانور بھی سن رہے ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ باب زیارت قبور

عذاب قبر کی آواز جانور بھی سنتے ہیں: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مردوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا حتی کہ جانور بھی ان کی آواز سنتے ہیں۔ المعجم الکبیر ۱۰۴۵۹

عذاب قبر سنانے کے لئے دعا کرتا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دو تو میں اللہ سے دعا کروں کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنائے۔ صحیح مسلم ۲۸۶۸

اکابرین اور بزرگان دین کا عقیدہ

امام شہاب الدین عسقلانی کا عقیدہ: اس حدیث پاک میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ جسم کے فنا ہونے سے روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ ٹھکانہ کسی زندہ پر پیش کیا جاتا ہے۔ فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۶

قاضی عیاض مالکی کا عقیدہ: قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اور اہل حق کے نزدیک بعینہ جسم کو عذاب ہوتا ہے یا جسم کے کسی جز میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے۔
اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۳۲

قاضی ابن الطیب کا عقیدہ: آل فرعون کے متعلق جو قرآن میں ہے کہ وہ ہر صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ان کی قبر میں ہر صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اور شدید عذاب دیا جائے گا۔ نعم الباری ج ۳ ص ۵۶۵

علامہ ابو الحسن علی مالکی کا عقیدہ: ہمارے شہر کے علماء نے کہا ہے کہ فرشتوں کے سوالات کے بعد بہ تدریج اجسام کو مٹی کھا جاتی ہے اور اجسام فنا ہو جاتے ہیں اور اجسام پر کچھ پیش نہیں کیا جاتا اور قیامت تک صبح و شام قبر والوں پر جو پیش کیا جاتا ہے وہ ان کی ارواح پر پیش کیا جاتا ہے کیونکہ ارواح فنا نہیں ہوتیں اور وہ باقی رہتی ہیں۔ نعم الباری ج ۳ ص ۵۶۵

علامہ ابی مالکی کا عقیدہ ○ : علامہ ابی رحمۃ اللہ علیہ قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اور اہل حق کے نزدیک بعینہ جسم کو عذاب ہوتا ہے یا جسم کے کسی جز میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے۔ اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۳۲

علامہ بدر الدین عینی کا عقیدہ: اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ بدن کے بعض اجزاء میں حیات لوٹا دی جائے اور انہی سے سوال ہو اور انہی کو عذاب ہو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہو۔
عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۷

علامہ قاسم بن قطلو بغا کا عقیدہ: علامہ قونوی نے کہا ہے کہ کفار کی روحیں ان کے جسموں سے متصل ہوتی ہیں ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے جسموں کو الم یعنی درد ہوتا ہے جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔ شرح المسائرہ ص ۲۴۳

ملا علی قاری کا عقیدہ: انسان کے جسم کا جز اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جز مشترک رہتا ہے اس کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور جب انسان مر جائے تو خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جز اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس کے جزء کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آجاتی ہے تا کہ اس سے سوال کیا جائے پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں کیونکہ اللہ تعالی تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے۔ المرقاۃ ج ۱ ص ۲۰۳

امام جلال الدین سیوطی کا عقیدہ: اللہ تعالی جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھالیں یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں جس کو عذاب ہونا ہے اسے ہر صورت میں عذاب ہو کر رہے گا اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محمل روح اور بدن دونوں ہیں۔ شرح الصدور ص ۷۶

عذاب قبر پر اعتراضات کے جوابات

اعتراض: آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ وما انت بمسمع من فی القبور۔ فاطر ۲۲

ترجمہ: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ معلوم ہوا کہ قبر والوں میں حیات نہیں ہوتی جب حیات نہیں تو عذاب قبر کیسا؟

اول جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ قبر والے کان سے نہیں سنتے کیونکہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے اس لئے یہاں حواس سے سننے کی نفع ہے اور اہل قبور حواس سے نہیں بلکہ روح کی قوت سے سنتے ہیں۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ اس آیت میں آپ کے سنانے کی نفی ہے قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح قبر والوں کے لئے ان کی موت کی وجہ سے آپ کی نصیحت فائدہ مند نہیں ہے اسی طرح کفار مکہ پر بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ کی نصیحت سود مند نہیں ہے۔

اعتراض: ایک سوال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی قبر نہیں بنتی پھر ان کے حق میں عذاب قبر کیسے ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ قبر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ ہوں خواہ وہ زمین کا گڑھا ہو یا سمندر کی تہ ہو یا جانور کا پیٹ اسی جگہ اسے عذاب ہوگا۔

اعتراض: دوسرا سوال یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد بدن گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے پھر بدن پر عذاب کیسے ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ بدن کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالی بہر حال باقی رکھتا ہے جن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے اور ان پر عذاب کی کیفیات وارد ہوتی ہیں۔

اعتراض: بسا اوقات جنگلی جانور انسان کو کھا جاتے ہیں اور اگر ان پر آگ کا عذاب ہوتا ہے تو اس سے جانوروں کو تکلیف کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: یہ ہے کہ جانور عالم دنیا میں ہے اور اسی کے اندر میت کے اجزاء پر عالم برزخ میں عذاب کی کیفیات گزر رہی ہیں اور ایک عالم کے احوال دوسرے عالم پر منکشف نہیں ہوتے، مثلاً ہمارے پیٹ میں جب کیڑے ہوتے ہیں ان پر زندگی اور موت اور درد و راحت کے تمام احوال گزرتے ہیں اور ہم کو پتا تک نہیں □ چلتا زندگی اور موت ہمارے پیٹ میں رونما ہو رہے ہیں اور ہمیں احساس تک نہیں۔

اعتراض: چوتھا سوال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے میت کو گرز سے مارا جاتا ہے وہ چیختا چلاتا ہے اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں جسم جل جاتا ہے لیکن جب قبر کھود کر میت کو دیکھا جائے تو جسم اسی طرح پڑا ہوتا ہے کسی چوٹ کا نشان نہیں، جلنے کی کوئی علامت نہیں اور ٹوٹ پھوٹ کا کوئی اثر نہیں، مار کی وجہ سے جسم میں حرکت و اضطراب نہیں تو عذاب کہاں گیا؟

جواب: اس کا جواب بھی وہی ہی ہے کہ یہ الگ الگ عالموں کے احوال ہیں حضور ﷺ جنات اور فرشتوں سے باتیں کرتے تھے اس مجلس میں صحابہ ہوتے تھے انہیں پتا تک نہ چلتا خواب میں کسی آدمی کو مار پڑتی ہے اور اسی عالم میں وہ درد اور اذیت محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے بیدار شخص کو پتا نہیں چلتا اسی طرح برزخ کے احوال دنیا والوں پر منکشف نہیں ہوتے۔

اعتراض: ایک اعتراض یہ ہے کہ قبر میں انسان زندہ رہ سکتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ کسی زندہ آدمی کو قبر میں دفن کر دیں اور وہ زندہ رہے؟

جواب: یہ ہے کہ دونوں زندگیوں کی نوعیت میں فرق ہے اونٹنی اور گائے کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتا ہے لیکن اگر کسی انسان یا جانور کو اونٹنی اور گائے کے پیٹ کا آپریشن کر کے اس میں ڈال دیا جائے تو وہ زندہ نہ رہ سکے گا۔

{حدیث: ۱۲۲}

عَنْ زيد بن ثَابت قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ وَنَحْنُ مَعَهُ إِذْ حَادَتْ بِهِ فَكَادَتْ تُلْقِيهِ وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٍ أَوْ خَمْسَةٍ أَوْ أَرْبَعَةٍ قَالَ كَذَا كَانَ يَقُولُ الْجُرَيْرِيُّ فَقَالَ: من يعرف أَصْحَابَ هَذِهِ الأقبر فقال رجل أَنَا قَالَ فَمَتَى مَاتَ هَؤُلَاءِ قَالَ مَاتُوا فِي الْإِشْرَاكِ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلَى فِي قُبُورِهَا فَلَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ من عذاب الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ. مسلم: ۷۲۱۳

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے خچر پر سوار بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تشریف لائے اچانک آپ کا خچر بدکا اس باغ میں زمانہ جاہلیت کے زمانے کی چھ سات قبریں تھیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ان قبروں کو کوئی پہچانتا ہے سب نے کہا ہاں فرمایا یہ کب مرے تھے عرض کی گئی زمانہ شرک میں تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ جو میں سن رہا ہوں اس عذاب میں سے کچھ تمہیں بھی سنا دے پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو بولے ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں پھر فرمایا چھپے کھلے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے ہم فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں پھر فرمایا دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو بولے ہم فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث: ۱۲۳}

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَتَاهُ مَلَكَانِ (ص: 47) أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ النَّكِيرُ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرجل فَيَقُولُ مَا كَانَ يَقُولُ هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ نَمْ فَيَقُولُ أَرْجِعُ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ فَيَقُولَانِ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ فَقُلْتُ مِثْلَهُ لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذَلِكَ فَيُقَالُ لِلْأَرْضِ الْتَئِمِي عَلَيْهِ فتلتئم عَلَيْهِ فتختلف فِيهَا أَضْلَاعُهُ فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا حَتَّى يَبْعَثَهُ الله من مضجعه ذلك. ترمذی: ۱۰۷۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کی قبر میں دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا جو زندگی میں کہتا تھا وہ کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہیں گے ہم کو معلوم تھا تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ وسیع کر دیا جاتا ہے اور نور سے منور کر دیا جاتا ہے اور اگر قبر والا منافق ہو تو وہ کہے گا میں نے لوگوں کو ایک ہی بات کہتے ہوئے سنا ہے تو سو اسی طرح کہہ دیا مجھے کچھ علم نہیں پھر زمین کو کہا جائے گا اس کو دباؤ زمین اس کو اس طرح دبائے گی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف گھس جائیں گی پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے اٹھائے گا۔

فرشتے نور ہیں تو ان کی شکلیں کالی کیوں؟

قبر میں دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کی قبر میں دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں یہ عذاب کے فرشتے ہیں جو قبر میں سوال جواب اور سزا کے لئے مقرر ہیں یہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں یہ خوفناک شکل اس لئے اختیار کر کے آئے تا کہ کفار پر ان کی ہیبت طاری ہو ورنہ فرشتے خود نوری ہیں لیکن بشری شکل اختیار کر کے آ سکتے ہیں جیسا کہ ہاروت ماروت فرشتے تھے لیکن بشری لباس میں دنیا میں رہے کھاتے پیتے سوتے جاگتے تھے جماع بھی کر سکتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ نور کے لئے بشری لبادہ میں دنیا میں جلوہ افروز ہونا ممکن ہے اسی سے ہمارا عقیدہ بھی ثابت ہوا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نوری بشر ہیں آپ کی حقیقت نور ہے لیکن دنیا میں بشری لباس میں تشریف لائے۔

انسان افضل یا فرشتے ؟اس بارے میں علمائے کرام نے اس کی ترتیب اس طرح بیان فرمائی ہے۔

ا۔تمام رسل اور انبیائ،فرشتوں کے رسل یعنی جبرئیل، اسرافیل،عزرائیل اور میکائیل علیہم السلام اور دیگر فرشتوں سے افضل ہیں ۔۲۔اور رسل فرشتے، عام نیک انسانوں سے افضل ہیں ۔۳۔اور عام نیک انسان، عام فرشتوں سے افضل ہیں۔۴۔اور عام فرشتے، کافروں فاسقوں اور فاجروں سے افضل ہیں۔

فرشتوں کے بارے چند ضروری باتیں: ملائکۃ اللہ تعالی کی ایک ایسی مخلوق ہے جو لطیف اور نورانی اجسام رکھتی ہے اور مختلف قسم کی شکلیں اختیار کر سکتے ہیں فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت یہ اللہ کی نوری مخلوق ہیں ان کو واجب الوجود ماننا یا قدیم ماننا یا خالق ماننا کفر ہے۔کسی فرشتہ کی ادنی سی گستاخی کرنا کفر ہے اسی طرح فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔یہ ہر پل اللہ تعالی کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری میں مصروف ہے۔اللہ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے نہ قصدا، نہ سہوا، نہ خطاء ہر قسم کے صغیری کبیرہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔مختلف فرشتوں کے ذمہ مختلف قسم کی ڈیوٹیاں ہیں مثلاکسی کے ذمی وحی لانا، روزی پہنچانا، بارش برسانا، بدن انسان میں تصرف کرنا، انسان کی حفاظت کرنا، اعمال لکھنا، حضور کی بارگاہ میں مومنین کے درود وسلام پہنچانا، روح قبض کرنا، کسی کے ذمہ سور پھونکنا اور کسی کے ذمہ عذاب کرنا وغیرہ ان کی تعداد کتنی ہے ان کو پیدا کرنے والا جانے۔

حضور ﷺ ہر قبر میں کیسے آسکتے ہیں قبر میں نبی کی پہچان کیسے ہوگی؟

تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے: جیسے سورج کی شعائیں بیک وقت لاکھوں جگہ موجود اور بیک وقت خود ہر جگہ سے نظر آتا ہے اور بیک وقت سورج لاکھوں آئینوں میں جلوہ گری کرسکتا ہے تو نبوت کا سورج بھی لاکھوں قبروں کو بیک وقت اپنے نور نبوت سے منور کرسکتا ہے۔

جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس نے حضور کو دیکھا ہو یا نہیں نور ایمانی سے وہ سرکار دو عالم ﷺ کو پہچان لیتا ہے اور تڑپ کر پکارتا ہے یہی تو ہیں جن کا کلمہ پڑھتا رہا بلکہ عشاق تو یوں کہیں گے میں نے تو عمر بھر ان کو رسول مانا ہے اب ان سے پوچھو مجھے اپنا امتی کہتے ہیں یا نہیں۔اور کافر نے اگرچہ عمر بھر حضور کو دیکھا بھی ہو تو قبر میں نہیں پہچان سکے گا جیسے ابوجہل ابو لہب وغیرہ کیونکہ وہاں حضور ﷺ کی پہچان رشتہ ایمانی سے ہوگی۔کافر میت کو بھی حضور کا دیدار کرایا جاتا ہے مگر وہ پہچان نہیں کرسکتا کیونکہ ان کی پہچان بصارت سے نہیں ہوتی بلکہ دل کی بصیرت سے ہوتی ہے نابینا صحابہ نے حضور کو دیکھ لیا آنکھ والے کافر حضور کو نہ دیکھ سکے بصارت سرمہ سے تیز ہوتی ہے بصیرت مقبولین کے آستانوں کی خاک ہے۔

کیا قبر میں حضور ہوتے ہیں یا آپ کی تصویر نیز آخری سوال حضور کے بارے میں کیوں ہوگا؟

یاد رہے کہ فرشتے خود حضور ﷺ کی ہی زیارت کراتے ہیں نہ کہ آپ کی تصویر کی کیونکہ حدیث میں ہے ما کنت تقول فی رجل اس رجل یعنی اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا تو حدیث میں رجل کا ذکر ہے اور تصویر نہ رجل ہے اور نہ اس تصویر کا نام محمد ہے اور نہ وہ فوٹو نبی ہے جیسے پتھر کو خدا کہنا شرک ہے ایسے ہی کسی فوٹو کو نبی کہنا بھی کفر ہے۔

یاد رہے کہ جب اسلام کے بارے میں سوال ہو گیا تو اگرچہ اسلام میں توحید، رسالت اور سارے عقائد آگئے تھے لیکن پھر بھی آخری سوال حضور کے بارے میں ہوتا ہے تاکہ کلمہ ختم ہو تو ان کے نام پر نماز ختم ہو تو ان کے سلام پر خاتمیت کا سہرا انہی کے سر پر ہر جگہ نجات انہی کے سہارے پر ہے شفاعت کا دروازہ کھلے تو انہی کے نام پر جنت میں داخلہ ہو تو انہی کے نام پر کتب سماوی کا سلسلہ ختم ہو تو انہی کے کلام پر اور امتحان قبر ختم ہو تو ان کی پہچان پر۔

پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ وسیع کر دیا جاتا ہے:

وسعت قبر کی احادیث میں تعارض: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کی قبر میں دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا جو زندگی میں کہتا تھا وہ کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہیں گے ہم کو معلوم تھا تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ وسیع کر دیا جاتا ہے اور نور سے منور کر دیا جاتا ہے۔جبکہ دوسری حدیث میں ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کی قبر میں دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا جو زندگی میں کہتا تھا وہ کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہیں گے ہم کو معلوم تھا تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر کو تا حد نظر وسیع کر دیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث میں وسعت قبر ستر ہاتھ ہے جبکہ دوسری حدیث میں تا حد نظر کا ذکر ہے جو کہ بظاہر تعارض ہے۔

وسعت قبر کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: حکیم الامت فرماتے ہیں ستر گز سے مراد چار ہزار نو سو گز ہیں جو ستر کو ستر سے ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے لہذا یہ بیان وسعت کے لئے ہے نہ کہ حصر کے لئے جو دوسری روایت میں تا حد نظر کا ذکر ہے وہ حدیث اس ستر گز والی حدیث کی تفسیر ہے لہذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث: ۱۲۴}

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ دِينِي الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ قَالَ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ وَمَا يُدْرِيكَ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ فَذَلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عز وجل (يثبت الله الذين آمنوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الْآيَة ثُمَّ اتفقا قَالَ فينادي مُنَادٍ من السَّمَاءِ أن قد صدق عبدي فأفرشوه مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ وألبسوه من الْجَنَّةِ قَالَ فيأتيه من روحها وطيبها قَالَ ويفتح لَهُ فِيهَا مد بصره قَالَ وَإِنَّ الْكَافِرِ فذكر موته قَالَ وتعاد رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي (ص: 48) فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُولُ هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا قَالَ وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ ثُمَّ يقيض لَهُ أعمى أبكم مَعَهُ مِرْزَبَّةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جبل لصار ترابا قَالَ فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثقلين فيصير ترابا قَالَ ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ.

ابوداؤد، احمد: ۴۷۵۳، ۱۸۷۳۳

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردے کے پاس اس کی قبر میں دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر کہتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہیں گے تم کو کیسے معلوم تھا وہ کہے گا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا جانا آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر آسمان سے منادی ندا کرے گا کہ میرا بندہ سچا ہے لہذا اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو پھر اس کی قبر میں جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے پھر اس تک جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور تا حد نظر اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اگر قبر والا کافر ہو تو اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کچھ علم نہیں پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کچھ علم نہیں پھر کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کچھ علم نہیں پھر آسمان سے منادی ندا کرے گا کہ میرا بندہ جھوٹا ہے لہذا اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ اسے آگ کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جہنم کی کھڑکی کھول دو پھر اس کی قبر میں جہنم کی گرمی اور گرم لو آتی ہے پھر زمین اس کو اس طرح دبائے گی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف گھس جائیں گی پھر اس پر اندھے بہرے فرشتے مسلط کر دئے جاتے ہیں جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں اگر ان کے ساتھ پہاڑ کو مارا جائے تو وہ بھی مٹی ہو جائے اس کو مسلسل مار ہوتی رہے گی ایسی مار کہ جس سے جن اور انسان کے سوا مشرق مغرب کی مخلوق سنتی ہے جس سے مٹی ہو جاتا ہے پھر اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔

فرشتے عیب سے پاک ہیں پھر اندھے بہرے کیوں کہا؟

پھر اس پر اندھے بہرے فرشتے مسلط کر دئے جاتے ہیں: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا قبر میں کفار پر اندھے بہرے فرشتے مسلط کر دئے جاتے ہیں جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں اگر ان کے ساتھ پہاڑ کو مارا جائے تو وہ بھی مٹی ہو جائے اس کو مسلسل مار ہوتی رہے گی ایسی مار کہ جس سے جن اور انسان کے سوا مشرق مغرب کی مخلوق سنتی ہے جس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے حدیث میں فرشتوں کو اندھے بہرے کہا گیا حالانکہ فرشتے ہر عیب سے پاک ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اندھے سے مراد حقیقی اندھے نہیں بلکہ ان کے اندر کفار کے لئے رحم نہیں ہوتا اور کفار کی چیخ پکار کے باوجود وہ ان کی آہ و بکا پر کان تک نہیں دھرتے گویا کہ وہ اندھے بہرے ہیں۔

جس مومن نے حضور کو نہیں دیکھا وہ آپ کو کیسے پہچان لے گا؟

مومن کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں: جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس نے حضور کو دیکھا ہو یا نہیں نور ایمانی سے وہ سرکار دو عالم ﷺ کو پہچان لیتا ہے اور تڑپ کر پکارتا ہے یہی تو ہیں جن کا کلمہ پڑھتا رہا بلکہ عشاق تو یوں کہیں گے میں نے تو عمر بھر ان کو رسول مانا ہے اب ان سے پوچھو مجھے اپنا امتی کہتے ہیں یا نہیں۔ لہذا قبر میں حضور نبی کریم ﷺ کی پہچان ایمانی رشتہ کی وجہ سے ہوگی

جن کفار نے حضور کو دیکھا وہ آپ کو پہچاننے سے انکار کیوں کریں گے؟

کافر کہتا ہے ہائے ہائے مجھے کچھ علم نہیں: کفار نے اگرچہ عمر بھر حضور کو دیکھا بھی ہو تو قبر میں نہیں پہچان سکے گا اگرچہ وہ توحید کا بھی قائل کیوں نہ ہو حضور سے غلامی کا رشتہ توڑا تو ہر چیز بھول جائے گی جیسے ابوجہل ابولہب وغیرہ کیونکہ وہاں حضور ﷺ کی پہچان رشتہ ایمانی اور تعلق غلامی سے ہوگی، کافر میت کو بھی حضور کا دیدار کرایا جاتا ہے مگر وہ پہچان نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی پہچان بصارت سے نہیں ہوتی بلکہ دل کی بصیرت سے ہوتی ہے نابینا صحابہ نے حضور کو دیکھ لیا آنکھ والے کافر حضور کو نہ دیکھ سکے۔

قبر کے سوالات کے بارے احادیث میں تعارض: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردے کے پاس اس کی قبر میں دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں وہ پوچھتے ہیں تمہارا رب کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر کہتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص وہی کہے گا یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس حدیث میں مردے سے تین سوالات کئے گئے جب کہ دوسری حدیث میں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس شخص محمد ﷺ کے متعلق کیا کہا کرتے تھے وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔

اس حدیث میں مردے سے صرف ایک سوال کیا گیا ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے۔

قبر کے سوالات کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق: فقہاء نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ ایک سوال والی حدیث جس میں صرف نبی کریم ﷺ کے بارے میں سوال کیا گیا یہی ایک سوال سب سے اہم ہے یہاں تک کہ پہلے دونوں سوالوں کے جوابات کی قبولیت بھی اسی جواب کے صحیح ہونے پر ہے آخری جواب درست ہوا تو پہلے درست قرار پائیں گے اگر آخری کا جواب ہی نہ بن پڑا تو پہلے بھی رد ہو جائیں گے کیونکہ جس نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں صحیح جواب دے دیا تو اس کا مطلب ہے وہ پہلے دونوں کے حق ہونے کا بھی معتقد ہے، جس نے حضور کو مان لیا گویا اس نے رب کو اور اسلام کو مان لیا اس لئے اب کوئی تعارض نہ رہا۔

{حدیث:۱۲۵}

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ بَكَى حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتَهُ فَقِيلَ لَهُ تُذْكَرُ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَا تَبْكِي وَتَبْكِي مِنْ هَذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا الْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ۔

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ آپ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی عرض کیا گیا آپ جنت اور دوزخ کے ذکر سے تو نہیں روتے تو آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے ایک پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات پا گیا تو بعد والی منزلیں اس سے آسان ہیں اور اگر اسی سے ہی نجات نہ ملی تو بعد والی منزلیں اس سے بھی سخت ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے قبر سے وحشت ناک منظر اور کوئی نہ دیکھا۔

ترمذی، احمد، ابن ماجہ: ۲۳۰۸، ۴۲۶۷

زیارت قبور کے بارے تفصیلی بحث: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ خوف رب کائنات کے جلال اور قبر کے عذاب کی وجہ سے تھا آپ جب بھی کسی قبر کی زیارت فرماتے آپ کی یہی کیفیت ہوتی ہم اس موقعہ پر زیادہ مناسب سمجھتے ہیں کہ زیارت قبور کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی جائے

زیارت قبور کے حوالے سے ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنا مستحب اور بہترین عمل ہے خصوصا اولیاء وعلماء اور بزرگان دین کی قبور کی زیارت تو بہت ہی افضل اور فائدہ مند ہے قبروں کی زیارت آخرت کی یاد بھی دلاتی ہیں اور بزرگان دین کی قبور کی زیارت تو فیوض وبرکات کے حصول کا بہترین ذریعہ بھی ہیں۔

اس کے ثبوت پر احادیث مبارکہ، بزرگان دین کا عقیدہ اور اعتراضات کے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں۔

احادیث سے زیارت قبور کا ثبوت

پہلے منع کیا تھا اب قبروں کی زیارت کرو:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها.

صحیح مسلم باب زیارت قبور

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم ان کی زیارت کرو۔

تشریح: محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت سے قرب کے سبب اس اندیشہ سے حضور ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا کہ لوگ ان کے ساتھ پھر کہیں جاہلیت والا رویہ نہ اختیار کر لیں پھر جب اسلام کے قوانین سے لوگ خوب آگاہ ہو گئے تو آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت کے لئے اجازت دے دی۔

زیارت کی اجازت عطا فرمادی:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها.

ابن ماجہ باب زیارت قبور

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کرو۔

زیارت قبور آپ کا معمول تھا:

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت كان رسول اللہ ﷺ كلما كان ليلتها من رسول اللہ ﷺ يخرج من آخر الليل الى البقيع. صحیح مسلم باب زیارت قبور

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس رات ان کے ہاں قیام فرماتے تو رات کے آخر میں اٹھ کر مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے۔

قبور والدین کی زیارت کا اجر:

عن محمد بن نعمان قال قال رسول اللہ ﷺ من زار قبر ابويه او احدهما فى كل جمعة غفر له و كتب برا. مشکوۃ شریف ۱۵۴

ترجمہ: حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بروز جمعہ اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبروں کی زیارت کرے گا تو اسے بخش دیا جائے گا اور اسے نیکو کار لکھ دیا جائے گا۔

عن عائشة وعن ابن مسعود رضی اللہ عنهما قال رسول اللہ ﷺ كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها. ابن ماجہ ص ۱۱۴

ترجمہ: حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم زیارت کرلو۔

قبریں آخرت کی یاددلاتی ہیں:

عن سلیمان بن بریدہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ ﷺ نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فان زیارتھا تذکرۃ۔ شرح اسنۃ ج۳ص۳۰۱

ترجمہ: حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کی یاددلاتی ہیں۔

زیارت قبور کی رخصت:

رخص الرجال والنساء لزیارۃ القبور۔ جامع ترمذی ص۱۷۱

ترجمہ: مردوعورت دونوں کے لئے زیارت قبور کی رخصت ہے۔

فلما رخص دخل الرجال والنساء۔ سنن نسائی ص۳۸۷

ترجمہ: پس نبی کریم ﷺ نے زیارت قبور کی رخصت عطافرمائی تو یہ مردوعورت دونوں کے لئے ہے۔

ام المومنین سے زیارت قبور کا ثبوت:

عن عبداللہ بن ابی ملکیہ ان عائشۃ رضی اللہ عنہا اقبلت ذات یوم من المقابر فقلت لھا یا ام المومنین من این اقبلت قالت من قبر اخی عبدالرحمن فقلت لھا الیس کان رسول اللہ ﷺ نھی عن زیارۃ القبور قالت نعم کان نھی ثم امر بزیارتھا۔ سنن کبری ج۴ص۲۸

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ملیکہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک دن ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قبروں کی زیارت کر کے واپس آرہی تھی تو میں نے عرض کی آپ کہاں تشریف لے گئیں تو آپ نے فرمایا اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کر کے آرہی ہوں میں نے عرض کی کیا رسول اللہ ﷺ نے زیارت قبور سے منع نہیں فرمایا تو آپ نے فرمایا ہاں پہلے منع کیا تھا لیکن بعد میں آپ ﷺ نے زیارت قبور کا حکم ارشادفرمایا ہے۔

اکابرین اہل سنت کا عقائد

حضرت عائشہ کا عقیدہ:

والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء لان السیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کانت تزور قبر حمزہ کل جمعۃ وکانت عائشۃ رضی اللہ عنہا تزور قبر اخیھا عبدالرحمن بمکہ۔ نور الایضاح ص۳۴۱

ترجمہ: صحیح مذہب یہی ہے کہ عورتوں اور مردوں دونوں کو زیارت قبور کی رخصت ہے کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر مبارک کی مکہ میں زیارت کرنے جاتیں۔

حضرت فاطمہ کا عقیدہ:

والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء لان السیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کانت تزور قبر حمزہ کل جمعۃ وکانت عائشۃ رضی اللہ عنہا تزور قبر اخیھا عبدالرحمن بمکہ۔ نور الایضاح ص۳۴۱

ترجمہ: صحیح مذہب یہی ہے کہ عورتوں اور مردوں دونوں کو زیارت قبور کی رخصت ہے کیونکہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کرتیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر مبارک کی مکہ میں زیارت کرنے جاتیں۔

امام شافعی کا عقیدہ:

انی لاتبرك بابی حنیفہ واجئی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وسالت اللہ تعالی عند قبرہ فتقضی سریعا۔ ردالمحتار ج۱ص۳۸

ترجمہ: امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر مبارک پر حاضر ہوتا ہوں جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں ان کی قبر کے پاس دورکعت نماز ادا کرتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت بہت جلد پوری ہوجاتی ہے۔

ملاعلی قاری کا عقیدہ:

ان الرخصۃ فی زیارۃ القبور ثابتۃ للرجال والنساء جمیعا۔ ارشاد الساری ص۵۵۳

ترجمہ: بے شک زیارت قبور کی رخصت مرداورعورت دونوں کے لئے ثابت ہے۔

علامہ صاوی مالکی کا عقیدہ:

من الضلال المبین والخسران الظاھر تکفیر المسلمین بزیارۃ اولیاء اللہ زاعمین ان زیارتھم اولیاء اللہ زاعمین ان زیارتھم من عبادۃ غیر اللہ کلا بل ھی من جملۃ المحبۃ الی اھلہ۔

تفسیر صاوی ج۱ص۲۴۵

ترجمہ: اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے سبب مسلمانوں کو اس خیال سے کافر کہنا کہ ان کی زیارت، عبادت غیراللہ ہے واضح گمراہی اور کھلی ہوئی ہلاکت ہے بلکہ اللہ کے ولیوں کی زیارت الحب فی اللہ میں سے ہے۔

امام بزدوی کا عقیدہ:

والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ للرجال والنساء جمیعا۔ اصول بزدوی ج۳ص۲۷۷

ترجمہ: صحیح مذہب یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے زیارت قبور کی رخصت ہے۔

صاحب نورالایضاح علامہ شرنبلالی کا عقیدہ:

ندب زیارتھا للرجال والنساء علی الاصح۔ نور الایضاح ص۱۳۶

ترجمہ: صحیح قول کے مطابق مرد وعورت دونوں کے لئے زیارت قبور مستحب ہے۔

علامہ ابن حجر مکی کا عقیدہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے علماء اور اہل حاجت کا طریقہ رہا ہے کہ وہ امام اعظم کے مزار کی زیارت کرتے ہیں اور ان کے وسیلے سے اپنی حاجات پوری کرتے اور کامیابی حاصل کرتے ہیں اور منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔

الخیرات الحسان ص ۱۲۶

علامہ شامی کا عقیدہ:

اما اولياء الله فانهم متقاربون فی القرب من الله تعالی و نفع الزائرين بحسب معارفهم واسرارهم۔

رد المحتار ج۱ ص۱۰۰

ترجمہ: آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ خدا کی بارگاہ میں مختلف درجے رکھتے ہیں اور زیارت کرنے والوں کو اپنے معارف و اسرار کے لحاظ سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔

ابوعبداللہ بن نعمان کا عقیدہ:

الابصار والاعتبار ان زيارة قبور الصالحين محبوبة لاجل التبرك مع الاعتبار فان بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت فی حياتهم والدعا عند قبور الصالحين والتشفع بهم معمول به عند علماء المحقيقين من ائمة الدين. سفينة النجات

ترجمہ: صاحب بصیرت اور معتبر شخصیات کے نزدیک بے شک یہ امر محبوب ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لئے صلحا کی قبروں کی زیارت پسندیدہ اور مستحب عمل ہے کیونکہ صالحین کی برکت ان کی موت کے بعد بھی ایسی ہی جاری ہے جیسی کہ ان کی زندگی میں اور ان کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان کو شفیع بنانا علمائے محققین ائمہ دین کے نزدیک معمول بہ ہے۔

علامہ جامی کا عقیدہ: علامہ جامی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوالحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا اور مراقبہ میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد مجھے نیند آگئی خواب میں مجھے ان کا دیدار ہوا اور مجھے جو مشکل مسئلے درپیش تھے وہ میں نے ان سے دریافت کیے انہوں نے مجھے ان سب کا جواب ارشاد فرمادیا۔

نفحات الانس ص ۱۹۳

صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ: سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ میری زوجہ سیدہ خدیجہ کی قبر پر جا کر عرض کرے کیونکہ آپ نے کسی حاجت مند کو اپنے دروازہ سے خالی نہیں لوٹایا۔ سلطان التارکین ص ۹۳

محدث دہلوی کا عقیدہ:

زیارت قبور مستحب است باتفاق۔ اشعة اللمعات ج۱ ص۷۱۵

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قبروں کی زیارت بالاتفاق مستحب ہے۔

مزید فرماتے ہیں میت کا احترام اس کی زیارت کے وقت واجب ہے خصوصا بزرگان دین کا اور ادب کی رعایت ان کے مرتبے کے لحاظ سے ضروری ہے جیسا کہ ان کی ظاہری زندگی میں تھا اس لئے کہ بزرگوں کی مدد ان کی زیارت کرنے والوں کے لئے ادب کے اعتبار سے پہنچتی ہے۔ اشعۃ اللمعات ج۱ ص ۷۲۰

مدینہ کی حاضری کے دوران حاجی مسجد کی نیت کرے یا قبر نبی کی زیارت کی؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت بہت بڑے اجر وثواب کا باعث ہے اور جس وقت کوئی حاجی مدینہ کی طرف سفر کرے تو حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی نیت سے سفر کرے کیونکہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ **بعض لوگ قبر مصطفی کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے کو شرک کہتے ہیں ان کا عقیدہ** ہے کہ جب مدینہ کا سفر کیا جائے تو مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے کیا جائے ان کے رد کے لئے ہم اس مسئلے پر مفصل بحث کریں گے۔

علماء اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کا سب سے عظیم ذریعہ ہے اور تمام اعمال شریعہ میں سب سے افضل عمل ہے اور جس نے اس کے جواز کا انکار کیا وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب کے قریب ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے حج کیا اور اس نے میری قبر کی زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔ اس کے ثبوت پر احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے نظریات ذکر کئے جاتے ہیں۔

احادیث سے زیارت قبر نبی کی فضیلت

زیارت سے شفاعت واجب:

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من زار قبری وجبت له شفاعتی. دار قطنی ج۲ ص۵۳۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

زیارت سے شفاعت حلال:

عن ابن عمر عن النبی ﷺ من زار قبری حلت له شفاعتی. مجمع الزوائد ج۴ ص۲

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

زیارت میں اخلاص چاہئے:

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من جائنی زائرا لا يعمده حاجة الا زيارتی كان حقا علی ان اكون له شفيعا يوم القيامة. المعجم الكبير ج۱۲ ص۲۲۵۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اور اس کو میری زیارت کے سوا کوئی کام نہ تھا تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

قبر کی زیارت گویا زندگی کی زیارت:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی.

سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۶ شعب الایمان ج ۳ ص ۴۸۹ سنن دار قطنی ج ۲ ص

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

زیارت نہ کرنے والا بے وفا:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من حج البیت فلم یزرنی فقد جفانی.

وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۲ شفاء السقام ص ۲۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

زیارت کرنے والے کا اجر:

من آل خطاب عن النبی ﷺ قال من زارنی متعمدا کان فی جوار اللہ یوم القیامۃ.

شفاء السقام ص ۳۱ ۔ شعب الایمان ۴۱۵۱

ترجمہ: آل خطاب سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے خلوص کے ساتھ میری قبر کی زیارت کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے پڑوس میں جگہ عطا فرمائے گا۔

زیارت کرنے والا جنت میں پڑوسی:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ من زارنی محتسبا الی المدینۃ کان فی جواری یوم القیامۃ.

شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۰ الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۸۶

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اچھی نیت کے ساتھ میری زیارت کے لئے مدینہ کا سفر کیا بروز حشر وہ میرے پڑوس میں ہوگا۔

حاضری والے کی حفاظت:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بہ ملکا یبلغنی وکفی امر آخرتہ ودنیاہ وکنت لہ شہیدا وشفیعا یوم القیامۃ. شعب الایمان ج ۳ ص ۴۸۹

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بندہ بھی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو مجھ کو سلام پہنچاتا ہے اور وہ اس کی دنیا و آخرت سے کفایت

کرتا ہے اور قیامت کے دن میں اس شخص کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

قبر پر حاضری کا سنت طریقہ:

عن ابن عمر قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلۃ ویجعل ظہرک الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ. مسند امام اعظم ص ۱۲۶

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی قبر انور پر قبلہ کی جانب سے آؤ پھر اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو اور اپنا منہ قبر انور کی طرف کر لو پھر کہو، ''السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

عبداللہ ابن عمر کا عمل:

عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ. مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۸۳

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر جب بھی کسی سفر سے واپس آتے تھے تو نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوتے پس کہتے

السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتا۔

توضیح: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضری سعادت عظمیٰ بھی ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی شفاعت کے حصول کا ذریعہ بھی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی قبر کی زیارت کرنے والوں سے شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے اور صحابہ کرام کا بھی معمول تھا کہ وہ آپ ﷺ کی قبر انور پر باقاعدگی کے ساتھ حاضری دیتے اور قبر انور سے تبرک حاصل کرتے اب ہم قبر مصطفی ﷺ پر حاضری کے ثبوت پر بزرگان دین کے نظریات پیش کریں گے۔

اکابرین اہل سنت عقائد

حضرت جابر کا عقیدہ: محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہاں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ درمنثور ج ۱ ص ۵۳۳

حضرت انس بن مالک کا عقیدہ: منیب بن عبداللہ بن ابی امامہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس آ کر کھڑے ہوئے پھر دونوں ہاتھ بلند کئے میں نے سمجھا انہوں نے نماز شروع کر دی ہے لیکن انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سلام پیش کیا پھر چلے گئے۔ درمنثور ج ۱ ص ۵۳۳

عبداللہ ابن عمر کا عقیدہ:

عن عبد اللہ بن دینار قال رایت عبد اللہ بن عمر یقف علی قبر النبی ﷺ فیصلی علی النبی ﷺ و ابی بکر و عمر. موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۰۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ نبی کریم ﷺ کی قبرانور کے پاس کھڑے ہوئے آپ ﷺ پر اور حضرت ابوبکر صدیق پر اور حضرت عمر پر صلاۃ وسلام پڑھ رہے تھے

امام اعظم کا عقیدہ:

عن ابن عمر قال من السنة ان تأتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة ويجعل ظهرك الى القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته. مسند امام اعظم ص ۱۲۶

ترجمہ: امام اعظم اپنی کتاب مسند امام اعظم میں لکھتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی قبرانور پر قبلہ کی جانب سے آؤ پھر اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو اور اپنا منہ قبرانور کی طرف کرلو پھر کہو:

السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته.

امام محمد شیبانی کا عقیدہ:

اخبرنا عبد الله بن دينار ان ابن عمر كان اذا اراد سفرا او قدم من سفر جاء قبر النبي ﷺ فصلى عليه ودعا ثم انصرف قال محمد هكذا ينبغي ان يفعله اذا قدم المدينة ياتي قبر النبي ﷺ.

موطا امام محمد ص ۲۳

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر جب کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے یا کسی سفر سے واپس آتے تو نبی کریم ﷺ کی قبرانور پر آکر درود شریف پڑھتے دعا کرتے اور پھر چلے جاتے۔ امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں اسی طرح کرنا چاہئے جب مدینہ آئے تو نبی کریم ﷺ کی قبرانور پر آئے۔

ابن حجر عسقلانی کا عقیدہ: ابن حجر عسقلانی نے نبی کریم ﷺ کی قبرانور کی زیارت کا ایک پورا باب قائم کیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ابن عمر جب بھی کسی سفر سے واپس آتے تو دو رکعت نفل ادا کرتے اور نبی کریم ﷺ کی قبرانور پر حاضری دیتے اور کہتے السلام علیک یارسول اللہ ﷺ۔ المطالب العالیہ ج ۱ ص ۳۷۱

عبدالحی لکھنوی کا عقیدہ: علماء اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قبرانور کی زیارت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے عظیم ذریعہ ہے اور تمام اعمال شریعہ میں سب سے افضل عمل ہے اور جس نے اس کے جواز کا انکار کیا وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب کے قریب ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے حج کیا اور اس نے میری قبر کی زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔ حاشیہ مسند ابوحنیفہ ص ۲۰۱

{حدیث:۱۲۶}

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ. ابوداؤد: ۳۲۲۱

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دفن میت سے فراغت کے بعد قبر پر ٹھہرے رہتے اور سب کو فرماتے اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو اور اس کے لئے سوالات کے جوابات کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ میت کی مغفرت کے لئے اور ایمان پر ثابت قدمی کے لئے اس کی قبر پر ٹھہرے رہتے اور اس کے لئے دعا فرماتے اور دوسروں کو اس کی تلقین فرماتے اور اذان بھی چونکہ ایک دعا ہے اور جہاں اذان ہوتی ہے وہاں رحمت کا نزول ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر اذان دینے سے بھی میت کو انس اور ثابت قدمی حاصل ہوگی لیکن بعض لوگ اس کی شدید مخالفت اور انکار کرتے ہیں لہذا اس موقعہ پر ہم قبر پر اذان کے بارے میں تفصیلی بحث کریں۔

اذان کہنے کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں: اذان میں شیطان کو دفع کرنے کی تاثیر ہے اسی لئے طاعون پھیلنے پر اذان کہو کہ یہ وباء جنات کے اثر سے ہے بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں کہ اس کی پیدائش پر شیطان موجود ہوتا ہے جس کی مار سے بچہ روتا ہے دفن کے بعد قبر کے سرہانے اذان دی جاتی ہے کیونکہ وہ میت کے امتحان اور شیطان کے بہکانے کا وقت ہے اس کی برکت سے شیطان بھاگتا ہے میت کو اس سے سکون ملتا ہے نئے گھر میں دل لگ جائے گا اور نکیرین کے جواب یاد آجائیں گے مرگی کے مریض کے کان میں اذان کہو سکون مل جائے گا گھر میں جنات کا اثر ہے گھر میں اذان کہو اثر ختم ہوجائے گا۔ شیطان کے گوز مارنے کا مطلب ہے اس کی انتہائی ذلت اور خوف ہے کہ ایسی حالت میں ڈرنے والا گوز مارتا ہوا ہی بھاگتا ہے۔

قبر پر اذان کے بارے میں ہمارا عقیدہ: ہمارا عقیدہ ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر اذان کہنا جائز مستحب اور بہترین عمل ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ جس وقت میت سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان آدمی کی صورت میں اس کے پاس آتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے بے شک میں تیرا رب ہوں۔ اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کو قبر تک نہیں چھوڑتا اس لئے دفن میت کے وقت اذان دینا شیطان کو دفع کرنے کا بہترین عمل ہے اور احادیث میں ہے کہ جہاں اذان ہوتی ہے وہاں سے شیطان گوز مار کر بھاگ جاتا ہے اور اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور بوقت اذان رحمت و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت پر احادیث مبارکہ بزرگان دین کا عقیدہ اور اعتراضات کے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں۔

احادیث سے اذان کا ثبوت

شیطان اذان سن کر بھاگ جاتا ہے:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا اذن الموذن ادبر الشيطان وله ضراط.

صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۵

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب موذن اذان دیتا ہے تو شیطان اذان کی آواز سے گوز مار کر بھاگ جاتا ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی ﷺ ان الشیطان اذا سمع النداء بالصلاۃ ذهب حتی یکون مکان الروحاء قال سلیمان فسئلته عن الروحاء فقال هی من المدینة ستة و ثلاثون میلا . صحیح مسلم ج ۱ ص ...

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو مکان روحاء تک بھاگ جاتا ہے تو حضرت سلیمان نے مکان روحاء کے بارے میں پوچھا تو فرمایا وہ مدینہ سے چھتیس میل دوری پر واقع ہے

قبر میں شیطان آتا ہے:

اخرج الحکیم فی نوادر الاصول عن سفیان ثوری قال اذا سئل المیت من ربک ترای له الشیطان فی صورۃ فیشیر الی نفسه انی انا ربک . شرح الصدور ص ۵۸ نوادر الاصول ج ا ص ۳۲۳

ترجمہ: نوادر الاصول میں حکیم نے حضرت سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ جس وقت میت سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان آدمی کی صورت میں اس کے پاس آتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے بے شک میں تیرا رب ہوں۔

اسی لئے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کو قبر تک نہیں چھوڑتا اس لئے دفن میت کے وقت اذان دینا شیطان کو دفع کرنے کا بہترین عمل ہے اور اوپر احادیث میں گزرا کہ جہاں اذان ہوتی ہے وہاں سے شیطان گوز مار کر بھاگ جاتا ہے۔

شیطان اذان نہیں سن سکتا:

قال النبی ﷺ اذا نودی لصلاۃ ادبر الشیطان له ضراط حتی لا یسمع التاذین . صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۱

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان گوز مار کر بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان نہ سنے

اذان غم کو دور کرتی ہے:

عن علی قال رانی النبی ﷺ حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراك حزینا فمر بعض اهلك یوذن فی اذنك فانه درء لهم . جامع الرضوی ج ۲ ص ۹۱۳

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک دن مجھ کے غمزدہ دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے تم غمزدہ کیوں نظر آرہے ہو تم کسی کو کہو کہ تمہارے کان میں اذان کہے کیونکہ اذان غم کو دور کرتی ہے۔

اذان غم اور پریشانی کو دور کرتی ہے:

عن علی قال رانی النبی ﷺ حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراك حزینا فمر بعض اهلك یوذن فی اذنك فانه درء الهم . مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۷ ۵۴

ترجمہ: حضرت علی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے مجھے غمزدہ دیکھا تو فرمایا اے علی بن ابی طالب کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں غمگین دیکھتا ہوں اپنے گھر والوں میں سے کسی سے کہو کہ تیرے کان میں اذان کہے تیرا غم دور ہو جائے گا۔

جہاں اذان ہو وہاں سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اذن فی قریة امنها الله من عذابه ذلك الیوم . المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۲۵۷

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب کسی بستی میں اذان دی جاتی ہے تو اللہ تعالی اس دن اس کو عذاب سے امان عطا فرماتا ہے۔

اذان کے وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ اذا نادی المنادی فتحت ابواب السماء واستجیب الدعاء . المستدرک ج ۱ ص ۷۳۱

ترجمہ: جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعا مقبول ہوتی ہے۔

قبر پر اذان دینے سے بھی انشاء اللہ، اللہ کی رحمت کے دروازے کھلیں گے۔

اکابرین اہل سنت کا عقیدہ

علامہ شامی کا عقیدہ: قد یسن الاذان لغیر الصلاۃ کما فی اذن المولود والمهموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من انسان و بهیمة و عند مزدهم الجیش و عند الطریق قبل انزال المیت القبر . فتاوی شامی ص ۲۸۳

ترجمہ: امام ابن عابدین شامی فرماتے ہیں فرض نماز کے علاوہ اور مقامات پر بھی اذان دینا سنت ہے مثلا مولود کے کان میں غمزدہ کے لئے، مرگی والے کے کان میں، غصے والے کے پاس اور جس انسان یا حیوان کی عادت بری ہو، جنگ کے دوران آگ لگنے کے وقت اور میت کو قبر میں اتارتے وقت۔

ملا علی قاری کا عقیدہ: دفن کے بعد قبر کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کرنے ذکر و تسبیح اور رحمت و مغفرت کی دعا کی وصیت کرنے کے بعد فرماتے ہیں، ،فان الاذکار کلها نافعة له فی تلك الدار ،،یعنی اذکار جتنے بھی ہیں سب میت کے لئے قبر میں نفع بخش ہیں۔ شرح عین العلم ص ۳۳۲

شاہ عبدالعزیز کا عقیدہ:

عمل مشائخ سنت کہ اذان بر قبر بعد دفن می گویند ملفوظات عزیزی فارسی۔ فتاوی ملک العلماء ص ۲۷۱

ترجمہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر اذان دینا بزرگوں سے چلا آ رہا ہے۔

دیوبندی پیشوا انور شاہ کشمیری کا عقیدہ:

ان کثیرا من الاعمال قد ثبت فی القبور کالاذان والاقامۃ عند الدارمی۔ فیض الباری ج ا ص ۱۸۳

ترجمہ: بہت سے اعمال کا کرنا قبروں پر ثابت ہے جیسے اذان کہنا اور اقامت کہنا سنن دارمی کے نزدیک۔

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: قبر پر اذان دینا کسی حدیث سے ثابت نہیں لہذا یہ بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے۔

جواب: پہلی بات تو یہ کہ قبر پر اذان دینا بدعت نہیں جیسا کہ ہم نے ثابت کیا لیکن اگر بقول آپ کے اس کو بدعت مان بھی لیا جائے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ ایک قابل تحسین اور مستحب عمل ہے حدیث میں ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اسلام میں بھی اچھا ہے اور اذان بھی ایک اچھا عمل ہے اور شعار اسلام میں سے ہے لہذا قبر پر اذان دینا بھی اچھا عمل ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ جہاں اذان ہوتی ہے وہاں سے شیطان گوز مار کر بھاگ جاتا ہے۔

اعتراض: اذان نماز کے لئے اور نماز کے وقت دی جاتی ہے دفن کے وقت کون سی نماز ہوتی ہے جو آپ اذان دیتے ہیں

جواب: جی نہیں اذان فقط نماز کے لئے نہیں ہوتی بلکہ احادیث، فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت ہے کہ نماز کے علاوہ اذان دوسرے مقامات پر بھی دی جاسکتی ہے جیسے بچہ کے کان میں اذان دی جاتی ہے زمانہ نبوی میں ماہ رمضان کی راتوں میں دو اذانیں ہوتی تھیں ایک سحری میں جگانے کے لئے اور ایک نماز فجر کے لئے اسی طرح بارش نہ ہو تو اذان دی جاتی ہے مرگی کے مریض کے کان میں اذان دی جاتی ہے جنات آسیب کا اثر ہو تو گھر میں اذان دی جاتی ہے غم کی کیفیت میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو کان میں اذان دینے کا حکم فرمایا وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض: فقہ حنفی کی مشہور کتاب بحر الرائق میں ہے کہ قبر پر دعا و فاتحہ کے سوا کچھ نہ کرے لہذا معلوم ہوا کہ قبر پر فاتحہ کرنا چاہئے اذان جائز نہیں۔

جواب: صاحب بحر الرائق کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب قبر کی زیارت کے لئے جائے تو دعا اور فاتحہ کے سوا کچھ نہ کرے اور یہ فرمان زیارت قبور کے وقت کا ہے میت کو دفن کرنے کے وقت کا نہیں ہمارا مدعا یہ ہے کہ دفن کے بعد اذان کہنا مستحب ہے زیارت کے وقت نہیں۔

{حدیث:۱۲۷}

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم: يُسَلط عَلَى الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ تِنِّينًا تنهشه وتلدغه حَتَّى تقوم السَّاعَة وَلَو أَنَّ تِنِّينًا مِنْهَا نَفَخَ (ص: 49) فِي الْأَرْضِ مَا أَنْبَتَتْ خَضِرًا. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَقَالَ: سَبْعُونَ بدل تِسْعَة وَتِسْعُونَ-دارمی، احمد: ۲۸۱۵_۱۱۳۵۴

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتی کہ قیامت قائم ہوگی۔ اگر ان میں سے ایک سانپ زمین پر اپنی پھونک مار دے تو زمین پر کبھی سبزہ پیدا نہ ہو۔

کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں:

سانپوں کی تعداد کی احادیث میں تعارض: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ننانوے سانپوں کا ذکر فرمایا جبکہ دوسری حدیث جو ترمذی سے روایت ہے اس میں آپ نے فرمایا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کافر پر اس کی قبر میں ستر سانپ مسلط کئے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتی کہ قیامت قائم ہوگی اس میں ستر سانپوں کا ذکر ہے۔

سانپوں کی تعداد کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: دونوں حدیث میں سانپوں کی تعداد میں حصر مراد نہیں ہے بلکہ ستر یا نوے کا ذکر کرنے کا مطلب کثرت کو بیان کرنا ہے یعنی کافر کی قبر میں بے شمار یعنی کثیر سانپ داخل کئے جاتے ہیں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث:۱۲۸}

عَن جَابر بن عبد الله قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ حِينَ توفّى قَالَ فَلَمَّا صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ سَبَّحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ: لقد تضايق على هَذَا العَبْد الصَّالح قبره حَتَّى فرجه الله عز وَجل عَنهُ. احمد: ۱۳۹۳۴

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی جنازہ پڑھائی انہیں قبر میں دفن کیا گیا اور مٹی برابر کر دی گئی تو آپ ﷺ نے طویل تسبیح کہی ہم نے بھی تسبیح پڑھی پھر تکبیر یعنی اللہ اکبر کہی تو صحابہ کرام نے بھی تکبیر یعنی اللہ اکبر کہا بعد میں لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تسبیح تکبیر کیوں کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو رہی تھی تو اللہ تعالی نے اس کی قبر کو کشادہ فرما دیا۔

حضرت سعد کی موت پر عرش ہلا، آسمان کے دروازے کھل گئے پھر ان کو قبر نے کیوں دبایا؟

اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو رہی تھی: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس نیک بندے یعنی سعد بن معاذ پر قبر تنگ ہو رہی تھی تو اللہ تعالی نے اس کی قبر کو کشادہ فرما دیا۔ اس سے حضرت سعد کے لئے قبر کا عذاب ثابت ہو رہا ہے جبکہ اگلی

حدیث میں آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یعنی حضرت سعد بن معاذ وہ شخص ہیں جن کے لئے عرش ہل گیا اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور ان پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے بے شک انہیں چپٹایا گیا پھر ان پر کشادگی فرمائی گئی۔

جواب: علماء فرماتے ہیں کہ یہ قبر کی تنگی عذاب کے لئے نہ تھی بلکہ جس طرح ماں پیار سے بچے کو چمٹا لیتی ہے اور اس کو پیار سے دباتی ہے اور بعض اوقات بچہ اس سے رو پڑتا ہے اسی طرح قبر نے حضرت سعد بن معاذ کو پیار سے چمٹالیا اور ان کو دبایا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ قبر مومن کو اس طرح دباتی ہے جیسے ماں اپنے بچے کو گود میں لے کر دباتی ہے اور بعض اوقات میت اس سے گھبرا جاتی ہے جیسا بچہ ماں کے دبانے سے گھبرا جاتا ہے اور رو پڑتا ہے۔

قبور اولیاء کو بوسہ دینے کے بارے میں عقیدہ اہلسنت: ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کرام اور علماء و مشائخ اور صالحین کی قبروں اور ان کی چوکھٹ کو تبرک کی نیت سے بوسہ دینا جائز و مستحسن ہے اور اس پر صحابہ و تابعین اور بزرگان دین کا عمل بھی رہا ہے اس کے ثبوت پر احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے عقائد اور آخر میں اعتراضات کے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں۔

احادیث سے قبور اولیاء کو بوسہ دینے کا ثبوت

حضرت ایوب انصاری کی عقیدت:

عند داود بن ابی صالح قال ثم اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فقال اتدری ما تصنع فاقبل علیه فاذا هو ابو ایوب فقال نعم جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علیه اذا اهله ۔

مسند امام احمد ج ۵ ص ۴۲۲ ـ المستدرک ج ۴ ص ۵۶۰ ـ طبرانی ج ۴ ص ۱۵۸

ترجمہ: حضرت داود بن صالح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک آدمی کو نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر اپنا سر رکھے ہوئے پایا تو اس نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں! تو جب مروان نے توجہ کی تو وہ آدمی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نا اہل ہو۔

حضرت بلال کا بوسہ:

ان بلالا رای النبی ﷺ فی منامه وهو یقول ما هذه الجفوة یا بلال اما آن لك ان تزورنی فانتبه حزینا ورکب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یبکی عنده ویمرغ وجهه علیه فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمهما ویقبلهما ۔ شفاء السقام ص ۳۹ ـ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۸۰

ترجمہ: حضرت بلال نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو ہماری زیارت کے لئے آئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غم زدہ ڈرتے اور روتے مدینہ کی طرف چل پڑے نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر آئے قبر پر اپنا چہرہ رکھ دیا اور رونے لگے اتنے میں امام حسن اور امام حسین آ گئے آپ نے ان دونوں کو سینے سے لگایا اور بوسے دئے۔

اکابرین اہل سنت کا عقیدہ

امام احمد بن حنبل کا عقیدہ:

عن امام احمد بن حنبل انه سئل عن تقبیل منبر النبی علیه السلام وتقبیل قبره قال فلم یر به باسا ۔ شفاء شریف ج ۲ ص ۷۰

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے منبر اور آپ کی قبر انور کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ فرمایا مجھے اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔

ابن ابی الصنف یمانی شافعی کا عقیدہ:

ونقل عن ابن ابی الصنف الیمانی احد علماء ملة من الشافعیه جواز تقبیل المصحف واجزاء الحدیث وقبور الصالحین ملخصا ۔ شفاء شریف ج ۲ ص ۷۰

ترجمہ: اور امام ابن ابی صنف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ قرآن پاک، احادیث مبارکہ کے اوراق اور صالحین کی قبور کو بوسہ دینا جائز ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کا عقیدہ:

استنبط بعض العارفین من تقبیل الحجر الاسود تقبیل قبور الصالحین ۔ التوشیخ ص ۸۳

ترجمہ: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض عارفین نے حجر اسود کے بوسہ سے بزرگان دین کی قبروں کو بوسہ دینے سے ثابت کیا ہے۔

امام سید نور الدین سمہودی کا عقیدہ:

فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یبکی عنده ویمرغ وجهه علیه ۔ وفاء الوفاء ج ۴ ص ۳۵۶

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے روتے بھی جاتے اور قبر انور پر اپنا چہرہ بھی ملتے جاتے۔

علامہ بدر الدین عینی کا عقیدہ: محب طبری کے حوالے سے فرماتے ہیں حجر اسود اور دیگر ارکان کو بوسہ دینے سے ہر اس چیز کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو بوسہ دینے میں اللہ تعالی کی تعظیم ہو کیونکہ اس سلسلے میں اگر کسی حدیث میں تعظیم کا حکم نہیں آیا ہے تو کسی حدیث میں اس کی ممانعت یا کراہت بھی نہیں آئی ہے اور میرے جد محمد بن ابی بکر سے روایت ہے کہ بعض حضرات جب مصحف کو دیکھتے ہیں تو ان کو بوسہ دیتے ہیں اور جب احادیث کے اوراق کو دیکھتے ہیں تو انہیں بوسہ دیتے

ہیں اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے ہیں تو انہیں بوسہ دیتے ہیں اور یہ بات بعید نہیں ہے۔ عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۱

ایک جگہ فرماتے ہیں

داما تقبیل الاماکن الشریفة علی قصد التبرک ۔ عمدۃ القاری ص ۶۰۷

ترجمہ: مبارک مقامات کا بوسہ اچھا عمل ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی:

عن امام احمد بن حنبل انه سئل عن تقبیل منبر النبی علیه السلام و تقبیل قبره قال فلم یر به باسا ۔ ونقل عن ابن ابی الصنف الیمانی احد علماء ملة من الشافعیه جواز تقبیل المصحف واجزاء الحدیث وقبور الصالحین ملخصا ۔ فتح الباری ج ۳ ص ۴۷۵

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے منبر اور آپ کی قبر انور کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ فرمایا مجھے اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا اور امام ابن ابی صنف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ قرآن پاک، احادیث مبارکہ کے اوراق اور صالحین کی قبور کو بوسہ دینا جائز ہے۔

امام بوصیری کا عقیدہ:

لا طیب یعدل تربا ضم اعظمه طوبی لمنتشق منه وملتثم ۔ قصیدہ بردہ شریف ص ۱۰۹

ترجمہ: کوئی خوش بو اس پاک مٹی کا مقابلہ نہیں کرسکتی جو نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے ملی ہوئی ہے مبارک ہو اس کو سونگھنے والے کو اور اس کو بوسہ دینے والے کو۔

علامہ شیخ عدوی کا عقیدہ: جب اولیاء کرام کے مزرات کا بوسہ بطور تبرک جائز ہے تو امام الانبیاء ﷺ کے مزار اقدس کو تبرک کی نیت سے بوسہ دینا لامحالہ جائز ہوگا۔ شواہد الحق ص ۱۱۹

علامہ ملا علی القاری کا عقیدہ:

وقال بعض العلماء لا باس بتقبیل قبر الوالدین ۔ مرقاۃ المفاتیح ۴ ص ۱۱۵

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

فتاوی عالمگیری کا عقیدہ:

ولا باس بتقبیل قبر والدیه ۔ فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱

ترجمہ: والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی کا عقیدہ:

ونقل عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین ۔ شواہد الحق ص ۱۱۸

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ابو الصیف اور محب طبری سے منقول ہے کہ بزرگان دین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

علامہ عبد الحمید شافعی کا عقیدہ:

ان قصد بتقبیل اضرحتهم التبرک لم یکره ۔ حواشی الشروانی ج ۳ ص ۱۷۵

ترجمہ: اگر تبرک کی نیت سے بزرگوں کی قبور کو بوسہ دیا تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

علامہ سلیمان بن عمر شافعی کا عقیدہ:

ان قصد بتقبیل اضرحتهم ای واعتابهم التبرک لم یکره ۔ حاشیة البحیری ج ۱ ص ۴۹۵

ترجمہ: اگر بزرگوں کی چوکھٹ کو حصول برکت کی نیت سے بوسہ دیا تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔

علامہ شیخ رملی کا عقیدہ:

واما تقبیل توابیت الاولیاء واعتابهم فلا خلاف فی جوازه بل ولا کراهة فی تقبیل اعتابهم علی قصد التبرک کما افتی به شیخنا الرملی رحمة الله علیه ۔ شواہد الحق ص ۱۱۸

ترجمہ: اولیائے کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹ کو بوسہ دینے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ بوسہ دینے میں کوئی کراہیت نہیں ہے جیسے کہ علامہ شیخ رملی نے فتوی دیا ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا عقیدہ:

ولا یقبل الاعتاب الا لقصد التبرک فلا باس به کما قال القطب الشعرانی ۔ مشارق الانوار ص ۱۰۴

ترجمہ: اور چوکھٹ وغیرہ کو تبرک کی نیت سے چوم سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسی طرح قطب شعرانی نے فرمایا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ: جان کہ ذکر کشف قبور کے واسطے اول جب مقبرہ میں آئے دوگانہ ان بزرگوں کی روح کے واسطے پڑھے پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے بعدہ قل کہے بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے بعدہ سات دفعہ طواف کرے اور اس میں تکبیر کہے اور شروع دائیں طرف سے کرے پھر پاؤں کی طرف قبر پر اپنا رخسار رکھے اور نزدیک میت کے منہ رکھے۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۹۹

انور شاہ کشمیری دیوبندی کا عقیدہ: حجر اسود کو بوسہ دینا شرعا ثابت ہے اس لئے یہ صالحین کے تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے حضرت عمر بن عبد العزیز نے مصحف کو بوسہ دیا امام احمد بن حنبل نے روزہ مطہرہ کے بوسہ دینے کو جائز کہا۔

فیض الباری ج ۳ ص ۹۶

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: قبروں کو چومنا حرام ہے کیونکہ اس میں سجدے کی صورت بن جاتی ہے اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

جواب: زمین پر سات اعضاء دونوں پنجے، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور ناک و پیشانی کا لگنا سجدہ کہلاتا ہے اور سجدہ کو سجدہ تب کہتے ہیں جب اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔ اور جب کوئی شخص کسی ولی کے مزار کو بوسہ دیتا ہے تو نہ تو اس وقت اس کی سجدہ کرنے کی نیت ہوتی ہے اور نہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا تصور کرسکتا ہے اس کا بوسے کے لئے جھکنا حصول تبرک کے لئے

ہوتا ہے سجدے کے لئے نہیں اور حصول تبرک کے لئے بوسہ دینا اس کا جواز ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں۔

اعتراض: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا اے حجر اسود تو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نے حضور ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مزارات کو بوسہ نہ دیا جائے کیونکہ ان کے چومنے پر نص نہیں۔

جواب: پوری روایت اس طرح ہے کہ،، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے کہا اے حجر اسود تو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نے حضور ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا اے امیر المومنین حجر اسود نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی کیونکہ جب میثاق کے دن اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تو وہ عہد نامہ ایک ورق پر لکھ کر اس حجر اسود میں □ رکھا اور یہ حجر اسود قیامت کے دن آئے گا اس کی آنکھیں بھی ہوں گی اس کی زبان بھی ہوگی اور اس کے لب بھی ہوں گے اور مومنین کی گواہی دے گا لہذا یہ اللہ اور مسلمانوں کا گواہ ہوگا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی جہاں تم نہ ہو اللہ مجھے وہاں نہ رکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حجر اسود بروز حشر اپنے بوسہ دینے والوں کی سفاعت کرے گا۔ اور آحادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اولیا اللہ بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت کریں گے لہذا ان کے مزار کو بوسہ دینا بدرجہ اولی جائز ہوگا۔

{حدیث: ۱۲۹}

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هٰذَا الَّذِي تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ.

نسائی: ۲۰۵۵

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ یعنی حضرت سعد بن معاذ وہ شخص ہیں جن کے لئے عرش ہل گیا اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور ان پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے بے شک انہیں چپٹایا گیا پھر ان پر کشادگی فرمائی گئی۔

اس کی شرح اوپر گزر چکی

{حدیث: ۱۳۰}

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تقول قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَذكر فتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يفتتن فِيهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ هٰكَذَا وَزَادَ النَّسَائِيُّ: حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَكَنَتْ (ص: 50) ضَجَّتُهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيبٍ مِنِّي: أَيْ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ قَوْلِهِ؟ قَالَ: قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا من فتْنَةِ الدَّجَّالِ۔

بخاری. نسائی: ۱۳۷۳، ۲۰۶۲

ترجمہ: حضرت اسما بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اٹھے اور آپ نے صحابہ کو خطبہ ارشاد فرمایا اور قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں ہر شخص مبتلا ہو گیا تو مسلمان سن کر چیخ اٹھے۔

اس کی شرح گزر چکی

{حدیث ۱۳۱}

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مَثَلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُولُ: دَعُونِي أُصَلِّي "ابن ماجہ: ۴۲۷۲

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے سورج ڈوبتا ہوا محسوس ہوتا ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑو میں نماز پڑھ لوں۔

میت کو سورج ڈوبتا ہوا کیوں محسوس ہوتا ہے؟

مومن کو سورج ڈوبتا ہوا محسوس ہوتا ہے: فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کو چاہے کسی بھی وقت دفن کیا جائے منکیر نکیر جب اسے سوالات کے لئے بیذار کرتے ہیں تو اسے سورج ڈوبتا ہونے کا احساس ہوتا ہے اور یہ وقت عصر ہوتا ہے چونکہ نماز عصر کی اسلام میں تاکید زیادہ ہے اور اس نماز کو قرآن میں صلوۃ وسطی کہا گیا ہے لہذا میت کو نماز عصر کی فکر کھانے لگتی ہے لیکن یہ سعادت صرف اسی میت کے لئے ہے جو پابند نماز ہو اور خاص طور پر نماز عصر کا۔

مرنے والے کی دو حالتیں: مرنے والا دو قسموں سے خالی نہیں یا وہ مر کر دنیا سے راحت پاتا ہے کہ یہاں کے تشریعی تکوینی احکام سے چھوٹ جاتا ہے یا دنیا اس سے راحت پاتی ہے۔ موت مومن کو محبوب سے ملاتی ہے اور کافر کو اس کے محبوب سے چھڑاتی ہے۔

کسی فقیر سے پوچھا گیا کہ مومن کی زندگی بہتر ہے یا موت اس نے کہا حضور کی حیات میں مومن کی حیات بہتر تھی اور سرکار کی وفات کے بعد اب موت بہتر ہے کہ اس زمانے میں زندگی میں دیدار تھا اور اب موت کے بعد دیدار ہوگا۔

بزرگ فرماتے ہیں جس حال میں جیو گے اسی حال میں مرو گے اور جس حال میں مرو گے اسی حال میں اٹھو گے زندگی میں اچھا مشغلہ رکھو تاکہ اسی مشغلہ میں موت آئے اور اسی حال میں حشر ہو نمازی آدمی کو نزع و قبر میں بھی نماز ہی یاد آتی ہے جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ اللہ والے قبر میں بھی نماز پڑتے ہیں اور اگر تم نام و نمود کے لئے جہاد کرو گے اسی فکر میں مارے جاؤ گے تو قیامت میں اس کی سزا میں گرفتار اٹھو گے لہذا دنیا میں آخرت کی فکر کرو تاکہ آخرت میں بے فکر اٹھو دنیا کی ناجائز فکر میں فکر مند مت ہو جاؤ۔

بعض عشاق کو مرتے وقت حضور کا جمال دکھایا جاتا ہے جس میں وہ ایسے وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی میں محو ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر ہائے وائے نہ کی کہ انہیں کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی جمال محمدی میں محویت کا عالم کیا ہوگا۔

{حدیث ۱۳۲}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ فَيَجْلِسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فِي قَبْرِه غير فزع وَلَا مشعوف ثُمَّ يُقَالُ لَهُ فِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَيُقَالُ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَصَدَّقْنَاهُ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ اللّٰهَ فَيَقُولُ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى اللّٰهَ فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَا وَقَاكَ اللّٰهُ ثُمَّ يفرج لَهُ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيُقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ وَيُقَالُ لَهُ عَلَى الْيَقِينِ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مِتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِن شَاءَ اللّٰهُ وَيجلس الرجل السوء فِي قَبْرِه فَزِعًا مشعوفا فَيُقَالُ لَهُ فِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي فَيُقَالُ لَهُ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قولا فقلته فيفرج لَهُ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَا صَرَفَ اللّٰهُ عَنْكَ ثُمَّ يفرج لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الشَّكِّ كنت وَعَلَيْهِ مت وَعَلَيْهِ تبعث إِن شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى. ر

ابن ماجہ:۴۲۶۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردے کو اس کی قبر میں اسے بٹھاتے ہیں نہ گھبرایا ہوا ہوتا ہے نہ پریشان پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کس دین پر تھا وہ کہتا ہے دین اسلام پر پھر کہتے ہیں تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے پس وہ شخص کہے گا یہ اللہ کے رسول محمد عربی ہیں جو ہمارے پاس اللہ کی نشانیاں لے کر آئے ہم نے ان کی تصدیق کی تب کہا جاتا ہے کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے وہ کہتا ہے اللہ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا پھر اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے وہ دیکھتا ہے بعض بعض کو کچل رہا ہے پھر اسے کہا جاتا ادھر دیکھ پھر اس کی قبر میں جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے وہ جنت کی ہوا اور خوشبو دیکھتا پھر اسے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہے تو یقین پر تھا اور اسی پر مرا انشاء اللہ اسی پر اٹھے گا پھر برا آدمی اپنی قبر میں حیران پریشان بٹھا دیا جاتا ہے پوچھا جاتا ہے تو کس دین پر تھا وہ کہتا ہے مجھے کچھ علم نہیں پھر کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے وہ کہتا ہے مجھے کچھ علم نہیں جو لوگ کہتے میں بھی وہی کہہ دیتا تھا پھر اس کے سامنے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے وہ اس کی تر و تازگی اور جو کچھ اس میں ہوتا ہے دیکھتا ہے پھر اسے پھیر دیا جاتا ہے پھر اس کے لئے جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے وہ دیکھتا ہے بعض بعض کو کچل رہا ہے پھر کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانہ تو شک پر تھا اسی پر مرا انشاء اللہ اسی پر اٹھے گا۔

اس کی شرح سابق میں ہو چکی

بَابُ: الاعتصام بالكتاب والسنة — قرآن وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا باب

الفصل الاول — پہلی فصل

اعتصام کا لغوی معنی ہے مضبوط پکڑنا اور شریعت کی اصطلاح میں حق پر عقیدہ رکھنا اور اس پر عمل کرنا اعتصام کہلاتا ہے اب مطلب یہ ہو جائے گا کتاب اور سنت کو حق جاننا اور ان پر ہمیشہ عمل کرنا یاد رہے یہاں کتاب سے مراد قرآن پاک اور سنت سے مراد نبی کریم ﷺ کے اقوال نبی کریم کے افعال اور نبی کریم کے احوال ہیں۔

سنت اور حدیث میں فرق: یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کے تمام افعال اور احوال ہمارے لئے سنت نہیں بلکہ وہ افعال اور احوال سنت ہیں جو ہمارے لئے قابل عمل بھی ہیں کیونکہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہیں اور ہمارے لئے ان پر عمل جائز نہیں مثلاً ۹ شادیاں کرنا مسجد میں جماع کرنا اونٹ پر طواف کرنا منبر پر نماز پڑھانا وغیرہ حضور ﷺ کا ہر قول، فعل اور حال حدیث تو ہے لیکن سنت نہیں سنت صرف وہی ہے جو ہمارے لئے قابل عمل ہو لہذا ہر سنت تو حدیث ہے لیکن ہر حدیث سنت نہیں یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے لئے فرمایا علیکم بسنتی تم پر میری سنت لازم ہے یہ نہیں فرمایا کہ علیکم بحدیثی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت ہیں اہل حدیث نہیں اسلام میں اہل سنت بننا ممکن ہے لیکن اہل حدیث ہونا کسی صورت ممکن نہیں کیونکہ ۹ شادیاں کرنا مسجد میں جماع کرنا اونٹ پر طواف کرنا منبر پر نماز پڑھانا یہ سب حدیث تو ہیں لیکن سنت نہیں۔

انسان کی کامیابی کتاب وسنت پر عمل کرنے سے ہے: انسان کی کامیابی مال و دولت عزت وحکومت سے نہیں کتاب و سنت کی اطاعت سے ہے کہ مال و دولت فانی ہیں اور اس اطاعت کا ثواب باقی۔ جسے اللہ تعالی قرآن وسنت پر ثابت قدم رکھے اسے نفس و شیطان دنیا کی کوئی چیز بہکا نہیں سکتی اور جس میں رب تعالی گمراہی کا خلق فرما دے اسے کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی ابو جہل مکہ میں رہ کر حضور انور کو دیکھ کر بھی ہدایت نہ پا سکا چمگادڑ کی طرح چمگادڑ نکلا کیونکہ چمگادڑ کی آنکھ سورج سے نور نہیں لیتی دن کو بھی اندھی رہتی ہے۔

یاد رکھیں توحید، جنت دوزخ کا اعتقاد فرشتوں کو مان لینا ایمان نہیں کیونکہ شیطان ان سب کو مانتا تھا مگر نبی کا انکار کر کے کافر ہوا اسی طرح قومی برادری کا ایک یا الگ ہونا قرآن وسنت اور حضور کی محبت کے دم سے ہے ان کا ماننے والا ہمارا ہم قوم ہے بھائی ہے ہماری برادری ہے اگرچہ کسی ملک کسی صوبے یا کسی شہر کا ہو اور ان کا منکر نہ ہماری قوم نہ ہماری برادری نہ ہم وطن ہے اگرچہ رشتہ میں سگا بھائی ہو اگر وہ قرآن وسنت اور حضور کا نہیں تو ہمارا بھی نہیں جس کا رشتہ قرآن وسنت اور حضور ﷺ سے ٹوٹا اس کا رشتہ خلقت سے بھی ٹوٹا اور خالق سے بھی۔

بارہا ایسا ہوا کہ برسوں کا کافر ایمان قبول کرتے ہی حضور کا کلمہ پڑھتے ہی مر گیا جنتی ہوا حالانکہ اس کے پاس عبادت کی دولت نہیں مگر ایسی مثال نہ ملے گی کہ حضور ﷺ کا انکار کر کے بقیہ عبادتیں کر کے کوئی جنتی ہو گیا ہو سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔ کوئی شخص اپنی دانائی یا اپنی تجویز کردہ عقلی عباداتوں کے ذریعے دوزخ سے نہیں بچ سکتا جب تک حضور کی ہدایت کو قبول نہ کرے ورنہ ہندو سادھو اور عیسائی راہب ترک دنیا کر کے عمر بھر عبادتیں کرتے ہیں مگر دوزخی ہیں۔

کتاب وسنت کے بغیر محض عقل سے اللہ تک رسائی نہیں ہوسکتی: روایت میں ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار سرکار دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بوعلی سینا بہت بڑا عالم اور فلسفی ہے تو اللہ کی بارگاہ میں اس کا کیا مقام ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے میرے طریقہ شریعت اور میری اطاعت کو چھوڑ کر اپنی عقل کے ذریعے اللہ تک پہنچنے کی کوشش کی تو میں نے اللہ تک پہنچنے کے سارے دروازے اس پر بند کر دئے ہیں۔ یاد رہے کہ اگرچہ قرآن تو کامل ہے مگر انسان کا پانا ناقص قرآن میں سب کچھ ہے مگر ملے گا اسے جسے حضور ﷺ نکال کر دیں گے ہر شخص سمندر سے موتی حاصل نہیں کرسکتا موتی نکلتے سمندر سے ہیں مگر ملتے جوہری کی دکان سے ہیں

قرآن وسنت کی اطاعت کرنے والوں کے مراتب: علماء فرماتے ہیں عابدین کے باعتبار ایمان کے تین مراتب ہیں۔

۱۔ ایک وہ شخص ہے جو عذاب کے خوف اور ثواب کی طمع سے اطاعت کرتا ہے اس کا ایمان علم الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبادت کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے احکام کی تعمیل، اطاعت کے شوق سے کرتا ہے اس کا ایمان عین الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودیت کہتے ہیں۔

۳۔ تیسرا وہ شخص ہے جو اللہ کی عبادت محض اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور بندہ کا یہی کام ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے اس شخص کا ایمان حق الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودہ کہتے ہیں سلامتی ہو ایسی ہستیوں پر۔

اس تفصیل کے بعد معلوم ہوا کہ ہم وہ لوگ ہیں جو ایمان کے تیسرے درجے میں آتے ہیں جن کا ایمان علم الیقین کے مرتبہ میں آتا ہے اور جن کی اطاعت عبادت سے آگے نہیں بڑھتی اللہ ہم پر رحم فرمائے اور اطاعت کا اعلیٰ درجہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی اور اپنے محبوب کی طرف بھاگنے یعنی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اے کاش ہم اپنے رب کے احکام پر اتنا تو یقین رکھتے جتنا ایک ڈاکٹر اور حکیم کی بات پر رکھتے ہیں اگر ڈاکٹر ہمیں کہے کہ تمہارے جسم کی اصلاح کے لئے ورزش اور صبح کی سیر بہت ضروری ہے تو ہم ہر کام چھوڑ کر بھی اپنے جسم کو درست کرنے کے لئے یہ مشکل کام کریں گے مگر روح اور ایمان کی اصلاح کے لئے صبح کی نماز اور پنج گانہ نمازیں جن کا حکم اللہ و رسول نے دیا ہے ہم کہاں تک بجالاتے ہیں حکیم ہمیں زہر کی پڑیا بھی دے دے تو ضرور کھائیں گے چاہے کھاتے ہی مر جائیں اور خدا ہمیں حیات بخش حکم دے،، کہ جب اللہ و رسول تم کو بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ،، تو ٹال مٹول کرتے ہیں حکیم پر اتنا اعتماد کہ دوائی یقین سے کھاتے ہیں کیونکہ ہمارا فیملی ڈاکٹر ہے ہمیں غلط دوائی کیسے دے سکتا ہے سوال یہ ہے کہ تیرا فیملی ڈاکٹر کتنی نسلوں سے تیرا ڈاکٹر ہے دو یا تین نسلوں سے ہوگا اور وہ خدا جو سیکڑوں ہزاروں نسلوں سے تیرا خالق و مالک ہے اور رب ہے کبھی اس کے نسخوں پر بھی عمل کیا یاد رکھو تیرے ڈاکٹر اور حکیم کا ہاتھ صرف تیری نبض پر ہے اور جس کی نظر ساری کائنات کی نبض پر ہے جتنا وہ ہم پر مہربان ہے اتنا

ڈاکٹر نہیں ہوسکتا تو تو نے اس کریم اور اس کے محبوب رحیم کو کیوں بھلا دیا۔

سچی اور جھوٹی محبت کی علامت: جس کو اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتا ہے وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی اطاعت قرآن وسنت پر علم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے دو درجے ہیں ایک فرض ہے یعنی اللہ کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ قرآن وسنت کے جن احکام کا اس نے حکم دیا ہے ان پر عمل کیا جائے اور حرام کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے باز رہا جائے اللہ تعالیٰ کی محبت میں کم از کم اتنا درجہ حاصل کرنا ضروری ہے اور جس کو یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو وہ اللہ کی محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ جس شخص نے کسی حرام کام کو کیا یا کسی فرض یا واجب کو ترک کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت کم ہے اسی وجہ سے اس نے اپنے نفس کی خواہش اور اس کی محبت کو اللہ کی محبت پر ترجیح دی اگر اس کے دل میں اللہ کی کامل محبت ہوتی تو وہ اللہ کے فرائض کو ترک نہ کرتا اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں کا ارتکاب نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دوسرا درجہ مستحبات پر عمل کرنا اور مکروہات کو ترک کرنا ہے اور اللہ کی رضا پر راضی رہنا ہے اللہ کی محبت کا یہ کامل ترین درجہ ہے۔ اگر رب سے کچھ لینا ہے تو قرآن سنت اور محبت حضور ﷺ سے تعلق پیدا کرو۔

یاد رہے کہ فقط قرآن کی اطاعت سے نہ تو خدا ملتا ہے اور نہ خدا کی رضا لہٰذا قرآن کا سمجھنا اور اللہ کی رضا دونوں سنت مصطفی پر موقوف ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو حضور کی اطاعت کرے وہ اللہ کا مطیع ہے اور جس نے حضور کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

{حدیث: ۱۳۳}

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ-مسلم.بخاری:۴۴۹۲ـ۲۶۹۷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہمارے دین میں وہ طریقہ ایجاد کرے جو اس دین میں نہیں وہ مردود ہے۔

{حدیث: ۱۳۴}

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. مسلم:۲۰۰۵

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حمد صلاۃ کے بعد بے شک بہترین چیز کتاب اللہ اور بہترین طریقہ محمد عربی ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

وکل بدعة ضلالة: مذکورہ دونوں حدیثوں میں نبی کریم ﷺ نے بدعت کی مذمت بیان فرمائی ہے بدعت کا مسئلہ بھی ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے اس لئے اس کی تعریف اور اقسام ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے۔

بدعت کی تعریف اور بدعت کی اقسام:

بدعت کی تعریف: وہ نیا کام جو زمانہ نبوی کے بعد ایجاد ہوا یہ عام ہے کہ اس نئے کام کا تعلق اعتقاد سے ہو یا اعمال سے دینی ہو یا دنیاوی بدعت کہلاتا ہے۔

بدعت کی اقسام: بدعت کی دو قسمیں ہیں ا۔ بدعت اعتقادی ۲۔ بدعت عملی۔

ا۔ بدعت اعتقادی: وہ عقائد باطلہ جو حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد ایجاد ہوئے جیسے عقیدہ رکھنا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد دوسرا نبی آ سکتا ہے حضور کا خیال بیل گدھے کے خیال سے برا ہے نبی کا علم شیطان کے علم سے کم ہے وغیرہ وغیرہ

۲۔ بدعت عملی: بدعت عملی کی دو قسمیں ا۔ بدعت حسنہ ۲۔ بدعت سیئہ۔

ا۔ بدعت حسنہ: وہ نیا کام ج حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد ایجاد ہوا اور وہ خلاف سنت نہ ہو اور نہ ہی کسی سنت کو مٹانے والا ہو بدعت حسنہ کہلاتا ہے مثلا میلاد النبی منانا وغیرہ

بدعت حسنہ کی اقسام: بدعت حسنہ کی تین قسمیں ہیں: ا۔ بدعت مباحہ ۲۔ بدعت مستحبہ ۳۔ بدعت واجبہ۔

ا۔ بدعت مباحہ: وہ بدعت جو خلاف شرع نہ ہو اور بغیر ثواب کی نیت کے کیا جائے جیسے یوم آزادئی پاکستان منانا شادی پر چراغان کرنا وغیرہ۔

۲۔ بدعت مستحبہ: وہ بدعت جو خلاف شرع نہ ہو اور ثواب کی نیت کے ساتھ کیا جائے۔ مثلا میلاد النبی منانا خطبہ جمعہ میں صحابہ کا خطبہ میں ذکر کرنا مساجد کو مزین کرنا مساجد کے محراب بنانا وغیرہ

۳۔ بدعت واجبہ: وہ بدعت جو خلاف شرع نہ ہو اور اس کو ترک کرنے سے مسلمان حرج میں مبتلا ہو جائیں جیسے قرآن پاک پر اعراب لگانا دینی مدارس کا قیام علم صرف نحو وغیرہ

صحابہ و تابعین سے بدعت کی چند مثالیں: تراویح کی ۸ جماعت قائم کرنا فاروق اعظم کی بدعت ہے مساجد کو مزین کرنا حضرت عثمان کی بدعت ہے مساجد کے محراب بنانا عمر بن عبدالعزیز کی بدعت ہے قرآن پر اعراب لگانا حجاج بن یوسف کی بدعت ہے اس کے علاوہ بھی بدعت حسنہ کی کافی مثالیں موجود ہیں۔

بدعت سیئہ: وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو اور کسی سنت کو مٹانے والا ہو جیسے بزرگان دین کے عرس کے موقعہ پر ڈھول پیٹنا مزاروں پر عورتوں مردوں کا اختلاط میلاد یا شادی بیاہ کے موقعہ پر موسیقی بجانا وغیرہ وغیرہ۔

بدعت سیئہ کی اقسام: اس کی تین قسمیں ہیں بدعت مکروہ تنزیہی ۲ بدعت مکروہ تحریمی ۳۔ بدعت حرام

بدعت مکروہ تنزیہی: وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو اور سنت غیر موکدہ کو ترک کرنے کا سبب بنے جیسے ننگے سر کھانا کھانا

۲ بدعت مکروہ تحریمی: وہ نیا کام جو سنت موکدہ یا واجبہ کو ترک کرنے کا سبب بنے جیسے داڑھی منڈانا وغیرہ۔

۳۔ بدعت حرام: وہ نیا کام جو واجب یا فرض کو ترک کرنے کا سبب بنے بزرگان دین کے عرس کے موقعہ پر ڈھول پیٹنا مزاروں پر عورتوں مردوں کا اختلاط میلاد یا شادی بیاہ کے موقعہ پر موسیقی بجانا وغیرہ۔

چند وہ بدعتیں جس میں ہر مسلک مبتلا ہے: یاد رہے کہ ہر طرف بدعت کا شور تو ہے لیکن چند بدعتیں ایسی ہیں جس میں بدعت والے خود مبتلا ہیں۔ مثلا خانہ کعبہ پر غلاف، سپیکر میں اذان، قرآن پاک کے تیس پارے بنانا، اعراب والا قرآن پڑھنا، حدیث کی کتابیں اور ان کے نام، شریعت کے چاروں سلسلے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، زبان سے نماز کی نیت، جہاز پر سفر حج، مسجد کے محراب وغیرہ سب بدعت حسنہ ہیں۔

گمراہ اور گناہ گار میں فرق: یاد رہے کہ گمراہ اور گناہ گار میں فرق ہے براعقیدہ رکھنے والے کو گمراہ کہتے ہیں جیسے حضور نبی کریم ﷺ کے خیال کو گدھے کے خیال سے بدتر عقیدہ رکھنا یا حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتانا۔ عقیدہ تو ٹھیک ہے لیکن فرائض وواجبات پر عمل نہیں کرتا ہے تو ایسا آدمی گناہ گار کہلاتا ہے جیسے نماز نہ پڑھنے والا روزے قضا کر دینے والا گناہ گار ہے گمراہ نہیں۔

حدیث پاک سے بدعت کا ثبوت:

من سر فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئی و من سن فی السلام سنة سئية كان عليه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزاهم شئی۔ صحیح مسلم

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں بدعت حسنہ یعنی کسی اچھے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور جو شخص اسلام میں بدعت سیئہ یعنی کسی برے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی گناہ ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

قرآن کو حدیث کیوں کہا گیا؟

فان خير الحديث كتاب الله: اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں قرآن پاک کو حدیث کہا جبکہ رسول اللہ ﷺ کے قول فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا لغوی معنی ہے بات اور کلام لہذا لغوی معنی کے اعتبار سے قرآن بھی حدیث ہے اعتراض میں حدیث کی جو تعریف کی گئی ہے وہ اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ہے لہذا اعتراض درست نہیں۔

{حدیث:۱۳۵}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَی اللہِ ثَلَاثَۃٌ ملحد فِي الْحرم ومبتغ فِي الْإِسْلَام سنة الْجَاهِلِيَّة ومطلب دم امرئ بِغَيْر حق ليهريق دَمه۔

بخاری: ۶۸۸۲

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی کے نزدیک تین شخص ناپسندیدہ ہیں حرم میں بے دینی کرنے والا اسلام میں جاہلیت کے طریقے کو رواج دینے والا مسلمان کا ناحق خون بہانے کی کوشش کرنے والا تاکہ اس کا خون بہائے۔

حرم میں بے دینی کرنے والا: کسی قسم کا گناہ کرنا ہر جگہ قابل جرم اور قابل گرفت ہے اور اس کی پکڑ اور اس پر سزا ہے لیکن حرم شریف کی حدود میں یہ گناہ کرنا اور بھی قابل گرفت ہے کہ یہ گناہ کے ساتھ حرم کی بے حرمتی بھی ہے۔ حرم میں جس طرح نیکی کا ثواب ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے اسی طرح وہاں ایک گناہ کا عذاب بھی ایک لاکھ گناہ کے برابر ہے۔

تعظیم مصطفی ﷺ اور ہمارا عقیدہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب حرم کی تعظیم اور اس کی حرمت کا یہ عالم ہے تو حرم والے کی تعظیم اور حرمت کا عالم کیا ہوگا لہذا یہاں پر ہم نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے بارے تفصیلی گفتگو کریں گے ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب وضروری ہے اور آپ کی تعظیم کرنے والے کے لئے اجر وثواب ہے اور آپ ﷺ کی شان میں ادنی سی بے ادبی بھی ایمان اور اسلام چھین سکتی ہے حضور کے ذکر ونعت کے وقت تعظیم کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ جب بارگاہ مصطفی میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرے تو ادب کا اس طرح خیال کرے اور اس طرح تصور کرے جیسے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہے صلاۃ وسلام کے وقت تعظیم کی نیت سے کھڑا ہونا بھی مستحب عمل ہے۔ تعظیم مصطفی پر قرآن پاک، حدیث رسول اور بزرگان دین کے نظریات ثابت وموجود ہیں۔

قرآن سے تعظیم مصطفی ﷺ کا ثبوت

رسول کی تعظیم کرو: وتعزروہ وتوقروہ۔ الفتح۔۹

ترجمہ کنزالایمان: اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم اور توقیر کرو۔

نبی کی آواز سے اونچی آواز نہ کرو: یاایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔ سورہ الحجرات۔۲

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اس عظیم نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اور ان کے سامنے بلند آواز سے بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے باتیں کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے سب اعمال ضائع ہوجائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔

برے محبوب سے آگے مت بڑھو:

یاایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم۔ سورہ الحجرات۔۱

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

رسول کو حجروں سے آواز مت دو:

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون۔ سورہ الحجرات۔۴

ترجمہ کنزالایمان: بے شک جو لوگ آپ کو حجروں سے باہر پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم۔ سورہ الحجرات۔۵

ترجمہ کنزالایمان: اور اگر وہ لوگ صبر کرتے حتی کہ آپ خود ان کی طرف باہر آتے تو یہ ان کے لئے زیادہ اچھا تھا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

حضور کی تعظیم کرنے والوں کا اجر:

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر عظیم۔ سورہ الحجرات۔۳

ترجمہ کنزالایمان: بے شک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوی کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بہت بڑا ثواب ہے۔

رسول کو راعنا مت کہو:

یاایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکافرین عذاب الیم۔ سورہ البقرہ ۱۰۴

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے رسول کو راعنا مت کہو انظرنا کہو اور خوب سن لیا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالی نے اپنے محبوب نبی ﷺ کی تعظیم کا حکم بھی ارشاد فرمایا اور ساتھ ساتھ آپ کی بے ادبی اور آپ کی گستاخی کا عبرت ناک انجام بھی بیان فرمادیا کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ کے صحابی آپ کی تعظیم کا اس قدر لحاظ رکھتے کہ آپ کی بارگاہ میں جب حاضر ہوتے تو اس قدر ساکت اور اور جامد ہوجاتے کہ معلوم ہوتا کوئی پرندہ ان کے کندھوں پر بیٹھا ہوا اور ان کے ہلنے سے کہیں اڑ نہ جائے۔

احادیث سے تعظیم مصطفی کا ثبوت

عبداللہ بن مسعود کی تعظیم:

عن ابی وائل قال قال عبد اللہ ابن مسعود صلیت مع رسول اللہ ﷺ فاطال حتی هممت بامر سوء قال قلت وما هممت به قال هممت ان اجلس وادعه. ص صحیح بخاری ۱۱۳۵ صحیح مسلم ۲۷۳

ترجمہ: حضرت ابی وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے بہت طویل قیام کیا یہاں تک کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کرلیا پوچھا وہ کیا تو حضرت عبداللہ نے کہا میں نے ارادہ کیا تھا کہ حضور کو قیام میں چھوڑ کر خود بیٹھ جاؤں،، یعنی حضور کی تعظیم کی وجہ سے نہیں بیٹھا۔

تشریح: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں رات کو نفل پڑھے اور آپ کے قیام کے طویل ہونے کی وجہ سے بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوں اور میں بیٹھ جاؤں یہ بری بات ہے باوجود اس بات کے کہ نفل میں بیٹھنا جائز تھا کھڑے رہے اور ان کا یہ فعل عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کا مظہر تھا۔

تعظیم کا منکر ہم میں سے نہیں:

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا۔ مشکوۃ ص ۴۳۲

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں یعنی ہمارے راستے پر نہیں۔

ایسی تعظیم کہیں نہیں دیکھی: حضرت عروہ بن مسعود اسلام لانے سے پہلے جب کفار کی طرف سے صلحہ حدیبیہ کا معاہدہ طے کرنے کے لئے آئے اور وہاں کی صورت حال اور صحابہ کی تعظیم کا عالم دیکھا تو کفار مکہ سے جا کر کہا۔

واللہ لقد وفدت علی الملوك و وفدت علی قیصر و کسری والنجاشی واللہ ان رایت ملکا قط یعظمه اصحابه ما یعظم اصحاب محمد واللہ ان تنخم تخامة الا وقعت فی قف رجل منهم فدالك بها وجهه و جلده و اذا امرهم ابتدروا امره واذا توضأ کانوا یقتتلون علی وضوئه واذا تکلم خفضوا اصواتهم عنده وما یحدون الیه تنظر تعظیما له. صحیح بخاری ج ا ص ۳۷۹

ترجمہ: اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں قیصر و کسری اور نجاشی کے دربار میں بھی گیا ہوں لیکن اللہ کی قسم میں نے آج تک ایسا نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے اصحاب بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد کے صحابہ ان کی تعظیم کرتے ہیں خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے بچے ہوئے پانی پر اس طرح جھپٹ پڑتے ہیں کہ ابھی جنگ ہو جائے گی اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

حضور ﷺ کے دھوون کی تعظیم:

عن ابی جحیفه قال اتیت النبی ﷺ وهو فی قبة حمراء من آدم و رایت بلالا اخذ وضوء النبی ﷺ والناس یبتدرون الوضوء فمن اصاب منه شیئا تمسح به ومن لم یصب منه اخذ من بلل ید صاحبه صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۱

ترجمہ: حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ سرخ قبہ میں تشریف فرما تھے اور حضرت بلال کو دیکھا وہ حضور ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو ایک برتن میں لیا اور لوگ اس پانی کی طرف دوڑ رہے تھے تو جس کو کچھ ملا اس نے اپنے چہرے پر مل لیا اور جس نے نہیں پایا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

تعظیم نہ کرنے پر امامت سے ہٹا دیا:

عن سائب بن خلاد قال ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلة و رسول اللہ ﷺ ینظر فقال رسول اللہ ﷺ لقومه حین فرغ لا یصلی لکم فاراد بعد ذلك ان یصلی لهم فمنعوه فاخبروه بقول رسول اللہ ﷺ فقال نعم وحسبت انه قال انك قد اذیت اللہ و رسوله. مشکوۃ شریف ۷۱

ترجمہ: حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا تھا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اور نبی کریم ﷺ دیکھ رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس کی قوم کو فرمایا آئندہ یہ شخص تم لوگوں کی امامت نہ کرے حضور نبی کریم ﷺ کے جانے کے بعد جب اس شخص نے امامت کرانی چاہی تو لوگوں نے اسے منع کر دیا اور سرکار دو عالم ﷺ کے حکم سے آگاہ کیا اس شخص نے جب حضور ﷺ سے اس کی تصدیق کی تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے منع کیا تھا کیونکہ تم نے اللہ و رسول کو،، قبلہ کی تعظیم نہ کر کے،، اذیت دی۔

نماز میں تعظیم مصطفی ﷺ: حضرت سہل بن سعد سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے نماز کا وقت ہو گیا تو موذن حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور کہا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے حضرت ابوبکر نے فرمایا ہاں حضرت ابوبکر نماز پڑھانے لگے تو اسی دوران نبی کریم ﷺ بھی تشریف لے آئے اور آپ ﷺ صفوں میں سے ہوتے ہوئے اگلی صف میں تشریف لائے لوگوں نے تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے اور رسول کریم ﷺ کو دیکھ لیا حضور ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہیں تو حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ بلند کئے اللہ کا شکر ادا کیا اور پچھلی صف میں آ گئے رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی فراغت کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا میں نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا تو آپ کو کس چیز نے اس سے روکا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اللہ کے حبیب سے آگے کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ صحیح بخاری ۱۲۳۴ صحیح مسلم ۴۲۱

حضرت عثمان کی تعظیم: لما اذنت قریش لعثمان رضی اللہ عنہ فی الطواف بالبیت حین وجهه الیهم فی القضیه ابی وقال ما کنت لافعل حتی یطوف به رسول اللہ ﷺ. شفا ج ۲ ص ۳۱

ترجمہ: جب کفار قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت دی تو آپ نے نبی کریم ﷺ کے بغیر آپ ﷺ کی تعظیم میں طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت ابوایوب انصاری کی تعظیم:

عن ابی ایوب ان النبی ﷺ نزل علیه فنزل النبی ﷺ فی السفل وابو ایوب فی العلو قال فانبته ابو ایوب لیلة فقال نمشی فوق راس رسول الله ﷺ فتنحوا فباتوا فی جانب ثم قال للنبی ﷺ فقال النبی ﷺ الاسفل ارفق فقال لا اعلوا سقیفة انت تحتها فتحول النبی ﷺ فی علوا وابو ایوب فی الاسفل۔ صحیح مسلم ص ۹۱۶

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہجرت کے بعد جب نبی کریم ﷺ ان کے ہاں قیام پذیر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نیچے والے حصے میں ٹھہرے اور حضرت ابوایوب انصاری نے اوپر والے حصے میں قیام کیا رات کے وقت جب حضرت ایوب کی آنکھ کھلی تو انہیں خیال آیا کہ ہم تو نبی کریم ﷺ کے اوپر چل رہے ہیں تو وہ حضور ﷺ کی تعظیم کی خاطر کمرے کے ایک کونے میں ہو گئے اور اسی کونے میں ساری رات بسر کی دوسرے دن انہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے نیچے رہنے میں زیادہ سہولت ہے تو حضرت ایوب نے کہا میں اس چھت پر کسی صورت نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ ﷺ موجود ہوں تو نبی کریم ﷺ اوپر کی منزل میں تشریف لے گئے اور حضرت ابو ایوب انصاری نچلی منزل میں۔

عبداللہ ابن عباس اور تعظیم مصطفیٰ: حضرت عبداللہ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا اور مجھے اپنے آگے کیا جب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا یہ کیا بات ہوئی میں تمہیں اپنے آگے کرتا ہوں اور آپ پیچھے ہٹ جاتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا کسی شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے آپ کو بلند مقام عطا فرمایا رسول اللہ ﷺ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ مسند امام احمد ج ۱ ص ۳۳۰

اکابرین اہل سنت کے نظریات

امام بخاری کا عقیدہ: حضرت محمد بن یوسف فرماتے ہیں کہ امام بخاری سرکار دو عالم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی تعظیم کے بارے میں فرماتے ہیں

ما وضعت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلك وصلیت رکعتین۔ شرح بخاری ص ۵

ترجمہ: امام بخاری فرماتے ہیں بخاری شریف میں ہر حدیث لکھنے سے پہلے حضور ﷺ کی حدیث کی تعظیم میں، میں غسل کرتا اور دو رکعت نفل ادا کرتا پھر حدیث لکھتا۔ معلوم ہوا کہ جس کی حدیث کی تعظیم کا یہ عالم ہو تو اس ہستی کی تعظیم کا عالم کیا ہو گا۔

امام مالک کا عقیدہ: حضرت ابومصعب فرماتے ہیں۔

کان مالك ابن انس لا یحدث بحدیث رسول الله ﷺ الا وهو علی وضوء۔ شفا شریف ج ۲ ص ۳۵

ترجمہ: حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی خاطر بغیر وضوء کبھی حدیث بیان نہ فرماتے روایت میں ہے کہ حضرت امام مالک کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے آتا تو آپ کی خادمہ باہر آ کر پوچھتی حدیث پوچھنے آئے ہو یا مسئلہ اگر وہ کہتا کہ مسئلہ پوچھنے آیا ہوں تو آپ فوراً باہر آ کر مسئلہ ارشاد فرما دیتے اور اگر کوئی حدیث پوچھنے آتا تو آپ پہلے غسل کرتے خوشبو لگاتے پھر تخت بچھایا جاتا جس پر آپ وقار سے بیٹھ جاتے اور حدیث پاک بیان فرماتے جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

احب ان اعظم حدیث رسول الله ﷺ۔ میں چاہتا ہوں کہ میں حضور ﷺ کی حدیث پاک کی تعظیم کروں۔ شفا شریف ج ۲ ص ۳۱

علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ: آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

فاوجب الله تعالی تعزیره وتوقیره والزم اکرامه وتعظیمه۔ شفا شریف ج ۲ ص ۲۸

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حرمت و توقیر کو واجب کر دیا ہے اور آپ ﷺ کی تکریم و تعظیم کو لازم کر دیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

واجب علی کل مومن عند ذکر النبی ﷺ ان یتوقر ویاخذ فی هیبته وجلاله۔

ترجمہ: ہر مومن پر واجب ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا ذکر خیر کیا جائے تو آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرے اور آپ ﷺ کی ہیبت اور بزرگی کو دل میں بٹھائے۔

ملا علی قاری کا عقیدہ: ملا علی قاری اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کان اصحاب رسول الله ﷺ یقرعون بابه بالاظافر۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ حضور کی تعظیم کی وجہ سے آپ کے دروازے پر ناخنوں سے دستک دیتے تھے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ای ضربا خفیفا ودقا لطیفا تعظیما وتکریما وتشریفا۔ شرح شفا ج ۳ ص ۳۹۵

ترجمہ: یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ان کی توقیر کے لئے ضرب خفیف سے ہلکی دستک دینا بھی آپ کی تعظیم ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کا عقیدہ:

تعظیم النبی ﷺ بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیها مشارکة الله فه الالوهیت امر مستحسن عند من نور الله ابصارهم۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی ہر ایسی تعظیم جس میں الوہیت میں مشارکت نہ ہو ان لوگوں کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ

نے اپنے نور سے منور فرمایا ہے ایک مستحسن امر ہے۔

امام تقی الدین سبکی کا عقیدہ: ایک نعت خوان نے نعت شریف کے چند الفاظ پڑھنے شرع کئے تو

نعند ذلك قام الامام السبكى و جميع من بالمجلس و يكفى ذلك فى الاقتداء. تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۵۶

ترجمہ: تو فورا امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام حاضرین مجلس نعت کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت لطف آیا اور پیروی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ:

ذكر النبى ﷺ بالتعظيم و طلب الخير من الله تعالى فى حقه آلة صالحة لتوجه

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کا ذکر کرنا تعظیم وتوقیر کے ساتھ اور آپ ﷺ کے حق میں اللہ تعالی سے خیر طلب کرنا عمدہ ذریعہ ہے آپ ﷺ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے۔

امام احمد بن حنبل کی تعظیم: حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کو مخلوق نہ کہنے پر مسلسل اٹھائیس ماہ قید میں رکھا گیا اس دوران آپ پر ہر رات کوڑے برسائے جاتے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی تلوار کے زخم لگائے گئے پاؤں تلے روندا گیا مگر مرحبا آپ کی استقامت،، اتنی بڑی بڑی مصیبتیں ٹوٹنے کے باوجود آپ ثابت قدم رہے روایت میں ہے کہ آپ کو اسی کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو مارے جاتے تو وہ بھی چیخ اٹھتا لیکن اس کے باوجود آپ ہر ضرب پر دعا کرتے الہی میں معتصم باللہ کو معاف کرتا ہوں تو بھی اسے معاف کر دے بعد میں جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی کہ وہ آپ کو کوڑے مار رہا تھا اس کے باوجود آپ اس کو معاف کرتے رہے تو آپ نے فرمایا کہ معتصم باللہ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس کی اولاد میں سے ہے لہذا اس کی تعظیم کی وجہ سے مجھے حیاء آتی ہے کہ بروز حشر میری وجہ سے حضور ﷺ کے چچا کی اولاد کی پکڑ ہو جائے۔ تذکرۃ الاولیاء

مجدد الف ثانی کا عقیدہ: حضرت ہاشم فرماتے ہیں کہ میں مجدد الف ثانی کے پاس حاضر تھا اس وقت آپ تحریری کام کر رہے تھے ضرورتا بیت الخلا گئے مگر فورا واپس آ کر پانی کا لوٹا منگوا کر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن دھویا پھر بیت الخلا چلے گئے فراغت کے بعد جب واپس تشریف لائے تو میں نے پہلی بار فورا واپس نکلنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میں جوں ہی بیت الخلا میں بیٹھا میری نظر انگوٹھے کی پشت پر پڑی تو قلم کی سیاہی کا نقطہ لگا ہوا تھا چونکہ یہ اسی قلم سے تھا جس سے میں قرآنی آیات اور حدیث پاک وغیرہ لکھتا تھا لہذا اس حالت میں وہاں بیٹھنا میرے نزدیک ادب کے خلاف تھا لہذا فورا باہر آیا سیاہی کے نقطے کو دھو کر پھر گیا مجھے بہت شدت سے پیشاب آیا تھا مگر اس تکلیف کے مقابلے میں اس بے ادبی کی تکلیف بہت زیادہ تھی۔ زبدۃ المقامات ص ۲۷۴

امام مالک کا عقیدہ: امام شافعی نے امام مالک کے دروازے پر بہت سے گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے جو امام مالک کو تحائف میں ملے امام مالک نے امام شافعی کو فرمایا یہ سارے گھوڑے آپ لے جاؤ امام شافعی نے کہا آپ ایک دو گھوڑے تو

سواری کے لئے رکھ لیں تو امام مالک نے فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس شہر کو جانوروں کے پیروں سے روندوں جس شہر میں میرے محبوب ﷺ چلتے رہے ہیں جس شہر کی مٹی میں سرکار دو عالم ﷺ جلوہ گر ہوں اس شہر میں گھوڑوں کی سواری کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ تذکرۃ المحدثین

ایک اور روایت میں ہے کہ امام مالک نے کبھی مدینہ شہر میں پیشاب پاخانہ نہیں کیا آپ فرماتے تھے کہ میں اس شہر کو اپنے پاخانے سے کیسے آلودہ کروں جس میں میرے آقا جلوہ افروز ہوں۔ اور نہ ہی آپ جوتے کے ساتھ مدینہ میں رہے بلکہ آپ نے ساری زندگی ننگے پاؤں گزار دی لیکن یہ سوچ کر جوتا نہیں پہنا کہ کہیں میرا جوتے والا پاؤں میرے آقا کے پاؤں کی جگہ پر نہ آ جائے۔

دیوبندی پیشوا شیخ زکریا کاندھلوی کا عقیدہ: نبی کریم ﷺ کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام مشاہد مکہ اور مدینہ کی تمام جگہوں اور جہاں آپ نے عبادت کی ہے اس کی تعظیم کی جائے اور جن چیزوں کو آپ نے چھوا ہے ان کی بھی تعظیم کی جائے حضرت محزورہ کے سر کے اگلے حصے کے بال بہت لمبے تھے جو زمین تک لٹکتے تھے ان سے کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو کٹوا کیوں نہیں لیتے انہوں نے کہا کہ ان بالوں کو نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے چھوا ہے اور جن بالوں پر آپ کا ہاتھ مبارک لگا تھا میں ان کو مونڈ نہیں سکتا اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ منبر پر جہاں بیٹھتے تھے ابن عمر اس جگہ اپنے ہاتھ لگا کر پھر اپنے ہاتھوں کو چومتے تھے۔ حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱

اسلام میں جاہلیت کے طریقے کو رواج دینے والا:

زمانہ جاہلیت والے طریقے آج بھی رائج ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگ بدشگونی کی وجہ سے اپنے مطلوبہ کاموں کو کرنے سے رک جاتے تھے شریعت اسلامی نے بدشگونی کو باطل کیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ خبر دی کہ کسی نفع کے حصول یا کسی ضرر کے دور کرنے میں شگون کا کوئی اثر نہیں ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ بدشگونی کی وجہ سے کسی کام کو ترک نہ کیا جائے نبی کریم ﷺ نے بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے روک دیا اور بدشگونی لینے اور کسی چیز کو منحوس قرار دینے سے منع فرمایا۔

دن، ہفتے، مہینے میں کوئی نحوست نہیں: اسلام میں کسی دن ماہ یا سال میں کوئی نحوست نہیں تمام دن اللہ تعالی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور کوئی دن نامسعود اور نامبارک نہیں اسی طرح تمام انسان اور اشیاء اللہ کی پیدا کردہ ہیں اور ان میں سے کوئی چیز منحوس نہیں ہے اور حوادث، آفات بلاؤں اور مصائب کے نازل ہونے میں کسی چیز کا دخل نہیں ہے بیماریوں، آفتوں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کا تعلق تقدیر سے ہے دن اور کسی شے کا کسی شر کے حدوث اور کسی آفت کے نزول میں کوئی دخل اور اثر نہیں ہے۔ ہر چیز کا خالق اللہ تعالی ہے اور بس! اسی لئے کسی بھی جائز اور صحیح کام کو کسی دن اور کسی چیز کی خصوصیت کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں ہے اور کوئی دن اور کوئی چیز منحوس نامسعود اور نامبارک نہیں ہے۔

بدفالی شبہات میں ڈال دیتی ہے اور بدفالی کا حکم: فرمایا میری امت میں ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے یہ وہ ہوں گے جو پرندوں سے فال نہیں نکالتے ہوں گے۔

فی زمانہ بعض لوگ کہتے ہیں ہیں کہ اگر گھر میں الو بول جائے یا کالی بلی رستہ کاٹ لے یا کسی گھر میں سیہ کا کانٹا دبا دیا جائے یا صدقے کے گوشت کے اوپر سے گزر جائے تو وہاں نحوست بیماریاں اور جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں یہ سب زمانہ جاہلیت کے نظریات ہیں اسلام میں ایسی خرافات کی کوئی حیثیت نہیں۔

اہل عرب جب کسی کام کو جاتے تو چڑیوں سے فال لیتے تھے کہ کوئی چڑیا دیکھتے تو اسے اڑاتے اگر داہنی طرف اڑ جاتی تو کہتے ہمارا کام ہو جائے گا اگر بائیں طرف اڑتی تو کہتے ہمارا کام نہیں ہوگا واپس لوٹ آتے۔ اگر اوپر کو اڑتا تو کہتے کام دیر سے ہوگا اور اگر نیچے کو اڑتا تو کہتے رکاوٹ آئے گی اس کو بدفالی کہتے ہیں یہ سب حرام ہے۔

بدفالی ایسا خطرناک نظریہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو شبہات میں ڈال دیتا ہے اور یہ توکل کے خلاف ہے لہذا اس شبہ اور خطرہ کو توکل کے ذریعہ ختم کرو کیونکہ جو توکل اختیار کرتا ہے وہ شبہات سے بچ جاتا ہے۔

یاد رہے پرندے وغیرہ اڑانا نفس کے دھوکے ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں اگر تم کسی کام کو جا رہے ہو اور کوئی پرندہ بائیں طرف اڑتے دیکھو تو اپنے کام سے نہ رک جاؤ اپنے کام کو جاؤ رب پر توکل کرو کام بننا نہ بننا اللہ کی طرف سے ہے۔
یاد رہے کہ نیکیوں سے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں مگر گناہوں سے نیکیاں برباد نہیں ہوتی نیکیاں صرف مرتد ہونے سے برباد ہوتی ہیں۔

طوطا فال اور جنتریوں کے ذریعے قسمت کا حال معلوم کرنا: آج کل لوگوں میں رواج ہے کہ ہاتھ دکھا کر فال نکلوا کر قسمت کا حال معلوم کیا جاتا ہے مثلاً ہاتھ دکھا کر فال نکالنا یا طوطے کے ذریعے فال نکالنا یا جنتریوں کے ذریعے فال نکالنا یہ سب ناجائز ہے فٹ پاتھ پر بیٹھے جعلی عاملین طوطوں کے ذریعے لوگوں کو کروڑوں کی بشارتیں سنا رہے ہوتے ہیں یاد رکھیں علمائے کرام نے یہاں تک فرمایا ہے کہ قرآن سے فال نکالنا بھی ناجائز ہے بعض لوگ قرآن پاک کے آخر میں فال نکالتے ہیں اس کا ایک آسان طریقہ لکھا ہوتا ہے کہ آنکھیں بند کر کے ایک دائرے کے اندر چند مخصوص حرفوں پر انگلی پھیریں جس حرف پر انگلی روک کر آنکھیں کھولیں گے اس حرف کے تحت نیچے فال لکھی ہوگی الغرض فال کے جتنے طریقے مثلاً طوطا فال یا جنتری فال یا ہاتھ دکھا کر فال نکالنا سب ناجائز اور خلاف اصل ہیں اسلام میں ایسی چیزوں کو کوئی تصور نہیں۔

ستاروں کو موثر ماننا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں برج یعنی ستارے سے بارش ہوئی تو یہ میرا منکر ہے ستاروں کا مومن۔

یاد رہے کہ ستاروں کو بعض چیزوں کی علامات ماننا درست ہے مگر انہیں موثر ماننا حرام یا کفر ہے ستاروں سے وقت، سمت، آفتاب کا طلوع وغروب ہونا معلوم کر لیا جاتا ہے لیکن یہ کہنا کہ فلاں تارہ فلاں برج میں پہنچا لہذا بارش ہوئی اس کی تاثیر سے بادل برسا کہنا حرام ہے بعض صورتوں میں کفر کیونکہ اس میں کفار کے عقیدے کا اظہار ہے اور ناشکری کے الفاظ ہیں۔ یاد رہے بعض لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ تارون کے ٹوٹنے کا تعلق کسی انسان کی موت یا زندگی سے نہیں ہے۔
یاد رکھیں انبیاء وفرشتے بھی تاروں سے غیبی خبریں معلوم نہیں کرتے ان کے علوم وحی الٰہی سے ہوتے ہیں اور نہ تو ان کی خبروں اور ان کے علم کا ذریعہ تارے ہیں اور نہ انہوں نے تاروں کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دی۔ لہذا اے لوگو ان تاروں میں

سوچ بچار کرنے کی بجائے کتب وسنت میں سوچ بچار کرو۔
بزرگ فرماتے ہیں تارے حالات میں موثر نہیں ہاں بعض حالات کی علامات ہیں اور علامات سے حالات وابستہ نہیں ہوتے۔ مثلاً بادل بارش کی علامت تو ہے لیکن اس کی علت یعنی بنیاد نہیں بارہا بادل آتے ہیں بارش نہیں ہوتی، جماع کرنا اولاد کی علامت یا حد درجہ سبب ہے اس کی علت نہیں لہذا علم نجوم باطل بھی ہے اور صحیح بھی موثر ماننا باطل ہے علامت ماننا برحق ہے۔

سورج گرہن کے بارے عقیدہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سورج چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے گہنے جاتے ہیں نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے جب تم یہ دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بارشوں اور آندھیوں کا آنا زمین پر زلزلے کسی کے مرنے جینے سے نہیں بلکہ رب کی قدرت کے اظہار کے لئے ہیں اسی طرح چاند اور سورج گرہن بھی کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں۔

اس حدیث پاک میں اس جہالت کے عقیدے کا رد ہے جو اہل عرب میں پھیلا ہوا تھا اور اتفاقاً اس دن حضرت ابراہیم کا انتقال بھی ہوا تھا اس لئے ان کے خیالات میں اور پختگی ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔
یاد رہے کہ اہلسنت کے نزدیک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی ذات پر نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یعنی سورج اور چاند اپنی ذات کے اندر سلب نور کے تغیر اور تبدل کو قبول کر کے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کسی ذات کی تخلیق اور قدرت کی دلیل اور نشان ہیں خود قادر اور خالق نہیں ہیں۔

گرہن کے بارے ہندوؤں کا عقیدہ: خیال رہے کہ کفار عرب اور مشرکین ہند کا عقیدہ ہے کہ چاند اور سورج پہلے انسان تھے انہوں نے بھنگیوں و چماروں سے کچھ قرض لیا اور ادا نہ کیا اس سزا میں انہیں گرہن لگتا ہے چنانچہ ہندو گرہن کے وقت بھنگیوں کو خیرات دیتے ہیں اور مانگنے والے بھنگی بھی کہتے ہیں کہ سورج مہاراج کا قرض چکاؤ اسلام ان لغویات سے علیحدہ ہے وہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جب چاہے چاند سورج کو نورانی کر دے اور جب چاہے ان کا نور چھین لے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بارشوں اور آندھیوں کا آنا زمین پر زلزلے کسی کے مرنے جینے سے نہیں بلکہ رب کی قدرت کے اظہار کے لئے ہیں اسی طرح چاند اور سورج گرہن بھی کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں۔
بدقسمتی سے موجودہ دور کے بعض جاہل مسلمانوں میں بھی سورج گرہن اور چاند گرہن کے متعلق ایسی عجیب وغریب باتیں مشہور ہیں جن کا اسلام میں کوئی تصور نہیں، مثلاً حاملہ عورت کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتے کہ کہیں بچہ اپاہج یا بھینگا یا لنگڑا نہ پیدا ہو جائے اور اگر کوئی عورت غلطی سے گھر سے باہر نکل بھی آئے تو اس کے گریبان سے پیسے ڈال کر نیچے گراتے ہیں اور صدقہ کرتے ہیں کہ سورج گرہن کا اثر بچے پر نہ ہو جائے اور اسی طرح کوئی بچوں کو مٹی میں دبا کر سر باہر نکالتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب ہندوآنہ سوچ تو ہو سکتی ہے لیکن اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

نجومیوں کے پاس قسمت کا حال معلوم کرنا جاہلیت کا طریقہ ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کسی کاہن کے پاس جائے پھر اس کی تصدیق کرے تو وہ اس سے بری ہے جو اللہ نے محمد پر اتارا۔ کاہن وہ ہے جو آئندہ کی خبریں دے اور

عراف وہ جو چھپی یعنی چوری شدہ چیزوں کی خبر دے کہ تیری چوری فلاں نے کی فلاں چیز فلاں جگہ رکھی ہے۔ آج کل طبیبوں عاملوں کے بارے یہ دیکھا جا رہا ہے اگر کوئی طبیب پچاس بیماروں سے قبرستان بھر دے مگر وہ دو چار کو صحت دے تو اس کی صحت وشفا کا شہرہ ہو جاتا ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو نجومیوں کے حق ہونے کا عقیدہ رکھ کر ان کے پاس جائے تو دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر کوئی شخص ان کے حق ہونے کا اعتقاد تو نہ رکھے لیکن پھر بھی ان کی طرف میلان رکھتا ہو تو ایسے شخص کے لئے ان کے پاس جانا حرام ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو اور ویسے ہی وقت گزاری اور ان سے ٹھٹھہ کرنے کی نیت سے جائے تو بھی مکرہ ہے اور اگر ان کا رد کرنے کے لئے اور ان کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے جائے تو عالم کے لئے مستحب ہے لیکن عام آدمی کے لئے پھر بھی احتیاط چاہئے کہ نہ جائے۔

مخصوص مہینہ میں شادی کو منحوس سمجھنا اور ستارے ملا کر رشتہ کرنا: اکثر لوگ محرم وصفر میں شادی یا رخصتی کو منحوس سمجھتے ہیں یہ نظریہ بالکل غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے کوئی دن کوئی مہینہ منحوس نہیں ہاں اگر نحوست ہوتی ہے تو وہ صرف اپنی بداعمالیوں میں ہوتی ہے علما فرماتے ہیں ماہ صفر کو لوگ منحوس سمجھتے ہیں اور اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے لڑکیوں کی رخصتی نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور اس ماہ میں صفر کرنے سے گریز کرتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں اگر صفر ومحرم میں نکاح کامیاب نہیں ہوتا تو کیا جو دوسروے مہینوں میں نکاح ہوتے ہیں ان میں طلاق نہیں ہوتی لہذا مسلمانوں کو یہ سوچ تبدیل کرنی چاہئے۔

آج کل بعض لوگ رشتہ طے کرتے وقت لڑکے اور لڑکی کے ستارے ملاتے ہیں اور ان ستاروں کو ملانے والے مخصوص عامل قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو الٹا سیدھا حساب لگا کر کہتے ہیں کہ یہ رشتہ صحیح ہوگا یا نہیں یہ بالکل غیر شرعی اور ہندوآنہ رسم ہے ستاروں کا نکاح وتقدیر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

موکلات کے بارے میں عقیدہ: آج کے دور میں کئی جاہل عاملین اور جعلی صوفیا لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے پاس موکلات یعنی جن ہیں اور لوگوں میں □ جس کی چوری ڈکیتی جیسے امور ہو جائیں یا مستقبل کے مسائل کے حل کے لئے ان کے پاس جاتے ہے یہ اٹکل اور تجربے سے کہہ دیتے ہیں کہ چور کا نام فلاں حرف سے شروع ہوتا ہے اب اگر اس حرف سے اس کے کسی رشتہ دار کا نام نکل آیا تو اس رشتہ دار پر الزام وبہتان تراشی اور لڑائی جھگڑے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس طرح اچھے خاصے پیار ومحبت سے رہنے والے دو گھرانوں میں جنگ کا ایک بعض اوقات جان لیوا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے قرآن پاک سے ثابت ہے کہ جنات کو علم غیب نہیں ہوتا۔ علمائے کرام کا اس بات پر فتوی موجود ہے کہ جن یہ نہیں بتا سکتا کہ چوری کس نے کی، کالاعلم کس نے کیا، کل کیا ہوگا بلکہ ایسے لوگوں سے اس قسم کی باتیں پوچھنا یا ان کے پاس جانا بھی حرام ہے۔

قتل کی تعریف اور اس کا حکم:

مسلمان کا ناحق خون بہانے کی کوشش کرنے والا: کسی انسان کا ناحق قتل دین اسلام میں جرم عظیم ہے قرآن پاک میں ہے جس نے کسی ایک انسان کو ناحق قتل کر دیا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا۔ البقرہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے خون ناحق کے بارے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا صحیح مسلم

دوسری جگہ فرمایا مسلمان اپنے دین کی وجہ سے کشادگی میں رہتا ہے جب تو کوئی ناحق قتل نہ کر دے۔

ایک جگہ فرمایا جس نے کسی ذمی کافر کو قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پا سکے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک پہنچتی ہے ایک حدیث میں ہے بے شک دنیا کا زوال اللہ تعالی پر آسان ہے ایک مرد مسلمان کے قتل سے اگر آسمان اور زمین والے ایک مرد مومن کے خون میں شریک ہو جائیں تو سب کو اللہ تعالی جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔ صحیح بخاری

قتل کی تعریف اور اس کی اقسام: ایسا فعل کرنا کہ جس کے سبب دوسرے کی روح جسم سے نکل جائے قتل کہلاتا ہے قتل کی پانچ اقسام ہیں ۱۔ قتل عمد ۲۔ قتل شبہ عمد ۳۔ قتل خطا ۴۔ قتل قائم مقام خطا ۵۔ قتل بالسبب۔

۱۔ **قتل عمد:** ایسا قتل جس میں روح نکالنے کے لئے کسی ایسے ہتھیار سے ضرب لگائے جو کاٹے اور زخم لگائے قتل عمد کہلاتا ہے

حکم: اس قتل میں آخرت میں عذاب اور دنیا میں قصاص ہے اور اگر ورثاء دیت پر راضی ہو جائیں تو پھر قصاص نہیں۔

قصاص: جان کے بدلے جان کو قصاص کہتے ہیں

۲۔ **قتل شبہ عمد:** وہ قتل جس میں فقط کوڑے، لاٹھی یا ہاتھ وغیرہ سے ضرب لگائے لیکن مار دینے کا ارادہ نہ ہو اور بندہ مر جائے قتل شبہ عمد کہلاتا ہے۔

حکم: فاعل گناہ گار ہوگا اور کفارہ ادا کرے گا لیکن اس میں قصاص نہیں ہوگا۔

کفارہ: ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اس کے ورثا پر دیت کی صورت میں سو اونٹ واجب ہوں گے اور یہ ادائیگی قسطوں میں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔

دیت: دیت اس مال کو کہتے ہیں جو قاتل کی طرف سے مقتول کے ورثا کو دی جائے گی۔

۳۔ **قتل خطا:** جس کو قتل کرنا چاہتا تھا اس کی بجائے کوئی اور قتل ہو جائے مثلا کسی شخص کو کافر سمجھ کر قتل کیا مگر حقیقت میں وہ مسلمان تھا یا کسی جانور کو نشانہ بنانا چاہتا تھا لیکن تیر یا گولی کسی مسلمان کو لگ گئی اور وہ مر گیا۔

حکم: قتل خطا میں قصاص واجب نہیں ہوتا اور نہ ہی اخروی سزا ہے لیکن اس میں دیت واجب ہوگی۔

۴۔ **قتل قائم مقام خطا:** کوئی شخص نیند میں کسی دوسرے پر گر پڑا اور وہ اس کے گرنے سے مر گیا یا نادانستہ طور پر دوسرے کو دھکا لگ گیا اور وہ کسی سخت یا نوک دار چیز پر گر کر مر گیا قتل قائم مقام خطا کہلاتا ہے۔

حکم: قاتل پر دیت واجب ہوگی لیکن قصاص نہیں ہوگا۔

۵۔ **قتل بالسبب:** کسی نے راستے میں کنواں کھدوایا یا راستے پر پتھر رکھ دیئے اور کوئی اس کنویں میں گرا یا پتھر سے ٹھوکر لگ گئی اور مر گیا قتل بالسبب کہلاتا ہے۔

حکم: اس میں بھی فقط دیت ہے قصاص یا کفارہ نہیں۔

{حدیث:۱۳۶}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى. قِيلَ: وَمَنْ أَبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى-

بخاری:۷۲۸۰

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا منکر کے سوا میری ساری امت جنت میں جائے گی عرض کی گئی منکر کون ہیں فرمایا جس نے میری اطاعت و فرمانبرداری کی وہ جنت میں جائے گا جس نے میری نافرمانی کی وہ منکر ہے۔

{حدیث:۱۳۷}

عَن جَابر بن عبد الله يَقُول جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقلب يقظان فَقَالُوا إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هَذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوا لَهُ مثلا فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ (ص:52) دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوا أَوِّلُوهَا لَهُ يفقهها فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقلب يقظان فَقَالُوا فالدار الْجنَّة والداعي مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَمن أطَاع مُحَمَّدًا صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فقد أطَاع الله وَمن عصى مُحَمَّدًا صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فقد عصى الله وَمُحَمّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فرق بَين النَّاس.

بخاری:۷۲۸۱

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس فرشتے حاضر ہوئے اور اس وقت آپ سو رہے تھے تو بولے کہ تمہارے ان صاحب کی ایک کہاوت ہے ان سے بیان کر دو تو بعض بولے کہ وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں اور ان کا دل بیدار ہے تو بولے تمہارے ان محبوب کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گھر بنائے وہاں دسترخوان رکھے اور بلانے والے کو بھیج دے تو جو اس بلانے والے کی بات مان لے وہ گھر میں آئے گا دسترخوان سے کھائے گا اور جو نہ مانے وہ نہ گھر میں داخل ہو اور نہ اس دسترخوان سے کچھ کھا سکے اور بولے کہ اس کا مطلب بھی عرض کر دو تا کہ خوب سمجھ لیں تو بعض بولے کہ وہ تو سو رہے ہیں بعض نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں اور ان کا دل بیدار ہے تو بولے گھر تو ہے جنت اور بلانے والے ہیں محمد عربی ﷺ جو حضور کی اطاعت کرے وہ اللہ کا مطیع ہے اور جس نے حضور کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی محمد مصطفی ﷺ لوگوں کے طرہ امتیاز ہیں۔

جب حضور سو رہے تھے تو فرشتوں نے یہ گفتگو کس کو سنائی؟

نبی کریم ﷺ کے پاس فرشتے حاضر ہوئے اس وقت آپ سو رہے تھے: نبی کریم ﷺ جب سو رہے تھے تو فرشتوں کی یہ گفتگو کس نے سنی اور ہم تک یہ گفتگو کیسے پہنچی ملا علی قاری اس کے جواب میں دو احتمال بیان فرماتے ہیں پہلا یہ کہ حضرت جابر نے خود یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہو اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام بعض اوقات فرشتوں کو دیکھتے بھی تھے اور ان کی آواز سنتے تھے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود اس واقعہ کو دیکھا اور سنا ہو کیونکہ قوت قدسیہ والوں کو سوتے وقت زیادہ قوی احساس ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ نیند سے نبیوں کا وضو نہیں ٹوٹتا لہذا فرشتوں کی باتیں نبی کریم ﷺ نے خود سنی ہیں اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ بعض فرشتوں نے کہا یہ تو سو رہے ہیں لہذا سوتے کے سامنے گفتگو کرنے کا کیا فائدہ تو دوسرے بعض فرشتوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں ہیں لیکن ان کا دل بیدار رہتا ہے مطلب یہ کہ یہ نیند میں بھی سن رہے ہیں۔

آیت اطاعت پر واقع ہونے والا سوال اور اس کا جواب:

جو حضور کی اطاعت کرے وہ اللہ کا مطیع ہے: قرآن پاک میں ارشاد باری ہے،، اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم،، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی،، اطاعت کرو،، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اطیعوا اللہ میں اطاعت کا فعل یعنی اطیعوا ذکر کیا اطیعوا الرسول میں بھی اطاعت کا فعل یعنی اطیعوا ذکر کیا لیکن اولی الامر میں اطاعت کے فعل یعنی اطیعوا کا کہیں ذکر نہیں اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اطاعت کی دو صورتیں ہیں مستقل اطاعت اور غیر مستقل اطاعت، اللہ رب العزت کی اطاعت مستقل ہے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت بھی مستقل ہے جیسا کہ سور کے گوشت کے علاوہ کسی جانور کا گوشت کھانا قرآن میں حرام نہیں لیکن دیگر بعض جانوروں کا گوشت اللہ کے نبی نے حرام قرار دیا اور متعدد احادیث قرآن کی ناسخ ہیں لہذا آپ کی مستقل طور پر واجب ہے لیکن اس کے برعکس حکمرانوں کی اطاعت مستقل طور پر واجب نہیں ان کی اطاعت صرف انہی احکام میں واجب ہے جو اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق ہوں ورنہ اطاعت واجب نہیں اسی لئے اللہ کی اطاعت کے وقت اطیعوا فعل کا ذکر ہوا اور رسول اللہ کی اطاعت کے وقت بھی اطیعوا فعل کا ذکر ہوا لیکن حکمرانوں کی اطاعت کے وقت اطیعوا فعل ذکر نہیں کیا۔ اطاعت مصطفی کا بیان سابقہ حدیث میں ہو چکا۔

{حدیث:۱۳۸}

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أخبروا كَأَنَّهُمْ تقالوها فَقَالُوا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أحدهم أما أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أبدا وَقَالَ آخر أَنَا أَصوم الدَّهْرَ وَلَا أفطر وَقَالَ آخر أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. بخاری، مسلم: ۵۰۶۳۔ ۳۴۰۳

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ تین شخص حضور ﷺ کی ازواج کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کی ازواج سے حضور کے معمولات عبادت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضور ﷺ کی عبادت کو کم گمان کیا اور وہ کہنے لگے یہ عبادت تو کم ہے پھر ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ رات کو جاگ کر عبادت کرتا رہوں گا دوسرے نے کہا میں روزانہ روزہ رکھتا رہوں گا تیسرے نے کہا میں کبھی اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاؤں گا اور صرف عبادت کروں گا جب یہ تینوں حضور کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟ عرض کی جی ہاں، تو آپ نے فرمایا سنو خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی اور عابد ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں اور میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں اور ان کے حقوق زوجیت بھی ادا کرتا ہوں سو جو شخص میری سنت کو کم سمجھ کر اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں۔

انہوں نے حضور ﷺ کی عبادت کو کم گمان کیا: ان صحابہ نے سمجھا کہ حضور نبی کریم ﷺ ساری رات جاگ کر عبادت کرتے ہوں گے اور عبادت کے سوا انہیں اور کوئی کام نہ ہوگا لیکن انہیں معلوم ہوا کہ آپ سوتے بھی ہیں جاگتے بھی ہیں تعلق زوجیت بھی قائم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عبادت بھی کرتے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی عبادات پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

دین سخت نہیں لہذا خود پر سختی مت کرو:

عن انس ان رسول الله ﷺ كان يقول لا تشددوا على انفسكم فيشدد الله عليكم فان قوما شددوا على انفسهم فشدد الله عليهم. ابوداود ص ۱۸۶

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تم پر سختی کر دے گا ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کر دی تھی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کر دی۔

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الدين يسر ولن يشاد الدين احد الا غلبه فسددوا وقاربوا وابشروا. صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۶

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین آسان ہے اور کوئی دین کو سخت نہ بنائے لہذا ٹھیک رہو اور خوش خبریاں دو۔

یعنی اپنے اوپر غیر ضروری عبادتیں لازم مت کرلو جیسے ہمیشہ کے لئے روزے یا ساری رات جاگنا اور شرعی مباحات کو حرام مت کرلو جیسے نکاح اور لذیذ نعمتوں سے پرہیز کرلینا حلال سے بچنے کا نام تقوی نہیں حرام سے بچنے کا نام پرہیز گاری ہے بعض لوگ گوشت سے بچتے ہیں غیبت نہیں چھوڑتے حالانکہ یہ بھی مردار کا گوشت کھانے کے مترادف ہے غیبت سے بچنا گوشت سے بچنے سے زیادہ ضروری ہے۔ جیسے کوئی عمر بھر روزے اور شب بیداری کی نذر مان لے اب یہ دونوں نذر کی وجہ سے فرض ہو گئے کہ نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا لہذا ایسی عبادت سے احتیاط کرو ورنہ تھک جاؤ گے۔

یہودی بڑی بڑی عبادات وفا نہ کر سکے سو پکڑے گئے: علمائے کرام فرماتے ہیں اسلام آسان دین ہے اس میں یہودیت کی طرح سختیاں نہیں کہ ان کے ہاں ترک دنیا عبادت تھی ہمارے ہاں دنیا داری بھی عبادت ہے کہ سنت رسول ہے جو شخص غیر ضروری عبادت کو اپنے لئے ضروری بنا لے وہ مغلوب ہو کر تھک کر رہ جائے گا اور پھر گناہ گار ہوگا۔ لوگوں کو دین سے ڈراؤ نہیں بلکہ خوش خبریاں دے کر ادھر مائل کرو یا خود خوش وخرم رہو اللہ تعالی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا دوسروں کو خوش خبریاں دو اور خود خوش خبریاں لو۔

بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ جیسی گائے بھی ذبح کر لیتے کافی تھا مگر وہ موسی سے پوچھتے ہی رہے اس کا رنگ کیسا اس کی عمر کتنی وغیرہ وغیرہ جواب آتے رہے سختیاں بڑھتی گئیں یا جیسے عیسائی پادریوں نے اپنے لئے ترک دنیا کو عبادت بنالیا پھر وہ نبھا نہ سکے بلکہ حرام کاریوں میں مبتلا ہو گئے یعنی یہود ونصاری پر راہب بننا رب کا حکم نہ تھا انہوں نے خود جوش عقیدت میں ایجاد کیا کہ عورتیں بی بی مریم کے نام پر کنواریاں اور مرد عیسی کے نام پر کنوارے رہنے لگے پھر ان کنوارے اور کنواریوں کے اجتماع سے جو نتیجہ نکلا وہ ظاہر ہے۔

حضور ﷺ ہمیشہ آسان راستہ اختیار کرتے: نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو فرمایا تم لوگوں پر آسانیاں پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور ان کو مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں میں سے کسی کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس پر عمل کرتے جو زیادہ آسان ہوتا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ بچنے والے تھے۔ حضرت ابو موسی اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا لوگوں کے لئے آسانیاں کرنا انہیں مشکل میں نہ ڈالنا اور ان کو متنفر نہ کرنا اور آپس میں موافقت کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک اعرابی کھڑا ہوا پھر اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا پس لوگ اس کو ڈانٹنے لگے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ان کو فرمایا اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کے اوپر پانی کا ایک ڈول ڈال دو کیونکہ تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ علمائے دین اور مفتیان کرام کو دین کے آسان احکام بیان کرنے چاہیں اور مشکل احکام نہیں بیان کرنے چاہئیں مثلا جب یہ کہا جائے کہ الکوحل کی وجہ سے ایلو پیتھک دواؤں سے علاج کرنا اور ضرورت کے وقت ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی میں منتقل کرنا یا خوشبو کا اسپرے لگانا جائز نہیں ہے تو یہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے اس لئے اپنے زمانہ کے حالات اور عرف پر نظر رکھنی چاہئے اور آسان احکام بیان کرنے چاہئیں۔

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ و رسول نے امت مسلمہ پر مشکل اور دشوار احکام کے لاگو کرنے سے منع فرمایا ہے اور سہل اور آسان احکام لاگو کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ دین اسلام آسان اور سہل ہے اس میں وسعت گنجائش اور کشادگی ہے مشکل اور دشواری نہیں ہے۔

دین پر غالب آؤ گے تو خود مغلوب ہو جاؤ گے: ایک حدیث پاک میں فرمایا بے شک دین آسان ہے جو شخص بھی دین پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اس پر دین غالب آجائے گا۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص زیادہ گہرائی میں نہ جائے اور آسان عبادات کو چھوڑ کر مشکل عبادت کو اختیار نہ کرے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ تھک جائے گا یا اکتا جائے گا یا عاجز جائے گا پھر وہ بعض یا کل عبادات کے کام نہیں کر سکے گا اور پھر اس کو عمل نہ کرنے کا عذاب ہوگا پھر فرمایا تم صبح و شام اور رات کے کچھ وقت میں عبادت کرو یعنی فرصت کے وقت میں عبادت کرو تا کہ تم تر و تازہ ہو کر خوشی سے عبادت کرو اور بے دلی اور اکتاہٹ سے عبادت نہ کرو۔

کاش حضور کی رخصت پر عمل کر لیتا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا تم ایسا مت کرو ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو بلکہ تمہارے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ تم مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو اور رات کو کچھ دیر قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ میں اتنی عبادت کی طاقت ہے جو میں کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا چلو تم داود کے روزے کی طرح روزہ رکھ لیا کرو یعنی ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن روزہ میں نے اپنی عبادت پر اصرار کرتے ہوئے عرض کی میں اس سے افضل عبادت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے کوئی افضل نہیں یعنی نبی کی عبادت اور اس کے راستے سے کوئی عبادت یا راستہ افضل نہیں ہو سکتا۔ بوڑھا ہونے کے بعد حضرت عبداللہ جب اپنی معمولات عبادت سے عاجز آ گئے اور آپ کے اندر وہ طاقت نہ رہی تو آپ کہتے تھے کاش میں حضور کی رخصت پر عمل کر لیتا اس بڑھاپے میں اب میری عبادت کا معمول وہ نہیں رہا جو پہلے تھا کاش میں نے آپ ﷺ کی بیان کردہ رخصت کو قبول کر لیا ہوتا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں فجر کی نماز اس لئے تاخیر سے پڑھتا ہوں کہ فلاں شخص فجر کی نماز میں بہت لمبی قرات کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ اس قدر غضب میں آئے کہ میں نے آپ کو کبھی اس قدر غضب میں نہیں دیکھا پھر آپ نے فرمایا اے لوگو تم میں سے بعض لوگ دوسروں کو دین سے متنفر کرنے

والے ہیں سو جو شخص لوگوں کا امام ہو تو وہ مختصر نماز پڑھائے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور کسی کام سے جانے والے بھی ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری باب الجماعت

تھوڑا دائمی عمل زیادہ عارضی عمل سے بہتر ہے:

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ ﷺ احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۷۵

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کو پیارا عمل دائمی ہے اگرچہ تھوڑا ہو۔ دائمی عمل اگرچہ تھوڑا ہو اچھا ہے اور عارضی عمل اگرچہ زیادہ ہو اتنا اچھا نہیں صوفیا فرماتے ہیں کہ درود و وظائف شروع کر کے چھوڑنے نہیں چاہئیں جب زبان بند ہو اور موت آئے تب یہ اعمال بند ہوں۔

حدیث میں ہے کہ بقدر طاقت اعمال اختیار کرو کیونکہ اللہ ملال نہیں ڈالتا حتی کہ تم خود ملال میں پڑو۔ بزرگ فرماتے ہیں حضور قلبی کے ساتھ آسان نیکی غفلت کے مشکل اعمال سے افضل ہوتی ہے۔

یاد رکھیں یہ تمام کام نفلی عبادات کے لئے ہیں کہ بقدر طاقت شروع کرو جو نبھا سکو فرائض تو پورے ہی پڑھنے ہوں گے لہذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر دو وقت کی نماز ہی پڑھ سکتے ہو تو اتنی ہی پڑھ لو۔

علما فرماتے ہیں کہ عمل اتنا کرو جو تمہیں علم سے نہ روکے اور علم میں اتنا مشغول نہ ہونا کہ جو تمہیں اعمال سے روکے درمیانی چال اچھی۔ حضرت مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی کریم ﷺ کو کون سا عمل زیادہ محبوب تھا آپ نے فرمایا جو دائمی ہو {اگرچہ تھوڑا ہو}۔

اس حدیث پاک میں دائمی عمل کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ جو عمل کثیر ہو اور وہ کبھی کبھی ہو اس سے وہ عمل بہتر ہے جو دائمی ہو خواہ قلیل ہو کیونکہ جو عمل بغیر مشقت اور تھکاوٹ کے دائمی کیا جائے اس سے انسان کا دل خوش اور مطمئن رہتا ہے اس کے برخلاف جو زیادہ کام کیا جائے اور اس میں مشقت اور تھکاوٹ ہو اس کو انسان بے دلی اور بے رغبتی سے کرتا ہے۔

حضور تھکاوٹ والی عبادت سے ناراض ہو جاتے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی ہے آپ نے پوچھا یہ رسی کیسی ہے لوگوں نے بتایا یہ حضرت زینب کی رسی ہے پس جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا بالکل نہیں، اس کو کھول دو تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک عبادت کرے جب تک اس میں فرحت ہو پس جب وہ تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو حازم کی باندی اصحاب صفہ سے تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک رسی تھی جب ہم نماز سے تھک جاتے اور نیند آنے لگتی تو ہم اس رسی سے لٹک جاتے سو ہمارے پاس حضرت ابو بکر آئے انہوں نے کہا ان رسیوں کو کاٹ دو اور زمین پر بیٹھو۔

ان احادیث میں عبادت کے اندر میانہ روی کی ترغیب دی گئی ہے اور عبادت میں سختی سے منع فرمایا گیا ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک تم خوشی سے عبادت کر سکتے ہو اس وقت تک عبادت کرو اور جب تم کھڑے کھڑے تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ خود کو تکلیف میں نہ ڈالو۔

عبادت میں شدت منع ہے: یادر ہے کہ عبادت میں شدت اختیار کرنا اس لئے مکروہ ہے کہ شدت کی وجہ سے انسان تھک جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے بعض اوقات اس کی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اور وہ دیگر کام کرنے سے بھی عاجز ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے عبادت میں افراط یعنی شدت کو ناپسند کیا تا کہ لوگ عبادت سے منقطع نہ ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اس وقت تک نہیں اکتا تا جب تک تم نہ اکتاؤ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ تم کو ثواب دینا اس وقت تک منقطع نہیں کرتا جب تک تم عمل کرنے سے منقطع نہ ہو جاؤ۔

یادر ہے کہ کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے بلکہ انسان کو یہ چاہئے کہ وہ نیک عمل میں ہر روز ترقی کرے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اس عمل کو پسند کرتے جو دائمی ہو خواہ تھوڑا ہو آپ ﷺ نے فرمایا دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرو عبادت کے حق میں بھی کمی نہ کرو اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے حق میں بھی کمی نہ کرو اور دوسرا یہ کہ واجبات کو مستحبات سے مقدم رکھنا چاہئے۔

{حدیث:۱۳۹}

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لأعلمهم بِاللّٰه وأشدهم لَهُ خشيَة-بخاري،مسلم:۶۱۰۱_۶۱۱۱

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی کام کیا پھر اس کی اجازت ہوگئی مگر ایک گروہ نے اس پر پھر بھی عمل کیا جب نبی کریم ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ کی حمد کی پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے کو وہ ان چیزوں سے بچتے ہیں جو میں کرتا ہوں اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اپنے رب کو جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ کام یا تو روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ تھا یا سفر میں روزہ چھوڑ دینا اسلام میں اس کی رخصت دی گئی لیکن کچھ لوگوں نے پھر بھی اس کو لازم جانا تو نبی کریم ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا المرقاۃ۔

خوف خدا کے آنسو کی قیمت:

میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے خوف میں بہنے والا ایک آنسو جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خوف خدا سے آنسو بہانا مجھے اپنے وزن کے برابر سونا صدقہ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ جو شخص اللہ کے ڈر سے روئے اور اس کے آنسو کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جائے تو آگ اس کو نہیں چھوئے گی۔

خوف الٰہی وہ صابن ہے جو دل کے سارے میل دھوڑالتا ہے یا وہ سورج ہے جس کی کرنیں گندی سے گندی زمین کو خشک کر دیتی ہیں۔ بادل روتا ہے چمن ہنستا ہے بچہ روتا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مورتا ہے ہمیشہ آنکھوں کے

پانی سے ایمان کے کھیت کو سینچو تا کہ یہ باغ ہرا بھرا رہے اور آپ کا رونا رحمت الٰہی میں جوش پیدا کر دے۔ رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی شوق سے اور کبھی جوش سے۔ یادر ہے کہ گناہ گاروں کو رب تعالیٰ کے عذاب سے خوف ہوتا ہے نیکو کاروں کو اس کی ذات کے ہیبت و جلال سے اور یہ خوف محبت و اطاعت پیدا کرتا ہے یہ خوف اللہ کی بڑی نعمت ہے اور خوف ایذاء جو نفرت پیدا کرتا ہے وہ خدا سے خوف کرنا کفر ہے جیسے سانپ یا ظالم حاکم سے خوف۔

علامہ ابولیث نے خوف کی سات علامات بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ زبان میں خوف کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف زبان کو جھوٹ بولنے سے اور غیبت کرنے سے اور چغلی کرنے سے اور فضول باتیں کرنے سے روکتا ہے۔

۲۔ پیٹ میں اللہ تعالیٰ کی خوف کی علامت یہ ہے کہ پیٹ میں کم غذا جائے اور وہ بھی حلال ہو اور ضرورت کے مطابق کھائے۔

۳۔ آنکھوں میں خوف خدا کی علامت یہ ہے کہ حرام چہروں اور حرام چیزوں کی طرف نہ دیکھے نہ دنیا کی طرف رغبت کی آنکھ سے دیکھے دنیا کی طرف سے اس کا دیکھنا عبرت کے لئے ہو۔

۴۔ کانوں میں اللہ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ فضول اور بے مقصد باتوں کو نہ سنے۔

۵۔ قدموں میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کسی جگہ چل کر نہ جائیں اور اس کا چل کر جانا صرف اللہ کی اطاعت میں ہو۔

۶۔ بندہ کے ہاتھوں میں اللہ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو کسی حرام چیز کی طرف نہ بڑھائے صرف اس چیز کی طرف بڑھائے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو۔

۷۔ دل میں اللہ کے خوف کی علامت یہ ہے کہ وہ دل سے لوگوں کی دشمنی اور بغض و حسد کو نکال دے اور دل میں نصیحت کو داخل کرے اور مسلمانوں کے لئے شفقت اور خیر خواہی کو داخل کرے اور اللہ کی اطاعت کے معاملہ میں ڈرتا رہے اور اس کی اطاعت خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اور وہ ریاکاری اور نفاق سے ڈرتا رہے۔

جب بندہ ان ساتوں امور کو حاصل کرلے گا تو ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جن کے متعلق اللہ نے فرمایا اور آخرت کا اجر آپ کے رب کے پاس صرف متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔

خوف کے تین درجات ہیں۔

۱۔ **ضعیف خوف:** یہ وہ خوف ہے جو انسان کو کسی نیکی کے اپنانے اور اور گناہ کو چھوڑنے پر آمادہ کرنے کی قوت نہ رکھتا ہو مثلاً جہنم کی سزاؤں کے حالات سن کر محض جھرجھری لے کر رہ جانا اور پھر سے غفلت و معصیت میں گرفتار ہو جانا۔

۲۔ **معتدل خوف:** یہ وہ خوف ہے جو انسان کو کسی نیکی کے اپنانے اور گناہ کو چھوڑنے پر آمادہ کرے مثلاً عذاب کی وعیدیں سن کر ان سے بچنے کے لئے عملی کوشش کرنا، فرائض و واجبات پر عمل کرنا اور اس کے ساتھ رب سے رحمت کی امید بھی رکھنا۔

۳۔قوی خوف: یہ وہ خوف ہے جو انسان کو نا امیدی، بے ہوشی، مایوسی اور بیماری میں مبتلا کر دے مثلاً اللہ کے عذاب کی وعیدیں سن کر مغفرت سے مایوس اور نا امید ہو جانا۔

ان تینوں خوفوں میں بہترین درجہ معتدل یعنی متوسط خوف کا ہے کیونکہ خوف ایک ایسے کوڑے کی مثل ہے کہ جو کسی جانور کو تیز چلانے کے لئے مارا جاتا ہے اگر اس کوڑے کی ضرب اتنی ضعیف ہو کہ جانور کی رفتار میں ذرہ بھی اضافہ نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر یہ ضرب اتنی قوی ہو کہ جانور اس کی تاب ہی نہ لا سکے اور اتنا زخمی ہو جائے کہ اس کے لئے چلنا ہی ممکن نہ رہے تو یہ بھی نفع بخش نہیں اور اگر یہ معتدل یعنی متوسط ہو کہ جانور کی رفتار میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو اور وہ زخمی بھی نہ ہو تو یہ ضرب بے حد مفید ہے۔

{حدیث:۱۴۰}

وَعَنْ رَافِع بن خديج قَالَ: قَدِمَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وهم يأبرون النَّخْلَ فَقَالَ: مَا تَصْنَعُونَ قَالُوا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا (ص: 53) فَتَرَكُوهُ فنفضت قَالَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيٍ فَإِنَّمَا أَنَا بشر.

مسلم:۶۱۲۷

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے مدینہ والے کھجور کے درختوں کی پیوند کاری کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا یہ تم کیا کر رہے ہو بولے ہم پہلے سے ایسا کرتے آ رہے ہیں آپ نے فرمایا ممکن ہے تم ایسا نہ کرو تو اچھا ہو لوگوں نے پیوند کاری چھوڑ دی تو پھل کم ہو گئے انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا میں ایک بشر ہوں جب تم کو کسی دینی کام کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اہل مدینہ کو پیوند کاری سے منع کیوں کیا؟

آپ نے فرمایا ممکن ہے تم ایسا نہ کرو تو اچھا ہو: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اہل مدینہ کو پیوند کاری سے منع کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مدینہ کو توکل کا درس دیا ورنہ آپ باغ اور باغ کے درختوں کے ہر رمز سے واقف ہیں اگر اہل مدینہ نبی کریم ﷺ کی بات پر توکل فرماتے اور کچھ عرصہ صبر کر لیتے تو پیوند کاری کی مشقت سے بھی بچ جاتے اور پھل بھی زیادہ پاتے لیکن انہوں نے جلد بازی کی اور اگلے سال پھلوں کی کمی کی شکایت بھی کی جس سے وہ بڑی سعادت سے محروم ہو گئے۔

جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں اس کا کیا مطلب ہے؟

آپ نے فرمایا میں ایک بشر ہوں: سرکار دو عالم ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا جب تم کو کسی دینی کام کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان دو قسم کے ہوتے ہیں ۱۔ شرعی احکام ۲۔ دنیاوی رائے یعنی مشورے جب تم کو شرعی احکام ارشاد فرماؤں تو اس کو اپنے اوپر لازم کر لو

اور اس پر عمل کرو اور جب کسی دنیاوی کام میں کوئی رائے دوں تو وہ میرا مشورہ ہے اور مشورے پر عمل کرنا واجب و لازم نہیں جیسے اللہ تعالی نے فرمایا،، اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ،، جب تم ایک مدت تک کوئی لین دین کرو تو اسے لکھ لو یہ قرآن کا مشورہ ہے لکھ لو تو اچھا ہے نہ لکھو تو گناہ بھی نہیں۔

کیا نبی کریم ﷺ ہماری طرح بشر ہیں؟ اللہ تعالی نے انبیاء کرام کو جنس بشر اور نوع انسان میں پیدا اور مبعوث فرمایا لیکن انبیاء کی بشریت بے شمار فضائل و کمالات پر مشتمل ہے اور ہمارے نبی پاک ﷺ بشریت اور نورانیت دونوں کے جامع ہیں چنانچہ ہمارے نزدیک آپ ﷺ نوری و بے مثل بشر ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا بشر یا بڑا بھائی کہنا بے ادبی و گستاخی ہے سابقہ امتوں کے کفار نے اپنی نبیوں کو اپنے جیسا بشر کہا تو ان پر وعیدیں آئیں لہذا ہمارے نبی ﷺ بشر ہیں لیکن بے مثل بشر ہیں اس کا ثبوت اس حدیث میں دیکھ لیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے بے شک میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱۔

کسی صحابی نے آپ کو کبھی بھی بشر یا بڑا بھائی نہیں کہا: وصال کا روزہ ایسا روزہ ہے کہ جس میں افطار نہیں ہوتا اور مسلسل رات دن روزہ کی حالت میں رہنا پڑتا ہے سرکار دو عالم ﷺ بعض اوقات وصال کے روزے رکھتے تو صحابہ کرام نے بھی آپ کی اطاعت میں وصال کا روزہ رکھنا شروع کر دیا جس سے کمزوری غالب آئی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا دشوار ہو گیا جماعت میں کمی کو دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے وجہ دریافت فرمائی تو معلوم ہوا کہ وصال کے روزہ کی وجہ سے صحابہ کرام کمزور اور بیمار ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے جماعت میں حاضر ہونا دشوار ہو گیا ہے تو آپ نے اپنی حقیقت بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام پر واضح کر دیا کہ خبردار تم میری مثل نہیں ہو سکتے کہ وصال کے روزے رکھو میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اس حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے خود اپنے بے مثل ہونے کا اعلان فرما دیا اور صحابہ کرام نے بھی آپ کو بے مثل تسلیم کیا یہی وجہ تھی کہ ساری زندگی کسی صحابی نے آپ ﷺ کو اپنے جیسا بشر یا بڑا بھائی نہیں کہا۔

مثلیت کی آیت اور حدیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں ہے: حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے مدینہ والے کھجور کے درختوں کی پیوند کاری کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا یہ تم کیا کر رہے ہو بولے ہم پہلے سے ایسا کرتے آ رہے ہیں آپ نے فرمایا ممکن ہے تم ایسا نہ کرو تو اچھا ہو لوگوں نے پیوند کاری چھوڑ دی تو پھل کم ہو گئے انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپ نے فرمایا میں ایک بشر ہوں جب تم کو کسی دینی کام کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں،، اس طرح آیت کریمہ میں ہے

"قل انما انا بشر مثلکم ،، فرما دو کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں۔

جب کہ حدیث میں اس کے برخلاف ہے جیسا کہ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو مسلمانوں

میں سے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، ایکم مثلی،، تم میں سے میری مثل کون ہے بے شک میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱۔

اس حدیث میں مثلیت کی نفی ہے

مثلیت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ جس حدیث میں آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل بشر ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ عدمی صفت میں، میں تمہاری مثل ہوں، یعنی حضور ﷺ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں، جس طرح ہم خدا نہیں اسی طرح حضور ﷺ بھی خدا نہیں، جس طرح ہم معبود نہیں اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی معبود نہیں، جس طرح ہم واجب الوجود نہیں اسی طرح آپ ﷺ بھی واجب الوجود نہیں، جس طرح ہماری ذات قدیم نہیں اسی طرح حضور کی ذات بھی قدیم نہیں، جس طرح ہم صفت الوہیت سے متصف نہیں اسی طرح حضور میں بھی صفت الوہت نہیں، الغرض حضور ہر عدمی صفت میں ہماری مثل ہیں یعنی عدم الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

اور جس حدیث میں آپ نے فرمایا کہ تم میری مثل نہیں ہو سکتے اس کا مطلب یہ ہے کہ وجودی صفت میں تم میری مثل نہیں ہو سکتے، یعنی آپ کی کوئی وجودی صفت ہماری کسی وجودی صفت کی مثل نہیں آپ کا دیکھنا ہمارے دیکھنے کی مثل نہیں جس طرح آپ آگے دیکھتے تھے ویسے ہی پیچھے سے بھی دیکھتے تھے فرشتوں جنوں کو دیکھتے تھے یہاں تک کہ خدا کا بھی دیدار کیا، آپ کا سننا ہمارے سننے کی مثل نہیں آپ سنتے ہیں تو جہنم میں گرنے والے پتھر کی آواز کو سن لیتے ہیں اور جنات فرشتوں اور اللہ کا کلام سنتے ہیں، الغرض آپ کا بولنا، چکھنا، سونگھنا، چھونا، سونا، جاگنا کوئی بھی وصف ہمارے کسی وصف کی مثل نہیں۔ سو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور نبی کریم ﷺ عدمی صفات میں ہماری مثل ہیں اور وجودی صفات میں ہماری مثل نہیں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث:۱۴۱}

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنِي وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ. فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمثل من عَصَانِي وَكذب بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ-بخاری، مسلم: ۶۲۸۳، ۵۹۵۳

حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری اور جو کچھ اللہ تعالی نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کسی قوم کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے میں کھلا ڈر سنانے والا ہوں بچو بچو کہ اس کی قوم میں سے ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور منہ اندھیرے اٹھے اور بروقت نکل گئے تو بچ گئے اور ان کے ایک ٹولہ نے جھٹلا دیا اور وہ اسی جگہ پڑ رہے پھر صبح سویرے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا انہیں ہلاک کر کے تہس نہس کر دیا یہ ہی اس کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی تو میرے لائے ہوئے کی اطباع کی اور اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے حق کو جھٹلایا۔

{حدیث:۱۴۲}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم: إِنَّمَا مثلي وَمثل النَّاس كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حوله جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّار يقعن فِيهَا وَجعل يحجزهن ويغلبنه فيقتحمن فِيهَا فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ يقتحمون فِيهَا. هَذِهِ رِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوَهَا وَقَالَ فِي آخرهَا: (ص:54) "فَذَلِكَ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ: هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونِي تَقَحَّمُونَ فِيهَا-بخاری، مسلم: ۶۴۸۳، ۵۹۵۷

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی جب آگ نے ارد گرد کو چمکا دیا تو پتنگے اور دوسرے جانور اس آگ میں گرنے لگے اور وہ انہیں گرنے سے روکنے لگا لیکن جانور اس پر غالب آجاتے ہیں اور آگ میں گرتے جاتے ہیں چنانچہ میں تمہاری کمر پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں اور تم اس میں گرجاتے ہو۔

مجھے تمہارے لئے اور تمہیں میرے لئے چن لیا:

میں تمہاری کمر پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں: ان دونوں احادیث میں شفیق اعظم ﷺ کی فکر امت کو بیان کیا گیا ہے جو ہم جیسے بے کاروں اور سیاہ کاروں کو بچانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں نبی کریم ﷺ اپنی امت سے کس قدر محبت اور شفقت فرماتے ہیں اس کا اندازہ ان احادیث سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم امتوں میں میرا حصہ ہو اور میں نبیوں میں تمہارا حصہ ہوں۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالی نے ہزاروں امتیں پیدا فرمائیں لیکن اللہ تعالی نے تم کو میری امت بنا دیا، تم کو میرے لئے چن لیا، تمہیں میرے لئے پسند کر لیا اور اللہ تعالی نے لاکھوں نبی مبعوث کئے لیکن سارے نبیوں میں مجھ کو تمہارا نبی بنا دیا، مجھے تمہارے لئے چن لیا، مجھے تمہارے لئے پسند کر لیا۔

اللہ رب العزت کے پسندیدہ دل: روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالی نے دلوں کو پیدا فرمایا تو سارے دلوں میں جو دل اللہ تعالی کو پسند آیا وہ سرکار دو عالم ﷺ کا دل تھا پھر اللہ رب العزت نے دلوں پر نظر کی تو جو دل اسے پسند آئے وہ انبیاء و رسل کے دل تھے پھر نبیوں و رسولوں کے بعد جن کے دل اللہ کو سب سے زیادہ پسند آئے انہیں حضور ﷺ کا امتی بنا دیا اور ان کو حضور کی امت میں شامل کر لیا۔ شعب الایمان

ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر ہم نے آپ کو حشر میں تلاش کرنا ہو تو کہاں تلاش کریں حضور نے فرمایا تین مقام ہیں جہاں میں مل سکوں گا۔

۱۔ جہاں میری امت کے اعمال تولے جا رہے ہوں گے میں پاس کھڑا ہوں گا تا کہ اگر کسی امتی کا عمل کم ہو جائے تو پورا کر دوں، عرض کی گئی اگر وہاں نہ پائیں تو؟

۲۔ فرمایا حوض کوثر پر ہوں گا امت پیاسی ہوگی میں آب کوثر سے ان کو جام پلا رہا ہوں گا۔ عرض کی اگر وہاں بھی نہ پائیں تو

۳۔ فرمایا پل صراط پر کھڑا ہوں گا اور امت کے لئے رب سلم رب سلم کی صدائیں لگاؤں گا تا کہ میری امت خیریت سے پل پار کر لے۔

ہم دنیا کے حریص اور حضور ہمارے حریص ہیں: سبحان اللہ کوئی اپنی اولاد پر حریص ہوتا ہے کوئی دولت دنیا کا حریص ہے کوئی اپنے آرام کا حریص ہے تو کوئی جاہ حشمت کا مگر ہمارے نبی کریم ﷺ حریص ہیں تو صرف ہمارے اور ہماری آسائشوں کے حریص ہیں انہیں جتنا پیار اپنی امت سے ہے اور کسی چیز سے نہیں۔

محدث دہلوی نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ناقثم وہ شخص تھے جو حضور نبی کریم ﷺ کو قبر انور میں اتارنے کے بعد سب سے آخر میں باہر آئے تھے ان کا بیان ہے کہ میں ہی آخری شخص ہوں جس نے سرکار دو عالم ﷺ کا رخ انور قبر اطہر میں دیکھا تھا میں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ قبر انور میں اپنے لب ہائے مبارک کو جنبش فرما رہے ہیں میں نے اپنے کان آپ ﷺ کے لب مبارک کے قریب کئے تو میں نے سنا آپ رب امتی رب امتی پکار رہے تھے۔ سبحان اللہ سچ کر دکھایا اس صادق الامین پیغمبر اسلام نے اپنا یہ قول جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ جب میری وفات ہو جائے گی تو اپنی قبر میں بھی ہمیشہ یارب امتی یارب امتی پکارتا رہوں گا۔

پھر بھی حق ادا نہ ہوا: اس موقعہ پر محدث اعظم پاکستان سردار احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضور پاک تو ساری عمر امتی امتی کہہ کر یاد فرماتے رہے قبر انور میں بھی امتی امتی کہہ رہے ہیں اور حشر تک فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ محشر میں بھی امتی امتی فرمائیں گے حق یہ ہے کہ اگر صرف ایک بار بھی امتی فرما دیتے اور ہم ساری زندگی بھی یا نبی یا نبی کہتے رہیں تب بھی اس ایک بار امتی کہنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

آخری امتی تک حشر میں کھڑا رہوں گا: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تمام انبیاء سونے کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے میرا منبر خالی ہوگا کیونکہ میں اپنے رب کے حضور خاموش کھڑا رہوں گا کہ کہیں ایسا نہ ہو اللہ مجھے جنت میں جانے کا حکم فرما دے اور میری امت میرے بعد پریشان پھرتی رہے اللہ تعالی فرمائے گا اے محبوب تیری امت کے بارے میں وہی فیصلہ کروں گا جو تیری چاہت ہے میں عرض کروں گا اے اللہ ان کا حساب جلدی لے لے کہ میں ان کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتا ہوں میں مسلسل یہی عرض کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے دوزخ میں جانے والے میرے امتیوں کی فہرست دے دی جائے گی جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے ان کی شفاعت کر کے میں انہیں نکالتا جاؤں گا یوں عذاب الٰہی کے لئے میری امت کا کوئی فرد باقی نہیں بچے گا۔

اپنی امت کے لئے دعا کو سنبھال رکھا ہے: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو اللہ تعالی نے ایک خصوصی دعا عطا کر رکھی ہے اور وہ دعا ہر صورت مقبول ہوتی ہے ہر نبی نے اپنی دعا دنیا میں ہی پوری کر لی لیکن میں نے وہ دعا اپنی امت کے لئے ابھی تک سنبھال رکھی ہے اور بروز حشر اپنی امت کی بخشش کے لئے اس دعا کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس دعا کے صدقے کثیر امتیوں کی بخشش کرواؤں گا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میری امت کا حساب کتاب ہوگا تا کہ وہ جلد سے جلد اس عمل سے فارغ ہو جائے اس کے بعد دوسری امتوں کا حساب ہوگا دوسرا یہ کہ تمام امتوں پر جنت حرام ہے جب تک سب سے پہلے میری امت داخل جنت نہیں ہوگی تیسرا یہ کہ جنت میں جنتیوں کی صفیں ایک سو بیس ہوں گی جس میں سے اسی صفیں صرف میری امت کی ہوں گی اور باقی چالیس صفیں دوسری امتوں کی ہوں گی

{حدیث: ۱۴۳}

وَعَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعلم كَمثل الْغَيْث الْكثير أَصَاب أَرضًا فَكَانَ مِنْهَا نقية قبلَتِ الْمَاء فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاء فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاس فَشَرِبُوا وَسقوا وزرعوا وأصابت مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاء وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللّٰهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ

حضرت ابو موسی سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا ہدایت و علم جو اللہ نے مجھے دی اسکی مثال اس بہت سی بارش کی طرح ہے جو کسی زمین میں پہنچی اس کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے پانی چوسا اور گھاس اور بہت سا چارہ اگایا اور بعض حصہ سخت تھا جس نے پانی جمع کیا جس سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا کہ انہوں نے خود پیا اور کھیتی باڑی کی اور دوسرے حصہ میں پہنچا جو چٹیل تھا کہ نہ پانی جمع کرے اور نہ گھاس اگایا یہ اس کی مثال ہے جو دینی عالم ہو اور اسے اس چیز نے نفع دیا جو مجھے رب نے دے کر بھیجا اس نے سیکھا اور سکھایا اور اس کی مثال جس نے اس پر سر نہ اٹھایا اور اللہ کی وہ ہدایت قبول نہ کی جو مجھے دے کر بھیجا گیا۔

بخاری، مسلم: ۷۹، ۵۹۵۳

ہدایت و علم جو اللہ نے مجھے دی اسکی مثال اس بہت سی بارش کی طرح ہے: سبحان اللہ کوئی اپنی اولاد پر حریص ہوتا ہے کوئی دولت دنیا کا حریص ہے کوئی اپنے آرام کا حریص ہے تو کوئی جاہ حشمت کا مگر ہمارے نبی کریم ﷺ حریص ہیں تو صرف ہمارے اور ہماری آسائشوں کے حریص ہیں انہیں جتنا پیار اپنی امت سے ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ یاد رہے کہ ہدایت اور علم ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین، بد مذہب اور فتنہ باز علماء کہ ان کے پاس علم تو ہے پر ہدایت نہیں، کبھی ہدایت نصیب ہو جاتی ہے مگر بہت سا علم نہیں ہوتا جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں اور ہدایت کی دولت سے مالا مال ہیں، کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہو جاتے ہیں جیسے اس امت کے با عمل اور درد دل رکھنے والے علمائے دین۔ ہدایت علم سے افضل ہے اسی لئے حضور نے اس کا ذکر پہلے کیا علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔ مراۃ المناجیح

امام فخر الدین رازی کی نزع کا وقت جب قریب آیا تو شیطان آیا اور ان کا ایمان سلب کرنے کی بھرپور کوشش کی اس نے پوچھا اے رازی تو نے ساری عمر مناظروں میں گزاری ذرا یہ تو بتاؤ تمہارے پاس خدا کے ایک ہونے پر کیا دلیل ہے آپ نے ایک دلیل دی وہ خبیث چونکہ معلم الملکوت رہ چکا تھا اس نے اپنے علم باطل کے زور سے اس کو رد کر دیا آپ

نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی رد کردی یہاں تک کہ آپ نے ۳۶۰ دلیلیں قائم کیں اور اس نے وہ سب رد کردیں آپ سخت پریشان اور مایوس ہوئے شیطان نے کہا اب بول خدا کو کیسے مانتا ہے آپ کے پیر نجم الدین کبری میلوں دور کسی مقام پر وضوء فرماتے ہوئے چشم باطن سے یہ مناظرہ ملاحظہ فرما رہے تھے آپ نے وہاں سے آواز دی اے رازی کہہ کیوں نہیں دیتے کہ میں نے خدا کو بغیر دلیل کے ایک مانا امام رازی نے یہ کہا تو شیطان وہاں سے بھاگ گیا امام رازی نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ الملفوظ ص ۳۸۹

{حدیث: ۱۴۴}

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَات محكمات)وَقَرَأَ إِلَى: (وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ)قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَإِذَا رَأَيْت وَعِنْدَ مُسْلِمٍ: رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّاهُمُ اللّٰه فاحذروهم "بخاری،مسلم:۴۵۴۷۔۶۷۷۵

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی رب وہ ہے کہ جس نے تم پر کتاب اتاری جس میں □ واضح آیات ہیں اور آپ نے ما یذکر تک یہ آیت پڑھی رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب تم انہیں دیکھو جو متشابہات میں پڑتے ہیں تو یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے ذکر فرمایا ان سے بچو۔

رب وہ ہے کہ جس نے تم پر کتاب اتاری جس میں واضح آیات ہیں:

قرآن میں تین قسم کی آیات ہیں: ۱۔محکم ۲۔متشابہ ۳۔حروف مقطعات:

۱۔محکم: محکم وہ آیات ہیں جن کی مراد صریح اور بالکل واضح ہو اور ان میں تاویل وغیرہ کی گنجائش نہ ہو جیسے قل ھو اللہ احد۔

۲۔متشابہ: وہ آیات ہیں جن کا معنی ومفہوم تو واضح ہو لیکن ان کی مراد واضح نہ ہو یعنی جو اللہ کی مراد ہے وہ ہمیں سمجھ نہ آئے اور جو ہمیں سمجھ آرہا ہے وہ اللہ کی مراد نہیں ہے جیسے ید اللہ فوق ایدھم اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر، اللہ ہاتھ سے پاک ہے لہذا اس آیت میں جو اللہ کی مراد ہے وہ ہمیں معلوم نہیں اور جو ہمیں سمجھ آرہا ہے وہ اللہ کی مراد نہیں لیکن اللہ کی جو بھی مراد ہے ہمارا اس پر ایمان ہے۔

۳۔حروف مقطعات: وہ آیات جن کا معنی ہی نہ ہو یعنی جن کا معنی ہم کو معلوم ہی نہ ہو۔ جیسے الم، طہ وغیرہ ان کو مشتبہ المعنی بھی کہتے ہیں۔

حدیث پاک میں متشابہات میں پڑنے سے منع کیا گیا اور ان میں جرح وقدح اور فتنے کے لئے تاولیں حرام ہیں لیکن مناسب تاویلیں کرنا اس زمانہ میں گناہ نہیں تاکہ لوگ غلط تاویلوں سے بچیں۔ مراۃ المناجیح

{حدیث: ۱۴۵}

وَعَن عبد الله بن عَمْرو قَالَ: هَجَّرْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ: فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِي (ص: 55) وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ: إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ باختلافهم فِي الْكتاب. مسلم:۶۷۷۶

حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنی جو کسی آیت میں جھگڑ رہے تھے نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے چہرہ انور پر غصہ معلوم ہو رہا تھا فرمایا تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ میں جھگڑا کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔

تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ میں جھگڑا کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے:

قرآن پاک میں اختلاف کی تین صورتیں: علماء نے قرآن پاک میں اختلاف کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔حرام یا کفر: قرآن پاک کو اپنی رائے اور خواہش کے مطابق کرنے کی کوشش کرنا جیسے آج کل بعض مسلک والے کر رہے ہیں یہ حرام اور بعض کے نزدیک کفر ہے۔

۲۔حرام یا کفر: خود قرآن پاک کی آیت میں اختلاف کرنا کہ یہ آیت قرآن پاک سے ہے یا نہیں یہ بھی حرام یا کفر ہے۔

۳۔عبادت: یہ اختلاف عبادت اور باعث اجر وثواب ہے اور یہ نئے نئے فقہی مسائل میں صحابہ کرام سے لے کر آج تک ہر زمانے کے ائمہ مجتہدین کے درمیان چلا آرہا ہے جیسے سر کا مسح کہ قرآن میں سر کا مسح مطلق ہے امام اعظم نے کہا سر کا چوتھائی مسح فرض ہے جبکہ امام شافعی اور امام مالک اس کے برخلاف کے قائل ہیں۔

حدیث پاک میں جس اختلاف کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد پہلی دو قسموں کا اختلاف ہے۔

آپ کے چہرہ انور پر غصہ معلوم ہو رہا تھا:

غصہ کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کے چہرہ انور پر غصہ تھا۔ جبکہ دیگر احادیث میں غصہ کی ممانعت اور اس کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ما تجرع عبد افضل عند اللہ من جرعہ غیظ یکظمھا ابتغاء وجہ اللہ تعالی ۔ امام احمد ص ۱۲۷

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ جب غصے کا گھونٹ اللہ کی رضا کے لئے پی لیتا ہے تو اللہ کے نزدیک اس سے پیارا اور افضل گھونٹ کوئی نہیں ہوتا۔

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں بنتا پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت خود پر قابو رکھے۔

غصہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں تطبیق قائم کرنے کے لئے غصہ کی تعریف اور اس کی اقسام ذہن نشین رکھنا ضروری ہے

غصہ کی تعریف: غصہ نفس کے اس جوش کا نام ہے جو بندے کو دوسرے سے بدلہ لینے پر ابھارے۔

غصہ کی اقسام: غصہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔رحمانی غصہ ۲۔شیطانی غصہ۔

رحمانی غصہ: اللہ کی نافرمانی پر غصہ کرنا رحمانی غصہ ہے اور یہ اچھا ہے مثلاً کتاب اللہ میں ناجائز جھگڑا کرنے والوں پر غصہ کرنا یا تقدیر کے مسائل پر غیر ضروری بحث کرنے والوں پر غصہ کرنا یا کسی عالم کو فاسق وفاجر پر یا ماں باپ کو نافرمان اولاد پر غصہ کرنا اچھا ہے لیکن یاد رہے کہ نبی، ولی اور استاد کے گستاخ پر غصہ کرنا عین عبادت ہے وہاں غصہ نہ کرنا بے شرمی ہے۔

شیطانی غصہ: یہ برا ہے جیسے اپنی ذات کی خاطر کسی دوسرے پر غصہ کرنا برا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ غصہ اچھا بھی ہے اور برا بھی جس حدیث میں آپ ﷺ نے غصہ کیا وہ پہلی قسم کا غصہ یعنی رحمانی غصہ اور جس سے منع فرمایا وہ دوسری قسم کا غصہ یعنی شیطانی غصہ ہے لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث:۱۴۶}

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم: أَن أعظم الْمُسلمين فِي المسلمين جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ عَلَى النَّاسِ فَحرم من أجل مَسْأَلَته. بخاری، مسلم: ۲۷۸۹، ۱۶۱۶

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ ہے جو کسی غیر حرام چیز کے بارے میں سوال کرے اور اس کے کثرت سوال کرنے کی وجہ سے وہ چیز حرام ہوجائے۔

کثرت سوال کرنے کی وجہ سے وہ چیز حرام ہوجائے:

کثرت سوال سے منع کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض: اس حدیث میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ ہے جو کسی غیر حرام چیز کے بارے میں سوال کرے اور اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ چیز حرام ہوجائے۔ اس میں سوال کی مذمت بیان کی گئی جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے۔

فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون.

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ آیت میں سوال کرنے کا حکم ہے

کثرت سوال سے منع کرنے کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق: حدیث پاک میں بلاضرورت سوال کرنے کی ممانعت ہے بعض لوگوں کو بلاضرورت ہر بات کریدنے کی عادت ہوتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حج فرض ہے تو ایک شخص نے کہا کیا ہر سال فرض ہے تو آپ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہوجاتا جیسا کہ بنی اسرائیل گائے کے بارے میں بلاضرورت سوال کرنے کی وجہ سے پھنس گئے اور جو ان کے لئے حلال تھا بلاضرورت سوالات کی وجہ سے وہ ان پر حرام ہوگئی۔ لیکن علم دین سیکھنے ضروری مسائل پوچھنے کے لئے سوال کرنا اچھا ہی نہیں بلکہ باعث اجر وثواب ہے۔ لہذا آیت میں علم دین کے لئے سوال کرنے کی تلقین کی گئی اور حدیث پاک میں بلاضرورت سوال کرنے کی مذمت بیان کی گئی لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

{حدیث:۱۴۷}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ.. مسلم: ۱۶

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے اندر وہ حدیث لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے باپ داداؤں نے، ان کو اپنے سے دور رکھو کہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنوں میں نہ ڈال دیں۔

آخری زمانہ میں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے: دجال کا معنی ہے مکار بہت بڑا دھوکے باز آخری زمانہ میں بڑا دجال نکلے گا اس سے پہلے چھوٹے چھوٹے دجال ظاہر ہوں گے جو اپنی طرف سے بات کرکے اس کی نسبت حضور نبی کریم ﷺ کیطرف کردیں گے تاکہ مسلمانوں کو گمراہ کیا جائے لہذا حدیث گھڑنا بہت بڑا جرم ہے اور گھڑنے والا بہت بڑا مجرم کہ ایک تو جھوٹ بولتا ہے اور پھر ظلم بالائے ظلم اس کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کردیتا ہے۔

{حدیث:۱۴۸}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَهلُ الْكتاب يقرؤون التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَ (قُولُوا آمنا بِاللّٰهِ وَمَا أنزل إِلَيْنَا) الْآيَة. بخاری: ۴۴۸۵

انہی سے روایت ہے کہ اہل کتاب مسلمانوں کے سامنے عبرانی زبان میں توریت پڑھ کر عربی میں ترجمہ کرتے تھے تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب کو نہ سچا کہو نہ جھوٹا تم یہ کہہ دو کہ ہم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے جو اللہ نے ہم پر اتارا۔

فرمایا کہ اہل کتاب کو نہ سچا کہو نہ جھوٹا: اس حدیث پاک میں تورات کی وہ آیتیں مراد ہیں جن کا سچ اور جھوٹ ظاہر نہیں تھا مطلب یہ کہ اس وقت تورات کی کچھ آیات سچ بھی تھیں اور جھوٹ بھی لہذا نبی کریم ﷺ نے احتیاطی حکم ارشاد فرمایا کہ اہل کتاب کو نہ سچا کہو نہ جھوٹا تم یہ کہہ دو کہ ہم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے جو ہم پر اتارا گیا حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یہ حکم ابتداء تھا بعد میں تو حضرت عمر جیسے صحابی کو نبی کریم ﷺ نے تورات پڑھنے اور سننے سے بھی منع فرمادیا اور فرمایا کہ میرے پاس کیا نہیں جو تم تورات میں ڈھونڈتے ہو اگر موسی بھی آج ہوتے تو میری پیروی کرتے۔

{حدیث:۱۴۹}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سمع. مسلم: ۵

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کردے۔

{حدیث:۱۵۰}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا من نَبِي بَعثه الله فِي أمة قبلي إِلَّا كَانَ لَهُ من أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ (ص: 56) جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ.

مسلم:۱۷۹

حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھ سے پہلے ایسا کوئی نبی نہ بھیجا جس کی امت میں سے کچھ لوگ ان کے خاص صاحب اسرار اور وہ صحابہ نہ ہوں جو ان کی سنت اور اس کے احکام کی پیروی نہ کریں پھر اس کے بعد ایسے ناخلف ہوتے تھے جو کہتے وہ تھے جو کرتے نہ تھے اور کرتے وہ تھے جس کا انہیں حکم نہ تھا تو جو ان پر ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو ان پر اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور اس کے سوا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے جس سے مظلوم کو پناہ ملتی ہے اور جب بادشاہ عادل ہو تو اس کے لئے اجر ہے اور عوام شکر کرے اور اگر بادشاہ ظالم ہو تو عوام پر بوجھ ہے اور عوام صبر کرے۔

نااہل حکمران قوم کے لئے شر ہیں:

پھر اس کے بعد ایسے ناخلف ہوتے تھے: حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالی کسی قوم سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے معاملات کا والی نیک حکماء کو بنا دیتا ہے اور مال سخیوں کے پاس رکھتا ہے تاکہ وہ لوگوں پر سخاوت کریں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے معاملات کا والی جاہلوں کو بنا دیتا ہے اور مال بخیلوں کے پاس رکھ دیتا ہے تاکہ وہ لوگوں سے ہاتھ کھینچ لیں۔

حضرت معقل نے کہا کہ میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس بندہ کو بھی اللہ تعالی عوام کا حاکم بنائے پھر وہ اپنے اوپر عوام کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ معقل نے کہا میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص بھی مسلمان عوام کا حاکم اور والی بنایا جائے اور وہ اس حال میں مر جائے کہ ان کے ساتھ خیانت کرنے والا ہو تو اللہ اس کے اوپر جنت حرام کر دیگا۔ ان میں ارباب اقتدار لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے کہ کل بروز قیامت رعایا سے متعلق ان کی پوچھ گچھ ہوگی جس کی حکومت جتنی وسیع ہوگی اس کا حساب بھی اتنا زیادہ ہوگا سلطنت و حکومت کل بروز قیامت ظالم کے لئے رسوائی اور عادل کے لئے ندامت و شرمندگی ہوگی اور اس وقت وہ کہے گا کہ کاش ایام حکومت عبادت میں گزارے ہوتے حدیث پاک میں ہے

کہ حکومت امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی و ندامت ہے سوائے اس شخص کے جو اسے حق کے ساتھ لے اور وہ ذمہ داریاں پوری کرے جو اس میں ہیں۔

جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن: بزرگ فرماتے ہیں جب حکمران اپنی رعایا پر ظلم و زیادتی کریں گے تو لوگ تین قسم کے ہوں گے ایک وہ جو ان حکمرانوں کے خلاف زبان اور عمل سے جہاد کریں گے دوسرے وہ جو زبان سے جہاد کریں گے تیسرے وہ جو دل میں ان حکمرانوں کو برا جانیں گے یہ سب نجات پائیں گے اور جو لوگ ان ظالم و جابر حکمرانوں کے ظلم اور ان کی برائیوں کو برا نہ جانیں گے یا ان کا ساتھ دیں گے وہ سب عذاب کے حقدار ٹھہریں گے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو برائی کو دیکھے تو وہ اسے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے اسے برا جانے۔

آج ہم سب یہ سمجھ کر امر بالمعروف کا فریضہ کو ترک کر دیتے ہیں کہ برائی کرنے والا خود نقصان اٹھائے گا اس میں ہمارا کیا نقصان ہے تو یہ سوچ غلط ہے کیونکہ ایک فرد کے گناہ کے اثرات پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور ایک فرد یا چند افراد کا جرم پورے معاشرے کا ناسور بن جاتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ایسے لوگوں کی مثال ان لوگوں سے دی کہ جنہوں نے کشتی میں قرعہ اندازی کی تو بعض کے حصے میں اوپر والا حصہ آیا اور بعض کے حصے میں نیچے والا حصہ آیا پس نیچے والوں کو پانی کے لئے اوپر والوں کے پاس جانا ہوتا تھا تو انہوں نے اسے زحمت شمار کیا تو نیچے والوں میں سے ایک نے کلہاڑی لی اور کشتی کے نچلے حصے میں ایک سوراخ کرنے لگا تو اوپر والے اس کے پاس آئے اور کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کہا کہ تمہیں میری وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اور پانی کے بغیر گزارا نہیں اب اگر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو اسے بچا لیا اور خود بھی بچ جائیں گے اور اگر اسے چھوڑ دیا تو اسے ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہوں گے۔

حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں جب لوگ برائی کو دیکھ کر اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں تو وہ سب عذاب میں مبتلا کر دئے جاتے ہیں۔

برائی کو بدلنے میں کوتاہی کرنا دوسرے جرائم سے بڑا ہے کیونکہ دوسرے گناہوں کی سزا آخرت میں ملے گی جبکہ اس کوتاہی کی سزا دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا۔

گناہوں پر خاموش تماشائی بھی ہلاک ہو گیا: رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو اس کے مکینوں سمیت برباد کر دو تو حضرت جبرئیل نے عرض کی یا الہی اس شہر میں تیرا ایک اطاعت گزار بھی رہتا ہے جس نے پلک جھپکنے میں بھی تیری نافرمانی نہیں کی تو اللہ تعالی نے فرمایا اس آدمی کو بھی سب کے ساتھ ہلاک کرو کیونکہ اس شخص کے سامنے گناہ ہوتے تھے لیکن اس کا چہرہ کبھی متغیر نہیں ہوا اور اس نے آج تک کسی کو گناہ سے روکنے کی کوشش تک نہ کی۔

انیس الواعظین

{حدیث:١٥١}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا. مسلم: ٦٨٠٤

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عالمین کی طرح ثواب ملے گا، اور اس سے ان کے اپنے ثوابوں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام پیروی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔ مسلم

جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عالمین کی طرح ثواب ملے گا: یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صدقے تمام صحابہ، آئمہ مجتہدین، علماء متقدمین ومتاخرین سب کو شامل ہے، مثلاً اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی بنیں تو اس مبلغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہوگا۔ اور ان نمازیوں کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ثواب مخلوق کے اندازے سے وراء ہے، رب فرماتا ہے: وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ایسے ہی وہ مصنفین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پا رہے ہیں قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا۔ اس میں گمراہیوں کے موجدین مبلغین سب شامل ہیں تا قیامت ان کو ہر وقت لاکھوں گناہ پہنچتے رہیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی شخص کے درجہ کو جنت میں بلند کرتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے یا رب عزوجل مجھے یہ مقام کیسے ملا تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے مغفرت کی دعا کی تھی۔

یہ حدیث ایصال ثواب کی بہت بڑی دلیل ہے:

تیرے بیٹے نے تیرے لئے مغفرت کی دعا کی تھی: ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اہل خانہ میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور اہل خانہ اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے صدقہ کریں تو جبرئیل اس صدقہ کو نور کے طباق میں لے کر اس قبر والے کے سرہانے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے تیرے گھر والوں نے تیری طرف بھیجا ہے تو اس کو قبول کر لے پس وہ ہدیہ اس کے پاس پہنچتا ہے اور اس سے وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اس مردے کے وہ پڑوسی جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں پہنچتا وہ غمگین ہو جاتے ہیں۔

تازہ میت برزخ میں ایسی ہوتی ہے جیسے نئی دلہن سسرال میں کہ اگرچہ وہاں اسے ہر طرح کا عیش و آرام ہوتا ہے مگر اس کا دل میکہ میں پڑا ہوتا ہے جب کوئی آدمی یا کوئی سوغات میکے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی پھر دل لگتے لگتے لگ جاتا ہے اسی طرح تازہ میت کو بھی زندوں کے تحفے یعنی دعا و ایصال ثواب کا بہت انتظار رہتا ہے اسی لئے نئی میت کو جلد از جلد نیاز، تیجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ سے یاد کیا جاتا ہے لیکن یہ حال صرف گناہ گار میت کا نہیں بلکہ نیکو کار بھی اسی طرح منتظر رہتا ہے۔

مٹی کے پاس آنے کا کیا فائدہ: حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عالم سے سنا ہے کہ وہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کو جاتے تھے ایک دفعہ بہت دنوں تک نہیں گئے اور سوچا میں تو مٹی دیکھ کر آتا ہوں پھر انہوں نے خواب میں اپنے والد کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے اے بیٹا کیا ہوا اب تم پہلے کی طرح زیارت کو نہیں آتے انہوں نے کہا میں تو مٹی کو دیکھنے آتا ہوں باپ نے کہا اے میرے بیٹے ایسا نہ کہو بخدا جب تم میری زیارت کو آتے تھے تو میرے پڑوسی مجھے مبارک باد دیتے تھے اور جب تم واپس جاتے تھے تو میں تم کو دیکھتا رہتا تھا حتی کہ تم کوفہ میں داخل ہو جاتے۔ احیاء العلوم

ثواب میت کے لئے بہترین تحفہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اور انہوں نے کسی قسم کی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر انہیں کلام کرنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ دیتی پس کیا اگر میں اس کی جانب سے صدقہ کروں تو اسے ثواب حاصل ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ صحیح بخاری

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت قبر میں ڈوبنے والے کی مثل ہوتی ہے جو فریاد کرتا ہے اس وقت میت اپنے ماں، باپ، بہن، بھائی اور دوست، احباب کی دعا و ثواب کی منتظر ہوتی ہے اور جب اس کو دعا و ثواب پہنچتا ہے تو اس وقت میت کو یہ دعا و ثواب دنیا جہاں کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتا ہے بے شک مردوں کے لئے زندوں کی طرف سے بہترین تحفہ دعا و ثواب ہے۔ مشکوۃ شریف

ایصال ثواب کی حدیث اور آیت میں تعارض: ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی شخص کے درجہ کو جنت میں بلند کرتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے یا رب عزوجل مجھے یہ مقام کیسے ملا تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے مغفرت کی دعا کی تھی۔ جب کہ آیت میں ہے کہ

لیس للانسان الا ما سعی ۔ انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ حدیث میں دوسرے کے عمل سے فوت شدہ کو نفع حاصل ہوتا ہے جبکہ آیت میں اس کی نفی ہے۔

ایصال ثواب کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض کے حل کے تین جواب ہیں۔

١۔ اس آیت کا حکم قوم موسی اور قوم ابراہیم کے ساتھ خاص ہے کہ انہیں صرف اپنے اعمال کا فائدہ ہوگا۔

٢۔ اس آیت کا مطلب ہے کہ انسان کو نقصان صرف اپنے برے اعمال کا ہوگا کسی دوسرے کی بداعمالیوں کا نقصان اسے نہیں ہوگا اس صورت میں انسان پر ل، علی کے معنی میں ہوگا۔

٣۔ یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے دوسری آیت یہ ہے

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں کوئی کمی نہ دی۔

٤۔ یہ آیت کفار کے بارے نازل ہوئی لہذا انسان سے مراد کافر ہیں اور ان کو ثواب کا نفع نہیں پہنچے گا۔

اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب حق پر کون میں دیکھیں۔

{حدیث:۱۵۲}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبَىٰ لِلْغُرَبَاءِ. مسلم:۲۷۲

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسلام غریبی سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی پھر ہو جائے گا غریبوں کو خوش خبری ہو۔

غریبوں کو خوش خبری ہو: اس حدیث میں غریبوں فقیروں مسکینوں کے لئے ڈھارس بھی ہے اور بشارت بھی سنائی گئی ہے کہ دین اسلام کے سچے اور سچے خیر خواہ غریب وفقیر ہیں اسلام کو زندہ رکھنے اور اس کو پھلنے پھولنے میں بنیادی اور اہم ترین کردار فقرا اور غرباء کا ہے نبی کریم ﷺ نے دیگر احادیث میں ان کے بے شمار فضائل اور خصائل بیان فرمائے لہذا یہاں پر ہم فقر کے بارے میں گفتگو کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا تو وہاں میں نے اکثر فقرا ہی دیکھے اور جب میں نے جہنم میں جھانکا تو وہاں میں نے اکثر عورتیں ہی دیکھیں۔

غریبوں کے پاس اللہ ملتا ہے: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی وہ شخص کہے گا اے میرے رب میں تیری کیسے عیادت کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا تو بندہ کہے گا اے میرے رب میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا اے ابن آدم میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تو بندہ کہے گا اے میرے رب تو رب العالمین ہے میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو رب فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اسے پانی نہیں دیا اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ مشکوٰۃ المصابیح باب الصدقہ

اس حدیث سے معلوم ہوا فقرا و مساکین اللہ کی رحمت ہیں ان کے پاس جانے ان کی خدمت کرنے سے رب ملتا ہے تو اولیا کا کیا پوچھنا ان کی صحبت رب ملنے کا ذریعہ ہے۔ کبھی فقیری امیری سے بہتر ہوتی ہے حدیث پاک میں ہے کہ فقیر امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے مگر یہ جب ہے کہ مومن بیماری اور فقر پر صبر کرے اور اپنے کو گناہوں سے بچائے رکھے۔

امت کے غربائے غریب نواز کی بارگاہ میں: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ فقراء نے اپنا ایک نمائندہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اس نے آکر کہا یا رسول اللہ میں فقراء کا نمائندہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں اور جن کی طرف سے تم آئے ہو سب کو مرحبا تم ان لوگوں کی طرف سے آئے ہو جن سے اللہ محبت کرتا ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ فقرا کہتے ہیں کہ اغنیاء حج اور عمرہ کر کے جنت لے گئے اور ہم اس پر قادر نہیں ہیں اور وہ جب بیمار ہوتے ہیں تو صدقہ اور خیرات کرتے ہیں جو ان کے لئے زاد آخرت بن جاتا ہے آپ نے فرمایا میری طرف سے فقراء کو پیغام پہنچا دو کہ جو شخص صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے اس کو اغنیاء سے تین وجہ سے برتری حاصل ہے۔

۱۔ اول اس وجہ سے کہ جنت میں ایک بلند جگہ ہے جس کو اہل جنت یوں دیکھیں گے جیسے زمین والے آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں اس جگہ نبی داخل ہوگا یا شہید یا مومن فقیر۔

۲۔ دوسری وجہ ہے کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر غنی سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کہے اور فقیر بھی یہ کلمات کہے تو غنی ان کے اجر میں فقیر کے برابر نہیں ہو سکتا اگر چہ دس ہزار درہم بھی خرچ کر دے اسی طرح نیکی کے تمام کاموں کا حال ہے۔ وہ نمائندہ فقراء کے پاس گیا اور جا کر انہیں اس حدیث کی خبر دی فقراء نے یہ سن کر کہا ہم راضی ہو گئے ہم راضی ہو گئے۔ صحیح بخاری باب الصدقہ

غریبی افضل ہے یا امیری: فقیری افضل ہے یا امیری اس میں اختلاف ہے بعض صوفیا فقیری کو افضل کہتے ہیں اور بعض امیری کو بعض نے کہا جس کے ذریعے یار ملے وہ ہی بہتر و افضل ہے کیونکہ بعض بیماروں کو کڑوی دوا مفید ہوتی ہے اور بعض کو میٹھی۔ یاد رکھیں نہ امیری بری ہے نہ فقیری دونوں سرکار دو عالم کے جلوے ہیں بلکہ ان کے فتنے برے ہیں۔

ملا علی قاری نے فرمایا کہ اکثر دنیا میں عذاب مال داروں کی وجہ سے آتا ہے اور رحمتیں فقرا کی وجہ سے کیونکہ زیادہ گناہ مالدار ہی کرتے ہیں کہ وہ مال کی وجہ سے بہت گناہوں پر قادر ہوتے ہیں لہذا ہر مصیبت میں انہیں زیادہ ڈرنا چاہئے۔

فقیر و غنی میں فرق: ۱۔ اغنیاء فقراء کو صدقات دے کر ان کی دنیا سنوارتے ہیں تو فقراء اغنیاء سے زکاۃ لے کر ان کی عقبی سنوارتے ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے اگر اغنیاء کو مال و دولت کی عزت دی ہے تو فقراء کو وقار و خودداری کی عزت دی ہے امیروں کو حکم دیا کہ وہ خود جا کر فقراء کو صدقات دیں اگر نہیں دیں گے تو عذاب کے مستحق ہوں گے غریبوں کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ جا کر صدقات لیں اللہ اللہ یہ فقراء کی پاسداری ہے ان کی وکالت ہے بلکہ حمایت ہے کہ اگر اغنیا فقرا کی پرورش نہ کریں تو ان کے سروں سے اخروی امان کا سایہ اٹھ جائے گا۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ فقرا کی طرف سے اغنیا سے محاسبہ اور مواخذہ کریگا اگر کسی بھوکے کو یہ کھانا نہ کھلائیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے میں بھوکا تھا مجھے کھانا کیوں نہیں کھلایا اگر کسی بیمار کی یہ عیادت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ ۴۔ امرا کو اپنی امارت پر ناز سہی فقرا کے لئے یہ عزت کچھ کم تو نہیں کہ یہ بھوکے ہوں تو خدا کہے میں بھوکا تھا یہ بیمار ہوں تو خدا کہے میں بیمار تھا غنیا دولت پر ناز کرتے ہیں تو اے فقیر تم خدا کی ذات پر ناز کرو۔

فقر اور غنا کی بحث میں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ نہ تو مطلقا فقر مذموم ہے نہ غنا اور نہ مطلقا فقر مستحسن ہے نہ غنا۔

۱۔ وہ مادی فقر جو انسان کے ہاتھ میں کاسہ گدائی تھما دے اور وہ فقر جو انسان کو اللہ و رسول سے باغی کر دے وہ فقر مذموم ہے اور وہ فقر جو صرف اللہ کا محتاج بنا دیا اور غیر سے بے نیاز کر دے اور جس فقر کی وجہ سے انسان دنیا اور زینت دنیا سے بے پروا ہو جائے وہ فقر مستحسن ہے۔ ۲۔ جو فقر لینن اور مائزے تنگ کا راستہ دکھائے وہ مذموم ہے اور جو فقر بلال، عمار، یاسر اور صہیب رومی کا راستہ دکھائے وہ مستحسن ہے۔ ۳۔ اسی طرح جو غنا مادی دولت کا خوگر کر دے جس غنا کی وجہ سے انسان خدا و رسول کو بھول جائے وہ غنی مذموم ہے اور جس غنی کے سبب انسان لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے مستغنی ہو اور اس غنی کی وجہ سے وہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ادا کرے وہ غنی مستحسن ہے۔ ۴۔ جو غنی انسان کو قارون بنا دے وہ مذموم ہے اور جو غنی انسان کو عثمان بنا دے وہ مستحسن ہے۔

{حدیث:۱۵۳}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تأرز الحيية إِلَى جحرها-بخاری،مسلم:۱۸۷۶۔۳۷۳

انہی سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے۔

ایمان کوسانپ کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ:

ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے: اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ایمان لانے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے سے اس طرح خوف زدہ ہوں گے جس طرح وہ سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتے ہیں جیسا کہ آج مسلمانوں کی دینی خستہ حالی اور بے راہ روی کے نتیجہ میں لوگ نمازوں کے قریب تک نہیں جاتے، مال کی محبت میں زکاۃ ادا کرنے میں غفلت کا شکار ہیں روزے برباد کردیتے ہیں بینکوں کا سود اور سودی لین دین ان کی گھٹی میں پڑ گیا ہے ہر طرف رشوت کا بازار گرم ہے دفتروں میں کوئی کام رشوت کے بغیر ہوتا ہی نہیں ان کے تبصرے جھوٹ، غیبت، چغلی سے خالی نہیں ہوتے چور بازاری دھوکہ بازی لوگوں کا وطیرہ بن چکی ہیں عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور نیم عریاں لباس پہنتی ہیں رشتے کے بھائی بہنوں سے بے تکلف اور بے حجاب باتیں ہوتی ہیں مخلوط تعلیم کا رواج ہے اسمبلیوں میں دفتروں میں تجارتی اداروں میں اور ہسپتالوں میں عورتوں کا آزادانا میل جول رہتا ہے فیشن اور آزادئ نسواں کے نام پر بے حیائی کو بھرپور پزیرائی دی جارہی ہے اولاد والدین کے قابو سے نکل چکی ہے اور جب انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ اسلام کے حکم کے مطابق ان کو یہ تمام معمولات ترک کرنے ہوں گے ثقافت اور تہذیب کے نام پر موسیقی کو سننا ترک کرنا پڑے گا بینک کی نوکری جائز نہیں ہے چھوڑنی پڑے گی وغیرہ وغیرہ تو ان کو اسلام سانپ سے بھی زیادہ کوئی ڈراونی چیز دکھائی دیتی ہے اور وہ اسلام کے احکام اور ان پر عمل کرنے سے ڈر کر اس طرح دور بھاگتے ہیں جیسے لوگ سانپ سے دور بھاگتے ہیں اور آخر زمانہ میں اسلام پر عمل کرنے والے مومن صرف مدینہ منورہ میں رہ جائیں گے اور اسلام مدینہ میں اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح جب سانپ کو کوئی گوشہ عافیت نہ ملے تو وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے اسی طرح ایمان بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا۔

{حدیث:۱۵۴}

عَنْ ربيعة الجرشي يَقُول أُتِيَ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ لِتَنَمْ عَيْنُكَ وَلِتَسْمَعْ أُذُنُكَ وَلِيَعْقِلْ قَلْبُكَ قَالَ فَنَامَتْ عَيْنَايَ وَسَمِعَتْ أُذُنَايَ وَعَقَلَ قَلْبِي قَالَ فَقِيلَ لِي سيد بنى دَارا فصنع مَأْدُبَةً وَأَرْسَلَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ (ص:57) الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَرَضِيَ عَنْهُ السَّيِّدُ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلم يطعم مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَسَخِطَ عَلَيْهِ السَّيِّدُ قَالَ فَاللّٰهُ السَّيِّدُ وَمُحَمَّدٌ الدَّاعِي وَالدَّارُ الْإِسْلَامُ وَالْمَأْدُبَةُ الْجَنَّةُ.

دارمی:۱۱

حضرت ربیعہ الجرشی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آنے والا حاضر ہوا تو بولا ان کی آنکھیں سو رہی ہیں اور ان کا دل اور کان بیدار ہے فرمایا میری آنکھیں سو گئیں کان سنتے رہے اور دل سمجھتا رہا تو بولے سردار نے گھر بنایا وہاں دسترخوان رکھے اور بلانے والے کو بھیج دیا تو جو اس بلانے والے کی بات مان لے وہ گھر میں آیا دسترخوان سے کھایا اس سے سردار راضی ہوا اور جو نہ مانے وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ اس دسترخوان سے کچھ کھایا تو سردار اس پر ناراض ہوا پھر فرمایا اللہ سید ہے اور بلانے والے ہیں محمد عربی ﷺ گھر اسلام ہے اور دسترخوان جنت۔

{حدیث:۱۵۵}

وَعَن أَبِي رَافِع وَغَيره رَفعه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ أمر مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ. ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ:۲۶۶۳۔۳۔۲۳۳۶۲

حضرت ابورافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کو مسہری پر تکیہ لگائے نہ دیکھوں کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے جس کا میں نے حکم دیا جس سے میں نے منع کیا کوئی حکم پہنچے اور وہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے جو قرآن پاک میں پائیں گے ہم تو اس کی پیروی کریں گے۔

اس حدیث پاک میں منکرین حدیث کا رد ہے:

جو قرآن میں پائیں گے ہم تو اس کی پیروی کریں گے: اس حدیث پاک میں منکرین حدیث کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ہم تو قرآن کے سوا کسی چیز کو نہیں مانتے اور قرآن میں جب سب کچھ ہے تو حدیث کی کیا ضرورت ہے اہلسنت کے نزدیک قرآن پاک اگرچہ کامل ہے ہر چیز کا بیان ہے لیکن ہمارا اسے پانا ناقص قرآن میں سب کچھ ہے قرآن سمندر ہے لیکن ہر شخص اس سے موتی نہیں نکال سکتا اس کے موتی حضور کے در سے ملیں گے۔

حضور کی حدیث کو چھوڑ کر صرف قرآن پر عمل کرنے والوں کے لئے اللہ تک پہنچنے کے سارے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ مسہری پر تکیہ لگانے کا مطلب ہے آرام طلب گھر میں رہنے والا علم دین کے لئے سفر نہ کرنے والا صرف ظاہر کو دیکھ کر احکام اخذ کرنے والا نام کا عالم اور ایمان کے لئے خطرہ۔

{حدیث:۱۵۶}

وَعَن الْمِقْدَام بن معدی كرب عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنه قَالَ: أَلَا إِنِّي أُوتِيت الْكتاب وَمثله مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰه كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لحم الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبع وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ رَوَاهُ (ص:58) أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهُ وَكَذَا ابْنُ مَاجَهْ إِلَى قَوْلِهِ: كَمَا حَرَّمَ الله-

ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، احمد:۳۶۰۴۔۱۲۔۵۸۶۔۱۷۳۲۶

حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے قرآن پاک بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی خبردار کہ ایک پیٹ بھرا اپنی مسہری پر کہے کہ صرف قرآن کو تھام لو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام جانو حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا حرام کیا ہوا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حرام کردہ جان لو کہ نہ تو تمہارے لئے پالتو گدھا حلال ہے اور نہ ہی کوکیلی والا درندہ جانور نہ عہد والے کافر کی گمی ہوئی چیز مگر جب اس کا مالک اس سے لا پرواہ ہو جائے اور جو کسی قوم کے پاس مہمان بن کر جائے تو ان پر اس کی مہمانی لازم ہے اگر وہ اس کی مہمان نوازی نہ کریں تو وہ ان سے اپنی مہمانی کی مقدار وصول کرسکتا ہے۔

حضور کو قرآن کا مثل کیا عطا کیا گیا؟

مجھے قرآن پاک بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی: نبی کریم ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے قرآن پاک بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی فقہاء فرماتے ہیں کہ مثل سے مراد حدیث پاک ہے کیونکہ یہ بھی قرآن کی طرح وحی الٰہی ہے اور قرآن کی طرح واجب الاطاعت بھی قرآن پاک کی عبارت بھی وحی ہے اور اس کے مضامین بھی مگر حدیث پاک کا مضمون وحی ہے لیکن الفاظ حضور کے ہیں اسی لئے حدیث کے الفاظ پر قرآن کے احکام جاری نہیں ہوتے کہ حدیث کی تلاوت نماز میں نہیں ہو سکتی بے وضو اسے چھو سکتا ہے قرآن کو وحی متلو کہتے ہیں جبکہ حدیث کو وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ مراۃ المناجیح

حدیث میں منکرین حدیث کا رد: نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہ تو تمہارے لئے پالتو گدھا حلال ہے اور نہ ہی کوکیلی والا درندہ یہاں سے منکرین حدیث کا رد کیا گیا ہے کہ تم کہتے ہو جو قرآن نے حرام نہیں کیا وہ تمہارے لئے حلال ہے تو اے منکرین حدیث تم گدھے بھی کھاؤ کتے بلے بھی کھاؤ دوسری کی پڑی ہوئی چیزوں پر بھی ہاتھ صاف کرو کیونکہ تمام چیزوں کو قرآن نے کہیں حرام نہیں کہا بلکہ یہ سب چیزیں صاحب قرآن نے حرام کی ہیں اور قرآن نے جتنی چیزیں حرام کیں اس سے زیادہ صاحب قرآن نے حرام کیں قرآن نے جانوروں میں صرف سور کا گوشت حرام کیا لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے سور کے علاوہ کثیر جانوروں اور پرندوں کا کھانا حرام کیا جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

دعوت یعنی مہمان نوازی کا حکم:

جو کسی قوم کا مہمان بن کر جائے تو ان پر مہمانی لازم ہے:: زمانہ نبوی میں دیہات سے یہ عہد لیا جاتا تھا کہ جب بھی کوئی لشکر اسلام تمہارے پاس سے گزرے تو تم اس کو دو وقت کا راشن دو گے لہذا اس معاہدے کے تحت اسلامی لشکر کو ان سے راشن بطور مہمان نوازی لینے کا حق تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی اور جو بغیر دعوت کسی کے گھر پہنچ جائے تو وہ چور ہو کر گیا اور لٹیرا ابن کر نکلا۔
یعنی جو بلاوجہ صرف تکبر کی وجہ سے دعوت قبول نہ کرے وہ نافرمان ہے اور جیسے چور بغیر اجازت مالک گھر میں گھس بھی جاتا ہے مال بھی لے لیتا ہے ایسے ہی یہ ہے لہذا بلاوجہ دعوت قبول نہ کرنا تکبر شیخی ہے اور بغیر دعوت پہنچ جانا کمینہ پن ہے دونوں سے بچنا چاہئے۔

دعوت کا ایک حسین انداز: مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پڑوس میں ایک ایرانی رہتا تھا جو شوربہ بہت اچھا بناتا تھا ایک دن اس نے حضور ﷺ کے لئے شوربا بنایا اور دعوت دینے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا عائشہ کی بھی دعوت ہے اس نے کہا نہیں تو آپ نے اس کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اس نے دوبارہ دعوت دی آپ نے پھر کہا کیا عائشہ کی بھی دعوت ہے اس نے پھر انکار کر دیا اس نے تیسری بار پھر دعوت دی تو آپ نے پھر وہی سوال دہرایا کہ کیا عائشہ کی بھی دعوت ہے تو اس نے کہا جی ہاں پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ کا ہاتھ تھاما اور دونوں اس کے گھر تشریف لے گئے۔ صحیح مسلم فضائل حضرت عائشہ

بدترین مہمان نوازی: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بدترین کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہے جس کے لئے مالدار تو بلائے جائیں اور فقراء چھوڑ دیئے جائیں۔ کیونکہ ایسے ولیمہ میں زیادہ نام و نمود ہوتا ہے للّٰہیت نہیں ہوتی آجکل خوشی کی دعوتوں میں عموماً امراء اور موت و غمی کی دعوتوں میں فقراء و طلباء بلائے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ فقیر دعائیں کرتے ہیں کہ خدا کرے امیر مریں تاکہ ہم کو کھانا و خیرات ملے اگر ولیمہ اور دیگر خوشی کی دعوتوں میں بھی فقراء بلائے جائیں تو یہ فقراء خوشی کی بھی دعائیں کرتے بعض لوگ دعوتوں میں فقراء کو بھی بلاتے ہیں مگر انہیں سب سے پیچھے اور ذلت و خواری سے کھلاتے ہیں یہ اور زیادہ برا ہے فقراء بھی ہمارے بھائی ہیں۔

مجھے امیروں کا مہمان بننا قبول نہیں: محدث اعظم حضرت علامہ سردار احمد امرا کی دعوت سے ہمیشہ دور رہا کرتے تھے امرا کے دروازوں پر جانا ان کے آستانوں کے چکر لگانا آپ کے نزدیک انتہائی معیوب تھا ایک مرتبہ آپ حج پر تشریف لے گئے تو ایک موقعہ پر مکہ معظمہ میں آپ نے قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین علمی بیان فرمایا امور شریعہ پر مامور ایک امیر و کبیر شخص نے جب یہ علمی بیان سنا تو وہ بھی آپ کے علمی کمال سے بے حد متاثر ہوا اس نے اعزاز علم کی خاطر آپ کی دعوت کرنا چاہی اور ایک معلم کے ذریعے آپ کو دعوت نامہ آنے جانے کے لئے اپنی کار اور دیگر گراں قدر تحائف کی پیش کش پر مشتمل پیغام بھیجا محدث اعظم نے یہ کہہ کر اس کی دعوت مسترد کر دی کہ جس کو مدینے میں اللہ و رسول کی دعوت اور مہمانی نصیب ہو جائے اسے کسی امیر کی دعوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ تذکرہ محدث پاکستان ص ۲۲۷

آزمائش کے لئے دعوت: حضرت ابو عثمان حیری کے صبر اور اخلاق کی آزمائش کے لئے آپ کو ایک دعوت پر بلایا گیا جب آپ دعوت میں پہنچے تو میزبان نے یہ کہہ کر آپ کو واپس لوٹا دیا کہ کھانا ختم ہو چکا ہے یہ سن کر آپ واپس جانے لگے تھوڑی دور گئے تھے کہ میزبان آپ کے پیچھے پہنچا اور آپ کو واپس لے آیا لیکن کھانا کھلائے بغیر پھر واپس لوٹا دیا تیسری بار پھر ایسا ہوا تو میزبان آپ سے بے حد متاثر ہوا اور عرض کی حضور واقعی آپ بہت عظیم اخلاق کے مالک اور صبر کے پہاڑ ہیں تو آپ نے اس میزبان سے انکسار افرمایا یہ کون سا کمال اور قابل قدر بات ہے یہ تو ایک کتے کی عادت ہے کہ جب اس کو بلاتے ہیں تو وہ بلانے پر آجاتا ہے اور جب اس کو دھتکارتے ہیں تو وہ واپس چلا جاتا ہے۔ کیمیائے سعادت

{حدیث:۱۵۷}

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بنِ سَارِيَةَ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أيحسب أحدكم متكأ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَظُنُّ أَنَّ اللهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ أَلَا وَإِنِّي وَاللهِ قَدْ أَمَرْتُ وَوَعَظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ أَوْ أَكْثَرُ وَإِنَّ اللهَ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ إِذَا أَعْطَوْكُمُ الَّذِي عَلَيْهِمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي إِسْنَادِهِ: أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ الْمِصِّيصِي قد تكلم فِيهِ- ابوداؤد:۳۰۵۰

حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی چھپر کھٹ پر تکیہ لگا کر یہ گمان کر سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے بجز ان چیزوں کے کوئی چیز حرام نہ کی جو قرآن میں ہیں آگاہ رہو کہ بخدا میں نے احکام دیئے وعظ فرمائے اور بہت چیزوں سے منع فرمایا جو قرآن کے برابر یا اس سے بھی زیادہ ہیں یقینا اللہ نے تمہارے لئے یہ مباح نہ کیا کہ کتابیوں کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جاؤ اور نہ ان کی عورتوں کو مار پیٹ کرو اور نہ ان کے پھل کھانا جب وہ اپنے ذمہ کے حقوق تمہیں ادا کریں۔

{حدیث:۱۵۸}

وَعَنْهُ: قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عبدا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ من يَعش مِنْكُم يرى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا الصَّلَاةَ۔

انہی سے روایت ہے کہ ایک دن ہمیں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس سے اشک رواں ہو گئے دل ڈر گئے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ شائد یہ الوداعی خطبہ ہے۔ لہذا کچھ وصیت فرما دیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالی سے ڈرنے سلطان کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو جئے گا وہ بہت بڑا اختلاف دیکھے گا لہذا تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت مضبوطی سے پکڑے رکھنا اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو نئی باتوں سے دور رہو کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

ماجہ،دارمی:۴۲۴۲،۴۶۰۷،۲۶۸۶،۴۲،۹۵

حضور نبی کریم ﷺ کا پر تاثیر خطبہ:

حضور نے نماز پڑھائی پھر نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا: سرکار دو عالم ﷺ کے تمام خطبات پر تاثیر ہوتے تھے لیکن آپ کا یہ خطبہ بہت ہی پر تاثیر جامع اور بلیغ تھا اس خطبہ میں خوف خدا عشق رب ذوالجلال کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور دل عشق وخوف سے لرز رہے تھے صحابہ کرام عشق ومستی میں ڈوبی پر سوز گفتگو سے صورتحال کو بھانپ چکے تھے کہ اس گلشن کے والی کا سفر آخرت شروع ہونے کو ہے سنسار کا پالنہار اپنے چمن کے باسیوں کو روتا چھوڑ کر محو سفر ہونے کو ہے اس لئے آج صحابہ کرام پر غم والم کی ایک ایسی داستان لکھی جانے کے قریب تھی کہ جس کی مثال اس عالم گیتی پر کہیں نہیں ملنے والی اس لئے صحابہ کرام نے گلشن کے والی سے حیات ظاہری کے آخری پھول نچھاور کرنے کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔ لہذا نبی کریم ﷺ نے جامع کلام ارشاد فرمایا اور اس میں دو باتیں ارشاد فرمائیں پہلی بات اللہ کا تقوی جس میں سارے دینی احکام بیان ہو گئے اور دوسری بات سلطان کی اطاعت اس میں سارے سیاسی احکام آ گئے

یاد رہے کہ ہر سنت لائق اتباع ہے مگر ہر حدیث لائق اتباع نہیں، حضور کے خصوصیات، منسوخ احکام اور اعمال حدیث ہیں مگر سنت نہیں اسی لیئے یہاں حدیث کو پکڑنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ سنت کو۔ الحمد للہ! ہم اہل سنت ہیں دنیا میں اہل سنت تو ہو سکتا ہے لیکن اہل حدیث کوئی نہیں ہو سکتا۔

میں تمہیں تقوی کا حکم دیتا ہوں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک آدمی کی عبادت کا ذکر ہوا اور دوسرے کے تقوی کا تو فرمایا عبادت تقوی کے برابر نہیں ہو سکتی۔ جامع ترمذی ص ۱۷۳

یعنی نوافل کو تقوی کے برابر نہ کرو نوافل تقوی کے برابر نہیں ہو سکتے۔ یاد رہے کہ حرام چیزوں اور حرام کاموں سے

بچنا تقوی کا پہلا درجہ ہے آج کل لوگ بہت ورد وظیفے نوافل کو ہی تقوی سمجھتے ہیں اور ان پر بہت عامل ہوتے ہیں مگر جھوٹ غیبت دوسروں کا حق دبانے سے پرہیز نہیں کرتے سخت غلطی کرتے ہیں برائیوں سے بچنا بڑی عبادت ہے۔

تقوی کی تعریف: اپنے نفس کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھنا تقوی کہلاتا ہے۔

تقوی کی اقسام: تقوی کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: پہلی قسم یہ ہے کہ خود کو عذاب مخلد یعنی ہمیشگی کے عذاب سے محفوظ رکھنا تقوی کی پہلی قسم ہے، تقوی کی یہ قسم کفر اور شرک کو ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسری قسم: تقوی کی دوسری قسم یہ ہے کہ ہر گناہ کے کام سے بچنا یعنی فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب سے بچنا تقوی کی دوسری قسم ہے اور بعض علما کے نزدیک صغائر سے بچنا بھی تقوی ہے یعنی واجب کے ترک اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب اسی طرح سنت موکدہ کے ترک اور اسائت کے ارتکاب سے بچنا بھی تقوی ہے اصطلاح شریعت میں جب تقوی کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے۔

تیسری قسم: تقوی کی تیسری قسم یہ ہے کہ انسان اپنے دل ودماغ کو ہر اس چیز سے پاک کرے جو اس کی توجہ کو اللہ تعالی کی طرف سے ہٹا سکے اور بالکلیہ اللہ تعالی کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے اور یہی وہ حقیقی تقوی ہے جو بندے سے مطلوب ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا صغائر سے بچنا تقوی میں داخل ہے یا نہیں بعض علماء نے کہا ہے کہ داخل ہے اور بعض نے کہا کہ داخل نہیں اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ جو صغیرہ گناہوں سے نہیں بچتا اس پر متقی کا اطلاق ہوگا یا نہیں۔

درجہ کے اعتبار سے تقسیم:

درجہ کے اعتبار سے تقوی کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ اچھے کام کرنا۔ ۲۔ برے کام سے بچنا۔

مگر اس کا اعلی درجہ برے کاموں سے بچنا ہے عبادات آسان ہیں مگر برے کاموں اور محرمات سے بچنا مشکل ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں نیکیاں گویا روحانی دوائیں ہیں اور گناہوں سے بچنا گویا روحانی پرہیز دوا بغیر پرہیز کے مفید نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ فتوی اور تقوی میں فرق ہے فتوی محرمات سے بچنے کا نام ہے مگر تقوی یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے یعنی حرام چیزوں سے بچنا فتوی اور مشتبہ چیزوں سے بچنا تقوی ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ متقی کی نیکی فاسق کی نیکی سے افضل ہے بلکہ جیسا عامل کا درجہ ویسا ہی اس کے عمل کا ثواب صحابہ کا ساڑھے چار سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ وہ عامل افضل ہیں۔ مسلمان کا کلمہ اعلی درجہ کا مقبول ہوتا ہے اور فاسق وفاجر کا کلمہ قبول تو ہوتا ہے لیکن اس درجہ کا نہیں تمام ذکر وعبادات مثل کارتوس ہیں اور ذاکر کی زبان مثل رائفل کے کہ شکار واقعی کارتوس کرتا ہے مگر رائفل کی طاقت سے۔

اللہ والوں کے تقوی کی چند مثالیں: امام اعظم ابوحنیفہ ایک جنازہ پڑھنے تشریف لے گئے دھوپ کی بڑی شدت تھی اور وہاں کوئی سایہ بھی نہ تھا ساتھ ہی ایک شخص کا مکان تھا اس مکان کی دیوار کا سایہ دیکھ کر لوگوں نے امام اعظم سے عرض کیا کہ

حضور آپ اس سائے میں کھڑے ہو جائیے امام اعظم نے فرمایا اس مکان کا مالک میرا مقروض ہے اور اگر میں نے اس کی دیوار سے کچھ نفع حاصل کر لیا یعنی اس کے سائے میں بیٹھ گیا تو میں ڈرتا ہوں کہ اللہ کے نزدیک کہیں سود لینے والوں میں میرا شمار نہ ہو جائے کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جس قرض سے کچھ نفع لیا جائے وہ سود ہے چنانچہ آپ دھوپ میں ہی کھڑے رہے۔ تذکرۃ الاولیاء

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام آپ کے پاس دودھ لے کر آیا آپ نے اسے پی لیا غلام نے عرض کی اے امیر المومنین میں جب بھی آپ کے پاس کوئی چیز لے کر آتا تھا تو آپ اس کے بارے میں پوچھتے تھے آج آپ نے پوچھا نہیں کہ دودھ کہاں سے آیا تو آپ نے فرمایا ہاں بتاؤ یہ دودھ کہاں سے آیا غلام نے عرض کی میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بیمار پر منتر پھونکا تھا جس کے عوض میں اس شخص نے مجھے یہ دودھ پیش کیا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں اکثر منتر کفریہ کلمات پر مشتمل ہوتے تھے اور یہ دودھ اسی منتر کا عوض تھا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بے چین ہو گئے اور اپنے حلق میں انگلی ڈال کر دودھ اگل دیا اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی جس پر میں قادر تھا سو میں نے کر دیا اس دودھ کا تھوڑا بہت حصہ جو رگوں میں رہ گیا ہے وہ تو معاف فرما دے۔ احیاء العلوم

حاکم کی اطاعت کب واجب ہے؟

میں تمہیں سلطان کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں: سربراہ حکومت کا کوئی حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف نہ ہو اور جب اس کا حکم اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی معصیت میں اور اس کے رسول کی معصیت میں اس کی اطاعت کرے۔ ابن جریر نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ امام پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالی کے احکام کے مطابق حکم دے اور امانت کو ادا کرے پس جب وہ ایسا کرے گا تو لوگوں پر حق ہے کہ وہ اس کے احکام سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔

سلطان بھی اصول اور قانون کی اطاعت کرے: حضرت نمیر مدنی روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ کے قاضی حضرت محمد بن عمران کا ریڈر تھا ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے اس وقت کے خلیفہ منصور کے خلاف اس بات پر دعوی کر دیا کہ خلیفہ نے ان کے اونٹ ظلماً ان سے چھین لئے ہیں۔ قاضی محمد بن عمران نے اسی وقت خلیفہ کو خط لکھا اور حکم دیا کہ وہ فوراً عدالت حاضر ہوں جب خلیفہ کو آپ کا پیشی نامہ موصول ہوا تو وہ فوراً آپ کی عدالت میں حاضر ہو گیا جس وقت خلیفہ آپ کی عدالت میں حاضر ہوا تو آپ اس کے عہدے کا لحاظ کئے بغیر اپنی مسند پر بیٹھے رہے اور خلیفہ کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی پھر آپ نے خلیفہ سے استفسار کیا کہ آپ کے خلاف دعوی کیا گیا ہے لہذا آپ اپنی صفائی میں کیا کہتے ہیں خلیفہ اپنے خلاف دعوی کی صفائی میں معقول دلیل پیش نہ کر سکا تو آپ نے خلیفہ کے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہوئے فرمایا کہ مدعی کو فوراً ان کے اونٹ واپس کئے جائیں۔ اس فیصلہ کے بعد منصور اپنی آرام گاہ کی طرف چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد قاضی محمد بن عمران کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا آپ نے فرمایا جب تک آج کے تمام کیسز کا فیصلہ نہ کر لوں میرے پاس دربار میں حاضر ہونے کے لئے کوئی ٹائم نہیں ہے جب آپ عدالتی امور سے فارغ ہوئے تو خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے منصور نے کہا میں آپ کی جرات اور انصاف کو سلام پیش کرتا ہوں اگر آپ میرے عہدے کا لحاظ کر کے میرے حق میں فیصلہ دیتے تو میں آپ کو فوراً

معزول کر دیتا پھر خلیفہ نے آپ کو بے شمار انعام و اکرام دے کر رخصت کر دیا۔ احیاء العلوم ص ۶۴ ج ۲

حضور ﷺ کی اصول پسندی: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے لاڈلے اور محبوب صحابی تھے انہوں نے ایک مجرم عورت کی سفارش کی لیکن اصول یہ تھا کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اس لئے آپ نے اپنے لاڈلے صحابی کی رعایت نہ کی اور اصول کے مطابق فاطمہ بنت اسود کا ہاتھ کاٹ دیا آپ سے یہ ہو سکتا تھا کہ آپ اپنے لاڈلے صحابی کی سفارش رد کر دیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ اصول کے جھنڈے کو سرنگوں کر دیں۔

اسی طرح ایک موقعہ پر حضرت سعد بن ابی وقاص اور زمعہ کافر کے درمیان کسی بات میں جھگڑا ہو گیا آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص جیسے قدیم الاسلام صحابی کے مقابلہ میں عبد بن زمعہ کافر کے حق میں فیصلہ کر کے اصول کے پرچم کو بلند رکھا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر آپ کی بائیں جانب تھے اور ایک لڑکا دائیں جانب تھا آپ اپنا بچا ہوا دودھ اس لڑکے کو دینے لگے تو حضرت عمر نے توجہ دلائی حضور یہ ابوبکر بیٹھے ہیں آپ نے فرمایا پہلے دائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے اور اس لڑکے کو دودھ عطا فرما دیا آپ سے یہ تو ہو سکتا تھا کہ حضرت عمر کی سفارش رد کر دیں اور حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں ایک لڑکے کو ترجیح دے دیں لیکن آپ سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اصول کے جھنڈے کو گرنے دیں یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی سیرت اب سوچیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔

میں تمہیں سلطان کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو:

خلافت کی احادیث میں تعارض: اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالی سے ڈرنے سلطان کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو

جب کہ دوسری حدیث میں فرمایا الخلافة للقريش خلافت قریش کے لئے ہے۔

خلافت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان دونوں احادیث میں حقیقت میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ خلافت اور چیز ہے امارت یعنی سلطانی اور چیز خلافت صرف قریش کے لئے ہے جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا اور امارت ہر مسلمان کے لئے ہو سکتی ہے جس طرح مذکورہ حدیث میں بیان ہوا۔

کیا امام حسین کا یزید کی مخالفت کرنا اس حدیث کے خلاف تھا؟

میں تمہیں سلطان کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو: اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ تعالی سے ڈرنے سلطان کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی ہو اس حدیث پاک کی رو سے جب امام حسین پر واجب تھا کہ وہ یزید کی اطاعت کرتے انہوں نے مخالفت کیوں کی؟ فقہاء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ امیر کی اطاعت اس وقت واجب ہوتی ہے جب اس کے احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں اور دوسرا یہ کہ اس کی اطاعت اس وقت واجب ہوتی ہے جب وہ امیر بن جائے لیکن یزید کا معاملہ اس کے برعکس ہے ایک تو وہ امیر بنا ہی نہیں تھا امام حسین نے اسے حاکم اور امیر مانا ہی نہیں تھا تو اطاعت کیسی؟ دوسرا یہ کہ یزید کے بعض احکام خلاف شرع تھے لہذا امام حسین کے لئے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ اس کی خلاف شرع کاموں میں اطاعت کریں۔

آیت اطاعت پر واقع ہونے والا سوال اور اس کا جواب:

قرآن پاک میں ارشاد باری ہے،، **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم**
''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی،، اطاعت کرو،،

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اطیعوا اللہ میں اطاعت کا فعل یعنی اطیعوا ذکر کیا اطیعوا الرسول میں بھی اطاعت کا فعل یعنی اطیعوا ذکر کیا لیکن اولی الامر میں اطاعت کے فعل یعنی اطیعوا کا کہیں ذکر نہیں اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اطاعت کی دو صورتیں ہیں مستقل اطاعت اور غیر مستقل اطاعت، اللہ رب العزت کی اطاعت مستقل ہے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت بھی مستقل ہے جیسا کہ سور کے گوشت کے علاوہ کسی جانور کا گوشت کھانا قرآن میں حرام نہیں لیکن دیگر بعض جانوروں کا گوشت اللہ کے نبی نے حرام قرار دیا اور متعدد احادیث قرآن کی ناسخ ہیں لہذا آپ کی مستقل طور پر واجب ہے لیکن اس کے برعکس حکمرانوں کی اطاعت مستقل طور پر واجب نہیں ان کی اطاعت صرف انہی احکام میں واجب ہے جو اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق ہوں ورنہ اطاعت واجب نہیں اسی لئے اللہ کی اطاعت کے وقت اطیعوا فعل کا ذکر ہوا اور رسول اللہ کی اطاعت کے وقت بھی اطیعوا فعل کا ذکر ہوا لیکن حکمرانوں کی اطاعت کے وقت اطیعوا فعل ذکر نہیں کیا۔

طلب حکومت کی آیت اور حدیث میں تعارض: حضرت عبدالرحمن بن سمرہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اے عبدالرحمن امارت مت مانگو کیونکہ اگر تمہیں حکومت مانگ کر دی گئی تو تم اس کی طرف سپرد کر دئے جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ حکومت و سرداری کی خواہش نہ کرو نہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو جیسا کہ آجکل وزارت اور حکومت لینے کے لئے لوگ دین ایمان دولت عزت سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ جبکہ آیت کریمہ میں ہے قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم،، حضرت یوسف نے کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کردے بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں۔ جبکہ دوسری آیت میں حضرت سلیمان نے دعا کی رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی،، اے میرے رب میری مغفرت فرمادے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے پاس نہ ہو۔ ان آیات میں حکومت کو طلب کیا گیا ہے لہذا تعارض واضح ہے۔

طلب حکومت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق: آیت میں حکومت طلب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر نظام حکومت نااہلوں کے پاس جا کر ملک کے فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت کے لئے حکومت حاصل کرنا یا کوشش کرنا عبادت ہے جبکہ اپنی نفسانی خواہش کو اس میں دخل نہ ہو جیسا کہ آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے یعنی مجھے خزانوں کا حاکم بنادے اگر آپ اس وقت عہدہ نہ سنبھالتے تو اس قحط سالی میں لوگ بھوکے مرجاتے۔ اور حدیث طلب حکومت کی ممانعت کا حکم اس صورت میں ہے کہ انسان نفسانی خواہش، عیش، دولت، عزت، شہرت حاصل کرنے کے لئے حکومت چاہے، لہذا اب کوئی تعارض نہیں۔

ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے:

بدعت کی احادیث میں تعارض: تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت مضبوطی سے پکڑے رکھنا اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو نئی باتوں سے دور رہو کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں فاروق اعظم نے فرمایا

نعمت البدعة منه تراویح کی جماعت کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی فرمایا جب کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے تراویح کی جماعت کو اچھی بدعت قرار دیا دونوں حدیثیں آپس میں متعارض ہیں۔

بدعت کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث کی تطبیق کے لئے بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام کو سمجھنا ضروری ہے۔

بدعت کی تعریف: وہ نیا کام جو زمانہ نبوی کے بعد ایجاد ہوا یہ عام ہے کہ اس نئے کام کا تعلق اعتقاد سے ہو یا اعمال سے دینی ہو یا دنیاوی بدعت کہلاتا ہے۔

بدعت کی اقسام: بدعت کی دو قسمیں ہیں ا۔ بدعت اعتقادی ۲۔ بدعت عملی۔

ا۔ بدعت اعتقادی: وہ عقائد باطلہ جو حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد ایجاد ہوئے جیسے عقیدہ رکھنا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد دوسرا نبی آسکتا ہے حضور کا خیال بیل گدھے کے خیال سے برا ہے نبی کا علم شیطان کے علم سے کم ہے وغیرہ وغیرہ

۲۔ بدعت عملی: بدعت عملی کی دو قسمیں ا۔ بدعت حسنہ ۲۔ بدعت سیّیہ۔

ا۔ بدعت حسنہ: وہ نیا کام ج حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد ایجاد ہوا اور وہ خلاف سنت نہ ہو اور نہ ہی کسی سنت کو مٹانے والا ہو بدعت حسنہ کہلاتا ہے مثلا میلاد النبی منانا وغیرہ

بدعت حسنہ کی اقسام: بدعت حسنہ کی تین قسمیں ہیں: ا۔ بدعت مباحہ ۲۔ بدعت مستحبہ ۳۔ بدعت واجبہ۔

ا۔ بدعت مباحہ: وہ بدعت جو خلاف شرع نہ ہو اور بغیر ثواب کی نیت کے کیا جائے جیسے یوم آزادی پاکستان منانا شادی پر چراغان کرنا وغیرہ۔

۲۔ بدعت مستحبہ: وہ بدعت جو خلاف شرع نہ ہو اور ثواب کی نیت کے ساتھ کیا جائے۔ مثلا میلاد النبی منانا خطبہ جمعہ میں صحابہ کا خطبہ میں ذکر کرنا مساجد کو مزین کرنا مساجد کے محراب بنانا وغیرہ

۳۔ بدعت واجبہ: وہ بدعت جو خلاف شرع نہ ہو اور اس کو ترک کرنے سے مسلمان حرج میں مبتلا ہو جائیں جیسے قرآن پاک پر اعراب لگانا دینی مدارس کا قیام علم صرف نحو وغیرہ

بدعت سیّیہ: وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو اور کسی سنت کو مٹانے والا ہو جیسے بزرگان دین کے عرس کے موقعہ پر ڈھول پیٹنا مزاروں پر عورتوں مردوں کا اختلاط میلاد یا شادی بیاہ کے موقعہ پر موسیقی بجانا وغیرہ وغیرہ۔

بدعت سیئہ کی اقسام: اس کی تین قسمیں ہیں بدعت مکروہ تنزیہی ۲ بدعت مکروہ تحریمی ۳۔ بدعت حرام

بدعت مکروہ تنزیہی: وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو اور سنت غیر موکدہ کو ترک کرنے کا سبب بنے جیسے ننگے سر کھانا کھانا۔

۲ بدعت مکروہ تحریمی: وہ نیا کام جو سنت موکدہ یا واجبہ کو ترک کرنے کا سبب بنے جیسے داڑھی منڈانا وغیرہ۔

۳۔ بدعت حرام: وہ نیا کام جو واجب یا فرض کو ترک کرنے کا سبب بنے بزرگان دین کے عرس کے موقعہ پر ڈھول پیٹنا مزاروں پر عورتوں مردوں کا اختلاط میلاد یا شادی بیاہ کے موقعہ پر موسیقی بجانا وغیرہ۔

اس تقریر کے بعد معلوم ہوا کہ جس حدیث میں بدعت کو گمراہ کہا گیا اس سے مراد بدعت سیئہ ہیں اور فاروق اعظم نے جس بدعت کی تعریف کی اس سے مراد بدعت حسنہ ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہ رہا۔

{حدیث:۱۵۹}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ (ص:59) قَالَ: هٰذَا سَبِيلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ هٰذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ (إِنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ (الْآيَةَ۔ احمد، دارمی، ابن ماجہ: ۱۱۔۲۰۲۔۴۱۴۲

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن ہمارے سامنے ایک خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچی اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر رستہ پر شیطان ہوتا ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔

آپ نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے: حدیث مذکور میں نبی کریم ﷺ نے خط کھینچ کر دین حق کو صراط مستقیم فرمایا بزرگ فرماتے ہیں کہ سبیل اللہ سے مراد سچے اعتقاد اور نیک اعمال ہیں لہذا شریعت کے چاروں سلسلے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور طریقت کے چاروں سلسلے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی سب ایک ہی طریقہ ہیں اور انہی کو اہل سنت و جماعت کہتے ہیں یہ سب عقائد میں ایک ہیں صرف فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور فروعی اختلاف صحابہ سے چلا آ رہا ہے۔

علماء فرماتے ہیں شریعت منبع یعنی پانی نکلنے کی جگہ ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا عموما کسی منبع یعنی پانی نکلنے کی جگہ سے اگر دریا بہتا ہو تو اسے زمینوں کو سیراب کرنے میں منبع کی حاجت نہیں ہوتی لیکن شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی حاجت ہے۔ اگر شریعت کے منبع سے طریقت کے دریا کا تعلق ٹوٹ جائے تو صرف یہی نہیں کہ آئندہ کے لئے اس میں پانی نہیں آئے گا بلکہ یہ تعلق ٹوٹتے ہی دریائے طریقت فوراً فنا ہو جائے گا۔

علماء فرماتے ہیں شریعت حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کے حالات کا نام ہے طریقت قلب مصطفی کی واردات یونہی حقیقت و معرفت روح پاک کی واردات کا نام ہے سب حضور کی ادائیں ہیں جو شخص اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا ایسے شخص کے لئے دنیا میں ہی جنت واجب ہو چکی کہ جئے گا جنتی ہو کر مرے گا جنتی ہو کر اٹھے گا جنتیوں کے زمرے میں۔

تصوف وطریقت کی تعریف: ملا علی قاری فرماتے ہیں ملت اسلامیہ کے ظاہر کو شریعت اور اس کے باطن کو طریقت کہتے ہیں شریعت بدن کا حصہ ہوتی ہے اور طریقت دل کا لیکن یاد رکھیں کہ شریعت وطریقت کے احکام الگ الگ نہیں ہیں اگر شریعت طریقت کی تائید نہ کرے تو وہ طریقت مردود ہے اسی طرح اگر طریقت شریعت کی قید میں نہیں تو وہ طریقت بھی غیر معتبر ہے، تصوف طریقت کا دوسرا نام ہے۔ مرقاۃ المفاتیح کتاب الاعتصام

بندہ نفس کی بجائے رب کے لئے زندہ ہو اور اپنے تمام اوقات میں روح وقلب کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ رہے تصوف وطریقت کہلاتا ہے صحابہ کرام کو اگرچہ صوفیا نہیں کہا جاتا لیکن یہ تمام کمالات ان میں بدرجہ اولی موجود تھے۔ کیونکہ انہوں نے عقائد اور شرعی احکام پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ذوق اور وجدان کو بھی ملایا اور حضور کی پسندیدہ جمیع عبادات پر بھی عمل پیرا رہے ان کا دور عمدہ ترین دور تھا اور جب یہ عمدہ ترین دور گزر گئے تو حضور کے زمانے سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ روحانیت بھی کمزور ہونے لگی اور لوگ اللہ کی بندگی سے غافل ہونے لگے تو ارباب ریاضت وزہد نے توجہ الی اللہ کے لئے علم تصوف کی تدوین کی۔

کیا طریقت میں عمل کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے: حضرت جنید بغدادی کے سامنے کسی نے معرفت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ کیا اہل معرفت ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ جہاں ان کو عمل کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ ظاہری اعمال کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح کا خیال کرنا یا اس بات کا یقین کرنا گناہ عظیم ہے اور جو شخص اس بات کا قائل ہو وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے اس سے تو چور اور زانی بہتر ہے۔ مزید فرمایا ہماری طریقت قرآن وسنت کے ساتھ مشروط ہے اور راہ طریقت نبی کریم ﷺ کی پیروی اور سنت کی تابعداری کے بغیر طے نہیں ہو سکتی۔ اولیائے کاملین آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے ہونے کے باوجود عمل میں کمی کرنا تو دور کی بات بلکہ اعمال صالحہ کی کثرت کے باوجود عاجزی کے عظیم پیکر ہوا کرتے تھے۔ رسالہ قشیریہ مقال عرفاء

تصوف کوئی نئی چیز نہیں اور نہ ہی یہ شریعت سے آزاد ہے: معلوم ہوا تصوف وطریقت کوئی نئی اصطلاح نہیں بلکہ یہ سیرت رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہے تصوف وطریقت امت مصطفی کے سلف صالحین صحابہ وتابعین کے طریقے پر ہے اور یہ طریقہ اسلام سے عملی مطابقت کا ہی نام ہے۔ شیخ احمد مرزوق فرماتے ہیں جس طرح علماء ظاہر نے حدود شریعہ کی حفاظت کی اسی طرح علماء تصوف نے شریعت کی روح اور آداب کی حفاظت کی۔ ایک مرتبہ سرکار بغداد حضور غوث پاک کہیں جا رہے تھے کہ اچانک ایک بادل کا ٹکڑا آیا اور آپ پر سایہ فگن ہو گیا اور اس میں سے آواز آئی اے عبد القادر میں تمہارا رب ہوں تم نے اتنی عبادت وریاضت کر لی ہیں کہ اب تو طریقت وتصوف اور غوثیت کے اس مقام ومرتبہ کو پہنچ گیا ہے کہ اب تجھے مزید عبادت کی ضرورت نہیں لہذا آج سے ہم سارے شرعی احکام تجھ سے ساقط کرتے ہیں آپ نے یہ سن کر فورا لاحول ولاقوۃ پڑھی تو وہ بادل دھواں بن کر اڑ گیا آپ نے فرمایا مردود میں تمہیں جان گیا تھا کیونکہ میرا رب کبھی کسی سے حتی کہ انبیاء سے بھی احکام شریعت ساقط نہیں کرتا۔ تذکرہ غوثیہ ص ۲۷۶

طریقت کے دعویدار کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھو: حضرت بایزید بسطامی ایک شخص سے ملنے گئے جو زہد وولایت کا دعویدار تھا آپ کے سامنے اس نے قبلہ کی طرف تھوکا آپ اس سے ملے بغیر واپس آ گئے اور فرمایا یہ شخص شریعت کے ایک ادب کا امین نہیں ہے تو اسرار الٰہی کا کیسے امین ہو سکتا ہے۔ مزید فرمایا اگر تم کسی میں بظاہر بڑی بڑی کرامتیں دیکھو یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑتا ہو تب بھی اس سے دھوکہ نہ کھانا جب تک اسے شریعت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لو۔

حضرت قطب ربانی طاہر اشرف جیلانی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہوا پر اڑ رہا ہو پانی پر چلتا ہو اور بظاہر کتنا ہی باکمال نظر آئے لیکن شریعت کے خلاف عمل پیرا ہو تو وہ کوئی شعبدہ باز تو ہو سکتا ہے اہل تصوف یا طریقت یا ولی نہیں ہو سکتا۔

حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں آدمی روحانی ترقی میں حقیقت تک پہنچ جائے اور وہاں اس سے کوئی خطا سرزد ہو جائے اور وہ نیچے گرایا جائے تو حقیقت سے نیچے مقام طریقت میں گرے گا اور اگر طریقت میں کوئی غلطی ہو جائے تو شریعت میں گرے گا لیکن اگر شریعت میں غلطی ہو جائے تو نیچے کا درجہ صرف دوزخ ہی ہے گویا سب سے اہم حفاظت شریعت کی حفاظت ہے۔ رسالہ قشیریہ ص ۱۶۵

کچھ لوگ شریعت کے خلاف عمل کرنے والوں یعنی چرس اور بھنگ کے نشے میں دھت لوگوں کو مجذوب یا فقیر کا نام دے کر شریعت کے خلاف عمل کو ان کے لئے جائز قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ طریقت کا معاملہ ہے یہ تو فقیری لائن ہے ہر ایک کو سمجھ میں نہیں آ سکتی اگر ان لوگوں کو نماز نہ پڑھتا دیکھ کر پوچھا جائے تو معاذ اللہ کہتے ہیں یہ ظاہری شریعت ظاہری لوگوں کے لئے ہے ہم باطنی اجسام کے ساتھ خانہ کعبہ یا مدینے میں نماز پڑھتے ہیں تو یاد رکھیں یہ گمراہی ہے اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

ایک جاہل صوفی اپنے مریدوں کو نماز سے منع کرتا میں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا سجدے میں اللہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے اس لئے یہ ادب کے خلاف ہے میں نے کہا اللہ رب العزت تو اپنی قدرت کے ساتھ ہر طرف جلوہ افروز ہے تو پھر تمہارا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا بھی بے ادبی ہے لہذا، مر کیوں نہیں جاتے تاکہ بے ادبی سے بچ جاؤ۔

طریقت کا مکھن شریعت کے دودھ سے پیدا ہوتا ہے: یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ باطنی شریعت یعنی طریقت کا مکھن اسی ظاہری دودھ یعنی شریعت سے پیدا ہوتا ہے اور باطنی علم اسی ظاہری علم سے عیاں ہوتا ہے چنانچہ باطنی نماز یعنی نماز کا حضور اسی ظاہری نماز میں کمال استغراق اور پوری محویت کا نام ہے اسی سے اس کا ظہور اور اسی نماز کی حسن ادائیگی سے ہی سینہ میں نور اور باطنی سرور پیدا ہوتا ہے شریعت کے خلاف عمل کرنے والے جن گمراہ لوگوں کو ظاہری شریعت کی پابندی کی تاب اور طاقت نہ ہو ان کے لئے باطنی شریعت کا حصول کس طرح ممکن ہے جن کے پاس دودھ نہیں انہیں مکھن کہاں سے حاصل ہو لہذا ایسے جاہل بے عمل گمراہ لوگوں سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے مگر بہت سے نادان لوگ دینی ماحول سے وابستہ ہونے کے باوجود شریعت و طریقت سے ناواقفیت کی بنا پر نام نہاد پیر یا بابا نما بہروپیوں کے ظاہری حلیے اور شعبدہ بازی سے متاثر ہو کر ان کے عقیدت مند بن جاتے ہیں۔ دیندار اور عامل سنت پیروں، فقیروں کی نظر اپنے مریدوں کے دل پر ہوتی ہے ان کی اصلاح اور ظاہر و باطن کی درستگی کی فکر ہوتی ہے جبکہ شعبدہ باز اور جاہل پیروں کی نظر اپنے مرید کے جیبوں پر ہوتی ہے جو جتنی زیادہ مالی خدمت کرے گا وہ اتنا بڑا ان کا خلیفہ اور خاص الخاص ہوگا۔ باعمل و باکردار پیر اپنے مریدوں کو

اطاعت کی تلقین اور فرائض کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہیں جبکہ جاہل اور شعبدہ باز پیر اپنے مریدوں کو نماز کی تلقین سے بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ناراض ہو کر چلا نہ جائے اور اس سے ملنے والا مال بند نہ ہو جائے۔

{حدیث:۱۶۰}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِي أَرْبَعِينِهِ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ رَوَيْنَاهُ فِي كِتَابِ الْحُجَّةِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ-شرح السنة:۱۰۴

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں۔

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا: انسان جب اپنی خواہشات کو اپنے محبوب کی خواہشات کے تابع کر لیتا ہے اور اپنی ہر خواہش کو اپنے حبیب کی خواہش پر قربان کر دیتا ہے تو ارباب محبت اس کو عشق کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور حدیث مذکور میں اسی عشق کا حکم دیا گیا ہے محبوب سے عشق کیسا ہوتا ہے اور کیسا ہونا چاہئے اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

ہر چیز میں محبوب کا عکس نظر آتا ہے: ایک مرتبہ خواجہ غریب نواز اپنے محبوب خلیفہ بختیار کاکی کے ہاں تشریف لے گئے بختیار کاکی نے اپنے مرید بابا فرید جو آپ کے عشق میں گھائل تھے بلا کر ارشاد فرمایا اپنے دادا پیر یعنی غریب نواز کے قدموں کو بوسہ دو بابا فرید مرشد کا حکم بجالانے کے لئے دادا پیر کے قدم چومنے جھکے مگر قریب ہی تشریف فرما اپنے ہی پیر و مرشد بختیار کاکی کے قدم چوم لئے بختیار کاکی نے دوبارہ ارشاد فرمایا فرید سنا نہیں دادا پیر کے قدم چومو بابا فرید جو مرشد کی حقیقی محبت میں گم تھے فوراً حکم بجالائے اور دوبارہ دادا پیر کے قدم چومنے جھکے مگر پھر اپنے پیر بختیار کاکی کے قدم چوم لئے بختیار کاکی نے پھر تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں دادا پیر کے قدم چومنے کا کہتا ہوں مگر تم میرے قدموں کو چوم لیتے ہو بابا فرید نے ادب سے سر جھکا کر عرض کی حضور میں آپ کے حکم کے مطابق دادا پیر کے قدم چومنے کے لئے ہی جھکتا ہوں مگر مجھے آپ کے قدم کے سوا کوئی قدم نظر ہی نہیں آتا۔ لہذا میں انہی قدموں میں ہی جا پڑتا ہوں خواجہ غریب نواز نے ارشاد فرمایا بختیار، فرید ٹھیک کہتا ہے یہ منزل کے اس دروازے تک پہنچ گیا ہے جہاں دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔ مقامات اولیاء ص ۱۸۰

محبوب سامنے ہو تو انگلیاں کٹ جانے کا بھی احساس نہیں ہوتا: یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک چھت سے سانپ گر پڑا تمام لوگ مسجد سے نمازیں توڑ کر بھاگ گئے لیکن امام اعظم کو پتا بھی نہ چلا۔ اسی طرح عروہ بن مسعود کے جسم کے کسی عضو میں زخم تھا لوگ اس عضو کو کاٹنا چاہتے تھے نماز کی حالت میں ان کا عضو کاٹ لیا گیا اور ان کو اس کا احساس تک نہ ہوا ایک مرتبہ امام بخاری نماز پڑھ رہے تھے نماز کے بعد انہوں نے قمیص کا دامن اٹھایا اور ایک شاگرد سے کہا ذرا دیکھنا میری قمیص کے نیچے کیا ہے شاگرد نے دیکھا قمیص کے نیچے زنبور یعنی بھڑ تھی جس نے ان کے بدن پر سولہ ڈنک لگائے تھے جس کی وجہ سے ان کا جسم جگہ جگہ سے سوج گیا تھا شاگرد نے پوچھا جب زنبور نے پہلی بار کاٹا تو آپ نے اس وقت نماز کیوں نہیں توڑی آپ نے فرمایا میں قرآن کی جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا اس کے ذوق

میں اتنا مدہوش تھا کہ اس تکلیف کی طرف توجہ ہی نہیں گئی۔ ہدی الساری ج ۲ ص ۲۵۲

محبوب کا کڑوا بھی میٹھا لگتا ہے: ایک مرتبہ مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار محمود غزنوی کے پاس کوئی شخص ککڑی لے کر آیا محمود نے اس کے ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا اپنے منظور نظر ایاز اور دیگر وزرا کو عطا کیا ککڑی بہت کڑوی تھی جب سب وزرا نے منہ میں لیا تو سب نے کراہت کے ساتھ اسے اگل دیا اور باقی ٹکڑے بھی پھینک دیئے لیکن محمود یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ ایاز بڑے مزے سے اس کڑوی ککڑی کو کھائے جا رہا ہے محمود نے ایاز سے کہا، ایاز ککڑی تو کڑوی تھی سب نے اگل دیا تو اسے کیوں کھا رہا ہے تو ایاز نے عرض کی حضور ککڑی واقعی کڑوی تھی عقل نے کہا ایاز اسے پھینک دو لیکن عشق نے کہا نادان جس ہاتھوں سے اتنی میٹھی اور عظیم نعمتیں تجھے نصیب ہوئیں اس ہاتھ سے اگر ایک کڑوی ککڑی مل گئی تو کیا اسے پھینک دے گا لہذا عشق نے مجھے اس ککڑی کو کھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ عیون الحکایات ص ۲۷۴

مجھے ہیرے نہیں ہیروں والا چاہئے: ایک مرتبہ محمود غزنوی کسی جنگ سے واپس آ رہے تھے راستے میں بارش کی وجہ سے پھسلن ہو چکی تھی مال غنیمت سے لدی ایک اونٹنی پھسلی اور سارا سامان بکھر گیا جس میں ہیروں کی پوٹلیاں بھی تھیں محمود نے اپنے تمام وزراء کو کہا کہ وہ اپنے لئے ہیرے چن لیں یہ کہہ کر محمود آگے چل پڑے کچھ دور جا کر جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو تمام وزراء ہیرے چننے میں مصروف تھے اور آپ کا چہیتا سپاہی ایاز ہیرے چننے کی بجائے آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا محمود نے حیران ہو کر کہا ایاز تم نے ہیرے نہیں چنے؟ ایاز نے نہایت عاجزی سے عرض کی حضور مجھے ہیرے نہیں ہیروں والا چاہئے۔ عیون الحکایات ص ۲۷۴

{حدیث:۱۶۱}

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم: من أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُورِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ من أوزارهم شَيْئًا. ترمذی، ابن ماجه: ۲۶۷۷، ۲۱۰

حضرت بلال بن مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری مردہ سنت کو زندہ کرے گا اسے ان تمام کے برابر ثواب ہوگا جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے عمل کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور جو گمراہی کی بدعت ایجاد کرے جس سے اللہ و رسول راضی نہیں اس پر ان سب کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کمی نہیں کرے گا۔

مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنے والے غازی ہیں:

فرمایا جو میری مردہ سنت کو زندہ کرے گا: مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنا بہت بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے کیونکہ ایسا شخص اس سنت کی خاطر بہت کچھ برداشت کرتا ہے لوگوں کے طعنے ان کی سختیاں معاشرے کی ذلت و رسوائی کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے آج کے دور میں داڑھی کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے طرح طرح کی باتیں طعنے اور ملازمت سے نکال دینے کی دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ بعض تو داڑھی رکھنے والوں کو رشتہ نہ ملنے کی وعیدیں بھی سناتے ہیں ہم نے ایسے

کئی نوجوانوں کو دیکھا ہے جن کو صرف داڑھی رکھنے کی پاداش میں نوکریوں سے نکال دیا گیا۔ یقیناً یہ لوگ قابل تحسین بھی ہیں اور قابل تقلید بھی جو اسلام کے بہت بڑے غازی اور سرکار دو عالم ﷺ کے مجاہد ہیں۔

{حدیث:۱۶۲}

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الدِّينَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْحِجَازِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا وَلَيَعْقِلَنَّ الدِّينُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْأُرْوِيَّةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ إِنَّ الدِّينَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ وَهُمُ الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِي من سنتي. ترمذی: ۲۶۳۰

حضرت عمر بن عوف سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا آخر زمانہ میں دین مدینہ کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے اور دین حجاز سے ایسا بندھ جائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی سے بے شک اسلام غریبی سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی پھر ہو جائے گا غریبوں کو خوش خبری ہو غریب وہ ہیں جو میرے بعد اس سنت کو درست کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا تھا۔

آخر زمانہ میں دین مدینہ کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا:

ایمان کے مدینہ میں سمٹ آنے کی احادیث میں تعارض: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں دین مدینہ کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے اور دین حجاز سے ایسا بندھ جائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی سے۔

جبکہ دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے۔ پہلی حدیث میں ایمان حجاز کی طرف لوٹ جائے گا اور دوسری حدیث میں ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جو کہ بظاہر تعارض ہے۔

ایمان کے مدینہ میں سمٹ آنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: فقہاء نے اس کی تطبیق اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ابتداء میں مسلمان حجاز مقدس میں پناہ لیں گے اور جب وہاں بھی امن نہ پائیں گے تو مدینہ کی طرف سمٹ آئیں گے لہذا جس حدیث میں حجاز مقدس کی بات ہے اس سے مراد پہلی پناہ ہے اور جس حدیث میں مدینہ کا ذکر ہے اس سے مراد آخری پناہ ہے۔

دین حجاز سے ایسا بندھ جائے گا جیسے پہاڑ کی چوٹی پر بکری:

دین حجاز سے ایسا بندھ جائے گا: یاد رہے حجاز مقدس عرب کا وہ صوبہ ہے جس میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور طائف وغیرہ کے علاقے آتے ہیں اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ دین اسلام حرمین شریفین سے کبھی نہیں نکلے گا اور تمام دنیا کے مسلمانوں کا تعلق اس سے قائم رہے گا جیسے سانپ کا تعلق اپنے بل سے تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے محفوظ رہے اور پہاڑی بکری کا تعلق چوٹی پر لگے اپنے قلعے سے تاکہ وہ درندوں سے محفوظ رہے۔

غریبوں کو خوشخبری ہو: نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اسلام غریبی سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی پھر ہو جائے گا غریبوں کو خوش خبری ہو غریب وہ ہیں جو میرے بعد اس سنت کو درست کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا تھا۔
مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاعتصام

اس حدیث میں غریبوں فقیروں مسکینوں کے لئے ڈھارس بھی ہے اور بشارت بھی سنائی گئی ہے کہ دین اسلام کے سچے اور سچے خیر خواہ غریب وفقیر ہیں اسلام کو زندہ رکھنے اور اس کو پھلنے پھولنے میں بنیادی اور اہم ترین کردار فقرا اور غرباء کا ہے نبی کریم ﷺ نے دیگر احادیث میں ان کے بے شمار فضال اور خصائل بیان فرمائے۔

غریبوں کے پاس اللہ ملتا ہے: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا تو وہاں میں نے اکثر فقرا ہی دیکھے اور جب میں نے جہنم میں جھانکا تو وہاں میں نے اکثر عورتیں ہی دیکھیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالی فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی وہ شخص کہے گا اے میرے رب میں تیری کیسے عیادت کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالی فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا تو بندہ کہے گا اے میرے رب میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالی فرمائے گا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا اے ابن آدم میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تو بندہ کہے گا اے میرے رب تو رب العالمین ہے میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو رب فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اسے پانی نہیں دیا اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ مشکوٰۃ المصابیح باب الصدقہ

{حدیث:۱۶۳}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا وَمن هِيَ يَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وأصحابي.

ترمذی، احمد، ابو داؤد: ۲۶۴۱، ۱۷۰۶۱، ۴۵۹۷

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر بعینہ ویسے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے تھے جیسے جوتی کی جوتی سے برابری حتی کہ اگر کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ زناء کیا تو میری امت میں بھی وہ ہوگا جو اس طرح کرے گا بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئی تھی اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک فرقے کے سوا سب جہنمی ہیں عرض کی گئی یارسول اللہ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ رواہ ترمذی

امت مصطفی اور بنی اسرائیل کی مثال جوتی سے کیوں دی؟

امت مصطفی اور بنی اسرائیل کی مثال جوتی کی جوتی سے: مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر بعینہ ویسے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے تھے جیسے جوتی کی جوتی سے برابری۔ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی امت کی مثال بنی اسرائیل سے جوتی کے ساتھ اس لئے دی کہ جس طرح دائیں پاؤں کی جوتی بائیں پاؤں کی جوتی سے برابر ہوتی ہے اور دونوں پاؤں کی جوتیوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا لمبائی چوڑائی میں بھی برابر ہوتی ہیں اور رنگ و شکل میں بھی یکساں ایسے ہی حضور کی امت کے ظاہری اور باطنی حالات بنی اسرائیل کی قوم کی طرح ہوں گے ان کے عقائد بھی یکساں اور ان کے اعمال بھی یکساں اسی طرح ان میں فرقہ واریت بھی ایک طرح کی ہوگی اگر ان میں ماں کے ساتھ زنا ہوتا تھا تو میری امت میں بھی ماں کے ساتھ زنا ہوگا آج یہود ونصاری نے پینٹ پہنی تو امت مصطفی نے بھی پہن لی انہوں نے لمبی لمبی مونچھیں رکھیں تو امت مصطفی نے بھی رکھ لیں انہوں نے داڑھیاں صاف کرا لیں تو امت مصطفی کی داڑھیاں بھی صاف ہو گئیں انہوں نے تعلق زوجیت کے الٹے سیدھے طریقے نکالے تو امت مصطفی میں بھی ایسی بے حیائیاں شروع ہو گئیں انہوں نے آزادئ نسواں کے نام پر اپنی عوتوں کو بے لباس کر دیا تو آج امت مصطفی بھی اس میں کسی سے پیچھے نہیں، واہ کیا بات ہے غیب کی خبر دینے والے محبوب نبی کی کہ جس نے ایسی نفیس تشبیہ اور سچی خبر بیان کی جو آج خوب واضح ہو چکی ہے۔

۷۳ فرقوں سے کون سے فرقے مراد ہیں کیا یہ تعداد پوری ہو چکی؟

میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی: علمائے کرام فرماتے ہیں یہاں فرقوں سے مراد اصولی فرقے ہیں یعنی وہ فرقے کہ جن کا آپس میں عقائد پر اختلاف ہو فروعی مسائل میں اختلاف مراد نہیں ہے کیونکہ فروعی اختلاف تو صحابہ میں بھی آپس میں تھا لہذا حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروری الگ الگ فرقے نہیں بلکہ یہ ایک ہی فرقہ ہے جس کا نام اہل سنت و جماعت ہے کیونکہ یہ سب عقائد میں ایک ہیں فروع میں اختلاف ہے۔

اسی حدیث کی بنیاد پر ہم اہل سنت و جماعت ہیں اہل سنت سے مراد حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنے والے اور جماعت سے مراد صحابہ کرام کی اطاعت کرنے والے جیسا کہ حدیث پاک میں عرض کی گئی یارسول اللہ وہ ایک جنتی فرقہ کون سا ہوگا فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ یاد رہے کہ فروع میں اختلاف رکھنے والے فرقوں کی تعداد تو سیکڑوں میں ہے لیکن عقائد میں اختلاف رکھنے والے فرقوں کی تعداد ابھی ۷۳ نہیں ہوئی حدیث میں جن فرقوں کی بات ہوئی اس سے مراد یہی فرقے ہیں جو عقائد میں مختلف ہوں گے۔

جو بنی اسرائیل نے کیا وہ میری امت کرے گی اس پر اعتراض کا جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر بعینہ ویسے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے تھے جیسے جوتی کی جوتی سے برابری حتی کہ اگر کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ زناء کیا تو میری امت میں بھی وہ ہوگا جو اس طرح کرے گا۔ یعنی جو بنی اسرائیل نے کیا وہ میری امت کرے گی اس پر اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے تو کلام الہی میں لفظی اور معنوی تحریفیں بھی کیں تو کیا امت مصطفی میں بھی قرآن پاک میں لفظی اور معنوی تحریفیں ہوں گی حالانکہ اہلسنت کے نزدیک قرآن کی لفظی تحریف محال ہے۔

جواب: وحی کی دو قسمیں ہیں وحی خفی یعنی حدیث پاک اور وحی جلی یعنی قرآن پاک، یاد رہے کہ وحی جلی یعنی قرآن پاک میں معنوی تحریف کی گئی ہے جیسا کہ مرزائیوں نے کہا کہ خاتم النبیین کا معنی ہے،، مہر نبوت،، یعنی حضور ﷺ جس پر مہر نبوت لگا دیں وہ نبی ہو جاتا جبکہ اہلسنت کے نزدیک خاتم النبیین کا معنی ہے نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا یعنی آپ ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا۔ جبکہ وحی خفی یعنی احادیث میں لفظی تحریفیں ہوئی ہیں اور اس کی مثالیں کافی ہیں تمام موضوع احادیث اس کی زندہ مثال ہیں۔ لہذا نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ میری امت وہی کرے گی جو بنی اسرائیل نے کیا بالکل درست۔

{حدیث: ۱۶۴}

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ". ترمذی: ۲۱۶۷

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ میری امت کو یا فرمایا امت محمد کو گمراہی پر متفق نہیں ہونے دے گا جماعت پر اللہ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ الگ ہی جہنم میں جائے گا۔

یہ حدیث سابقہ حدیث کی تفسیر ہے حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سب فرقے جہنمی تھے ۷۲ میں کوئی فرقہ جنتی نہیں تھا لیکن میری امت کے سارے فرقے گمراہ یعنی جہنمی نہیں ہوں گے بلکہ ایک جنتی ہوگا جو قیامت تک حق پر رہے گا باقی ۷۲ جہنمی ہوں گے۔

{حدیث: ۱۶۵}

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ. ابن ماجہ، حاکم: ۳۹۵۰، ۳۹۱

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی جہنم میں جائے گا۔

سواد اعظم سے کون مراد ہیں؟ یعنی ہمیشہ وہ عقیدے اختیار کرو جو مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ہوں یہ حدیث منصوص اور غیر منصوص سارے احکام کو شامل ہے۔ آیات واحادیث کے جو معنی مسلمانوں کی بڑی جماعت نے سمجھے ہیں وہی حق ہیں۔ آج اگر کوئی نئے معنے بتائے تو جھوٹا ہے۔ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی صلوٰۃ وزکوٰۃ کے معنی مروجہ نماز اور صدقہ ہیں جو کہے کہ خاتم النبیین کے معنی اصلی نبی، صلوٰۃ و زکوٰۃ سے کچھ اور مراد لے یہ غلط ہے، ایسے ہی مسلمانوں کا بڑا گروہ میلاد، فاتحہ، عرس وغیرہ کو اچھا سمجھتا ہے واقعی یہ کام اچھے ہیں، اگر کچھ لوگ انہیں حرام کہیں جھوٹے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ رب فرماتا ہے: لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ حضور فرماتے ہیں تم زمین میں اللہ کے گواہ رہو۔ یہ سب حدیثیں اسی مشکوٰۃ شریف میں آئیں گی۔ لہذا جس کام کو عام علماء، صلحاء اور عوام مسلمین اچھا جانیں وہ اچھا ہی ہے۔ خیال رہے کہ بڑی جماعت سارے مسلمانوں کی معتبر ہے نہ کہ کسی خاص جگہ اور خاص وقت

کی۔ لہذا اگر کسی بستی میں ایک سنی ہے سب بدمذہب تو وہ ایک ہی سواد اعظم ہوگا کیونکہ وہ صحابہ سے اب تک کی جماعت کے ساتھ ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ اجتہادی مسائل میں سواد اعظم کا اعتبار نہیں ایک مجتہد جمہور مجتہدین کی مخالفت کرسکتا ہے اور اس کی اتباع جائز ہے۔ اس کی پوری بحث مرقاۃ وغیرہ میں دیکھو۔ یاد رکھو کہ بعض بدعملیوں میں عام مسلمان پھنس جاتے ہیں جیسے زمانہ موجود میں داڑھی منڈانا لیکن وہ سبھی اسے برائی سمجھتے ہیں اور وہ گناہ سمجھ کر اس کو کرتے ہیں۔ لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ داڑھی منڈانا بڑی جماعت کا عمل ہے۔ یعنی جس نے مسلمانوں کی بڑی جماعت کے خلاف عقیدے اختیار کئے تو جماعت تو جنت میں جائے گی اور یہ دوزخ میں۔ یہ حدیث تا قیامت بدمذہبیت سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اگر مسلمان اس پرکار بند رہیں تو چھوٹے چھوٹے فرقے خود ہی ختم ہو جائیں گے۔ مراۃ المناجیح کتاب الاعتصام

الحمد للہ بڑی جماعت اہل سنت و جماعت ہی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر بچھڑا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی۔ ایک حدیث پاک میں فرمایا شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی کو پکڑتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو جماعت مسلمین کے ساتھ رہو۔ مطلب یہ کہ اپنے عقیدے کے تحفظ کے لئے سواد اعظم یعنی اہل سنت کے ساتھ استقامت کے ساتھ وابستہ رہو اگر سواد اعظم سے جدا ہوئے تو یہ ذہن میں رکھ لینا کہ شیطان تیرے ارد گرد تیری تاک میں بیٹھا ہے جیسے بھیڑیا ہر وقت تاک میں ہوتا ہے اور اسی بکری کو نشانہ بناتا ہے جو جماعت سے جدا ہو جائے۔ بکری وہی محفوظ رہتی ہے جو میخ سے بندھی رہے مالک کی قید سے آزاد ہو جانا بکری کی ہلاکت ہے مسلمانوں کی جماعت نبی کریم ﷺ کی رسی ہے جس میں ہر سنی بندھا ہوا ہے۔ اگر ہم سب نے خود کو حضور کی رسی سے باندھے رکھا تو بھیڑیوں اور وحشی جانوروں سے محفوظ رہیں گے اور اگر حضور کی رسی اور آپ کی غلامی کا پٹا گلے سے نکل گیا تو پھر بھیڑیا آپ سے زیادہ دور نہیں اور آج کل تو ویسے بھی بھیڑیوں کی ہی اجارہ داری ہے اور ہر طرف بھیڑیوں کی یلغار ہے لہذا جو ثابت قدم رہا فتح اور نجات اسی کا مقدر ہے اللہ ہم سب کو مسلک اہل سنت میں استقامت عطا فرمائے۔ امام غزالی فرماتے ہیں دنیا میں استقامت پر قائم رہنا سخت مشکل ہے یہ اسی طرح مشکل ہے جس طرح پل صراط سے گزرنا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

{حدیث: ۱۶۶}

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ: يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ. ترمذی: ۲۶۷۸

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بچے اگر تم یہ کرسکو کہ صبح وشام ایسے گزارو کہ تمہارے دل میں کسی کے بارے کوئی کھوٹ نہ ہو تو کرو پھر فرمایا کہ اے میرے بچے یہ میری سنت ہے اور جو سنت سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

کیا کفار اور فساق سے بھی کھوٹ اور نفرت رکھنا منع ہے؟

تمہارے دل میں کسی کے بارے کوئی کھوٹ نہ ہو تو کرو: مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے بچے اگر تم یہ کر سکو کہ صبح و شام ایسے گزارو کہ تمہارے دل میں کسی کے بارے کوئی کھوٹ نہ ہو تو کرو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کفار اور فساق سے کینہ رکھنا بھی منع ہے؟ اس کا جواب یہ آیت کریمہ ہے جس میں اللہ رب العزت نے فرمایا،، جو ایمان لائے اللہ اور یوم آخرت پر وہ دل میں دوستی و محبت نہ رکھیں ان کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت رکھیں ،، لہذا معلوم ہوا کہ کینہ رکھنے کی ممانعت صرف اپنے مسلمان بھائی کے لئے ہے یعنی اپنے بھائی کے لئے دنیاوی معاملات میں دل کینہ سے پاک ہو لیکن کفار کے ساتھ عداوت رکھنا ایمان کا تقاضا ہے نیز کسی فاسق مسلمان سے اس کی بدکاری کی وجہ سے ناراض ہونا اور اس سے رخ موڑ لینا تا کہ اسے عبرت حاصل ہو یہ بھی عبادت ہے۔

انسان کی کامیابی مال و دولت عزت و حکومت سے نہیں اللہ و رسول کی اطاعت اور محبت سے ہے کہ مال و دولت فانی ہیں اور اس اطاعت کا ثواب باقی۔ جسے اللہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے اسے نفس و شیطان دنیا کی کوئی چیز بہکا نہیں سکتی اور جس میں رب تعالی گمراہی کا خلق فرما دے اسے کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی ابو جہل مکہ میں رہ کر حضور انور کو دیکھ کر بھی ہدایت نہ پاسکا چمگادڑ کی طرح چمگادڑ نکلا کیونکہ چمگادڑ کی آنکھ سورج سے نور نہیں لیتی دن کو بھی اندھی رہتی ہے۔

علامہ سعیدی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ و رسول سے کامل محبت کرنے والے تو وہی ہیں جو ان کی معصیت نہ کریں اور یہی کامل محبت کا تقاضا ہے لیکن جو گناہ گار مسلمان ہیں وہ بھی کسی درجہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے ہیں باقی رہے ان کے گناہ اگر وہ کبائر ہیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی ان کو توبہ کی توفیق دے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے یا اللہ سے ان کی محبت کی وجہ سے ان کو اپنے فضل محض سے معاف فرما دے یا رسول اللہ سے محبت کی وجہ سے آپ ان کی شفاعت فرما دیں یا پھر دنیا میں ان پر جو بیماریاں اور مصائب آئے ہوں ان کو ان کے لئے کفارہ سیئات بنا دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا فضل بہت وسیع ہے۔

{حدیث:۱۶۷}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجر مِائَةِ شَهِيد- مجمع الزوائد: ۱/۱۷۲

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میری امت کے بگڑتے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنے والے کو شہیدوں کا ثواب کیوں ملے گا؟

مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنے والے کو شہیدوں کا ثواب: میدان جہاد میں شہید تو ایک بار زخم کھاتا ہے اور مر جاتا ہے لیکن سنت کو زندہ کرنے والا آئے روز اپنی ساری زندگی لوگوں کی زبانوں کا زخم کھاتا رہتا ہے مٹی ہوئی سنت کو زندہ کرنا بہت بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے کیونکہ ایسا شخص اس سنت کی خاطر بہت کچھ برداشت کرتا ہے لوگوں کے طعنے ان کی سختیاں معاشرے کی ذلت و رسوائی کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے آج کے دور میں داڑھی کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے طرح

طرح کی باتیں طعنے اور ملازمت سے نکال دینے کی دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ بعض تو داڑھی رکھنے والوں کو رشتہ نہ ملنے کی وعیدیں بھی سناتے ہیں ہم نے ایسے کئی نوجوانوں کو دیکھا ہے جن کو صرف داڑھی رکھنے کی پاداش میں نوکریوں سے نکال دیا گیا۔ یقیناً یہ لوگ قابل تحسین بھی ہیں اور قابل تقلید بھی جو اسلام کے بہت بڑے غازی اور سرکار دو عالم ﷺ کے مجاہد ہیں، آج کے عام پھیلے ہوئے گناہوں سے بچنے والا بھی اس بشارت میں داخل ہے۔

{حدیث:۱۶۸}

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ إِنَّا نَسْمَعُ أَحَادِيثَ مِنْ يَهُودَ تُعْجِبُنَا أَفَتَرَى أَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا؟ فَقَالَ: أَمُتَهَوِّكُونَ أَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً وَلَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِي . رَوَاهُ أَحْمد وَالْبَيْهَقِيّ فِي كتاب شعب الايمان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت عمر آئے اور عرض کی ہم یہود کی کچھ باتیں سنتے ہیں ہمیں بھلی لگتی ہیں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں آپ نے فرمایا کیا تم یہود و نصاری کی طرح حیران ہو میں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت لایا ہوں اور اگر حضرت موسی بھی آج موجود ہوتے تو میری اطاعت کے بغیر ان کا پاس کوئی چارہ نہ ہوتا۔

علم کی بات حاصل کرنے کے متعلق احادیث میں تعارض: ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا حکمت کی بات مومن کی گم شدہ میراث ہے لہذا جہاں سے ملے لے لو۔ اس میں علم کے حصول کی مطلقا اجازت ہے کہ جہاں سے مرضی لے لو جبکہ مذکورہ حدیث میں ہے۔ مشکوۃ المصابیح کتاب العلم

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت عمر آئے اور عرض کی ہم یہود کی کچھ باتیں سنتے ہیں ہمیں بھلی لگتی ہیں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں آپ نے فرمایا کیا تم یہود و نصاری کی طرح حیران ہو میں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت لایا ہوں اور اگر حضرت موسی بھی آج موجود ہوتے تو میری اطاعت کے بغیر ان کا پاس کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اس حدیث میں یہود و نصاری سے علم کے حصول سے منع فرما دیا دونوں حدیثوں میں تعارض پایا جاتا ہے۔

علم کی بات حاصل کرنے کے متعلق احادیث میں تعارض کی تطبیق: جس حدیث میں یہود و نصاری سے علم حاصل کرنے سے منع کیا گیا اس سے مراد دین و ہدایت اور عقائد کا علم ہے لہذا جو شخص دین اسلام کو ناکافی سمجھ کر کفار سے علم دین حاصل کرے گا ایمان سے فارغ ہے کیونکہ اسلام دین کامل ہے۔

اور جس حدیث میں مطلقا علم حاصل کرنے کی اجازت عطا فرمائی اس سے علم دنیا یا حکمت کی باتیں ہیں یعنی دنیاوی چیزوں کے متعلق جہاں سے علم ملے حاصل کر سکتے ہو۔

بدمذہبوں سے علم حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت: حدیث مذکور میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے کامل الایمان اور پختہ عقائد رکھنے والی عظیم شخصیت کو یہود و نصاری سے علم حاصل کرنے سے روک دیا تو آج کے وہ طالب علم جو ایمان اور عقائد میں ابھی پختہ نہیں اور بدمذہبوں سے علم دین حاصل کرتے ہیں ان کے لئے بھی جائز نہیں کہ

وہ ان سے علم دین حاصل کریں اسی طرح عوام الناس کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ ان کا لٹریچر پڑھیں لہذا یہ حدیث ان سب کے لئے درس عبرت ہے کہ صحیح العقیدہ علماء کے ہونے کے باوجود ان سے رہنمائی کیوں لیتے ہو آفتاب کے ہوتے ہوئے چراغوں سے روشنی کیوں لیتے ہو دریا کے ہوتے کنویں کے پاس کیوں جاتے ہو۔

اب صرف محمدی سکہ چلے گا:

موسی کے پاس بھی اطاعت مصطفی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا: اس حدیث پاک میں یہودیوں اور نصرانیوں کے اس عقیدے کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالی کے برگزیدہ پیغمبر حضرت موسی اور حضرت عیسی کے ماننے والے ہیں اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں لہذا جنت کے صحیح حقدار اور اللہ تعالی کے پیارے ہم ہی ہیں لہذا ہمیں کیا ضرورت ہے کہ محمد عربی پر ایمان لائیں اور ان کے اسلام کو اپنا دین بنالیں تو سرکار دو عالم ﷺ نے ان کی اس خوش فہمی کا رد فرمادیا اور ان کی اس غلط فہمی کو اس طرح دور کر دیا کہ حقیقی فلاح و کامیابی اور جہنم سے نجات اور جنت کا حصول اسی صورت ممکن ہے جب تم میرے لائے ہوئے دین کی اتباع کرو گے اور جب تک میری غلامی کا پٹا اپنے گلے میں نہیں ڈالو گے جنت کا حق تو بہت دور کی بات جنت کی خوشبو تک نہیں پا سکتے حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد اب سابقہ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکیں اب تا حشر اگر سکہ چلے گا تو وہ محمد عربی ﷺ کا سکہ چلے گا محمدی مصطفی ﷺ کے طریقہ شریعت کو چھوڑ کر جو شخص اللہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے بارگاہ رب العزت تک پہنچنے کے سارے دروازے اس پر بند کر دئے جاتے ہیں لہذا اے یہود و نصاری آؤ دامن مصطفی ﷺ سے وابستہ ہو جاؤ جنت کے حقدار بن جاؤ گے۔

{حدیث:۱۶۹}

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ لَكَثِيرٌ فِي النَّاسِ قَالَ: وَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي. ترمذی:۲۵۲۰

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو پاک و حلال کھائے اور سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے فتنوں سے محفوظ رہیں وہ داخل جنت ہو گا ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں آپ نے فرمایا میرے بعد والے زمانے میں بھی ہوں گے۔

اس کی شرح ہو چکی۔

{حدیث:۱۷۰}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا أُمِرَ بِهِ هَلَكَ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا أُمِرَ بِهِ نَجَا ۔ترمذی:۲۲۶۷

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جو احکام شریعہ کا دسواں حصہ چھوڑ دے تو وہ ہلاک ہو جائے گا پھر وہ زمانہ آئے گا کہ جو احکام کے دسویں حصہ پر عمل کرے گا تو نجات پائے گا۔

کیا اس حدیث سے فرائض کی رخصت ثابت ہوتی ہے؟

جو احکام کے دسویں حصہ پر عمل کرے گا نجات پائے گا: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ ایک زمانہ وہ آئے گا کہ جو احکام کے دسویں حصہ پر عمل کرے گا تو نجات پائے گا،، کیا یہ کلام فرائض کی رخصت کو ثابت کرتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں احکام سے مراد تبلیغ و سنن و نوافل وغیرہ ہیں اس میں فرائض و واجبات شامل نہیں آج یعنی زمانہ نبوی و زمانہ صحابہ میں تبلیغ کرنے اور نیک اعمال اختیار کرنے کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں دین پر عمل بہت آسان ہے آج صحبت مصطفی حاصل ہے لہذا ان احکام میں سے کچھ بھی چھوڑنا اپنا قصور ہے لہذا آج جو احکام شریعہ کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے گا تو وہ ہلاکت میں مبتلا ہو گا۔ لیکن اس کے برعکس آخر زمانہ میں رکاوٹیں بہت ہوں گی دین سے دوری کی بناء پر تبلیغ و سنت و نوافل پر عمل کرنا دشوار ہو جائے گا لہذا نیک اعمال کے دسواں حصہ پر بھی عمل کرنا بہت بڑی بہادری اور ہمت کا کام ہو گا لیکن فرائض و واجبات کسی دور میں بھی معاف نہیں ہوں گے نہ ان میں کوئی رخصت ہو گی اسلام میں جو چیزیں فرض و واجب ہیں وہ ہر دور سے متعلق ہیں جو چیزیں زمانہ ابتدا کے لوگوں میں فرض تھیں وہ زمانہ آخر کے لوگوں پر بھی فرض ہیں۔

{حدیث:۱۷۱}

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ. ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ: (مَا ضَرَبُوهُ (ص: 64) لَكَ إِلَّا جدلا بل هم قوم خصمون)۔ترمذی، ابن ماجہ، احمد:۳۲۵۳، ۴۸، ۲۲۵۱۶

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی قوم ہدایت پر رہنے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی مگر اس میں جھگڑے پیدا ہو گئے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ وہ لوگ آپ کے لئے مثال نہیں بیان کرتے مگر جھگڑا کرنے کے لئے بلکہ وہ جھگڑالو قوم ہے۔

مطلب یہ کہ جو لوگ سچے دین سے بھٹک جاتے ہیں اور صراط مستقیم سے منہ موڑ لیتے ہیں تو وہ اپنے باطل عقائد و نظریات کو رواج دینے میں تعصب اور عناد کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیتے ہیں جھگڑا اور فساد ان کی فطرت بن جاتا ہے قرآن و حدیث کو زبردستی اور کھینچ تان کر اپنے موافق کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اپنے آپ کو قرآن و سنت کے موافق نہیں کرتے شریعت کو یہ اپنی طبیعت بنا لیتے ہیں لاکھ دلائل دے ڈالو لیکن یہ شریعت کی نہیں بلکہ صرف اپنی طبیعت کی سنتے ہیں ایسے لوگ تعصب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

تعصب کے خاتمے کے لئے ایک انگریز مفکر کا تبصرہ: ایک انگریز مفکر لکھتا ہے کہ دنیا کو اس وقت دو بڑے مسائل کا سامنا ہے جن پر وہ قابو نہیں پا رہی حالانکہ وسائل کی بھی کوئی کمی نہیں۔

۱۔ انسان کا معیار زندگی کیسے بلند ہو۔ ۲۔ تعصبات سے چھٹکارا کیسے حاصل ہو۔

پہلے مسئلے کا حل: پھر وہ کہتا ہے کہ تاریخ عالم میں میرے سامنے ہاتھ کی لکیروں کی طرح ایک ہی ہستی ہے جس کے دیئے ہوئے نظام میں ان مسائل کی بالخصوص اور دیگر تمام مسائل کا حل موجود ہے اس کا نام لینے سے اگرچہ خود مجھے بھی تعصب روک رہا ہے لیکن آج میں تعصب کی عینک اتار کر تمہیں بتا ہی دوں کہ وہ ہستی محمد عربی کی ہستی ہے جس نے پہلے مسئلے کا حل یہ

پیش کیا کہ ایک کوڑھ کے مریض کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور مدینہ کی ایک پاگل عورت کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں سارا دن گھوم کر اس کی دلجوئی فرماتے رہے اور مدینہ میں ایک عورت کا انتظام کر کے ایک اپاہج کو جو لقمہ نہیں اٹھا سکتا تھا دیکھا اور خود چل کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور لقمے توڑ توڑ کر اس کے منہ میں ڈالتے رہتے۔

دوسرے مسئلے کا حل: دوسرے مسئلے کا حل یہ پیش فرمایا کہ اپنے حقیقی چچا ابولہب کو ٹھکرا دیا اور حبشہ کے کالے بلال فارس کے سلمان اور روم کے بے یار و مددگار صہیب کو سینے سے لگا لیا اور ان کو اتنا پیار دیا کہ جب حضرت سلیمان سے پوچھا گیا کہ تیرا باپ کون ہے تو انہوں نے تڑپ کر کہا سلیمان بن اسلام یعنی اسلام میرا باپ ہے جس نے یہ ساری عزتیں مجھے عطا فرمائیں۔

ہم دین کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعصب کا بھی شکار ہو چکے ہیں: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ تعصب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا قوم کے ظلم پر تو قوم کی مدد کرے۔ بدقسمتی سے آج ہمارا وطن عزیز اور اس کی عوام بھی تعصب کا شکار ہو چکے ہوں وہ پاکستان جو لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا آج اس وطن عزیز کے مسلمان پنجابی، سندھی، پشتو، اور بلوچی کی بنیاد پر تقسیم ہو چکے ہیں زبان، نسل اور صوباعیت کے تعصب نے پاکستانیوں کو ایک دوسرے کی جان کا دشمن بنا دیا ہے صوبے بن رہے ہیں تو زبان کی بنیاد پر رشتے ہوتے ہیں تو خاندانی تعلق کی بنا الیکشن ہوتا ہے تو اس میں بھی کامیابی و ناکامی میں بڑا کردار برادریوں کا ہوتا ہے نہ میرٹ دیکھا جاتا ہے نہ اسلامی رشتے کو ترجیح دی جاتی ہے الغرض کون سا وہ شعبہ ہے جس میں تعصب کی جھلک نظر نہ آتی ہو۔

{حدیث:۱۷۲}

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدِّدَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ والديار (رَهْبَانِيَّةً ابتدعوها مَا كتبناها عَلَيْهِمْ) ابوداؤد:۴۹۰۴

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تم پر سختی کر دے گا ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کر دی تھی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کر دی پس گرجوں اور دیروں میں انہی کے بقایا لوگ ہیں انہوں نے خود ترک دنیا ایجاد کی ہم نے ان پر لازم نہیں کی تھی۔

غیر ضروری عبادات کو لازم مت کرلو:

اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تم پر سختی کر دے گا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین آسان ہے اور کوئی دین کو سخت نہ بنائے لہذا ٹھیک رہو اور خوش خبریاں دو۔ یعنی اپنے اوپر غیر ضروری عبادتیں لازم مت کرلو جیسے ہمیشہ کے لئے روزے یا ساری رات جاگنا اور شرعی مباحات کو حرام مت کرلو جیسے نکاح اور لذیذ نعمتوں سے پرہیز کر لینا حلال سے بچنے کا نام تقوی نہیں حرام سے بچنے کا نام پرہیزگاری ہے بعض لوگ گوشت سے بچتے ہیں غیبت نہیں چھوڑتے حالانکہ یہ بھی مردار کا گوشت کھانے کے مترادف ہے غیبت سے بچنا گوشت سے بچنے سے زیادہ ضروری ہے۔ جیسے کوئی عمر بھر روزے اور شب بیداری کی نذر مان لے اب یہ دونوں نذر کی وجہ سے فرض ہو گئے کہ نہ کرے گا تو گناہ

گار ہو گا لہذا ایسی عبادت سے احتیاط کرو ورنہ تھک جاؤ گے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں اسلام آسان دین ہے اس میں یہودیت کی طرح سختیاں نہیں کہ ان کے ہاں ترک دنیا عبادت تھی ہمارے ہاں دنیاداری بھی عبادت ہے کہ سنت رسول ہے جو شخص غیر ضروری عبادت کو اپنے لئے ضروری بنا لے وہ مغلوب ہو کر تھک کر رہ جائے گا اور پھر گناہ گار ہو گا۔ لوگوں کو دین سے ڈراؤ نہیں بلکہ خوش خبریاں دے کر ادھر مائل کرو یا خود خوش و خرم رہو اللہ تعالی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا دوسروں کو خوش خبریاں دو اور خود خوش خبریاں لو۔

بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ جیسی گائے بھی ذبح کر لیتے کافی تھا مگر وہ موسی سے پوچھتے ہی رہے اس کا رنگ کیسا اس کی عمر کتنی وغیرہ وغیرہ جواب آتے رہے سختیاں بڑھتی گئیں یا جیسے عیسائی پادریوں نے اپنے لئے ترک دنیا کو عبادت بنا لیا پھر وہ نبھا نہ سکے بلکہ حرام کاریوں میں مبتلا ہو گئے یعنی یہود و نصاری پر راہب بننا رب کا حکم نہ تھا انہوں نے خود جوش عقیدت میں ایجاد کیا کہ عورتیں بی بی مریم کے نام پر کنواریاں اور مرد عیسی کے نام پر کنوارے رہنے لگے پھر ان کنوارے اور کنواریوں کے اجتماع سے جو نتیجہ نکلا وہ ظاہر ہے۔

حضور ﷺ ہمیشہ آسان راستہ اختیار کرتے: حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں میں سے کسی کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس پر عمل کرتے جو زیادہ آسان ہوتا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ بچنے والے تھے۔ حضرت ابوموسی اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا لوگوں کے لئے آسانیاں کرنا انہیں مشکل میں نہ ڈالنا اور ان کو متنفر نہ کرنا اور آپس مین موافقت کرنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک اعرابی کھڑا ہوا پھر اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا پس لوگ اس کو ڈانٹنے لگے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ان کو فرمایا اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب کے اوپر پانی کا ایک ڈول ڈال دو کیونکہ تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو اور مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ علمائے دین اور مفتیان کرام کو دین کے آسان احکام بیان کرنے چاہئیں اور مشکل احکام نہیں بیان کرنے چاہئیں مثلا جب یہ کہا جائے کہ الکوحل کی وجہ سے ایلوپیتھک دواؤں سے علاج کرنا اور ضرورت کے وقت ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی میں منتقل کرنا یا خوشبو کا اسپرے لگانا جائز نہیں ہے تو یہ لوگوں کو مشکل میں ڈالنا ہے اس لئے اپنے زمانہ کے حالات اور عرف پر نظر رکھنی چاہئے اور آسان احکام بیان کرنے چاہئیں۔

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ و رسول نے امت مسلمہ پر مشکل اور دشوار احکام کے لاگو کرنے سے منع فرمایا ہے اور سہل اور آسان احکام لاگو کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ دین اسلام آسان اور سہل ہے اس میں وسعت گنجائش اور کشادگی ہے مشکل اور دشواری نہیں ہے۔

ایک حدیث پاک میں فرمایا بے شک دین آسان ہے جو شخص بھی دین پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اس پر دین غالب آ جائے گا۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص زیادہ گہرائی میں نہ جائے اور آسان عبادت کو چھوڑ کر مشکل عبادت کو اختیار نہ کرے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ تھک جائے گا یا اکتا جائے گا یا عاجز آ جائے گا پھر وہ بعض یا کل عبادات کے کام نہیں کر

سکے گا اور پھر اس کو عمل نہ کرنے کا عذاب ہوگا پھر فرمایا تم صبح وشام اور رات کے کچھ وقت میں عبادت کرو یعنی فرصت کے وقت میں عبادت کرو تا کہ تم تروتازہ ہو کر خوشی سے عبادت کرو اور بے دلی اور اکتاہٹ سے عبادت نہ کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا تم ایسا مت کرو ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو بلکہ تمہارے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ تم مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو اور رات کو کچھ دیر قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کو بھی تم پر حق ہے تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ میں اتنی عبادت کی طاقت ہے جو میں کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا چلو تم داود کے روزے کی طرح روزہ رکھ لیا کرو یعنی ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن روزہ میں نے اپنی عبادت پر اصرار کرتے ہوئے عرض کی میں اس سے افضل عبادت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے کوئی افضل نہیں یعنی نبی کی عبادت اور اس کے راستے سے کوئی عبادت یا راستہ افضل نہیں ہوسکتا۔ بوڑھا ہونے کے بعد حضرت عبداللہ جب اپنی معمولات عبادت سے عاجز آ گئے اور آپ کے اندر وہ طاقت نہ رہی تو آپ کہتے تھے کاش میں حضور کی رخصت پر عمل کر لیتا اس بڑھاپے میں اب میری عبادت کا معمول وہ نہیں رہا جو پہلے تھا کاش میں نے آپ ﷺ کی بیان کردہ رخصت کو قبول کر لیا ہوتا

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ تین شخص حضور ﷺ کی ازواج کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کی ازواج سے حضور کے معمولات عبادت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضور ﷺ کی عبادت کو کم گمان کیا اور وہ کہنے لگے یہ عبادت تو کم ہے پھر ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ رات کو جاگ کر عبادت کرتا رہوں گا دوسرے نے کہا میں روزانہ روزہ رکھتا رہوں گا تیسرے نے کہا میں تو کبھی اپنی بیویوں کے پاس نہیں جاؤں گا اور صرف عبادت کروں گا جب یہ تینوں حضور کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟ عرض کی جی ہاں، تو آپ نے فرمایا سنو خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی اور عابد ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور روزے ترک بھی کرتا ہوں اور میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں اور ان کے حقوق زوجیت بھی ادا کرتا ہوں سو جو شخص میری سنت کو کم سمجھ کر اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی عبادات پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں فجر کی نماز اس لئے تاخیر سے پڑھتا ہوں کہ فلاں شخص فجر کی نماز میں بہت لمبی قرات کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ اس قدر غضب میں آئے کہ میں نے آپ کو کبھی اس قدر غضب میں نہیں دیکھا پھر آپ نے فرمایا اے لوگو تم میں سے بعض لوگ دوسروں کو دین سے متنفر کرنے والے ہیں سو جو شخص لوگوں کا امام ہو تو وہ مختصر نماز پڑھائے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور کسی کام سے جانے والے بھی ہوتے ہیں

{حدیث: ۱۷۳}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلٰى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ: حَلَالٍ وَحَرَامٍ وَمُحْكَمٍ وَمُتَشَابِهٍ وَأَمْثَالٍ. فَأَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوا بِالْمُحْكَمِ وَآمِنُوا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوا بِالْأَمْثَالِ" هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيحِ. وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَلَفْظُهُ: فَاعْمَلُوا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبِعُوا الْمُحْكَمَ

مصابیح السنة، شعب الایمان: ۱۳۳، ۲۳۹۲

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن پانچ قسموں پر اترا حلال، حرام، محکم، متشابہ اور مثالیں لہذا حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لاؤ مثالوں پر عبرت پکڑو۔

اس کی شرح گزر چکی

{حدیث: ۱۷۴}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْأَمْرُ ثَلَاثَةٌ: أَمْرٌ (ص: 65) بَيِّنٌ رُشْدُهُ فَاتَّبِعْهُ وَأَمْرٌ بَيِّنٌ غَيُّهُ فَاجْتَنِبْهُ وَأَمْرٌ اخْتُلِفَ فِيهِ فَكِلْهُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ) رَوَاهُ أَحْمَدُ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چیزیں تین طرح کی ہیں ایک وہ جن کا ہدایت ہونا ظاہر ہے اس کی تو پیروی کرو ایک وہ جن کا گمراہ ہونا ظاہر ہے اس سے بچو ایک وہ جن کا معاملہ مختلف ہے اسے اللہ کے حوالے کردو۔

فرمایا چیزیں تین طرح کی ہیں: مطلب یہ کہ شرعی احکام تین طرح کے ہیں ایک واضح طور پر حلال اور اچھے دوسرے جو واضح طور پر حرام اور برے ہیں تیسرے وہ جن کے حلال اور حرام ہونے کے بارے میں حکم واضح نہ ہو جنہیں مشکوک اور مشتبہات کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے بیچ میں کچھ امور ہیں جو مشتبہ ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جو کوئی مشتبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو کوئی مشتبہات میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہوا۔

مشتبہ کی تعریف اور ان کا حکم: ا۔ وہ چیزیں جو ایک جہت سے تو حلال ہوں اور دوسری جہت سے حرام ہوں مشتبہ کہلاتی ہیں مثلا کی رشوت خور یا سود خور کے گھر کا کھانا ایک مشتبہ چیز ہے کیونکہ اس کی تنخواہ کی آمدنی سے پکا ہے تو حلال ہے اگر رشوت کی آمدنی سے پکا ہے تو حرام ہے۔

۲۔ یا وہ چیزیں کہ جن کے حلال اور حرام ہونے میں علماء کا اختلاف ہو جیسے سمندری جانوروں میں مچھلی کے علاوہ تمام سمندری جانوروں میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ امام اعظم کے نزدیک مچھلی کے علاوہ بقیہ سمندری جانور حرام ہیں جبکہ دیگر ائمہ کرام کے نزدیک مچھلی کے علاوہ دیگر سمندری جانور بھی حلال ہیں جیسا کہ آج کل اوجڑی کے جائز اور ناجائز ہونے میں علماء کا اختلاف ہے یہ سب مشتبہ کی مثالیں ہیں۔

مشتبہ کا حکم: ۱۔ مشتبہ چیزوں سے بچنا افضل ہے لیکن کھانا بھی جائز ہے۔

۲۔ مشتبہ چیزوں میں اگر حلال کی جہت واضح ہو جائے تو اب اس کا استعمال حلال ہے۔

۳۔ مشتبہ چیزوں میں اگر حرام کی جہت واضح ہو جائے تو اس کا استعمال حرام ہے۔

مشتبہ چیزوں سے اللہ والوں کی احتیاط: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس حلال چیزیں چھوڑ دیں اس ڈر سے کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جاؤں۔ حضرت عبد اللہ ابن مبارک فرماتے ہیں شبہ کا ایک درہم جو اس کے مالک کو واپس کر دوں وہ میرے نزدیک ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ اسی وجہ سے اللہ والوں کا دستور تھا کہ شبہ کی چیزوں میں اس قدر احتیاط کرتے کہ اگر کسی سے سو درہم لینے ہوتے تھے تو اس سے ننانوے درہم لیتے کہ کہیں زیادتی نہ ہو جائے

حضرت علی بن معبد ایک بہت بڑے اللہ کے ولی ہیں فرماتے ہیں کہ میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا ایک روز میں نے خط لکھا اور ارادہ کیا کہ دیوار سے مٹی لے کر خط کی سیاہی کو خشک کروں پھر خیال آیا کہ دیوار میری ملک نہیں اس لئے مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے پھر دل میں خیال آیا کہ اتنی تھوڑی سی مٹی لینے میں حرج ہی کیا ہے تو میں نے تھوڑی سی مٹی لے کر خط کی سیاہی پر ڈال لی رات کو خواب میں دیکھا ایک شخص مجھے کہہ رہا تھا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دیوار کی مٹی میں حرج ہی کیا ہے انہیں کل قیامت کے دن پتا چل جائے گا کہ اس کا انجام کیا ہے۔

حضرت ابراہیم ادہم ایک رات عبادت سے فارغ ہو کر بیت المقدس میں لیٹے ہوئے تھے رات کے پچھلے پہر مسجد کا دروازہ کھلا اور ایک نورانی شخص اپنے چالیس ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے اور محراب کے پاس آ کر نوافل شروع کر دئے فارغ ہونے کے بعد ان میں ایک شخص بولا آج اس مسجد میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ہم میں سے نہیں تو نورانی بزرگ بولے ہاں ایک شخص ہے جس کا نام ابراہیم ادہم ہے جس کو چالیس دن سے عبادت میں لذت نہیں مل رہی حضرت ابراہیم ادہم یہ بات سن کر اس بزرگ کے پاس پہنچے اور عرض کی حضور آپ نے سچ کہا مگر یہ تو بتا دیں کہ لذت کیوں نہیں مل رہی بزرگ نے کہا فلاں دن آپ نے بصرہ سے کھجوریں خریدیں قریب ہی اسی دکاندار کی ایک گری ہوئی کھجور پڑی تھی آپ نے اپنی سمجھ کر اسے اٹھا لیا اور اپنی کھجوروں میں ملا لیا اس کو کھانے کی وجہ سے آپ کی عبادت کی لذت ختم ہو چکی ہے حضرت ابراہیم ادہم یہ سن کر بصرہ کو روانہ ہو گئے اور اس وقت تک واپس نہ لوٹے جب تک اس سے کھجور معاف نہ کروالی

حضرت ابراہیم ادہم ایک مرتبہ نہر کے کنارے جا رہے تھے ایک سیب نہر میں بہتا ہوا جا رہا تھا آپ نے وہ سیب اٹھا کر کھا لیا کھانے کے بعد آپ کو خیال آیا کہ معلوم نہیں یہ سیب کس کا تھا اور میرے کھانا جائز تھا بھی کہ نہیں اور خدانخواستہ بروز حشر اس پر پکڑ نہ ہو جائے آپ بہت پریشان ہو گئے آ کر فیصلہ کیا کہ جب تک مالک سے معاف نہ کروالوں چین سے نہیں بیٹھوں گا آپ باغ کے رخ نہر کے ساتھ چلتے چلتے سیب کے باغ میں پہنچے باغ کی مالکن ایک عورت تھی آپ نے اسے سارا ماجرا بیان کیا اور اسے معافی مانگی مالکن نے کہا باغ کا آدھا حصہ میرا ہے اور آدھا بادشاہ کا میں اپنا حصہ تو معاف کر سکتی ہوں لیکن بادشاہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی آپ رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ سے ملنے بلخ کو روانہ ہو گئے اور اس وقت تک واپس نہ لوٹتے جب تک سیب معاف نہ کروالیا۔

{حدیث:۱۷۵}

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ. الطبرانی فی الکبیر:۱۰۷۷۳

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی بکری کو پکڑتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو جماعت مسلمین اور عوام کو لازم پکڑو

تم گھاٹیوں سے بچو جماعت مسلمین کو لازم پکڑو: مطلب یہ کہ اپنے عقیدے کے تحفظ کے لئے سواد اعظم یعنی اہل سنت کے ساتھ استقامت کے ساتھ وابستہ رہو اگر سواد اعظم سے جدا ہوئے تو یہ ذہن میں رکھ لینا کہ شیطان تیرے ارد گرد تیری تاک میں بیٹھا ہے جیسے بھیڑیا ہر وقت تاک میں ہوتا ہے اور اسی بکری کو نشانہ بناتا ہے جو جماعت سے جدا ہو جائے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا جماعت مسلمین کو لازم پکڑ والحمد للہ بڑی جماعت اہل سنت و جماعت ہی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر بچھڑا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی۔

بکری وہی محفوظ رہتی ہے جو میخ سے بندھی رہے: بزرگ فرماتے ہیں بکری وہی محفوظ رہتی ہے جو میخ سے بندھی رہے مالک کی قید سے آزاد ہو جانا بکری کی ہلاکت ہے مسلمانوں کی جماعت نبی کریم ﷺ کی رسی ہے جس میں ہر سنی بندھا ہوا ہے۔ اگر ہم سب نے خود کو حضور کی رسی سے باندھے رکھا تو بھیڑیوں اور وحشی جانوروں سے محفوظ رہیں گے اور اگر حضور کی رسی اور آپ کی غلامی کا پٹا گلے سے نکل گیا تو پھر بھیڑیا آپ سے زیادہ دور نہیں اور آج کل تو ویسے بھی بھیڑیوں کی ہی اجارہ داری ہے اور ہر طرف بھیڑیوں کی یلغار ہے لہذا جو ثابت قدم رہا فتح اور نجات اسی کا مقدر ہے اللہ ہم سب کو مسلک اہل سنت میں استقامت عطا فرمائے۔ امام غزالی فرماتے ہیں دنیا میں استقامت پر قائم رہنا سخت مشکل ہے یہ اسی طرح مشکل ہے جس طرح پل صراط سے گزرنا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

{حدیث:۱۷۶}

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فقد خلع ربقة الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ. ابو دائود. احمد:۴۷۵۸_۲۱۸۹۳

حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو جماعت سے ایک بالشت بھر بچھڑا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی

اس کی شرح سابق میں ہو چکی

{حدیث:۱۷۷}

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ. الموطا:۱۶۶۲

حضرت مالک بن انس سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔

مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں حدیث کا راوی اپنے سے اوپر والے راوی کا ذکر نہ کرے جیسے تابعی صحابی کا نام لئے بغیر حدیث کی نسبت حضور کی طرف کردے۔

کیا یہ حدیث اجماع، قیاس اور تقلید کے خلاف ہے؟

تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت: اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے دو چیزوں کو تھامنے کی تلقین فرمائی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ حدیث اجماع، قیاس اور تقلید کے خلاف ہے؟ **تو اس کا جواب یہ** ہے کہ دین کے اصول تو چار ہیں قرآن، سنت اجماع، اور قیاس **لیکن اصل الاصول یعنی اصول کی بھی اصل دو چیزیں ہیں** کتاب اور سنت اس حدیث میں ان دونوں کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اجماع ناممکن تھا اور قیاس کوئی نئی چیز نہیں بلکہ مجتہدین نے جو نیا مسئلہ قرآن پاک سے اخذ کیا تو وہ قیاس قرآن سے ملحق ہو جائے گا اور اگر وہ قیاس سنت سے اخذ کیا گیا تو وہ سنت سے ملحق ہو جائے گا اسی وجہ سے ان دونوں یعنی اجماع اور قیاس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی اب رہا تقلید کا مسئلہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی امام کی تقلید کتاب اللہ اور سنت کو سمجھنے کے لئے کی جاتی ہے کتاب اور سنت کو چھوڑنے کے لئے نہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوسکتا نہ اس سے اجماع اور قیاس کی نفی ثابت کی جاسکتی ہے۔ تقلید کی مکمل بحث ہماری کتاب حق پر کون حصہ اول میں دیکھیں۔

{حدیث:۱۷۸}

وَعَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثِ بِدْعَةٍ)۔ احمد:۱۷۰۹۵

حضرت خضیف بن الحارث الثمالی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرتی مگر اسی قدر سنت اٹھالی جاتی ہے لہذا سنت کو پکڑنا بدعت کی ایجاد سے بہتر ہے۔

بدعت سنت کو اٹھالیتی ہے:

سنت کو پکڑنا بدعت کی ایجاد سے بہتر ہے: یہاں بدعت سے مراد بدعت سیہ ہے حدیث کا مطلب یہ کہ ہر بدعت سیہ سنت کو مٹا دیتی ہے چھوٹی بدعت چھوٹی سنت کو مٹاتی ہے اور بڑی بدعت بڑی سنت کو لیکن اس کے برعکس ہر بدعت حسنہ حضور کی سنت کو مٹاتی نہیں بلکہ سنت کو رواج دیتی ہے دینی تعلیم سنت مصطفی ہے اور اس سنت کے لئے بدعت حسنہ مثلا مدارس بنانا، دینی کتابیں چھاپنا، درس نظامی کو عام کرنا، یہ سب بدعتیں سنت کو رواج دیتی ہیں اور دین کو عام کرتی اس لئے اچھی ہیں یاد رہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنتیں درخت کی مثل ہیں اور بدعت سیہ اس درخت کے خلاف کلہاڑا جب درخت کو کلہاڑے سے کاٹ دیا جائے تو درخت دوبارہ نہیں لگتا لہذا جس قوم میں بری بدعتیں رواج پکڑ لیں اس قوم کو دوبارہ سنتوں کی توفیق نصیب نہیں ہوتی لہذا معلوم ہوا کہ بری بدعتیں عام کرنا برا اور اچھی بدعتیں رواج دینا اچھا۔

حکیم الامت فرماتے ہیں یہ حدیث ان تمام حدیثوں کی تفسیر ہے جس میں بدعت کی برائیاں آئیں یعنی بری بدعت

وہی عمل ہے جو سنت کے خلاف ایجاد کیا جائے جس پر عمل کرنے سے سنت چھوٹ جائے۔ مثلاً عربی میں خطبہ نماز واذان سنت ہے، اب اردو میں ادا کرنا اس سنت کو مٹا دے گا کہ اردو میں اذان دینے والا عربی میں نہ دے سکا۔ ایسے ہی سر ڈھک کر پاخانے جانا سنت ہے ننگے سر پاخانے جانے والا اس سنت میں عمل نہ کرسکا، ہر بری بدعت کا یہی حال ہے، معمولی بدعت چھوٹی سنت کو مٹا دے گی اور بڑی بدعت بڑی سنت کو۔ مثلھا سے یہی مراد ہے بدعت حسنہ سنت کو مٹاتی نہیں بلکہ کبھی سنت کو رائج کرتی ہے۔ دیکھو علم دین سکھانا سنت ہے اب اس کے لیئے کتابیں چھاپنا، مدرسہ بنانا، وہاں تعلیم کے نصاب اور کورس بنانا اگرچہ بدعت ہیں مگر سنت کے معاون ہیں نہ کہ مخالف، بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا سنت ہیں، اب اس کے لیئے میلاد شریف کی محفلیں، عرسوں کی مجالس قائم کرنا اس کی معاون ہیں نہ کہ مخالف۔ اسی جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ بدعت حسنہ سنت سے ملحق ہے۔ مراۃ المناجیح باب الاعتصام

اچھی بدعت کا ثبوت حدیث پاک سے:

من سن في الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئي و من سن في السلام سنة سئية كان عليه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزاهم شئي. صحيح مسلم

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں بدعت حسنہ یعنی کسی اچھے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اور جو شخص اسلام میں بدعت سیہ یعنی کسی برے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی گناہ ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

{حدیث:۱۷۹}

وَعَنْ حَسَّانَ قَالَ: مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِينِهِمْ إِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. دارمی:۹۸

حضرت حسان فرماتے ہیں کوئی قوم اپنے دین میں بدعت ایجاد نہیں کرتی مگر اللہ تعالی اسی قدر سنت اٹھا لیتا ہے پھر اسے تا قیامت ان میں واپس نہیں کرتا۔

اس کی شرح سابقہ حدیث میں ہو چکی

{حدیث:۱۸۰}

وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ.

شعب الایمان:۹۴۶۴

حضرت ابراہیم بن میسرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے بدعتی کی تعظیم کی بے شک اس نے اسلام کو ڈھانے پر مدد دی۔

بے دینوں کی تعظیم کرنا اسلام کو کمزور کرنے کی مثل ہے:

جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانے پر مدددی: علماء فرماتے ہیں جس طرح کسی دیندار کی تعظیم کرنا اجرو ثواب کا ذریعہ ہے اسی طرح کسی بے دین فاسق اور بدعتی کی توہین کرنا بھی اجر وثواب کا باعث ہے۔ بے دینوں کی تعظیم کرنا اسلام کو کمزور اور ویران کرنے کے مترادف ہے کیونکہ ایسے لوگوں کی تعظیم کرنے سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عقیدت اور محبت پیدا ہوگی اور پھر لوگ ان کی باتوں میں آکر اپنا دین برباد کر بیٹھیں گے۔

بادشاہ کی تعظیم سے انکار کر دیا: ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں لوگ حاضر تھے اس دوران فقہ حنفی کے بہت بڑے امام، امام محمد بھی وہاں تشریف فرما تھے خلیفہ کی آمد پر سب لوگ کھڑے ہو گئے امام محمد بن حسن بیٹھے رہے کچھ دیر بعد خلیفہ کے نقیب نے امام محمد کو بلایا جب آپ خلیفہ کے سامنے پہنچے تو اس نے پوچھا کہ فلاں موقعہ پر تم کھڑے کیوں نہیں ہوئے تو آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ آدمی اس کی تعظیم کے لئے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے لہذا مجھے پسند نہیں کہ میں علماء کے طبقہ سے نکل کر خدمت گاروں کی صف میں کھڑا ہو جاؤں اور آپ کی خاطر کھڑے ہو کر علم دین کو ہلکا کردوں ہارون الرشید نے کہا آپ نے سچ کہا۔

تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۷۳

دین کو بادشاہ کے در پر ذلیل نہیں کرسکتا: خلافت عباسیہ کے نائب خالد بن احمد نے امام بخاری کو پیغام بھیجا کہ وہ خلیفہ کے گھر آکر ان کے صاحبزادوں کو پڑھا دیا کریں یہ پیغام سن کر امام بخاری نے فرمایا میں علم کو بادشاہوں کے دروازوں پر ذلیل نہیں کرسکتا جس کو علم پڑھنے کی ضرورت ہے وہ میری درس گاہ میں آکر پڑھ سکتا ہے خلیفہ نے پھر پیغام بھیجا کہ میرے صاحبزادے آتو جائیں گے لیکن وہ دوسرے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں پڑھیں گے آپ کو ان شہزادوں کو الگ پڑھانا ہوگا آپ نے فرمایا میرے درس میں سب برابر ہیں میں کسی کو حدیث کے درس کی سماعت سے نہیں روک سکتا۔ یہ جواب سن کر خلیفہ ناراض ہو گیا اور اس نے امام بخاری کو شہر سے نکل جانے کا حکم دے دیا امام بخاری نے شہر چھوڑ دیا لیکن علم کو بادشاہوں کے در پر ذلیل نہیں ہونے دیا۔ ہدی الساری ج ۲ ص ۲۵۲

{حدیث:۱۸۱}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: من تعلم كتاب الله ثُمَّ ابتع مَا فِيهِ هَدَاهُ اللَّهُ مِنَ الضَّلَالَةِ فِي الدُّنْيَا وَوَقَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سُوءَ الْحِسَابِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ: مَنِ اقْتَدَى بِكِتَابِ اللَّهِ لَا يَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقَى فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: (فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يضل وَلَا يشقى) مصنف ابن ابی شیبه: ۲۹۹۳۶

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جس نے قرآن سیکھا پھر اس کی اتباع کی اللہ اسے دنیا میں گمراہی سے بچائے گا اور قیامت کے دن سخت عذاب سے محفوظ رکھے گا دوسری روایت میں ہے کہ جو قرآن کی پیروی کرے گا وہ دنیا میں گمراہ اور آخرت میں بد بخت نہ ہوگا پھر یہ آیت تلاوت کی جو میری ہدایت کی اتباع کرے وہ گمراہ نہ ہو اور نہ بد نصیب ہو۔

اس کی شرح گزر چکی

{حدیث:۱۸۲}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَعَنْ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ سُورَانِ فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ وَعَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ مُرْخَاةٌ وَعِنْدَ رَأْسِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَقُولُ: اسْتَقِيمُوا عَلَى الصِّرَاطِ وَلَا تَعْوَجُّوا وَفَوْقَ ذَلِكَ دَاعٍ يَدْعُو كُلَّمَا هَمَّ عَبْدٌ أَنْ يَفْتَحَ شَيْئًا مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ قَالَ: وَيْحَكَ لَا تَفْتَحْهُ فَإِنَّكَ إِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ". ثُمَّ فَسَّرَهُ فَأَخْبَرَ: "أَنَّ الصِّرَاطَ هُوَ الْإِسْلَامُ وَأَنَّ الْأَبْوَابَ الْمُفَتَّحَةَ مَحَارِمُ اللَّهِ وَأَنَّ السُّتُورَ الْمُرْخَاةَ حُدُودُ اللَّهِ وَأَنَّ الدَّاعِيَ عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ هُوَ الْقُرْآنُ وَأَنَّ الدَّاعِيَ مِنْ فَوْقِهِ وَاعِظُ اللَّهِ فِي قَلْبِ كُلِّ مُؤْمِن)

احمد، حاکم، ترمذی، شعب الایمان: ۱۴۴۸۳ ۔ ۲۳۵ ۔ ۲۸۵۹ ۔ ۶۲۱۶

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے سیدھے راستہ کی مثال قائم فرمائی۔ اور اس راستہ کے دوطرفہ دو دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں دروازوں پر پردے لٹکے ہیں راستہ کے کنارے پر پکارنے والا کہہ رہا ہے کہ راستہ پر سیدھے چلے جاؤ ٹیڑھے نہ ہونا اس کے اوپر ایک منادی بھی ہے جو پکارتا ہے جب کوئی بندہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو داعی کہتا ہے ہائے افسوس اسے نہ کھول اگر کھولے گا تو اس میں گھس جائے گا۔ پھر اس کی تفسیر یوں فرمائی کہ راستہ تو اسلام ہے۔ اور کھلے ہوئے دروازے اللہ کے محرمات ہیں۔ اور لٹکے ہوئے پردے اللہ کی حدیں ہیں۔ اور راستے کے کنارے پر پکارنے والا قرآن ہے اور اس کے اوپر بلانے والا اللہ کا واعظ ہے جو ہر مؤمن کے دل میں ہوتا ہے۔ اسے رزین نے روایت کیا۔

جیسے دنیاوی چیزوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے ایسے ہی دین کی بھی کسوٹی ہے: دنیا میں سچ اور جھوٹ، نقل و اصل ملے ہوئے ہیں مگر ان میں فرق کرنے کے لئے اللہ تعالی نے بڑے انتظامات کر دیئے ہیں ڈیری فارم کا دودھ اور خالص دودھ دونوں سفید ہیں ولایتی سونا اور دیسی سونا دونوں پیلے ہیں اصلی اور نقلی گھی دونوں یکساں ہیں مگر قدرت نے ان میں فرق کرنے کے لئے کسوٹی اور دوسرے آلے پیدا فرمادیئے ہیں ایسے ہی یہاں نقلی نبی بھی ہیں، نقلی دین بھی، نقلی کتابیں بھی، نقلی مولوی بھی بلکہ نقلی خدا بھی کیونکہ دنیا امتحان گاہ ہے ان میں فرق کرنے کے لئے رب تعالی نے وہ انتظامات فرمادیئے ہیں جو آگے خود حدیث میں آرہے ہیں۔ مراۃ المناجیح کتاب الاعتصام

نقلی بارش کا انجام: ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ فرعون کو لوگوں نے کہا تو کہتا ہے میں تمہارا رب ہوں بارش نہیں ہو رہی ذرا مہربانی کر اور بارش برسا اس نے شیطانوں کو عرض کیا کہ اگر بارش نہ ہوئی تو میری خدائی تو خطرے میں پڑ جائے گی بڑے شیطان نے کہا تو فکر نہ کر میں تیرا یہ مطالبہ پورا کردوں گا چنانچہ شیطان نے اپنے تمام چیلوں کو اکٹھا کیا اور اوپر جا کر سب کو پیشاب کرنے کا حکم دیا سب نے اوپر جا کر پیشاب کرنا شروع کر دیا اور اس طرح بارش تو گئی لیکن ہر طرف بدبو ہی بدبو پھیل گئی لوگ پھر فرعون کے پاس آئے اور کہا یہ کیا مصیبت ہے اس طرح کی بارش پہلے تو کبھی نہیں دیکھی اتنی بدبو دار بارش۔ فرعون نے اپنے آقا شیطان کی خدمت میں اس مسئلے کا حل عرض کیا تو شیطان نے جواب دیا جیسا تو خدا ہے ویسی ہی تیری بارش۔

{حدیث: ۱۸۳}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فليستن بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ. أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا أَفْضَلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبَرَّهَا قُلُوبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَلِإِقَامَةِ دِينِهِ (ص:68) فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ عَلَى آثَارِهِمْ وَتَمَسَّكُوا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ. جامع: ۲/۹۷

عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو سیدھی راہ جانا چاہے وہ فوت شدہ بزرگوں کی راہ چلے کہ زندہ فتنوں سے مامون نہیں وہ بزرگ محمد عربی ﷺ کے صحابہ ہیں جو اس امت میں بہترین، دل کے نیک، علم کے گہرے اور تکلف میں کم تھے اللہ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور اپنے نبی کا دین قائم رکھنے کے لئے چن لیا ہے ان کی بزرگی مانو ان کی راہ پر چلو بقدر طاقت ان کے اخلاق وسیرت کو مضبوط پکڑو کہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے۔

صحابی کی تعریف اور اس کا مقام:

محمد عربی ﷺ کے صحابہ اس امت میں بہترین ہیں: ہر وہ شخص جس کے پاس دو بنیادی اور قیمتیں چیزیں ہوں وہ صحابی ہے ا۔ دیدار مصطفی ۲۔ موت علی الاسلام۔ کسی کے پاس دیدار مصطفی تو ہے لیکن موت علی الاسلام نہیں وہ صحابی نہیں جیسے ابو جہل کہ اس کے پاس دیدار مصطفی تو ہے لیکن موت علی الاسلام نہیں اور اگر کسی کے پاس موت علی الاسلام تو ہے لیکن دیدار مصطفی نہیں تو وہ بھی صحابی نہیں جیسا کہ حضرت اویس قرنی کہ ان کے پاس موت علی الاسلام تو ہے لیکن دیدار مصطفی نہیں لہذا جمہور کے نزدیک یہ بھی صحابی نہیں تو صحابی کے لئے دو بنیادی چیزوں کا ہونا ضروری ہے اب اگر ایک شخص دن کے دس بجے حضور کے دست انور پر اسلام قبول کرتا ہے اور ایک گھنٹے بعد گیارہ بجے اس کی موت ہو جائے تو وہ بھی صحابی ہے اور اس کا مقام یہ ہے کہ وہ افضل ہے حضور غوث پاک سے وہ افضل ہے داتا علی لاہوری سے وہ افضل ہے امام اعظم سے وہ افضل ہے خواجہ غریب نواز سے وہ افضل بہاء الدین زکریا سے وہ افضل ہے نظام الدین اولیاء سے وہ افضل ہے سارے ولیوں سے اس کی فضیلت میں نمازوں کا دخل نہیں ہے اس کی فضیلت میں روزوں کا دخل نہیں ہے اس کی فضیلت میں حج کا دخل نہیں ہے اس کی فضیلت میں زکوۃ کا دخل نہیں ہے اس کی فضیلت میں اعمال کا دخل نہیں ہے معلوم ہوا کہ صحابی عمل سے نہیں حضور کی نظر سے بنتا ہے مصطفی جان رحمت کے کرم سے بنتا ہے۔

صحابہ کرام کا سیرت و کردار:

ان کے اخلاق وسیرت کو مضبوط پکڑو: یہ وہ گدڑی کے لعل تھے جو ہر طرح اطاعت مصطفی کا نمونہ تھے سارے علوم کے جامع اور ملاوٹ ودکھاوے سے پاک تھے ہر صحابی مفسر قرآن، محدث اعظم، فقیہ شہیر، قاری قرآن، صوفی باصفا اور فرائض دان تھے بدن کے فرشی لیکن روح کے عرشی تھے زمانے کے تاجدار لیکن فرش خاک پر سوتے تھے دنیا کے خزانے کے مالک تھے لیکن معمولی غذا پر گزارہ کرتے تھے جنت کے شہزادے لیکن زمین پر ننگے پاؤں چلتے تھے سیرت وکردار میں فرشتوں کا نمونہ تھے جس طرح اللہ کی اطاعت حضور کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں ایسے ہی حضور کی اطاعت صحابہ کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں اللہ نے جو دیا حضور کو دیا حضور نے جو دیا صحابہ کو دیا اور ہمیں جو ملا صحابہ سے ملا اور جرات وبہادری کا وہ پیکر تھے

کہ دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے انہوں نے بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے انہوں نے وہ صحابہ کہ جن کے تصور سے قیصر وکسری کا کلیجہ ہل جائے وہ صحابہ کہ جنہوں نے کلیساؤں میں اذانوں کو بلند کیا وہ صحابہ جنہوں نے قسطنطنیہ پر اسلام کا جھنڈا لہرادیا وہ صحابہ کہ جنہوں نے روم کو اسلام کے سامنے سرنگوں کر دیا وہ صحابہ جنہوں نے باغیوں کو اسلام کے قدموں میں لا کر کھڑا کر دیا وہ صحابہ جو نبی کی نظر میں کالنجوم وہ صحابہ جو اولک ھم المفلحون، سلام ہوں ان کی سیرت پر تحسین ہو ان کی بصیرت پر حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں جو سیدھی راہ جانا چاہے وہ صحابہ کرام کی راہ چلے جو اس امت میں بہترین دل کے نیک، علم کے گہرے اور تکلف میں کم تھے اللہ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور اپنے نبی کا دین قائم رکھنے کے لئے چن لیا ہے ان کی بزرگی مانو ان کی راہ پر چلو بقدر طاقت ان کے اخلاق وسیرت کو مضبوط پکڑو کہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے۔

{حدیث: ۱۸۴}

عَنْ جَابِرٍ: (أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَةٍ مِنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَذِهِ نُسْخَةٌ مِنَ التَّوْرَاةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ ووجه رسول الله يَتَغَيَّرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ مَا تَرَى مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ من غضب الله وَغضب رَسُوله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي)۔ دارمی: ۴۳۵

روایت ہے حضرت جابر سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توریت کا نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے حضور خاموش رہے آپ پڑھنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور بدلنے لگا ابو بکر بولے کہ تمہیں رونے والیاں روئیں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا حال نہیں دیکھتے تب حضرت عمر نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا تو بولے میں اللہ اور رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہیں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد مصطفیٰ کی جان ہے اگر حضرت موسیٰ آج ظاہر ہو جاویں اور تم ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت پاتے تو میری پیروی کرتے۔

حضور کی ناراضگی کے باوجود حضرت عمر تورات کیوں پڑھتے رہے؟ حدیث پاک میں نبی کریم ناراضگی کی وجہ سے خاموش ہو گئے اس کے باوجود حضرت عمر تورات کیوں پڑھتے رہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر حضرت عمر سے خطاء اجتہادی ہوئی جس وقت نبی کریم ﷺ نے خاموشی اختیار کی تو حضرت عمر سمجھے کہ آپ ﷺ کی خاموشی اجازت اور رضامندی کی دلیل ہے اس لئے آپ تورات پڑھتے رہے حضرت ابو بکر صدیق، حضور ﷺ کے چہرہ انور کے تاثرات دیکھ کر بھانپ گئے تھے کہ آپ ﷺ ناراض ہیں اس لئے انہوں نے حضرت عمر کو توجہ دلانے کے لئے ٹوکا لہذا اس تقریر کے بعد حضرت عمر پر اعتراض واقع نہیں ہوتا۔

ایمان اور علم کی بنیاد پر خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے: یاد رہے کہ قرآن پاک کے سوا تمام آسمانی کتابیں اپنی اپنی امتوں میں ہدایت ونور تھیں لیکن محمدی عربی کی کتاب آجانے کے بعد اب وہ ہدایت نہیں سورج طلوع ہونے کے بعد چاند اور تارے روشنی نہیں دیتے لہذا کوئی شخص ایمان اور علم کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر قرآن وسنت کے سوا نہ تو دوسری کتابوں سے

ہدایت حاصل کر سکتا ہے اور نہ ان کا پڑھنا جائز ہے نہ ان لوگوں کا وعظ سنے نہ ان کی صحبت اختیار کرے اللہ کے حبیب نے حضرت عمر جیسے جلیل القدر صحابی کو تورات اور انجیل پڑھنے سے روک دیا تو ہماری کیا مجال کہ ہم ان کتابوں کے پیچھے بھاگیں۔

{حدیث:۱۸۵}

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَلَامِي لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللّٰهِ وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ كَلَامِي وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ بعضه بَعْضًا-دار قطنی: ۴۲۳۳

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کا کلام بعض بعض کو منسوخ کرتا ہے

فرمایا میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا:

نسخ کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔

جبکہ متعدد احادیث سے کلام اللہ کے احکام منسوخ ہوئے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے،، **لا وصية للوارث**،، وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں جبکہ آیت میں وصیت کا جواز موجود ہے دوسری حدیث میں ہے انبیاء کی وراثت نہیں بٹتی جب کہ آیت میں وراثت کے احکام مطلق ہیں یہ حدیث حضور کے حق میں وراثت کی آیت کو منسوخ کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سجدہ تعظیمی کو حرام کر دیا لیکن قرآن میں سجدہ تعظیمی کے جواز کی متعدد آیات ہیں یہ حدیث ان آیات کو منسوخ کرتی ہے لہذا یہاں تعارض بالکل واضح ہے۔

نسخ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میری احادیث قرآن کی آیات کی تلاوت کو منسوخ نہیں کرتیں لیکن حکما بہت سی آیات احادیث سے منسوخ ہیں یعنی آیت کا حکم تو احادیث سے منسوخ ہو سکتا ہے لیکن آیت کی تلاوت منسوخ نہیں ہو سکتی، لہذا اب کوئی تعارض نہ رہا۔

نسخ کی کتنی اور کون کون سی صورتیں ہیں؟ یاد رہے کہ ایک حکم کو کسی دوسری چیز سے ساقط اور منسوخ کرنے کی چار صورتیں ہیں

۱۔ قرآن کا قرآن سے منسوخ ہونا جس طرح قرآن میں پہلے کفار سے نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن جہاد کی دوسری آیات سے منسوخ کر دیا گیا۔

۲۔ حدیث کا حدیث سے منسوخ ہونا جس طرح حدیث پاک میں قبروں کی زیارت کرنے سے پہلے منع کیا گیا پھر حدیث سے ہی منسوخ ہو گیا کہ اب تم قبروں کی زیارت کرو کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۳۔ قرآن کا حدیث سے منسوخ ہونا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سجدہ تعظیمی کو حرام کر دیا لیکن قرآن میں سجدہ تعظیمی کے جواز کی متعدد آیات ہیں یہ حدیث ان آیات کو منسوخ کرتی ہے۔

۴۔ حدیث کا قرآن سے منسوخ ہونا جیسے نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا لیکن قرآن نے اس حکم کو منسوخ کر کے کعبۃ المکرمہ کو بیت اللہ بنا دیا اور بیت المقدس کا قبلہ ہونا آیت سے منسوخ ہو گیا۔

ایک ضروری بات: مفسرین فرماتے ہیں کہ نسخ کا مطلب بیان علت ہے نہ کہ تبدیلی یعنی ناسخ یہ بیان کرتا ہے کہ منسوخ حکم کی مدت آج تک تھی اب ختم ہو گئی جس طرح ایک ڈاکٹر مریض کے لئے اپنا نسخہ تبدیل کر دیتا ہے نسخ کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔

{حدیث:۱۸۶}

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحَادِيثَنَا يَنْسَخُ بَعْضُهَا بَعْضًا كنسخ الْقُرْآنِ-دار قطنی: ۴۲۳۳

حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہماری بعض حدیثیں بعض کو قرآن کی طرح منسوخ کرتی ہیں۔ اس کی شرح ہو چکی

{حدیث:۱۸۷}

وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِي قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا . رَوَى الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ-دار قطنی: ۴۳۵۰

حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ نے کچھ فرائض لازم فرمائے انہیں ضائع مت کرو کچھ محرمات حرام کئے ہیں ان کی حرمت مت توڑو کچھ حدیث مقرر کی ہیں ان سے آگے مت بڑھو کچھ چیزوں سے خاموشی اختیار کی ان میں بحث نہ کرو۔

اس حدیث پاک میں تین چیزوں کا ذکر ہوا ایک حلال دوسری حرام اور تیسری مشتبہات نبی کریم ﷺ نے فرمایا حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے بیچ میں کچھ امور ہیں جو مشتبہ ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے تو جو کوئی مشتبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو کوئی مشتبہات میں پڑا وہ حرام میں مبتلا ہوا۔

۱۔ وہ چیزیں جو ایک جہت سے تو حلال ہوں اور دوسری جہت سے حرام ہوں مشتبہ کہلاتی ہیں مثلاً کسی رشوت خور یا سود خور کے گھر کا کھانا ایک مشتبہ چیز ہے کیونکہ اس کی تنخواہ کی آمدنی سے پکا ہے تو حلال ہے اگر رشوت کی آمدنی سے پکا ہے تو حرام ہے۔

۲۔ یا وہ چیزیں کہ جن کے حلال اور حرام ہونے میں علماء کا اختلاف ہو جیسے سمندری جانوروں میں مچھلی کے علاوہ تمام سمندری جانوروں میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ امام اعظم کے نزدیک مچھلی کے علاوہ بقیہ سمندری جانور حرام ہیں جبکہ دیگر ائمہ کرام کے نزدیک مچھلی کے علاوہ دیگر سمندری جانور بھی حلال ہیں جیسا کہ آج کل اوجڑی کے جائز اور ناجائز ہونے میں علماء کا اختلاف ہے یہ سب مشتبہ کی مثالیں ہیں اب ان کے حکم کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں

۱۔ مشتبہ چیزوں سے بچنا افضل ہے لیکن کھانا بھی جائز ہے۔

۲۔ مشتبہ چیزوں میں اگر حلال کی جہت واضح ہو جائے تو اب اس کا استعمال حلال ہے۔

۳۔ مشتبہ چیزوں میں اگر حرام کی جہت واضح ہو جائے تو اس کا استعمال حرام ہے۔

باب: کتاب العلم — علم کا بیان

الفصل الاول — پہلی فصل

علم کی تعریف اور اقسام: علم کی فقہاء نے متعدد تعریفات بیان کی ہیں لیکن میری دانست میں ذہن میں کسی چیز کا انکشاف علم کہلاتا ہے یہاں علم سے مراد علم دین یعنی شرعی مسائل کا علم ہے جس کا تعلق قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ سے ہے۔

علم کی اقسام: علم کی دو قسمیں ہیں ا۔علم لدنی ۲۔علم کسبی

ا۔علم کسبی: وہ علم جو کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو علم کسبی کہلاتا ہے۔

۲۔علم لدنی: وہ علم جو بغیر کسی بشر کے یعنی بلا واسطہ حاصل ہو علم لدنی کہلاتا ہے

کتنا علم حاصل کرنا فرض ہے؟ علمائے کرام فرماتے ہیں بنیادی اور ضروری مسائل کا سیکھنا فرض ہے جن چیزوں کو اللہ نے فرض کر دیا ان کے بنیادی اور ضروری مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے مثلاً نماز فرض تو اس کے بنیادی مسائل کا سیکھنا بھی فرض جو کام واجب ان کا علم سیکھنا بھی واجب جو چیزیں مستحب ہیں ان کا سیکھنا بھی مستحب جو لوگ جس شعبے اور تجارت سے وابستہ ہیں اس سے متعلق مسائل کا سیکھنا ان پر فرض ہے اور علمائے کرام کے لئے تفصیلی مسائل کا سیکھنا مستحب اور بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔ جو لوگ فرض علم نہیں سیکھتے تو بروز حشر ان کی جہالت نہیں سنی جائے گا یعنی ان کی جہالت ان کا عذر نہیں بن سکے گی۔

علماء فرماتے ہیں کہ علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ، مال کی سخاوت سے علم کی سخاوت افضل ہے کیوں نہ ہو کہ حضور ابر رحمت ہیں علمائے دین اس کا تالاب حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم مال و دولت سے بہتر ہے کیونکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی حفاظت تجھے کرنی پڑتی ہے مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے علم حاکم ہے اور مال محکوم۔

{حدیث:۱۸۸}

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

بخاری:۳۴۶۱

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری طرف سے دوسروں کو پہنچادو اگرچہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل سے حکایات لو اس میں کوئی حرج نہیں جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

میری طرف سے پہنچادو اگرچہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو: آج ہم سب یہ سمجھ کر امر بالمعروف کا فریضہ کو ترک کر دیتے ہیں کہ برائی کرنے والا خود نقصان اٹھائے گا اس میں ہمارا کیا نقصان ہے تو یہ سوچ غلط ہے کیونکہ ایک فرد کے گناہ کے

اثرات پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور ایک فرد یا چند افراد کا جرم پورے معاشرے کا ناسور بن جاتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ایسے لوگوں کی مثال ان سے دی کہ جنہوں نے کشتی میں قرعہ اندازی کی تو بعض کے حصے میں اوپر والا حصہ آیا اور بعض کے حصے میں نیچے والا حصہ آیا پس نیچے والوں کو پانی کے لئے اوپر والوں کے پاس جانا ہوتا تھا تو انہوں نے اسے زحمت شمار کیا تو نیچے والوں میں سے ایک نے کلہاڑی لی اور کشتی کے نچلے حصے میں ایک سوراخ کرنے لگا تو اوپر والے اس کے پاس آئے اور کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کہا کہ تمہیں میری وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اور پانی کے بغیر گزارا نہیں اب اگر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو اسے بچا لیا اور خود بھی بچ جائیں گے اور اگر اسے چھوڑ دیا تو اسے ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہوں گے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو اس کے مکینوں سمیت برباد کر دو تو حضرت جبرئیل نے عرض کی یا الہی اس شہر میں تیرا ایک اطاعت گزار بھی رہتا ہے جس نے پلک جھپکنے میں بھی تیری نافرمانی نہیں کی تو اللہ تعالی نے فرمایا اس آدمی کو بھی سب کے ساتھ ہلاک کرو کیونکہ اس شخص کے سامنے گناہ ہوتے تھے لیکن اس کا چہرہ کبھی متغیر نہیں ہوا اور اس نے آج تک کسی کو گناہ سے روکنے کی کوشش تک نہ کی۔

یاد رکھیں جہاں اعمال صالحہ اور برائیوں سے اجتناب ضروری ہے وہاں دین و ملت کے خلاف سازشوں اور گناہوں کی بہتات اور معاشرتی بگاڑ کی وجہ سے پریشان ہونا بھی ایمان کا تقاضا ہے اور جو لوگ طاقت کے باوجود ان برائیوں کے ازالے کے لئے کوشاں نہیں رہتے اور طاقت نہ ہونے کی صورت میں پریشان بھی نہیں ہوتے ان کا تقوی اور ان کی عبادت و ریاضت کس کام کا۔

تبلیغ دین مغفرت کا ذریعہ ہے: حضرت سلیم بن منصور فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی حضرت منصور بن عمار کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو انہوں نے کہا میرے رب نے مجھ پر کرم کرتے ہوئے فرمایا اے بد عمل بڈھے تجھے معلوم ہے میں نے تجھے کیوں بخشا ہے میں نے عرض کی نہیں اے میرے معبود تو رب نے فرمایا تو نے ایک مجمع میں بیان کر کے لوگوں کو رلا دیا تھا اور اس بیان میں میرا ایک ایسا بندہ بھی بیٹھا ہوا تھا جو کبھی بھی میرے خوف سے نہ ڈرا اور نہ رویا مگر تیرے بیان نے اسے بھی رلا دیا تو میں نے اس بندے کی گریہ وزاری کی وجہ سے اس کی اور پورے مجمع کی بخشش فرمادی۔

بنی اسرائیل سے حکایات لو اس میں کوئی حرج نہیں:

اسرائیلی روایات کے بارے احادیث میں تعارض: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل سے حکایات لو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ سابقہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کو تورات و انجیل پڑھنے سے منع فرما دیا جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضرت عمر تورات و انجیل کی تلاوت کرنے لگے تو نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور غصے سے بدلنے لگا یعنی اس پار آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا، ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض ہے۔

اسرائیلی روایات کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں آپ ﷺ نے اسرائیلی روایات لینے کی تلقین فرمائی اس سے مراد خبریں مثالیں اور سبق آموز واقعات ہیں بشرطیکہ وہ اسلام کے اور کسی شرعی حکم کے خلاف نہ ہوں اور جس حدیث میں آپ نے اسب سے منع فرمایا اس سے مراد اسرائیلی احکام ہیں یعنی اسرائیلی واقعات لینے کی رخصت ہے تورات انجیل اور اسرائیلی احکام لینے کی اجازت نہیں اس کی ممانعت ہے لہذا تعارض نہ رہا۔

{حدیث:۱۸۹}

وَعَنْ سَمُرَةَ بن جُنْدُب وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ.

مسلم: ۲۶۶۲

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری طرف سے کوئی ایسی بات بیان کرے جس کا پتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

اس حدیث کی شرح سابق میں گزر چکی۔

{حدیث:۱۹۰}

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي

بخاری، مسلم: ۲۳۸۹

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا عالم بنا دیتا ہے میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرمانے والا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ قاسم ہیں:

انما انا قاسم واللہ یعطی: ایک حدیث میں ہے حضرت ربیعہ فرماتے ہیں میں حضور کے پاس رات گزارتا تھا حضور کے لئے وضو کا پانی لایا مجھ سے فرمایا کچھ مانگ میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی مانگ میں نے عرض کی بس یہی کافی ہے۔

یعنی آپ مجھے جنت میں اپنے ساتھ رکھیں جیسے بادشاہ شاہی قلعہ میں اپنے خاص خادموں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں تو جواب میں انکار نہ کیا بلکہ فرمایا اور مانگ یعنی جنت میں ہماری غلامی جو ایک اعلیٰ مقام ہے اس تک پہنچانا میرے کرم سے ہے نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے تو ربیعہ نے عرض کی جب چمن الٰہی کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے۔

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے مندرجہ ذیل چیزیں مانگیں زندگی میں ایمان پر استقامت نیکیوں کی توفیق گناہوں سے کنارہ کشی مرتے وقت ایمان پر خاتمہ قبر کے حساب میں کامیابی حشر میں اعمال کی قبولیت پل صراط سے بخیر و عافیت گزر جنت میں رب کا فضل یہ سب چیزیں صحابی نے حضور سے مانگیں اور حضور نے صحابی کو بخشیں لہذا ہم بھی حضور ﷺ سے ایمان مال اولاد عزت جنت سب مانگ سکتے ہیں یہ مانگنا سنت صحابہ ہے۔

امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں مگر حضور ﷺ سے مال اعمال کمال رضائے رب ذوالجلال اور جنت نیز دوزخ سے پناہ ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جب حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کو پانچوں نمازوں کی تاکید فرمائی تو انہوں نے عرض کی یا رسول میں کثیر العیال ہوں بہت مصروف ہوتا ہوں نمازوں میں کمی فرما کر کرم کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا چلو دو نمازوں فجر اور عصر کی حفاظت کر لیا کر تیرے لئے یہی کافی ہیں۔ یاد رکھیں ہر مسلمان پر دن بھر میں پانچ نمازیں فرض ہیں ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی لیکن آپ ﷺ کے کرم کے صدقے کبھی کسی کو خالی نہیں لوٹایا تین فرض نمازیں معاف فرما دیں۔

ابوداود ج ۱ ص ۶۷

قربانی کی رعایت عطا فرما دی: حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا دوبارہ قربانی کرو انہوں نے عرض یا رسول اللہ میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو سال سے کم ہے تو فرمایا چلو تم اسی کی قربانی کر لو۔ لیکن تمہارے سوا کسی اور کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ یاد رکھیں عید قربان کے لئے بکرے کی کم سے کم ایک سال عمر ہونا واجب ہے اس سے کم کی قربانی نہیں ہو سکتی لیکن اللہ کے حبیب ﷺ نے اپنے صحابی کو خالی نہ لوٹایا فرمایا اسی بکرے کی کر لو جو تجھے میسر ہے۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴

زکوۃ کی رخصت عطا فرما دی: حضرت عثمان رضی اللہ سے روایت ہے کہ قبیلہ ثقیف کا وفد نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا انہوں نے اسلام قبول کیا اور عرض کی کہ ہمیں فرائض کی ادائیگی معاف کی جائے کی تو نبی کریم ﷺ نے زکوۃ کی معافی عطا کر دی اور بقیہ فرائض کی ادائیگی کا حکم ارشاد فرمایا۔ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن زکوۃ بھی ہے اور یہ ہر صاحب نصاب پر فرض ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے ثقیف والوں کو اس فرض کی ادائیگی معاف فرما دی۔

ابوداود ج ۲ ص ۴۷

یاد رہے کہ حضور ﷺ کی نورانیت اور اس نورانیت کا فیض سورج سے کہیں زیادہ ہے سورج صرف سامنے والے کے ظاہر کو چمکاتا ہے حضور ﷺ تو غاروں پہاڑوں میں رہنے والوں کے دل و جگر کو بھی چمکا دیتے ہیں کونسی وہ جگہ ہے جہاں اس آفتاب نبوت کا نور نہیں پہنچتا یاد رہے کہ پاور ہاؤس سے پاور یکساں آتی ہے مگر اس سے نور لینے والے قمقمے اپنی طاقت کی بقدر نور لیتے ہیں سو واٹ کا قمقمہ زیادہ نور لیتا ہے دس واٹ کا کم ایسے ہی صحابہ و اولیاء اور علماء نے حضور ﷺ سے مختلف نوعیت کے نور لئے یہ اختلاف ان کے نور لینے میں ہے حضور کی دین یکساں ہے۔ حضور ﷺ ابر رحمت ہیں جس میں پانی رب کے حکم سے آتا ہے مگر تمام جہان کو پانی اس بادل سے ملتا ہے اس بادل کے فیض سے سمندر میں موتی ہوتے ہیں اور خشکی میں دانے و پھل حضور ﷺ کے فیض سے صحابہ کے سینوں میں معرفت کے موتی پیدا ہوتے ہیں عام مسلمانوں کے سینوں میں ایمان و تقوی۔

{حدیث: ۱۹۱}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا. مسلم. بخاری: ۶۷۰۹۔ ۳۴۹۶

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح مختلف قسم کی کانیں ہیں جو اپنے کفر میں اعلیٰ تھے وہ اپنے اسلام میں بھی اعلیٰ ہیں جبکہ وہ عالم دین ہوں۔

علما دین کی وجہ سے دین باقی ہے:

لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح مختلف قسم کی کانیں ہیں: آج علما دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کی بقا سے عالم قائم ہے علما کی ہی برکت سے بارش ہوتی ہے اور مخلوق کو رزق ملتا ہے یاد رہے کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا اللہ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا۔ چاند آفتاب سے نور لے کر رات کو سارے عالم کو جگمگا دیتا ہے ایسے ہی عالم نبی سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں تارے خود نور ہیں مگر چاند نور بخشنے والا عابد اپنے لئے اور عالم پورے عالم کے لئے کوشش کرتے ہیں عابد اپنی کمبلی بچاتا ہے عالم طوفانوں سے لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے لازم سے متعدی افضل ہے۔

علماء کی اقسام: علماء کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔علماء باطن ۲۔علماء ظاہر ۳۔علماء سوء

پہلی قسم علماء باطن: علماء باطن سے مراد وہ لوگ ہیں جو عارف باللہ یعنی اللہ کی معرفت رکھتے ہوں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے سب سے افضل کاموں کی توفیق دی ہو اور ہر حال میں اپنے آپ کو تمام ممنوع اور ناپسندیدہ کاموں سے محفوظ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے حجابات اٹھا دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی محبت ترک کر کے صرف اس کی محبت میں مشغول رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے تمام حجابات کو اٹھا دیتا ہے اور ان کو کرامات سے نوازتا ہے جیسے حضور غوث پاک، داتا علی ہجویری، خواجہ غریب نواز وغیرہم۔

دوسری قسم علماء ظاہر: علماء ظاہر وہ ہیں جو علوم کسبیہ جیسے درس نظامی، تفسیر، حدیث، فقہ، صرف، نحو، بلاغت اور دلایل عقلیہ ونقلیہ وغیرہ کے ماہر ہوتے ہیں ہر چند کہ علمائے ظاہر بھی بہت بڑی فضیلت کے حامل ہوتے ہیں بشرطیکہ باعمل اور پاکباز ہوں لیکن علمائے باطن سے افضل نہیں علمائے باطن کو اللہ تعالیٰ نے علماء ظاہر پر فضیلت دی۔

تیسری قسم علماء سو: یہ وہ علماء ہیں جو دین کو دنیا کے لئے حاصل کرتے ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اپنی امت پر گمراہ پیشواؤں کا خوف کرتا ہوں ایک اور جگہ فرمایا اللہ تعالیٰ اس بلیغ آدمی کو ناپسند کرتا ہے جو اپنی زبان کو پھیرتا ہے جیسے گائے اپنی زبان کو پھیرا دیتی ہے۔ یعنی جو کوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے اور زبان کو منہ میں گھمائے یعنی بہت بولے بے احتیاطی سے بولے اس کے ذریعے روزی کمائے بے احتیاطی سے کھائے جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھما کر چارہ پکڑتی منہ میں لے جاتی ہے اچھی بری چیزوں میں فرق نہیں کرتی۔ اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ور واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لئے تقریریں کرتے ہیں۔ لوگوں کو خوش کرنے کے سوا اور کوئی غرض نہیں رکھتے ملا علی قاری ایک حدیث نقل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا کے عالم آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے

عالم کی تھوڑی عبادت جاہل کی بڑی عبادت سے بہتر: بزرگ فرماتے ہیں علم کی تھوڑی زیادتی عبادت کی بہت سی زیادتی پر افضل ہے عالم تھوڑی عبادت پر جاہل کی بڑی عبادت سے زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

ایک بزرگ پٹنہ سے حج بیت اللہ کے لئے پاپیادہ ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے چلے جا رہے تھے دس سال بعد گجرات پہنچے ان سے کسی عالم نے کہا کہ اگر آپ ہوائی جہاز سے ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور اتنے نوافل وہاں پڑھتے تو ہر رکعت پر ایک لاکھ کا ثواب پاتے۔

سچ کہا کسی نے کہ جہاں عابد کی سوچ کی انتہا ہوتی ہے وہاں عالم کی سوچ کی ابتداء ہوتی ہے۔ کسی نے عالم سے کہا کہ قیامت کا دن کتنا بڑا ہے قرآن اسے ایک ہزار سال کا بھی کہتا ہے اور پچاس ہزار سال کا بھی اور حدیث نے تو غضب ہی کر دیا فرماتی ہے کہ چار رکعت نماز پڑھنے کی مقدار ہوگا نہ قرآن کا اعتبار نہ حدیث کا العیاذ باللہ عالم نے فرمایا قرآن و حدیث صحیح ہیں تیری سمجھ غلط وہ دن ایک ہزار برس کا ہے لیکن کفار کو تکلیف کی وجہ سے پچاس ہزار سال کا اور مومن کو راحت کی وجہ سے دس منٹ کا محسوس ہوگا جیسے ایک ہی رات بیمار کو لمبی اور تندرست کو چھوٹی اور جو محبوب کے پاس گزارے اسے منٹوں کی محسوس ہوتی ہے۔ مراۃ المناجیح کتاب العلم

عالم اور عابد کی عبادت میں فرق

امام شافعی بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں امام محمد کے پاس ٹھہرا میں ساری رات نفل پڑھتا رہا اور امام محمد چارپائی پر لیٹے رہے صبح کو امام محمد نے میرے خیال میں بغیر وضو کئے نماز پڑھی میں نے پوچھا حضرت آپ نے وضو نہیں کیا اور نماز پڑھ لی؟ آپ نے فرمایا تم نے ساری رات اپنے نفس کے لئے عمل کیا اور اور اپنی ذات کو نفع پہنچانے کے لئے نوافل پڑھے اور میں نے ساری رات حضور کی امت کے لئے عمل کیا اور چارپائی پر لیٹے سوچ سوچ کر ایک ہزار مسائل کا حل نکال لیا امام شافعی نے یہ سن کر کہا میری ساری رات کی عبادت سے امام محمد کی شب بیداری افضل ہے۔ مناقب کردری ج ۲ ص ۱۶۲

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں علماء انبیاء کا وارث ہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں عالم کی محبت دین ہے اور اس محبت کی وجہ سے بہت بڑا اجر دیا جائے گا علم دنیاوی زندگی میں عالم کو نیک اعمال کی ترغیب دلاتا ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کا بہترین سرمایا ہے جبکہ مال سے ملنے والی آسائشیں اس مال کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہیں لیکن علم سے ملنے والی برکتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔

علما کا ادب دین کی عزت ہے: حضرت زید بن ثابت بہت بڑے عالم دین تھے ایک دفعہ آپ نے کسی کی نماز جنازہ پڑھائی پھر آپ کے سوار ہونے کے لئے آپ کا خچر قریب لایا گیا تو حضرت عبداللہ ابن عباس آگے بڑھے اور اس کی رکاب پکڑ لی حضرت زید نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی آپ تکلیف نہ کریں اسے چھوڑ دیں ابن عباس نے فرمایا ہمیں علماء و اکابرین کے ساتھ اسی طرح یعنی ادب کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ احیاء العلوم ص ۲۷۳

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں لوگ حاضر تھے اس دوران فقہ حنفی کے بہت بڑے امام، امام محمد بھی وہاں تشریف فرما تھے خلیفہ کی آمد پر سب لوگ کھڑے ہو گئے امام محمد بن حسن بیٹھے رہے کچھ دیر بعد خلیفہ کے نقیب نے امام محمد کو بلایا جب آپ خلیفہ کے سامنے پہنچے تو اس نے پوچھا کہ فلاں موقعہ پر تم کھڑے کیوں نہیں ہوئے تو آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ آدمی اس کی تعظیم کے لئے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے لہذا مجھے پسند نہیں کہ میں علماء کے طبقہ سے نکل کر خدمت گاروں کی صف میں کھڑا ہو جاؤں اور آپ کی خاطر کھڑے ہو کر علم دین کو ہلکا کر دوں ہارون الرشید نے کہا آپ نے سچ کہا۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۷۳

مولانا روم فرماتے ہیں کہ دو شخص سفر میں تھے ایک کے پاس قیمتی ہیرا تھا اور اس کو دوسرے شخص سے چوری کا خطرہ تھا جب رات ہوئی تو ہیرے والے نے سوتے میں ہیرا اس کی جیب میں ڈال دیا وہ رات کو اٹھ کر ہیرے والے کی تلاشی لیتا رہا مگر ہیرا تو خود اس کی اپنی جیب میں تھا تھک ہار کر سو گیا اور ہیرے والے نے صبح اٹھ کر اس کی جیب سے ہیرا نکال کر اپنے پاس رکھ لیا تو پاس ہونے کے باوجود اس کو پتا نہ چل سکا معرفت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی سورج چاند کی پوجا کر رہا ہے اور کوئی ستاروں اور پتھروں کی بچے کے سامنے سانپ چھوڑ دو تو وہ اس سے کھیلنے کی طرف لپکے گا کیونکہ معرفت نہیں اور سمجھدار بندہ دور بھاگے گا کیونکہ معرفت ہے یہی وجہ ہے کہ عام مومنین سے زیادہ اہل علم ومعرفت اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ معرفت خدا ہے۔ عیون الحکایات ص ۷۵

{حدیث:۱۹۲}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٍ آتَاهُ اللّٰهُ
(ص:71)

بخاری،مسلم:۷۳۔۱۸۹۶

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آدمی قابل رشک ہیں ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے اس مال کو اچھی جگہ خرچ کیا اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے علم دیا اور اس نے اس علم سے صحیح فیصلے کئے اور لوگوں کو علم سکھایا۔

الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيعلمها:

صحابہ کے رشک اور ہمارے رشک میں فرق:

لا حسد الا فی اثنین: حدیث پاک میں رشک کا فضیلت کو بیان کیا گیا رشک کا مطلب ہے کسی مسلمان کو کوئی نعمت ملی اب اس نعمت پر خوش ہونا اور اس جیسی نعمت ملنے کی تمنا کرنا یا دعا کرنا رشک کہلاتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا مومن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ فقراء صحابہ نے اپنا ایک نمائندہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا اس نے آ کر کہا یا رسول اللہ میں فقراء کا نمائندہ ہوں آپ نے فرمایا تمہیں اور جن کی طرف سے تم آئے ہو سب کو مرحبا تم ان لوگوں کی طرف سے آئے ہو جن سے اللہ محبت کرتا ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ فقراء کہتے ہیں کہ اغنیاء حج اور عمرہ کر کے جنت لے گئے

اور ہم اس پر قادر نہیں ہیں اور وہ جب بیمار ہوتے ہیں تو صدقہ اور خیرات کرتے ہیں جو ان کے لئے زاد آخرت بن جاتا ہے آپ نے فرمایا میری طرف سے فقراء کو پیغام پہنچا دو کہ جو شخص صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے اس کو اغنیاء سے تین وجہ سے برتری حاصل ہے اول اس وجہ سے کہ جنت میں ایک بلند جگہ ہے جس کو اہل جنت یوں دیکھیں گے جیسے زمین والے آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں اس جگہ نبی داخل ہوگا یا شہید یا مومن فقیر۔ دوسری وجہ ہے کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر غنی سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کہے اور فقیر بھی یہ کلمات کہے تو غنی ان کے اجر میں فقیر کے برابر نہیں ہو سکتا اگر چہ دس ہزار درہم بھی خرچ کر دے اسی طرح نیکی کے تمام کاموں کا حال ہے۔ وہ نمائندہ فقراء کے پاس گیا اور جا کر انہیں اس حدیث کی خبر دی فقراء نے یہ سن کر کہا ہم راضی ہو گئے ہم راضی ہو گئے۔
مشکوٰۃ المصابیح باب الصدقۃ

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رشک نیکی کے کاموں میں ہونا چاہئے نہ کہ مالداری پر رشک نہیں بلکہ للچانا ہوتا ہے۔ آج ہمارا رشک عالیشان بنگلہ، شاندار گاڑی، بینک بیلنس، نوکر چاکر اور دیگر سہولیات اور آسائشوں کو دیکھ کر ہوتا ہے اور ہم تن من دھن سے ان چیزوں کے حصول میں کوشاں بھی ہو جاتے ہیں لیکن ذرا سوچ کر بتائیے کہ کیا کبھی ایسا بھی ہوا کہ کسی مسلمان کو نماز، روزے اور دیگر فرائض وواجبات کی پابندی کرتے دیکھ کر ہمارے دل میں بھی اس جیسا بننے کی تمنا پیدا ہوئی کسی کو سنن ونوافل، تلاوت قرآن وتہجد، چاشت واشراق اور علم دین حاصل کرتا دیکھ کر ہمیں اس کی پیروی کرنے کا جذبہ ملا کسی کو دورد پاک کی کثرت کرتا دیکھ کر ہمارا بھی درود پاک پاک پڑھنے کو دل چاہا کسی کو صدقہ وخیرات کرتا دیکھ کر ہمارا بھی راہ خدا میں خرچ کرنے کا ذہن بنا لیکن افسوس ایسا نہیں ہم مثالیں دیتے ہیں تو دوسروں کی مالداری اور اس کے بینک بیلنس کی عہدے اور اچھی تنخواہ کی جاہ وحشمت اور ظاہری چمک دمک کی معلوم ہوا ہم رشک نہیں کرتے بلکہ للچاتے ہیں دنیا اور دنیا کے مال پر۔

رجل اتاہ اللہ مالا: حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں گزشتہ زمانہ میں مال ناپسند تھا لیکن آج مال مومن کی ڈھال ہے اگر یہ اشرفیاں نہ ہوتیں تو یہ بادشاہ ہمیں رومال بنا لیتے اور اپنا میل صاف کرتے لہذا جس کے پاس دولت ہو تو وہ اس کو سنبھالے رکھے کیونکہ یہ زمانہ وہ ہے اگر کوئی محتاج ہو جائے تو پہلی جو چیز خرچ کرتا ہے وہ اس کا دین ہے۔

آج کمال نہیں مال دیکھا جاتا ہے: اب زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ کمال نہیں دیکھا جاتا بلکہ مال کی قدر ہوتی ہے مالدار عالم دین کی تبلیغ ووعظ موثر ہے تو ہمیں چاہئے کہ مال کما کر کمال پھیلائیں، اب تو مبلغین علما کے لئے فقیری زہر قاتل ہے لہذا علما کو چاہئے کہ فقیری ونا داری سے بچیں حلال ذریعوں سے مال ضرور حاصل کریں ملا علی قاری لکھتے ہیں علمائے سلف فرماتے ہیں اب تجارتیں اور کمائیاں کرو کیونکہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ آج حاجت مند سب سے پہلے اپنے دین کو ہی کھاتا ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالی تم میں سے کسی کے لئے کسی ذریعہ سے رزق کا سبب بنا دے تو وہ اسے نہ چھوڑے حتی کہ سبب بدل جائے یا بگڑ جائے۔

مطلب یہ کہ کوئی آدمی اپنے ذریعہ آمدنی کو بلا وجہ بند نہ کرے کہ اس میں رب تعالی کی ناشکری ہے بلکہ اس کی نعمت ٹھکرانا ہے لگی نوکری بندھا کاروبار بلا وجہ مت چھوڑو اعلی حضرت فرماتے ہیں جو شخص بلا وجہ پچاس روپیہ ماہوار کی نوکری

چھوڑے گا تو ایک دن ایسا آئے گا وہ پندرہ روپے کی نوکری تلاش کرے گا پر نہ ملے گی ہاں اگر قدرتی طور پر بند ہو جائے تو پرواہ نہ کرے کہ اس صورت میں رب تعالیٰ اس سے بہتر دروازہ کھول دے گا۔

مال کی زیادتی اور مال کی برکت میں فرق: یاد رہے مال کی زیادتی اور ہے مال کی برکت کچھ اور مال کی زیادتی مالک کو ہلاک کر دیتی ہے مگر مال کی برکت مالک کے دین و دنیا میں رب کی رحمت ہوتی ہے برکت والا تھوڑا پانی پیاس بجھا دیتا ہے بہت سا پانی ڈبو دیتا ہے دیکھو جالوت کے جن ساتھیوں نے نہر کے ایک چلو پانی پر قناعت کی وہ کامیاب رہے اور بہت سا پینے والے مارے گئے کیونکہ چلو میں برکت تھی اور اس میں محض کثرت۔

مال والے بھی آزمائش میں ہیں اور کم مال والے بھی آزمائش میں ہیں مال والوں کو مال دے کر ان کے شکر کی آزمائش کرتا ہے اور کم مال والوں کو مال کم دے کر ان کے صبر کی آزمائش کرتا ہے۔

علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے:

رجل اتاہ اللہ الحکمۃ: علماء فرماتے ہیں کہ علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ، مال کی سخاوت سے علم کی سخاوت افضل ہے کیوں نہ ہو کہ حضور ابر رحمت ہیں علمائے دین اس کا تالاب حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم مال و دولت سے بہتر ہے کیونکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی حفاظت تجھے کرنی پڑتی ہے مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے علم حاکم ہے اور مال محکوم۔

{حدیث:۱۹۳}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوعلم يُنْتَفع بِهِ أَوولد صَالح يَدْعُو لَهُ)ر

مسلم: ۴۲۲۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے سوا تین اعمال کے ایک صدقہ جاریہ دوسرا وہ علم دین جسے سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے یا نیک اولاد یا والدین کے لئے دعا کرتی رہے۔

انسان فوت ہوتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوا تین اعمال کے: ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے درجہ کو جنت میں بلند کرتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے یا رب عزوجل مجھے یہ مقام کیسے ملا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے مغفرت کی دعا کی تھی۔

مشکوۃ المصابیح ص ۲۰۶

ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اہل خانہ میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور اہل خانہ اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے صدقہ کریں تو جبرئیل اس صدقہ کو نور کے طباق میں لے کر اس قبر والے کے سرہانے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے تیرے گھر والوں نے تیری طرف بھیجا ہے تو اس کو قبول کر لے پس وہ ہدیہ اس کے پاس پہنچتا ہے اور اس سے وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اس مردے کے وہ پڑوسی جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں پہنچتا وہ غمگین ہو جاتے ہیں۔ تفسیر مظہری

تازہ میت برزخ میں ایسی ہوتی ہے جیسے نئی دلہن سسرال میں کہ اگرچہ وہاں اسے ہر طرح کا عیش و آرام ہوتا ہے مگر اس کا دل میکہ میں پڑا ہوتا ہے جب کوئی آدمی یا کوئی سوغات میکے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی پھر دل لگتے لگتے لگ جاتا ہے اسی طرح تازہ میت کو بھی زندوں کے تحفے یعنی دعا و ایصال ثواب کا بہت انتظار رہتا ہے اسی لئے نئی میت کو جلد از جلد نیاز، تیجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ سے یاد کیا جاتا ہے لیکن یہ حال صرف گناہ گار میت کا نہیں بلکہ نیکوکار بھی اسی طرح منتظر رہتا ہے۔ مشکوۃ المصابیح باب دفن المیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ میری ماں فوت ہوئی ہے اور انہوں نے کسی قسم کی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر انہیں کلام کرنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ دیتی پس کیا اگر میں اس کی جانب سے صدقہ کروں تو اسے ثواب حاصل ہو گا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ صحیح بخاری ص ۳۸۶ صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت قبر میں ڈوبنے والے کی مثل ہوتی ہے جو فریاد کرتا ہے اس وقت میت اپنے ماں، باپ، بہن، بھائی اور دوست، احباب کی دعا و ثواب کی منتظر ہوتی ہے اور جب اس کو دعا و ثواب پہنچتا ہے تو اس وقت میت کو یہ دعا و ثواب دنیا جہاں کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتا ہے بے شک مردوں کے لئے زندوں کی طرف سے بہترین تحفہ دعا و ثواب ہے۔ مشکوۃ شریف باب دفن المیت

ایصال ثواب کے لئے دن مقرر کرنا: فاتحہ، چہلم، عرس اور اہلسنت کے دیگر تمام معمولات کا رجوع اس طرف ہوتا ہے کہ کسی نفلی عبادت کے لئے عرفاً وقت متعین کر لیا جاتا ہے یہ تعیین شرعی نہیں ہے اور ان معین اوقات کے علاوہ بھی ان کاموں کو کرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص ان معین اوقات میں ان عبادات کو کرنا شرعاً لازمی اور ضروری سمجھتا ہے تو یہ بدعت ہے اور گناہ ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی نفلی عبادت جو کسی وقت بھی کی جا سکتی ہو اس کو کسی خاص وقت کو معین کرنے پر کیا دلیل ہے۔

امام بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پیدل یا سوار ہو کر ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے اور حضرت عبداللہ بھی ایسا کرتے تھے۔ روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے درس و وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر کیا ہوا تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ کسی نفلی عبادت کے لئے ہفتہ کے ایام میں سے کسی ایک دن کو معین کر لینا جائز ہے اسی طرح سوئم، چہلم، عرس، گیارہویں، بارہویں وغیرہا کے لئے دنوں اور تاریخوں کی تعیین کرنا جائز ہے البتہ اس تعیین کو لازم اور ضروری سمجھنا بدعت ہے۔

اعتراض: رہا یہ سوال کہ آپ سے ان تاریخون میں ان کاموں کا کرنا ثابت نہیں؟

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ سے ان دنوں میں ان کاموں سے منع کرنا بھی ثابت نہیں ہے۔

انقطاع عمل کی احادیث میں تعارض: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے سوا تین اعمال کے ایک صدقہ جاریہ دوسرا وہ علم دین جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے یا نیک اولاد جو

والدین کے لئے دعا کرتی رہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد انسان کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوا تین عمل کے جب کہ دوسری متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ انسان اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں تلاوت قرآن بھی کرتے ہیں اور ذکر و تسبیح بھی کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں موسی کی قبر پر سے گزرا تو وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا عمل مرنے کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا، لہذا احادیث آپس میں متعارض ہیں۔

انقطاع عمل کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: حدیث میں عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب ہے حقیقت میں عمل مراد نہیں اور جو اللہ کے مقربین قبروں میں عبادات اور اعمال کرتے ہیں ان پر ثواب نہیں قبر میں ان کی عبادت روحانی لذت کے لئے ہوتی ہے اور ثواب ملنے کا دارومدار ظاہری اور دنیاوی زندگی پر ہے برزخی اور اخروی زندگی پر نہیں۔

صدقہ جاریہ کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلاثۃ . رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہے سوا تین اعمال کے۔ جبکہ دوسری حدیث میں فرمایا

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئی. صحیح مسلم

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں بدعت حسنہ یعنی کسی اچھے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی پہلی حدیث میں انسان کے مرنے کے بعد صرف تین اعمال کا ثواب ملتا ہے یعنی اس میں تین اعمال کا حصر ہے جبکہ دوسری حدیث میں ہر نیک ایجاد کئے ہوئے نیک عمل کا ثواب ملتا ہے جو کہ بظاہر تعارض ہے۔

صدقہ جاریہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان میں کوئی تعارض نہیں پہلی حدیث میں تین اعمال کا حصر مقصود نہیں بلکہ تین وہ بہترین اعمال مراد ہیں جن کا تعلق صدقہ جاریہ سے ہے مطلب یہ کہ ہر صدقہ جاریہ کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے جیسے مسجد بنانا، علم دین پھیلانا، سبیل لگا دینا، مدرسہ بنانا، نیک اولاد چھوڑ کر جانا، کوئی بھی نیکی کا کام ایجاد کرنا کہ جس سے دین کو اور مومنین کو فائدہ ملے۔ اور ان میں یہ تین اعمال سب سے بہترین اعمال ہیں اور دوسری حدیث میں بھی صدقہ جاریہ کو بیان کیا گیا ہے کہ نیکی کی بات ایجاد کرنا جس پر بعد والے عمل کرتے رہیں وہ بھی ایک صدقہ جاریہ ہے لہذا اس کا ثواب بھی مرنے کے ملتا رہتا ہے خلاصہ کلام یہ کہ ہر صدقہ جاریہ کہ جس سے لوگ فائدہ حاصل کرتے رہیں چاہے وہ کوئی بھی نیک عمل ہو اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے اور دونوں حدیثوں میں صدقہ جاریہ ہی کا ذکر ہے لہذا تعارض نہیں۔

{حدیث: ۱۹۴}

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ. مسلم بخاری: ۶۸۵۳-۲۳۳۲

جو کسی مومن کو دنیا کی تکلیف سے رہائی دے گا اللہ تعالی اسے روز قیامت کی مصیبتوں سے رہائی عطا فرمائے گا۔ اور جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تعالی دین و دنیا میں اس پر آسانی کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالی دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ جو علم کی تلاش میں کوئی راستہ طے کرے اس کی برکت سے اللہ تعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھے اور آپس میں قرآن سیکھے اور سکھائے تو ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالی انہیں اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے اور جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا۔

من نفس عن مومن کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیامۃ: جو کسی مومن کو دنیا کی تکلیف سے رہائی دے گا اللہ تعالی اسے روز قیامت کی مصیبتوں سے رہائی عطا فرمائے گا۔

اگر کسی کی دنیاوی مصیبتیں دور کرنے سے اللہ تعالی بندے کی آخروی مصیبتیں دور فرما دے تو یہ کوئی مہنگا سودا نہیں خدا کی قسم بہت سستا سودا ہے جنہوں نے ضرورت مندوں کو نوازا اللہ تعالی نے انہیں کس طرح نوازا آپ بھی پڑھ لیں۔

ضرورت مند کی حاجت ستر سالہ عبادت پر غالب آ گئی: روایت میں ہے کہ ایک عابد شخص اپنی جھونپڑی میں لوگوں سے الگ تھلگ ستر سال سے بلا ناغہ عبادت کر رہا تھا ایک دن شیطان نے اسے ایک عورت کے فتنے میں مبتلا کر دیا وہ سات دن رات اس عورت کے ساتھ گناہ کرتا رہا جب اس کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھا تو وہ اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوا اور اللہ کی بارگاہ میں رو رو کر توبہ کی اور وہاں سے رخصت ہو گیا اب اس کی یہ حالت تھی کہ وہ ہر ہر قدم پر نماز پڑھتا اور توبہ کرتا ایک رات وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں بارہ مسکین رہتے تھے وہ بہت تھکا ہوا تھا تھکاوٹ کی وجہ سے وہ ان مسکینوں کے قریب گر پڑا۔ ایک راہب روزانہ ان مسکینوں کو ایک ایک روٹی دیتا تھا جب وہ راہب ان کے پاس آیا تو اس نے روٹی دینا شروع کی اور اس عابد کو بھی مسکین سمجھ کر ایک روٹی دے دی اور ان بارہ مسکینوں میں سے ایک کو روٹی نہ ملی تو اس نے راہب کو کہا آج آپ نے مجھے روٹی کیوں نہیں دی راہب نے کہا میں تو بارہ روٹیاں تقسیم کر چکا ہوں پھر اس نے مسکینوں سے کہا کیا تم میں سے کسی نے دو روٹیاں تو نہیں لے لیں سب نے کہا ہمیں تو صرف ایک ملی ہے راہب نے اس شخص سے کہا شائد تم دوبارہ روٹی لینا چاہتے ہو جاؤ آج کے بعد تمہیں روٹی نہیں ملے گی جب اس عابد نے یہ سنا تو اسے اس مسکین پر بڑا ترس آیا چنانچہ

اس نے وہ روٹی مسکین کو دے دی اور خود بھوکا رہا اور اسی بھوک کی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا جب اس کی ستر سالہ عبادت اور غفلت میں گزری ہوئی سات راتوں کا وزن کیا گیا تو اللہ کی نافرمانی میں گزری ہوئی راتیں اس کی ستر سالہ عبادت پر غالب آ گئیں پھر جب عورت کے ساتھ گزری ہوئی ان سات راتوں کا موازنہ اس کی ایثار کی ہوئی روٹی سے کیا گیا جو اس نے مسکین کو دی تھی تو وہ روٹی ان راتوں پر غالب آ گئی اور اس طرح ایک روٹی ایثار کرنے کی وجہ سے اسکی مغفرت کر دی گئی۔

عیون الحکایات ص ۴۷

ضرورت مند پر اپنی خواہش کو قربان کر دیا: روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر بیمار ہو گئے ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ جب انار کا پہلا پھل بازار میں آئے گا تو وہ انار کھائیں گے ان کی زوجہ محترمہ نے ایک درہم کا انار منگوایا جب انار آ گیا اور آپ نے کھانے کی تیاری کی تو ایک سائل دروازے پر آیا اور کھانے کا سوال کیا آپ نے وہ انار اٹھا کر سائل کو دے دیا آپ کی زوجہ نے ایک اور درہم کا انار منگوایا تو پھر سائل آ گیا آپ نے وہ انار بھی اٹھا کر اسے دے دیا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ کے گھر میں موجود تھی آپ اس وقت روزے کی حالت میں تھیں گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا ایک سائل دروازے پر آیا اور اس نے کھانے کا سوال کیا تو احضرت ام سلمہ نے مجھے فرمایا کہ وہ روٹی اس سائل کو دے دو میں نے روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی اور شام کو پانی کے ساتھ روزہ افطار کیا اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی تو ایک نوجوان بھنی ہوئی بکری اور روٹیاں لے کر کھڑا تھا آپ نے فرمایا الحمد للہ، اللہ نے ہمیں ایثار کا اجر روٹی سے بہتر دے دیا اور آخرت کا اجر اس کے سوا ہے۔

ومن یسر علی معسر یسر اللہ علیه فی الدنیا والآخرۃ: اور جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تعالی دین و دنیا میں اس پر آسانی کرے گا۔

ترجمہ: حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس جب کوئی حاجت مند آتا تو آپ صحابہ کو فرماتے اے صحابہ تنگ دستوں کی سفارش کیا کرو ثواب دئے جاؤ گے۔

معلوم ہوا کہ حاکم سے کسی ضرورت مند کے لئے سفارش کرنا اجر و ثواب ہے کیونکہ نیکی کرنا نیکی کرانا نیکی کا مشورہ دینا سب ہی ثواب ہے۔

ضرورت مند کی سفارش افضل صدقہ ہے: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا سب سے افضل صدقہ زبان کا صدقہ ہے صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ زبان کا صدقہ کیا ہے ارشاد فرمایا تمہاری وہ سفارش جس سے کسی قیدی کو رہائی دلا دو کسی کی جان بچا لو اور کوئی بھلائی اپنے بھائی کی طرف بڑھا دو اور اس کی سفارش کر کے کوئی مصیبت دور کر دو۔

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو اپنے مسلمان بھائی کے کسی نیک کام میں سفارش کرے اور اس کی مشکل میں مدد کرے تو اللہ تعالی پل صراط پر اس کی مدد فرمائے گا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ سفارش کرو تمہیں اجر دیا جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب کوئی ضرورت مند تمہارے پاس آئے تو اس کی سفارش ضرور کرو تمہیں اس کا اجر ضرور ملے گا خواہ تمہاری سفارش قبول ہو یا نہ ہو یعنی سفارش کا قبول ہونا یا

نہ ہونا ایک الگ بات ہے محض سفارش کر لینے سے انسان اجر کا حقدار بن جاتا ہے۔

ومن ستر مسلما سترہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ: جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالی دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا جو اپنے مسلمان بھائی کے چھپے عیب تلاش کرے گا اللہ اس کے عیب ظاہر کر دے گا چاہے اس کے گھر کے ہی کیوں نہ ہوں۔

پردہ پوشی کرنے والوں کا حساب بھی خفیہ ہوگا: ملا علی قاری فرماتے ہیں جو کسی مسلمان کی ایک عیب پوشی کرتا ہے اللہ اس کی سات سو عیب پوشیاں کرے گا۔ جو کسی کا عیب دیکھ کر اس کی عیب پوشی کرے اور خفیہ طریقے سے اس کی اصلاح کرے گا تو اللہ تعالی حشر میں اس کا حساب بھی خفیہ لے گا سب کے سامنے رسوا نہیں کرے گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ مبارک ہے اسے کہ جسے اپنے عیبوں کی تلاش دوسروں کی عیب جوئی سے باز رکھے یعنی اپنے عیب تلاش کرنے میں اور ان کی توبہ کرنے میں اتنا مشغول ہے کہ اسے دوسروں کا عیب تلاش کرنے کا وقت ہی نہیں۔

بدقسمتی سے آج دنیا کا سب سے آسان کام دوسروں کا احتساب ہے اور دنیا کا سب سے مشکل کام خود احتسابی کرنا ہے۔

المرقاۃ لملا علی قاری

بندے کی پردہ پوشی دو وجہوں سے ہوتی ہے: اگر اللہ کی طرف سے بندے کی پردہ پوشی ڈھیل دینے کے لئے ہے تو یہ غضب ہے جس کی سزا آخرت میں سخت تر ہے اگر بندہ کو اس پردہ پوشی کے بعد شرمندگی توبہ کفارہ ادا کرنے کی توفیق مل جائے تو انشاء اللہ یہ ستر رحمت ہے اور اگر بندہ اس ستر سے غلط فائدہ اٹھائے کہ گناہ پر اور زیادہ دلیر ہو جائے تو یہ ستر غضب ہے۔

صوفیا فرماتے ہیں اگر کوئی شخص تجھے تیرے عیب بتائے چاہے وہ تجھ سے حسد بھی کرتا ہو تو اس پر غضب و غصہ نہ کر کیونکہ عیوب سانپ اور بچھو ہیں جو دنیا و آخرت میں تجھے ڈستے ہیں کیونکہ جو شخص تجھے بتائے کہ تیرے کپڑوں کے نیچے سانپ اور بچھو ہیں تو تجھے اس شخص کا احسان مند ہونا چاہئے۔

کتنی بار پردہ پوشی کی جائے: علماء فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کے گناہوں پر کئی بار پردہ کیا گیا ہو اور انہوں نے اس کے باوجود اس گناہ کو ترک نہ کیا ہو ان کا پردہ چاک کرنا واجب ہے کیونکہ بار بار ان کا پردہ رکھنا ان کے گناہوں پر معاونت کرنے کے مترادف ہے جو معصیت گزر چکی ہو اس کا پردہ رکھنا مستحب ہے

حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا اگر تم اپنے بھائی کو اس حال میں سوتا پاؤ کہ ہوا نے اس کے جسم کا کپڑا ہٹا دیا ہو جس کی وجہ سے اس کا ستر ظاہر ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں تم کیا کرو گے انہوں نے عرض کی اس کی ستر پوشی کریں گے اور اسے ڈھانپ دیں گے تو آپ نے فرمایا بلکہ تم اس کا ستر کھول دو گے حواریوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا سبحان اللہ یہ کون کرے گا تو آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے عیوب کے بارے میں جانتا ہو یا اس کے عیب میں سے کچھ سنتا ہو پھر اسے آگے بڑھا چڑھا کر بیان کرے تو یہ اسے برہنہ کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۴۴

ایک شخص کو کسی کبڑے سے محبت ہوگئی دوستوں نے اسے ملامت کی تو کہتا ہے کبڑا ہونا اس کا عیب نہیں بلکہ ایسے ہے کہ جس ٹھنی پر زیادہ پھل ہو وہ نزاکت کی وجہ سے جھک جاتی ہے میرے محبوب میں حسن اتنا زیادہ ہے کہ اس کا بوجھ نہ برداشت کرتے ہوئے نزاکت کی وجہ سے جھک گئی ہے اور کسی کو بھینگے سے پیار ہوگیا تو اس نے بھینگے محبوب کے عیب پر پردہ ڈالتے ہوئے یوں اپنی تسکین کی وہ شوخ اگر بھینگا ہے تو کیا ہوا میں اسی میں خوش ہوں کہ جب وہ غیر کی طرف دیکھتا ہے تو مجھ پر بھی نظر ہو جاتی ہے۔

جو شخص مسلمانوں کے کسی ایسے عیب یا لغزش پر مطلع ہو جس سے حد واجب ہوتی ہو یا تعزیر واجب ہوتی ہو یا اس سے اس کو عیب یا عار لاحق ہوتا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس پر پردہ رکھے اور اس کام میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور جو شخص ایسے کسی کام میں مبتلا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے ستر سے اپنے آپ کو مستور رکھے اور جس نے ایسا نہیں کیا اور اس نے حد کا اقرار کر لیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور کسی حدیث میں اس سے ممانعت نہیں ہے بلکہ احادیث میں یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی موجب حد کام کیا اور اس پر حد لگ گئی تو وہ حد اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کا استحباب اس وقت ہے جب وہ تنہائی میں گناہ کرے اور وہ اس پر نادم ہو اور اگر وہ سر عام کوئی گناہ کبیرہ کرے اور اس پر اصرار کرے تو پھر اس کو عدالت سے سزا دلوانا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانا واجب ہے کیونکہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم فاجر یعنی اعلانیہ گناہ کرنے والے کے عیب کے ذکر کی رعایت کرتے ہو اس میں جو عیوب ہیں ان کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں اور اس سے بچیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر امتی کو معاف فرمائے گا سوائے ان کے جو علی الاعلان گناہ کرتے ہیں اور اعلانیہ گناہ کرنے کی یہ بھی صورت ہے کہ کوئی مرد رات کو کوئی گناہ کرے اور پھر جب صبح ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھ لیا ہو پھر وہ کہے اے فلاں میں نے رات کو اس طرح اور اس طرح برا کام کیا حالانکہ اس نے اس طرح رات گزاری تھی کہ اس کے رب نے اس کا پردہ رکھ لیا تھا اور صبح کو وہ اللہ کے رکھے ہوئے پردہ کو خود کھول دے۔ مشکوٰۃ المصابیح باب الکبائر

روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جا رہے تھے راستے میں ایک شخص نے عرض کی اے موسیٰ اللہ رب العزت سے پوچھنا مجھ سے خطا سرزد ہوگئی ہے اور میں نے اس سے معافی بھی مانگ لی ہے کیا میری خطا معاف ہوگئی حضرت موسیٰ نے کہا ٹھیک ہے واپسی پر حضرت موسیٰ نے اسے بشارت دی کہ تیری توبہ قبول کر لی گئی ہے کچھ عرصہ بعد پھر اس کی ملاقات حضرت موسیٰ سے ہوئی اور اس نے پھر عرض کی مجھ سے ایک اور خطا سرزد ہوگئی ہے میں نے توبہ بھی کر لی ہے کیا میری توبہ قبول ہوگئی واپس پر پھر حضرت موسیٰ نے اسے بشارت دی کہ تیری توبہ قبول ہوگئی تیسری بار پھر اس کی ملاقات حضرت موسیٰ سے ہوئی تو اس بار اس نے پھر وہی سوال دہرایا لیکن اس بار اس نے حضرت موسیٰ پر اپنا گناہ بھی ظاہر کر دیا کہ مجھ سے فلاں گناہ سرزد ہوا کیا میری توبہ قبول ہوگئی جب حضرت موسیٰ نے اللہ کی بارگاہ میں اس شخص کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے غضب ناک ہو کر فرمایا اے موسیٰ اس شخص نے پہلے اپنے گناہ کو چھپایا تھا تو میں نے بھی اس کی پردہ پوشی کی

لیکن اس بار اس نے اپنا گناہ تجھ پر ظاہر کر کے اپنا حق ستر ختم کر دیا لہذا جا کر اس کو بتا دے کہ اگر تو رو رو کر آنسوؤں کی جگہ خون بھی بہا دے تو تیری توبہ اب کبھی قبول نہیں کروں گا۔ عیون الحکایات ص ۲۶۵

ومن سلك طريقا يلتمس فيه علما: جو علم کی تلاش میں راستہ چلا۔

علماء فرماتے ہیں علم باعمل یعنی ایسا علم جس پر عمل کیا جائے کل ہمارا گواہ اور ہمارا شافعی ہوگا اور علم بے عمل یعنی ایسا علم جس پر عمل نہ کیا جائے ہمارے خلاف گواہ ہوگا۔ یاد رہے کہ کوئی عمل بذات خود برا نہیں بلکہ نتیجہ اور نیت کے لحاظ سے برا بن جاتا ہے اگر کوئی علم بذات خود برا ہوتا تو پروردگار کو نہ ہوتا۔

علماء فرماتے ہیں کہ علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ، مال کی سخاوت سے علم کی سخاوت افضل ہے کیوں نہ ہو کہ حضور ابر رحمت ہیں علمائے دین اس کا تالاب حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم مال و دولت سے بہتر ہے کیونکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی حفاظت تجھے کرنی پڑتی ہے مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے علم حاکم ہے اور مال محکوم۔

یاد رہے کہ ہدایت اور علم ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین، بدمذہب اور فتنہ باز علماء کہ ان کے پاس علم تو ہے پر ہدایت نہیں، کبھی ہدایت نصیب ہو جاتی ہے مگر بہت سا علم نہیں ہوتا جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں اور ہدایت کی دولت سے مالا مال ہیں، کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہو جاتے ہیں جیسے اس امت کے باعمل اور درد دل رکھنے والے علمائے دین۔ ہدایت علم سے افضل ہے اسی لئے حضور نے اس کا ذکر پہلے کیا علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔

وما اجتمع قوم فى بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله: اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھے اور آپس میں قرآن سیکھے اور سکھائے تو ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں پر رشک ہے ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اور وہ دن رات اسے پڑھتا ہو اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ دن رات اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو۔

ذکر، ذاکر، اور مذکور کا فرق: قرآن کے فضائل بعض عمومی ہیں یعنی سارے قرآن کے فضائل اور بعض خصوصی یعنی بعض صورتیں بعض صورتوں سے افضل ہیں۔ جن آیات میں حمد و نعت ہو وہ ذکر بھی افضل، ذاکر بھی اعلیٰ اور مذکور بھی بہتر مگر جن آیات میں کفار کا ذکر ہے وہاں ذکر اعلیٰ ذاکر افضل مگر مذکور بدترین مخلوق اسی لئے قل ھو اللہ احد تین بار پڑھنے سے سارے قرآن کی تلاوت کا ثواب ہے کہ یہ حمد کی سورت ہے اور تبت یدا تین سو بار بھی پڑھ لیں تو بھی یہ ثواب نہیں کعبہ معظمہ سارا ہی خدا کا گھر ہے مگر رکن اسود بہت اعلیٰ ہے مسجد ساری بیت اللہ ہے مگر محراب و منبر اعلیٰ ہیں۔

یاد رہے کہ قل کی تلاوت سے پورے قرآن کا ثواب ملنا اور ہے اور ختم تلاوت قرآن کچھ اور یہاں ثواب کا ذکر ہے نہ کہ ادائے ختم قرآن کا جیسے اطباء کہتے ہیں کہ ایک گرم کئے ہوئے منقہ میں ایک روٹی کی طاقت ہے مگر پیٹ روٹی ہی سے

بھرتا ہے کوئی شخص دو وقت تین تین منقے کھا کر زندگی نہیں گزار سکتا۔ لہذا کوئی شخص تین بار قل پڑھ کر نہیں کہہ سکتا کہ میں نے قرآن کا ختم کرلیا۔ اسی طرح علماء فرماتے ہیں نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے مگر ثواب اور چیز ہے ادائے فرض اور چیز لہذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا فرض ادا کرنے سے ادا ہوتا ہے۔

فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے لہذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور کے کان مبارک پر ہوا اور اسرار و احکام کا نزول حضور کے دل پر ہوا تلاوت سے علم فقہ افضل۔

یاد رہے کہ قرآن عمل کے لئے ہے نہ کہ محض پڑھنے کے لئے کیونکہ دوا کھانے پینے اور برتنے کے لئے ہوتی ہے محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ملتی۔ قرآن پڑھنا قرآن سننا سب فائدہ مند ہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سننے سے فائدہ ہوتا ہے بیمار عشق کے لئے محبوب کا ذکر سننا بہت مفید دوا ہے لیموں یا ترش چیزوں کا ذکر کرو تو منہ میں پانی بھر آتا ہے۔

تلاوت قرآن کے فضائل: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی ایک قرآن کہ یہ بندوں کے لئے اللہ کی بارگاہ میں جھگڑا کرے گا۔ یعنی اس کا جھگڑا ناز کا جھگڑا ہوگا جیسے بچہ جھگڑا کر کے اپنے والدین سے مانگتا ہے اور اپنی بات منوالیتا ہے اسی انداز کا جھگڑا قرآن اپنے پڑھنے والے کے لئے کرے گا اور اس کو بخشوا کر جنت میں لے جائے گا۔ مشکوۃ المصابیح باب فضائل القرآن

ایک حدیث پاک میں فرمایا دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اس زنگ سے نجات کا کوئی طریقہ؟ فرمایا موت کی کثرت سے یاد اور تلاوت قرآن پاک۔

ایک مرتبہ ہندوؤں کا نامور پنڈت، رام چند صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی کے پاس گیا اور کہنے لگا مجھے تمہاری کتاب قرآن مجید کے چودہ پارے حفظ ہیں تم بتاؤ تمہیں ہماری کتاب،، وید،، کتنی حفظ ہے آپ نے فرمایا دوبارہ یہ بات مت کہنا ورنہ بہت ذلیل و رسوا ہو جائے گے اس نے کہا آپ باتیں نہ بنائیں اگر آپ کو ہماری وید یاد ہے تو سنائیں تو آپ نے فرمایا نادان یہ تو میرے قرآن کا کمال اور معجزہ ہے کہ دشمن کے سینے میں بھی پیوست ہو گیا اور یہ تمہارے وید کا نقص ہے کہ تمہیں خود بھی وید اتنا حفظ نہیں جتنا تمہیں قرآن حفظ ہے یہ سن کہ پنڈت کو چپ لگ گئی اور وہاں سے چلتا بنا۔ یاد رہے کہ دنیا کی کسی کتاب کو حفظ کرنا اتنا آسان نہیں جتنا قرآن مجید کو حفظ کرنا آسان ہے۔

ذکر اللہ کے وقت فرشتے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں: بزرگ فرماتے ہیں آج پورا عالم اسلام □ ایک عجیب بے چینی اور کرب میں مبتلا ہے اور ہر شخص اس بے چینی کے حل کے لئے طرح طرح کے جائز و ناجائز حیلے ہتھکنڈے اختیار کرتا ہے کبھی شراب و کباب کی محفلوں میں کبھی سینما گھروں اور جنسی ناولوں کے مطالعہ میں سکون کی تلاش میں مگن ہے، آخر سکون کہاں ملے تو اس کا حل قرآن پاک نے یہ بیان کیا کہ،، سن لو اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا چین ہے،،۔ گویا آج کی بے چینی اور بے سکونی کا سبب اللہ کے ذکر سے غفلت ہے اللہ کا ذکر دل کی غذا ہے اور دل اگر غذا نہ پائے تو بے چین نہ ہو تو کیا ہو۔

بوعلی سینا حضرت ابوالحسن خرقانی کی مجلس میں حاضر تھا جبکہ آپ اسم اللہ کے ذکر اور اس کے فضائل بیان کر رہے تھے تو بوعلی سینا کے دل میں خیال آیا کہ جب تک پانی پیالہ جائے خالی پانی پانی کہنے سے پیاس تو نہیں بجھے گی اور پیٹ میں درد ہو تو دوائی کھانے سے ہی درد ٹھیک ہوگا نہ کہ دوائی دوائی کہنے سے لہذا یہ لفظ اللہ میں تاثیر کہاں سے آ گئی حضرت ابوالحسن نے اپنے کشف سے بوعلی سینا کے خیال کو جان لیا اور فرمایا اے خر یعنی اے گدھے تو کیا جانے کہ اللہ کے نام میں کیا برکات ہیں بوعلی سینا یہ سنتے ہی لال پیلا ہو گیا اور غصے سے بولا آپ نے مجھے گدھا کیوں کہا؟ تو آپ نے فرمایا میں نے تو صرف ایک لفظ ہی بولا ہے تو تیری یہ حالت ہو گئی نادان جب ایک جانور گدھے کے دو حرفی نام میں اتنا اثر ہے کہ تیرا چہرہ سرخ ہو گیا تو میرے خدا کے نام کی تاثیر کا علم کیا ہوگا۔

کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ ذکر و اذکار کی مجلس میں نیند آ جاتی ہے جبکہ سینما میں کئی کئی گھنٹے بھی بیٹھے رہیں تو نیند نہیں آتی تو انہوں نے فرمایا فلم اور ڈرامہ کانٹوں کا بستر ہے اور کانٹوں پر کسے نیند آتی ہے جبکہ محفل ذکر پھولوں کی سیج ہے اس پر نیند کیوں نہ آئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح اللہ کے ذکر میں لذت اور سکون ملنا چاہئے ہمیں اس طرح ذکر میں لذت نہیں ملتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یاد رکھیں کہ جب مرض کی وجہ سے مریض کا منہ کڑوا ہو جاتا ہے تو اس کو کوئی غذا اچھی نہیں لگتی اسی طرح ہم بھی گناہوں کے مریض ہیں ہمارا دل گناہوں کے زنگ میں مبتلا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیں ذکر اللہ میں وہ لذت اور سکون نہیں ملتا جو ملنا چاہئے لیکن یاد رکھیں کہ جس طرح مریض دوا اور غذا کا استعمال ترک نہیں کرتا اسی طرح ہمیں بھی ذکر و عبادت اور اللہ کی یاد کو ترک نہیں کرنا چاہئے دل لگے یا نہ لگے اللہ کے ذکر میں لگے رہو جب گناہوں سے شفا ملے گی تو ذکر و عبادت کی لذت بھی ملنا شروع ہو جائے گی۔

ذاکر کی موت پر زمین و آسمان روتے ہیں نیز ذکر سے کیا ملتا ہے: بزرگ فرماتے ہیں دنیا داروں کا ذکر کرنے سے امیری ملتی ہے خدا کا ذکر کرنے سے فقیری ملتی ہے اور کامیابی کا دار و مدار امیری پر نہیں فقیری پر ہے نہ امیر کامیاب نہ وزیر کامیاب، کامیاب ہے تو اللہ کی بارگاہ کا فقیر کامیاب،، یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ،، لوگو تم اللہ کے فقیر ہو۔ یقین نہ آئے تو دیکھو لوراوی کے اس پار شاہدرہ میں دنیا کے بادشاہ کا مزار ہے جہاں چڑیا بھی نہیں جاتی اگر جاتی بھی ہے تو بیٹ کرنے کے لئے اور راوی کے اس پار بھاٹی گیٹ کے باہر اللہ کے فقیر کا دربار ہے مگر حقیقت میں دین کے بادشاہ کا دربار ہے جہاں دنیا کے بادشاہ آ کر سلامی دے رہے ہیں اور آدھی رات کو جاؤ تو بھی یوں لگتا ہے جیسے سارا لاہور داتا دربار میں آیا ہوا ہے۔ جب کوئی مومن بندہ مر جاتا ہے زمین پکارتی ہے کہ اللہ کا بندہ وفات پا گیا تو زمین و آسمان رو پڑتے ہیں تو اللہ تعالی زمین اور آسمان سے رونے کی وجہ پوچھتا ہے تو زمین و آسمان جواب دیتے ہیں اے اللہ جب بھی یہ بندہ کسی کونے پر گزرتا تو تیرا ذکر کرتا۔

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں حیرت ہے ان لوگوں پر جو مردہ جسم پر تو روتے ہیں لیکن اس پر نہیں روتے جس کا دل مردہ ہو جائے حالانکہ مردہ دلی مردہ جسم سے زیادہ سخت حادثہ ہے۔ غافل لوگوں میں ذکر کرنے والا ایسے ہے جیسے میدان جنگ سے بھاگنے والوں میں جہاد کرنے والا جس طرح خشک درخت پر سر سبز و شاداب شاخ جس طرح اندھیرے

گھر میں چمکتا ہوا چراغ اور اللہ تعالی مرنے سے پہلے اس ذاکر کو جنت میں اپنا ٹھکانہ دکھا دیتا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے پس جب وہ مجھے اکیلا یاد کرے تو میں اس کو اکیلا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں مجھے یاد کرے تو میں اس کو اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں اگر وہ میری طرف ایک بالشت چل کر آئے تو میں ہاتھ بھر اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ احیاء العلوم فضائل ذکر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتے اللہ تعالی کا ذکر کرنے والوں کو راستوں میں تلاش کرتے رہتے ہیں اور جب انہیں ذکر الہی کرنے والے لوگ مل جاتے ہیں تو ندا کرتے ہیں کہ ہماری مراد پوری ہوگئی ذکر کرنے والے مل گئے ہیں پھر فرشتے ان ذکر کرنے والوں کو آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں پھر جب فرشتے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ ان سے دریافت فرماتا ہے اے میرے فرشتو میرے بندے کیا کر رہے تھے حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے وہ عرض کرتے ہیں یارب وہ تیری تسبیح وتحمید اور تیری بزرگی کا تذکرہ کر رہے تھے پھر اللہ تعالی دریافت فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے تو وہ عرض کرتے ہیں تیری ذات کی قسم انہوں نے تجھے ہرگز نہیں دیکھا اللہ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا کرتے وہ عرض کرتے ہیں پھر تو تیری عبادت وتسبیح وعظمت کا بیان اور زیادہ کرتے اللہ فرماتا ہے وہ کیا مانگ رہے تھے وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ وہ جنت طلب کر رہے تھے اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے وہ عرض کرتے ہیں نہیں اللہ فرماتا ہے اگر اسے دیکھ لیتے تو وہ عرض کرتے ہیں تو اور زیادہ اس کی حرص اور طلب کرتے اور مزید رغبت رکھتے اللہ فرماتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں یارب کریم وہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے اللہ تعالی فرماتا ہے اگر وہ جہنم کو دیکھ لیتے تو کیا کرتے وہ عرض کرتے ہیں وہ اس سے فرار ہونے کے لئے اور زیادہ کوشش کرتے اور بہت زیادہ ڈرتے تو اللہ فرماتا ہے گواہ ہو جاؤ میں نے ان سب کی مغفرت فرما دی ان میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یاالہی ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو ذکر کرنے والوں میں سے نہیں تھا بلکہ اپنے کسی کام سے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا اللہ فرماتا ہے اے فرشتو جو ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ جائے وہ بھی محروم نہیں رہتا میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ ایضا

جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا:

جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا: سرکار مدینہ ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا مطلب یہ کہ نسبی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہیں کر سکتی۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم

کوئی کتنا بڑا خاندانی ہو خاندانی طور پر جتنا بڑا معزز ہو وہ بھی اعمال صالحہ کا محتاج ہے لہذا اس کی خاندانی شرافت اس کے اعمال میں نہ اضافہ کر سکتی ہے نہ اس کی نسبی شرافت اس کے اعمال کی کمی کو پورا کر سکتا ہے حضرت نوح کی کشتی میں ہر قسم کی مخلوق یعنی کتے، بلے، جانور، پرندے سب کو سوار ہونے کی اجازت تھی لیکن اعلی نسب بیٹے کنعان کو سوار ہونے کی رخصت نہ تھی ہر جانور کے لئے جگہ تھی لیکن کنعان کے لئے اس کشتی میں کوئی جگہ نہ تھی۔ لیکن یہ بات ذہن میں ضرور رکھنی

چاہئے کہ اعلی نسبی کی بالکل ہی کوئی شرافت نہیں ایسی بات نہیں ہے حضور ﷺ کی اولاد اعلی نسب ہے لہذا ان کی شرافت بھی ثابت ہے مقصد یہ ہے کہ اعلی نسب والے اعمال سے بے پرواہ نہ ہو جائیں وہ بھی اعمال کے محتاج ہیں۔

نسب پر تکبر کرنا زمانہ جاہلیت کا رواج تھا: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ نے تم سے زمانہ جاہلیت کا تکبر دور فرما دیا اپنے ماں باپ پر فخر مت کرو انسان یا تو مومن ہیں یا کافر سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان دو قسم کے ہیں یا مومن یا کافر اور کسی کی پیدائش سونے چاندی سے نہیں ہوئی سب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں پھر تکبر کیسا اور تکبر کس بات پر، اعمال اچھے کر لو اچھے ہو جاؤ گے۔

انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے اور مٹی کی فطرت خشکی ہے اس کی خشکی صرف بارش سے ہی دور ہوتی ہے بارش ہونے پر اس پر سبزہ پھل پھول سب اگتے ہیں۔ یونہی اگر انسان پر توفیق کی بارش نہ ہو تو انسان محض خشکا ہے اگر نبوت کے بادل سے توفیق وہدایت کی بارش ہو تو اس میں ولایت تقوی کے پھل پھول لگتے ہیں۔

خاندان پہچان کے لئے ہیں تکبر کے لئے نہیں: نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو اللہ تعالی نے تم سے جاہلیت کا بوجھ اور اپنے آباواجداد پر فخر وتکبر کو دور کر دیا ہے لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ جو متقی پرہیزگار ہیں اور اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں اور دوسرے وہ جو فاسق وفاجر ہیں اللہ کے نزدیک بدبخت اور ذلیل ہیں تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اللہ فرماتا ہے ہم نے تم کو گروہوں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت اور پہچان کر سکو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی پرہیزگار ہے۔ صحیح بخاری باب زہد وتقوی

نسبی فضیلت کی آیت اور حدیث میں تعارض: حدیث مذکور میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا یعنی نسب سے کسی کے نہ تو عمل میں اضافہ ہوگا اور نہ ہی نسب کوئی فائدہ دے گا جبکہ آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے فرمایا:

انی فضلتکم علی العالمین،، بے شک ہم نے تم کو سارے زمانے پر فضیلت دی،،

اس آیت میں اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو تمام عالم میں افضل قرار دیا جس سے معلوم ہوا کہ نسب اعمال میں نفع دیتا اور یہ فضیلت کا بھی باعث ہے۔

نسبی فضیلت کی آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق: اس کا جواب یہ ہے کہ خاندانی نسب اور چیز ہے اور نسب الرسول اور چیز جس حدیث میں کہا گیا کہ جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا اس سے مراد خاندانی اور قومی نسب ہے اور آیت میں جس نسب کی فضیلت بیان ہوئی اس سے مراد نسب الرسول ہے یعنی انبیاء کی اولاد ہونا جیسے حضرت فاطمہ کی فضیلت کہ آپ دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں اور جنت کی عورتوں کی سردار ہیں حضور کی اولاد ہونے کی وجہ سے اسی طرح بنی اسرائیل کو اس وجہ سے عالمین پر فضیلت ہے کہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں اس وجہ سے نہیں کہ وہ بڑے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں لہذا آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث:۱۹۵}

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم: إن أول النَّاس يقضى عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أمر بِهِ فسحب على وَجهه حَتَّى ألقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعلم ليقال عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ (ص:72) نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ.

مسلم: ۴۹۲۳

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا اس کو لایا جائے گا اللہ تعالی اس کو دی ہوئی نعمتیں یاد دلائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا پھر اللہ تعالی فرمائے گا تم نے ان نعمتوں کے مقابلے میں کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتی کہ میں شہید ہو گیا اللہ تعالی فرمائے گا تم جھوٹ کہتے ہو تم نے اس لئے جہاد کیا تھا تا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں سو تو بہادر کہلوادیا گیا پھر اللہ تعالی کے حکم سے اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا پھر ایک عالم کو لایا جائے گا جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اللہ تعالی اس کو اپنی دی ہوئی نعمتیں یاد دلائے گا جس کا وہ اعتراف کرے گا اللہ تعالی فرمائے گا تم نے ان نعمتوں کے مقابلے میں کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور علم پڑھایا اللہ تعالی فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا تم نے اس لئے علم حاصل کیا تھا تا کہ لوگ تم کو عالم کہیں سو دنیا میں تو عالم کہلوادیا گیا پھر اللہ کے حکم سے اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ایک سخی کو پیش کیا جائے گا جس کو اللہ نے مال میں وسعت دی تھی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا فرمایا تھا اللہ تعالی اس کو اپنی دی ہوئی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ اس کا اعتراف کرے گا اللہ تعالی فرمائے گا تم نے ان نعمتوں کے مقابلے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے اپنے مال کو نیکی کے ہر اس راستے پر خرچ کیا جو تجھ کو پسند ہے اللہ تعالی فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا تم نے تو یہ اس لئے کیا تھا تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں سو دنیا میں تجھے سخی کہہ دیا گیا پھر اللہ تعالی کے حکم سے اس کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

بروز قیامت سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ کیا ہوگا وہ ایک شہید ہوگا:

سب سے پہلے حساب کی احادیث میں تعارض: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا۔ جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا ان دونوں حدیثوں میں اول حساب کے بارے میں تعارض ہے۔

سب سے پہلے حساب کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اولیت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ اولیت اضافی ۲۔ اولیت حقیقی جس حدیث میں کہا گیا کہ سب سے پہلے شہید کے بارے میں سوال ہوگا اس سے مراد اولیت اضافی ہے یعنی جب ریا کاروں کا حساب ہوگا تو ان میں سب سے پہلے شہید ریا کار کا حساب ہوگا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر چیز سے پہلے ریا کار کا حساب ہوگا اور جس حدیث میں کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب ہوگا اس سے مراد اولیت حقیقی ہے یعنی ہر چیز سے پہلے اگر حساب ہوگا تو وہ نماز کے بارے میں ہوگا لہذا اب کوئی تعارض نہیں۔

کیا واہ واہ سے ثواب ختم ہو جاتا ہے؟

پس تو شہید، عالم اور سخی کہلوالیا گیا: اللہ تعالی فرمائے گا تیری واہ واہ ہو چکی لہذا آج تیرے لئے کوئی اجر نہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر واہ واہ سے ثواب ختم ہوتا ہے تو مقربین کی تو ہر پل واہ واہ ہو رہی ہے تو کیا ان کا اجر ثواب بھی ختم ہو جائے گا کیونکہ واہ واہ کی وجہ سے شہید کا ثواب ختم کر دیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بھی کوئی نیک عمل صرف دکھانے کے لئے کیا جائے اور مقصد اپنی واہ واہ کروانی ہو تو دنیا میں لوگوں کی زبانوں سے اس کی تعریف کروا کر اس کا عوض دنیا میں ہی اسے دے دیا جاتا ہے اس لئے اس کا ثواب ختم کر دیا جاتا ہے اور اگر کوئی نیک عمل اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے اور خلوص نیت کے ساتھ کیا جائے اور دکھاوا بھی مقصود نہ ہو اب اگر اس پر واہ واہ ہو جائے تو اس واہ واہ سے ثواب نہ کم ہوتا ہے اور نہ ختم ہوتا ہے جیسے سرکار دو عالم ﷺ کی ہر دور میں ہر جگہ واہ واہ ہو رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی ہر طرف بلے بلے ہے تو اس سے ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی اور نہ واہ واہ ان کے عمل کا عوض ہوتی ہے کیونکہ ان کا ہر عمل اللہ کی رضا کے لئے ہوتا تھا۔

معلوم ہوا کہ جیسے اخلاص والی نیکی جنت ملنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی ریا والی نیکی جہنم اور ذلت حاصل ہونے کا سبب ہے، اس حدیث میں ریا کار شہید، ریا کار عالم، ریا کار سخی ہی کا ذکر ہوا اس لئے کہ انہوں نے بہترین عمل کئے تھے اور عبادات میں یہ اعمال بہت بڑے اعمال تصور کئے جاتے ہیں جب یہ عمل ریا سے برباد ہو گئے تو دیگر اعمال کا کیا پوچھنا۔

اخلاص والا کم عمل بغیر اخلاص والے زیادہ عمل سے بہتر ہے: عقل مند لوگ زیادہ عمل میں کوشش نہیں کرتے بلکہ اخلاص کی کوشش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قدر و قیمت، صاف شفاف اور صیقل چیز کی ہوتی ہے کثرت کی نہیں ہوتی ایک سچا موتی ہزار ٹھیکریوں سے بڑھ کر ہوتا ہے جو لوگ زیادہ نمازیں پڑھتے ہیں اور کثرت سے روزے رکھتے ہیں اور نمازوں میں اخلاص اور خضوع اور خشوع کے درپے نہیں ہوتے نہ روزوں میں للٰہیت کے جذبے کی کوشش کرتے ہیں اپنی نمازوں اور روزوں کی بڑی تعداد سے دھوکہ کھاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ بے مغز اخروٹوں کے ڈھیر کی کیا قدر و قیمت ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص اپنے عمل لوگوں کو سنائے تو اللہ تعالی اپنی مخلوق کے کانوں کو تو سنا دے گا لیکن اسے حقیر و ذلیل اور جھوٹا کر دے گا۔

ایک اور جگہ فرمایا اللہ تعالی تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے

یعنی صورت جب سیرت سے خالی ہو ظاہر باطن سے خالی ہو مال صدقات وخیرات سے خالی ہو تو رب نظر رحمت نہیں فرماتا۔ لہذا صور بھی اچھی بناؤ اور سیرت بھی اچھی حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اعمال تو اچھے کرلو اور صورت بھگوان داس کی سی بناؤ رب تعالی صورت بگاڑنے والوں کے اچھے اعمال سے بھی خوش نہیں ہوتا۔

ریا کی عبادت ناجائز نہیں ہوتی: علما فرماتے ہیں ریا سے عبادت ناجائز نہیں ہوجاتی بلکہ نامقبول ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اگر ریا کار آخر میں ریا سے توبہ کرلے تو اس پر ریا کی عبادت کی قضا واجب نہیں بلکہ اس توبہ کی برکت سے گزشتہ نامقبول ریا کی عبادت بھی مقبول ہوجاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ عبادات میں اللہ تعالی کے ساتھ رسول کی رضا کی نیت ریا نہیں بلکہ عبادت کا کمال ہے کہ حضور کی رضا اللہ کی رضا ہے۔ ریا کار کے عمل کو اللہ تعالی دنیا و آخرت میں مشہور کردیتا ہے لیکن عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ۔ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ بعض لوگ اپنے صدقات وخیرات اخباروں دیواروں اور اشتہاروں میں لکھواتے ہیں اور لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کررہے ہوتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی۔ ایسے ریا کار بجائے نیک نام ہونے کے بدنام ہوجاتے ہے۔ اس کی عبادات تو مشہور نہیں ہوتی لیکن اس کے خفیہ گناہ مشہور ہوجاتے ہیں۔

اپنے عمل ظاہر ہونے پر خوش ہونا ریا نہیں: حضور کی بارگاہ میں عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ ایک شخص اچھا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں تو کیا یہ بھی ریا ہے فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔ مطلب یہ کہ جو کام اللہ کے لئے چھپ کر کر وخود بخود اس کا چرچا ہوجاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نور ان کے عمل کو شائع کردیتا ہے۔ لہذا یہ ریا نہیں بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ یاد رہے ریا صرف عبادات میں ہوتی ہے معاملات اور دنیا کے دوسرے کام میں ریا نہیں کیونکہ معاملات تو دکھانے کے لئے ہی ہوتے ہیں ان میں ریا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ریا کاروں کا انجام: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب الحزن یعنی غم کا کنواں سے اللہ کی پناہ مانگو صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ جب الحزن کیا چیز ہے آپ نے فرمایا جہنم کی ایسی وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس میں کون داخل ہوگا آپ نے فرمایا اس کو ریا کاروں کے لئے تیار کیا گیا ہے جو ریا کاری کے لئے عمل کرتے ہیں۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لئے عمل کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنی جیب میں خوب کنکریاں بھر کر اسے نمایاں کرتے خریداری کے لئے بازار چلا گیا جب لوگوں نے اس کی ابھری ہوئی جیب دیکھی تو حیرت سے کہنے لگے واہ بھئی دیکھو تو سہی اس کی جیب کس قدر رقم سے بھری ہوئی ہے مگر اسے لوگوں کی اس واہ واہ کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں ملے گا کیونکہ وہ جونہی ہی دکاندار کو دام ادا کرنے کے لئے اپنی جیب سے رقم کے بدلے پتھر نکالے گا ذلیل ورسوا ہوجائے گا اسی طرح دکھانے اور سنانے کے لئے عمل کرنے والے ریا کار کو لوگوں کی طرف سے بولے جانے والے تعریفی کلمات کے علاوہ کوئی نفع حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے قیامت کے دن کوئی ثواب ملے گا۔

{حدیث:۱۹۶}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فضلوا وأضلوا

بخاری، مسلم: ۱۰۰_۶۷۹۶

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی علم کھینچ کر نہیں اٹھائے گا کہ اپنے بندوں سے کھینچ لے بلکہ علماء کی وفات کی وجہ سے علم اٹھا لے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے جن سے مسائل دینی پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے: بزرگ فرماتے ہیں تلوار کے فتنہ سے علمی فتنہ بڑا ہے خونخوار ظالم ایک آدمی کی زندگی ختم کرتا ہے مگر فتنہ گر گمراہ عالم ہزارہا خاندانوں کی روحانی زندگی تباہ کر ڈالتا ہے۔ محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں کہ پاخانے پر بیٹھنے والی مکھی امیروں اور حاکموں کے دروازوں پر جانے والے عالم وقاری سے اچھی ہے کہ وہ نجاست لے کر آتی ہے اور یہ دین دے کر اور ظلم لے کر آتے ہیں۔

ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جارہے تھے: سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں جس رات ہم کو معراج میں سیر کرائی گئی تو ہم ایک ایسی قوم پر سے گزرے جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جارہے تھے ہم نے پوچھا یہ کون ہیں تو جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت کے واعظین ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ علماء فرماتے ہیں اس میں خطباء واعظین بے عمل عالم شاعر سب داخل ہیں۔ یاد رہے بے عمل عالم سے بدعمل عالم زیادہ برا بھی ہے خطرناک بھی۔ فی زمانہ واعظین اور علماء عمل کا وعظ کرتے ہی نہیں شعر خوانی خوش الحانی اور قصے کہانی میں وقت پورا کرتے ہیں عام جلسے گویا حلال سینما ہیں کہ سننے والے بھی تماشائی اور ذہنی عیاش ہوتے ہیں۔

مومن کو بے دین سے ایسی علیحدگی چاہئے کہ موت وزندگی میں ان سے الگ رہے جان بچانا ہے تو سانپ سے بھاگو
ایمان بچانا ہے تو بے دینوں سے بھاگو۔

اللہ کو دنیا کا عالم ناپسند ہے: یعنی جو کوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے اور زبان کو منہ میں گھمائے یعنی بہت بولے بے احتیاطی سے بولے اس کے ذریعے روزی کمائے بے احتیاطی سے کھائے جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھما کر چارہ پکڑتی منہ میں لے جاتی ہے اچھی بری چیزوں میں فرق نہیں کرتی۔ اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ور واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لئے تقریریں کرتے ہیں۔ لوگوں کو خوش کرنے کے سوا اور کوئی غرض نہیں رکھتے ملا علی قاری ایک حدیث نقل فرماتے ہیں اللہ تعالی دنیا کے عالم آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے۔

سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی کچھ جانتا ہو تو بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو تو کہہ دے مجھے علم نہیں اللہ جانتا ہے۔مطلب یہ کہ کوئی عالم دین اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے ہماری بے علمی علم سے زیادہ ہے۔حضرت علی سے سرمنبر ایک مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں وہ گستاخ بولا کہ آپ بے علمی کے باوجود منبر پر کیوں کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا کہ میں بقدر علم منبر پر چڑھا ہوں اگر بقدر جہالت چڑھتا تو آسمان پر پہنچ جاتا۔

حضرت عمر سے سوال ہوا میوہ اور چاول میں کیا فرق ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔امام شافعی فرماتے ہیں حضرت امام مالک سے چالیس مسائل پوچھے گئے آپ نے چھتیس مسائل میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔امام ابوحنیفہ سے پوچھا گیا دھر کیا چیز ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔احیاء العلوم باب العلم

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدتر درجہ والا عالم وہ ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔یعنی علم ایک درخت ہے عمل اس کا پھل بڑا بدنصیب وہ شخص ہے جو اپنے درخت کا پھل خود نہ کھائے جاہل بے عمل کو ایک عذاب ہے اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب۔جب عالم صرف باتیں تو اچھی کرے مگر اس کا اپنا دل نور سے اور بدن علم کے اثر سے خالی ہو تو وہ اس اندھے کی طرح ہے جو دوسروں کے لئے تو چراغ جلائے لیکن اپنے چراغ سے خود فائدہ حاصل نہ کر سکے۔علماء فرماتے ہیں کہ عالم کے بگڑنے سے عالم بگڑ جاتا ہے اور عالم کے سنبھلنے سے پورا عالم سنبھل جاتا ہے عالم مسلمانوں کے جہاز کا کپتان ہے ترے گا تو سب کو لے کر اور ڈوبے گا تو سب کو لے کر، آج جتنے فرقے مسلمانوں میں بنے سب علمائے سوء کی مہربانی سے اور اس کے باوجود اسلام اصلی رنگ میں موجود ہے۔

یاد رہے کہ بے عمل عالم اس اندھے چراغ والے کی طرح ہے جو اپنے چراغ سے خود فائدہ نہ اٹھائے لوگ فائدہ اٹھا لیں۔بزرگ فرماتے ہیں عالم کو چاہئے کہ وہ اس سوئی کی طرح نہ ہو جو دوسروں کے لباس تو سیتی ہے مگر خود ننگی رہتی ہے یا اس چراغ کی بتی کی طرح نہ ہو جو دوسروں کو تو روشن کرتی ہے مگر خود جل جاتی ہے۔حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں علم عمل کو پکارتا ہے اگر وہ اس کو جواب دے تو ٹھیک ورنہ علم چلا جاتا ہے۔

{حدیث:۱۹۷}

وَعَنْ شَقِيقٍ: كَانَ عبد الله يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذكرتنا كُلَّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذٰلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا-بخاری،مسلم:۷۰، ۱۲۹

حضرت شقیق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے ایک شخص نے عرض اے ابوعبد الرحمن میری خواہش ہے کہ آپ ہر روز وعظ فرمائیں تو آپ نے فرمایا میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں کسی کو ملال میں □ ڈال دوں میں تمہارا ایسے ہی خیال رکھتا ہوں جیسے نبی کریم ﷺ اپنے وعظ میں ہمارا خیال رکھتے تھے ملال کے خوف سے۔

دینی رسومات کے لئے دن مقرر کرنے کی دلیل: اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے لئے دن اور وقت مقرر کرنا شرک یا حرام نہیں سنت صحابہ ہے۔اسی لیے اب دینی مدرسوں کی امتحان و تعطیل کے لئے دن اور مہینے اور تعلیم کے لئے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں لہذا میلاد شریف، فاتحہ، عرس وغیرہ کے لئے دن مقرر کرنا جائز ہیں اسے حرام کہنا غلطی ہے۔مرقاۃ نے اسی جگہ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود نے جمعرات کو وعظ کے لئے اس لیئے منتخب کیا کہ یہ دن جمعہ کا پڑوسی ہے اس کی برکت جمعہ تک پہنچے گی۔بعض لوگ ہر جمعرات کو میلاد شریف اور مُردوں کی فاتحہ کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

فاتحہ، چہلم، عرس اور اہلسنت کے دیگر تمام معمولات کا رجوع اس طرف ہوتا ہے کہ کسی نفلی عبادت کے لئے عرفاً وقت متعین کر لیا جاتا ہے یہ تعیین شرعی نہیں ہے اور ان معین اوقات کے علاوہ بھی ان کاموں کو کرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص ان معین اوقات میں ان عبادات کو کرنا شرعاً لازمی اور ضروری سمجھتا ہے تو یہ بدعت ہے اور گناہ ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی نفلی عبادت جو کسی وقت بھی کی جاسکتی ہو اس کو کسی خاص وقت کو معین کرنے پر اس کے علاوہ اور کیا دلیل ہے۔

امام بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پیدل یا سوار ہو کر ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے اور حضرت عبداللہ بھی ایسا کرتے تھے۔روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے درس و وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر کیا ہوا تھا۔

لہذا معلوم ہوا کہ کسی نفلی عبادت کے لئے ہفتہ کے ایام میں سے کسی ایک دن کو معین کر لینا جائز ہے اسی طرح سوئم چہلم، عرس، گیارہویں، بارہویں وغیرہا کے لئے دنوں اور تاریخوں کی تعیین کرنا جائز ہے البتہ اس تعیین کو لازم اور ضروری سمجھنا بدعت ہے۔

اعتراض: رہا یہ سوال کہ آپ سے ان تاریخوں میں ان کاموں کا کرنا ثابت نہیں؟

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ سے ان دنوں میں ان کاموں سے منع کرنا بھی ثابت نہیں ہے۔

{حدیث:۱۹۸}

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ-بخاری:۹۵

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی کوئی لفظ بولتے تو اسے تین بار دہراتے تاکہ سمجھ لیا جائے اور جب کسی قوم پر تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو سلام تین بار کرتے۔

سلام کی احادیث میں تعارض: حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے۔ جبکہ مذکورہ حدیث میں حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی کوئی لفظ بولتے تو اسے تین بار دہراتے

تا کہ سمجھ لیا جائے اور جب کسی قوم پر تشریف لاتے اور انہیں سلام کرتے تو سلام تین بار کرتے۔ دونوں احادیث میں تعارض کیوں؟

سلام کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: سلام ایک بار کرنا ہی سنت ہے جیسا کہ ایک سلام والی حدیث میں مذکور ہے اور جس حدیث میں آپ نے تین بار سلام کیا اس میں ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا، دوسرا ملاقات کا، تیسرا رخصت کا سلام ہے، لہذا یہ حدیث دوسری حدیث کے خلاف نہیں لہذا تعارض بھی نہ رہا۔

{حدیث:۱۹۹}

عَن أبي مَسْعُود الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاء رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي فَقَالَ مَا عِنْدِي فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَدُلُّهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مثل أجر فَاعله. مسلم: ۴۸۹۹

حضرت ابو مسعود انصاری سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا عرض کی کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے مجھے سواری دیجئے فرمایا میرے پاس نہیں ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اسے وہ آدمی بتاتا ہوں جو اسے سواری دے دے تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بھلائی کی طرف راہنمائی کرے اسے بھلائی کرنے والے کی طرح اجر ملتا ہے۔

عرض کی مجھے سواری دیجئے فرمایا میرے پاس نہیں:

حضور ﷺ کے کبھی ،،نا،، نہ کہنے کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں حضرت ابو مسعود انصاری سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا عرض کی کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے مجھے سواری دیجئے فرمایا میرے پاس نہیں۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جب بھی کوئی سائل آیا تو آپ نے کبھی ،،نا،، نہ کی ان دونوں حدیثوں میں تعارض کیوں؟

حضور ﷺ کے کبھی ،،نا،، نہ کہنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: جس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی ،،نا،، نہ کی اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے سے موجود کسی چیز کے بارے میں ،،نا،، نہ کی بلکہ وہ چیز موجود تھی تو فوراً عطا فرما دی اور جس حدیث میں آپ نے نا کی اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت وہ چیز میرے پاس موجود نہیں اس لئے ،،نا،، کر دی اگر ہوتی تو ،،نا،، نہ کرتا لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث:۲۰۰}

وَعَن جرير قَالَ: (كُنَّا فِي صدر النهار عند رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ (ص: 73) فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ (إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رقيبا) وَالْآيَةُ الَّتِي فِي الْحَشْرِ (اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ) تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتَّى قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجَزُ عَنْهَا بل قد عجزت قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ. مسلم: ۲۳۵۱

روایت ہے حضرت جریر سے فرماتے ہیں کہ ہم صبح سویرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک قوم آئی جو ننگی اور کمبل پوش تھی تلواریں گلے میں ڈالے تھے ان میں عام بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر سے تھے ان کا فاقہ دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا لہذا اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان و تکبیر کہی پھر نماز پڑھی پھر خطبہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا آخر آیت رقیبًا تک اور وہ آیت تلاوت فرمائی جو سورہ حشر میں ہے اللہ سے ڈرو ہر شخص غور کرے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا انسان اپنے دینار درہم اپنے کپڑے گندم وجو کے صاع میں سے خیرات کرے حتی کہ فرمایا کھجور کی کھانپ ہی سہی فرماتے ہیں کہ ایک انصاری تھیلی لائے جس کے وزن سے ان کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک ہی گیا پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا حتی کہ میں نے کھانے کپڑے کے ڈھیر دیکھے تا آنکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا کہ چمک رہا ہے گویا سونے کی ڈلی ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کاربند ہوں ان کا ثواب کم ہوئے بغیر اور جو اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی بدعملی کا گناہ ہے اور ان کی بدعملیوں کا جو اس کے بعد ان پر کاربند ہوں اس کے بغیر ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو۔

مسجد کے اندر مانگنے کی احادیث میں تعارض: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک قوم آئی جو ننگی اور کمبل پوش تھی ان کا فاقہ دیکھ کر رحمت دوعالم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا پھر آپ نے اذان اور نماز کے بعد مسجد میں خطبہ دیا اور ان کے لئے صدقہ و خیرات اکٹھا کیا۔ جب کہ دوسری حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے مسجد کے اندر سوال کرنے اور بھیک مانگنے سے منع فرمایا۔

مسجد کے اندر مانگنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جس حدیث میں آپ ﷺ نے مسجد کے اندر مانگنے سے منع فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ذات کے لئے مسجد کے اندر سوال یعنی بھیک نہیں مانگ سکتا اور جس حدیث میں آپ ﷺ نے فقراء کے لئے سوال کیا اور ان کے لئے مسجد کے اندر صدقہ وخیرات مانگا اور اکٹھا کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے لئے سوال کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مسجد میں مانگنا جائز ہے الغرض اپنے لئے مسجد میں مانگنا جائز نہیں اور کسی حاجت مند کے لئے مانگنا جائز ہے۔

مذکورہ حدیث میں صدقہ کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا صدقہ مال کم نہیں کرتا، مزید فرمایا صدقہ رب کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔ صدقہ یا زکاۃ دینے والے کا مال ہر سال بڑھتا ہی رہتا ہے تجربہ ہے کہ جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کر لیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافے کے بھر لیتا ہے گھر کی رکھی بوریاں چوہے سسری وغیرہ آفات سے ہلاک ہو جاتی ہیں۔

سب سے زیادہ سخت کون؟: سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا زمین ہلنے لگی تو پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور انہیں زمین میں گاڑھ دیا تو زمین ٹھہر گئی فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب کیا بولے الہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں لوہا ہے عرض کیا یا الہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں آگ ہے عرض کیا الہی کیا تیری مخلوق میں آگ سے بھی زیادہ کوئی چیز سخت ہے فرمایا ہاں پانی ہے بولے یا الہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں ہوا ہے بولے اے پروردگار کیا تیری مخلوق میں ہوا سے بھی زیادہ کوئی چیز سخت ہے فرمایا ہاں وہ انسان جو دائیں ہاتھ سے خیرات کرے اور بائیں سے چھپالے۔ شعب الایمان واحیاء العلوم

سبحان اللہ چھپ کر صدقہ کرنے میں کتنی عظمت ہے۔ یہاں تشبیہات کا مقصد یہ ہے کہ لوہا پہاڑ سے اس لئے سخت ہے کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا اور آگ لوہے سے اس لئے سخت ہے کہ آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے کہ اور پانی آگ سے اس لئے سخت ہے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جب کہ پانی اس میں بند ہو اگر آڑ ہٹا دی جائے تو پانی آگ بجھاتا ہے اور ہوا پانی سے اس لئے سخت ہے کہ کیونکہ ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اڑا کر پھرتی ہے اور سمندر میں تلاطم پیدا کرتی ہے جس سے وہاں طوفان برپا ہو جاتا ہے اور ہر چیز سے انسان کا چھپ کر نیکی یا صدقہ کرنا ہے کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر دیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت، سمندر اور ہوا سے زیادہ طوفانی ہے نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلاوے کو پسند کرتا ہے یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہذا بڑا بہادر ہے۔ نیز خفیہ صدقہ سے غضب الہی کی آگ بجھتی ہے رضاء الہی حاصل ہوتی ہے یہ نعمتیں پہاڑ لوہے آگ پانی سے حاصل نہیں ہو سکتی لہذا یہ صدقہ سب سے بہتر۔

کسی کو برا جان کر ہاتھ نہ روکو: کسی آدمی کو گناہ گار سمجھ کر اس کے ساتھ نیکی اور صدقہ خیرات سے منہ نہیں موڑنا چاہئے کیونکہ ہم خود کتنے گناہ گار ہیں اس کے باوجود اللہ تعالی اپنے جود و کرم کا ہاتھ ہم سے نہیں کھینچتا اگر کسی شخص کو برا جان کر ہم اس

کی مدد سے اپنا ہاتھ روک لیں اور اپنی داد و دہش کا دروازہ اس پر بند کر دیں تو اس کی ضرورت تو کسی اور دروازے سے پوری ہو جائے گی لیکن اگر اللہ تعالی کو یہ بات بری لگ گئی اور اس نے اپنی دین کا دروازہ ہم پر بند کر دیا تو ہمارے لئے تو پھر کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

صدقہ کرنے والے کو بادل نے سیراب کیا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ ایک شخص نے جنگل میں بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کر وہ بادل چل پڑا اور اس نے بجری والی زمین پر پانی برسایا وہاں کے نالوں میں سے ایک نالہ بھر گیا وہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے گیا وہاں ایک شخص باغ میں کھڑا ہوا اپنے پھاوڑے سے پانی کو ادھر ادھر کر رہا تھا اس شخص نے باغ والے سے پوچھا اے اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے اس نے اپنا وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا اس شخص نے پوچھا اے اللہ کے بندے تم نے میرا نام کیوں پوچھا اس نے کہا جس بادل نے اس باغ میں پانی برسایا ہے میں نے اس بادل سے یہ آواز سنی تھی فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کر واس نے تمہارا نام لیا تھا تم اس باغ میں کیا کرتے ہو اس نے کہا اب جب تم نے یہ بتایا ہے تو سنو میں اس باغ کی پیداوار پر نظر رکھتا ہوں اس میں سے ایک تہائی کو میں صدقہ کر دیتا ہوں ایک تہائی میں سے میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور باقی ایک تہائی کو میں اس باغ میں لگا دیتا ہوں اس شخص نے کہا ہاں اسی وجہ سے تو اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ مکاشفۃ القلوب باب الصدقہ

احسان جتا کر صدقہ ضائع مت کرو: صدقہ کر کے اس کا احسان جتانا ایسا ہے کہ جیسے جس شخص کا بہت پھل دار باغ ہو وہ جب بوڑھا اور کمانے سے عاجز ہو اور اس پر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا بوجھ بھی ہو تو اس وقت اس کو اس باغ کی بہت سخت ضرورت ہوگی ایسے میں اگر وہ باغ کسی آگ والے بگولے سے جل جائے تو اس کے نقصان اور محرومی کا کیا عالم ہوگا۔ اسی طرح انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اور فقرا و مساکین کو صدقہ وخیرات کر دے اور اس کو یہ امید ہو کہ آخرت میں جب وہ نیک عمل کرنے سے بالکل عاجز ہوگا اور اس کو نیکیوں پر اجر و ثواب کی سخت ضرورت ہوگی اور کہیں اور کی ذریعہ سے کسی نیکی کے ملنے کا امکان نہیں ہوگا اور اس کی واحد امید وہ صدقہ وخیرات ہوں جو اس نے دنیا میں کئے ہوں گے پھر اس کو اچانک معلوم ہو کہ اس نے ان صدقات پر جو احسان جتایا تھا اور فقرا کو طعنے دے کر اذیت پہنچائی تھی اس سے وہ تمام صدقات ضائع ہو چکے تو اس شخص کی محرومی اور مایوسی کا عالم کیا ہو۔

سارا مال صدقہ کر دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا میں نے دل میں کہا آج میں ابوبکر صدیق سے نیکیوں میں آگے نکل جاؤں گا لہذا میں آدھا مال لے کر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے عمر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو میں نے عرض کی یا رسول اللہ جتنا لے کر آیا ہوں اتنا مال گھر والوں کے لئے چھوڑا ہے تھوڑی دیر بعد ابوبکر بھی اپنا مال لے کر آ گئے حضور ﷺ نے پوچھا اے ابوبکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں جو مال موجود تھا سب آپ کی بارگاہ میں حاضر کر دیا ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا میں ابوبکر سے نیکیوں میں کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ صحیح بخاری باب الصدقہ

ناکارہ مال صدقہ کرنے کی مذمت: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں لوگوں کو صدقہ کرنے میں رغبت نہیں تھی اگر کوئی صدقہ کرتا بھی تو وہ کھجوروں کے ایسے خوشے لے کر آتے جن میں سوکھی ہوئی ردی اور بے کار کھجوریں ہوتیں اور وہ ان کو آکر لٹکا دیتے اسی طرح ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی ایک شخص نے صدقہ میں ردی کھجوریں لٹکائی ہوئی تھیں آپ نے ان کھجوروں کے خوشے پر لاٹھی ماری اور فرمایا ان کھجوروں کو صدقہ کرنے والا اگر چاہتا تو ان سے عمدہ کھجوروں کا صدقہ کرسکتا تھا یہ صدقہ کرنے والا قیامت کے دن ردی کھجوریں ہی کھائے گا۔ شعب الایمان باب الصدقہ

{حدیث: ۲۰۱}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ. وَسَنَذْكُرُ حَدِيثَ مُعَاوِيَةَ: لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي فِي بَابِ ثَوَابِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى-بخاری، مسلم: ۳۳۳۵، ۳۳۷۹

حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی ظلماً قتل نہیں کیا جاتا مگر اس کے خون ناحق میں حضرت آدم کے پہلے فرزند کا حصہ ضرور ہوتا ہے کہ اسی نے پہلے ظلماً قتل ایجاد کیا۔

بدعت سیہ کی ایک قدیم مثال:

ہر خون ناحق میں آدم کے پہلے فرزند کا حصہ ضرور ہوتا ہے: مذکورہ حدیث میں قابیل کا اپنے بھائی ہابیل کا قتل کرنا بدعت سیئہ کی ایک قدیم مثال ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا من سن فی السلام سنة سئية كان عليه وزرها و ورز من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزاهم شئى. صحیح مسلم

جو شخص اسلام میں بدعت سیہ یعنی کسی برے طریقے کو ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی گناہ ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے پیچھے مردوں پر زیادہ مضر فتنہ عورتوں سے بڑھ کر کوئی نہ چھوڑا۔ ایک حدیث میں فرمایا عورتوں کے معاملے میں محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورت کے متعلق ہوا۔

یعنی دنیا میں مردوں کے لئے عورتیں بڑے فتنہ کا باعث ہیں کہ عورت کے سبب آپس کی عداوت لڑائی جھگڑے بلکہ خون ریزی بہت ہوگی عورت ہی حب دنیا کا ذریعہ ہے اور حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ علماء فرماتے ہیں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اپنی بہن عقلیمہ کے عشق میں ظلماً قتل کر دیا یہ زمین پر پہلا گناہ تھا جو عورت کی وجہ سے ہوا۔

بنی اسرائیل میں گائے کا واقعہ بھی ایک عورت کی وجہ سے ہوا ایک اسرائیلی نے اپنے چچا سے درخواست کی کہ مجھے اپنی بیٹی بیاہ دو اس نے انکار کیا اس کے بھتیجے نے اسے قتل کر دیا تا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کر لے اور اس کے مال کا وارث بن جائے اسی واقعہ پر گائے کا واقعہ پیش آیا جو سورہ بقرہ میں موجود ہے۔

بلعام باعورا کا واقعہ بھی ایک عورت کی وجہ سے پیش آیا بلعام باعورا کو اسم اعظم یاد تھا اور اسی اسم کی وجہ سے وہ مقبول

الدعا تھا جب موسی نے قوم جبارین پر لشکر کشی کی تو بلعام کی قوم نے موسی پر بددعا کرنے کے لئے اس سے درخواست کی وہ نہ مانا تب قوم نے اس پر حسینہ عورت پیش کی اور کہا کہ اگر تو موسی پر بددعا کرے تو ہم اس کا نکاح تجھ سے کردیں گے تب اس نے موسی پر بددعا کرنی چاہی جو خود اس پر پڑی اور اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی۔

برائی ایجاد کرنے والا توبہ کرلے لیکن برائی ختم نہ ہو تو کیا گناہ لکھا جاتا رہے گا؟ اگر کسی شخص نے کوئی برائی ایجاد کی اور بعد میں اس نے توبہ کرلی لیکن اس کی برائی مسلسل بڑھتی رہی تو کیا اس کی توبہ قبول ہوگی اور اس کی ایجاد کی ہوئی برائی اس کے کھاتے میں لکھی جاتی رہے گی یا لکھنا بند ہوجائے گی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ توبہ کے لئے اگرچہ یہ بھی ضروری ہے کہ جو برائی ایجاد کی اس کو بھی ختم کیا جائے لیکن اگر برائی ختم کرنے کی استطاعت نہ ہو اور وہ سچے دل سے توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہوجائے گی اور انشاء اللہ اس کے کھاتے میں لکھی جانے والی برائی کا سلسلہ بھی ختم ہوجائے گا۔

{حدیث: ۲۰۲}

عَنْ كثير بن قيس قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دمشق فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ إِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ". رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارِمِيُّ وَسَمَّاهُ التِّرْمِذِيُّ قَيْسَ بْنَ كَثِيرٍ

ابوداؤد، ترمذی، احمد، ابن ماجہ، دارمی: ۳۶۴۱، ۲۶۸۲، ۲۲۰۵۸، ۲۲۳، ۳۴۲

کثیر ابن قیس سے روایت ہے کہ میں حضرت ابو درداء کے ساتھ جامع مسجد دمشق میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا اے ابو درداء میں رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ سے آپ کے پاس ایک حدیث سننے کے لئے آیا ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ حدیث آپ روایت فرماتے ہیں اس کے سوا مجھے اور کوئی کام نہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جو علم کی تلاش کے لئے کوئی راستہ طے کرے تو اللہ تعالی اسے جنت کی راہوں میں سے کوئی راہ پر چلا دیتا ہے اور بے شک فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں بے شک عالم دین کے لئے آسمان اور زمین کی چیزیں اور پانی کی مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات میں چاند کی فضیلت تاروں پر علماء نبیوں کے وارث ہیں پیغمبروں نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا بلکہ انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔

شہر مدینہ سے آپ کے پاس ایک حدیث سننے کے لئے آیا ہوں: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو علم کی تلاش کے لئے کوئی راستہ طے کرے تو اللہ تعالی اسے جنت کی راہوں میں سے کوئی راہ پر چلا دیتا ہے اور بے شک فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں علماء فرماتے ہیں کہ علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ، مال کی سخاوت سے علم کی سخاوت افضل ہے کیوں نہ ہو کہ حضور ابر رحمت ہیں علمائے دین اس کا تالاب حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم مال و دولت سے بہتر ہے کیونکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی حفاظت تجھے کرنی پڑتی ہے مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے علم حاکم ہے اور مال محکوم۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات میں چاند کی فضیلت تاروں پر۔

کیا ہر نبی نے وراثت میں علم چھوڑا حالانکہ بعض انبیاء کے پاس کثیر مال تھا؟

علماء نبیوں کے وارث ہیں: علماء نبیوں کے وارث ہیں پیغمبروں نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا بلکہ انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا حکیم الامت فرماتے ہیں جب مورث اتنے اعلی تو وارث کیسے شاندار ہوں گے مجتہد علما رسولوں کے وارث ہیں اور غیر مجتہد یعنی عام علماء نبیوں کے وارث خیال رہے کہ علمائے اسلام حضور کے وارث ہیں اور چونکہ حضور تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہذا علمائے کرام تمام نبیوں کے وارث ہوئے بعض انبیاء تارک الدنیا تھے جنہوں نے کچھ بھی جمع نہیں کیا جیسے حضرت یحیٰ اور حضرت عیسی اور بعض انبیاء نے بہت مال رکھا جیسے حضرت سلیمان اور حضرت داود لیکن کسی نبی کی مالی میراث تقسیم نہیں ہوئی ان کا چھوڑا ہوا سارا مال دین کے لئے وقف ہو جاتا ہے اور تا قیامت علماء ہی ان کے وارث ہیں اسی لئے علماء کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے۔

{حدیث: ۲۰۳}

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ: " ذُكِرَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْآخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى معلم النَّاس الْخَيْرَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَقَالَ حسن غَرِيب وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ مَكْحُولٍ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ: رَجُلَانِ وَقَالَ: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: (إِنَّمَا يَخْشَى الله من عباده الْعلمَاء. وسرد الحَدِيث إِلَى آخِره-ترمذی،دارمی:۲۶۸۵،۲۸۹

حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں سے ایک عالم اور دوسرا عابد تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنی پر پھر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی اور اس کے فرشتیاور آسمان اور زمین کی تمام مخلوق حتی کہ چینٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں صلوۃ بھیجتی ہیں لوگوں کو علم دین سکھانے والے پر۔

ان اللہ وملائکتہ لیصلون علی معلم الناس الخیر:

صلاۃ کی حدیث اور آیت میں تعارض: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا **ان اللہ وملائکتہ لیصلون** علی معلم الناس،، بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں لوگوں کو علم سکھانے والے پر۔

جبکہ آیت میں ارشاد باری ہے ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی،، بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔

درود پاک غیر نبی کے لئے تبعا جائز نہیں بلکہ یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے لہذا ان دونوں حدیثوں میں تعارض کیوں؟

صلاۃ کی حدیث اور آیت میں تعارض کی تطبیق: درود پاک رحمت کو کہتے ہیں اور رحمت کی دو قسمیں ہیں رحمت خاصہ اور رحمت عامہ جس حدیث میں اللہ اور فرشتوں نے علماء پر درود بھیجا اس سے عام رحمت مراد ہے اور جس آیت میں اللہ اور فرشتوں نے حضور ﷺ پر درود بھیجا اس سے خاص رحمت مراد ہے لہذا نہ تو آیت اور حدیث میں کوئی تعارض ہے اور نہ درود میں علماء کرام حضور ﷺ کے ساتھ برابر ہیں۔

الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے بارے میں مفصل بحث: درود و سلام میں حرف ندا،، یا،، استعمال کرنے پر بعض لوگ سخت اختلاف کرتے ہیں اس لئے ہم اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنا ضروری سمجھتے ہیں اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے ساتھ درود پاک پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ بے حد و بے حساب اجر و ثواب کا باعث بھی ہے اور یہ درود پاک جامع بھی ہے مختصر اور کامل بھی ہے کہ اس میں درود کا بھی ذکر ہے اور سلام کا بھی اور قرآن پاک بھی ایسے ہی درود کا متقاضی ہے کہ جس میں درود بھی ہو اور سلام بھی اس کے ثبوت پر قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے نظریات اور دلائل موجود و مذکور ہیں۔ اور آخر میں اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کئے جائیں گے

قرآن پاک سے ثبوت

خوب درود و سلام بھیجو: ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے غیب بتانے والے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم میں درود اور خوب سلام بھیجو۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں درود اور سلام دونوں کا ذکر ہے اور حکم بھی مطلق ہے کہ جو مرضی درود پڑھیں اور قرآن کے مطلق کو اپنی طرف سے مقید کرنا جائز نہیں ہے اور مذکورہ درود پاک اس آیت اور اس کے حکم پر عمل کا بہترین مصداق ہے لہذا آیت پاک سے معلوم ہوا کہ الصلاۃ والسلام علیک یارسول جامع اور کامل درود پاک ہے۔

احادیث سے ،،الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ﷺ،، کا ثبوت

شجر و حجر درود پڑھتے :

عن علی بن ابی طالب قال کنت مع النبی ﷺ بمکۃ فخرجنا فی بعض نواحیھا فما استقبلہ جبل ولا شجر الا و ھو یقول السلام علیك یا رسول اللہ ﷺ ۔ جامع ترمذی ج۲ ص ۲۵۔ مشکوۃ شریف ص ۵۴۰

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مکہ شریف میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا ہم مکہ کے بعض اطراف میں نکلے تو جو بھی پہاڑ اور درخت راستے میں آتا وہ آپ ﷺ کو

السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ کہتا۔

شجر و حجر درود پڑھتے :

کان النبی اذا خرج لحاجۃ ای لحاجۃ الانسان ابعد حتی لا یری ببناء و یفضی الی الشعاب و بطون الاودیۃ فلا یمر بحجر ولا شجر الا قال الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ۔ سیرت حلبیہ ج۱ ص۲۲۰

ترجمہ: علامہ علی بن ابراہیم حلبی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو جب اللہ تعالی نے نبوت کا سہرا سجانے کا ارادہ فرمایا اور جب آپ قضائے حاجت کے لئے جاتے تو اتنی دور جاتے کہ آبادی نظر نہ آئے پھر آپ ﷺ وہاں گھاٹیوں میں رفع حاجت فرماتے تو وہاں کے پتھر اور شجر یوں کہتے

الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ﷺ

راستے کی ہر چیز درود پڑھتی :

اذا اراد ان یقضی حاجۃ الانسان بعد عن الناس حتی لا یری شیئا فلا یمر بحجر ولا شجر ولا مدر الا یقول الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ۔ حاشیۃ الجمل ج۱ ص۱۶

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو لوگوں سے دور چلے جاتے یہاں تک کہ جب کوئی نظر نہ آتا اور آپ جس پتھر، درخت اور کنکری کے پاس گزرتے تو وہ یوں عرض کرتے

الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

درخت کا درود و سلام:

عن بریدۃ قال سال اعرابی النبی ﷺ آیۃ فقال لہ قال لتلك الشجرۃ رسول اللہ ﷺ یدعوك قال فمالت الشجرۃ عن یمینھا و شمالھا و بین یدیھا و خلفھا فتقطعت عروقھا ثم جائت تخد الارض تجر عروقھا معبرۃ حتی وقفت بین یدی رسول اللہ ﷺ فقالت السلام علیك یا رسول اللہ ﷺ

الشفاء ج ۱ ص ۵۷۴

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے معجزے کا سوال کیا تو آپ ﷺ

نے اس کو فرمایا جاؤ اور اس درخت کو کہو تمہیں اللہ کے نبی ﷺ بلا رہے ہیں تو درخت دائیں بائیں آگے پیچھے جھکا اور اپنی جڑوں کے ساتھ زمین چیرتا ہوا غبار اڑاتا رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر کہا

السلام علیك یا رسول اللہ ﷺ

اعرابی کا درود و سلام: روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی صحابہ کرام کے پاس آیا اور اس نے کہا کیا آپ نے ابھی ظہر کی نماز ادا نہیں کی صحابہ نے کہا نہیں ابھی نبی کریم ﷺ اپنے دولت خانہ میں تشریف فرما ہیں تو وہ زور زور سے کہنے لگا

الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ﷺ

پھر بیٹھ گیا۔ معارج النبوت مترجم ج ۳ ص ۶۳۷

حضرت علی کا درود و سلام:

عن علی فکنت آتیہ کل سحر فاقول السلام علیك یا نبی اللہ ۔ سنن نسائی ج ۳ ص ۱۲

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ہر روز سحری کے وقت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر

السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ کہتا ہوں

اکابرین اہل سنت کا عقیدہ

حضرت جبرئیل کا عقیدہ: امام ابن جوزی اور امام جلال الدین سیوطی نبی کریم ﷺ کی ولادت کے احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جب نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی

الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ۔ بیان المیلاد النبوی ص ۱۳۳ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۵۵

حضرت موسی کا عقیدہ: امام غزالی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو فرمایا اے موسی اگر تو چاہتا ہے کہ میں تیری زبان پر تیرے کلام سے تیرے دل میں تیرے خیالات سے تیرے جسم میں تیری روح سے تمہاری آنکھوں میں تمہاری بصارت سے اور تیرے کانوں میں تیری سماعت سے زیادہ قریب ہو جاؤں تو آپ محمد عربی ﷺ کی بارگاہ میں کثرت سے درود و سلام

الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ﷺ،، پڑھا کر ۔ مکاشفۃ القلوب ص ۵۴

امام شہاب الدین خفاجی کا عقیدہ:

المنقول انھم کانوا یقولون فی تحیۃ الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ﷺ ۔ نسیم الریاض ج ۵ ص ۱۸

ترجمہ: نقل کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم ﷺ کو اس طرح تحیہ پیش کیا کرتے تھے

الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ۔

امام ابن جوزی کا عقیدہ: علامہ ابن جوزی کی کتاب التذکرہ فی الوعظ کے خطبہ میں یہ درود پاک مذکور ہے۔

الصلاة والسلام عليك يا سيد الانام ۔ التذکرة فی الوعظ ج۱ ص۸۳

ابن حجر عسقلانی کا عقیدہ:

فالتقدير اللهم اجعل السلام عليكم كما تقدر فى قولنا الصلاة والسلام عليك يارسول الله ﷺ فان المعنى اللهم اجعل الصلاة والسلام على رسول الله ﷺ. الامتاع بالاربعين ج۱ ص۸۶

ترجمہ: اہل قبور کو سلام کرنے کی مراد اور مقصد بیان کرتے ہوئے ابن حجر فرماتے ہیں،، اس کی مراد یہ ہے کہ اے قبر والو اللہ تعالیٰ تم پر سلامتی نازل فرمائے جیسا کہ ہمارے اس قول،، الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ،، کی مراد ہوتی ہے کیونکہ اس کا معنی بھی یہ ہے کہ اے اللہ تو رسول کریم ﷺ پر درود وسلام نازل فرما۔

علامہ عمر بن ابراہیم حنفی کا عقیدہ: علامہ عمر حنفی امام سیوطی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ ربیع الآخر ۷۸۱ پیر کے دن عشاء کی اذان کے بعد نبی کریم ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا پھر اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا ہر اذان کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا پھر میں نے علامہ سخاوی ۹۰۲ کی القول البدیع میں یہ پڑھا کہ شعبان ۷۹۱ میں قاہرہ اور مصر کے موذنوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر اذان سے فارغ ہونے کے بعد کئی مرتبہ یہ پڑھیں،، الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ،، اور یہ معلوم ہے کہ صلوۃ وسلام پڑھنا قرب کا ذریعہ ہے اور بہت احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ خصوصا اذان کے بعد کی دعا سے پہلے۔ النہر الفائق ج۱ ص۱۷۲

علامہ اسماعیل حقی کا عقیدہ: علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تفسیر روح البیان میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس طرح درود وسلام پیش کیا ہے۔

الصلاة والسلام عليك يارسول الله الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله

الصلاة والسلام عليك يا خليل الله الصلاة والسلام عليك يا صفي الله

الصلاة والسلام عليك يا نجي الله الصلاة والسلام عليك يا خير خلق الله تفسیر روح البیان ج۷ ص۲۳۶

میر سید علی ہمدانی کا عقیدہ:

الصلاة والسلام عليك يا رسول الله یعنی رحمت خدا وسلام بر تو باد اے حضرت محمد ﷺ فرستادہ خدا ۔ شرح اوراد فتحیہ ص۱۰۶

ترجمہ:

علامہ سید محمود بخاری کا عقیدہ: اگر کوئی شخص دن اور رات کو نیک نیتی سے خلوص دل کے ساتھ درج ذیل درود پاک پڑھے گا تو ہر قسم کی آفات وبلیات سے محفوظ رہے گا۔

الصلاة والسلام عليك يارسول الله الصلاة والسلام عليك يا نبي الله

الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا عقیدہ: دیوبندیوں کے پیشوا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنی تصنیف ضیاء القلوب میں نقل فرماتے ہیں تہجد کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں تہجد کی بارہ رکعتیں سلاموں سے پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں تین تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ تین یا پانچ یا سات بار ہاتھ اٹھا کر،، اللھم طھر قلبی،، آخر تک پڑھے اور توبہ واستغفار کے بعد استغفر اللہ اکیس بار پڑھ کر درود،،

الصلاة والسلام عليك يا رسول الله،،

تین بار عروج ونزول کے طریقے پر پڑھے۔ ضیاء القلوب ص۱۴

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں،، الصلاة والسلامُ عليك يا رسول الله ﷺ،،

خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے لہ الخلق والامر امر مفید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔ امداد المشتاق ص۵۹

اشرف علی تھانوی کا عقیدہ: اشرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب شکر النعمت میں لکھتے ہیں،، یوں جی چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے

الصلاة والسلام عليك يارسول الله ۔ شکر النعمت ص۱۸

ایک اور جگہ لکھتے ہیں آج کی مجلس ذکر میں ذکر کی بجائے الصلاة والسلام عليك يارسول الله پڑھیں گے اور تصور یہ کریں گے کہ ہم روزہ پاک پر کھڑے ہیں۔ ماہنامہ المناظر اسلام ص۴۶۰

مصنف فضائل اعمال زکریا دیوبندی کا عقیدہ: امیر تبلیغی جماعت محمد زکریا صاحب لکھتے ہیں

السلام عليك يارسول الله السلام عليك يا نبي الله ۔ کی بجائے

الصلاة والسلام عليك يارسول الله الصلاة والسلام عليك يا نبي الله

اسی طرح اخیر تک سلام کے ساتھ الصلاۃ کا لفظ بھی بڑھا دے تو زیادہ اچھا ہے۔

فضائل اعمال فضائل درود شریف ص۲۴،۲۵

حسین احمد دیوبندی کا عقیدہ: وہابیہ خبیثہ یہ صورت نکالتے ہیں اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب سے بارہا سنا گیا ہے

الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس ندا اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ ندا کیوں نہ ہو مستحب ومستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔ شہاب ثاقب ص۶۵

اہل نجد کے مفتیوں کا فتوی: ریاض جس کا پرانا نام نجد ہے سے شائع ہونے والا فتوی ہے

فیجوز ان یقال عند زیارتہ۔ الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ فان معناھا الطلب والانشاء۔
فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ج ا ص ۲۷۰

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کے دوران

الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ ﷺ کہنا جائز ہے کیونکہ اس کا معنی طلب وانشاء ہے۔

دیوبندی عالم دین سرفراز گکھڑوی کا عقیدہ: دیوبندیوں کے معروف عالم دین سرفراز گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں ہم اور ہمارے تمام اکابر،، **الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ**،، کو بطور درود شریف پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ ص ۷۵

دیوبندی عالم دین تقی عثمانی کا عقیدہ: شیخ تقی عثمانی صاحب اصلاحی خطبات میں تحریر فرماتے ہیں
میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ایک شخص کے سامنے کسی مجلس میں حضور اقدس ﷺ کا نام گرامی آیا اور اس کو بے اختیار یہ تصور آیا کہ حضور اقدس ﷺ سامنے موجود ہیں اور اس نے یہ تصور کر کے کہہ دیا

الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔

یہ الفاظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ اصلاحی خطبات ج ا ص ۲۳۲

غیر مقلد شیخ وحید الزمان کا عقیدہ: شیخ وحید الزمان ندا کے ساتھ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے بارے میں اپنی کتاب کے اندر نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں

نعم یستثنی من ھذا النھی ان ناداہ بنیۃ الصلاۃ والسلام علیہ فانہ جائز لا مریۃ فیہ لانہ قد ورد الحدیث بان اللہ ملائکۃ یبلغونی عن امتی السلام۔ ھدیۃ المھدی ص ۲۴

ترجمہ: ہاں حضور نبی کریم ﷺ کو نداء دینے کی ممانعت سے یہ صورت مستثنی ہے کہ کوئی شخص آپ پر درود پاک پڑھنے کے لئے بصیغہ نداء،، یعنی الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ،، آپ کو پکارے تو یہ جائز ہے اور شک سے بالاتر ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالی کے کچھ فرشتے ہیں جو میرے امتی کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

غیر مقلد صلاح الدین یوسف کا عقیدہ: اپنے رسالہ ماہانہ حرمین میں لکھتے ہوئے صلاح الدین یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھا جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نقل ہوا کہ وہ،، الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ،، پڑھا کرتے تھے اس لئے اگر کوئی یہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔
رسالہ ماہنامہ حرمین جنوری ۱۹۹۲

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: مذکورہ درود،، الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
قرآن واحادیث میں کہیں ثابت نہیں لہذا یہ درود جائز نہیں۔

جواب: آیت کریمہ میں درود اور سلام دونوں کا ذکر ہے اور حکم بھی مطلق ہے کہ جو مرضی درود پڑھیں اور اس میں کسی صیغے کی بھی کوئی قید نہیں اور قرآن کا حکم مطلق ہے اس کو اپنی طرف سے مقید کرنا جائز نہیں ہے اور مذکورہ درود پاک اس آیت اور اس کے حکم پر عمل کا بہترین مصداق ہے کیونکہ اس میں درود بھی ہے اور سلام بھی لہذا آیت پاک سے معلوم ہوا کہ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول جامع اور کامل درود پاک ہے۔ بقول آپ کے اگر یہ درود جائز نہیں تو اس کی ممانعت پر دلیل پیش کریں ان شاء اللہ تا قیامت اس کے ناجائز ہونے کی دلیل آپ پیش نہیں کر سکتے۔

اعتراض: حدیث میں درود ابراہیمی کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ہر نماز میں بھی یہی درود پڑھا جاتا ہے لہذا درود صرف درود ابراہیمی ہے اسی کو پڑھنا چاہیے۔

جواب: قرآن پاک میں درود اور سلام پڑھنے کا حکم ہے درود ابراہیمی میں درود تو ہے لیکن سلام نہیں نماز کے اندر درود ابراہیمی تو کامل درود ہے کیونکہ تشہد میں سلام کا ذکر آ گیا جیسے،، السلام علیک ایھا النبی،، لیکن نماز سے باہر درود ابراہیمی کامل درود نہیں۔ لہذا نماز سے باہر وہی درود پڑھا جائے جس میں صلاۃ کے ساتھ سلام بھی ہو اور اس کے لئے الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ بہترین اور کامل درود ہے۔

اعتراض: اس درود میں حرف نداء،، یا،، ہے اور یا کے ساتھ درود پڑھنا جائز نہیں لہذا مذکورہ درود پڑھنا بھی جائز نہیں۔

جواب: یا کے ساتھ نداء کے جواز کے بارے میں مکمل بحث ہماری کتاب،، حق پر کون،، حصہ اول میں دیکھیں یہاں پر ہم آپ کے چند پیشواؤں کے نظریات ثبوت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

دیوبندیوں کے معروف عالم دین سرفراز گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں
ہم اور ہمارے تمام اکابر، الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ، کو بطور درود شریف پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں
۔درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ ص ۷۵

شیخ تقی عثمانی صاحب اصلاحی خطبات میں تحریر فرماتے ہیں:
میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ایک شخص کے سامنے کسی مجلس میں حضور اقدس ﷺ کا نام گرامی آیا اور اس کو بے اختیار یہ تصور آیا کہ حضور اقدس ﷺ سامنے موجود ہیں اور اس نے یہ تصور کر کے کہہ دیا

الصلاۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

یہ الفاظ کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ اصلاحی خطبات ج ا ص ۲۳۲

غیر مقلد شیخ وحید الزمان ندا کے ساتھ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے بارے میں اپنی کتاب کے اندر نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں

نعم یستثنی من ھذا النھی ان ناداہ بنیۃ الصلاۃ والسلام علیہ فانہ جائز لا مریۃ فیہ لانہ قد ورد الحدیث بان اللہ ملائکۃ یبلغونی عن امتی السلام۔ ھدیۃ المھدی ص ۲۴

ترجمہ: ہاں حضور نبی کریم ﷺ کو نداء دینے کی ممانعت سے یہ صورت مستثنی ہے کہ کوئی شخص آپ پر درود پاک پڑھنے کے لئے بصیغہ نداء، ،یعنی الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ، ، آپ کو پکارے تو یہ جائز ہے اور شک سے بالاتر ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالی کے کچھ فرشتے ہیں جو میرے امتی کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

{حدیث:۲۰۴}

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ رِجَالًا يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خيرا.

ترمذی، ابن ماجہ: ۲۶۵۰ ۔ ۲۴۹

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک لوگ تمہارے تابع ہیں اور بہت لوگ اطراف زمین سے تمہارے پاس دینی فقہ حاصل کرنے آئیں گے جب وہ آئیں تو انہیں بھلائی کی وصیت کرنا۔

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث:۲۰۵}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْحَكِيمِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ الرَّاوِي يضعف فِي الْحَدِيث۔

ترمذی، ابن ماجہ: ۲۶۸۷ ۔ ۴۱۶۹

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کی بات عالم کی گم شدہ چیز ہے جہاں سے پائے وہ ہی اس کا حقدار ہے۔

اس کی شرح ہو چکی

علم کی بات لینے کے بارے احادیث میں تعارض: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کی بات عالم کی گم شدہ چیز ہے جہاں سے پائے وہ ہی اس کا حقدار ہے۔ جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کو تورات وانجیل پڑھنے سے منع فرما دیا۔

علم کی بات لینے کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس میں تطبیق یہ ہو گی کہ سمجھ دار آدمی جس سے اچھی اور دینی بات سنے اس سے ہی لے لے، یہ نہ دیکھے کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ دیکھے کیا کہہ رہا جیسے کہ اپنی گمی چیز جس کے پاس سے ملے لے لی جاتی ہے، یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے، اور یہاں کلمہ حکمت سے مراد اسلامی اور فقہی مسئلہ ہے۔ یعنی اگر دین کی بات فاسق آدمی کہہ رہا ہے قبول کر لو اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کو توریت پڑھنے سے منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ توریت کے منسوخ احکام اب کلمہ حکمت تھے ہی نہیں۔ اسی طرح اب مسلمانوں کو کفار کی دینی تصنیفات دیکھنے کی اجازت نہیں ان کے پاس کلمہ حکمت ہی نہیں۔

{حدیث:۲۰۶}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ. ترمذی، ابن ماجہ: ۲۶۸۱ ۔ ۲۲۲

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے: ایک بزرگ پٹنہ سے حج بیت اللہ کے لیئے پا پیادہ ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے چلے، دس سال میں گجرات پہنچے ان کو ایک عالم نے کہا کہ اگر آپ ہوائی جہاز سے ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور اتنے نوافل وہاں پڑھتے تو ہر رکعت پر ایک لاکھ کا ثواب پاتے۔

کسی نے ایک عالم سے کہا کہ قیامت کا دن کتنا بڑا ہے قرآن اسے ایک ہزار سال کا بھی کہتا ہے اور پچاس ہزار سال کا بھی، حدیث نے تو غضب ہی کر دیا وہ فرماتی ہے کہ چار رکعت نماز پڑھنے کے بقدر ہو گا نہ قرآن کا اعتبار نہ حدیث کا العیاذ باللہ، عالم نے فرمایا کہ قرآن وحدیث صحیح ہیں تیری سمجھ غلط وہ دن ایک ہزار برس کا ہے لیکن کفار کو تکلیف کی وجہ سے پچاس ہزار سال کا اور مؤمن کو راحت کی وجہ سے دس منٹ کا محسوس ہو گا جیسے ایک ہی رات بیمار کو لمبی تندرست کو چھوٹی اور جو محبوب کے پاس گزارے اسے منٹوں کی محسوس ہوتی ہے۔

ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ شیطان اپنے چیلوں سے روزانہ کی کارکردگی پوچھ رہا تھا کسی نے کہا میں نے یہ گناہ کروایا کسی نے کہا میں نے فلاں گناہ کروایا شیطان سب کو انعام دیتا اور رخصت کرتا رہا ایک چیلے نے کہا آج میں نے ایک طالب علم کو علم دین سے روک لیا تو شیطان تخت سے اترا اور اسے بوسہ دے کر تخت پر بٹھا دیا اور کہا واقعی تو نے بڑا کام کیا ہے باقی چیلے حیران ہوئے کہ اس میں کون سا کمال ہے شیطان نے کہا بے وقوفو آؤ تجھے سمجھاؤں کہ عالم کو علم سے روک لینا کتنا بڑا کمال ہے تہجد کے وقت وہ ایک مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو گیا ایک عابد آیا شیطان نے اس سے پوچھا کیا اللہ تعالی اس شیشی کے سوراخ سے تمام مخلوق کو گزار سکتا ہے اس نے کہا تو پاگل ہے اتنی چھوٹی سی شیشی میں پورا جہاں کیسے گزرے گا اسی طرح دو تین عابد آئے سب نے یہی جواب دیا جماعت کا وقت ہو گیا ایک عالم دین تیزی سے چلتا ہوا آیا شیطان نے عالم سے پوچھا کیا اس شیشی میں اللہ تعالی پورے جہان کو گزار سکتا ہے عالم نے کہا تو مجھے شیطان لگتا ہے بے وقوف تو اس شیشی کی بات کرتا ہے میرا رب چاہے تو سوئی کے سوراخ سے بھی پوری مخلوق کو گزار سکتا ہے، شیطان نے چیلوں کی طرف دیکھ کر کہا یہ ہوتا ہے فرق ایک عالم اور عابد میں۔ سچی حکایات ص ۲۸۶

{حدیث:۲۰۷}

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غير أهله كمقلد الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَر واللؤلؤ وَالذَّهَبَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ إِلَى قَوْلِهِ مُسْلِمٍ. وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ مَتْنُهُ مَشْهُورٌ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ أوجه كلها ضَعِيف۔ ابن ماجہ، شعب الایمان: ۲۲۴ ۔ ۱۶۶۶

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے اور نا اہل پر علم پیش کرنے والا ایسا ہے جیسے سور کو موتیوں اور جواہرات کے ہار پہنانے والا۔

نا اہل پر علم پیش کرنے والا ایسا ہے جیسے سور کو موتیوں کے ہار پہنانے والا:

لوگوں سے ان کی عقل کے لائق کلام کرو: حکیم الامت فرماتے ہیں اس حدیث پاک میں یہاں وہ باریک اور گہرے علمی نکات یا غیر ضروری مسائل ہیں جنہیں عوام نہ سمجھ سکیں وہ ایسا بے وقوف ہے جیسے موتیوں کا ہار سوروں کے گلے میں پہنانے والا جہلا ایسی باتیں سن کر انکار کر بیٹھیں گے حضرت علی فرماتے ہیں لوگوں سے ان کی عقل کے لائق کلام کرو ورنہ وہ اللہ رسول کو جھٹلا بیٹھیں گے اور اس کا وبال تم پر ہوگا۔ یاد رہے کہ علماء مشائخ وہ حضرات ہیں جو شریعت وطریقت کے جامع ہوں نبی کریم کے پروانے ہوں آپ کے دین کے سچے مبلغ ہوں وہ جاہل صوفی جو فقط میراثی ولی بنے بیٹھے ہیں وہ فاسق و فاجر ہیں اور نا قابل تقلید ہیں۔ مراۃ المناجیح کتاب العلم

{حدیث:۲۰۸}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ: حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّين ". ترمذی:۲۶۸۴

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور دینی علم۔

کیونکہ بادشاہ گندے گھر میں کبھی داخل نہیں ہوتا اور اور اخلاق محمدی گندے دل میں نہیں سماتے۔

{حدیث:۲۰۹}

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى يرجع. ترمذی:۲۶۴۷

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو علم کی تلاش میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث:۲۱۰}

وَعَنْ سَخْبَرَةَ الْأَزْدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ ضَعِيفُ (ص:77) الْإِسْنَادِ وَأَبُو دَاوُدَ الرَّاوِي يُضَعَّفُ

حضرت سخبرہ ازدی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے علم دین کی تلاش کی تو یہ تلاش اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوگی۔

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث:۲۱۱}

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يَشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَسْمَعُهُ حَتَّى يَكُونَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ. ترمذی. دارمی:۲۶۸۶، ۵۶۱

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن خیر کے سننے سے کبھی سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی انتہا جنت ہو جائے۔

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث:۲۱۲}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: من سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ.

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس سے علم کی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر اسے چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔

علماء کے لئے کون سے مسئلے بتانا فرض ہیں؟

جو علم چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی: اس حدیث میں عالم کے لئے مسئلہ چھپانے کی مذمت بیان کی گئی ہے لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے مسائل ہیں جن کا چھپانا علماء کے لئے جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مسائل جن کا تعلق عقائد، فرائض، واجبات، حرام اور حلال سے ہے جب کوئی پوچھے تو ان کا بتانا علماء پر واجب ہے اور ان کا چھپانا جرم ہے۔

لیکن وہ باریک اور گہرے علمی نکات یا غیر ضروری مسائل ہیں جنہیں عوام نہ سمجھ سکیں جہلا ایسی باتیں سن کر انکار کر بیٹھیں گے ایسے مسائل لوگوں کو نہ بتائے جائیں حضرت علی فرماتے ہیں لوگوں سے ان کی عقل کے لائق کلام کرو ورنہ وہ اللہ رسول کو جھٹلا بیٹھیں گے اور اس کا وبال تم پر ہوگا۔

{حدیث:۲۱۳}

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يصرف بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدخل الله النَّار. ترمذی:۲۶۵۴

حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس لئے علم طلب کرے تا کہ علماء سے مناظرہ کرے یا جاہلوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالی اسے داخل جہنم کرے گا۔

جو اس لئے علم طلب کرے تا کہ علماء سے مناظرہ کرے:

مناظرہ کی احادیث میں تعارض: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسیٰ نے اپنے رب کے پاس مناظرہ کیا تو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب رہے، جب کہ دوسری حدیث میں ہے حضرت کعب بن مالک سے روائیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس لئے علم طلب کرے تا کہ علماء سے مناظرہ کرے یا جاہلوں سے جھگڑا کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالی اسے داخل جہنم کرے گا۔

دونوں احادیث میں مناظرے کے بارے میں تعارض پایا جا رہا ہے

مناظرہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض کی تطبیق یہ ہے کہ علما کا مناظرہ اور ہے مقابلہ کچھ اور مناظرہ میں حق کی حقانیت مقصود ہوتی ہے اور مقابلہ میں اپنی بڑائی کا اظہار مقصود ہوتا ہے بوقت ضرورت مناظرہ اچھا ہے اور مقابلہ برا

یہاں حدیث میں مقابلہ کی برائی بیان کی گئی ہے مناظرہ کی نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ کا ایک کیمونسٹ سے مناظرہ: ایک منکر خدا نے امام اعظم کو وجود خدا پر مناظرہ کرنے کی دعوت دی آپ نے قبول کر لی مقررہ دن اور مقررہ جگہ پر منکر خدا امام اعظم کا انتظار کرتا رہا لیکن آپ کچھ لیٹ ہو گئے جب آپ مقررہ جگہ پہنچے تو منکر نے غصہ میں کہا آپ وعدہ کے مطابق وقت پر نہیں پہنچے تو امام اعظم نے فرمایا میرے ساتھ آج ایک عجیب معاملہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے آنے میں تاخیر ہو گئی واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ جب میں آ رہا تھا تو میں نے سمندر کے کنارے ایک بہت ہی عجیب وغریب منظر دیکھا ایک کشتی سمندر میں بغیر ملاح کے خود بخود چلتی جا رہی تھی جب کوئی ساحل آتا تو وہ کشتی کنارے پر آجاتی مسافروں کو اتارتی اور جنہوں نے سفر کرنا ہوتا ان کو سوار کراتی اور منزل کی جانب چل پڑتی اور موجوں کا مقابلہ کرتی وہ کشتی محو سفر ہو جاتی منکر خدا نے یہ سن کر قہقہہ لگایا اور کہا لوگو تمہارا امام پاگل ہو گیا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کشتی بغیر کسی کپتان کے خود بخود چلتی رہے اور خود بخود منزل پر پہنچ جائے جب تک کشتی کو چلانے والا کوئی کیپٹن نہیں ہو گا کشتی اپنی مرضی سے نہیں چل سکتی۔ تو امام اعظم نے فرمایا بس نادان تو ہارا میں جیتا جب خود تسلیم کر رہا ہے کہ ایک کشتی بغیر کسی چلانے والے کے اپنی مرضی سے نہیں چل سکتی نہ اپنی مرضی سے منزل تک پہنچ سکتی ہے تو اتنی بڑی کائنات کا نظام اپنی مرضی سے کیسے چل سکتا ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ اگر کشتی بغیر کپتان کے نہیں چل سکتی تو اس کائنات کا نظام بھی بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چل سکتا اور اس کو چلانے والی بھی کوئی ذات ہے اور وہی ذات میرے خدا کی ذات ہے۔

ایک اللہ والے کا مناظرہ: ایک بار ایک منکر خدا نے کسی فقیر کو کہا کہ خدا موجود ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا لہذا میں تو اس وقت تک خدا کو نہیں مانتا جب تک اس کو دیکھ نہ لوں فقیر نے یہ سن کر ایک پتھر اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا منکر خدا درد کی وجہ سے چیخ اٹھا اور فقیر کو پکڑ کر قاضی کی عدالت میں لے گیا قاضی نے فقیر سے پوچھا کیوں میاں صاحب آپ نے اس کو پتھر کیوں مارا فقیر نے کہا میرے پتھر مارنے سے کیا ہوتا ہے منکر چلا کر بولا میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے اور تو کہتا ہے پتھر سے کیا ہوتا ہے فقیر بولا میں کیسے تسلیم کروں کہ تیرے سر میں درد ہے اگر واقعی درد ہے تو مجھے اپنا درد دکھا تب مانوں گا پھر فقیر قاضی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ حضور واقعہ یہ ہے کہ اس مغرور نے مجھے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا میں تو جب تک آنکھ سے دیکھ نہ لوں خدا کو نہیں مان سکتا اس مسئلے کو سمجھانے کے لئے میں نے اس کو پتھر مارا اگر اس کے سر میں درد ہے تو نظر کیوں نہیں آتا لہذا میں جب تک درد کو دیکھ نہ لوں گر گز درد کو نہیں مان سکتا یہ مجھے اپنا درد دکھا دے میں بھی اس کو اپنا خدا دکھا دوں گا یہ سن کر منکر خدا بہت حیران ہوا اور قاضی نے مسکرا کر کہا واقعی ایسے سر پھروں کا یہی علاج ہے۔

{حدیث:۲۱۴}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (ص:78) يَعْنِي رِيحَهَا. احمد،ابوداؤد،ابن ماجه:٨٣٣٨ . ٣٦٦٣ . ٢٥٢

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی وہ علم سیکھے جس سے اللہ کی رضا ڈھونڈی جاتی ہے صرف اس لئے کہ اس سے دنیا حاصل کرے وہ قیامت کے دن جنت کی خوش بو تک نہیں پا سکے گا۔

علم دین کو حصول دنیا کا ذریعہ بنانے کا حکم:

جو اس لئے علم سیکھے کہ اس سے دنیا حاصل کرے: علم دین کو حصول دنیا کا ذریعہ بنانے کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: یہ ہے کہ علم دین سے مقصود دین کی خدمت ہے اور تبعا اس سے دنیا بھی مل جائے گی تا کہ پوری توجہ علم دین سکھانے پر رہے اور کمانے سے فراغت مل جائے تو یہ منع نہیں کیونکہ اصل مقصود خدمت دین ہے ضمنا روزی بھی مل جائے گی

دوسری صورت: یہ ہے کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اس دنیا حاصل کرنے کا وسیلہ یہ بہت برا ہے اور حدیث پاک میں اس کی مذمت بیان ہوئی۔

آج مال مومن کی ڈھال ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا مالداری میں حرج نہیں اس کے لئے جو اللہ سے ڈرے متقی کے لئے تندرستی مالداری سے بہتر ہے۔

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک وہ زمانہ آئے گا جس میں صرف روپیہ پیسہ ہی نفع دے۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں گزشتہ زمانہ میں مال ناپسند تھا لیکن آج مال مومن کی ڈھال ہے اگر یہ اشرفیاں نہ ہوتیں تو یہ بادشاہ ہمیں رومال بنا لیتے اور اپنا میل صاف کرتے لہذا جس کے پاس دولت ہو تو وہ اس کو سنبھالے بڑھائے کیونکہ یہ زمانہ وہ ہے اگر کوئی محتاج ہو جائے تو پہلی جو چیز خرچ کرتا ہے وہ اس کا دین ہے۔

اب زمانہ ایسا آگیا ہے کہ کمال نہیں دیکھا جاتا بلکہ مال کی قدر ہوتی ہے مالدار عالم دین کی تبلیغ و وعظ موثر ہے تو ہمیں چاہئے کہ مال کما کر کمال پھیلائیں، اب تو مبلغین علما کے لئے فقیری زہر قاتل ہے لہذا علما کو چاہئے کہ فقیری و ناداری سے بچیں حلال ذریعوں سے مال ضرور حاصل کریں ملا علی قاری لکھتے ہیں علمائے سلف فرماتے ہیں خوب تجارتیں اور کمائیاں کرو کیونکہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ آج حاجت مند سب سے پہلے اپنے دین کو ہی کھا جاتا ہے۔

{حدیث:۲۱۵}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ. ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيحَةُ لِلْمُسْلِمِينَ وَلُزُومُ جَمَاعَتِهِمْ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ . ترمذی،مسند شافعی،احمد،ابوداؤد،ابن ماجه،دارمی:٢٦٥٨ . ٢١٩٢٣٣/١ . ٣٦٦٠ . ٢٣٠ . ٢٢٩

عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی اس بندے کو ہرا بھرا رکھے جو میرا کلام سنے اور اسے یاد رکھے اور آگے پہنچا دے کیونکہ بہت سے فقہ اٹھانے والے خود غیر فقیہ ہیں اور بہت لوگ اپنے سے بڑے فقیہ تک فقہ اٹھاتے ہیں مسلمانوں کا دل تین چیزوں پر خیانت نہیں کرتا اللہ کے لئے عمل خالص کرنا مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور ان کی جماعت کو لازم پکڑنا کیونکہ ان کی دعا ما سوا کو شامل ہے۔

اللہ تعالی اس کو ہرا بھرا رکھے جو میرا کلام سنے اور آگے پہنچا دے: حکیم الامت فرماتے ہیں یہ حدیث تا قیامت

محدثین کو شامل ہے، یعنی اللہ تعالی حافظ اور مبلغ حدیث کو دنیا میں پھلتا پھولتا رکھے اور آخرت میں اس کا چہرہ تروتازہ رکھے حضور کی یہ دعا قبول ہے خدام حدیث بفضلہ تعالی دین و دنیا میں شادوآباد ہیں زندگی میں بھی اور وصال کے بعد بھی انہی کا ڈنکا بجتا ہے جیسا کہ تجربہ بتارہا ہے۔ حدیث کا ذکر کرنا حفظ ہے اور یادرکھنا بھول نہ جانا دعاء ہے، بعض محدثین قرآن کی طرح حدیث بھی یاد کرتے ہیں۔

اس حدیث میں صراحتاً فرمایا گیا کہ محدث براہ راست حدیث پر عمل نہ کرے ورنہ دھوکا کھائے گا بلکہ مجتہد فقیہ پر پیش کرے اس کی تقلید کرکے اس کے بتائے ہوئے مطالب پر عمل کرے۔ فقیہ روحانی طبیب ہے اور محدث روحانی عطار (پنساری)۔ عطار اپنی دکان کی دوائیں حکیم سے پوچھ کر ہی استعمال کرتا ہے اسی لیئے قریباً سارے محدثین مقلد ہیں۔ اسی حدیث پر عامل ہیں اسی سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیئے جو چند ریشوں کے تراجم پڑھ کر تقلید سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے سمندر میں خود چھلانگ نہ لگاؤ کسی امام کے جہاز میں بیٹھ کر پار کرو۔ فقہ سے مراد وہ حدیث ہے جس سے شرعی احکام مستنبط ہوسکیں۔ سرکار کا مقصد شریف یہ ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوگا کہ میری حدیث یاد کرنے والے مسائل استنباط نہ کرسکیں گے اور جنہیں حدیث پہنچے گی ان میں استنباط کی قدرت نہ ہوگی، لہذا محدث حدیث کو قید نہ کریں بلکہ فقہاء تک پہنچائیں۔ خیال رہے کہ حدیث کا مبداء حضور کی ذات اقدس ہے اور منتہی فقیہ پر پہنچ کر ہی ختم ہوتا ہے۔

اللہ کے لئے خالص عمل کرنا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی تمہاری شکلوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

اخلاص خالص سے بنا ہے جس چیز میں کسی چیز کی آمیزش کا شبہ ہو جب وہ اس سے صاف ہوجائے یعنی جو چیز ملاوٹ سے پاک ہو تو اسے خالص کہتے ہیں۔ اللہ تعالی کی عبادت میں اخلاص کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت صرف اس کی رضاجوئی یا اس کے حکم کی اطاعت کی نیت سے کی جائے اس میں کسی کو دکھانے یا سنانے کی نیت نہ ہو اور نہ اس کام پر اپنی تعریف سننے کی خواہش ہو اخلاص کہلاتا ہے۔

بزرگ فرماتے ہیں مخلص انسان اس کو کہتے ہیں کہ جب شیر خوار بچے کی طرح اس کی عادت ہوجائے کیونکہ شیر خوار بچے کی کوئی تعریف کرے تو اسے اچھی نہیں لگتی اور اگر کوئی اس کی مذمت کرے تو اسے بری نہیں لگتی تو جس طرح وہ اپنی تعریف و مذمت سے بے پرواہ ہوتا ہے اسی طرح انسان جب اپنی تعریف و مذمت کی پرواہ نہ کرے تو مخلص کہا جاسکتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیاں اس طرح چھپائے جس طرح اپنی برائیاں چھپاتا ہے اور اسے یہ خواہش ہی نہ ہو کہ کوئی اس کی تعریف کرے۔

نیکی خود اعلان کردیتی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ایسی سخت چٹان میں کوئی عمل کرے جس کا نہ تو کوئی دروازہ ہو اور نہ ہی روشندان تب بھی اس کا عمل ظاہر ہوجائے گا اور جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تم ریاکاری کرکے عمل کا ثواب کیوں ضائع اور برباد کرتے ہو تم اخلاص سے نیکیاں اور چھپ کر عبادت کرتے رہو اللہ تعالی تمہاری نیکیاں خود بخود لوگوں کو بتادے گا لوگوں کے دل تمہیں نیک ماننے لگیں گے، حضور غوث پاک کو داتا علی

لاہوری کو خواجہ غریب نواز کو لوگ ولی کہتے ہیں کیا انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں ولی کہو؟ نہیں بلکہ رب تعالی کہلوا رہا ہے بعض لوگ خفیہ تہجد پڑھتے ہیں مخلوق ان کو تہجد گزار کہتی ہے ہر نیکی کا نور خود چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے اور انسان کی نیکی خود انسان کے نیکوکار ہونے کا اعلان کر دیتی ہے تم اعلان کرو تو چاہے نہ کرو یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور۔

علمائے کرام فرماتے ہیں اگر اللہ تعالی کی عبادت کے ساتھ کسی اور کام کی نیت بھی کرلی جائے تو اخلاص ختم ہوجائے گا مثلاً نماز کے ساتھ جسمانی ورزش کی نیت کرلی تو اخلاص ختم، روزہ رکھنے کے ساتھ وزن کو گھٹانے کی نیت کی تو اخلاص جاتا رہا، زکوۃ ادا کرتے وقت نیت کی کہ اس سے میرا بخل ختم ہوجائے گا تو اخلاص نہ رہا، حج کا ارادہ کیا اور ساتھ یہ نیت کی کہ وہاں رشتہ داروں سے ملاقات کروں گا تو اخلاص نہ رہا، یاد رکھیں اخلاص اسی وقت متحقق ہوگا جب صرف اللہ کے قرب اور اس کے حکم کی بجاآوری کی نیت کرے۔

عقلمند لوگ زیادہ عمل میں کوشش نہیں کرتے بلکہ اخلاص کی کوشش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قدر و قیمت، صاف شفاف اور صیقل چیز کی ہوتی ہے کثرت کی نہیں ہوتی ایک سچا موتی ہزار ٹھیکریوں سے بڑھ کر ہوتا ہے جو لوگ زیادہ نمازیں پڑھتے ہیں اور کثرت سے روزے رکھتے ہیں اور نمازوں میں اخلاص اور خضوع اور خشوع کے درپے نہیں ہوتے نہ روزوں میں للّٰہیت کے جذبے کی کوشش کرتے ہیں اپنی نمازوں اور روزوں کی بڑی تعداد سے دھوکہ کھاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ بے مغز اخروٹوں کے ڈھیر کی کیا قدر و قیمت ہے۔

والنصیحۃ للمسلمین: ہر مسلمانوں کی خیر خواہی کرے یعنی جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔

نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ اپنے کسی صحابی کے ساتھ جنگل کی جانب تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک درخت سے دو مسواکیں توڑیں جن میں سے ایک سیدھی اور دوسری کچھ ٹیڑھی تھی آپ ﷺ نے ٹیڑھی مسواک خود رکھ لی اور سیدھی مسواک اپنے صحابی کو عطا فرمادی ان صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے سیدھی مسواک خود کیوں نہ رکھ لی مجھے ٹیڑھی دے دی ہوتی تو آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی کے ساتھ ایک گھڑی کی بھی صحبت اختیار کرلے تو بروز قیامت اللہ تعالی اس سے سوال فرمائے گا کہ تو نے اس کا حق صحبت ادا کیا یا ضائع کردیا۔

امام غزالی نقل فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کے گھر میں بہت چوہے ہوگئے کسی نے کہا حضور اگر گھر میں ایک بلی رکھ لیں تو یہ سارے بھاگ جائیں گے اور بہت جلد آپ کو نجات مل جائے گی بزرگ نے فرمایا بھائی یقیناً میری بلی کی آواز سے یہ چوہے یہاں سے بھاگ کر ہمسایوں کے گھروں میں چلے جائیں گے تو اس طرح میں ان لوگوں کی فہرست میں شامل ہو جاؤں گا کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہ کی وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کرلی اور میں ایسا بننا پسند نہیں کرتا کیونکہ میرے نبی نے فرمایا جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

ایک کالج کے بے دین اور آزاد خیال پروفیسر نے ایک دن لیکچر دیا کہ یورپ کی ترقی کا ایک بہت بڑا راز جنسی آزادی ہے اگر یہی جنسی آزادی پاکستان میں بھی حاصل ہوجائے تو پاکستان کو ترقی کرنے سے کوئی نہیں روک

سکتا لہذا پاکستان میں جنسی آزادی ہونی چاہئے ایک اسلام کا سچا متوالا بھی اس کلاس میں بیٹھا تھا پروفیسر کی یہ تکلیف دہ بات سن کر تڑپ اٹھا اور کھڑے ہو کر کہا سر جو اصول آپ نے بیان کیا ہے آپ کے قول کے مطابق یہ پاکستان کے ہر شہری پر لاگو ہونا چاہئے میں بھی اسی ملک کا شہری ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپ کی بیٹی کے ساتھ آپ کے جنسی آزادی کے اصول کے تحت جنسی خواہش پوری کروں پروفیسر کو نوجون کی بات پر ایسی تپ چڑھی کہ غصے میں لال پیلا ہو گیا اور نوجوان کو اپنی توہین کے زمرے میں کلاس سے نکال دیا۔ سچ فرمایا محسن اعظم نے کہ جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

ولزوم جماعتهم : اس کی شرح سابق میں ہو چکی

{حدیث:۲۱۶}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى لَهُ مِنْ سَامِعٍ.

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ اللہ اسے ہرا بھرا رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا پھر جیسا سنا ویسا اس نے آگے پہنچا دیا کیونکہ بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں۔

ترمذی، ابن ماجہ، احمد، دارمی: ۲۶۵۷، ۲۳۲، ۴۱۵۷، ۲۳۰

حدیث کو روایت بالمعنی بیان کرنے کا حکم:

اللہ اسے ہرا بھرا رکھے جس نے ہم سے جیسا سنا ویسا آگے پہنچا دیا: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اسے ہرا بھرا رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا پھر جیسا سنا ویسا اس نے آگے پہنچا دیا۔ علمائے کرام نے اس کی توضیح میں فرمایا ہے کہ کسی بھی حدیث کی روایت بالمعنی حرام ہے کیونکہ بعض اوقات لفظ کے بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور راوی کو خبر تک نہیں ہوتی لیکن امام حسن امام شعبی اور امام نخعی کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے کہ راوی حدیث کے الفاظ کو اس طرح بدل دے کہ معنی نہ بدلیں پہلے قول میں احتیاط ہے دوسرے میں گنجائش لیکن بہتر یہی ہے کہ الفاظ نہ بدلیں۔ مراۃ المناجیح کتاب العلم

روایت بالمعنی کرنے کی خرابی: روایت بالمعنی کا نقصان کیا ہوتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ حضرت وائل بن حجر نے نماز کی آمین کے بارے میں فرمایا مد بہا صوته بعض راویوں نے اسے رفع بہا صوتہ سے روایت کیا ،،مد،، کو ،،رفع،، بنا دیا یہ روایت بالمعنی ہے راوی سمجھے کہ ،،مد،، اور ،،رفع،، کا معنی ایک ہے مگر بعد والوں کو دھوکہ لگا کہ اس کا معنی ہے بلند آواز سے آمین کہنا حالانکہ اس کا ترجمہ تھا آمین کو کھینچ کر الف کے مد کے ساتھ کہنا جس سے کافی اختلاف پیدا ہوا جو آج تک باقی ہے لہذا روایت بالمعنی میں اس قسم کے نقصان پیدا ہو جاتے ہیں اسی لئے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جس طرح حدیث سنو اسی طرح بیان کر دو۔

{حدیث:۲۱۷}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری حدیث روایت کرنے سے بچو سوا ان کے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

ترمذی، ابن ماجہ: ۲۹۵۱، ۳۰

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث:۲۱۸}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے ایک روایت میں ہے کہ جو قرآن میں بغیر علم کے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

ترمذی: ۲۹۵۰

تفسیر بالرائے اور تاویل بالرائے کا حکم:

جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔ حکیم الامت اس کی شرح میں فرماتے ہیں قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے والا جہنمی ہے خیال رہے کہ قرآن کی بعض چیزیں نقل پر موقوف ہیں جیسے شان نزول، ناسخ و منسوخ، تجوید کے قواعد انہیں رائے سے بیان کرنا حرام ہے حدیث میں وہی مراد ہیں، اور بعض چیزیں شرعی عقل سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں جیسے آیات کے علمی نکات اچھی اور صحیح تاویلیں اور پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات وغیرہ ان میں نقل لازم نہیں غرض کہ قرآن کی تفسیر بالرائے حرام ہے اور تاویل بالرائے علمائے دین کے لئے باعث ثواب۔ مراۃ المناجیح کتاب العلم

{حدیث:۲۱۹}

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فقد أَخْطَأَ.

حضرت جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے پھر ٹھیک بھی کہہ دے تب بھی خطا کر گیا۔،، کیونکہ انہوں نے خلاف شرع کام کیا۔

ابوداؤد، ترمذی: ۳۶۵۲، ۲۹۵۲

{حدیث:۲۲۰}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ.

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

ابوداؤد، احمد: ۴۶۰۳، ۷۸۳۵

{حدیث:۲۲۱}

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قوما (ص:80) يتداروون فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ: "إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهَذَا: ضَرَبُوا كِتَابَ اللَّهِ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ وَإِنَّمَا نَزَلَ كِتَابُ اللَّهِ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا فَلَا تُكَذِّبُوا بَعْضَهُ بِبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَقُولُوا وَمَا جَهِلْتُمْ فَكِلُوهُ إِلَى عَالِمِهِ" احمد.ابن ماجه:۶۷۴۱۔۸۵

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو قرآن میں جھگڑا کرتا سنا تو فرمایا کہ اس حرکت سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے کہ انہوں نے بعض کتاب کو بعض سے ٹکرایا کتاب اللہ تو اس لئے اتری کی بعض بعض کی تصدیق کرے لہذا تم بعض کو بعض سے مت ٹکراؤ جس قدر کتاب جانتے ہو بیان کرو جو نہ جانو علماء کے سپرد کردو۔

قرآن میں جھگڑا کرنے کا مطلب کیا ہے؟

قرآن میں جھگڑنا کفر ہے: یعنی اس طرح جھگڑا کرنا کہ لوگ ان کے جھگڑے سے شک میں مبتلا ہو کر کفر میں مبتلا ہو جائیں ایک عالم اپنا موقف ایک آیت سے ثابت کر رہا ہے اور دوسرا عالم اپنا مسلک دوسری آیت سے جس کی وجہ سے لوگ کنفیوژن کا شکار ہو جاتے ہیں مثلا ایک شخص ان اللہ علی کل شئی قدیر کی آیت کے تحت کہتا ہے اللہ تعالی جھوٹ بول سکتا ہے اور دوسرا عالم امکان کذب باری تعالی کا انکار کر رہا ہے،، اس طرح کے جھگڑوں سے عوام دین اور علماء سے بددل ہو جاتے ہیں اور پھر کئی فرقے جنم لیتے ہیں۔

{حدیث:۲۲۲}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدٍّ مَطْلَعٌ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ-شرح السنة:۱/۲۱۴

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن سات طریقوں پر اترا ان میں سے ہر آیت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور ہر ظاہر اور باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے۔

قرآن کے سات طریقوں پر اترنے کی توجیہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن سات طریقوں پر اترا: علمائے کرام نے اس کی متعدد شروحات کی ہیں جن میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ حدیث میں طریقوں سے مراد سات لغتیں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت عرب میں سات قبیلے ایسے تھے جو فصاحت و بلاغت میں بہت معروف تھے لیکن ان کی زبانوں اور ان کی لغت میں تھوڑا بہت اختلاف تھا جیسے ہمارے ملک میں سرائیکی بولنے والوں میں لہجے اور لغت کا فرق ہے اسی طرح کراچی کے اردو بولنے والوں اور پنجاب کے اردو بولنے والوں میں فرق ہے انڈیا اور پاکستان کی اردو میں فرق ہے اسی طرح عرب قبائل میں بھی فرق تھا لیکن قرآن پاک کا نزول چونکہ قریش کی زبان اور انہی کی طرز پر ہوا اور یہ چیز دوسرے قبیلے والوں پر تھوڑی ثقیل اور گراں تھی اس لئے ان کی سہولت کی خاطر انہیں اپنی زبان کے مطابق قرات کرنے کی اجازت دی گئی لہذا

اسی کو سات طریقے کہا گیا عام تلاوت تو قریش کی زبان کے مطابق ہوتی تھی لیکن دوسرے قبائل کے کچھ لوگ اپنی اپنی زبانوں میں بھی قرات کرتے تھے۔

قرآن پاک کے ظاہری اور باطنی معنی کی توجیہ:

ہر آیت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر آیت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور ہر ظاہر اور باطن کی ایک حد ہے۔ علمائے کرام نے اس کی بھی متعدد توجیہات بیان کی ہیں جن میں سے زیادہ معروف یہ ہے کہ ظاہر سے مراد شریعت ہے اور باطن سے مراد طریقت ہے ظاہر پر علماء مطلع ہوتے ہیں اور باطن پر اہل تصوف و طریقت جس کی طرف حضرت ابو ہریرہ نے بھی اشارہ فرمایا کہ قرآن میں دو طرح کا علم ہے ایک تو وہ جن کا علم میں تمہیں دیتا ہوں اور ایک وہ ہے کہ اگر تمہارے سامنے بیان کروں تو تم میرا گلا کاٹ ڈالو۔

اہل ظاہر اور اہل باطن میں فرق: امام فخر الدین کی نزع کا وقت جب قریب آیا تو شیطان آیا اور ان کا ایمان سلب کرنے کی بھرپور کوشش کی اس نے پوچھا اے راضی تو نے ساری عمر مناظروں میں گزاری ذرا یہ تو بتاؤ تمہارے پاس خدا کے ایک ہونے پر کیا دلیل ہے آپ نے ایک دلیل دی وہ خبیث چونکہ معلم الملکوت رہ چکا تھا اس نے اپنے علم باطل کے زور سے اس کو رد کر دیا آپ نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی رد کر دی یہاں تک کہ آپ نے ۳۶۰ دلیلیں قائم کیں اور اس نے وہ سب رد کر دیں آپ سخت پریشان اور مایوس ہوئے شیطان نے کہا اب بول خدا کو کیسے مانتا ہے آپ کے پیر نجم الدین کبری میلوں دور کسی مقام پر وضوء فرماتے ہوئے چشم باطن سے یہ مناظرہ ملاحظہ فرما رہے تھے آپ نے وہاں سے آواز دی اے رازی کہہ کیوں نہیں دیتے کہ میں نے خدا کو بغیر دلیل کے ایک مانا امام رازی نے یہ کہا تو شیطان وہاں سے بھاگ گیا امام رازی نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی اس طرح ایک اہل باطن کے وسیلہ سے ایک اہل ظاہر کا ایمان محفوظ رہا۔

الملفوظ ص ۳۸۹

{حدیث:۲۲۳}

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ". ابوداؤد.ابن ماجه:۲۸۸۵۔۵۴

حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم تین ہیں ظاہر آیتیں، ثابت و مضبوط سنت اور ان کے برابر فریضہ جو ان کے سوا ہیں زیادتی ہیں۔ اس کی شرح ہو چکی

{حدیث:۲۲۴}

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقُصُّ إِلَّا أَمِيرٌ أَوْ مَأْمُورٌ أَوْ مُخْتَالٌ.

ابوداؤد.احمد.ابن ماجه.دارمی:۳۶۶۵۔۲۳۳۹۲۔۳۷۵۳۔۲۷۷۹

حضرت عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قصہ گوئی نہیں کرتے مگر حاکم یا محکوم یا متکبر

قصہ گوئی اور وعظ و نصیحت میں فرق:

فرمایا قصہ گوئی نہیں کرتے مگر حاکم یا محکوم یا متکبر: اس حدیث پاک میں قصہ گو خطیبوں کی مذمت بیان کی گئی ہے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ لوگوں کو ہنسانے، پھنسانے، پیسہ نکلوانے کے لئے جو سرخی پاؤڈر لگا خطاب کیا جائے اسے قصہ گوئی کہتے ہیں اور لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لئے اور شرعی احکام بتانے کے لئے جو خطاب کیا جائے اسے وعظ و نصیحت کہتے ہیں، قصہ گوئی قابل مذمت ہے اور وعظ و نصیحت قابل تحسین۔

ایک اور جگہ فرمایا اللہ تعالی اس بلیغ آدمی کو ناپسند کرتا ہے جو اپنی زبان کو پھیرتا ہے جیسے گائے اپنی زبان کو پھیرا دیتی ہے۔

یعنی جو کوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے اور زبان کو منہ میں گھمائے یعنی بہت بولے بے احتیاطی سے بولے اس کے ذریعے روزی کمائے بے احتیاطی سے کھائے جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھما کر چارہ پکڑتی منہ میں لے جاتی ہے اچھی بری چیزوں میں فرق نہیں کرتی۔ اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ور واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لئے تقریریں کرتے ہیں۔ لوگوں کو خوش کرنے کے سوا اور کوئی غرض نہیں رکھتے ملا علی قاری ایک حدیث نقل فرماتے ہیں اللہ تعالی دنیا کے عالم آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں جس رات ہم کو معراج میں سیر کرائی گئی تو ہم ایک ایسی قوم پر سے گزرے جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جا رہے تھے ہم نے پوچھا یہ کون ہیں تو جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت کے واعظین ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ علماء فرماتے ہیں اس میں خطباء واعظین بے عمل عالم شاعر سب داخل ہیں۔ یاد رہے بے عمل عالم سے بدعمل عالم زیادہ برا بھی ہے خطرناک بھی۔ فی زمانہ واعظین اور علماء عمل کا وعظ کرتے ہی نہیں شعر خوانی خوش الحانی اور قصے کہانی میں وقت پورا کرتے ہیں عام جلسے گویا حلال سینما ہیں کہ سننے والے بھی تماشائی اور ذہنی عیاش ہوتے ہیں۔ مومن کو بے دین سے ایسی علیحدگی چاہئے کہ موت و زندگی میں ان سے الگ رہے جان بچانا ہے تو سانپ سے بھاگو ایمان بچانا ہے تو بے دینوں سے بھاگو۔

{حدیث:۲۲۵}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَفْتَى بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَه.

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بے علم فتوی دے اس کا گناہ فتوی لینے والے پر ہے اور جو اپنے بھائی کو مشورہ یہ سمجھ کر دے کہ درستی اس کے علاوہ میں ہے اس نے اس کی خیانت کی۔

ابوداؤد.ابن ماجه.دارمی:۲۶۵۷_۵۳_۱۵۹

جو بے علم فتوی دے اس کا گناہ فتوی لینے والے پر کیوں ہے؟

بے علم فتوی دے اس کا گناہ فتوی لینے والے پر ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بے علم فتوی دے اس کا گناہ فتوی لینے والے پر ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں فتوی پوچھنے والے کا کیا جرم ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شخص معتبر علماء کو

چھوڑ کر جاہل اور غیر معتبر عالم کے پاس فتوی لینے گیا اور اس کے جانے سے دوسروں کو بھی ترغیب ملے گی اگر یہ نہ جاتا تو وہ غلط فتوی نہ دیتا لا ور دوسروں کو ترغیب نہ ملتی لہذا یہ بھی برابر کا مجرم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو اپنے بھائی کو مشورہ یہ سمجھ کر دے کہ درستی اس کے علاوہ میں ہے اس نے اس کی خیانت کی، یعنی جس طرح مال میں خیانت ہوتی ہے اسی طرح جان بوجھ کر غلط مشورہ دینا بھی خیانت ہے۔

{حدیث:۲۲۶}

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْأُغْلُوطَاتِ. ابوداؤد:۳۶۵۶

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہیلیوں ڈالنے سے منع فرمایا۔

نبی کریم ﷺ نے پہیلیاں ڈالنے سے منع فرمایا:

پہیلیوں کی احادیث میں تعارض: حضرت عبداللہ ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ درخت مسلمان کی طرح ہے مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے لوگوں کا دھیان جنگل کے درخت کی طرف گیا ابن عمر نے کہا میرے دل میں خیال آیا وہ کھجور کا درخت ہے لیکن جید صحابہ کی وجہ سے میں نہ بتا سکا صحابہ نے حضور سے کہا یا رسول اللہ بتا دیں وہ کون سا درخت ہے تو آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

اس حدیث میں پہیلی کا ثبوت ہے جب کہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس فرمایا

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہیلیاں ڈالنے سے منع فرمایا۔

پہیلیوں کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں تعارض کی تطبیق اس طرح ہو گی کہ پہیلی کی ممانعت اس صورت پر محمول ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے سے اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے یا اس کو شرمندہ یا عاجز کرنے کے لئے اس سے کوئی لاینحل سوال کرے، اور جس حدیث میں پہیلی کا جواز ثابت ہو رہا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اگر اپنے شاگردوں کے علم اور ان کی عقل کی آزمائش کے لئے ان سے کوئی پہیلی پوچھے تو یہ جائز ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے درخت کے بارے میں پہیلی پوچھی۔

مذکورہ حدیث میں کھجور کے درخت کے ساتھ مسلم کی تشبیہ دی گئی ہے اس میں علماء کے دو اقوال ہیں۔

پہلا قول: کھجور کے درخت کو مسلمان کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی گئی کہ اس میں بہت زیادہ خیر ہے اس کا سایہ دائمی ہے اس کا پھل میٹھا ہے اور وہ پھل ہمیشہ رہتا ہے کیونکہ تازہ کھجور بھی کھائی جاتی ہے اور خشک ہونے کے بعد چھوارے کی شکل میں بھی کھائی جاتی ہے اور کھجور کے درخت کے خشک ہو جانے کے بعد اس کے تنے اس کے پتوں سے اور اس کی شاخوں سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اس کے تنے سے شہتیر بنائے جاتے ہیں اس کی شاخوں اور پتوں سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں اور اس کی گٹھلی سے تسبیح بنائی جاتی ہے غرض یہ کہ کھجور کے درخت سے ہر حالت اور ہر دور میں نفع حاصل ہوتا ہے جس طرح مومن کے ہر نیک عمل میں خیر ہے اس کی عبادت کرنا لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اور حسن اخلاق سے پیش آنا اہل و عیال اور

رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا عبادت میں معاونت کی نیت سے کھانا پینا اور آرام کرنا سو جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز میں خیر ہے اس طرح مومن کے بہ حیثیت مومن ہر عمل میں خیر اور اجر ہے۔

دوسرا قول: بعض علماء نے کھجور کے درخت کی مومن کے ساتھ مشابہت میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ مومن کو نبی سے بہت زیادہ بلکہ سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور وہ نبی سے فراق میں صبر نہیں کر سکتا اور آپ سے جدائی پر بے اختیار گریہ وزاری کرتا ہے اور اب بھی جب اہل ایمان اور رسول اللہ ﷺ کے شیدائی مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے ہیں تو زار وقطار روتے ہیں اور فراق کے صدمہ کے باعث ان کی چیخیں نکل جاتی ہیں اور تمام درختوں میں سے کھجور کے درخت کی یہ صفت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بے حد محبت کرتا ہے اور اس کو آپ کی جدائی کی سہار نہیں ہے کھجور کے جس تنے سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیتے تھے جب منبر بننے کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

اسلام میں پہیلیوں کی شرعی حیثیت: حکیم الامت فرماتے ہیں عوام پر فقہی معمے پیش کرنا اور انہیں حل نہ کرنا یا علماء کا ایک دوسرے کو ذلیل کرنے اور اپنی فوقیت ظاہر کرنے کے لئے شرعی معمے پوچھنا ناجائز ہے کہ یہ مؤمن کی ایذاء کا سبب ہے۔ طالب علموں سے ان کا ذہن تیز کرنے کے لیئے استاد کا فقہی معمے پوچھنا بالکل جائز ہے۔ جیسے یہ پوچھنا کہ وہ کون سا سفر ہے جس میں قصر نہیں، یا وہ کون سی صورت ہے کہ نمازی اپنے گھر میں وقتی نماز قصر پڑھے، یا وہ کون سی صورت ہے کہ نماز پڑھی جائے تو نہ ہو بعد میں خود بخود ہو جائے، یا وہ کون بزرگ ہیں جن کی اپنی عمر چالیس سال، بیٹے کی ایک سو بیس سال، اور پوتے کی نوے سال اور تینوں بیک وقت زندہ ہیں، اس قسم کے بہت سے معمے علامہ شامی وغیرہ نے ارشاد فرمائے، اس سے ذہن تیز کرنا مقصود ہے نہ کہ کسی کو ذلیل کرنا۔ لمراۃ المناجیح کتاب العلم

{حدیث: ۲۲۷}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ. ترمذی: ۲۰۹۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علم میراث اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کہ میری وفات ہونے والی ہے۔

علم میراث کی فضیلت اور اس کو نصف علم کہنے کی توجیہ:

فرمایا کہ علم میراث اور قرآن سیکھو: حدیث پاک میں ہے

تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا علم میراث سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کہ یہ نصف علم ہے۔

اس علم کو آدھا علم کہنے کی تین وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: انسانی حالت کے اعتبار سے اس کو نصف علم کہا کیونکہ انسان کی دو حالتیں ہیں ۱۔ حیات ۲۔ موت علم وراثت کے سوا تمام علوم کا تعلق انسان کی ایک حالت یعنی حیات سے ہے جبکہ علم وراثت کا تعلق انسان کی

دوسری حالت یعنی موت کے ساتھ ہے اور ایک حالت دو حالتوں کا نصف ہوتی ہے اس لئے اسے آدھا علم فرمایا۔

دوسری وجہ: سبب ملک کے اعتبار سے اس کو نصف علم کہا کیونکہ ملکیت کے دو سبب ہوتے ہیں ۱۔ اختیاری ۲۔ اضطراری اختیاری ملکیت یہ ہے کہ انسان کسی چیز کا مالک بننا چاہے تو اپنے اختیار سے مالک بن سکتا ہے اور اگر مالک نہ بننا چاہے تو نہ بنے اس کی مرضی اور اضطراری ملکیت یہ ہے کہ انسان کسی چیز کا مالک نہ بھی بننا چاہئے اس کے باوجود شریعت اسے اس چیز کا مالک بنا دیتی ہے جیسے مال وراثت کہ اگر کوئی شخص مالک بنے یا نہ بنے شریعت اسے مال وراثت کا مالک بنا دیتی ہے یہ ملکیت اضطراری ہے۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ ملکیت کے سبب دو ہو گئے تمام علوم کا تعلق ملکیت اختیاری کے ساتھ ہے اور علم وراثت کا تعلق ملکیت اضطراری کے ساتھ ہے اور یہ دو سبب ہیں اور دو ایک کا نصف ہوتا ہے اس لیئے علم وراثت کو نصف علم قرار دیا گیا۔

تیسری وجہ: ترغیب دلانے کے لئے اس کو نصف علم کہا گیا مطلب یہ کہ اس علم کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرنے کے لئے سرکار دو عالم ﷺ نے اسے نصف علم قرار دیا جیسا کہ آپ ﷺ نے وضوء کی ترغیب دلانے کے لئے فرمایا طہارت نصف ایمان ہے۔

وراثت سے محروم کرنے کا حکم شرعی:

عن انس قال قال رسول الله ﷺ من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة.

ابن ماجہ ص ۲۷۳

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے اللہ اس کو جنت کی وراثت سے محروم کر دے گا۔

یعنی جس طرح اس نے اپنے منتظر وارث کو محروم کر دیا ایسے ہی اسے جنت کے انتظار کے بعد جب قیامت میں اس کو جنت کا سخت انتظار ہو گا اسے محروم کر دیا جائے گا جیسا کہ آج کل ہر کوئی دوسرے کی وراثت کو ہڑپ کرنے کے درپے ہے بہرحال یہ بدترین جرم ہے اللہ اس ظلم سے بچائے۔

وراثت سے محروم کرنے کے مختلف حیلے بہانے: اپنے وارث کو میراث سے ناجائز طریقے سے محروم کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ مثلاً

۱۔ کسی کو وصیت کرنا تاکہ ورثہ کا حصہ کم ہو جائے۔
۲۔ کسی کے لئے قرض کا جھوٹا اقرار کر لینا تاکہ وارث کے حصے کم ہوں۔
۳۔ بیوی کو طلاق دے دینا تاکہ وہ وارث نہ بن سکے۔
۴۔ اپنا کل مال کسی کو دے دینا تاکہ وارثوں کو کچھ نہ ملے۔
۵۔ کسی وارث کو قتل کرا دینا تاکہ میراث نا پا سکے۔

۶۔ اپنا زندگی میں سارا مال برباد کر دینا تا کہ وارثوں کے لئے کچھ نہ بچے۔

۷۔ یا کسی کو عاق کر دینا کہ یہ میرا وارث نہیں۔

عاق کرنے کی شرعی حیثیت: بعض لوگ بیٹوں کو عاق کر دیتے ہیں یا کہہ دیتے ہیں کہ ہماری میراث سے اسے کچھ نہ دیا جائے یہ محض بے کار ہے اس سے وارث محروم نہیں ہوتا عاق کرنا ایک بے کار فعل ہے جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ شریعت نے واضح کر دیا ہے کہ وراثت سے محروم کرنے والی تین چیزیں ہیں، قتل، غلامی، دین کا مختلف ہونا اس کے علاوہ کوئی شخص اپنے وارث کو محروم نہیں کر سکتا۔ حضرت نعمان بن بشیر کے والد حضور کے پاس حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے بیٹے کو ایک غلام عطیہ کیا ہے آپ اس پر گواہ ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح دیا ہے عرض کیا نہیں فرمایا میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔

کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دینے کا حکم: علمائے کرام فرماتے ہیں والدین زندگی میں تمام مال اولاد کو دینا چاہیں تو برابر برابر دیں یعنی جتنا لڑکے کو دیا اتنا لڑکی کو کسی کو محروم کرنا کسی کو دینا ظلم اور سخت حرام ہے۔ یاد رہے کہ متقی بیٹے کو فاسق بیٹے سے زیادہ دینا یا غریب و معذور اولاد کو امیر اولاد سے کچھ زیادہ دینا جائز ہے لیکن کسی کو مکمل طور پر محروم کر دینا یا عاق کر دینا حرام ہے۔

{حدیث:۲۲۸}

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: هَذَا أَوَانُ يُخْتَلَسُ فِيهِ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتَّى لَا يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ. ترمذی، دارمی: ۲۶۵۳۔ ۲۸۸

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جب علم لوگوں سے ان ا یا جائے گا حتی کہ کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے۔

قرب قیامت علم کس طرح اٹھ جائے گا؟

فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جب علم لوگوں سے اٹھالیا جائے گا: یعنی علمائے دین وفات پاتے رہیں گے اور بعد کے لوگ عالم بننا چھوڑ دیں گے کیونکہ علم دین کی قدر نہ قوم میں رہے گی نہ حکومت میں جیسا کہ آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ ہر ایک کے لئے روزی کا ذریعہ ہے لیکن علماء کے لئے کوئی نہیں آج بی اے ایم اے کر لو تو تمام دروازے کھل جاتے ہیں عالم دین بن جاؤ تو حکومت کا کوئی محکمہ تمہیں نہیں لیتا تم پر حکومت کے سارے دروازے بند ہیں دین کا اللہ ہی حافظ ہے دین رسول ایک باغ ہے علم دین اس کا پانی جب پانی نہ دیا جائے تو باغ کا کیا ہوگا۔ علم جب اٹھ جائے گا تو حال یہ ہوگا کہ ایک آدمی میراث کا ایک مسئلہ مشرق و مغرب میں لئے پھرے گا لیکن کوئی بتانے والا نہیں ہوگا۔

{حدیث:۲۲۹}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً: يُوشِكُ أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِينَةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي جَامِعِهِ. قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: إِنَّهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَمِثْلُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ إِسْحَقُ بْنُ مُوسَى: وَسَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ قَالَ: هُوَ الْعُمَرِيُّ الزَّاهِدُ وَاسْمُهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ۔

ترمذی، احمد: ۲۶۸۰۔ ۷۹۶۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لوگ علم کی تلاش میں اونٹوں کی سینہ کوبی کریں گے تو مدینہ کے ایک عالم سے بڑا کوئی عالم نہ پائیں گے جامع ترمذی میں ابن عیینہ نے فرمایا کہ وہ مالک بن انس ہیں اسحاق بن موسیٰ نے کہا کہ عیینہ نے کہا وہ عمری زاہد ہیں۔

مدینہ بے شمار اور بے مثال برکتوں کا منبع ہے:

مدینہ کے ایک عالم سے بڑا کوئی عالم نہ پائیں گے: یعنی دنیا میں اگر علم کی شمع باقی ہوگی تو وہ صرف مدینہ میں ہوگی اور ساری دنیا کے مسلمان مسئلہ پوچھنے کے لئے مدینہ منورہ کا رخ کریں گے یا اگر دنیا کے کسی کونے میں کوئی عالم ہوگا بھی تو مدینہ کے عالم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوگا۔

دوسری حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا آخر زمانہ میں ایمان مدینہ کی طرف اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے۔ اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ایمان لانے اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے سے اس طرح خوف زدہ ہوں گے جس طرح وہ سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتے ہیں اس کا مشاہدہ ہمارے زمانہ میں بآسانی ہو سکتا ہے کہ لوگ پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھتے زکاۃ ادا نہیں کرتے روزے نہیں رکھتے بینکوں کا سود کھاتے ہیں اور رشوت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے مرد داڑھی منڈاتے ہیں تنگ اور چست لباس پہنتے ہیں جس سے ان کا ستر نہیں ہو پاتا او مخصوص اعضا نمایاں نظر آتے ہیں عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور نیم عریاں لباس پہنتی ہیں رشتے کے بھائی بہنوں سے بے تکلف اور بے حجاب باتیں ہوتی ہیں مخلوط تعلیم کا رواج ہے اسمبلیوں میں دفتروں میں تجارتی اداروں میں اور ہسپتالوں میں عورتوں کا آزادانا میل جول رہتا ہے اور جب انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ اسلام کے حکم کے مطابق ان کو یہ تمام معمولات ترک کرنے ہوں گے ثقافت اور تہذیب کے نام پر موسیقی کو سننا ترک کرنا پڑے گا بینک کی نوکری جائز نہیں ہے چھوڑنی پڑے گی وغیرہ وغیرہ تو ان کو اسلام سانپ سے بھی زیادہ کوئی ڈراونی چیز دکھائی دیتی ہے اور وہ اسلام کے احکام اور اس کے تقاضوں سے ڈر کر اس طرح دور بھاگتے ہیں جیسے لوگ سانپ سے دور بھاگتے ہیں اور آخر زمانہ میں اسلام پر عمل کرنے والے مومن صرف مدینہ منورہ میں رہ جائیں گے اور اسلام مدینہ میں اس طرح لوٹ جائے گا جس طرح جب سانپ کو کوئی گوشہ عافیت نہ ملے تو وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

مدینہ کے فضائل پر احادیث مبارکہ

عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما بمكة من البركة.
صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۵

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو نے جتنی برکتیں مکہ میں نازل فرمائی ہیں مدینہ میں اس سے دگنی برکتیں نازل فرما۔

عن عائشة قالت قال رسول رسول الله ﷺ اللهم حبب الينا المدينة كما حببت مكة او اشد. صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۳

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ مدینہ کو ہمارے نزدیک مکہ سے زیادہ محبوب بنادے

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی تم اس کو یثرب کہتے ہو اور وہ مدینہ ہے وہ لوگوں کا میل کچیل اس طرح دور کرتی ہے جیسے بھٹی لوہے کا میل۔

ایک حدیث میں فرمایا جو موت تک مدینہ میں رہ سکتا ہو وہ موت تک مدینہ میں رہے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں دنیا کا ہر شہر تلوار سے فتح ہوا اور مدینہ قرآن سے فتح ہوا۔ ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مدینہ پاک اس بھٹی کی مثل ہے جو زنگ کو دور کرتی ہے اور خالص چیز رکھ لیتی ہے۔

مدینہ افضل یا مکہ اس بارے جمہور کا نظریہ: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ مدینہ افضل ہے یا مکہ لیکن جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ مدینہ افضل ہے جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

۱۔ سرکار دو عالم ﷺ کو مدینہ مکہ سے زیادہ محبوب ہے جیسا کہ حدیث میں ذکر ہوا نیز حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہیں کہ نبی پر اس جگہ موت طاری کی جاتی ہے جو جگہ نبی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے معلوم ہوا مدینہ افضل ہے۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا کی اے اللہ ابراہیم نے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور میں مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں ،،اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور کی دعا ابراہیم کی دعا سے افضل ہے کیونکہ دعا کا مرتبہ دعا کرنے والے کے اعتبار سے ہوتا ہے معلوم ہوا مدینہ افضل ہے۔

۳۔ سرکار مدینہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ تو نے مجھے اس شہر سے ہجرت کا حکم دیا جو مجھے بہت زیادہ محبوب تھا اب مجھے اس شہر میں بسا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو معلوم ہوا اللہ و رسول کے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ مدینہ محبوب ہے معلوم ہوا مدینہ افضل ہے۔

۴۔ فتح مکہ سے پہلے بھی حضور مدینہ میں مقیم تھے اور فتح مکہ کے بعد بھی حضور پر مدینہ میں رہنا فرض تھا اگر مکہ افضل ہوتا تو حضور کو مکہ میں رہنے کا حکم دیا جاتا معلوم ہوا مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

۵۔ مکہ میں اگر حج کی فضیلت ہے تو مدینہ میں زیارت نبوی کی فضیلت ہے مکہ میں مسجد حرام کی فضیلت ہے تو مدینہ میں مسجد نبوی کی۔

۶۔ حضور نے اگرچہ مکہ میں مدینہ کی بنسبت کم اقامت کی ہے مگر دین اسلام کے اظہار اور اعزاز کا سبب مدینہ ہے۔

۷۔ اکثر شرعی احکام کا نزول مدینہ میں ہوا۔

۸۔ حضرت جبرئیل کا زیادہ نزول مدینہ میں ہوا۔

۹۔ حضور ﷺ نے قیامت تک کے لئے مدینہ کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ حضرت امام مالک سے پوچھا گیا آپ مدینہ میں رہنا پسند کریں گے یا مکہ میں فرمایا مدینہ میں، پھر کہا میں اس کو ترجیح کیوں نہ دوں جس کو حضور نے ترجیح دی ان تمام باتوں سے معلوم ہوا مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

اعتراض: حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک مکہ تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ اس حدیث کی رو سے مکہ افضل ہے نہ کہ مدینہ۔

جواب: یہ حدیث ہجرت سے پہلے کے زمانے پر محمول ہے کیونکہ آپ کی ہجرت سے پہلے مکہ سب سے زیادہ محبوب تھا اور آپ کی ہجرت کے بعد مدینہ سب سے زیادہ محبوب ہو گیا۔

اعتراض: مکہ میں عبادات کا ثواب مدینہ سے دگنا ہوتا ہے لہذا مکہ مدینہ سے افضل ہے۔

جواب: اجر میں زیادتی مفضولیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ جو شخص میدان عرفات جا رہا ہے اس کے لئے منی میں پانچ نمازیں پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اگرچہ اجر مسجد حرام میں زیادہ ہے۔ دوسرا یہ کہ حضور نے دعا کی اے اللہ مدینہ کی برکتیں مکہ سے دگنی کر دے تو اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکہ میں ایک لاکھ نماز کا ثواب تو مدینہ میں دو لاکھ نمازوں کا ہونا چاہئے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ مکہ میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب اور مدینہ میں پچاس ہزار کا ثواب ہے تو یاد رکھیں مدینہ میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اجر بلحاظ عدد کم ہے لیکن قدر و قیمت کے لحاظ سے یہ پچاس ہزار نمازیں مکہ کی ایک لاکھ نمازوں سے بہت زیادہ ہیں جیسے سو روپے کا ایک نوٹ ایک ایک کے دس نوٹوں سے فضیلت اور قیمت میں کہیں زیادہ ہے۔

مدینہ کے بھٹی ہونے پر ایک اعتراض اور اس کا جواب: نبی کریم ﷺ نے فرمایا مدینہ پاک اس بھٹی کی مثل ہے جو زنگ کو دور کرتی ہے اور خالص چیز رکھ لیتی ہے۔

اس پر اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب مدینہ بھٹی کی مثل ہے جو زنگ کو دور کر دیتی ہے تو پھر مدینہ میں تو گمراہ بھی ہیں، بدمذہب بھی ہیں، فاسق و فاجر بھی ہیں تو مدینہ نے ان کو اپنے سے دور کیوں نہیں کیا؟

جواب: محدثین نے اس کے متعدد جواب دئے ہیں میرے نزدیک زیادہ قابل فہم یہ جواب ہے کہ مدینہ کی یہ فضیلت اور خصوصیت حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں تھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت تک کے لئے مدینہ بھٹی کی مثل ہے اور کوئی گمراہ یا بدمذہب اس میں نہیں رہے گا۔

33/33

خود کو سگ مدینہ کہنے کا حکم شرعی: اگر کوئی مسلمان اپنے آپ کو عاجزی وانکساری کے طور پر ××سگ مدینہ×× یا کسی بھی محترم ومقدس ہستی یا مقام کی طرف سگ کی نسبت کرتے ہوئے کہے یا لکھے تو اِس میں شرعاً کوئی حَرَج نہیں کیونکہ صحابہ کرام اور بزرگان دین بطورِ عاجزی اپنے لئے

اِس طرح کے الفاظ کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ اس کے ثبوت پر ہم صحابہ کرام اور بزرگان دین کے چند نظریات ذکر کریں گے۔

صَحابہ کرام کی عاجِزیاں: صَحابہ کرام شرفیت انسانی اور عظمتِ مخلوق کے معنی ومفہوم کو یقیناً ہم سے زیادہ سمجھتے تھے۔ خوف الٰہی اور اپنی کمزوری کے اعتراف کے طور پر کبھی خود کو دَرَخت، کبھی خاک، کبھی پرندہ تو کبھی چوپایہ کہتے رہے تاکہ بروزِ حشر ان کا حساب کتاب نہ ہو اور انہیں حشر میں بارگاہ الٰہی کی جناب میں شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ جیسا کہ روایات میں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق کا نظریہ: امیرُ المُؤمنین حضرتِ ابو بکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے پرندے! تُو بڑا خوش بخت ہے، کاش! میں بھی تیری طرح ہوتا، درخت پر بیٹھتا، پھل کھاتا، پھر اُڑ جاتا، تجھ پر کوئی حساب وعذاب نہیں، خدا کی قسم! کاش! میں کسی راستے کے کنارے پر کوئی دَرَخت ہوتا، وہاں سے کسی اُونٹ کا گزر ہوتا، وہ مجھے منہ میں ڈالتا چباتا پھر نگل جاتا۔ اے کاش! میں انسان نہ ہوتا۔

مُصَنَّف ابن ابی شَیبة. دار الفکر بیروت

ایک موقع پر فرمایا": کاش! میں کسی مسلمان کے پہلو کا بال ہوتا"۔ الزُّھد للامام احمد بن حنبل

حضرتِ سیّدُنا ابوذَر غِفاری کا نظریہ: حضرتِ ابوذَر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقع پر تنکا اٹھا کر فرمانے لگے: کاش! میں یہ تنکا ہوتا، کاش! میری ماں نے ہی مجھ کو نہ جنا ہوتا ۔مُصَنَّف ابن ابی شَیبہ

حضرتِ ابوذَر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار غَلَبہ خوف کے وَقت فرمانے لگے": خدا کی قسم! اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جس دن مجھے پیدا فرمایا تھا کاش! اُس دن وہ مجھے ایسا پیڑ بنا دیتا جس کو کاٹ دیا جاتا اور اس کے پھل کھالئے جاتے۔"

مصنف ابن ابی شیبہ

نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! اگر تم وہ چیزیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے زیادہ روتے اور اپنی عورتوں سے بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے حضرتِ ابوذَر غِفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے:

یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ. یعنی ہائے کاش! میں درخت ہوتا، جو کاٹ دیا جاتا۔ مشکاۃ المصابیح دار الکتب العلمیہ بیروت

حضرت عمر فاروق کا نظریہ: ایک موقع پر امیرُ المُؤمنین حضرتِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا": کاش! میں دُنبہ ہوتا، مجھے گھر والے خوب فَربہ کرتے، مجھے ذَبح کرتے، کچھ گوشت بھون لیتے اور کچھ سُکھا لیتے پھر مجھے کھا جاتے، کاش! میں انسان نہ ہوتا۔ لیۃ الاولیاء ج صرقم دار الفکر بیروت

حضرت ابو عبیدہ بن جراح کا نظریہ: اسلام کے عظیم سِپہ سالار حضرتِ ابو عُبَیدہ بن جَراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں حضور رَحمۃٌ لِّلعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِس اُمّت کا امین فرمایا۔ اپنے بارے میں کہا کرتے تھے: کاش! میں بھیڑ کا بچّہ ہوتا، میرے گھر والے مجھے ذَبح کر ڈالتے، میرا گوشت کھا لیتے اور شوربہ پی جاتے۔

الطبقات الکبریٰ لابن سعد

حضرت عمران بن حصین کا نظریہ: حضرتِ عِمران بن حُصَین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے فِرشتے آ کر ملاقات کرتے اور ان پر سلام بھیجتے، ان کے بارے میں حضرتِ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کرتے": کاش! میں راکھ ہوتا جسے ہوائیں اُڑا لے جاتیں۔ "الطبقات الکبریٰ لابن سعد

حضرت عائشہ کا نظریہ: اُمُّ المؤمنین حضرتِ عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوفِ خدا کے باعث بجائے انسان کے کبھی دَرَخت، کبھی دَرَخت کے ایک پتّے تو کبھی گھاس تو کبھی خاک کی صورت میں پیدا ہونے کی آرزو فرمائی۔ الطبقات الکبریٰ

حضرت ابو درداء کا نظریہ: حضرتِ ابو دَرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار فرمانے لگے: موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے وہ اگر تم جان لو تو کبھی لذیذ غذائیں نہ کھاؤ، سایہ دار گھروں میں نہ رہو بلکہ ویرانوں کی طرف نکل جاؤ اور تمام عمر رونے دھونے میں بسر کر دو۔ اس کے بعد کہنے لگے:

کاش! میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔ الزھد، للامام احمد بن حنبل

ایک اور روایت کے مطابق یہ فرمایا": کاش! میں دُنبہ ہوتا، مجھے کسی مہمان کیلئے ذَبح کر دیا جاتا، کھا لیا جاتا اور کھلا دیا جاتا۔ تاریخ دمشق لابن عساکر

حضرت عبد اللہ ابن مسعود کا نظریہ: مشہور صَحابی حضرتِ عُبداللہ بنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں امیرُ المؤمنین حضرتِ سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے انتہا محبّت کرتا ہوں، میں خوفِ خدا عزوجل رکھنے والا ہوں، اگر مجھے پتا چل جائے کہ حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سگ (کُتّے) سے محبّت فرماتے ہیں تو میں بھی اُس سگ (کُتّے) سے محبّت کروں، میں آخری دم تک فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خادِم ہوں۔

المعجم الکبیر للطبرانی رقم دار احیاء التراث العربی بیروت

حضرتِ ملا جامی کا نظریہ: ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں

سَگَت را کاش جامیؔ نام بُودے
کہ آید بر زبانت گاھے گاھے

کاش آپ کے کُتّے کا نام جامیؔ ہوتا تاکہ کبھی کبھی آپ کی زَبانِ پاک پر آ جاتا

حافظ شیرازی کا نظریہ: ایران کے مشہور صُوفی شاعر شمس الدّین محمد المعروف حافِظ شیرازیؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہیں۔

شُنِیدَمْ کہ سَگاں را قلادَہ مے بَندِی

چرا بہ گردَنِ حافِظ نمے نہی رَسنے

(میں نے سنا ہے آپ نے اپنے کتوں کے گلے میں پٹا ڈال رکھا ہے تو حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں ڈال دیتے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کا نظریہ: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مجموعہ کلام حدائقِ بخشش میں بطورِ عاجزی جگہ بہ جگہ اپنے لئے سگ اور کتا لفظ استعمال کیا ہے چنانچہ بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں

کیا پُرسش اور جا بھی سگِ بے ہُنر کی ہے

بہاؤالدین زکریا ملتانی کا نظریہ: حضرتِ سیّدُ ناشیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ النورانی منقبتِ غوثِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم میں فرماتے ہیں:

سگِ درگاہِ جیلانی بہاؤالدین ملتانی

لِقائے دینِ سلطانی محی الدین جیلانی

صحابہ کرام اور بزرگان دین کے عقائد سے معلوم ہوا کہ خوف الٰہی اور کسی بارگاہ مقرب میں عاجزی کے طور پر اپنے آپ کو سگ کہنا جائز بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہے اور جو لوگ اس سے منع کرتے اور اس کے خلاف شدت اختیار کرتے ہیں وہ صرف خواہشات نفس کے مرید ہیں اللہ رب العزت ہمیں اکابرین کی سچی محبت اور عقیدت عطا فرمائے۔

{حدیث:۲۳۰}

وَعَنْهُ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا.

ابو دائود. حاکم: ۴۲۹۱، ۸۵۹۲

انہی یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو برس پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا جو ان کے دین کو تازہ کرے گا۔

مجدد کسے کہتے ہیں نیز مجدد کون کون ہو سکتا ہے؟

بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو برس پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا: اس بارے میں فقیر کا موقف وہی ہے جو حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ

اس امت کی خصوصیت ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علماء اور اولیاء ہوتے رہیں گے لیکن ہر صدی کے اول یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے جو سنتوں کو پھیلائیں گے اور بدعتوں کو مٹائیں گے غلط تاویلوں کو دور کریں گے صحیح تبلیغ کریں گے خیال رہے کہ اس حدیث کی بناء پر بہت لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدد گنائے ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں دوسری میں فلاں لیکن حق یہ ہے کہ اس ۶ سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت کبھی اسلامی بادشاہ، کبھی

محدثین، کبھی فقہاء، کبھی صوفیاء، کبھی اغنیاء، کبھی بعض حکام دین کی تجدید کریں گے کبھی ایک کبھی ان کی جماعتیں جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدد ہے۔ جیسے ایک زمانہ میں حضرت سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر جنہوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور کیا اور جیسے قطب الوقت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی یا اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی۔ مراۃ المناجیح،، اور جیسے آج کے دور میں حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم کی دھومیں مچی ہوئی ہیں،، ظفر القادری عفی عنہ۔

{حدیث:۲۳۱}

وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم: يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُولُهُ يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ.

سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰/۲۰۹

حضرت ابراہیم بن عبد الرحمن العذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار اٹھاتے رہیں گے جو غلو کرنے والوں کی تبدیلیاں اور جھوٹوں کی دروغ بیانیاں اور جاہلوں کی ہیر پھیر اس سے دور کرتے رہیں گے۔

جو غلو کرنے والوں کی تبدیلیاں دور کرتے رہیں گے: کسی کی تعریف و توصیف میں افراط یعنی حد سے زیادہ تجاوز کرنا غلو کہلاتا ہے بدمذہب نبی کریم ﷺ کی شان میں تنقیص کرتے اور آپ کو اپنے جیسا بشر مانتے اور آپ کی نورانیت کے منکر ہیں اور آپ کی تعظیم کو بڑے بھائی کی تعظیم کے برابر عقیدہ رکھتے ہیں یہ تفریط اور بغاوت ہے اور ایسے لوگ باغی ہیں اور غالی نبی کریم ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے اور حضور ﷺ کے مرتبہ کو خدا کے برابر کر دیتے ہیں یہ غلو ہے اور ایسے لوگ غالی ہیں جبکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی لیکن آپ کی بشریت بے مثل ہے اور آپ خدا نہیں ہیں لیکن خدا کے بعد تمام مخلوقات میں افضل ترین ہستی ہیں اور یہی اعتدال اور امر متوسط ہے اللہ کا شکر ہے ہم اہل سنت نہ غالی ہیں نہ باغی ہیں۔

ایک غالی خطیب کا غلو: ایک واعظ بڑے جوش میں تقریر کر رہے تھے اور بول رہے تھے یاد رکھو اگر نمازیں نہیں پڑھیں تو بخشش ہو جائے گی، روزے نہیں رکھے تو بخشش ہو جائے گی، حج نہیں کیا تو بخشش ہو جائے لیکن اگر حضور کی محبت دل میں نہیں تو بخشش نہیں ہوگی،، میں نے کہا کیا نمازیں برباد کرنے سے روزے نہ رکھنے سے اور حج فرض ہونے کے باوجود ادا نہ کرنے سے بھی محبت مصطفی حاصل ہو جاتی ہے،، نادان نمازوں کی حفاظت ہی محبت مصطفی ہے، روزے رکھنا ہی محبت مصطفی ہے، فرائض وواجبات پر عمل کرنا ہی محبت مصطفی ہے، جو ان کا عامل نہیں وہ محب مصطفی نہیں۔

جاہلوں کی ہیر پھیر دور کرتے رہیں گے:

جہل کی اقسام: جہل کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ جہل مرکب ۲۔ جہل بسیط۔

۱۔ جہل بسیط: یہ ہے کہ کسی آدمی کو علم نہ ہو اور وہ کہے مجھے اس کا علم نہیں اسے جہل بسیط کہتے ہیں۔

۲۔ **جہل مرکب:** وہ ہے کہ اس کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور وہ یہ سمجھے کہ اسے اس کا علم ہے اسے جہل مرکب کہتے ہیں یہ سب سے بڑا جاہل ہے کیونکہ ایک تو وہ چیز کے علم سے جاہل ہے دوسرا یہ کہ وہ اپنی جہالت سے بھی جاہل ہے۔

{حدیث:۲۳۲}

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ. دارمی:۳۵۰

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسے موت اس حال میں آئے کہ وہ اسلام زندہ کرنے کے لئے سیکھ رہا ہو تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیاں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

مرسل حدیث اس کو کہتے ہیں کہ جس میں راوی اپنے سے اوپر راوی کے ذکر کو چھوڑ دے حضرت حسن بصری تابعی ہیں ظاہر ہیں انہوں نے یہ حدیث کسی صحابی سے سنی لیکن ان کا نام ذکر نہیں کیا اس کی تفصیل ہم نے کتاب کے شروع میں کردی ہے۔

جسے موت اس حال میں آئے کہ وہ اسلام زندہ کرنے کے لئے سیکھ رہا ہو: جب طالب علم کی فضیلت کا یہ عالم ہے جو ابھی عالم دین بنا ہی نہیں اور پہلے ہی موت آ گئی تو علمائے دین کی عظمت و رفعت کا عالم کیا ہوگا، حضور نے ان کا مقام و مرتبہ یہ بیان فرمایا کہ جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیاں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ مطلب یہ کہ انہیں انبیاء سے بہت قرب نصیب ہوگا کہ اعلیٰ علیین میں وہ حضرات ان کے نیچے یہ علماء کیونکہ یہ دنیا میں وارثین انبیاء تھے۔

کیا انبیاء کے ساتھ صرف علماء ہوں گے؟ خیال رہے کہ بعض مؤمن بھی جنت میں انبیاء کے ساتھ رہیں گے جیسا کہ رب فرماتا ہے:"فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ مگر یہ ہمراہی ایسی ہوگی جیسے بادشاہ کے خدام خاص اس کے ساتھ کوٹھی میں رہتے ہیں کہ یہ بادشاہ نہیں بن جاتے ایسے ہی یہ حضرات نبی کے درجہ پر نہ ہوں گے بلکہ خادم خاص ہوں گے کیونکہ بادشاہ کے خاص خدام بادشاہ کے ہمراہ ہی ہوتے ہیں۔

{حدیث:۲۳۳}

وَعَنْهُ مُرْسَلًا قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلَيْنِ كَانَا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَحَدُهُمَا كَانَ عَالِمًا يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَالْآخَرُ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضْلُ هَذَا الْعَالِمِ الَّذِي يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ. دارمی:۳۴۰

انہی سے مرسلا روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بنی اسرائیل کے ان آدمیوں کے بارے میں سوال کیا گیا جن میں ایک عالم تھا جو صرف فرائض پڑھتا تھا اور بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو علم سکھاتا اور دوسرا دن کو روزہ رکھتا اور ساری رات عبادت میں لگا رہتا کہ ان دونوں میں بہتر کون ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ عالم جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جائے اور لوگوں کو علم سکھائے اس کی بزرگی اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھے اور رات کو قیام کرے ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنی پر۔

عالم کی عابد پر ایسی بزرگی جیسے میری بزرگی تمہارے ادنی پر: یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تمام مسلمانوں پر ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر ہے یاد رہے کہ یہاں بزرگی سے مراد دینی بزرگی ہے نہ کہ محض دنیاوی بزرگی اگرچہ ان دونوں بزرگیوں میں کروڑہا فرق ہے جیسے بادشاہ کو رعایا پر سلطنت کی بزرگی حاصل ہے، مالدار کو فقیر پر مال کی بزرگی حاصل ہے، جتھے والے کو بے کس پر قوت کی بزرگی حاصل ہے،، حسین کو بد شکل پر جمال کی بزرگی حاصل ہے مگر یہ بزرگیاں دنیوی ہیں عارضی اور فانی ہیں لیکن نبی کو مخلوق پر دینی بزرگی حاصل ہے جو ابد الآباد تک قائم اور باقی ہے ایسے ہی عالم کو جاہل پر بزرگی حاصل ہے جو ابد الآباد تک قائم اور باقی ہے آج سکندر اعظم کو کسی فقیر پر ملکی بزرگی حاصل نہیں کیونکہ وہ اب ختم ہو چکی مگر امام ابوحنیفہ کو تمام مقلدین پر بے پناہ عظمت اب بھی حاصل ہے اور ہمیشہ حاصل رہے گی۔

اس حدیث کی رو سے کیا عالم نبی کے برابر ہو جاتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ عالم جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جائے اور لوگوں کو علم سکھائے اس کی بزرگی اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھے اور رات کو قیام کرے ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنی پر اس حدیث کی رو سے کیا عالم نبی کے برابر ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مثال نوعیت کے بیان کے لئے ہے مقدار بیان کرنے کے لئے نہیں، یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تم پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر ہے اس کا مطلب یہ نہیں کی جتنی بزرگی عالم کو عابد پر ہے اتنی مجھے تمہارے ادنی پر لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عالم نبی کے برابر ہو جائے۔ خیال رہے کہ علم دین یا فرض عین ہے یا فرض کفایہ اور زیادہ عبادت نفل ہے، نیز عالم کا نفع مخلوق کو ہے اور عابد کا نفع صرف اپنے کو، لہذا عالم عابد سے افضل ہے۔ آدم علیہ السلام عالم تھے، فرشتے لاکھوں سال کے عابد مگر سجدہ عابدوں نے عالم کو کیا۔

دینی بزرگ اور دنیاوی بزرگ کی مثال:

بزرگ فرماتے ہیں دنیا داروں کا ذکر کرنے سے امیری ملتی ہے خدا کا ذکر کرنے سے فقیری ملتی ہے اور کامیابی کا دارومدار امیری پر نہیں فقیری پر ہے نہ امیر کامیاب نہ وزیر کامیاب، کامیاب ہے تو اللہ کی بارگاہ کا فقیر کامیاب،، یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ،، لوگو تم اللہ کے فقیر ہو۔ یقین نہ آئے تو دیکھ لو راوی کے اس پار شاہدرہ میں دنیا کے بادشاہ کا مزار ہے جہاں چڑیا بھی نہیں جاتی اگر جاتی بھی ہے تو بیٹ کرنے کے لئے اور راوی کے اس پار بھاٹی گیٹ کے باہر اللہ کے فقیر کا دربار ہے مگر حقیقت میں دین کے بادشاہ کا دربار ہے جہاں دنیا کے بادشاہ آکر سلامی دے رہے ہیں اور آدھی رات کو جاؤ تو بھی یوں لگتا ہے جیسے سارا لاہور داتا دربار میں آیا ہوا ہے کیونکہ دینی بزرگی کو دنیاوی بزرگی پر اللہ نے فوقیت عطا فرمائی ہے۔

{حدیث:۲۳۴}

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيهُ فِي الدِّينِ إِنِ احْتِيجَ إِلَيْهِ نَفَعَ وَإِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ أَغْنَى نَفْسَهُ. بخاری، احمد:۶۳۳۷، ۲۶۳۳۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ عالم دین بہت اچھا ہے کہ اگر اس کی ضرورت پڑے تو نفع دے اگر اس سے بے پروائی کی جائے تو اپنے کو بے نیاز رکھے۔

نفع دینے والے عالم ایسے ہوتے ہیں: حضرت امام یوسف بیان کرتے ہیں ایک دفعہ ایک شخص سے اس کی بیوی کا جھگڑا ہوا شوہر یہ قسم کھا بیٹھا کہ جب تک تو نہیں بولے گی میں بھی نہیں بولوں گا بیوی کیوں پیچھے رہتی اس نے بھی برابر کی قسم کھا لی کہ جب تک تو نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو دونوں پریشان ہوئے، شوہر حضرت سفیان ثوری کے پاس گیا کہ اس کا حل کیا ہے تو انہوں نے فرمایا تم بیوی سے اور بیوی تم سے بات کرے اور اس کا کفارہ ادا کر دو۔ شوہر امام اعظم کے پاس حاضر ہوا اور ساری بات بتائی آپ نے فرمایا جاؤ تم دونوں ایک دوسرے سے بات کرو کفارہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں جب حضرت سفیان ثوری کو یہ معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے امام اعظم کے پاس جا کر یہاں تک کہہ دیا کہ تم لوگوں کو غلط مسئلہ بتاتے ہو امام صاحب نے شوہر کو دوبارہ بلوایا اور ساری بات آپ کے سامنے بیان کرنے کو کہا جب وہ بیان کر چکا تو امام صاحب نے حضرت سفیان ثوری سے کہا جب شوہر کے قسم کھانے کے بعد عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے وہ جملہ کہا تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء ہوگئی اب قسم کہاں رہی لہذا کفارہ بھی نہیں اس پر حضرت سفیان ثوری نے کہا واقعی آپ کی فہم وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں ہم لوگوں کو خیال تک نہیں جاتا۔ المناقب لابن البزازی ج اص ۵۵

ایک دعوت ولیمہ میں امام اعظم اور حضرت سفیان ثوری اور حضرت مسعر بن کدام اکٹھے ہو گئے اس دوران ایک پریشان حال شخص مجمع میں حاضر ہوا اور کہا میں نے اپنے دو بیٹوں کی شادی دو بہنوں کے ساتھ کر دی اور غلطی سے ایک بیٹے کی بیوی دوسرے کے بستر میں اور دوسرے کی بیوی پہلے کے بستر میں پہنچا دی گئیں اور دونوں نے دوسرے کی بیویوں سے جماع بھی کر لیا ہے لہذا اس مسئلے کا حل بتایا جائے۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا دونوں لڑکوں پر مہر واجب ہو گیا ہے اور دونوں کی اپنی اپنی بیویاں ان کے پاس لوٹا دی جائیں۔ امام اعظم خاموش بیٹھے رہے حضرت مسعر بن کدام نے آپ سے کہا آپ بھی کچھ فرمائیں اس مسئلے کا کیا حل ہے۔ امام صاحب نے فرمایا دونوں لڑکوں کو بلایا جائے جب وہ دونوں آئے تو آپ نے ان دونوں میں سے ہر ایک سے پوچھا کیا تمہیں وہ عورت پسند ہے جس کے ساتھ تم نے جماع کیا اور رات گزاری ان دونوں لڑکوں نے ہاں میں جواب دیا آپ نے فرمایا دونوں اپنی اپنی بیوی کو طلاق دے دو انہوں نے طلاق دے دی پھر آپ نے جس جس لڑکی نے جس لڑکے کے ساتھ رات گزاری اس کے ساتھ نکاح کر دیا اور انہیں کہا کہ جاؤ اور دعوت ولیمہ کی تجدید کرو۔ آپ کا جواب سن کر سب متحیر ہو گئے اور مسعر نے اٹھ کر امام اعظم کا ماتھا چوم لیا۔ المناقب لابن البزازی ج اص ۵۵

{حدیث:۲۳۵}

وَعَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مِرَارٍ وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هَذَا الْقُرْآنَ وَلَا أُلْفِيَنَّكَ تَأْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ وَلَكِنْ أَنْصِتْ فَإِذَا أَمَرُوكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُونَهُ وَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ "بخاری، احمد: ۶۳۳۷، ۲۶۳۳۰

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عباس نے فرمایا لوگوں کو ہفتے میں ایک دن وعظ سناؤ اگر نہ مانو تو دو دفع اگر بہت ہی کرو تو تین دفع قرآن پاک سے لوگوں کو اکتا نہ دو میں تمہیں ایسا ہرگز نہ پاؤں کہ تم کسی قوم پر پہنچو جو اپنی کسی بات میں مشغول ہو تو وعظ شروع کر کے ان کی بات کاٹ دو کیونکہ تم انہیں اکتا دو گے بلکہ خاموش رہو جب وہ خود عرض کریں تو انہیں حدیث سناؤ کہ وہ سننے کا شوق رکھتے ہوں اور دعا میں قافیہ دار عبارت سے بچنا میں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو ایسا ہی کرتے ہوئے کبھی نہیں پایا۔

لوگوں کو وعظ کرو لیکن ان کو اکتا نہ دو میں: اس حدیث میں ان خطبا کے لئے درس ہے جو مائیک پر قبضا جما لیں تو چار چار گھنٹے چھوڑنے کا نام نہیں لیتے اور لوگوں کو اکتا دیتے ہیں اور وہ خطبا بھی عبرت حاصل کریں جو لائڈ سپیکر کا غلط استعمال کرتے ہیں اور بیماروں، کام میں مصروف لوگوں کے لئے آزمائش بن جاتے ہیں لہذا واعظ کو لوگوں کی طبیعت اور ان کے شوق کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے اور اس حدیث پاک میں دائمی عمل کی بھی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ جو عمل کثیر ہو اور وہ کبھی کبھی ہو اس سے وہ عمل بہتر ہے جو دائمی ہو خواہ قلیل ہو کیونکہ جو عمل بغیر مشقت اور تھکاوٹ کے دائمی کیا جائے اس سے انسان کا دل خوش اور مطمئن رہتا ہے اس کے برخلاف جو زیادہ کام کیا جائے اور اس میں مشقت اور تھکاوٹ ہو اس کو انسان بے دلی اور بے رغبتی سے کرتا ہے۔

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ ﷺ احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۷۵

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کو پیارا عمل دائمی ہے اگرچہ تھوڑا ہو۔

تھوڑا دائمی عمل زیادہ عارضی عمل سے بہتر ہے: دائمی عمل اگرچہ تھوڑا ہو اچھا ہے اور عارضی عمل اگرچہ زیادہ ہو اتنا اچھا نہیں صوفیا فرماتے ہیں کہ درود و وظائف شروع کر کے چھوڑنے نہیں چاہئیں جب زبان بند ہو اور موت آئے تب یہ اعمال بند ہوں۔

حدیث میں ہے کہ بقدر طاقت اعمال اختیار کرو کیونکہ اللہ ملال نہیں ڈالتا حتی کہ تم خود ملال میں پڑو۔ بزرگ فرماتے ہیں حضور قلبی کے ساتھ آسان نیکی غفلت کے مشکل اعمال سے افضل ہوتی ہے۔

یاد رکھیں یہ تمام کام نفلی عبادات کے لئے ہیں کہ بقدر طاقت شروع کرو جو نبھا سکو فرائض تو پورے ہی پڑھنے ہوں گے لہذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر دو وقت کی نماز ہی پڑھ سکتے ہو تو اتنی ہی پڑھ لو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی ہے آپ نے پوچھا یہ رسی کیسی ہے لوگوں نے بتایا یہ حضرت زینب کی رسی ہے پس جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا بالکل نہیں، اس کو کھول دو تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک عبادت کرے جب تک اس میں فرحت ہو پس جب وہ تھک جائے تو بیٹھ جائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو حازم کی باندی اصحاب صفہ سے تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک رسی تھی جب ہم نماز سے تھک جاتے اور نیند آنے لگتی تو ہم اس رسی سے لٹک جاتے سو ہمارے پاس حضرت ابو بکر آئے انہوں نے کہا ان رسیوں کو کاٹ دو اور زمین پر بیٹھو۔ ان احادیث میں عبادت کے اندر میانہ روی کی ترغیب دی گئی ہے اور عبادت میں سختی سے منع فرمایا گیا ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک تم خوشی سے عبادت کر سکتے ہو اس وقت تک عبادت کرو اور جب تم کھڑے کھڑے تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ خود کو تکلیف میں نہ ڈالو۔

یاد رہے کہ عبادت میں شدت اختیار کرنا اس لئے مکروہ ہے کہ شدت کی وجہ سے انسان تھک جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے بعض اوقات اس کی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اور وہ دیگر کام کرنے سے بھی عاجز ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ حضور نبی

کریم ﷺ نے عبادت میں افراط یعنی شدت کو ناپسند کیا تا کہ لوگ عبادت سے منقطع نہ ہو جائیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتاؤ مطلب یہ کہ اللہ تعالی تم کو ثواب دینا اس وقت تک منقطع نہیں کرتا جب تک تم عمل کرنے سے منقطع نہ ہو جاؤ۔

یادر ہے کہ کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو چھوڑ نا نہیں چاہئے بلکہ انسان کو یہ چاہئے کہ وہ نیک عمل میں ہر روز ترقی کرے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اس عمل کو پسند کرتے جو دائمی ہو خواہ تھوڑا ہو آپ ﷺ نے فرمایا دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرو عبادت کے حق میں بھی کمی نہ کرو اور اپنے اور اپنے اہل وعیال کے حق میں بھی کمی نہ کرو اور دوسرا یہ کہ واجبات کو مستحبات سے مقدم رکھنا چاہئے۔

{حدیث:۲۳۶}

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَأَدْرَكَهُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ كَانَ لَهُ كفل من الْأجر. دارمی:۳۳۵

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو علم کی طلب کرے پھر اس کو پا بھی لے تو حصہ دوہرا ثواب ملے گا لیکن اگر علم نہ پا سکے تو اسے ثواب کا ایک اجر ملے گا۔

پہلے والے کو دگنا ثواب ایک تو طلب علم کا اور دوسرا اس علم کو پا لینے کا ملے گا اور دوسرے کو ایک ثواب صرف طلب علم کا ملے گا لیکن علم کو نہ پانے کی وجہ سے دوسرے ثواب سے محروم رہے گا۔

{حدیث:۲۳۷}

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ (ص: 85) الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا علمه ونشره وولدا صالحا ترکه ومصحفا وَرَّثَهُ أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أخرجها من مَاله فِي صِحَّته وحياته يلْحقهُ من بعد مَوته. ابن ماجه.شعب الایمان:۲۴۲، ۳۴۴۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عمل اور نیکیاں مومن کو موت کے بعد بھی اسے پہنچتی رہتی ہیں وہ یہ ہیں وہ علم کہ جسے سیکھا اور آگے سکھا یا نیک اولاد جو پیچھے چھوڑ گیا یا قرآن پاک جس کا وارث بنا گیا یا مسجد یا مسافر خانہ جسے بنایا گیا یا نہر جو جاری کر گیا یا خیرات جسے اپنی زندگی اور تندرستی میں نکال گیا کہ یہ چیزیں مرنے کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں۔

عمل اور نیکیاں مومن کو موت کے بعد بھی اسے پہنچتی رہتی ہیں: علم دین بھی ایک بہترین صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب کبھی منقطع نہیں ہوتا علم پڑھا کر آگے منتقل کرنا دینی کتابیں لکھنا سب عالم کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

ایصال ثواب کی دیگر احادیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی شخص کے درجہ کو جنت میں بلند کرتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے یارب عزوجل مجھے یہ مقام کیسے ملا تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے مغفرت کی دعا کی تھی۔

ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اہل خانہ میں سے کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے اور اہل خانہ اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے صدقہ کریں تو جبرئیل اس صدقہ کو نور کے طباق میں لے کر اس قبر والے کے سرہانے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے تیرے گھر والوں نے تیری طرف بھیجا ہے تو اس کو قبول کرلے پس وہ ہدیہ اس کے پاس پہنچتا ہے اور اس سے وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اس مردے کے وہ پڑوسی جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں پہنچتا وہ غمگین ہوجاتے ہیں۔ مشکوۃ شریف

تازہ میت برزخ میں ایسی ہوتی ہے جیسے نئی دلہن سسرال میں کہ اگرچہ وہاں اسے ہر طرح کا عیش و آرام ہوتا ہے مگر اس کا دل میکہ میں پڑا ہوتا ہے جب کوئی آدمی یا کوئی سوغات میکے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی پھر دل لگتے لگتے لگ جاتا ہے اسی طرح تازہ میت کو بھی زندوں کے تحفے یعنی دعا و ایصال ثواب کا بہت انتظار رہتا ہے اسی لئے نئی میت کو جلد از جلد نیاز، تیجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ سے یاد کیا جاتا ہے لیکن یہ حال صرف گناہ گار میت کا نہیں بلکہ نیکوکار بھی اسی طرح منتظر رہتا ہے۔

{حدیث:۲۳۸}

وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّهُ مَنْ سَلَكَ مَسْلَكًا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهُ طَرِيقَ الْجَنَّةِ وَمَنْ سَلَبْتُ كَرِيمَتَيْهِ أَثَبْتُهُ عَلَيْهِمَا الْجَنَّةَ. وَفَضْلٌ فِي عِلْمٍ خَيْرٌ مِنْ فَضْلٍ فِي عِبَادَةٍ وَمِلَاكُ الدِّينِ الْوَرَعُ. شعب الایمان:۵۵۱

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے مجھے وحی فرمائی کہ جو علم کی تلاش میں ایک راہ چلتا ہے تو میں اس کے لئے جنت کی ایک راہ آسان کر دوں گا اور جس کی دو پیاری چیزیں میں لے لوں تو اس کو جنت عطا کروں گا اور علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے کارخانہ دین کا نظام پرہیزگاری ہے۔

جو علم کی تلاش میں ایک راہ چلتا ہے: یعنی علم دین کے حصول کے لئے سفر اختیار کرتا ہے تو اس کے لئے جنت کی راہ آسان ہوجاتی ہے علماء فرماتے ہیں علم کے بغیر جنت کے تمام دروازے بند ہیں اور علم دین ان دروازوں کی چابی ہے۔

جس کی دو پیاری چیزیں لے لوں تو اس کو جنت عطا کروں گا: یعنی جس کی دونوں آنکھوں جو جسم کے اعضاء میں سے نمایاں اور سب سے پیاری نعمت ہیں لے لوں تو اسے بھی جنت عطا کروں گا لیکن اس کے ضروری ہے کہ وہ اس مصیبت پر صبر کرے معلوم ہوا مصیبتوں پر صبر کرنا بہت اعلی عبادت اور حصول جنت کا ذریعہ ہے۔

ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم مصیبتوں میں مبتلا کر دیئے جاؤ تو میری مصیبتوں کو یاد کر لینا کیونکہ جتنا مجھے مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا اتنا کسی اور کو نہیں کیا گیا۔

بڑا آدمی بڑی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے: چونکہ حضور ﷺ نبیوں کے سردار ہیں اس لئے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں اور یاد رکھیں چاند سورج کو گہن لگتا ہے تاروں کو نہیں لگتا بڑوں کو دکھ ہوتا ہے چھوٹوں کو نہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ سب

سے زیادہ درد اور تکلیف میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں پھر جو ان کے قریب ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیا وصالحین کو معرفت ہوتی ہے کہ یہ مصائب بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں ان پر انہیں دگنا اجر دیا جاتا ہے۔ جس کی دنیاوی مصیبتیں اور الجھنیں زیادہ ہوں اس کی عبادت افضل ہے اس شخص سے جو فارغ البال ہو دیکھو انسان کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ انسان مصائب اور آزمائشوں میں گھرا ہے اور فرشتے ان سے محفوظ ہیں۔ حدیث میں ہے کہ انسان اپنی دینداری کے مطابق مبتلا ہوتا ہے اگر اس کے دین میں سختی ہے تو اس کی بلائیں بھی سخت ہوں گی اور اگر اس کے دین میں نرمی ہے تو اس پر آسانی کی جائے گی ایسا ہی ہوتا رہے گا حتی کہ وہ زمین پر بے گناہ ہو کر چلے گا۔

سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ بڑی مصیبت کا اجر بھی بڑا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے جو راضی ہوتا ہے تو اللہ اس سے راضی ہوتا ہے جو ناراض ہوتا ہے اس کے لئے اللہ کی ناراضگی ہے۔ مطلب یہ کہ کسی مومن صالح کو بلاؤں میں گرفتار دیکھ کر یہ نہ سمجھ لو کہ یہ برا آدمی ہے نیکیوں پر بڑی مصیبتیں بڑے درجات ملنے کا ذریعہ ہیں۔ لیکن یہ صرف مومن کے لئے ہے کافر کے لئے نہیں کیونکہ مردے کو بہترین دوائیں دینا بے کار ہے جڑ کٹے درخت کی شاخوں کو پانی دینا بے سود اگر کافر عمر بھر بھی مصیبت میں رہے جب بھی دوزخی ہے اور اگر مومن صالح عمر بھر بھی آرام میں رہے جب بھی جنتی ہاں تکلیف والے مومن کے درجے زیادہ ہوں گے بشرطیکہ صابر وشاکر رہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ مصطفی میں حاضر ہوا اس کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا آپ ﷺ نے اس سے استفسار کیا تجھے کیا ہوا اس نے عرض کی میرے پاس سے ایک عورت گزری میں اس کی طرف دیکھنے لگا میری نگاہیں مسلسل اس کا پیچھا کرتی رہیں کہ اچانک میرے سامنے ایک دیوار آ گئی اور بے خبری میں، میں اس سے ٹکرا گیا اور زخمی ہو گیا جس کی وجہ سے میرا یہ حال ہوا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دنیا ہی میں اس کے گناہ کی سزا دے دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان کی حلاوت نہیں پا سکتا جب تک اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس پر جو مصیبت آئی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی ہے وہ اس پر آ نہیں سکتی تھی۔ ارشاد ہے کہ ہر شخص غمگین بھی ہوتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے لیکن مومن اپنی مصیبت پر صبر کرتا ہے اور اپنی نعمت پر شکر کرتا ہے۔

علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے: یعنی تھوڑا علم بہت بڑی عبادت سے بھی افضل ہے ایک گھڑی علم دین میں گزارنا ہفتوں مہینوں کی لمبی لمبی عبادتوں سے بہتر ہے کیونکہ کوئی بھی عبادت علم کے بغیر نفع نہیں دیتی۔

امام شافعی بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں امام محمد کے پاس ٹھہرا میں ساری رات نفل پڑھتا رہا اور امام محمد چارپائی پر لیٹے رہے صبح کو امام محمد نے میرے خیال میں بغیر وضو کئے نماز پڑھی میں نے پوچھا حضرت آپ نے وضو نہیں کیا اور نماز پڑھ لی؟ آپ نے فرمایا تم نے ساری رات اپنے نفس کے لئے عمل کیا اور اور اپنی ذات کو نفع پہنچانے کے لئے نوافل پڑھے اور میں نے ساری رات حضور کی امت کے لئے عمل کیا اور چارپائی پر لیٹے سوچ سوچ کر ایک ہزار مسائل کا حل نکال لیا امام شافعی

نے یہ سن کر کہا میری ساری رات کی عبادت سے امام محمد کی شب بیداری افضل ہے۔ مناقب کردری ج ۲ ص ۱۶۲

بزرگ فرماتے ہیں علم کی تھوڑی زیادتی عبادت کی بہت سی زیادتی پر افضل ہے عالم تھوڑی عبادت پر جاہل کی بڑی عبادت سے زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

ایک بزرگ پٹنہ سے حج بیت اللہ کے لئے پا پیادہ ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے چلے جا رہے تھے دس سال بعد گجرات پہنچے ان سے کسی عالم نے کہا کہ اگر آپ ہوائی جہاز سے ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور اتنے نوافل وہاں پڑھتے تو ہر رکعت پر ایک لاکھ کا ثواب پاتے۔ مراۃ المناجیح کتاب العلم

سچ کہا کسی نے کہ جہاں عابد کی سوچ کی انتہا ہوتی ہے وہاں عالم کی سوچ کی ابتداء ہوتی ہے۔ کسی نے عالم سے کہا کہ قیامت کا دن کتنا بڑا ہے قرآن اسے ایک ہزار سال کا بھی کہتا ہے اور پچاس ہزار سال کا بھی اور حدیث نے تو غضب ہی کر دیا فرماتی ہے کہ چار رکعت نماز پڑھنے کی مقدار ہو گا نہ قرآن کا اعتبار نہ حدیث کا العیاذ باللہ عالم نے فرمایا قرآن و حدیث صحیح ہیں تیری سمجھ غلط وہ دن ایک ہزار برس کا ہے لیکن کفار کو تکلیف کی وجہ سے پچاس ہزار سال کا اور مومن کو راحت کی وجہ سے دس منٹ کا محسوس ہو گا جیسے ایک ہی رات بیمار کو لمبی اور تندرست کو چھوٹی اور جو محبوب کے پاس گزارے اسے منٹوں کی محسوس ہوتی ہے۔

کارخانہ دین کا نظام تقویٰ و پرہیزگاری ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک آدمی کی عبادت کا ذکر ہوا اور دوسرے کے تقویٰ کا تو فرمایا عبادت تقویٰ کے برابر نہیں ہو سکتی۔

یعنی نوافل کو تقویٰ کے برابر نہ کرو نوافل تقویٰ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ یاد رہے کہ حرام چیزوں اور حرام کاموں سے بچنا تقویٰ کا پہلا درجہ ہے آج کل لوگ بہت ورد وظیفے نوافل کو ہی تقویٰ سمجھتے ہیں اور ان پر بہت عامل ہوتے ہیں مگر جھوٹ غیبت دوسروں کا حق دبانے سے پرہیز نہیں کرتے سخت غلطی کرتے ہیں برائیوں سے بچنا بڑی عبادت ہے۔

یاد رہے کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے فتویٰ محرمات سے بچنے کا نام ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے یعنی حرام چیزوں سے بچنا فتویٰ اور مشتبہ چیزوں سے بچنا تقویٰ ہے۔

یاد رکھیں کہ شبہ اور وہم میں فرق ہے، وہمیات کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں مثلاً ولایتی کپڑے کے تھان بازار میں فروخت ہوتے ہیں ان میں شبہ کرنا کہ یہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہوں گے تقویٰ نہیں وہم ہیں صحابہ کرام غنیمت میں کفار کے لباس پاتے تھے اور بے تکلف پہنتے تھے حضور ﷺ نے کفار بادشاہوں کے ہدیے لئے اور استعمال فرمائے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ متقی کی نیکی فاسق کی نیکی سے افضل ہے بلکہ جیسا عامل کا درجہ ویسا ہی اس کے عمل کا ثواب صحابہ کا آدھا چار سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ وہ عامل افضل ہیں متقی مسلمان کا کلمہ اعلیٰ درجہ کا مقبول ہوتا ہے اور فاسق و فاجر کا کلمہ قبول تو ہوتا ہے لیکن اس درجہ کا نہیں تمام ذکر و عبادات مثل کارتوس ہیں اور ذاکر کی زبان مثل رائفل کے کہ شکار واقعی کارتوس کرتا ہے مگر رائفل کی طاقت سے۔

لیکن یاد رہے کہ کسی متقی کو کسی فاسق پر شیخی مارنے کی قطعاً اجازت نہیں ورنہ معاملہ الٹ بھی ہو سکتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا اللہ کی قسم خدا فلاں کو نہ بخشے گا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ کون ہے جو مجھ

پر قسم کھاتا ہے کہ فلاں کو نہ بخشوں گا میں نے فلاں کو تو بخش دیا اور تیرے عمل ضبط کر لئے۔

یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے پہلا فاسق تھا جو خود کو گناہ گار جانتا تھا اور دوسرا متقی جو اپنے آپ کو عابد زاہد اور اپنے تقوی پر نازاں تھا اس کی شیخی کی وجہ سے اللہ تعالی کی غیرت کا دریا جوش میں آیا اس متکبر عابد کی پکڑ کر لی اور اس کی توفیق سلب کر لی اور اس کی تمام نیکیاں ضبط کر لیں جس سے یہ کافر ہو کر مرا اور فاسق کے سارے گناہ معاف کر کے اس کو نیک بننے کی توفیق دے دی۔ اللہ کی بارگاہ بے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی رائے سے فیصلہ نہیں کر سکتا کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی اللہ تعالی انجام بخیر کرے۔

{حدیث:۲۳۹}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِن إحيائها. دارمی:۲۶۴

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی علم کا درس تمام رات بیداری سے افضل ہے۔

{حدیث:۲۴۰}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِي مَسْجِدِهِ فَقَالَ: كِلَاهُمَا عَلَى خَيْرٍ وَأَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ أَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُونَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُونَ إِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ. وَأَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ الْفِقْهَ أَوِ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُونَ الْجَاهِلَ فَهُمْ (ص: 86) أَفْضَلُ وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جلس فيهم. دارمی. ابن ماجہ: ۳۴۹_۲۲۹

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر سے گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے لیکن یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے تو وہ انہیں دے چاہے تو انہیں نہ دے لیکن وہ لوگ فقہ اور علم خود سیکھ رہے ہیں ناواقفوں کو سکھا رہے ہیں وہ افضل ہیں میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ انہی یعنی علم والی مجلس میں تشریف فرما ہو گئے۔

علم کی مجلس، عبادت کی مجلس سے افضل کیوں ہے؟

یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے: یہ دونوں مجلسیں صحابہ کرام کی تھیں جو مسجد نبوی میں الگ الگ بیٹھے ہوئے تھے ایک جماعت ایک کونے میں نوافل وتلاوت قرآن میں مشغول تھی اور دوسری مجلس آپس میں علم دین سیکھنے سکھانے کی تھی دونوں مجلسیں دیکھ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ علم کی مجلس عبادت کی مجلس سے بہتر ہے کیونکہ عابد اپنے لئے عبادت کرتا ہے اور اس کی عبادت کا نفع صرف اسی کو ملتا ہے جب کہ عالم کا علم پوری امت کی تقدیر بدل دیتا ہے عابد اپنے لئے جیتا اور عبادت کرتا ہے عالم دوسرے کے لئے جیتا اور کوشش کرتا ہے۔

چاہے تو وہ انہیں دے چاہے تو انہیں نہ دے:

دعا کے بارے آیت اور حدیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر سے گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے لیکن یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے تو وہ انہیں دے چاہے تو انہیں نہ دے۔ جبکہ اس کے برعکس آیت کریمہ میں ہے ادعونی استجب ت م مجھے پکارو میں تمہیں دوں گا۔

اس آیت میں قبولیت دعا کا وعدہ ہے جبکہ حدیث میں ہے کہ کوئی دعا کرے تو اللہ کی مرضی چاہے اسے دے چاہے تو اسے نہ دے، آیت اور حدیث میں تعارض ہے۔

دعا کے بارے آیت اور حدیث میں تعارض کی تطبیق: آیت کریمہ کا مطلب ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا یہ نہیں کہا کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا لہذا آیت میں دعا کی قبولیت کا کوئی وعدہ نہیں لہذا آیت اور حدیث میں تعارض بھی نہیں۔

{حدیث:۲۴۱}

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِي إِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيهًا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: من حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا فِي أَمْرِ دِينِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيهًا وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شافعا وشهيدا-شعب الايمان:۱۷۲۶

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے جہاں انسان پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری امت میں سے چالیس حدیث جو دینی احکام سے متعلق ہوں یاد کر لے اللہ تعالی اسے فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع وگواہ ہوں گا۔

کیا عالم ہونے کے لئے چالیس حدیثیں یاد کرنا کافی ہیں؟

جو چالیس حدیث یاد کر لے اللہ تعالی اسے فقیہ اٹھائے گا: حکیم الامت اس کی شرح میں فرماتے ہیں اس حدیث کے بہت پہلو ہیں چالیس حدیثیں یاد کر کے مسلمانوں کو سنانا، چھاپ کر ان میں تقسیم کرنا ترجمہ یا شرح کر کے لوگوں کو سمجھانا راویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا سب ہی اس میں داخل ہیں یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس حدیثیں میری امت تک پہنچا دے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان اور تقوی کی خصوصی گواہی دوں گا۔ اسی حدیث کی بشارت کی وجہ سے کئی محدثین نے اپنی اپنی اربعین تحریر کیں۔

مراۃ المناجیح کتاب ۱۰۰

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے نزدیک عالم کی تعریف: امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ عالم ہونے کے لئے کم از کم اتنا علم ضَروری ہے کہ بلاکسی اِمداد کے اپنی ضَروریات کے مسائل کتاب سے نکال سکے۔ کُتُب کا مطالَعہ کرکے اور علماء سے سن سن کر بھی عالم بن سکتا ہے اس کے لئے درسِ نظامی یعنی فارغُ التحصیل ہونے کی سَنَد نہ شرْط ہے نہ کافی۔ بلکہ شریعت کا بنیادی علم ہونا چاہیے۔ اَحکامِ شریعت اس کی اپنی ضَرورت کے قابل کافی اور عقائدِ اَہلسنت سے لازمی پورا واقف ہو۔ ☆کُفر و اسلام، گمراہی وہدایت کے فرق کا خوب جاننے والا ہو ایسا شخص عالم ہے۔

{حدیث:۲۴۲}

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تَدْرُونَ مَنْ أَجْوَدُ جُودًا؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: اللهُ تَعَالَى أَجْوَدُ جُودًا ثُمَّ أَنَا أَجْوَدُ بَنِي آدَمَ وَأَجْوَدُهُمْ مِنْ بَعْدِي رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمِيرًا وَحْدَهُ أَوْ قَالَ أُمَّةً وَحْدَهُ-شعب الایمان:١٦٧٤

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ سب سے بڑا سخی کون ہے عرض کی گئی اللہ ورسول جانیں اللہ سب سے بڑا جواد ہے اور میں اولاد آدم میں سب سے بڑا سخی ہوں اور میرے بعد بڑا سخی وہ ہے جو علم سیکھے پھر اسے پھیلائے۔

اللہ سب سے بڑا جواد ہے اور میں اولاد آدم میں سب سے بڑا سخی ہوں:

سخی اور جواد میں فرق: سخی اسے کہتے ہیں جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے جواد وہ ہے جو دوسروں کو کھلائے پر خود نہ کھائے اسی لئے اللہ تعالیٰ کو جواد کہتے ہیں سخی نہیں بخیل وہ ہے جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے ممسک وہ ہے جو نہ خود کھائے نہ اوروں کو کھانے دے۔

حضور کی جودت وسخاوت کا عالم: صحابہ کرام کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے آپ کسی سائل کو،، نا،، نہیں فرماتے تھے آپ سے جب بھی جس چیز کا سوال کیا جاتا تھا آپ اسی وقت وہ چیز عطا فرمادیتے تھے۔ ایک خاتون نے آپ سے قمیص کا سوال کیا آپ کے پاس سوائے اس قمیص کے اور کوئی قمیص نہ تھی جو آپ پہنے ہوئے تھے آپ نے وہی قمیص اتار کر اسے عطا فرمادی۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سب سے بڑا جواد ہے اور بنی آدم میں سب سے زیادہ سخی میں ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کرکے اس کو پھیلایا اور اس کے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہوگا جس نے اپنی جان اللہ کی راہ میں سخاوت کی حتی کہ شہید ہوگیا۔

رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک مہمان آیا آپ ﷺ نے اپنے گھر میں کچھ نہ پایا تو ایک انصاری آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے گھر میں صرف ایک آدمی کا کھانا موجود تھا بیوی کو فرمایا جب میں مہمان کے پاس کھانا لے کر جاؤں تو کسی بہانے سے چراغ بجھا دینا انہوں نے اس کے سامنے کھانا رکھا اور بیوی نے چراغ گل کر دیا خود کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے جیسے کھا رہے ہوں حالانکہ کھا نہیں رہے تھے یہاں تک کہ مہمان نے کھانا کھالیا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابی کو فرمایا تمہارا اپنے مہمان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اللہ کو بہت پسند آیا۔

سرکار مدینہ ﷺ فرماتے ہیں کنجوس اور سخی کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جن پر لوہے کی دو زرہ ہوں جنہوں نے ان کے دونوں ہاتھ ان کے پستانوں اور گلے سے باندھ دیئے ہوں سخی جب خیرات کرنے لگے تو زرہ پھیل جائے اور کنجوس جب خیرات کا ارادہ بھی کرے تو زرہ اور تنگ ہوجائے اور ہر کڑی اپنی جگہ چمٹ جائے۔

سبحان اللہ کیسی نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو خیرات پر کبھی ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکا کرتا ہے مگر جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر روکنا چھوڑ دیتا ہے نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔

امام شافعی کی سخاوت کا عالم: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ طبعا بہت سخی اور فیاض تھے ایک بار خلیفہ ہارون الرشید کی دعوت پر اس کے دربار تشریف لے گئے خلیفہ نے آپ کو اشرفیوں کی ایک تھیلی نذر کی جب دربار سے واپس لوٹے تو راستے میں اپنے دونوں ہاتھوں سے اشرفیاں تقسیم کرتے چلے گئے یہاں تک کہ جب اپنی مسجد کے پاس پہنچے تو تمام اشرفیاں صدقہ کرچکے تھے مسجد میں نماز کے دوران ایک غلام آیا اور کہنے لگا میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ تھیلی نذر کی ہے آپ نے وہ تھیلی اپنے پاس رکھ لی تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور اس نے کہا میری بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے آپ نے وہ تھیلی اٹھا کر اسے عطا فرمادی۔ حلیۃ الاولیاء ج۹ ص۱۳۰

ایک عیسائی کسی عالم کے پاس حاضر ہوا اور کہا حاتم کے محل کے سو دروازے تھے اگر کوئی فقیر ایک دروازے سے آتا تو بھی اس کو خیرات ملتی اگر سو دروازوں سے آتا تو بھی اس کو ہر دروازے سے خیرات ملتی اور کسی بھی دروازے سے وہ خالی نہیں لوٹتا تھا یہ تو حضرت عیسیٰ کے ایک امتی کی سخاوت کا عالم ہے تو کیا تمہارے نبی کی سخاوت کی بھی کوئی ایسی مثال موجود ہے؟ تو عالم نے کہا نادان اگر تیرے حاتم کا فقیر ایک دروازے سے آتا تو بھی اس کی حاجت پوری نہ ہوتی تھی اس لئے اسے سو دروازوں سے آنا پڑتا لیکن میرے نبی ﷺ کی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ اگر کوئی فقیر آپ کے در پر ایک بار آجاتا تو اسے اتنا مل جاتا تھا کہ دوبارہ آنے کی حاجت ہی نہیں رہتی تھی۔ مقالات کاظمی

ایک روٹی کی سخاوت ستر سال کی عبادت پر غالب آگئی: روایت میں ہے کہ ایک عابد شخص اپنی جھونپڑی میں لوگوں سے الگ تھلگ ستر سال سے بلاناغہ عبادت کررہا تھا ایک دن شیطان نے اسے ایک عورت کے فتنے میں مبتلا کردیا وہ سات دن رات اس عورت کے ساتھ گناہ کرتا رہا جب اس کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھا تو وہ اپنی اس حرکت پر بہت نادم ہوا اور اللہ کی بارگاہ میں رو رو کر توبہ کی اور وہاں سے رخصت ہوگیا اب اس کی یہ حالت تھی کہ وہ ہر ہر قدم پر نماز پڑھتا اور توبہ کرتا ایک رات وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں بارہ مسکین رہتے تھے وہ بہت تھکا ہوا تھا تھکاوٹ کی وجہ سے وہ ان مسکینوں کے قریب گر پڑا۔ ایک راہب روزانہ ان مسکینوں کو ایک ایک روٹی دیتا تھا جب وہ راہب ان کے پاس آیا تو اس نے روٹی دینا شروع کی

اوراس عابدکوبھی مسکین سمجھ کرایک روٹی دے دی اوران بارہ مسکینوں میں سے ایک کوروٹی نہ ملی تو اس نے راہب کوکہا آج آپ نے مجھے روٹی کیوں نہیں دی راہب نے کہا میں تو بارہ روٹیاں تقسیم کر چکا ہوں پھراس نے مسکینوں سے کہا کیا تم میں سے کسی نے دوروٹیاں تونہیں لے لیں سب نے کہا ہمیں توصرف ایک ملی ہے راہب نے اس شخص سے کہا شائد تم دوبارہ روٹی لینا چاہتے ہوجاؤ آج کے بعد تمہیں روٹی نہیں ملے گی جب اس عابد نے یہ سنا تو اسے اس مسکین پر بڑا ترس آیا چنانچہ اس نے وہ روٹی مسکین کودے دی اور خود بھوکا رہا اور اسی بھوک کی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا جب اس کی ستر سالہ عبادت اورغفلت میں گزری ہوئی سات راتوں کا وزن کیا گیا تو اللہ کی نافرمانی میں گزری ہوئی راتیں اس کی ستر سالہ عبادت پر غالب آگئیں پھر جب عورت کے ساتھ گزری ہوئی ان سات راتوں کا موازنہ اس کی ایثار کی ہوئی روٹی سے کیا گیا جو اس نے مسکین کودی تھی تو وہ روٹی ان راتوں پر غالب آگئی اوراس طرح ایک روٹی ایثار کرنے کی وجہ سے اسکی مغفرت کردی گئی۔

عیون الحکایات ص۴۶

{حدیث: ۲۴۳}

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ: مَنْهُومٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ وَمَنْهُومٌ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا . رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ" وَقَالَ: قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ فِي حَدِيثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ: هَذَا مَتْنٌ مَشْهُورٌ فِيمَا بَيْنَ النَّاسِ وَلَيْسَ لَهُ إِسْنَادٌ صَحِيحٌ۔

انہی یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوحریص کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص جو اس سے سیر نہیں ہوتا اور ایک دنیا کا حریص جو اس سے سیر نہیں ہوتا۔

شعب الایمان،دارمی،حاکم:۹،۱۰۲۷۹ ۳۳۳ ۳۱۲

حرص لالچ کو کہتے ہیں اس کا معنی ہے ہمیشہ زیادتی کی تمنا کرنا حرص دوطرح کی ہوتی ہے دین کا حرص اور دنیا کا حرص دین کا حرص بہت اچھی چیز ہے اور اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جبکہ دنیا کا حرص قابل مذموم اور برا ہے۔

دنیا کے حریص اور آخرت کے حریص میں فرق:

۱۔ آخرت کے طالب کو دنیا سے بھی کچھ حصہ ملتا ہے اور آخرت میں ہمیشگی کی جنت ہے۔جبکہ دنیا کے طالب کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

۲۔ آخرت کے طالب کے لئے زیادہ نعمتیں ہیں جن میں دوام ہے جبکہ دنیا کے طالب کے حصہ میں نقصان اور بطلان ہے۔

۳۔ آخرت کے طالب کی دین میں بقا ہے جبکہ دنیا کے طالب کی دین میں فنا ہے۔

۴۔ آخرت کے طالب کی مشقت کی مدح کی گئی ہے جبکہ دنیا کے طالب کی مشقت کی مذمت کی گئی ہے۔

۵۔ آخرت کا طالب اللہ کا بندہ ہے جبکہ دنیا کے طالب کو دنیا کا بندہ کہا گیا ہے۔

۶۔ آخرت کا طالب اللہ کی رضا طلب کرتا ہے جبکہ دنیا کا طالب شیطان کو راضی کرتا ہے۔

۷۔ آخرت کے طالب کی سواری صبر وشکر ہے جبکہ دنیا کا طالب مال ودولت کا سوار ہے۔

۸۔ آخرت کا طالب عبادت اور نیک اعمال سے خوش ہوتا ہے جبکہ دنیا کا طالب دنیا کے مال سے خوش ہوتا ہے۔

فرمایا جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے اور اس کی پیروی کرے اور اپنی دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تو اللہ کا شکر کرے تو اللہ اس کو صابر اور شاکر لکھ دیتا ہے۔اور جو اپنے دین میں اپنے سے کم کو دیکھے اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے اور اپنی دنیا کم ہونے پر غم کرے تو اللہ اسے ناشاکر لکھے ناصابر۔

دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ محنت سے جوڑنا مشقت سے اس کی حفاظت کرنا حسرت سے چھوڑنا نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنتی لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے سوائے ان ساعتوں کے جو انہوں نے دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزار دیں۔

یاد رہے دنیا وہ ہے جو اللہ کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل کردے، عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے اس کی دنیا بہت عظیم ہے غافل کی نماز بھی دنیا ہے جو وہ نام ونمود کے لئے کرتا ہے عاقل کا کھانا پینا سونا جاگنا بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے کہ حضور کی سنت ہے مسلمان یہ کام سنت سمجھ کر کرتا ہے۔

حیاۃ فی الدنیا اور چیز ہے حیاۃ لدنیا اور، یعنی دنیا میں زندگی اور دنیا کے لئے زندگی ان دونوں میں فرق ہے۔جو زندگی دنیا میں ہو مگر آخرت کے لئے ہو دنیا کے لئے نہ ہو وہ مبارک ہے اور جو زندگی دنیا کے لئے ہو دنیا کی محبت دل میں گھر کر جائے تو وہ قابل مذمت ہے، کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے اور دریا کشتی میں آجائے تو ہلاکت ہے مومن کا دل مال و اولاد میں رہنا چاہئے مگر دل میں اللہ ورسول کے سوا کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔دنیادار کو تمام جہان کے مرشد ہدایت نہیں دے سکتے اور تارکِ الدنیا کو سارے شیاطین مل کر گمراہ نہیں کرسکتے دنیادار دینی کام بھی کرتا ہے تو دنیا کے لئے اور دیندار دنیاوی کام بھی کرتا ہے تو دین کے لئے۔

سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا ہلاک ہوجائے دنیا کا بندہ روپے پیسے کا بندہ اور اعلی کپڑوں کا بندہ کہ اگر اسے دیا جائے تو راضی رہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہوجائے۔یعنی ان چیزوں کی محبت میں گرفتار ہو اس کی نظر ان میں ایسی لگی ہو کہ اسے کبھی آخرت یاد نہ آئے اگر اللہ اس کو دنیا دے تو خوش رہے اگر کبھی اس پر تنگی آجائے تو رب سے ناراض ہوجائے کفریات بکنے لگے اس کے نفس کا کوئی اعتبار نہیں اسے جو چاہے دنیا کے عوض خرید لے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص دنیا کی کمی پر رنج کرے وہ ایک ہزار سال کی راہ دوزخ سے قریب ہوجائے گا اور جو شخص دینی کوتاہی پر رنج کرے گا وہ جنت سے ایک ہزار سال کی راہ قریب ہوجائے گا۔

تم دنیا میں رہو لیکن دنیا تمہارے دل میں نہ رہے: بزرگ فرماتے ہیں اپنے دوسرے اعضا کو دنیا میں بھی صرف کرو مگر دل میں اللہ ورسول کے سوا کوئی چیز نہ رکھو۔مکان کے دوسرے کمرے سامان کے لئے ہوتے ہیں مگر مالک کا آرام کمرہ صرف مالک کی خلوت گاہ ہوتا ہے وہاں کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہوتی ہمارا دل رب کی خاص جلوہ گاہ ہے جنت ہمارا گھر ہے جہاں سے رب نے ہمارا دشمن نکال دیا ہمارے دل رب کا گھر ہیں افسوس ہے ہم اس میں اس کا دشمن بسائیں۔

سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے میں اور دنیا نہیں ہیں مگر اس سوار کی طرح جو ایک درخت کے نیچے سایہ لے پھر چلا جائے اور درخت کو چھوڑ جائے۔یعنی جیسے یہ سوار اتنی دیر آرام کے لئے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھولتا بلکہ زمین پر ہی لیٹ کر دھوپ ڈھل

جانے پر چل دیتا ہے ایسے ہی ہمارا حال ہے کہ ہم کونین کے مالک ہیں مگر اپنے لئے کچھ نہیں رکھتے ۔ یادرکھیں حضور نے دنیا کو چھوڑا لیکن اپنی امت کو نہیں اگر حضور اپنی امت کو چھوڑ دیں تو ہم ہلاک ہو جائیں جیسے سورج دنیا کو چھوڑ دے تو دنیا اندھیری ہو جائے روح بدن کو چھوڑ دے تو بدن مر جائے جڑ درخت کو چھوڑ دے تو درخت سوکھ جائے اگر حضور امت کو چھوڑ دیں تو کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہو۔

دنیا کا دستور ہے کہ جو اس کی طرف دوڑتا ہے تو وہ اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بے نیاز ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آتی ہے جو شخص لوگوں سے تمنا رکھے تو وہ خواہ مخواہ ان کی خوشامد کرے گا اور لوگ اس سے نفرت کریں گے اور جو لوگوں سے بے نیاز ہوگا تو لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف آئیں گے ۔ جو لوگ دنیا کی حقیت کو سمجھ گئے پھر وہ بادشاہوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے حضرت سالم بن عبد اللہ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے کہ اموی بادشاہ ہشام بن عبد الملک بھی طواف میں مصروف تھا دوران طواف کہنے لگا کوئی حاجت ہو تو بتائیں فرمایا کیا اللہ کے گھر میں آکر غیر اللہ سے حاجت طلب کروں طواف سے فارغ ہوئے حرم شریف سے باہر آئے تو اس نے پھر پیش کش دہرائی تو حضرت سالم فرمانے لگے دنیا کی حاجت مانگوں یا آخرت کی اس نے کہا آخرت کا تو مجھے خود پتا نہیں میں تو دنیا کی بات کر رہا ہوں فرمایا پھر دنیا تو میں نے کبھی دنیا والے سے بھی نہیں مانگی بھلا تجھ سے کیا مانگوں گا۔

مومن کے لئے دنیا میں خیر بھی اچھا ہے اور شر بھی اچھا ہے راحت و آرام بھی خیر ہے اور مصائب و آلام بھی خیر وہ ہر طرح نفع میں رہتا ہے نعمتیں پا کر شاکر بن جاتا ہے اور مصیبتیں پا کر صابر بن جاتا ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ امیری فقیری دو سواریاں ہیں مجھے پرواہ نہیں کہ کس سواری پر سوار ہو جاؤں۔

اللہ تعالی نے دنیا اور یہاں کی الجھنوں کو دین کا ذریعہ بنانے کے لئے پیدا فرمایا مگر لوگوں نے انہیں غلط استعمال کر کے ہلاکت کا ذریعہ بنا لیا جیسے کوئی جنگل میں مسافروں کی ہدایت اور روشنی کے لئے آگ جلائے مگر پتنگے اسی آگ کو اپنی ہلاکت کا سامان بنالیں اور ہلاکت کو اپنی نجات سمجھیں چنانچہ دنیا کی لذتیں آگ ہیں اور ہم ناسمجھ بندے پتنگے کہ اس کو غلط استعمال کر کے اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالی کسی مسلمان کو دو غم اور دو فکریں نہیں دیتا جس دل میں آخرت کا غم و فکر ہو ان شاء اللہ اس میں دنیا کا غم و فکر نہیں آتا دنیاوی تکلیفیں اگر آ بھی جائیں تو دل ان کا اثر نہیں لیتا کلوروفام سنگھا دینے سے آپریشن کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی امام حسین یہی کلوروفام سونگھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کربلا کی مصیبتیں خندہ پیشانی سے جھیل گئے۔

صوفیا فرماتے ہیں دنیا اللہ کی بھی دشمن ہے اللہ کے دوستوں کی بھی دشمن ہے اور اللہ کے دشمنوں کی بھی دشمن ہے۔ اللہ کی دشمن اس طرح ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو اس کے راستے پر چلنے نہیں دیتی یہی وجہ ہے کہ اللہ نے جب سے اسے پیدا کیا اس پر نظر رحمت نہیں فرمائی۔ اور اللہ کے دوستوں کی اس طرح دشمن ہے کہ وہ ان کے سامنے مزین ہو کر آتی ہے اور اپنی آرائش و زینت سے انہیں دھوکا دیتی ہے کہ جس سے انہیں اس کے چھوڑنے میں صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور اللہ کے دشمنوں کی اس طرح دشمن ہے کہ اپنے مکر و فریب کے ذریعے آہستہ آہستہ انہیں اپنے جال میں پھنسا لیتی ہے یہاں تک

کہ وہ اس میں قید ہو جاتے ہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہیں اس طرح انہیں ذلیل و رسوا کر کے پہلے سے زیادہ محتاج کر دیتی ہے۔

دنیا کیسے مذموم ہے اس میں تو کعبہ، مسجدیں، مذارات ہیں؟ یاد رہے کہ فی نفسہ دنیا اور اس کی چیزیں مذموم نہیں ہے کیونکہ دنیا میں کعبہ، بیت المقدس بھی ہے مسجد نبوی اور دیگر مساجد بھی ہیں قرآن پاک اور دینی کتابیں بھی ہیں دینی لائبریریاں اور مدارس بھی ہیں انبیا و اولیا کا مزارات بھی ہیں اللہ تعالی کے نیک اور برگزیدہ بندے بھی ہیں اللہ تعالی کی اطاعت اور عبادت کے مراکز بھی ہیں دنیا صرف اس اعتبار سے مذموم ہے کہ اس میں اللہ تعالی کی اطاعت کی بجائے شیطان کی اطاعت کی جائے اور اس میں وہ چیزیں ہوں جو اللہ کی اطاعت سے غافل کرتی ہیں اور شیطان کی اطاعت کی طرف راغب کرتی ہیں۔ جیسے شراب خانے، جوا خانے، بت خانے اور رقص و موسیقی کے کلب اور اس دنیا کا ظاہری زیب و زینت ہے یہ سب چیزیں اللہ کی یاد سے غافل کرنے کا سبب بنتی ہیں ان کے اعتبار سے دنیا مذموم ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو۔

کیونکہ مسافر لوگوں سے بہت کم واقف ہوتا ہے اور لوگوں سے بہت کم ملنے جلنے والا ہوتا ہے بلکہ وہ سفر میں لوگوں سے غیر مانوس ہوتا ہے اس کے پاس سامان کم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ بقدر ضرورت سفر کا خرچ ہوتا ہے اور ضرورت کی سواری ہوتی ہے جو اس کو مطلوب تک پہنچاتی ہے نہ اس کے پاس باغات ہوتے ہیں نہ کھیت ہوتے ہیں اور وہ تمام چیزیں نہیں ہوتیں جو اللہ تعالی سے بے رغبتی کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ مطلب یہ کہ دنیا سے صرف اتنی مقدار لینی چاہئے جس سے گزر بسر ہو جائے جیسا کہ مسافر زیادہ سامان کو نہیں اکٹھا کرتا اسی طرح مومن بھی دنیا میں زیادہ چیزوں کا محتاج نہیں ہوتا لہذا دنیا سے اتنا لو جتنا اس کی ضرورت ہے اور دنیا کی تر و تازگی کو دیکھ کر دنیا کو زیادہ حاصل نہ کرو ورنہ اس جانور کی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جو سر سبز و شاداب سبزہ دیکھ کر حرص کی وجہ سے ضرورت سے زیادہ کھا لیتا ہے جس سے اس کا پیٹ پھول کر پھٹ جاتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

{حدیث: ۲۴۴}

عَنْ عَوْنٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ: مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَوِيَانِ أَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزْدَادُ رِضًى لِلرَّحْمٰنِ وَأَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتَمَادَى فِي الطُّغْيَانِ. ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ (كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى) قَالَ وَقَالَ الْآخَرُ (إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ. دارمی: ۳۳۲

حضرت عون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص جو اس سے سیر نہیں ہوتا اور ایک دن کا حریص جو اس سے سیر نہیں ہوتا لیکن یہ دونوں برابر نہیں ہیں علم والا تو اللہ تعالی کی رضامندی بڑھا لیتا ہے اور دنیا والا اپنی سرکشی کو بڑھاتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی خبردار ہو جاؤ بے شک انسان سرکشی کرتا ہے اس لئے کہ خود کو بے پرواہ سمجھتا ہے اور دوسرے کے بارے میں فرمایا بے شک اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔

خوف خدا رکھنے والے چند علماء کی باتیں: بے شک اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں: اس حدیث کے پہلے حصہ کی شرح پچھلی حدیث میں ہو چکی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ایک کنیز آپ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی عالی جاہ میں نے خواب میں ایک عجیب معاملہ دیکھا ہے میں نے دیکھا کہ جہنم کو بھڑکایا گیا اور اس پر پل صراط رکھ دیا گیا پھر اموی خلفاء کو لایا گیا سب سے پہلے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو اس پل صراط سے گزرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ وہ پل صراط پر چلنے لگا لیکن افسوس وہ تھوڑا سا چلا کہ پل الٹ گیا اور وہ جہنم میں جا گرا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دریافت کیا پھر کیا ہوا کنیز نے کہا پھر اس کے بیٹے ولید بن ملک کو لایا گیا وہ بھی اسی طرح پل صراط پار کرنے لگا کہ اچانک پل صراط پھر الٹ گیا جس کی وجہ سے وہ بھی دوزخ میں جا گرا آپ نے پوچھا اس کے بعد کیا ہوا اس نے عرض کی سلیمان بن عبدالملک کو لایا گیا اسے بھی حکم ہوا کہ پل صراط سے گزرو اس نے بھی چلنا شروع کیا لیکن یکا یک وہ بھی دوزخ کی گہرائیوں میں جا گرا آپ نے پوچھا پھر مزید کیا ہوا اس نے جواب دیا اے امیر المومنین ان سب کے بعد آپ کو لایا گیا کنیز کا یہ جملہ سنتے ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خوف خدا کی وجہ سے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے کنیز نے جلدی سے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم میں نے دیکھا آپ نے سلامتی کے ساتھ پل پار کر لیا ہے لیکن آپ کنیز کی بات نہ سمجھ پائے اور بے ہوشی کے عالم ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ احیاء العلوم ج ۴ ص ۲۳۱

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب قرآن کی کوئی آیت سنتے تو خوف خدا سے بے ہوش ہو جاتے ایک دن ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرمایا کاش میں ایک تنکا ہوتا کوئی قابل ذکر چیز نہ ہوتا کاش میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا خوف خدا سے اتنا روتے تھے کہ آپ کے چہرے پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں بن گئی تھیں۔ مشکوۃ المصابیح باب فضائل عمر فاروق

حضرت شرف الدین سعدی فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کو حرم کعبہ میں دیکھا گیا کہ کنکریوں پر سر رکھے بارگاہ رب العزت میں عرض گزار ہیں اے رب کریم مجھے بخش دے اور اگر میں سزا کا حقدار ہوں تو بروز قیامت مجھے اندھا اٹھانا تاکہ نیکوکاروں کے سامنے مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قطعی جنتی ہونیکی بشارت حاصل ہو چکی تھی ان کی حیا کا عالم یہ تھا کہ معصوم فرشتے بھی ان سے حیا کرتے تھے سرکار دو عالم ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آ چکی تھیں مگر پھر بھی خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ آپ ارشاد فرماتے اگر مجھے جنت اور جہنم کے درمیان لایا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے کس میں جاؤں گا تو میں وہیں راکھ ہو جانا پسند کروں گا۔

حضرت ابراہیم ادہم ایک مرتبہ غسل فرمانے کے لئے کسی حمام میں گئے حمام کے مالک نے آپ کو فقیر سمجھ کر روک لیا اور کہا اگر درہم نہیں دو گے تو اندر داخل نہیں ہونے دوں گا اس کی یہ بات سن کر آپ نے رونا شروع کر دیا وہ آپ کو روتا دیکھ کر پریشان ہو گیا اور کہا کوئی بات نہیں آپ کے پاس پیسے نہیں تو آپ ویسے ہی غسل کر لیں آپ نے فرمایا میں تمہارے روکنے کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ مجھے تو اس بات نے رلا دیا ہے کہ آج درہم نہ ہونے کی وجہ سے مجھے اس حمام میں جانے سے روک دیا گیا جس میں نیک و بد سب نہاتے ہیں تو اگر کل نیکیاں نہ ہونے کی وجہ سے مجھے جنت میں جانے سے روک دیا گیا جو صرف نیکیوں سے ملے گی تو میرا کیا بنے گا آج درہم نہیں تو حمام میں داخلہ نہیں کل نیکیاں نہیں تو جنت میں داخلہ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے خوف میں بہنے والا ایک آنسو جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ حضرت کعب احبار

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خوف خدا سے آنسو بہانا مجھے اپنے وزن کے برابر سونا صدقہ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ جو شخص اللہ کے ڈر سے روئے اور اس کے آنسو کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جائے تو آگ اس کو نہیں چھوئے گی۔

یاد رہے کہ گناہ گاروں کو رب تعالی کے عذاب سے خوف ہوتا ہے نیکوکاروں کو اس کی ذات کے ہیبت وجلال سے اور یہ خوف محبت واطاعت پیدا کرتا ہے یہ خوف اللہ کی بڑی نعمت ہے اور خوف ایذاء جو نفرت پیدا کرتا ہے وہ خدا سے خوف کرنا کفر ہے جیسے سانپ یا ظالم حاکم سے خوف

خوف الہی وہ صابن ہے جو دل کے سارے میل دھوڈالتا ہے یا وہ سورج ہے جس کی کرنیں گندی سے گندی زمین کو خشک کر دیتی ہیں۔ بادل روتا ہے چمن ہنستا ہے۔ بچہ روتا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مورتا ہے ہمیشہ آنکھوں کے پانی سے ایمان کے کھیت کو سینچو تاکہ یہ باغ ہرا بھرا رہے اور آپ کا رونا رحمت الہی میں جوش پیدا کر دے۔ رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی شوق سے اور کبھی جوش سے۔

روایت میں ہے کہ حضرت عامر بن عبداللہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو بہت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے شیطان ان کو بہکانے کے لئے سانپ کی شکل میں آتا اور ان کے جسم سے لپٹ جاتا پھر قمیص میں داخل ہو کر گریبان سے نکل آتا لیکن آپ نہ تو اس سے خوف زدہ ہوتے نہ ہی اسے دور کرتے بلکہ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز میں مگن رہتے جب ان سے کہا جاتا کہ آپ سانپ کو اپنے آپ سے دور کیوں نہیں کرتے، کیا آپ کو اس سے ڈر نہیں لگتا تو آپ فرماتے مجھے اس بات سے حیاء آتی ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی اور سے ڈروں۔

روایت میں ہے کہ بروز قیامت جہنم سے پہاڑ کے برابر آگ نکلے گی اور حضور کی امت کی طرف بڑھے گی اتنے میں جبرئیل امین ایک پانی کا پیالہ لے کر حضور ﷺ کو پیش کریں گے اور عرض کریں گے یا رسول اللہ ﷺ اس پانی کو اس آگ پر ڈال دیجئے آپ ﷺ پانی کو آگ پر ڈالیں گے تو وہ بجھ جائے گی حضور ﷺ حضرت جبرئیل سے پوچھیں گے جبرئیل یہ پانی کیسا تھا اتنے کم پانی میں اتنی قوت کہ آگ کو بجھا دیا؟ تو جبرئیل عرض کریں گے یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ کے ان امتیوں کے آنسوؤں کا پانی ہے جو اللہ کے خوف میں ان کی آنکھوں سے بہتا تھا مجھے حکم خداوندی تھا کہ ان آنسوؤں کو جمع کر کے رکھوں تاکہ آج کے دن کام آئے۔ تنبیہ الغافلین

{حدیث: ۲۴۵}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: " إِنَّ أُنَاسًا مِنْ أُمَّتِي سَيَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ ويقرء ون الْقُرْآن يَقُولُونَ نَأْتِي الْأُمَرَاءَ فَنُصِيبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِينِنَا وَلَا يَكُونُ ذَلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنَى مِنَ الْقَتَادِ إِلَّا الشَّوْكُ كَذَلِكَ لَا يُجْتَنَى مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا - قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: كَأَنَّهُ يَعْنِي - الْخَطَايَا " ابن ماجه: ۲۵۵

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ علم دین سیکھیں گے اور قرآن پاک پڑھیں گے کہیں گے ہم امیروں کے پاس جائیں ان کی دنیا لے آئیں اپنا دین بچا لیں لیکن ایسا نہیں ہو سکے گا جیسے ببول کے درخت سے کانٹے ہی چنے جاتے ہیں ایسے ہی امیروں کے در سے خطائیں ہی چنی جاتی ہیں۔

بعض علماء امیروں کے پاس جائیں گے تاکہ دنیا لے آئیں: بے دین اور فاسق امیروں کے پاس علماء کا آنا جانا دین کے لئے خطرناک ہے کہ وہ ان سے اپنی مرضی کے مطابق غلط فتوے حاصل کرتے ہیں جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے کہ فاسق

مالدار انتخاب کے موقعہ پر ووٹوں کے لئے عالموں اور پیروں کا ناجائز استعمال کر لیتے ہیں۔

دین دار امیروں کے پاس دینی فائدے کے لئے علماء کا جانا جائز بلکہ بڑا فائدہ مند ہے حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے افسر مال تھے آپ کی برکت سے عزیز کو ایمان اور دنیا کو قحط سے امان ملی امام ابو یوسف، ہارون رشید کے چیف جسٹس تھے آپ کی برکت سے بادشاہ کو علم وتقوی نصیب ہوا اور دنیا علم سے مالا مال ہوگئی۔

سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں جس رات ہم کو معراج میں سیر کرائی گئی تو ہم ایک ایسی قوم پر سے گزرے جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جا رہے تھے ہم نے پوچھا یہ کون ہیں تو جبرئیل نے کہا یہ آپ کی امت کے واعظین ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ علماء فرماتے ہیں اس میں خطباء واعظین بے عمل عالم شاعر سب داخل ہیں۔ یاد رہے بے عمل عالم سے بدعمل عالم زیادہ برا بھی ہے خطرناک بھی۔ فی زمانہ واعظین اور علماء عمل کا وعظ کرتے ہی نہیں شعر خوانی خوش الحانی اور قصے کہانی میں وقت پورا کرتے ہیں عام جلسے گویا حلال سینما ہیں کہ سننے والے بھی تماشائی اور ذہنی عیاش ہوتے ہیں۔

وہ عالم جو صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے اس کے ذریعے روزی کمائے اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ور واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لئے تقریریں کرتے ہیں۔ لوگوں کو خوش کرنے کے سوا اور کوئی غرض نہیں رکھتے ملا علی قاری ایک حدیث نقل فرماتے ہیں اللہ تعالی دنیا کے عالم آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے۔

{حدیث: ۲۴۶}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوْهُ عِنْدَ أَهْلِهِ لَسَادُوا بِهِ أَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوْهُ لِأَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوا بِهِ مِنْ دُنْيَاهُمْ فَهَانُوا عَلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ (ص:88) وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ فِي أَحْوَالِ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِي أَيِّ أَوْدِيَتِهَا هَلَكَ۔

ابن ماجہ، شعب الایمان: ۲۵۷، ۱۰۳۳۰، ۱۸۹۹

حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں اگر علماء علم کو محفوظ رکھتے اور اس کو اہل لوگوں پر پیش کرتے تو زمانے کے سردار ہوتے مگر انہوں نے علم دنیا داروں اور دنیا کمانے پر خرچ کیا تو اللہ نے ان کو لوگوں میں ہلکا کر دیا میں نے تمہارے نبی کو فرماتے سنا کہ جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنا لے اللہ تعالی اسے دنیا کے غموں سے کافی ہو جائے گا اور جس کو دنیا کے غم ہر طرف سے لئے پھریں تو اللہ اس کی پرواہ بھی نہیں کرے گا کہ کون سی جنگ میں ہلاک ہوا۔

جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنا لے: حدیث کے پہلے حصہ کے شرح سابق حدیث میں ہو چکی نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنا لے اللہ تعالی اسے دنیا کے غموں سے کافی ہو جائے گا یعنی جو صرف دین کے نقصان کا غم کرے اللہ اسے آخرت کے غم سے نجات دے گا۔ ہم دنیا کے نقصان پر غمگین ہو جاتے ہیں لیکن اللہ والے دین کے نقصان پر غم زدہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ کا غم آخرت: حدیث پاک میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب مناسک حج کے دوران آپ کو حیض آ گیا اور اس وجہ سے آپ خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکیں تو اس غم میں بے اختیار رو رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ آپ کو تسلیاں دے رہے تھے۔ مشکوۃ شریف

کسی عبادت کے چھوٹ جانے پر رنج وملال کرنا یہی وہ وصف ہے جو انسان میں ہے اور فرشتوں میں نہیں اگر بلا

اختیار عبادت چھوٹ جائے تو اس پر غم اور افسوس کا اظہار ضرور کرنا چاہئے ہو سکتا ہے یہی ادا اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے۔

حضرت امیر معاویہ کا غم: روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صبح کی نماز کے لئے کسی نے بیدار کیا اور کہا اٹھئے نماز فجر کا وقت ہو چکا ہے حضرت امیر معاویہ بہت حیران ہوئے اور پوچھا کہ تو کون ہے جس نے مجھے نماز کے لئے بیدار کیا ہے کیونکہ دروازہ بند تھا اور اندر کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی اتنے میں ایک بوڑھا شخص آپ کے سامنے نمودار ہوا اور کہا حضور میں ابلیس ہوں آپ کو نماز کے لئے اٹھانے کے لئے آیا ہوں آپ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا ابلیس کا کام نماز سے روکنا ہے نہ کہ نماز کے لئے اٹھانا پھر تو نے مجھے نماز کے لئے کیوں اٹھایا ہے تو شیطان نے کہا حضور پچھلی بار آپکی فجر کی جماعت لیٹ اٹھنے کی وجہ سے جاتی رہی تو آپ اس کے غم میں اتنا روئے کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک کے بدلے دو سو نمازوں کا ثواب عطا فرمایا اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کی نماز نکل جائے اور آپ اس پر پھر اتنا روئیں کہ ایک کی بجائے دو سو کا ثواب پالیں اب ایک پڑھیں گے تو ایک کا ہی ثواب پائیں گے اس لئے آپ کو اٹھانے کے لئے آیا ہوں۔ احیاء العلوم

جہاد پر نہ جانے کا غم: حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک جنگ کے لئے نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو تیار فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عبد اللہ بن مغفل اور ان کی جماعت حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بھی جہاد کے لئے سواری عطا فرمائیں تا کہ ہم بھی جہاد میں شرکت کر سکیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سواریوں پر سوار مکمل ہو چکے ہیں اب میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کوئی سواری نہیں لہذا آپ واپس گھروں کو چلے جائیں تو حضرت عبد اللہ بن مغفل اس سعادت عظمی سے محرومی کی وجہ سے زار و قطار رونے لگے اور برستی آنکھوں کے ساتھ واپس گھر کو چلے گئے اور آپ کو جہاد میں شرکت نہ کرنے کا غم کئی دن رلاتا رہا۔

دین کے نقصان پر کوئی تعزیت نہیں کرتا: حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میری جماعت فوت ہو گئی تو میں اس نقصان پر بہت رویا لیکن میرے نقصان پر صرف حضرت ابو اسحاق جماعت کے فوت پر ہونے پر تعزیت کرنے آئے اور اگر میرا بیٹا فوت ہو جاتا تو ساری دنیا میری تعزیت کرنے کو آتی افسوس کہ آج لوگوں کے نزدیک دنیا کے فوت ہونے پر تو تعزیت ہے اور دین کے فوت ہونے پر کوئی تعزیت نہیں کرتا حالانکہ دین کی کسی چیز کے فوت ہونے کا نقصان دنیا کے فوت ہونے سے زیادہ ہے۔ تنبیہ المغترین

{حدیث: ۲۴۷}

وَعَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آفَةُ الْعِلْمِ النِّسْيَانُ وَإِضَاعَتُهُ أَنْ تُحَدِّثَ بِهِ غَيْرَ أَهْلِهِ۔ دارمی: ۶۲۴

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علم کی آفت بھول جانا ہے اور اس کی بربادی یہ ہے کہ نا اہل پر پیش کرو۔

عالم کو بھولنے کے اسباب سے بچنا چاہئے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علم کی آفت بھول جانا ہے: مطلب یہ کہ جس طرح مال و دولت اور صحت وغذا مختلف قسم کی آفات سے ہلاک و برباد ہو جاتی ہیں اسی طرح علم بھی مختلف آفات کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے علم کی آفات مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱۔ مطالعہ اور درس و تدریس چھوڑ دینا ۲۔ گناہوں میں مبتلا ہو جانا ۳۔ بدنگاہی کرنا ۴۔ کھٹی چیزیں خصوصا کھٹا سیب کھانا ۵۔ ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا ۶۔ جوں پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا وغیرہ۔

{حدیث:۲۴۸}

وَعَنْ سُفْيَانَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِكَعْبٍ: مَنْ أَرْبَابُ الْعِلْمِ؟ قَالَ: الَّذِي يَعْمَلُونَ بِمَا يَعْلَمُونَ. قَالَ: فَمَا أَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوبِ الْعُلَمَاءِ؟ قَالَ الطَّمَعُ. دارمی:۵۸۴

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت کعب سے فرمایا اہل علم کون لوگ ہیں فرمایا جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں پھر فرمایا علماء کے دل سے علم دین کس چیز نے نکالا فرمایا لالچ نے۔

اس کی شرح سابق میں ہوچکی

{حدیث:۲۴۹}

وَعَنِ الْأَحْوَص بن حَكِيم عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى الله عَلَيْهِ سلم عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ: لَا تَسْأَلُونِي عَنِ الشَّرِّ وَسَلُونِي عَنِ الْخَيْرِ يَقُولُهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: (ص: 89) أَلَا إِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَإِنَّ خير الْخَيْرِ خِيَارُ الْعلماء۔ دارمی:۳۷۰

حضرت احوص ابن حکیم رضی اللہ عنہ باپ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے برائی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھ سے برائی کے بارے میں مت پوچھو بھلائی کے متعلق پوچھو تین بار فرمایا پھر فرمایا آگاہ رہو کہ بدترین شریر برے علماء ہیں اور اچھوں سے اچھے بہترین علماء ہیں۔

مطلب یہ کہ صرف برائیوں کے بارے میں نہ پوچھا کرو نیکیوں کے بارے میں بھی سوال کیا کرو کیونکہ صحابہ کرام تقوی و پرہیزگاری میں بہت زیادہ کوشش کرتے تھے اس لئے وہ زیادہ تر برائیوں سے بچنے کے بارے میں سوالات کرتے تھے۔

{حدیث:۲۵۰}

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: "إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ: عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ". دارمی:۲۶۲

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدتر درجے والا وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔

اس کی شرح سابق میں ہوچکی

{حدیث:۲۵۱}

وَعَنْ زِيَادِ بن حدير قَالَ: قَالَ لِي عُمَرُ: هَلْ تَعْرِفُ مَا يَهْدِمُ الْإِسْلَامَ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا. قَالَ: يَهْدِمُهُ زَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْأَئِمَّةِ الْمضلين۔ دارمی:۲۱۴

حضرت زیاد بن حدید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز ڈھاتی ہے میں نے کہا نہیں فرمایا اسلام کو عالم کی لغزش منافق کا قرآن میں جھگڑا کرنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی۔

حکیم الامت فرماتے ہیں علم ایک درخت ہے عمل اس کا پھل بڑا بدنصیب وہ شخص ہے جو اپنے درخت کا پھل خود نہ کھائے جاہل بے عمل کو ایک عذاب ہے اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب۔ جب عالم صرف باتیں تو اچھی کرے مگر اس کا

اپنا دل نور سے اور بدن علم کے اثر سے خالی ہو تو وہ اس اندھے کی طرح ہے جو دوسروں کے لئے تو چراغ جلائے لیکن اپنے چراغ سے خود فائدہ حاصل نہ کرسکے۔

{حدیث:۲۵۲}

وَعَنِ الحسن قَالَ: الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعلم النافع وَعلم على اللِّسَان فَذَاكَ حُجَّةُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ابْنِ آدَمَ. دارمی:۳۶۴

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ علم دو طرح کے ہیں ایک علم دل میں یہ نفع دیتا ہے دوسرا علم صرف زبان پر یہ انسان پر اللہ کی حجت ہے۔

علم قلبی اور علم لسانی کا فرق:

علم دو طرح کے ہیں ایک علم دل میں دوسرا علم صرف زبان پر: علم دو طرح کا ہے علم قلبی اور علم لسانی علم قلبی وہ ہے جس کا نور عالم کے دل کو منور اور اس کے اندر کو روشن کردیتا ہے اس کی زبان میں وہ تاثیر پیدا ہوتی ہے کہ اس کے دل کی نکلی ہوئی بات سیدھی دل میں اتر جاتی ہے اس کا دل خوف خدا کا نگینہ اور محبت مصطفی کا خزینہ ہوتا ہے اس کو سننا بھی عبادت اور اس کو دیکھنا بھی عبادت اس کا سونا بھی عبادت اور اس کا جاگنا بھی عبادت اور علم لسانی وہ علم ہے جو صرف عالم کی زبان پر ہوتا ہے دل اس کے نور سے خالی ہوتا ہے اس کی زبان سے نکلی ہوئی بات صرف کانوں تک جاتی ہے دل اس کے اثر سے خالی ہوتا ہے لہذا بروز حشر اس کا علم عالم کے خلاف حجت ہوگا اور اللہ تعالی فرمائے گا تجھے ہر چیز کا علم تھا پھر تو نے عمل کیوں نہ کیا جو کہتا تھا وہ کرتا کیوں نہیں تھا۔

{حدیث:۲۵۳}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ فِيكُمْ وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ يَعْنِي مَجْرَى الطَّعَام بخاری:۱۲۰

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے علم کے دو برتن یاد کئے ایک تو تم میں پھیلا دیا اور دوسرا اگر پھیلا دوں تو یہ کاٹ دیا جائے یعنی میرا گلا کاٹ دیا جائے گا۔

میں نے نبی کریم ﷺ سے علم کے دو برتن یاد کئے: یعنی مجھے حضور سے دو قسم کے علم ملے، ایک علم شریعت جو میں نے تمہیں بتادیا دوسرا علم اسرار و طریقت و حقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کردیں۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شرعی مسئلے بے دھڑک بیان کیئے جائیں مگر تصوف کے اسرار نااہل کو نہ بتائے جائیں۔ دوسرے یہ کہ غیر ضروری چیزیں جن کے اظہار سے فتنہ پھیلتا ہو ہرگز ظاہر نہ کی جائیں۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو علوم غیبیہ عطا فرمائے، حضور کے ذریعہ صحابہ کرام کو بھی، جب حضرت ابوہریرہ کے علم کا یہ حال ہے کہ حضرت خلفائے راشدین کے علوم تو ہماری سمجھ سے بالا ہیں۔ لمراۃ المناجیح کتاب العلم

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر آیت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور ہر ظاہر اور باطن کی ایک حد ہے۔ علمائے کرام نے اس کی بھی متعدد توجیہات بیان کی ہیں جن میں سے زیادہ معروف یہ ہے کہ ظاہر سے مراد شریعت ہے اور باطن سے مراد طریقت ہے ظاہر پر علماء مطلع ہوتے ہیں اور باطن پر اہل تصوف و طریقت جس کی طرف حضرت ابوہریرہ نے بھی اشارہ

فرمایا کہ قرآن میں دوطرح کا علم ہے ایک تو وہ جن کا علم میں تمہیں دیتا ہوں اور ایک وہ ہے کہ اگر تمہارے سامنے بیان کروں توتم میرا گلا کاٹ ڈالو۔

اہل ظاہر اور اہل باطن میں فرق: امام فخر الدین کی نزع کا وقت جب قریب آیا تو شیطان آیا اور ان کا ایمان سلب کرنے کی بھرپور کوشش کی اس نے پوچھا اے راضی تو نے ساری عمر مناظروں میں گزاری ذرا یہ تو بتاؤ تمہارے پاس خدا کے ایک ہونے پر کیا دلیل ہے آپ نے ایک دلیل دی وہ خبیث چونکہ معلم الملکوت رہ چکا تھا اس نے اپنے علم باطل کے زور سے اس کو رد کر دیا آپ نے دوسری دلیل دی اس نے وہ بھی رد کر دی یہاں تک کہ آپ نے ۳۶۰ دلیلیں قائم کیں اور اس نے وہ سب رد کر دیں آپ سخت پریشان اور مایوس ہوئے شیطان نے کہا اب بول خدا کو کیسے مانتا ہے آپ کے پیر نجم الدین کبری میلوں دور کسی مقام پر وضوء فرماتے ہوئے چشم باطن سے یہ مناظرہ ملاحظہ فرما رہے تھے آپ نے وہاں سے آواز دی اے رازی کہہ کیوں نہیں دیتے کہ میں نے خدا کو بغیر دلیل کے ایک مانا امام رازی نے یہ کہا تو شیطان وہاں سے بھاگ گیا امام رازی نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی اس طرح ایک اہل باطن کے وسیلہ سے ایک اہل ظاہر کا ایمان محفوظ رہا۔ الملفوظ ص ۳۸۹

{حدیث:۲۵۴}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَیْئًا فَلْیَقُلْ بِهٖ وَمَنْ لَمْ یَعْلَمْ فَلْیَقُلِ اللّٰہُ أعلم فَإن من العلم أن یقول لِمَا لَا تَعْلَمُ اللّٰہُ أَعْلَمُ. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِنَبِیِّهٖ (قُلْ مَا أَسْأَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أنا من المتکلفین۔
بخاری.مسلم.دارمی:۱۰۹، ۵۰۶۶، ۱۷۳

حضرت عبد اللہ نے فرمایا اے لوگو جو کوئی کچھ جانتا ہو تو بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو تو کہہ دے مجھے علم نہیں اللہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا فرما دو کہ میں تم سے نبوت پر اجرت نہیں لیتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

ہماری بے علمی، ہمارے علم سے زیادہ ہے: جو نہ جانتا ہو تو کہہ دے مجھے علم نہیں: مطلب یہ کہ کوئی عالم دین اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے جیسے بعض ائمہ وخطباء اپنی جھوٹی عزت بچانے کے لئے علم نہ ہونے کے باوجود غلط مسئلہ بتا دیتے ہیں اور عوام کو گمراہ کرتے ہیں یاد رہے ہماری بے علمی، ہمارے علم سے زیادہ ہے۔ ہم چاہے کتنے بڑے عالم بن جائیں لیکن پھر بھی ہم زیادہ چیزوں سے بے علم ہیں لہذا ہماری اعلی ظرفی کا تقاضا یہ ہے کہ جو چیز ہمیں معلوم نہیں ہم اس کے بارے میں سوری کہہ دیں اپنی لاعلمی کا اظہار کر دیں اس میں ہماری شان گھٹے گی نہیں بلکہ بڑھے گی۔

چند علماء کرام کی اعلیٰ ظرفی: حضرت علی سے سرمنبر ایک مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں وہ گستاخ بولا کہ آپ بے علمی کے باوجود منبر پر کیوں کھڑے ہوگئے آپ نے فرمایا کہ میں بقدر علم منبر پر چڑھا ہوں اگر بقدر جہالت چڑھتا تو آسمان پر پہنچ جاتا۔ حضرت عمر سے سوال ہوا میوہ اور چاول میں کیا فرق ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں حضرت امام مالک سے چالیس مسائل پوچھے گئے آپ نے چھتیس مسائل میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔ امام ابوحنیفہ سے پوچھا گیا دھر کیا چیز ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔ جب اتنے بڑے جلیل القدر علماء اپنی بے علمی کا برملا مظاہرہ کر سکتے ہیں تو ہم اور آپ کس شمار میں ہیں۔ احیاء العلوم

{حدیث:۲۵۵}

وَعَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ: إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِیْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ. مسلم. دارمی:۲۶، ۴۱۹

حضرت ابن سیرین نے فرمایا بے شک یہ علم دین ہے لہذا غور کرو اپنا دین کس سے لے رہے ہو۔

بے دین سے پڑھو گے تو بے دین ہی بنو گے بدمذہب کے پاس جاؤ گے تو بدمذہب بنو گے پہلے سوچ اور جانچ لو کس کے پاس جا رہے ہو پھر اس سے پڑھو۔

{حدیث:۲۵۶}

وَعَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ: یَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ اسْتَقِیْمُوْا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِیْدًا وَإِنْ أَخَذْتُمْ یَمِیْنًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضللتم ضلالا بعیدا. بخاری:۷۲۸۲

حضرت حذیفہ نے فرمایا اے قاریو کی جماعت سیدھے رہو کیونکہ تم بہت ہی پہلے ہو اگر تم ہی الٹے سیدھے ہوگئے تو تم بڑی گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔

اے قاریو کی جماعت سیدھے رہو: مطلب یہ کہ اے علماء کی جماعت قوم کا مقدر تم سے وابستہ ہے تم عقائد واعمال پر ثابت قدم رہے تو قوم کے عقائد واعمال بھی محفوظ رہیں گے اگر تم ہی بگڑ گئے اور حق پر استقامت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا تو یہ صرف تمہاری بربادی نہیں ہوگی بلکہ پوری ملت کی تباہی ہوگی تم متحد رہے تو قوم متحد رہے گی تم فرقہ واریت کا شکار ہوئے تو قوم بھی تفرقہ بازی میں مبتلا ہو جائے گی کیونکہ جب امام پھسل جائے تو پوری قوم گرتی ہے۔

بارش کے موسم میں ایک لڑکا کیچڑ میں بھاگ رہا تھا امام اعظم نے فرمایا دیکھ کے بیٹا کہیں پھسل نہ جانا لڑکے نے برجستہ جواب دیا حضور میں پھسل گیا تو صرف میں گروں گا اور اگر آپ پھسل گئے تو پوری قوم گر جائے گی لہذا مجھے چھوڑیں اپنا خیال کریں۔

استقامت والے کو اللہ قیمتی بنا دیتا ہے:

استقیموا فقد سبقتم سبقا بعیدا: امام غزالی فرماتے ہیں دنیا میں استقامت پر قائم رہنا سخت مشکل ہے یہ اسی طرح مشکل ہے جس طرح پل صراط سے گزرنا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ لمرقاۃ المفاتیح

ترجمہ: فرمایا استقامت کرامت سے افضل ہے۔

بزرگ فرماتے ہیں نہ بدلنے والے کو اللہ تعالیٰ قیمتی بنا دیتا ہے اس لئے اہل عشق ومحبت استقامت کے ساتھ جڑے رہتے ہیں۔ چاندی اور لوہا پانی میں ڈالو تو خود بھی بدل جاتے ہیں اور پانی کے رنگ اور ذائقے کو بھی بدل دیتے ہیں چاندی کو کپڑے پر رگڑو خود سفید رہتی ہے کپڑا سیاہ کر دیتی ہے لیکن سونے کو رگڑو یا پانی میں ڈالو نہ خود بدلے گا نہ پانی کا رنگ بدلے گا اللہ تعالیٰ نے سونے کی قیمت کو بڑھا دیا بدلنے والوں کی قیمت کو گھٹا دیا اس لئے بدلتے رہنا منافقوں کا طریقہ ہے اور نہ بدلنا عاشقوں کا کام ہے۔

اس سے بڑی کرامت اور کیا ہو سکتی ہے: حضرت جنید بغدادی کے پاس ایک شخص دس سال تک رہا اس نے حضرت

سے بظاہر کوئی کرامت نہیں دیکھی یعنی ہوا پر اڑتے ہوئے پانی پر بغیر کشتی کے چلتے ہوئے نہیں دیکھا تو مایوس ہو کر واپس ہونے لگا اور کہا کہ حضرت دس سال ہو گئے میں نے آج تک آپ میں کوئی کرامت نہیں دیکھی لہذا واپس جا رہا ہوں۔

حضرت جنید نے فرمایا اے شخص تو نے دس سال کے اندر مجھ میں کوئی کام خلاف شرع اور خلاف سنت بھی دیکھا؟ اس نے کہا نہیں اس پر آپ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا آہ جس غلام نے دس سال تک اپنے مالک کو ایک لمحہ کے لئے بھی ناراض نہیں کیا اس سے بڑھ کر تو کیا کرامت چاہتا ہے مطلب یہ کے اطاعت اور نیکیوں پر استقامت بہت بڑی کرامت ہے۔ کشف المحجوب ص ۴۷۷

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر بچھڑا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی۔ ایک حدیث پاک میں فرمایا شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی کو پکڑتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو جماعت مسلمین کے ساتھ رہو۔ مطلب یہ کہ اپنے عقیدے کے تحفظ کے لئے سواد اعظم یعنی اہل سنت کے ساتھ استقامت کے ساتھ وابستہ رہو اگر سواد اعظم سے جدا ہوئے تو یہ ذہن میں رکھ لینا کہ شیطان تیرے ارد گرد تیری تاک میں بیٹھا ہے جیسے بھیڑیا ہر وقت تاک میں ہوتا ہے اور اسی بکری کو نشانہ بناتا ہے جو جماعت سے جدا ہو جائے۔ مشکوۃ المصابیح باب العلم

بکری وہی محفوظ رہتی ہے جو میخ سے بندھی رہے مالک کی قید سے آزاد ہو جانا بکری کی ہلاکت ہے مسلمانوں کی جماعت نبی کریم ﷺ کی رسی ہے جس میں ہر سنی بندھا ہوا ہے۔ اگر ہم سب نے خود کو حضور کی رسی سے باندھے رکھا تو بھیڑیوں اور وحشی جانوروں سے محفوظ رہیں گے اور اگر حضور کی رسی اور آپ کی غلامی کا پٹا گلے سے نکل گیا تو پھر بھیڑیا آپ سے زیادہ دور نہیں اور آج کل تو ویسے بھی بھیڑیوں کی ہی اجارہ داری ہے اور ہر طرف بھیڑیوں کی یلغار ہے لہذا جو ثابت قدم رہا فتح اور نجات اسی کا مقدر ہے اللہ ہم سب کو مسلک اہل سنت میں استقامت عطا فرمائے۔

نماز تہجد اوراد و وظائف پر استقامت بڑی کرامت ہے آج ہر وہ آدمی جو اپنے معمولات اور اوراد و وظائف پر ثابت قدمی کے ساتھ عامل ہے تو یہ اس کی بہت بڑی کرامت ہے ایک آدمی تہجد گزار ہے اور اس پر ثابت قدم ہے تو یہ اس کی بہت بڑی کرامت ہے استقامت کے ساتھ نمازیں پڑھنا درود و سلام کے وظیفے پر عمل کرنا یہ سب انسان کی بہت بڑی کرامتیں ہیں۔

حضور غوث پاک حضرت عبد القادر جیلانی کی بارگاہ میں کسی نے عرض کی حضور آپ کو یہ مقام اور مرتبہ کیسے حاصل ہوا اور آپ کو مقام غوثیت کب اور کیسے حاصل ہوا تو آپ نے فرمایا استقامت کی وجہ سے، کیونکہ میں نے استقامت کے ساتھ علم دین حاصل کیا اور اس کے راستے میں آنے والے مصائب و آلام کا استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا اور پھر استقامت کے ساتھ علم پڑھتا رہا اور استقامت کے ساتھ علم پر عمل کرتا رہا تو اللہ تعالی نے مجھے یہ مقام عطا فرمایا۔ بہجۃ الاسرار ص ۱۶۵

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کو مخلوق نہ کہنے پر مسلسل اٹھائیس ماہ قید میں رکھا گیا اس دوران آپ پر ہر رات کوڑے برسائے جاتے یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی تلوار کے زخم لگائے گئے پاؤں تلے روندا گیا مگر مرحبا آپ کی استقامت،، اتنی بڑی بڑی مصیبتیں ٹوٹنے کے باوجود آپ ثابت قدم رہے روایت میں ہے کہ آپ کو اسی کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو مارے جاتے تو وہ بھی چیخ اٹھتا مگر واہ رے صبر و استقامت کے امام واہ۔ حلیۃ الاولیا ، ج ۹ ص ۱۸۹

{حدیث:۲۵۷}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ جُبِّ الْحَزَنِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا جُبُّ الْحَزَنِ؟ قَالَ: وَادٍ فِي جَهَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كل يَوْم أَرْبَعمِائَة مرّة. قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَدْخُلُهَا قَالَ: الْقُرَّاءُ الْمُرَاءُونَ بِأَعْمَالِهِمْ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَكَذَا ابْنُ مَاجَةْ وَزَادَ فِيهِ: وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِ الْقُرَّاءِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الَّذِينَ يَزُورُونَ الْأُمَرَاءَ. قَالَ الْمُحَارِبِيُّ: يَعْنِي الجورة

ترمذی، ابن ماجہ: ۲۳۸۳۔ ۲۵۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب الحزن یعنی غم کا کنواں سے اللہ کی پناہ مانگو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ جب الحزن کیا چیز ہے آپ نے فرمایا جہنم کی ایسی وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس میں کون داخل ہوگا آپ نے فرمایا اس کو ریا کار قاریوں کے لئے تیار کیا گیا ہے جو ریا کاری کے لئے عمل کرتے ہیں اس کو ترمذی نے روایت کیا ابن ماجہ نے یہ الفاظ زیادہ کئے کہ اللہ کو ناپسند وہ قاری ہیں جو امیروں کی ملاقاتیں کرتے ہیں یعنی ظالم امیروں کی۔

جب الحزن یعنی غم کا کنواں سے اللہ کی پناہ مانگو:

غم کا کنواں کیسا ہوگا؟ اس کنویں کو غم کا کنواں اس لئے کہا جاتا ہے کہ چونکہ وہ ایک بہت گہرا جنگل ہے اور وہاں سوائے غم کے اور کچھ نہیں اس لیئے اسے غم کا کنواں فرمایا گیا۔ دوزخ کی چار حدود ہیں، ہر حد روزانہ سو بار اس وادی سے پناہ مانگتی ہے کیونکہ ہر چیز میں شعور ہے جس سے وہ جانتی و پہچانتی ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جیسے دنیا کی آگوں کی گرمی مختلف ہے، گھاس پھوس کی آگ کم گرم، ببول کی آگ بہت تیز، پٹرول سپرٹ کی آگ اور زیادہ تیز بعض آگ لوہا و فولاد گلا دیتی ہے ایسے ہی دوزخ کی آگ بھی مختلف ہے اور ہر ایک کی تپش اور عذاب بھی مختلف ہے۔

فرمایا اس کو ریا کار قاریوں کے لئے تیار کیا گیا ہے: ریا کار کے عمل کو اللہ تعالی دنیا و آخرت میں مشہور کر دیتا ہے لیکن عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ۔ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ بعض لوگ اپنے صدقات و خیرات اخباروں دیواروں اور اشتہاروں میں لکھواتے ہیں اور لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کر رہے ہوتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی۔ ایسے ریا کار بجائے نیک نام ہونے کے بدنام ہو جاتے ہے۔ اس کی عبادات تو مشہور نہیں ہوتی لیکن اس کے خفیہ گناہ مشہور ہو جاتے ہیں۔

عقل مند لوگ زیادہ عمل میں کوشش نہیں کرتے بلکہ اخلاص کی کوشش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قدر و قیمت، صاف شفاف اور صیقل چیز کی ہوتی ہے کثرت کی نہیں ہوتی ایک سچا موتی ہزار ٹھیکریوں سے بڑھ کر ہوتا ہے جو لوگ زیادہ نمازیں پڑھتے ہیں اور کثرت سے روزے رکھتے ہیں اور نمازوں میں اخلاص اور خضوع اور خشوع کے در پے نہیں ہوتے نہ روزوں میں للّٰہیت کے جذبے کی کوشش کرتے ہیں اپنی نمازوں اور روزوں کی بڑی تعداد سے دھوکہ کھاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ بے مغز اخروٹوں کے ڈھیر کی کیا قدر و قیمت ہے ان کی حیثیت حضور نے مذکورہ حدیث میں بیان فرما دی۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص اپنے عمل لوگوں کو سنائے تو اللہ تعالی اپنی مخلوق کے کانوں کو تو سنا دے گا لیکن اسے حقیر و ذلیل اور جھوٹا کر دے گا۔

ایک اور جگہ فرمایا اللہ تعالی تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

یعنی صورت جب سیرت سے خالی ہو ظاہر باطن سے خالی ہو مال صدقات وخیرات سے خالی ہو تو رب نظر رحمت نہیں فرماتا۔ لہذا صور بھی اچھی بناؤ اور سیرت بھی اچھی حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اعمال تو اچھے کرلو اور صورت بھگوان داس کی سی بناؤ رب تعالی صورت بگاڑنے والوں کے اچھے اعمال سے بھی خوش نہیں ہوتا۔

{حدیث:۲۵۸}

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُودُ. شعب الایمان:۱۹۰۸

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب لوگوں پر وہ وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رواج ہی رہ جائے گا ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے فتنے نکلیں گے اور انہی میں لوٹ جائے گا۔

اسلام کا صرف نام رہ جائے گا: اس قول میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ یعنی مسلمانوں کے نام اسلامی ہوں گے اور ان کے کام یہود ونصاریٰ والے ہوں گے جیسا آج دیکھا جارہا ہے، دوسرا قول یہ کہ ارکان اسلام کے نام وشکل تو باقی رہیں گے مگر مقصود فوت ہوجائے گا، نماز کا ڈھانچہ ہوگا خشوع خضوع نہیں، زکوۃ دیں گے مگر قوم پروری ختم ہوجائے گی، حج کریں گے مگر صرف سیر کرنے اور دوسروں کو دکھانے کے لیئے، جہاد ہوگا مگر صرف ملک گیری کے لیئے۔

قرآن کا صرف رواج ہی رہ جائے گا: اس میں بھی دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ قران کے الفاظ تو زبان پر ہوں گے مگر قلب میں احترام قالب میں عمل نہ ہوگا دوسرا یہ کہ قرآن کو رسم سمجھ کر پڑھا، یا گھر کے تاک میں رکھا جائے گا، اور قرآن صرف کچہریوں میں جھوٹی قسمیں کھانے کے لیئے، اور گھروں میں میت پر پڑھنے کے لیئے رکھا جائے گا لیکن عمل کیلیے مغرب کے قوانین ہوں گے۔

مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی: یعنی مسجدوں کی عمارت عالی شان، درودیوار نقشیں، بجلی کی فٹنگ خوب، مگر نمازی کوئی نہیں، ان کے امام بے دین، گویا مسجد میں بجائے ہدایت کے بے دینیوں کا سرچشمہ بن جائے گی، ہر مسجد سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ درس کی آوازیں آئیں گی مگر وہ درس زہر قاتل ہوں گے، جن میں قرآن کے نام پر کفر وطغیان اور فرقہ واریت نفرت اور شر انگیزی کو پھیلایا جائے گا۔

ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے: یعنی بے دین علماء سوء کی کثرت ہوگی جن کا فتنہ سارے مسلمانوں کو گھیر لے گا جیسے دائرے کا خط جہاں سے شروع ہوتا ہے وہیں پہنچ کر دائرہ کو مکمل بنادیتا ہے اور ساری سطح کو اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے ایسے ہی ان کا فتنہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سارے عالم خراب ہوجائیں گے ورنہ دین مٹ جاتا۔ اللہ اس دین اور صلحائے حق کو تا قیامت رکھے گا جو دین کو اصلی رنگ میں باقی رکھیں گے جیسا کہ آج بھی دیکھا جارہا ہے۔

{حدیث:۲۵۹}

وَعَنْ زِيَادِ بن لبيد قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ: ذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنحن نَقْرَأُ الْقُرْآن ونقرئه أبناء نا ويقرؤه ابناؤنا أَبْنَاءهُم إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَة قَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأُرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ أَوَلَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيهِمَا.

ابن ماجه، ترمذی، احمد، دارمی:۴۰۴۸۔ ۲۶۵۳۔ ۶۱۲۔ ۲۴۰

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی چیز کا ذکر فرمایا اور کہا یہ علم جاتے رہنے کے وقت ہوگا میں نے عرض کی یا رسول اللہ علم کیسے جاسکتا ہے ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور پڑھاتے رہیں گے تا قیامت ہماری اولاد اپنی اولاد کو تو آپ ﷺ نے فرمایا اے زیاد تمہاری ماں تمہیں روئے ہم تو تمہیں مدینہ کے بڑے سمجھداروں سے سمجھتے تھے کیا یہود ونصاریٰ تورات وانجیل نہیں پڑھتے تھے لیکن ان میں جو ہے اس پر عمل بالکل نہیں کرتے۔

{حدیث:۲۶۰}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ فَإِنِّي امْرُؤٌ مَقْبُوضٌ وَالْعِلْمُ سَيُقْبَضُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتَّى يَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِي (ص: 92) فَرِيضَةٍ لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا. دارمی، دارقطنی:۲۲۱۔ ۴۰۵۹

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ میں وفات پانے والا ہوں علم عنقریب اٹھ جائے گا فتنے ظاہر ہوں گے حتی کہ دو آدمی ایک فریضہ میں جھگڑا کریں گے اور ایسا کوئی نہیں ہوگا جو ان میں فیصلہ کرادے۔

{حدیث:۲۶۱}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ عِلْمٍ لَا يُنْتَفَعُ بِهِ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ فِي سَبِيلِ اللّٰه. دارمی، احمد:۲۲۶۔ ۱۰۳۸۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس علم کی مثال جس سے نفع حاصل نہ کیا جائے اس خزانے کی طرح ہے جسے اللہ تعالی کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے۔

اس علم کی مثال جس سے نفع حاصل نہ کیا جائے: یاد رہے کہ بے عمل عالم اس اندھے چراغ والے کی طرح ہے جو اپنے چراغ سے خود فائدہ نہ اٹھائے لوگ فائدہ اٹھالیں۔ بزرگ فرماتے ہیں عالم کو چاہیئے کہ وہ اس سوئی کی طرح نہ ہو جو دوسروں کے لباس تو سیتی ہے مگر خود ننگی رہتی ہے یا اس چراغ کی بتی کی طرح نہ ہو جو دوسروں کو تو روشن کرتی ہے مگر خود جل جاتی ہے۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں علم عمل کو پکارتا ہے اگر وہ اس کو جواب دے تو ٹھیک ورنہ علم چلا جاتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدتر درجہ والا عالم وہ ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔ یعنی علم ایک درخت ہے عمل اس کا پھل بڑا بدنصیب وہ شخص ہے جو اپنے درخت کا پھل خود نہ کھائے جاہل بے عمل کو ایک عذاب ہے اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب۔ جب عالم صرف باتیں تو اچھی کرے مگر اس کا اپنا دل نور سے اور بدن علم کے اثر سے خالی ہو تو وہ اس اندھے کی طرح ہے جو دوسروں کے لئے تو چراغ جلائے لیکن اپنے چراغ سے خود فائدہ حاصل نہ کرسکے۔

بَابُ: كتاب الطهارة پاکی کی کتاب

الفصل الاول پہلی فصل

طہارت کی تعریف: طہارت کے لغوی معنی ہیں ناپاکی دور کرنا، ناپاکی کی اقسام: گندگی یعنی ناپاکی کی دوقسمیں ہیں ا۔ گندگی روحانی یعنی گناہوں کی گندگی ۲۔ گندگی جسمانی یعنی جسم کی گندگی مثلاً نجاست کا جسم پر لگ جانا وغیرہ۔

طہارت کی اقسام: اسی طرح طہارت کی بھی دوقسمیں ہیں ا۔طہارت روحانی ۲۔طہارت جسمانی۔

جس طرح گندگیوں اور ناپاکیوں کی بہت سی قسمیں ہیں اسی طرح طہارت کی بھی اسی حساب سے قسمیں بن جائیں گی۔

طہارت جسمانی کی اقسام: طہارت جسمانی کی پھر دوقسمیں ہوں گی ا۔طہارت حقیقی ۲۔طہارتِ حکمی۔

طہارت حقیقی: گندگی حقیقی یعنی خبث کو دور کرنا، مثلاً پیشاب، خون منی وغیرہ

طہارت حکمی: حکمی گندگی یعنی حدث کو دور کرنا، مثلاً بے وضوء پن اور جنابت وغیرہ۔اس باب میں انہی دوطہارتوں کے بارے میں گفتگو ہوگی۔ مرتبہ کے اعتبار سے طہارت کی اقسام اس اعتبار سے طہارت کی دوقسمیں ہیں ا۔طہارت صُغریٰ ۲۔طہارت کُبریٰ

ا۔طہارت صُغریٰ: طہارتِ صُغریٰ وُضو ہے۔جن چیزوں سے صرف وُضو لازم ہوتا ہے ان کو حدثِ اَصغر کہتے ہیں

۲۔طہارت کُبریٰ: اور طہارت کُبریٰ غسل کو کہتے ہیں جن سے غسل فرض ہو ان کو حدثِ اَکبر۔نماز کے لیے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ اس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں بلکہ جان بوجھ کر بے طہارت نماز ادا کرنے کو علما کفر لکھتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اس بے وُضو یا بے غسل نماز پڑھنے والے نے عبادت کی بے ادبی اور توہین کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت "ایک روز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کی نماز میں سورہ رُوم پڑھتے تھے اور متشابہ لگا۔بعد نماز ارشاد فرمایا کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح طہارت نہیں کرتے انھیں کی وجہ سے امام کو قراءت میں شبہہ پڑتا ہے،، اللہ اکبر جب بغیر کامل طہارت نماز پڑھنے کا یہ وبال ہے تو بے طہارت نماز پڑھنے کی نحوست کا کیا پوچھنا۔

{حدیث ۲۶۲}

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ - أَوْ تَمْلَأُ - مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ تَمْلَآنِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ . لَمْ أَجِدْ هَذِهِ الرِّوَايَةَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلَا فِي الْجَامِعِ وَلَكِنْ ذَكَرَهَا الدَّارِمِيُّ بدل سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔مسلم: ۵۳۴

روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاکی نصف ایمان ہے اور الحمدللہ ترازو بھر دے گی اور سبحان اللہ اور الحمدللہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں اور نماز روشنی ہے خیرات دلیل ہے صبر چمک ہے قرآن تیری یا تجھ پر حجت ہے ہر شخص صبح پاتا ہے تو اپنا نفس بیچتا ہے تو یا نفس کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک مسلم نے روایت کی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں میں نے یہ روایت نہ مسلم و بخاری میں پائی نہ کتاب حمیدی میں نہ جامع میں لیکن اسے دارمی نے ذکر کیا اور سبحان اللہ کی بجائے الحمدللہ ذکر کیا۔

پاکی نصف ایمان ہے:

طہارت کو آدھا ایمان کیوں کہا؟ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں

ا۔ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضوء بھی، لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضوء صرف چھوٹے گناہوں کو اس لیے اسے آدھا ایمان فرمایا۔

۲۔وضو ظاہر کو گندگیوں سے پاک کرتا ہے، اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے۔

۳۔ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے اور دل کو برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طہارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے، لہذا یہ نصف ہے

۴۔وضو کی ترغیب دلانے کے لئے اسے نصف ایمان کہا گیا ہے جیسے علم وراثت کے بارے میں ترغیب دلانے کے لئے فرمایا،، علم میراث سیکھو کہ یہ نصف علم ہے،،۔

ایمان کے اجزا نہیں ہو سکتے پھر اس کو آدھا کیوں کہا؟

اعتراض کا جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ایمان کامل پر محمول ہے اس حدیث میں ایمان سے نفس ایمان مراد نہیں ہے بلکہ کمال ایمان مراد ہے اور ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے کہ اعمال سے ایمان کامل اور ناقص ہوتا ہے یعنی اعمال اچھے ہوں گے تو ایمان کامل اور اگر اعمال برے تو ایمان ناقص ہوگا لیکن نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

سبحان اللہ اور الحمد اللہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں: یعنی ان دو کلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلایا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے کہ اللہ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے اور الحمدللہ میں اس کے تمام کمالات کا اظہار ہے یعنی اللہ رب العزت کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے۔اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہر ذرہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح و حمد کر رہا ہے۔جو شخص ہر حال میں الحمدللہ کہا کرے تو قیامت میں میزانِ عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائے گا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہوگی۔

نماز روشنی ہے: یعنی نماز مسلمان کے دل کی، چہرے کی، قبر کی، قیامت کی روشنی ہے۔

نماز نمازی کیلیے نور: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے، "جو شخص نماز کی حفاظت کرے، اس کے لیے نماز قیامت کے دن نور، دلیل اور نجات ہوگی اور جو اس کی حفاظت نہ کرے، اس کے لیے بروزِ قیامت نہ نور ہوگا اور نہ دلیل اور نہ ہی نجات۔ اور وہ شخص قیامت کے دن فرعون، قارون، ہامان اور اُبَیّ بن خلف کے ساتھ ہوگا۔"

(مجمع الزوائد ج 2ص21 حدیث 1611)

نماز کی نمازی کے لئے دعا: حضرتِ سیدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے، پھر نماز کے لیے کھڑا ہو، اس کے رُکوع، سُجود اور قراءت کو مکمل کرے تو نماز کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تُو نے میری حفاظت کی۔ پھر اس نماز کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے اور اس کے لیے چمک اور نور ہوتا ہے۔ پس اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں حتّٰی کہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے اور وہ نماز اُس نمازی کی شفاعت کرتی ہے۔ اور اگر وہ اس کا رُکوع، سُجود

اور قراءت مکمل نہ کرے تو نماز کہتی ہے، اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کردے جس طرح تُو نے مجھے ضائع کیا۔ پھر اس نماز کو اس طرح آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے کہ اس پر تاریکی (اندھیرا) چھائی ہوتی ہے اور اس پر آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں پھر اس کو پُرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس نمازی کے منہ پر مارا جاتا ہے۔ کنز العُمّال، ج7 ص129، رقم 19049

خیرات دلیل ہے: اس میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ خیرات مومن کے ایمان کی دلیل ہے کیونکہ منافق اور کافر کو خیرات کرنے کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ کل قیامت میں صدقہ محبتِ خدا کی دلیل اور بخشش کا کفیل بنے گا، کیونکہ اسے رب نے قرض فرمایا ہے: مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ کون ہے جو اللہ کو قرض دے،،۔ خیال رہے کہ اس صدقہ میں زکوٰۃ، فطرہ وغیرہ تمام فرضی ونفلی خیراتیں داخل ہیں۔

صدقہ کی فضیلت پر چند احادیث: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک صدقہ اور صلہ رحمی، ان دونوں کے سبب اللہ تعالیٰ عمر بڑھاتا ہے اور بُری موت کو دفع کرتا ہے اور مکروہ اور اندیشہ کو دُور کرتا ہے۔

مسند ابی یعلی

'حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت (کشادگی) کی جائے، مال میں برکت ہو، تو اُسے چاہیے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

"جسے یہ بات خوش ہو کہ اُس کی عمر دراز ہو اور رزق میں کشادگی ہو اور بری موت دور ہو تو اُسے چاہیے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں صدقہ کرے۔ صحیح البخاری "، کتاب الأدب

'حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان اور ایمان کی کہاوت ایسی ہے جیسے چراگاہ میں گھوڑا اپنی رسّی سے بندھا ہوا کہ چاروں طرف چر کر پھر اپنی بندش کی طرف پلٹ آتا ہے، یوں ہی مسلمان سے بُھول ہوجاتی ہے پھر ایمان کی طرف رجوع لاتا ہے تو اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور اپنا نیک سلوک سب مسلمانوں کو دو'۔ کنز العُمّال، ج7 ص129، رقم 19049

"بہت زیادہ ذکر کر کے اور بہت زیادہ چھپا کر اور اعلانیہ صدقہ کر کے اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلّق پیدا کرو تمہیں رزق دیا جائیگا، تمھاری مدد بھی کیجائیگی اور تمھارے نقصان کی تلافی بھی کیجائیگی۔ سنن ابن ماجۃ، کتاب اِقامۃ الصلاۃ

۔ ''صدقہ گناہ کو ایسے ہی بجھا دیتا ہے دلسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے'۔ اسے ترمذی نے روایت کیا:

"صدقہ ستر قسم کی بلاؤں کو روکتا ہے جن میں آسان تر بلا، بدن بگڑنا (کوڑھ کی بیماری) اور سفید داغ ہیں "۔

تاریخ البغداد، باب ذکر

"بے شک اللہ عزوجل، صدقہ کے سبب سے ستر دروازے بُری موت کے دفع فرماتا ہے'۔

لترغیب والترھیب، الترغیب فی الصدقۃ

" دوزخ کی آگ سے بچو اگرچہ آدھا چھوہارا دے کر کہ وہ ٹیڑھے پن کو سیدھا اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔

مسند ابی یعلی

"بے شک مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بُری موت کو روکتا ہے۔ المعجم الکبیر

"بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھاتا اور بُری موت کو دفع کرتا ہے"۔ ترمذی

صبر چمک ہے: صبر کے لغوی معنے ہیں روکنا، یعنی نفس کو گناہوں سے روکنا، یا عبادت پر قائم رکھنا، یا مصیبتوں پر گھبراہٹ سے روکنا، صبر دل کا یا چہرے کا نور ہے۔ خیال رہے کہ نور ہر روشنی کو کہا جاسکتا ہے ہلکی ہو یا تیز، مگر ضیاء صرف تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا چونکہ صبر ہر عبادت میں ضروری ہے اس لیے نماز کو نور اور صبر کو ضیاء فرمایا گیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو سوال سے رکتا ہے اللہ اس کو سوال سے روکے رکھتا ہے اور جو اللہ سے صبر مانگتا ہے اللہ تعالی اس کو صبر عطا فرماتا ہے اور جو غنی یعنی بے نیازی طلب کرتا ہے اللہ تعالی اسے غنا عطا کرتا ہے اور تمہیں کوئی عطا نہیں دی جائے گی جو صبر سے زیادہ اچھی اور وسیع ہو۔

اصبر کی اقسام: صبر کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ صبر کی ایک قسم ہے معصیت اور گناہ سے صبر کرنا پس وہ معصیت اور گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔

۲۔ اور دوسری قسم ہے طاعت پر صبر کرنا یعنی اطاعت اور عبادت کو ادا کرے۔

۳۔ اور تیسری قسم ہے مصیبت پر صبر کرنا یعنی مصیبت کے حال میں اپنے رب کی شکایت نہ کرے اور ہر آزمائش پر صبر کرے۔

غمگین ہونا، آنسو بہانا صبر کے خلاف نہیں: یادرہے کہ پسندیدہ صبر یہ ہے کہ جب بندے پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اپنے رب کی قضا پر راضی رہے اور اس کے حکم کو تسلیم کرے رہا دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا تو اس سے بندہ صابرین کے مصداق سے نہیں نکلتا جب تک وہ اس سے تجاوز کر کے شکوہ وشکایت اور آہ وزاری نہ کرے۔ یادرہے کہ مصیبت کے وقت چہروں سے افسردگی اور غم کا اظہار نہ کرنا اور آنسوؤں کا نہ بہنا یہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے اس پر انسان قادر نہیں محمود صبر وہ ہے جس کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مصیبت نازل ہو تو بندہ اللہ تعالی کی تقدیر پر راضی ہو اور اس کے حکم کو تسلیم کرے نہ یہ کہ اپنے چہرے سے غم کے آثار ظاہر نہ ہونے دے اور آنسوؤں کو نہ بہنے دے۔

کون ہے جس کا اللہ پر قرض ہے؟ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن جب منادی ندا کرے گا کہ کون ہے جس کا اللہ پر قرض ہے تو مخلوق کہے گی ایسا کون ہے جس کا قرض اللہ پر ہو فرشتے کہیں گے وہ جسے دنیا میں ایسی مصیبت میں مبتلا کیا گیا جس سے اس کا دل غمگین ہوا آنکھوں سے آنسو بہے لیکن اس نے ثواب کی امید پر اللہ کی رضا کے لئے صبر کیا آج وہ کھڑا ہوجائے اور اللہ سے اپنا اجر لے لے صابر کھڑے ہوجائیں گے فرشتے ان کو عرش کے نیچے لے جائیں گے اور عرض کریں گے اے میرے رب عزوجل یہ تیرے صابر بندے ہیں پھر اللہ تعالی ان صابروں سے فرمائے گا اے میرے صابر بندو میں نے تمہیں آزمائش میں اس لئے نہیں ڈالا تھا کہ تم میرے نزدیک ادنی تھے بلکہ اس لئے کہ تمہیں اپنی بارگاہ میں بزرگی وعظمت دوں میں نے چاہا کہ تمہیں دنیا میں آزمائش میں ڈال کر تمہارے گناہوں کو مٹادوں اور جن درجات تک تم اپنے اعمال کے ذریعے نہیں پہنچ سکتے تھے مصیبت میں ڈال کر تمہیں وہ بلند درجات عطا کروں تم نے میری رضا کی خاطر صبر کیا اور مجھ سے حیا کی اور میرے فیصلے پر غصے کا اظہار نہیں کیا تو آج میں تمہارے لئے نہ میزان رکھوں گا اور نہ تمہارے اعمال ناموں کو کھولوں گا جاؤ آج میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

مصیبت پر شکایت نا کرنا صبر ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے جب میں اپنے مومن بندہ کو کسی

تکلیف میں مبتلا کرتا ہوں پس وہ اپنے عیادت کرنے والوں سے شکایت نہیں کرتا تو میں اس کو بیماری سے نکال لیتا ہوں اور اس کے گوشت کو پہلے سے بہتر گوشت سے بدل دیتا ہوں اور اس کے خون کو پہلے سے بہتر خون سے بدل دیتا ہوں۔

رونا رحمت کی علامت ہے:

جب سعید بن ابی حسن فوت ہوئے تو حضرت حسن بصری ایک سال تک روتے رہے ان سے کہا گیا آپ لوگوں کو صبر کا حکم دیتے ہیں اور خود روتے ہیں تو انہوں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے مومن کے دل میں یہ رحمت رکھی ہے آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور یہ بے صبری نہیں ہے بے صبری وہ ہے جس کا اظہار ہاتھ اور زبان سے ہو۔ لہذا کسی مصیبت پر غمگین ہونا اور آنسوؤں سے رونا صبر کے خلاف نہیں بلکہ یہ صبر محمود ہے اور صبر کا اعلی درجہ ہے۔

مجھے بینائی نہیں چاہیے: حضرت ابو بصیر نابینا تھے فرماتے ہیں میں ایک دن بینائی کے حصول کے لئے دعا کروانے کے لئے حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو میری آنکھیں روشن ہو گئیں اور میں بینا ہو گیا جب دوبارہ ہاتھ پھیرا تو پھر نابینا ہو گیا اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان دونوں باتوں میں سے کون سی اختیار کرتے ہو۔

۱۔ آپ کو آنکھوں کی بینائی مل جائے اور بروز حشر آپ کی بینائی اور دیگر نعمتوں کا حساب لیا جائے۔

۲۔ آپ اسی طرح نابینا رہیں اور صبر کریں بروز حشر اللہ تعالی آپ کو صبر کرنے کی وجہ سے بغیر حساب و کتاب داخل جنت کر دے۔ تو حضرت ابو بصیر نے کہا میں اس مصیبت پر صبر کرلوں گا لہذا مجھے بینائی نہیں چاہیے بس بغیر حساب جنت کا داخلہ مل جائے۔

قرآن تیری یا تجھ پر حجت ہے: کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو قیامت میں یہ تیرا گواہ اور تیرے ایمان کی دلیل ہوگا اور اگر اس کے خلاف عامل رہا تو تیرے خلاف گواہ۔

تلاوت قرآن کے فضائل پر چند احادیث: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی ایک قرآن کہ یہ بندوں کے لئے اللہ کی بارگاہ میں جھگڑا کرے گا۔ یعنی اس کا جھگڑا ناز کا جھگڑا ہوگا جیسے بچہ جھگڑا کر کے اپنے والدین سے مانگتا ہے اور اپنی بات منوا لیتا ہے اسی انداز کا جھگڑا قرآن اپنے پڑھنے والے کے لئے کرے گا اور اس کو بخشوا کر جنت میں لے جائے گا۔

ایک حدیث پاک میں فرمایا دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اس زنگ سے نجات کا کوئی طریقہ؟ فرمایا موت کی کثرت سے یاد اور تلاوت قرآن پاک۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں پر رشک ہے ایک وہ جس کو اللہ تعالی نے قرآن کا علم دیا اور وہ دن رات اسے پڑھتا ہو اور ایک وہ شخص جسے اللہ تعالی نے مال دیا اور وہ دن رات اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو۔

قرآن پڑھنا، سننا، سیکھنا سب نفع دیتے ہیں: قرآن پڑھنا قرآن سننا سب فائدہ مند ہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید

ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سننے سے فائدہ ہوتا ہے بیمار عشق کے لئے محبوب کا ذکر سننا بہت مفید دوا ہے لیموں یا ترش چیزوں کا ذکر کرو تو منہ میں پانی بھر آتا ہے۔

ہر شخص صبح پاتا ہے تو اپنا نفس بیچتا ہے: یعنی روزانہ صبح کے وقت ہر شخص اپنی زندگی کی دکان کھولتا ہے، سانسیں صَرف کر کے اعمال کماتا ہے، اگر اچھے اعمال میں سانسیں گزریں تو سودا نفع کا رہا، نفس جہنم سے بچ گیا۔ اور اگر برے کام کیئے تو سودا گھاٹے کا رہا، نفس کو ہلاک کر دیا۔ نفس سے مراد ذات دل اور سانسیں سب کچھ ہو سکتے ہیں۔۔ خیال رہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کی دکانِ زندگی صبح کھل کر سوتے وقت بند ہو جاتی ہے، بعض وہ خوش نصیب بھی ہیں جن کی دکان کبھی بند ہی نہیں ہوتی، اور ان کا بازار کبھی سونا ہی نہیں ہوتا، سوتے میں بھی دکانداری کرتے ہیں، کیونکہ ان کا دل جاگتا ہے بلکہ بعد وفات بھی ان کے میلے لگے ہوئے ہیں جاؤ داتا دربار جا کر نظارے کرلو۔

{حدیث ۲۶۳}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ " قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فذلكم الرِّبَاط وَفِي حَدِيث مَالك بن أنس: فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ. رَدَّدَ مَرَّتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم: ۵۸۷

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹا دے درجے بلند کر دے لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا وضوء پورا کرنا مشقتوں میں مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا یہ ہے سرحد کی حفاظت اور مالک ابن انس کی حدیث میں ہے کہ یہ سرحد کی حفاظت، یہ ہے سرحد کی حفاظت دوبارا سے مسلم نے روایت کیا ترمذی کی روایت میں تین بار ہے۔

کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹا دے: خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں نہ کہ کبیرہ، نہ حقوق العباد۔ محو سے مراد ہے بخش دینا یا نامہ اعمال سے ایسا مٹا دینا کہ اس کا نشان باقی نہ رہے۔ درجوں سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے۔

یہ سوال و جواب اس لیئے ہے کہ تا کہ اگلا فرمان غور سے سنا جائے ورنہ حضور کی تبلیغ ان کی عرض پر موقوف نہیں۔

وضوء پورا کرنا: پورے کرنے سے اعضائے وضو کامل دھونا، اور تین بار دھونا، اور وضو کی سنتوں کا پورا کرنا ہے۔ مشقت سے مراد سردی، یا بیماری، یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے، یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو تب مکمل کرنا۔

ظاہر کے ساتھ باطن پر توجہ بھی ضروری ہے: حُجّۃُ الاِسلام حضرتِ امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں

وُضو سے فراغت کے بعد جب آپ نَماز کی طرف مُتَوَجِّہ ہوں اُس وَقت یہ تصوُّر کیجئے کہ جن ظاہِری اَعضاء پر لوگوں کی نظر پڑتی ہے وہ تو بظاہر طاہر یعنی پاک ہو چکے مگر دل کو پاک کئے بِغیر بارگاہِ الٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں مُناجات کرنا حیا کے خلاف ہے کیوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ دلوں کو بھی دیکھنے والا ہے۔ مزید فرماتے ہیں، ظاہری وُضو کر لینے والے کو یہ بات یاد رکھنی

چاہئے کہ دل کی طہارت (یعنی صفائی) توبہ کرنے اور گناہوں کو چھوڑنے اور عمدہ اخلاق اپنانے سے ہوتی ہے۔ جو شخص دل کو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک نہیں کرتا فقط ظاہری طہارت (یعنی صفائی) اور زیب و زینت پر اکتفاء کرتا ہے اُس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کو مدعو کرتا ہے اور اپنے گھر بار کو باہر سے خوب چمکاتا ہے اور رنگ و روغن کرتا ہے مگر مکان کے اندرونی حصے کی صفائی پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔ چنانچہ جب بادشاہ اُس کے مکان کے اندر آکر گندگیاں دیکھے گا تو وہ ناراض ہوگا یا راضی یہ ہر ذی شعور خود سمجھ سکتا ہے۔ اِحْیَاءُ الْعُلُوم ج1 ص185

نماز میں بے وضو ہونے اور بنا کرنے کا حکم: ابوداود اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب کوئی نماز میں بے وضو ہو جائے، تو ناک پکڑ لے اور چلا جائے۔

ابن ماجہ و دارقطنی کی روایت انھیں سے ہے، کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کو قے آئے یا نکسیر ٹوٹے یا مذی نکلے، تو چلا جائے اور وضو کر کے اسی پر بنا کرے، بشرطیکہ کلام نہ کیا ہو۔

نماز میں جس کا وضو جاتا رہے اگر چہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد سلام سے پہلے، تو وضو کر کے جہاں سے باقی ہے وہیں سے پڑھ سکتا ہے، اس کو بنا کہتے ہیں، مگر افضل یہ ہے کہ سرے سے پڑھے اسے استیناف کہتے ہیں، اس حکم میں عورت مرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ نیز جس رکن میں حدث واقع ہو، اُس کا اعادہ کرے۔

مشقتوں میں مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا: یا اسی لئے کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے۔ مطلب یہ کہ ہر وقت نماز مسجد میں پڑھنا، نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لئے بھی مسجد میں حاضری دینا موجب ثواب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جاکر نماز پڑھے۔

مشقتوں میں مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنے کی فضیلت پر چند احادیث مبارکہ:

حدیث: ۱ بزار و ابو یعلیٰ باسناد حسن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تکلیف میں پورا وضو کرنا اور مسجد کی طرف چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا، گناہوں کو اچھی طرح دھو دیتا ہے

حدیث: ۲ بخاری و مُسلم و ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مرد کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ، گھر میں اور بازار میں پڑھنے سے پچیس درجے زائد ہے اور یہ یوں ہے کہ جب اچھی طرح وضو کر کے مسجد کے لیے نکلا تو جو قدم چلتا ہے اس سے درجہ بلند ہوتا ہے اور گناہ مٹتا ہے اور جب نماز پڑھتا ہے، تو ملائکہ برابر اس پر دُرود بھیجتے رہتے ہیں جب تک اپنے مصلّے پر ہے اور ہمیشہ نماز میں ہے جب تک نماز کا انتظار کر رہا ہے۔

حدیث: ۳ امام احمد و ابو یعلیٰ وغیرہ کی روایت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں" : ہر قدم کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب سے گھر سے نکلتا ہے واپسی تک نماز پڑھنے والوں میں لکھا۔

حدیث: ۴ مُسلم وغیرہ نے روایت کی کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، مسجد نبوی کے گرد کچھ زمینیں خالی ہوئیں، بنی سلمہ نے چاہا کہ مسجد کے قریب آجائیں، یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی، فرمایا:

مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب اٹھ آنا چاہتے ہو۔

عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ہاں ارادہ تو ہے، فرمایا:

اے بنی سلمہ! اپنے گھروں ہی میں رہو، تمھارے قدم لکھے جائیں گے۔ دو بار اس کو فرمایا، بنی سلمہ کہتے ہیں، لہٰذا ہم کو گھر بدلنا پسند نہ آیا۔

حدیث: ۵ بُخاری و مُسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سب سے بڑھ کر نماز میں اس کا ثواب ہے، جو زیادہ دور سے چل کر آئے۔

حدیث: ۶ ابوداود و ترمذی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو لوگ اندھیریوں میں مساجد کو جانے والے ہیں، انھیں قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری سُنادے۔

حدیث: ۷ ابوداود و ابن حبان ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تین شخص اللہ عزوجل کی ضمان میں ہیں اگر زندہ رہیں، تو روزی دے اور کفایت کرے، مر جائیں تو جنت میں داخل کرے، جو شخص گھر میں داخل ہو اور گھر والوں پر سلام کرے، وہ اللہ کی ضمان میں ہے اور جو مسجد کو جائے اللہ کی ضمان میں ہے اور جو اللہ کی راہ میں نکلا وہ اللہ کی ضمان میں ہے۔

حدیث: ۸ بُخاری و مُسلم وغیرہما انھیں سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سات شخص ہیں، جن پر اللہ عزوجل سایہ کریگا، اس دن کہ اس کے سایہ کے سوا، کوئی سایہ نہیں۔ (۱) امام عادل، (۲) اور وہ جوان جس کی نشو ونما اللہ عزوجل کی عبادت میں ہوئی، (۳) اور وہ شخص جس کا دل مسجد کو لگا ہوا ہے، (۴) اور وہ دو شخص کہ باہم اللہ کے لیے دوستی رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوئے، اسی پر متفرق ہوئے، (۵) اور وہ شخص جسے کسی عورت صاحب منصب و جمال نے بلایا، اس نے کہہ دیا، میں اللہ سے ڈرتا ہوں، (۶) اور وہ شخص جس نے کچھ صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ بائیں کو خبر نہ ہوئی کہ دہنے نے کیا خرچ کیا اور (۷) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور آنکھوں سے آنسو بہے۔

حدیث: ۹ ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں" : تم جب کسی کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے، تو اس کے ایمان کے گواہ ہو جاؤ۔ " کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے" : مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں، جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔ 6) ")

نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا: یعنی ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا، خواہ مسجد میں بیٹھ کر، یا اس طرح کہ جسم گھر میں، یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دل مسجد میں لگا ہو۔

بزار وابو یعلی باسنادِ حسن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں": **تکلیف** میں پورا وضو کرنا اور مسجد کی طرف چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا، گناہوں کو اچھی طرح دھو دیتا ہے۔

یہ ہے سرحد کی حفاظت: رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا۔ اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا سرحدِ اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا رُباط ہے۔ رباط بڑی عبادت ہے، رب فرماتا ہے: وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا صبر کرو اور ڈٹے رہو،، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا ظاہری رباط ہے اور مذکورہ بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس شیطان کے مقابل حدود ایمان کی حفاظت۔

{حدیث ۲۶۴}

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تخرج من تحت أَظْفَارِهِ-مسلم:۵۷۸

روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضو کرے تو اچھا وضو کرے اس کی خطائیں اس کے جسم سے نکل جاتی ہیں، تا آنکہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں۔

جو اچھا وضو کرے اس کی خطائیں اس کے جسم سے نکل جاتی ہیں: یہاں اچھے وضوء سے مراد سنتوں اور مستحبات کے ساتھ وضوء کرنا ہے اور خطاؤں سے گناہ صغیرہ کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے یعنی جو شخص اچھا وضوء کیا کرے تو اس کے سارے اعضاء کے گناہ اس پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔

امام اعظم وضو کے قطروں سے گناہ دیکھ لیتے تھے: حضرتِ علامہ عبدالوہاب شَعرانی قدِس سرّہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ سیّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع مسجِد کوفہ کے وُضوخانہ میں تشریف لے گئے تو ایک نوجوان کو وُضو بناتے ہوئے دیکھا، اس سے وضو (میں استعمال شدہ پانی) کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اے بیٹے! ماں باپ کی نافرمانی سے توبہ کرلے۔ اُس نے فوراً عرض کی: میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وُضو (میں اِستعمال ہونے والے پانی) کے قطرے ٹپکتے دیکھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس شخص سے ارشاد فرمایا:

اے میرے بھائی! تو زِنا سے توبہ کرلے۔ اس نے عرض کی۔ میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وُضو کے قطرات ٹپکتے دیکھے تو اسے فرمایا: شرابِ نوشی اور گانے باجے سُننے سے توبہ کرلے۔ اس نے عرض کی: میں نے توبہ کی۔ سیّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کشف کے باعِث چونکہ لوگوں کے عُیُوب ظاہر ہوجاتے تھے لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ خداوندی عَزَّ وَجَلَّ میں اِس کشف کے خَتم ہوجانے کی دُعا مانگی: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے دُعا قبول فرمائی جس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وُضو کرنے والوں کے گناہ جھڑتے نظر آنا بند ہوگئے۔ المیزان الکبریٰ ج1 ص130

ایمان افروز نقطہ: ہم گنہگاروں کے وضوء کا غسالہ ماء مستعمل ہے جس سے دوبارہ وضو نہیں ہوسکتا اور اس کا پینا مکروہ، کیونکہ یہ ہمارے گناہ لے کر نکل جاتا ہے، مگر حضور کے وضوء کا غسالہ بلکہ پاؤں شریف کا دھوون متبرک ہے، کیونکہ وہ اعضاء طیبہ میں سے نور لے کر نکلا ہے، ہمارا غسالہ بہت سی بیماریاں خصوصًا مرگی پیدا کرتا ہے۔ حضور کا غسالہ بیماریاں دور کرتا ہے۔

{حدیث ۲۶۵}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خرجت من يَدَيْهِ كل خَطِيئَة بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْمَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ.

مسلم:۵۷۷

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان بندہ یا مؤمن وضو کرنے لگتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر آنکھوں سے دیکھا ہو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے وہ ہر خطا نکل جاتی ہے جسے اس کے ہاتھ نے پکڑا تھا پانی یا پانی کی آخری بوند کے ساتھ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر اس کے پاؤں چلے پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ حتی کہ گناہوں سے پاک وصاف نکل جاتا ہے۔

ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر آنکھوں سے دیکھا ہو: اگرچہ انسان کان، ناک، منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں۔ جیسے اجنبی عورت یا غیر کا مال ناجائز نگاہ سے دیکھنا اسی لئے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا ورنہ ان شاء اللہ چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہوجاتے ہیں۔

ہاتھوں سے ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جسے اس کے ہاتھ نے پکڑا: جیسے نامحرم کو چھولینا یا غیر کی چیز بلا اجازت ٹٹولنا کہ یہ سب گناہ صغیرہ ہیں۔

جب پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر اس کے پاؤں چلے: چلنے سے مراد ناجائز مقام پر جانا ہے۔

وضو سے گناہ دھلنے کی احادیث میں تعارض: روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضو کرے تو اچھا وضو کرے اس کی خطائیں اس کے جسم سے نکل جاتی ہیں، تا آنکہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں۔ مسلم، بخاری

اس حدیث میں وضو سے پورے جسم کے گناہوں کی معافی کا ذکر ہے جب کہ مذکور حدیث میں ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان بندہ یا مؤمن وضو کرنے لگتا ہے اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر آنکھوں سے دیکھا ہو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے وہ ہر خطا نکل جاتی ہے جسے اس کے ہاتھ نے پکڑا تھا پانی یا پانی کی آخری بوند کے ساتھ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر اس کے پاؤں چلے پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ حتی کہ گناہوں سے پاک وصاف نکل جاتا ہے۔ اس حدیث میں صرف اعضائے وضو کے گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔

وضو سے گناہ دھلنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ یہاں دوسری حدیث

میں صرف ان اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتی کہ دل و دماغ کے بھی گناہ بھی مراد ہیں، ان اعضاء کا ذکر اس لیئے ہے کہ زیادہ گناہ انہیں سے صادر ہوتے ہیں، لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں اور ... جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضو کامل کا ذکر تھا جس سے سارے سنن و مستحبات ادا کیئے جائیں وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے، لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔

دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنے کا حکم: جو پانی دھوپ سے گرم ہو گیا اس سے وُضو کرنا مُطلقاً مکروہ نہیں بلکہ اس میں چند قُیود ہیں، جو پانی گرم ملک میں گرم موسم میں سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں گرم ہو گیا، تو جب تک گرم ہے اس سے وُضو اور غُسل نہیں کرنا چاہیے، نہ اس کو پینا چاہیے بلکہ بدن کو کسی طرح پہنچنا نہ چاہیے، یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ جائے تو جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے اس کے پہننے سے بچیں کہ اس پانی کے اِستعمال میں اندیشہ برص (یعنی کوڑھ کا خطرہ) ہے، پھر بھی اگر وُضو یا غُسل کر لیا تو ہو جائے گا۔

ہنسنے سے وضو کے اَحکام: ا۔ رُکوع وسُجود والی نَماز میں بالِغ نے قہقہہ لگا دیا یعنی اتنی آواز سے ہنسی آئی کہ آس پاس والوں نے سنا تو وُضو بھی گیا اور نَماز بھی گئی، اگر اتنی آواز سے ہنسی آئی کہ صِرف خود سنا تو نَماز گئی وُضو باقی ہے، مُسکرانے سے نہ نماز جائے گی نہ وُضو۔ یاد رہے مسکرانے کی تعریف یہ ہے کہ مُسکرانے میں آواز بالکل نہیں ہوتی صرف دانت ظاہر ہوتے ہیں۔
۲۔ بالِغ نے نَمازِ جنازہ میں قہقہہ لگایا تو نماز ٹوٹ گئی وُضو باقی ہے نَماز کے علاوہ قہقہہ لگانے سے وُضو نہیں جاتا مگر دوبارہ کر لینا مُستحب ہے۔ (مَراقی الفَلاح مَع حاشیۃ الطحطاوی ص 91)

{حدیث ۲۶۶}

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ. مسلم: ۵۴۳

روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں کہ جس پر فرض نماز آئے تو اس کا وضو وخشوع ورکوع اچھی طرح کرے مگر یہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، جب تک کہ گناہ کبیرہ نہ ہو یہ ہمیشہ ہی ہوتا ہے۔

یہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے: کیا یہ فضیلت صرف فرض نماز کے لئے ہے؟
یاد رہے کہ حدیث پاک میں فرض کا ذکر احترازی نہیں یعنی نوافل وغیرہ کو نکالنے کے لئے نہیں، کیونکہ نماز تہجد و اشراق وعیدین کے وضو کا بھی یہی ثواب ہے۔ فرض کا ذکر اس لئے کیا گیا چونکہ اکثر وضو نماز پنجگانہ کے لیئے ہی ہوتے ہیں اس لیئے ان کا ہی ذکر فرمایا، نیز اگر کوئی شخص وقت سے پہلے وضو کرے یا نماز کے وقت کے بعد تب بھی یہی اجر وثواب حاصل ہوگا۔

جو خشوع ورکوع اچھی طرح کرے: نماز کا خشوع یہ ہے کہ اس کا ہر رکن صحیح ادا کرے، دل میں عاجزی اور خوف خدا

ہو، نگاہ اپنے ٹھکانے پر رہے کہ قیام میں سجدہ گاہ، رکوع میں پاؤں کی پشت، سجدہ میں ناک کے نتھنے اور قعدہ میں گود میں رہے۔ خشوع نماز کی روح ہے، رب فرماتا ہے: ہُمْ فِی صَلَاتِہِمْ خٰشِعُوْنَ وہ اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں،،

نماز کے دیگر ارکان میں سے صرف رکوع کا ذکر کیوں کیا؟ صرف رکوع کا اسی لئے ذکر فرمایا کہ یہ سجدہ کا پیش خیمہ ہے اور بمقابلہ سجدہ کے اس میں مشقت زیادہ ہے، نیز یہ مسلمانوں کی نمازوں کا خاصہ ہے، یہود ونصاریٰ کی نمازوں میں نہ تھا، اس کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے، نیز رکوع مستقل عبادت نہیں، صرف نماز ہی میں عبادت ہے اور سجدہ نماز کے علاوہ بھی عبادت ہے۔ جیسے سجدہ شکر، سجدہ تلاوت وغیرہ۔

پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، جب تک کہ گناہ کبیرہ نہ ہو: یعنی اس سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے صرف صغیرہ معاف ہوتے ہیں، لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کبیرہ والے کے صغیرہ بھی معاف نہیں ہوتے۔ یعنی یہ ثواب کسی خاص نماز کا نہیں بلکہ عمر میں ہر نماز کا ہے۔

{حدیث ۲۶۷}

وَعَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: "رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوئِي هٰذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نفسه فيهما بِشَيْءٍ إِلَّا غفر لَهُ مَا تقدم من ذنبه.

بخاری، مسلم: ۱۵۹۔ ۵۳۸

روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا پھر کلی کی ناک میں پانی لیا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر کہنی تک داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک پھر سر کا مسح کیا پھر داہنا پھر بایاں پاؤں تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا پھر فرمایا جو میری طرح وضوء کرے پھر دو نفل پڑھ لے جن میں اپنے دل سے کچھ باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے (مسلم، بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا: اس طرح کہ پہلے تین کلیاں کرلیں، پھر تین بار ناک میں پانی لیکر صاف کی جیسے کہ اور اعضاء کی ترتیب میں ہے، لہذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے۔ شافعی لوگ ایک چلو کے آدھے سے کلی اور آدھے سے ناک میں پانی لیتے ہیں یعنی ان کے ہاں فرد فرد کے پیچھے ہے ہمارے ہاں نوع نوع سے پیچھے۔

پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک پھر سر کا مسح کیا: اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ہاتھ مع کہنی دھونے چاہئیں۔ دوسرے یہ کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہو کیونکہ دھونے میں تین کا ذکر ہے مسح میں نہیں، نیز اگر مسح تین بار کیا جائے تو وہ دھونا ہوجائے گا، یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔ شوافع کے یہاں مسح بھی تین بار ہوگا، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

سر کے مسح کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا پھر

کلی کی ناک میں پانی لیا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر کہنی تک داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک پھر سر کا مسح کیا یعنی ہر عضو تین بار دھویا اور مسح ایک بار کیا ایک اور حدیث میں ہے۔

عن ابی حیه رایت علیا توضا فغسل کفیه حتی انقاهما ثم مضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا وذراعیه ثلاثا ومسح براسه مرة ثم غسل قدمیه الی الکعبین۔

حضرت ابوحیہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا اور اپنی کلائیوں کو تین بار دھویا اور اپنے سر کا ایک بار مسح کیا پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔

ان دونوں حدیثوں میں ایک ایک بار مسح کرنے کا ذکر ہے جبکہ اس کے برعکس ایک حدیث میں اس طرح ہے

عن ابن ربیع قال توضا النبی ﷺ و مسح علی راسه مرتین۔ ابن ماجه

نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا اور سر پر دو بار مسح فرمایا ایک دوسری حدیث میں تین بار مسح فرمایا۔

ان احادیث میں مسح کی مقدار میں تعارض ہے کہیں ایک بار کا ذکر ہے اور کہیں دو بار اور کہیں تین بار مسح کرنے کا ذکر ہے۔

سر کے مسح کی احادیث میں تعارض کی تطبیق:

سنت یہی ہے کہ سر کا ایک ہی بار مسح کیا جائے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہوا اور جن احادیث میں دو یا تین بار مسح کرنے کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی تری سے دو یا تین بار مسح کیا الگ پانی نہیں لیا اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایک ہی پانی یا تری سے تین بار مسح کر لے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ ایک ہی بار مسح تصور ہوگا کیونکہ یہ مسح ایک ہی پانی سے ہوا۔

کلی اور ناک کے پانی کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں ہے کہ روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر تین بار پانی بہایا پھر کلی کی ناک میں پانی لیا۔ اور اسی طرح کی ایک حدیث میں ہے فتمضمض واستنشق من کف واحد آپ نے ایک ہی ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ایک ہی چلو سے کلی بھی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے۔ جب کہ ان کے برعکس حدیث میں ہے

ان رسول الله ﷺ توضا فمضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا واخذ لعقل واحد ماءا جدیدا۔ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ناک اور کلی میں ہر ایک کے لئے نیا پانی لیا۔

پہلی دونوں احادیث میں ناک اور کلی کے لئے ایک پانی لیا اور دوسری حدیث میں الگ الگ پانی لیا تعارض واضح ہے۔

کلی اور ناک کے پانی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: یاد رہے کہ ہمارے نزدیک الگ چلو سے کلی کرنا اور الگ چلو سے ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے لیکن ہاتھ ایک ہی یعنی دایاں ہاتھ استعمال ہوگا۔

اب اس تعارض کے دو جواب ہیں پہلا جواب یہ کہ ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ایک ہی ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالا لیکن

چلو الگ الگ لئے یعنی حدیث میں ایک کا لفظ ہاتھ کے لئے بولا گیا چلو کے لئے نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک ہی ہاتھ سے اور ایک ہی چلو سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی چڑھایا صرف بیان جواز کے لئے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ الگ الگ چلو لینا فرض یا واجب ہے لہذا تعارض نہ رہا۔

حضور ﷺ کا وضو حضرت عثمان کے وضو کی مثل کیسے ہوسکتا ہے؟ حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا وضوء حضور ﷺ کے وضو کی مثل تو ہوسکتا ہے حضور کا وضو حضرت عثمان کے وضو کی طرح کیسے ہوسکتا ہے؟ حکیم الامت نے اس کا جواب یہ دیا کہ چونکہ حضرت عثمان غنی کا وضو ان لوگوں کے سامنے تھا اور حضور کا وضو ان لوگوں سے مخفی اسی لئے آپ نے اس طرح فرمایا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عثمان کا وضو حضور کے وضو کی مثل تھا نہ کہ حضور کا وضو آپ کے وضو کی مثل۔

جو میری طرح وضوء کرے پھر دو نفل پڑھ لے: یعنی وضو کے بعد دو نفل تحیۃ الوضو پڑھے جب کہ نفل مکروہ نہ ہوں اور اگر نفل مکروہ ہوں جیسے فجر اور مغرب کا وضو، تو وضو کے بعد فرض نماز میں تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کا بھی ثواب مل جائے گا۔ (مرقاۃ)۔ گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہیں اور بے گناہ لوگوں کے درجے بلند ہوتے ہیں، کیونکہ جو کام گنہگاروں کے لئے معافی کا ذریعہ ہے وہ نیک کاروں کی ترقی کا سبب ہے۔

{حدیث ۲۶۸}

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ مقبل عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ. مسلم: ۵۵۳

روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مسلمان نہیں جو وضو کرے تو اچھا کرے پھر کھڑے ہو کر دو نفل دل اور منہ سے متوجہ ہو کر پڑھے مگر اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

یا وضو کرنے اور تحیۃ الوضوء پڑھنے سے جنت واجب ہو جاتی ہے؟ یاد رہے کہ جنت رب کے فضل و کرم سے ملتی ہے وضو اور نفل سے جنت واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے دنیا میں اسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے، مرتے وقت ایمان پر قائم رہتا ہے، قبر وحشر میں آسانی سے پاس ہوتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ صرف وضو کر لینے اور تحیۃ الوضوء کے دو نفل پڑھ لینے سے جنتی ہو گیا اب کسی عمل کی ضرورت نہ رہی اس قسم کی احادیث کا یہی مطلب ہوتا ہے جو اوپر بیان ہوا۔

{حدیث ۲۶۹}

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَفِي رِوَايَةٍ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ". هٰكَذَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ وَالْحُمَيْدِيُّ فِي أَفْرَادِ مُسْلِمٍ وَكَذَا ابْنُ الْأَثِيرِ فِي جَامِعِ الْأُصُولِ وَذَكَرَ الشَّيْخُ مُحْيِي الدِّينِ النَّوَوِيُّ فِي آخِرِ حَدِيثِ مُسْلِمٍ عَلَى مَا رَوَيْنَاهُ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ (ص: 96) وَالْحَدِيثُ الَّذِي رَوَاهُ مُحْيِي السُّنَّةِ فِي الصِّحَاحِ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ إِلَى آخِرِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي جَامِعِهِ بِعَيْنِهِ إِلَّا كَلِمَةَ أَشْهَدُ قَبْلَ أَنَّ مُحَمَّدًا

مسلم: ۵۵۳

روایت ہے حضرت عمرابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جو وضوکرے تو مبالغہ کرے یا پورا وضوکرے پھر کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقینا محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں مگر اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے کہ جس سے چاہے گھسے ایسے ہی مسلم نے اپنی صحیح میں اور حمیدی نے افراد مسلم میں روایت کی یوں ہی ابن اثیر نے جامع الاصول اور شیخ محی الدین نووی نے حدیث مسلم کے آخر میں ہماری روایت کے مطابق اور ترمذی نے یہ اور زیادہ فرمایا کہ خدایا مجھ توبہ والوں سے بنا اور مجھے خوب ستھروں سے کر اور جو حدیث محی السنہ نے صحاح میں روایت کی کہ جس نے وضو کیا تو اچھا کیا الخ اسے ترمذی نے اپنی جامع میں اسی طرح روایت کیا سوا کلمہ اَشْهَدُ کے اَنَّ مُحَمَّدًا سے پہلے۔

تم میں ایسا کوئی نہیں جو وضوکرے تو مبالغہ کرے: مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہاء پر پہنچادے، پورا کرنے سے مراد ہے کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ مِنْکُم فرما کر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، گمراہوں، بے دینوں کو نہیں، دوائیں زندہ کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مُردوں کو۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں: یعنی ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے، بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے، بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ۔ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی، ملا علی قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے۔

جنت کے آٹھوں دروازے کھلنے کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو وضوکرے تو پورا وضوکرے پھر کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقینا محمد اس کے بندے اور رسول ہیں مگر اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے کہ جس سے چاہے گھسے۔ جبکہ دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ جنت کے آٹھوں دروازے صرف ابوبکر صدیق کے لئے کھلیں گے یعنی آٹھوں دروازے کھلنا یہ صدیق اکبر کا خاصہ ہے۔ دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

جنت کے آٹھوں دروازے کھلنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے اس کا جواب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مذکورہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس وضو کرنے والے کا حشر ابوبکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں یعنی ابوبکر صدیق کو ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقے میں اسے بھی پکارا جائے گا کیونکہ مذکورہ شخص کا یہ داخلہ آپ کے صدقے سے ہے۔

مراۃ المناجیح کتاب الطہارت

داخلہ ایک دروازے سے ہوگا پھر آٹھوں دروازے کھولنے کا مقصد؟ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر جنتی کا داخلہ صرف ایک دروازے سے ہی ممکن ہوگا پھر آٹھوں دروازے کھولنے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کے لئے ہوگا۔

توّاب اور تائب، متطہر اور طاہر میں فرق:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ" خیال رہے کہ توّاب وہ ہے جو ہمیشہ ہر حال میں توبہ کرے، گناہ کرکے بھی اور بغیر گناہ کئے بھی کبھی رب کے دروازے سے نہ ہٹے، نہ مایوس ہو۔ تائب وہ جو ایک آدھ بار توبہ کرے۔ یونہی متطہّر وہ جو ہر ظاہری و باطنی گندگی سے اپنے آپ کو پاک کرے۔ طاہر وہ جو صرف ظاہری گندگی سے پاک ہو بارگاہ الٰہی میں توّاب اور متطہّر کی قدر ہے، رب فرماتا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ اور فرماتا ہے: "وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ"۔

{حدیث ۲۷۰}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ۔ بخاری،مسلم: ۵۸۰

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت قیامت کے دن سرخ گھوڑوں پر بلائی جائے گی آثار وضو سے تو جو اپنی چمک دمک دراز کر سکے تو کرے۔

تحجلین وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ، پاؤں اور پیشانی سفید ہوں یہ بہت قیمتی خوب صورت اور طاقتور ہوتا ہے۔ امت سے مراد سارے نمازی مسلمان ہیں کہ قیامت میں انکا چہرہ اور ہاتھ، پاؤں آثار وضوء سے چمکتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ اگرچہ پچھلی امتوں نے بھی وضو کیا مگر یہ نور صرف امت محمدی پر ہوگا۔

جو وضو اور نماز نہیں پڑھتے کیا وہ اس سعادت سے محروم رہیں گے: یاد رہے کہ جو صحابہ نماز کی فرضیت سے پہلے وفات پاگئے اور وضو کا موقعہ نہ پاسکے، یا مسلمانوں کے چھوٹے بچے، یا اسلام قبول کرتے ہی فوت ہوجانے والے لوگ جنہیں نماز اور وضو کا وقت ہی نہ ملا ان پر بھی ان شاء اللہ وہ بھی اس سعادت کو حاصل کرلیں گے اور ان پر بھی یہ آثار وضوء ہوں گے کیونکہ وہ اگرچہ نماز کا موقعہ نہ پاسکے لیکن نمازیوں کے گروہ سے تو ہیں۔ اور اس کے برعکس بے نمازی، فاسق و فاجر جنہوں نے بلاعذر شرعی نماز نہ پڑھنے کی عادت بنالی وہ اس سعادت سے محروم ہوجائیں گے۔

تو جو اپنی چمک دمک دراز کرسکے تو کرے: مطلب یہ ہے کہ اعضائے وضوء حد مفروض سے زیادہ دھوئے اور اعضائے وضوء حد سے کم نہ دھوئے، زیادہ کچھ ڈھل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں تا کہ روشنی اور چمک لمبی ہو۔

{حدیث ۲۷۱}

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ. مسلم: ۵۸۶

روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کا زیور وہاں تک ہی پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے۔

حلیہ اور وضوء کے معنی کی تحقیق: یاد رہے حِلْیَۃ اگر کسرہ یعنی زیر کے ساتھ ہو تو اسکا معنی رونق وحسن ہے اور ح کے زبر سے ہو تو اس کا معنی زیور ہے، حدیث میں دونوں قرائتیں ہیں، اسی طرح وضوء اگر واؤ کے ضمہ یعنی پیش سے ہو تو اس کا مطلب یہی مشہور وضوء ہے جو ہم کرتے ہیں اور اگر واؤ کے فتحہ یعنی زبر سے ہے تو اس کا معنی وضوء کا پانی ہے۔ یہاں حدیث میں وضوء واؤ کے زبر سے ہے یعنی جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک نور اور رونق وزینت ہوگی یا وہاں تک جنتی زیور پہنایا جائے گا، دنیا میں مسلمان مرد کو زیور پہننا حرام ہے لیکن جنت میں زیور وہاں کی نعمتوں میں سے ہوگا لہذا مرد وعورت دونوں کے لئے حلال ہوگا۔

الفصل الثانی (دوسری فصل)

{حدیث ۲۷۲}

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَقِيمُوا وَلَنْ تُحْصُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ.

ابن ماجہ، موطا، احمد، دارمی: ۲۷۷، ۶۸، ۲۲۸۰۰، ۶۵۵

روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیدھے رہو مگر تم یہ کر نہ سکو گے اور جان رکھو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور وضوء کی حفاظت مؤمن ہی کرتا ہے اسے مالک، احمد، ابن ماجہ، اور دارمی نے روایت کیا۔

سیدھے رہو مگر تم یہ کر نہ سکو گے: یعنی عقائد، عبادات اور معاملات میں اپنا قبلہ درست رکھو احکام خداوندی میں ٹھیک رہو اور ممنوعات میں ادھر ادھر نہ بہکو، لیکن کامل طور پر ایسا کرنا ممکن نہیں اور یہ طاقت انسانی سے باہر ہے لہذا فرمادیا تم یہ نہ کرسکو گے لہذا بقدر طاقت درست رہو اور کوتاہیوں کی معافی چاہتے رہو اور اپنا احتساب اور خطاؤں پر ہر پل معافیاں مانگتے رہو۔

جان رکھو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے: کیونکہ اسلام میں سب سے پہلے نماز ہی فرض ہوئی، سارے اعمال فرش پر آئے مگر نماز عرش پر بلا کر دی گئی، جس نے نماز درست کرلی ان شاء اللہ اس کے سارے اعمال درست ہوجائیں گے، نیز نماز بہت سی عبادات کا مجموعہ اور سارے گناہوں سے بچانے والی ہے کہ بحالت نماز جھوٹ، غیبت وغیرہ کچھ نہیں ہوسکتی۔

وضوء کی حفاظت مؤمن ہی کرتا ہے: یعنی ہمیشہ باوضو رہنا یا ہمیشہ صحیح وضو کرنا کامل مؤمن کی پہچان ہے۔

{حدیث ۲۷۳}

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طُهْرٍ كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ. ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ: ۵۹، ۶۲، ۵۱۲

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو پاکی پر وضو کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

کیا وضوء پر وضوء پانی کا اسراف نہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو پاکی یعنی وضو پر وضو کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں وضو پر وضو کا مطلب یہ ہے کہ جس کا پچھلی نماز کا وضو ہو اور پھر اگلی نماز کے لئے وضو کرے تو یہ وضو بیکار وعبث نہیں ہے اور نہ ہی یہ اسراف ہے کیونکہ،، لا اسراف فی الخیر،، خیر میں کوئی اسراف نہیں، بلکہ اس پر بہت ثواب ہے۔ لیکن یاد رہے کہ وضو پر وضو کرنا اس وقت مستحب ہے جب کہ پہلے وضو کے بعد نماز یا ایسی عبادت کرلی گئی ہو جو وضوء پر موقوف ہو، ورنہ بار بار وضوء کیے جانا مکروہ اور پانی کا اسراف ہے۔

الفصل الثالث (تیسری فصل)

{حدیث ۲۷۴}

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ. ترمذی، احمد: ۳، ۱۴۷

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی پاکی۔

جنت کی چابی کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی چابی نماز ہے، جبکہ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی چابی کلمہ طیبہ ہے، احادیث میں تعارض واضح ہے۔

جنت کی چابی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے درجات کی چابی نماز ہے، اور دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نفس جنت کی چابی کلمہ طیبہ ہے، جنت کے درجات کی چابی الگ ہے نفس جنت کی چابی الگ۔

نماز کی چابی طہارت ہے: سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز کی شرائط وارکان متعدد ہیں لیکن یہاں پر وضوء کو خاص طور پر نماز کی چابی کیوں کہا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ نماز کی شرائط بہت ہیں وقت، نیت، استقبال قبلہ وغیرہ، لیکن طہارت ان تمام میں بہت اہم بلکہ بنیادی اہمیت کی حامل ہے کہ یہ ہوگی تو باقی بھی کرسکیں گے یہ نہیں تو دوسری بھی نہیں اسی لئے اسے نماز کی چابی فرمایا گیا۔

{حدیث ۲۷۵}

وَعَنْ شَبِيبِ بْنِ أَبِي رَوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَقَرَأَ الرُّومَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الطُّهُورَ فَإِنَّمَا يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أُولَئِكَ. نسائی، احمد: ۹۴۷، ۲۳۳۵۹

روایت ہے شبیب ابن ابی روح سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھی سورہ روم کی قرأت کی تو آپ کو تشابہ لگ گیا جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ طہارت اچھی طرح نہیں کرتے ہم پر یہ ہی لوگ قرآن مشتبہ کردیتے ہیں۔

راوی مجہول ہو تو حدیث کا کیا حکم ہے؟ اس حدیث میں ہے کہ شبیب ابن ابی روح سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے راوی اور صحابی کا ذکر نہیں کیا یہ حدیث مقبول ہوگی؟ اس کا جواب ملا علی قاری نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ تمام صحابہ پرہیزگار اور عادل ہیں کوئی فاسق نہیں اسی لئے اس طرح روایت جائز ہے۔ صحابہ کے علاوہ اور راوی کا نام لینا ضروری ہے ورنہ حدیث مجروح ہوگی، کیونکہ ہوسکتا ہے وہ شخص فاسق ہو۔

یہ ہوتا ہے صحبت کا اثر:

طہارت اچھی طرح نہیں کرتے ہم پر قرآن مشتبہ کر دیتے ہیں: یعنی جو نمازی وضوء و غسل کی سنتیں و مستحبات پورے ادا نہیں کرتے اور وضوء میں بے احتیاطیاں کرتے ہیں ان کی کوتاہی کا اثر ہم پر یہ پڑتا ہے کہ تلاوت میں لقمہ لگ جاتا ہے معلوم ہوا نمازی کی وضو کی کوتاہیوں کا اثر امام کی امامت پر بھی پڑتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور جیسی ہستی کی نماز پر ناقص الوضو کی صحبت کا اثر ہو جاتا ہے۔ تو افسوس ان لوگوں پر جو بدکاروں اور بے دینوں کی صحبت میں رہیں یقیناً انکا ایمان بھی برا اثر لے گا یہ بیماری اڑ کر لگتی ہے۔

{حدیث ۲۷۶}

وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ: عَدَّهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِي أَوْ فِي يَدِهِ قَالَ: التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِيزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهُ وَالتَّكْبِيرُ يَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُورُ نِصْفُ الْإِيمَانِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

روایت ہے بنی سُلَیم کے ایک صاحب سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے یا اپنے ہاتھ یہ چیزیں گنائیں فرمایا تسبیح آدھی ترازو ہے اور الحمدللہ اسے بھر دے گی اور تکبیر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتی ہے اور روزہ آدھا صبر ہے اور پاکی آدھا ایمان ہے اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

ترمذی، احمد: ۳۵۱۹_۲۳۳۶۱

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث ۲۷۷}

عَنْ عبد الله الصنابجي قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ (ص:98) الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ فِيهِ وَإِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ أنفه فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَشْفَارِ عَيْنَيْهِ فَإِذَا غسل يَدَيْهِ خرجت الْخَطَايَا مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ يَدَيْهِ فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ رِجْلَيْهِ ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلَاتُهُ نَافِلَةً لَهُ.

روایت ہے عبداللہ صنابحی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مؤمن جب وضو کرنے لگے تو خطائیں اس کے منہ سے نکل جاتی ہیں اور جب ناک میں پانی لے تو خطائیں اس کے ناک سے نکل جاتی ہیں اور جب اپنا منہ دھوئے خطائیں اس کے چہرے سے نکل جاتی ہیں حتی کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے نکلتی ہیں، اور جب اپنے ہاتھ دھوئے تو خطائیں ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں حتی کہ ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں اور جب اپنے سر کا مسح کرے تو خطائیں اس کے سر سے نکل جاتی ہیں حتی کہ اس کے کانوں سے نکل جاتی ہیں پھر جب پاؤں دھوئے تو خطائیں اس کے پاؤں سے نکل جاتی ہیں حتی کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا زیادتی ہوتی ہے۔

نسائی، الموطا، احمد: ۱۰۳_۶۲_۱۹۲۷۳

وضوء سے اعضائے وضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں: کلی کی برکت سے: زبان سے جو جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ جو گناہ ہوئے تھے وہ کلی کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں وغیرہ۔

ناک دھونے کی برکت سے: یعنی ناک میں پانی لینے کی برکت سے ناک یا دماغ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، جیسے ناجائز خوشبو سونگھنا اور دماغ میں گندے خیالات رکھنا وغیرہ۔

چہرہ دھونے کی برکت سے: چہرے کے دھونے سے آنکھ کے گناہ جھڑتے ہیں، جیسے ناجائز چیزوں کو دیکھنا یا ناجائز اشارے بازیاں کرنا وغیرہ۔

ہاتھ دھونے کی برکت سے: اس کی برکت سے ہاتھ کے گناہ معاف ہوتے ہیں جیسے ہاتھ سے ناجائز چیزوں کو چھونا غیر محرم کو چھونا وغیرہ۔

سر کا مسح کرنے کی برکت سے: کان کے گناہ معاف ہوتے ہیں جیسا کہ کان سے کوئی ناجائز بات سننا گانے سننا وغیرہ۔

کان چہرے میں شمار ہیں یا سر میں؟ اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی اپنے سر کا مسح کرے تو خطائیں اس کے سر سے نکل جاتی ہیں حتی کہ اس کے کانوں سے نکل جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کانوں کا شمار سر میں ہے نہ کہ چہرے میں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کا سر کے ساتھ ذکر فرمایا، لہٰذا نہ تو کانوں کو چہرے کے ساتھ دھویا جائے گا اور نہ علیحدہ پانی سے اس کا مسح ہوگا بلکہ مسح سر کی تری سے ہی ان کا مسح بھی کیا جائے گا، یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے اور یہی آپ کا مذہب ہے۔

پاؤں دھونے کی برکت سے: یعنی جو قدم ناجائز جگہ پر جانے میں پڑے ان کا گناہ اس کی برکت سے معاف ہو جاتا ہے۔

کیا یہ بشارت نماز کے وضو کے ساتھ مقید ہے یا ہر وضوء کے لئے ہے؟ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے وضو کو مطلق ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اجر و ثواب ہر وضو کے لئے ہے چاہے وہ نماز کے لئے ہو یا تلاوت قرآن کے لئے یا کسی بھی اور عبادت کے لیے۔

نوٹ: خیال رہے کہ یہاں بھی گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہیں کبیرہ کے لئے توبہ ضروری ہے۔

دھونے اور مسح کی تعریف: کسی عضو کے دھونے کے یہ معنی ہیں کہ اس عضو کے ہر حصہ پر کم سے کم دو بوند پانی بہ جائے۔ بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی چُپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے نہ اس سے وضو یا غسل ادا ہوگا اور کسی جگہ موضعِ حدث پر تری پہنچنے کو مسح کہتے ہیں اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔ بدن میں بعض جگہیں ایسی ہیں کہ جب تک ان کا خاص خیال نہ کیا جائے ان پر پانی نہ بہے گا۔

{حدیث ۲۷۸}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ.

مسلم. نسائی. احمد. ابن ماجه: ۵۸۴. ۱۵۰. ۹۸۰. ۴۳۰۶

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا اے مؤمن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں مجھے یہ تمنا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں فرمایا تم میرے ساتھی دوست ہو، ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک آئے نہیں لوگوں نے عرض کیا، کیا آپ کے جو امتی اب تک نہیں آئے انہیں حضور کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا بتاؤ تو اگر کسی شخص کے گھوڑے پنج کلیان یعنی سفید پیشانی اور سفید پاؤں والے گھوڑے ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہو گئے ہوں کیا یہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا؟ بولے ہاں یا رسول اللہ! فرمایا وہ آثار وضو سے پنج کلیان آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رو ہوں گا۔

مردوں کو سلام کرنے کی احادیث میں تعارض:

مذکورہ حدیث میں ہے کہ وعن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى المقبرة فقال: السلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا اے مؤمن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو۔ ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اس میں آپ نے مردوں کو،، السلام علیکم،، کہا جبکہ دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ،،علیکم السلام،، مردوں کا سلام ہے ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض ہے۔

مردوں کو سلام کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: جس حدیث میں آپ ﷺ نے مردوں کو ،، السلام علیکم ،، کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب زندہ مردے کو سلام کرے تو اسی طرح کہے لیکن جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان کا سلام ،، علیکم السلام ،، ہوتا ہے اور وہ اسی طرح سلام کرتے ہیں لہذا احادیث میں کوئی اختلاف نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے: مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے، جہاں حضور زیارت قبور کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ زیارت قبور کا ثبوت باب عذاب قبر میں مفصل ذکر کر دیا گیا۔

فرمایا اے مؤمن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو: مرقاۃ نے فرمایا عوام کی قبور پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ مردے زائرین کو دیکھتے ہیں، پہچانتے ہیں، اس کے کلام و سلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں، کیونکہ نہ سننے والے اور نہ جواب دے سکنے

والے کو سلام کرنا منع ہے۔

سماع موتی کے بارے میں مفصل بحث باب عذاب قبر میں ہو چکی ہے:

موت یقینی ہے پھر آپ نے کیوں فرمایا کہ ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں؟ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے اہل قبور کو سلام کرتے ہوئے فرمایا،، انشاء اللہ عنقریب وفات پا کر تم سے ملاقات کریں گے۔ اس کے متعدد جواب ہیں پہلا یہ کہ ان شاء اللہ کا لفظ حصول برکت کے لیے فرمایا ورنہ موت یقینی ہے دوسرا جواب یہ کہ ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کے لیے مشکوک ہے یقینی نہیں لہذا ہمیں سمجھانے کے لئے انشاء اللہ فرمایا۔ یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مر کر مؤمنوں سے ملیں گے، یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لیے ہے۔

کیا حضور ﷺ ہمارے بھائی ہیں؟

مجھے یہ تمنا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا: اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مومنین کو اپنا بھائی فرمایا مراۃ میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا تمام مومنین کو بھائی فرمانا انتہائی کریمانہ ہے، امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور کو اپنا بھائی کہے۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے سزا پائے گی۔ رب فرماتا ہے

لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ" اَلْآيَة۔

یعنی تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی اور جو لوگ مسلمان آئندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہوں گے صحابی نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتہ ایمانی کی بنا پر، ورنہ حضور امت کے لئے روحانی والد ہیں، اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھاوجیں، رشتہ ایمانی سے سگا باپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں، اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں، مگر اس رشتہ کی بنا پر ان لوگوں کو نہ بھائی بہن کہا جاتا ہے، اور نہ ان پر بھائی بہن کے احکام مرتب، حتی کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے، جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے۔ تو جو حضور کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔

حضور کی امت سب امتوں میں نمایاں ہوگی: غرا، اغر کی جمع ہے جسکا معنی ہے سفید پیشانی والا گھوڑا اور عرف عام میں یہ لفظ شرافت کے معنی میں بھی آتا ہے۔

اور محجل اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے قدم سفید ہوں مطلب یہ ہے وضو کرنے والے بروز حشر چمکتے ہوئے اعضا کے ساتھ آئیں گے اور سب سے نمایاں ہوں گے لوگ ان پر رشک کریں گے مبارک ہو باوضو رہنے والے خوش بختوں کو۔ غرا اور محجل گھوڑے کو پنج کلیان بھی کہتے ہیں۔

سبحان الله! کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے پنج کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں چھپتا ایسے ہی میری امت دیگر امتوں میں نہیں چھپے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مؤمن سیاہ رو ہونگے، سیاہ روئی تو صرف کفار کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آثار وضوء کی خاص چمک صرف امت مصطفوی پر ہوگی۔

حوض سے مراد حوض کوثر ہے جو ہمارے حضور کا ہے، اور نبیوں کے بھی حوض ہوں گے مگر کوثر کسی کا بھی نہیں۔ فرط اسے کہتے ہیں

جو آگے پہنچ کر انتظام فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ کوثر پر ہم تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظام اور انتظار فرمائیں گے، تمہیں اپنے انتظام سے پانی پلائیں گے۔ حوض کی پوری تحقیق انشاء اللہ باب حوض میں آئے گی۔

{حدیث ۲۷۹}

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاء قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالسُّجُودِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يرفع رَأسه فَأنظر إِلَى بَيْنَ يَدِي فَأَعْرِفُ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ وَمِنْ خَلْفِي مِثْلُ ذَلِكَ وَعَنْ يَمِينِي مِثْلُ ذَلِكَ وَعَنْ شمَالي مثل ذَلِكَ". فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ (ص: 99) فِيمَا بَيْنَ نُوحٍ إِلَى أُمَّتِكَ؟ قَالَ: هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوءِ لَيْسَ أَحَدٌ كَذَلِكَ غَيْرَهُمْ وَأَعْرِفُهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتونَ كتبهم بأيمانهم وأعرفهم يسعى بين أيديهم ذُرِّيتهم. احمد:۲۲۰۸۰

روایت ہے حضرت ابودراء سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پہلا وہ ہوں جسے قیامت کے دن سجدے کی اجازت ملے گی اور میں ہی پہلا وہ ہوں جسے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی تو اپنے سامنے بھیڑ دیکھوں گا تو تمام امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا اور میرے پیچھے بھی اسی طرح اور میرے داہنے بھی اسی طرح اور میرے بائیں بھی اسی طرح ہوں گے تب ایک صاحب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ نوح علیہ السلام سے اپنی امت تک کی اتنی امتوں میں اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا وہ آثار وضو سے پنج کلیاں یعنی سفید پیشانی اور سفید پاؤں والے گھوڑے ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا اور انہیں یوں پہچانوں گا کہ ان کی کتابیں ان کے داہنے ہاتھ میں ہوں گی اور ایسے پہچانوں گا کہ انکے بچے ان کے آگے دوڑتے ہوں گے۔

میں پہلا وہ ہوں جسے قیامت کے دن سجدے کی اجازت ملے گی: یہ سجدہ عبادت کا نہ ہوگا بلکہ شفاعت کبریٰ کی اجازت کا ہوگا، یہ وہ وقت ہوگا جب سارے انبیاء نفسی نفسی کہہ کر جواب دے چکے ہوں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کا دروازہ کھولیں گے۔ اس کی پوری تحقیق ان شاء اللہ باب الشفاعۃ میں کی جائے گی۔ صاحب مرقاۃ نے فرمایا کہ چونکہ اللہ نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا اس لئے وہاں بھی پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے ہر جگہ اولیت کا سہرا انہی کے سر ہے۔ یہ سجدہ ایک ہفتہ رہے گا۔ جس میں حضور خدا کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی کسی نے نہ کی ہوگی۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف احمد ہے یعنی سب سے زیادہ حمد کرنے والا۔

جب سر اٹھانے کی اجازت ملے گی تو اپنے سامنے بھیڑ دیکھوں گا: یعنی از آدم تا قیامت ساری خلقت حضور کو ایسے گھیرے ہوگی جیسے دولہا کو براتی، کیوں نہ ہو کہ سب کا فیصلہ آج کے دن حضور کی جنبش لب پر ہوگا، ہر آنکھ ان کا منہ تکے گی، ہر سر ان کی طرف جھکے گا، حضور کی جو شان ظاہر ہوگی وہ دیکھ کر ہی معلوم ہوگی۔ اس بھیڑ میں سارے نبی بھی ہوں گے اور ان کے امتی بھی۔

آپ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ یعنی اتنی امتوں کی بھیڑ میں آپ کی امت کی پہچان کیا ہوگی۔ نوح علیہ السلام کا ذکر صرف ان کی شہرت کی بنا پر ہے ورنہ ان سے پہلے نبی مع امتوں کے وہاں موجود ہوں گے یا ان سب سے پہلے کفار کو تبلیغ نوح علیہ السلام نے ہی کی۔ یعنی اگرچہ وضو ساری امتوں نے کئے تھے لیکن اس کا یہ نور صرف اس امت کے لئے ہوگا۔

غرا اور محجل میں فرق: غرا، اغر کی جمع ہے جسکا معنی ہے سفید پیشانی والا گھوڑا اور عرف عام میں یہ لفظ شرافت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور محجل اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے قدم سفید ہوں مطلب یہ ہے وضو کرنے والے بروز حشر چمکتے ہوئے اعضا کے ساتھ آئیں گے اور سب سے نمایاں ہوں گے لوگ ان پر رشک کریں گے مبارک ہو باوضو رہنے والے خوش بختوں کو۔

ان کی کتابیں ان کے داہنے ہاتھ میں ہوں گی: یعنی میری امت کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے، کافروں کے بائیں ہاتھ میں، پچھلی امت کے مؤمنوں کو ابھی نامہ اعمال نہ ملے ہوں گے اسوقت خالی ہاتھ ہوں گے، بعد میں انہیں بھی داہنے ہاتھ میں ہی ملیں گے، نیز اس امت کے نامہ اعمال دور سے چمکتے ہوں گے نہ کہ دوسری امتوں کے۔ لہذا اس حدیث پر اعتراض نہیں کہ ہر نبی کے مؤمنوں کو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے۔

انکے بچے ان کے آگے دوڑتے ہوں گے: جنت میں لے جانے کے لئے تاکہ یہ بچے والدین کی شفاعت کر کے انہیں جنت میں لے جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کا ماں باپ کے آگے چلنا، شفاعت کرنا اس امت کے ساتھ خاص ہے۔

فوت شدہ چھوٹے بچے والدین کی بخشش کے لئے جھگڑا کریں: ابوحسان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ سے کہا میرے دو بچے فوت ہو گئے ہیں کیا آپ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سنا سکتے ہیں جس سے اپنے فوت شدہ بچوں کے متعلق ہمارے دلوں کو تسلی ہو حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں ان میں سے جن کی ملاقات اپنے ماں باپ سے ہوگی وہ ان کے ہاتھ یا ان کے دامن پکڑ لے گا جیسے میں تمہارا یہ دامن پکڑ رہا ہوں پھر اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اس کو اور اس کے باپ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کر دے گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ بروز حشر چھوٹے بچے جو کم عمری میں وفات پا گئے تھے وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنے والدین کی بخشش کے لئے جھگڑا کریں اور اس وقت تک جھگڑیں گے جب تک اپنے والدین کو جنت میں نہ لے جائیں۔ یاد رہے کہ بچوں کا یہ جھگڑا ناز کا جھگڑا ہوگا جیسا کہ دنیا میں بچے اپنے والدین سے اپنی بات منانے کے لئے جھگڑا کرتے ہیں۔ صحیح مسلم ج ا ص ۱۹۵

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ان تین علامتوں پر موقوف ہے؟ خیال رہے کہ ان تینوں علامتوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان موقوف نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر شخص کے درجہ ایمان سے خبردار ہیں، ہر ایک کے ایمان کی نبض پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے، کیوں نہ ہو کہ حضور ہر ایک کی ہر حالت کے گواہ مطلق ہیں۔ حضور کے نیک امتی گنہگاروں کو دوزخ میں سے نکال کرائیں گے، پہلے انہیں جن کے دل میں ایمان دینار کے برابر ہے، پھر آدھے دینار والوں کو حتی کہ آخر میں رائی کے برابر والوں کو، جب حضور کے یہ مؤمن اور آپ کے غلام دوسروں کے دل کے ایمان کی مقدار پہچانتے ہیں، تو حضور کی پہچان کا عالم کیا ہوگا۔

جو لوگ ان علامتوں سے خالی ہوں گے ان کو آپ کیسے پہچانیں گے؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور کی امت میں بعض لوگ ان تینوں علامتوں سے خالی ہوں گے کہ نہ انہوں نے وضو کیا، نہ کوئی نیک عمل، نہ ان کے کوئی اولاد تو آپ ان کو کیسے پہچانیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ علامتیں عوام کی پہچان کے لیے ہیں حضور کے لئے نہیں، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے بغیر میں نہ پہچان سکوں گا حضور ان علامتوں کے بغیر بھی اپنی امت کو پہچان لیں گے۔

بَابُ: مایوجب الوضوء وضوواجب کرنے والی چیزوں کا باب

الفصل الاول پہلی فصل

آٹھ چیزیں وضوتوڑ دیتی ہیں: جو کچھ پیشاب یا پاخانہ کی راہ نکلے، منہ بھر قے، بہتا خون، بے ہوشی، نشہ، غفلت کی نیند، رکوع سجدے والی نماز میں آواز سے ہنسنا، مباشرت۔

{حدیث ۲۸۰}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ- بخاری, مسلم: ۱۳۵, ۵۳۷

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے وضو کی نماز قبول نہیں یہاں تک کہ وضو کرے۔ مسلم، بخاری

بے وضو کی نماز قبول نہیں: قبول سے مراد نماز کا جائز ہونا ہے اور وضو سے حقیقی اور حکمی دونوں وضو مراد ہیں یعنی تیمم بھی۔ بے وضو کی نماز بغیر وضو یا تیمم جائز نہیں۔ احناف کے نزدیک جسے وضو کے لائق پانی اور تیمم کے لائق مٹی نہ ملے وہ نماز قضا کرے، اور اگر قضا کا موقع پانے سے پہلے فوت ہوگیا تو اس پر گناہ نہیں۔ یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ عمدًا بے وضو پڑھنا کفر ہے جب کہ نماز کو ہلکا جانتا ہو۔

نماز میں بے وضو ہونے اور بنا کرنے کا حکم: ابوداود ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب کوئی نماز میں بے وضو ہوجائے، تو ناک پکڑ لے اور چلا جائے۔

ابن ماجہ و دارقطنی کی روایت انھیں سے ہے، کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کو قے آئے یا نکسیر ٹوٹے یا مذی نکلے، تو چلا جائے اور وضو کر کے اسی پر بنا کرے، بشرطیکہ کلام نہ کیا ہو۔

نماز میں جس کا وضو جاتا رہے اگرچہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد سلام سے پہلے، تو وضو کر کے جہاں سے باقی ہے وہیں سے پڑھ سکتا ہے، اس کو بنا کہتے ہیں، مگر افضل یہ ہے کہ سرے سے پڑھے اسے استیناف کہتے ہیں، اس حکم میں عورت مرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ نیز جس رکن میں حدث واقع ہو، اُس کا اعادہ کرے۔

بے وضو نماز پڑھنے کا وبال: حضرتِ عَمرو بن شُرَحْبِیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص انتقال کر گیا جس کو لوگ مُتقی اور پرہیزگار سمجھتے تھے۔ جب اُسے قبر میں دفن کیا گیا تو فرشتوں نے فرمایا: ہم تجھ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے 100 کوڑے ماریں گے۔ اس نے پوچھا: کیوں مارو گے؟ میں تو تقویٰ و پرہیزگاری کو اِختیار کئے ہوئے تھا۔ تو فرِشتوں نے فرمایا: چلو پچاس کوڑے ہی ماردیں گے۔ اس پر وہ شخص برابر بحث کرتا رہا یہاں تک کہ وہ فرشتے ایک کوڑے پر آ گئے اور انہوں نے عذابِ الٰہی کا ایک کوڑا مارا جس سے تمام قبر میں آگ بھڑک اُٹھی! تو اُس نے پوچھا کہ تم نے مجھے کوڑا کیوں مارا؟ فرِشتوں نے جواب دیا: تُو نے ایک دن جان بوجھ کر بے وضو نماز پڑھی تھی۔ اور ایک مرتبہ ایک مظلوم تیرے پاس فریاد لے کر آیا مگر تو نے اس کی مدد نہ کی۔ شرح الصدور ص 165، حلیۃ الاولیاء ج 4 ص 157 رقم (5101

{حدیث ۲۸۱}

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ. مسلم: ۵۳۵

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ بغیر پاکی کے نماز قبول اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ و خیرات قبول ہے۔ مسلم

نہ بغیر پاکی کے نماز قبول: یہاں طہارت سے وضو اور غسل دونوں مراد ہیں اور خیانت سے سارے حرام مال مراد، یعنی پاک ہوکر نماز پڑھو،

نہ خیانت کے مال سے صدقہ و خیرات قبول: اور حلال مال سے خیرات کرو، حرام مال اس کے مالک کو واپس کرو، اگر مالک کا پتا نہ چلے تو اسکے مالک کی طرف سے خیرات کردو کہ اس کے لیے یہ حلال ہے۔

{حدیث ۲۸۲}

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَكُنْتُ أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ- بخاری, مسلم: ۱۳۲, ۶۹۵

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میں بہت مذی والا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے بھی شرماتا تھا آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے تو میں نے مقداد سے کہا انہوں نے حضور سے پوچھا تو فرمایا کہ شرمگاہ دھولیں اور وضو کرلیں۔

میں بہت مذی والا تھا: شہوت کے وقت جو پتلا لیس دار پانی نکلتا ہے وہ مذی ہے۔ پیشاب کے بعد جو سفید قطرہ آجاتا ہے وہ ودی کہلاتا ہے۔ ان دونوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے نہ کہ غسل۔

کیا حیا کی وجہ سے دینی مسئلہ نہ پوچھنا جائز ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھتے ہوئے حیاء آتی تھی: اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے حیا و غیرت کرنا کمال ایمان کی دولت ہے، ہاں حیا کی وجہ سے مسئلہ ہی نہ پوچھنا، بے علم رہنا گناہ ہے۔ علی مرتضی نے مسئلہ بھی معلوم کرلیا اور حیاء بھی قائم رکھی۔ یعنی اس کا حکم پیشاب کا سا ہے کہ نجاست حکمی بھی ہے اور حقیقی بھی۔ خیال رہے کہ اگر مذی وغیرہ سے روپے برابر جگہ لتھڑ جائے تو پانی سے استنجا کرنا واجب ہے۔

{حدیث ۲۸۳}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَوَضَّؤُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ. مسلم, بخاری: ۲۰۷, ۶۸۸, ۶۹۰

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جسے آگ پکائے اس سے وضو کرو۔

جسے آگ پکائے اس سے وضو کرو: یہاں وضو لغوی معنی میں ہے، وضاءۃ سے مشتق ہے، بمعنی صفائی۔ شرعی معنی مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آگ کی پکی چیز کھا کر ہاتھ دھونا اور کلی کرنا بہتر ہے۔ پھل فروٹ کھانے کے بعد اس کی ضرورت

نہیں، جیسا کہ اگلی احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے، نیز ایک بار حضور علیہ السلام نے گوشت کھا کر ہاتھ دھوئے، کلی کی اور فرمایا آگ کی پکی چیز کا وضو یہ ہے، اس صورت میں یہ حدیث منسوخ نہیں، کھانا کھا کر ہاتھ دھونا مستحب ہے۔

{حدیث ۲۸۴}

قال الشیخ الإمام الأجل محیی السنة ؒ: هذا منسوخ بحديث ابن عباس: قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم أكل كتف شاة ثم صلى ولم يتوضأ. مسلم. بخاری: ۲۰۷، ۶۸۸، ۶۹۰

بڑے امام شیخ محی السنۃ نے فرمایا کہ یہ حکم حضرت ابن عباس کی حدیث سے منسوخ ہے جو فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا، پھر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی۔

یہ حکم حضرت ابن عباس کی حدیث سے منسوخ ہے: صاحب مصابیح شیخ محی السنۃ نے شرح سنہ میں اس حدیث کو منسوخ مانا اس لئے کہ انہوں نے وضو شرعی معنے میں لیا اور امر وجوب کے لیے، لیکن ہماری پیش کردہ توجیہ پر حدیث منسوخ نہیں، نسخ میں تاریخ کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ نیز قولی حدیث فعلی سے منسوخ جب ہو سکتی ہے جب وہ فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے نہ ہو، اس لئے مناسب یہی ہے کہ حدیث منسوخ نہ مانی جائے۔ مراۃ المناجیح کتاب الطہارۃ

{حدیث ۲۸۵}

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ؟ قَالَ: إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ. قَالَ أَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ؟ قَالَ: نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ قَالَ: أُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: أُصَلِّي فِي مبارك الْإِبِلِ؟ قَالَ: لَا

مسلم: ۸۰۲

روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم بکری کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا اگر چاہو کرو چاہو نہ کرو عرض کیا کہ کیا ہم اونٹ کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا ہاں اونٹ کے گوشت سے وضو کرو عرض کیا کہ میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں عرض کیا کہ کیا اونٹوں کے طویلہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں۔ مسلم

کیا ہم بکری کے گوشت اور اونٹ کے گوشت سے وضو کریں؟ یہاں بھی وضو کے معنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ہیں۔ چونکہ اونٹ کے گوشت میں بو اور چکناہٹ زیادہ ہوتی ہے کہ بغیر ہاتھ منہ دھوئے جاتی نہیں، بکری کے گوشت میں یہ بات نہیں اس لئے کہ اونٹ کے گوشت پر صفائی کی تاکید فرمائی گئی۔ امام احمد کے نزدیک اونٹ کے گوشت سے بھی وضو واجب ہے اسی حدیث کی بناء پر۔

بکریوں کے باڑے میں نماز کی اجازت دی اونٹوں کے باڑے میں نہیں؟ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں، کیا اونٹوں کے طویلہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں

یعنی جہاں اونٹ بندھے ہوں وہاں نماز نہ پڑھو کیونکہ نمازی کو خطرہ رہتا ہے کہ شاید اونٹ کھلے اور مجھ کو روند دے اس لیے حضور قلب حاصل نہ ہوگا، بکری میں یہ خطرہ نہیں۔ وجہ فرق یہ ہے ورنہ اونٹ اور بکری دونوں کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے اور

زمین سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اونٹ کے پیشاب کی چھینٹیں دور تک جاتی ہیں نہ کہ بکری کے پیشاب کی لہذا نمازی کو وہاں فکر نہ رہے گی نہ کہ یہاں، نیز اونٹ والے اونٹوں کی آڑ میں پیشاب کر لیتے تھے وہاں زمین زیادہ گندی ہوتی ہے۔ المراۃ

{حدیث ۲۸۶}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا.

مسلم: ۸۰۵

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کچھ پائے تو اس پر مشتبہ ہو جائے کہ کچھ نکلا یا نہیں تو مسجد سے نہ جائے، تا آنکہ آواز سن لے یا بو محسوس کرے

جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کچھ پائے: یعنی اگر کوئی شخص مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کے پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوئی لیکن بو محسوس نہ ہوئی، ہوا کے نکلنے کا یقین نہ ہوا، یونہی شبہ سا ہو گیا تو شبہ کا اعتبار نہ کرے، وہ باوضو ہے، نماز پڑھے جائے۔ آواز سننے سے مراد ہے نکلنے کا یقین۔ اس سے معلوم ہوا کہ یقینی وضو مشکوک حدث سے نہیں جاتا، ہمیں یقین ہے کہ ظہر کے وقت ہم نے وضو کیا تھا مگر ٹوٹنے کا صرف شبہ ہے یقین نہیں تو ہمارا وضو باقی ہے۔

فساء اور ضراۃ میں فرق: فساء اس ہوا کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے پاخانہ کے مقام سے بغیر آواز کے نکلے چاہے وہ بدبودار ہو یا نہ ہو یہ وضو کو توڑ دیتی ہے۔

اور ضراط اس ہوا کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے پاخانہ کے مقام سے آواز کے ساتھ نکلے چاہے وہ بدبودار ہو یا نہ ہو یہ بھی وضو کو توڑ دیتی ہے۔

{حدیث ۲۸۷}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ: إِنَّ لَهُ دسما- بخاری. مسلم: ۲۱۱، ۶۹۸

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا تو کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔ مسلم، بخاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا تو کلی فرمائی: یہ حدیث کھانے کے وضو کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ چکنی چیز کھا کر یا پی کر کلی کرنا چاہیئے اگرچہ آگ کی پکی ہوئی نہ ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچا دودھ پیا تھا کیونکہ چکنی چیز کا اثر منہ میں رہتا ہے اگر اسی حال میں نماز پڑھی جائے تو اس کا اثر پیٹ میں پہنچتا رہے گا جو کراہت سے خالی نہیں۔ مرقاۃ المفاتیح کتاب الطہارۃ

{حدیث ۲۸۸}

وَعَنْ بُرَيْدَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ وَمسح عل خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ فَقَالَ: عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عمر.

بخاری:۲۰۹

روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ آج حضور نے وہ کام کیا جو کرتے نہ تھے فرمایا اے عمر ہم نے قصداً کیا۔

نبی کریم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں: فتح مکہ کے دن ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں، اور وضو میں چمڑے کے موزوں پر مسح فرمایا، اس سے پہلے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے، اور پاؤں شریف دھوتے تھے اسی لیئے عمر فاروق کو تعجب ہوا۔

اس حیث میں نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل شریف سے امت کو دو مسئلے بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ ایک وضو سے چند نمازیں جائز ہیں۔ دوسرے یہ کہ موزوں پر مسح سنت ہے، اگرچہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو بہتر ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مستحب کام کرنا بھی باعث ثواب ہے کہ اس میں تبلیغ ہے۔

{حدیث ۲۸۹}

وَعَنْ سُوَيْدِ ابْنِ النُّعْمَانِ: أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بالصهباء وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص:102) وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صلی ولم يتوضأ. بخاری:۲۰۹

روایت ہے حضرت سوید ابن نعمان سے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے سال گئے، جب مقام صہباء میں پہنچے جو خیبر سے قریب ہے تو حضور نے نماز عصر پڑھی پھر توشہ منگایا صرف ستو لائے گئے پھر آپ کے حکم سے بھگوئے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھائے اور ہم نے بھی کھائے پھر نماز مغرب کے لئے کھڑے ہوگئے تو آپ نے بھی کلی کرلی اور ہم نے بھی کرلی پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ بخاری

صرف ستو لائے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کھائے: یہ ہے سلطان کونین کا غزوات میں کھانا اور شاہی راشن جن کے نام لیوا آج دنیا بھر کی نعمتیں کھا رہے ہیں۔

دیکھو خیبر کی جنگ ہے اور مجاہدین بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا ستو ہیں۔

اس زمانہ میں ستو گھول کر پینے کا رواج نہ تھا، نیز اس وقت شکر یا گڑ موجود نہ ہوگا تو صرف پانی میں گوندھ لئے گئے تاکہ حلق سے اترنا آسان ہو۔ یعنی صرف کلی پر کفایت کی، اگرچہ ستو آگ میں بھونے جاتے ہیں یہ حدیث وضوء طعام کی تفسیر ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا فقرِ اختیاری تھا: ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خدا عزوجل نے افضل ترین مخلوق

بنایا اور آپ کو ہر عظمت و رفعت عطا فرمائی۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختار کل بنا دیا کہ جو چاہو کرو، سیاہ و سپید کا تمہیں اختیار ہے۔ ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا، ایسے رفعت پناہ، جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر، سلاطین عالم، سلطانی باڑے کے محتاج، شاہان معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کیں۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا چہار عالم سو میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسایش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو در کنار، خشک کھجوریں اور جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ شاہی لباس دیکھئے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا۔ یہاں یہ امر بھی بیان کردینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک بار خالق کائنات جل جلالہ نے پیام بھیجا کہ: محبوب تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو سونے کا بنا دوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں، عرض کی الٰہی میں یہ چاہتا ہوں کہ تو مجھے ایک دن وہ عطا کر کہ تیرا شکر بجالاؤں، ایک دن ایسا ہو کہ تو مجھے بھوکا رکھ تاکہ صبر کروں۔

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرما رہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا'': جاؤ! تم بھی اپنے لئے کوئی کنیز لے آؤ۔ '' حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ ''چکیاں پیتے پیتے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔ '' ارشاد ہوا: "اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز و غلام سے زیادہ کام دے، تُو رات کو سوتے وقت سبحان اللہ بار، الحمد للہ بار، اللہ اکبر بار پڑھ کر سو رہا کر۔" سنن الترمذی، کتاب الدعوات

ایک بار حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرتِ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ چوڑیاں حاضر کردیں کہ انہیں تصدق کردیجئے، مساکین کو عطا فرما دی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا" : فاطمہ! دنیا، محمد اور آلِ محمد کے لائق نہیں ''۔

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بوریے کے نشان بن گئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ 'یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم، قیصر و کسریٰ، خدا کے دشمن، ناز و نعمت میں بسر کریں اور خدا عزوجل کا محبوب تکلیف و مصیبت میں؟ "ارشاد ہوا": کیا تُو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تُو عقبیٰ کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو؟ " صحیح البخاری، کتاب التفسیر

الفصل الثانی:

{حدیث ۲۹۰}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا وُضُوءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ أَوْ رِيحٍ. ترمذی، ابن ماجہ: ۷۴، ۵۱۵

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو نہیں واجب ہوتا مگر آواز یا بو سے۔ احمد و ترمذی

کیا صرف ہوا سے وضوء جاتا ہے؟ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وضو صرف ہوا سے جاتا ہے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خون، قے یا پیپ وغیرہ ناقض وضوء نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حصر ہوا کہ لحاظ سے ہے، یعنی جب تک کہ ہوا نکلنے کا یقین نہ ہو تب تک وضو نہیں جاتا، یہ مطلب نہیں کہ ہوا کے سوا کسی اور چیز سے وضو نہیں جاتا۔

{حدیث ۲۹۱}

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَ الْمَذْيِ فَقَالَ: مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ. ترمذی، ابن ماجہ، احمد: ۱۱۴، ۵۰۴، ۸۶۹

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ مذی سے وضو ہے اور منی سے غسل۔

مذی کے بارے احادیث میں تعارض:

سابقہ حدیث میں ہے وعن علی قال: كنت رجلا مذاء فكنت أستحيي أن أسأل النبي صلى الله عليه وسلم لمكان ابنته فأمرت المقداد فسأله فقال: يغسل ذكره ويتوضأ

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میں بہت مذی والا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے بھی شرماتا تھا آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے تو میں نے مقداد سے کہا انہوں نے حضور سے پوچھا تو فرمایا کہ شرمگاہ دھو لیں اور وضو کر لیں۔ مسلم، بخاری۔ جبکہ مذکورہ حدیث میں اس کے برعکس ہے

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ مذی سے وضو ہے اور منی سے غسل۔ ترمذی

پہلی حدیث میں حضرت علی فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے شرماتا تھا آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے تو میں نے مقداد سے کہا اور دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے مذی کے متعلق دریافت کیا دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے۔

مذی کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ دوسری حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ کا یہ سوال براہ راست حضور سے نہیں تھا بلکہ حضرت مقداد کے ذریعہ تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا، لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

منی اور مذی میں فرق: منی اور مذی میں مندرجہ ذیل فرق ہے۔

۱۔ منی و مذی میں یہ فرق ہے کہ منی شہوت توڑ دیتی ہے اور مذی بڑھا دیتی ہے۔

۲۔ منی دودھ کی طرح سفید اور گاڑھی لیس دار ہوتی ہے اور مذی پیشاب کی طرح مگر لیس دار۔

۳۔ منی غسل کو واجب کر دیتی ہے جبکہ مذی صرف وضو کو توڑتی ہے۔

{حدیث ۲۹۲}

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ. ابوداؤد، ترمذی، دارمی، احمد، ابن ماجہ: ۶۱، ۳، ۶۸۷، ۱۰۰۶، ۲۷۶

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کی کنجی طہارت ہے اور اس کا احرام تکبیر اور اس سے کھلنا سلام ہے اسے ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے بھی انہی سے اور ابوسعید سے۔

نماز کی کنجی طہارت ہے: جس طرح چابی کے بغیر تالا نہیں کھلتا اسی طرح وضو کے بغیر نماز شروع نہیں ہو سکتی۔ یہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ جو وضو اور تیمم نہ کر سکے وہ نماز نہ پڑھے۔

اور اس کا احرام تکبیر ہے: یعنی جس طرح حج کا احرام تلبیہ سے باندھا جاتا ہے کہ تلبیہ کہتے ہی حاجی پر صدہا چیزیں حرام ہو جاتی ہیں، ایسے ہی نماز کا احرام تکبیر سے بندھتا ہے کہ تکبیر کہتے ہی کلام، سلام، کھانا، پینا سب حرام ہو جاتے ہیں۔

اور اس سے کھلنا سلام ہے: جس طرح حج کے احرام سے حاجی اس وقت کھلتا ہے جب وہ سر منڈاتا ہے، ایسے ہی نماز کے احرام سے نمازی اس وقت کھلتا ہے جب وہ سلام پھیرتا ہے جس طرح حج کے احرام کھلتے ہی مذکورہ بالا تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں اسی طرح نماز کا سلام پھیرتے ہی سب چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔

سلام کے فرض ہونے یا نہ ہونے کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں ہے،، روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کی کنجی طہارت ہے اور اس کا احرام تکبیر اور اس سے کھلنا سلام ہے ابوداؤد۔ اس حدیث میں سلام کی فرضیت ثابت ہوتی ہے جبکہ دوسری حدیث میں ہے،، ایک اعرابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تعلیم دی لیکن اس میں سلام کا ذکر نہیں، احادیث میں تعارض واضح ہے

سلام کے فرض ہونے یا نہ ہونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض کا حل یہ ہے کہ جس حدیث میں سلام کا ذکر نہیں اگر فرض ہوتا تو ضرور ذکر فرمایا جاتا، اس حدیث کی بنا پر ہم سلام کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں، اور جس حدیث میں سلام کی تاکید ہے اس حدیث کی بنا پر سلام کو واجب قرار دیں گے اس طرح ہمارا عمل دونوں حدیثوں پر ہو جائے گا اور تعارض بھی ختم ہو جائے گا۔

{حدیث ۲۹۳}

وَعَنْ عَلِيِّ بن طلق قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم: إذا فسا أحدكم فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا تأتوا النِّسَاءَ فِي أَعْجَازِهِنَّ. ترمذی، ابوداؤد: ۱۱۶۶، ۲۰۵

روایت ہے حضرت علی ابن طلق سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بے آواز ہوا نکالے تو وضو کرے اور عورتوں کی دبروں سے نہ جاؤ۔

اور عورتوں کی دبروں سے نہ جاؤ: دبر چونکہ نجاست کا محل ہے اور یہ پلیدی کی جگہ ہے اور نہ ہی یہ اولاد کا محل ہے لہذا عورتوں کی دبر میں جماع نہ کرو۔ خیال رہے کہ عورتوں کی دبر میں جماع کرنا حرام قطعی ہے جس کا منکر کافر ہے، **مگر یہ حرمت قطعی قیاس قطعی** سے ثابت ہے نہ کہ ان احادیث سے، کیونکہ یہ احادیث ظنی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ بیوی کی دبر میں جماع کرنے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا جیسا کہ بعض عوام میں مشہور ہے کہ اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ **محض غلط** ہے۔

دبر میں جماع کرنے کا وبال:

بدفعلی کرنے والا خود آگ بن گیا: روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسی علیہ السلام جنگل میں کسی آگ کے قریب سے گزرے جس میں ایک شخص جل رہا تھا آپ اس آگ کو بجھانے کے لئے پانی لائے تو اس آگ نے ایک لڑکے کی شکل اختیار کرلی اور پہلا مرد آگ کی شکل میں تبدیل ہو گیا تو اس پر حضرت عیسی رونے لگے اور اللہ سے دعا کی یا اللہ ان دونوں کو ان کی اصلی شکل پر لوٹا دے تا کہ میں ان سے ان کے گناہ کے بارے میں پوچھوں تو وہ آگ ان دونوں سے دور ہوگئی آپ کے سامنے ایک مرد اور دوسرا لڑکا کھڑا تھا مرد نے عرض کی میں دنیا میں اس لڑکے کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا شہوت نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا کہ میں نے جمعہ کی رات اس سے بدفعلی کی ایک شخص ہمارے قریب آیا اور کہا تم ہلاک ہو جاؤ اللہ سے ڈرو میں نے اسے جواب دیا مجھے نہ اللہ کا خوف ہے اور نہ ہی میں اس سے ڈرتا ہوں تو اللہ نے ہم دونوں کو ہلاک کر دیا اور آگ کی صورت میں تبدیل کر دیا اب کبھی یہ آگ بن کر مجھے جلاتا ہے اور کبھی میں آگ بن کر اسے جلاتا ہوں اور یہ عذاب قیامت تک ہمیں ہوتا رہے گا۔ احیاء العلوم

{حدیث ۲۹۴}

وَعَنْ مُعَاوِيَة بن أبي سُفْيَان أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: إِنَّمَا الْعَيْنَانِ وِكَاءُ السَّهِ فَإِذَا نَامَتِ الْعَيْنُ اسْتَطْلَقَ الوِكَاء. دارمی.احمد:۲۲_۱۷۰۰۳

روایت ہے حضرت معاویہ ابن ابی سفیان سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھیں سرین کا بندھن ہیں تو جب آنکھ سوگئی تو بندھن کھل گیا۔

آنکھیں سرین کا بندھن ہیں: لہذا سونا وضو توڑ دیتا ہے جیسے موت غسل توڑ دیتی ہے یعنی اگر آنکھ کھلی رہے تو ریح نکلنے کی خبر رہتی ہے، سوتے ہی بے خبری ہو جاتی ہے۔ لہذا اب نیند ہی ناقص مان لی گئی، خواہ ریح نکلے یا نہ نکلے، نیند کا جھونکا آیا اور وضو گیا۔ مگر نبی کی نیند سے وضو نہیں جاتا کیونکہ وہ غافل نہیں ہوتے اسی لیے ان کی خواب وحی الٰہی ہوتی ہے، نیز شہید کی موت غسل نہیں توڑتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خبری کی نیند وضو توڑ دے گی، بیٹھے بیٹھے اونگھنا وضو نہیں توڑتا کیونکہ اس میں اعضاء ڈھیلے نہیں پڑتے فقہاء فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس کے ساتھ انسان ٹیک لگا کر سو جائے اگر اسے نکال لیا جائے تو آدمی گر پڑے ایسی نیند وضوء کو توڑ دیتی ہے۔

یاد رہے جس نیند میں اعضاء ڈھیلے نہ پڑیں اس سے وضو نہیں جاتا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اگر عورت سجدے میں سو جائے تو وضو گیا اور اگر مرد سجدے میں سو جائے تو وضو نہیں جاتا کیونکہ مرد سجدے میں غافل نہیں سو سکتا ورنہ گر جائے گا۔
یاد رہے کہ اُونگھنے یا بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وُضو نہیں جاتا، جُھوم کر گر پڑا اور فوراً آنکھ کھل گئی وُضو نہ گیا، نماز وغیرہ کے

انتظار میں بعض مرتبہ نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور یہ دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض وقت ایسا غافل ہو جاتا ہے کہ اس وقت جو باتیں ہوئیں ان کی اسے بالکل خبر نہیں بلکہ دو تین آواز میں آنکھ کھلی اور اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ سویا نہ تھا اس کے اس خیال کا اعتبار نہیں اگر معتبر شخص کہے کہ تُو غافل تھا، پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور وہ نہ بتا سکے تو اس پر وُضو لازم ہے۔

نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی کی احادیث میں تعارض:

ثم صلى ما شاء الله ثم اضطجع فنام حتى نفخ ثم اتاه المنادى فاذنه بالصلاة فقام معه الى الصلاة فصلى ولم يتوضئا. صحیح بخاری کتاب الوضو

حضرت سفیان کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر کروٹ کے بل لیٹے اور سو گئے یہاں تک کہ ناک سے آواز نکلنے لگی پھر موذن آیا اس نے نماز کی اطلاع دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور آپ نے وضو فرمایا۔

دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ جب ایک حدیث میں نبی کی نیند ناقض وضو نہیں ہے تو دوسری حدیث میں آپ نے وضو کیوں کیا؟

نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ ہے نبی کی نیند وضو نہیں توڑتی جس حدیث میں نیند کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا یہ آپ کا وضو کرنا استحبابی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے سونے سے پہلے آپ کا وضو ٹوٹ چکا ہو اور سونے کے بعد آپ نے اسی ناقض کی وجہ سے وضو کیا ہو نہ کہ نیند کی وجہ سے کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ نیند سے نبی کا وضو نہیں جاتا۔

{حدیث ۲۹۵}

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَقَالَ الشَّيْخ الإِمَام محيى السّنة C: هَذَا فِي غير الْقَاعِد لما صَحَّ: عَن أنس قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاء حَتَّى تخفق رؤوسهم ثمَّ يصلونَ وَلَا يتوضؤون. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ إِلَّا (ص:104) أَنه ذكر فِيهِ: ينامون بدل: ينتظرون الْعشَاء حَتَّى تخفق رؤوسهم-

ابو دائود.ابن ماجه.احمد.ترمذی:۲۰۰،۲۰۳_۴۴۴_۸۸۶_۴۹

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرین کا بندھن آنکھیں ہیں تو جو سویا وہ وضو کرے اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔ شیخ امام محی السنۃ نے فرمایا کہ یہ اس کے لیئے ہے جو بیٹھا نہ ہو کیونکہ حضرت انس سے روایت صحیح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز عشاء کا انتظار کرتے تھے حتی کہ ان کے سر جھک جاتے تھے پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا مگر ترمذی نے بجائے ینتظرون العشاء الخ کے یہ فرمایا کہ وہ سو جاتے تھے۔

{حدیث ۲۹۶}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْوُضُوْءَ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مفاصله.

ابوداؤد، ترمذی، احمد: ۲۰۲، ۷۷، ۲۳۱۵

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو اس پر ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ جب وہ لیٹے گا تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں گے۔ (ترمذی و ابوداؤد)

وضو اس پر ہے جو لیٹ کر سوئے: بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر سونا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ وضو ٹوٹنے کی علت اور اعضاء کا ڈھیلا پڑنا ہے خواہ لیٹ کر ہو یا بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر حتی کہ جو کوئی بیٹھے ہوئے اونگھے اور اونگھتے میں گرے، گرنے کے بعد آنکھ کھلے وضو جاتا رہا اور اگر گرنے سے قبل آنکھ کھل گئی پھر گرا تو وضو نہ گیا۔ فقہاء فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس کے ساتھ انسان ٹیک لگا کر سو جائے اگر اسے نکال لیا جائے تو آدمی گر پڑے ایسی نیند وضوء کو توڑ دیتی ہے۔

سونے سے وُضو ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کی تفصیل:

نیند سے وُضو ٹوٹنے کی دو شرطیں ہیں: ۱۔ دونوں سُرین اچھی طرح جمے ہوئے نہ ہوں۔

۲۔ ایسی حالت پر سونا جو غافل ہو کر سونے میں رُکاوٹ نہ ہو۔ جب دونوں شرطیں جمع ہوں یعنی سُرین بھی اچھی طرح جمے ہوئے نہ ہوں نیز ایسی حالت میں سویا ہو جو غافل ہو کر سونے میں رُکاوٹ نہ ہو تو ایسی نیند وُضو کو توڑ دیتی ہے۔ اگر ایک شرط پائی جائے اور دوسری نہ پائی جائے تو وُضو نہیں ٹوٹے گا۔

سونے کے چند وہ انداز جن سے وُضو نہیں ٹوٹتا:

۱۔ اس طرح بیٹھنا کہ دونوں سُرین زمین پر ہوں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلائے ہوں، کُرسی، رَیل، اور بس کی سیٹ پر بیٹھنے کا بھی یہی حکم ہے۔

۲۔ اِس طرح بیٹھنا کہ دونوں سُرین زمین پر ہوں اور پنڈلیوں کو دونوں ہاتھوں کے حلقے میں لے لے خواہ ہاتھ زمین وغیرہ پر یا سر گھٹنوں پر رکھ لے۔

۳۔ چارزانو یعنی پالتی (چوکڑی) مار کر بیٹھے خواہ زمین یا تخت یا چارپائی وغیرہ پر ہو۔

۴۔ گھوڑے یا خچر وغیرہ پر زین رکھ کر سوار ہو۔

۵۔ ننگی پیٹھ پر سوار ہو مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا ہو یا راستہ ہموار ہو۔

۶۔ رُکوع کی حالت میں ہو۔

۷۔ سنت کے مطابق اس طرح سجدہ کرے کہ پیٹ رانوں اور بازو پہلوؤں سے جدا ہوں۔

مذکورہ صورتیں نماز میں واقع ہوں یا علاوہ نماز، وُضو نہیں ٹوٹے گا اور نماز بھی فاسد نہ ہوگی اگرچہ قصداً سوئے، البتہ جو رُکن بالکل سوتے ہوئے ادا کیا اس کا اِعادہ یعنی دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے اور جاگتے ہوئے شروع کیا پھر نیند آ گئی تو جو حصہ جاگتے ادا کیا وہ ادا ہو گیا بقیہ ادا کرنا ہوگا۔

سونے کے وہ چند انداز جن سے وُضو ٹوٹ جاتا ہے: ۱۔ اُکڑوں یعنی پاؤں کے تلووں کے بل اِس طرح بیٹھنا کہ دونوں گھٹنے کھڑے رہیں۔ ۲۔ چت یعنی پیٹھ کے بل لیٹنا۔ ۳۔ پَٹ یعنی پیٹ کے بل لیٹنا۔ ۴۔ دائیں یا بائیں کروٹ لیٹنا۔ ۵۔ ایک کہنی پر ٹیک لگا کر سو جائے۔ ۶۔ بیٹھ کر اِس طرح سونا کہ ایک کروٹ جُھک جائے جس کی وجہ سے ایک یا دونوں سُرین اُٹھے ہوئے ہوں۔ ۷۔ ننگی پیٹھ پر سُوار ہو اور جانور پستی کی جانب اُتر رہا ہو۔ ۸۔ پیٹ رانوں پر رکھ کر دوزانو اِس طرح بیٹھے سونا کہ دونوں سُرین جَمے نہ رہیں۔ ۹۔ چارزانو یعنی چوکڑی مار کر اِس طرح بیٹھے کہ سر رانوں یا پنڈلیوں پر رکھا ہو۔ ان تمام صورتوں میں وضو ٹوٹ جائے گا۔

{حدیث ۲۹۷}

وَعَنْ بسرۃ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ.

موطا، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی: ۹۱، ۱۸۱، ۸۲، ۴۷۹، ۷۲۴

روایت ہے حضرت بسرہ سے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے عضو خاص کو چھوئے تو وضو کرے۔

مس ذکر کے بارے میں وضو کا حکم:

جب تم میں سے کوئی اپنے عضو خاص کو چھوئے تو وضو کرے: مس کے معنی چھونا بھی ہیں، لگنا و لگانا بھی، اور پہنچنا پہنچانا بھی، یہاں اگر چھونے کے معنی ہوں تو تھوڑی عبارت پوشیدہ ہوگی، یعنی جو عضو خاص چھوئے اور وہاں تری پائے تو وضو کرے، چھونے سے نہیں بلکہ تری نکلنے سے، جیسے رب فرماتا ہے: "اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یعنی تم میں سے کوئی بیت الخلاء (پیشاب پاخانہ) سے آئے۔ ظاہر ہے کہ بیت الخلاء میں ہو کر آنا وضو نہیں توڑتا بلکہ وہاں پیشاب پاخانہ کر کے آنا وضو توڑتا ہے۔ اور اگر مس لگانے یا پہنچانے کے معنی میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جب تم میں اپنی عورت سے کوئی مباشرت کرے تب وضو کرے، یعنی مَس بالیَد مراد نہیں بلکہ مَس بالفَرْج مراد ہے۔ ان دونوں صورتوں میں یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اور اگلی حدیث کے خلاف بھی نہیں۔ حضرت امام شافعی اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ مس عضو خاص وضو توڑ دیتا ہے، لیکن اس حدیث سے ان کا مذہب ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے نزدیک صرف ہتھیلی یا انگلیوں کے پیٹ سے بغیر آڑ چھونا وضو توڑتا ہے۔ انگلیوں یا ہتھیلی کی پیٹھ یا کلائی، کہنی ران سے لگ جانا وضو نہیں توڑتا حالانکہ اس حدیث میں مس مطلق ہے جس میں یہ قیدیں نہیں، نیز یہ حدیث اگلی حدیث کے بھی خلاف ہوگی۔ طحاوی شریف میں ہے کہ یہاں وضوء سے مراد ہاتھ دھونا ہے۔ یہی حضرت مصعب ابن سعد کا قول ہے، یعنی جو عضو خاص چھوئے مناسب ہے کہ ہاتھ دھوئے جیسے کھانے کے وضو میں تھا۔ از مرقاۃ لمعات وغیرہ

{حدیث ۲۹۸}

وَعَنْ طلق بن عَلِيٍّ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَمَا يَتَوَضَّأُ. قَالَ: وَهَلْ هُوَ إِلَّا بَضْعَةٌ مِنْهُ.

ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ: ۱۸۲، ۸۵، ۴۸۳

روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو وضو کے بعد عضو خاص کو چھوئے فرمایا وہ بھی تو جسم انسانی کا ہی حصہ ہے۔

عضو مخصوص کو چھونے کی احادیث میں تعارض: سابقہ حدیث میں روایت ہے حضرت بسرہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے عضو خاص کو چھوئے تو وضو کرے اسے مالک، احمد، ابوداؤد، ترمذی،

نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

جبکہ اس حدیث میں ہے روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو وضو کے بعد عضو خاص کو چھوئے فرمایا وہ بھی تو جسم انسانی کا ہی حصہ ہے ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کیا۔ دونوں احادیث میں تعارض واضح ہے

عضو مخصوص کو چھونے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ جس حدیث میں وضو ٹوٹنے کا حکم لگایا اس سے مراد یہ ہے کہ چھونے کی وجہ سے اگر کچھ تری یعنی مذی وغیرہ نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور جس حدیث میں وضو نہ ٹوٹنے کا حکم ارشاف فرمایا یہ اس صورت میں ہے جب تری وغیرہ موجود نہ ہو تو چھونے سے وضو نہیں جائے گا۔ کیونکہ جیسے ناک، انگلی وغیرہ جسم کے اعضاء ہیں کہ ان کے چھونے سے وضو نہیں جاتا ایسے ہی یہ بھی ایک عضو ہے کہ اس کا چھونا وضو نہیں توڑے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وضو ٹوٹنے والی حدیث منسوخ ہوگی اور وضوء نہ ٹوٹنے والی حدیث اس کا ناسخ بن جائے گی یعنی وضو ٹوٹنے والا حکم منسوخ ہو چکا۔

{حدیث ۲۹۹}

2وَقدروی أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وسلم: عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَفْضَى أَحَدُكُمْ بِيَدِهٖ إِلَى ذَكَرِهٖ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا شَيْءٌ فَلْيَتَوَضَّأْ.

ابوداؤد. ترمذی. ابن ماجہ: ۱۸۲ ـ ۸۵ ـ ۴۸۳

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، حضور نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ عضو خاص تک پہنچائے کہ بیچ میں آڑ نہ ہو تو وضو کرے۔ اسے شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا۔ وروا ہ النسائی عن بسرة إلا أنه لم یذکر: لیس بینه بینها شیء اور نسائی نے حضرت بسرہ سے مگر انہوں نے یہ ذکر نہ کیا کہ بیچ میں آڑ نہ ہو۔

اس کی شرح میں حکیم الامت فرماتے ہیں چونکہ صاحب مصابیح محی السنہ اور صاحب مشکوٰۃ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہما شافعی ہیں۔ اور یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔ اس لئے جواب پر مجبور ہوئے اور نسخ کے سوا اور کوئی جواب نہیں بن سکتا، کیونکہ یہ حدیث مطابق قیاس کے ہے اور پچھلی حدیث خلاف قیاس، لہذا ترجیح اس ہی حدیث کو ہوگی جو مطابق قیاس ہے۔ اس لیے حضرت محی السنہ نے نسخ کا دعویٰ فرمایا مگر نسخ کی روایت کوئی نہ ملی، صرف اندازے سے منسوخ کہہ دیا

یعنی چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اسلام پیچھے ہے اور طلق کی حاضری پہلے، لہذا طلق نے نہ ٹوٹنے کی حدیث پہلے سنی ہوگی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وضو توڑنے والی حدیث بعد میں سنی ہوگی، اس لئے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ناسخ ہے اور حدیث طلق منسوخ۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کتنی کمزور ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں، دونوں جمع ہو سکتی ہیں جیسا کہ ہم عرض کر چکے، پھر بلا وجہ ایک منسوخ کیوں مانا جائے۔ دوسرے اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ کے اسلام کے بعد حضرت طلق نہ تو فات پا گئے اور نہ بالکل غائب ہی ہو گئے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے رہے، تو ہو سکتا ہے کہ آپ نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کے بہت عرصہ بعد سنی ہو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت پہلے سن لی ہو، حدیث طلق ناسخ ہو، ابوہریرہ منسوخ۔ بہر حال یہ دعویٰ نسخ بلا دلیل ہے۔ خیال رہے کہ حضرت طلق ہجرت کے سال مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خیبر کے سال اسلام لائے، نیز حضرت ابوہریرہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا بلکہ حضور سے روایت کی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث طلق کی تشریف آوری سے بہت پہلے کسی اور صحابی نے سنی ہو، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہو جیسا کہ مُرسلِ صحابہ میں ہوتا ہے۔ مراۃ المناجیح کتاب الطہارۃ

{حدیث ۳۰۰}

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهٖ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: لَا يَصِحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا بِحَالٍ إِسْنَادُ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَأَيْضًا إِسْنَادُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْهَا وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا مُرْسَل وَإِبْرَاهِيم التَّيْمِيّ لم يسمع من عَائِشَة.

نسائی. ابوداؤد. ترمذی. ابن ماجہ. احمد: ۱۷۰ ـ ۱۷۹ ـ ۸۶ ـ ۵۰۲ ـ ۲۶۲۸۵

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لیتے پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے اسے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ ہمارے ساتھیوں کے نزدیک کسی حالت میں بھی عروہ کی حضرت عائشہ سے اسناد صحیح نہیں نیز ابراہیم تیمی کی اسناد انہی حضرت عائشہ سے ہے۔ اور ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث مرسل ہے ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ سے نہ سنا۔

مس عورت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف: یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی قوی دلیل ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو مسلم، بخاری، نسائی وغیرہ میں ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور آپ تہجد پڑھنے میں مشغول ہوتے تھے، جب وہ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ لگا دیتے میں پاؤں سمیٹ لیتی، آپ سجدہ کر لیتے سجدہ کے بعد میں پاؤں پھیلا لیتی۔ (مسلم بخاری) نیز فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو بستر پر نہ پایا میں ٹٹولنے لگی میرا ہاتھ آپ کے قدم شریف سے لگا جو کھڑا ہوا تھا اور آپ سجدہ میں تھے۔ (نسائی) نیز فرماتی ہیں کہ ایک بار آپ نے لمبا سجدہ فرمایا میں سمجھی کہ آپ کی وفات ہو گئی، میں نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا۔ (بیہقی) ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا وضو نہیں توڑتا۔

کیونکہ اس اسناد میں حبیب ابن ثابت حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں، عروہ کی سماعت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے بلکہ وہ ان کے شاگرد ہیں، مگر حبیب کی سماعت عروہ سے صحیح نہیں لہذا حدیث مرسل ہے۔ ترمذی نے اَصْحَابِنَا اس واسطے فرمایا کہ مرسل حدیث شوافع کے مذہب میں دلیل نہیں۔ مگر احناف کے نزدیک دلیل ہے۔ خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ سے دو اسنادوں سے مروی ہے۔ عروہ عن عائشہ اور ابراہیم التیمی عن عائشہ اور دونوں مرسل کیونکہ ابراہیم تیمی نے بھی عائشہ صدیقہ سے نہ سنا، مگر یہ اعتراض امام صاحب پر نہیں پڑ سکتا، کیونکہ ان کے ہاں حدیث مرسل قابل حجت ہے، شوافع اپنے اصول سے ہم پر اعتراضات کیسے کر سکتے ہیں۔ مراۃ المناجیح باب الوضو

{حدیث ۳۰۱}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا ثُمَّ مَسَحَ (ص: 106) يَدَه بِمِسْحٍ كَانَ تَحْتَهٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى. ابوداؤد. ابن ماجہ: ۱۸۹ ـ ۴۸۸

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شانہ کھایا، پھر اپنا ہاتھ اس ٹاٹ سے پونچھا جو آپ کے نیچے تھا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھ لی

حضور کو بکری کا شانہ یعنی دستی بہت مرغوب تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے گوشت کھا کر ہاتھ بھی نہ دھوئے صرف پونچھ ہی لئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد وضو نہیں جاتا۔

{حدیث ۳۰۲}

وَعَن أم سَلمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: قَرَّبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. ترمذی،احمد:۱۸۲۹، ۲۷۱۵۷

روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنی ہوئی پسلیاں پیش کیں حضور نے اس میں سے کھایا، پھر نماز کی طرف کھڑے ہوگئے اور وضو نہ کیا۔ احمد

مطلب یہ کہ آپ نے نہ وضو شرعی کیا نہ وضو لغوی، یعنی ہاتھ دھونا بلکہ ہاتھ پونچھے بھی نہیں تاکہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا یا پونچھنا فرض یا واجب نہیں، سنت ہے جس کے کرنے پر ثواب، نہ کرنے پر گناہ نہیں۔

{حدیث ۳۰۳}

عَن أَبِي رَافِعٍ قَالَ: أَشْهَدُ لَقَدْ كُنْتُ أَشْوِي لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صلى وَلَم يَتَوَضَّأْ. مسلم:۹۷

روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری کا پیٹ بھونتا تھا پھر حضور نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے۔ مسلم

یعنی پیٹ کی چیزیں دل، کلیجی، تلی وغیرہ۔ مگر گردے حضور کو ناپسند تھے کیونکہ ان کا تعلق پیشاب سے ہے۔

{حدیث ۳۰۴}

وَعَنْهُ قَالَ: أُهْدِيَتْ لَهُ شَاةٌ فَجَعَلَهَا فِي الْقِدْرِ فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هَذَا يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ شَاةٌ أُهْدِيَتْ لَنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَطَبَخْتُهَا فِي الْقِدْرِ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ يَا أَبَا رَافِعٍ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ الْآخَرَ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ الْآخَرَ ثُمَّ قَالَ ناولني الذراع الآخر فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا لِلشَّاةِ ذِرَاعَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِي ذِرَاعًا فَذِرَاعًا مَا سَكَتَّ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ فَاهُ وَغَسَلَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِمْ فَوَجَدَ عِنْدَهُمْ لَحْمًا بَارِدًا فَأَكَلَ ثُمَّ دَخَلَ (ص: 107) الْمَسْجِدَ فَصَلَّى وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً.

احمد،دارمی:۲۷۲۳۶،۵۰۸۹،۴۴

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میرے پاس بکری ہدیۃً بھیجی گئی اسے ہانڈی میں ڈالا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا ابو رافع! یہ کیا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ یہ بکری ہے جو ہمیں ہدیۃً ملی پھر ہم نے ہانڈی میں پکالیا، فرمایا اے ابو رافع! ہم کو ایک دستی دو میں نے دستی پیش کی، پھر فرمایا کہ دوسرا دست بھی دو میں نے دوسرے دستی بھی پیش کی پھر فرمایا اے ابو رافع! اور دست لاؤ عرض کیا یارسول اللہ بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم خاموش رہتے تو تم ہم کو دست پر دست دیتے رہتے جب تک خاموش رہتے پھر پانی منگایا پھر منہ کی کلی کی اور اپنے پورے دھوئے پھر کھڑے ہوئے تب نماز پڑھی پھر واپس تشریف لائے تو ان کے پاس ٹھنڈا گوشت پایا کھایا پھر مسجد میں تشریف لائے نماز پڑھی پانی چھوا بھی نہیں اسے احمد نے روایت کیا۔ اور دارمی نے ابو عبید سے روایت کیا، مگر انہوں نے ثُمَّ دَعَا الخ کا ذکر نہ کیا۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کی دستی بہت پسند تھی اسی وجہ سے آپ بار بار مانگ رہے تھے کیونکہ دستی کا گوشت گلتا بھی جلدی ہے اور لذیذ بھی بہت ہوتا ہے۔

ہم لیتے جاتے تم دیتے جاتے: یعنی ہم مطالبہ کئے جاتے تم دیتے رہتے، اسی ہانڈی میں سے سینکڑوں دست نکل آتے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہر قسم کی اشیاء عالم غیب سے مہیا ہو جاتی ہے۔ حضرت طلحہ کے گھر تین چار سیر گوشت سینکڑوں کو کھلا دیا، بوٹیاں اور شوربے کا پانی اور مصالحہ عالم غیب ہی سے آرہا تھا۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کے سامنے ایسے موقع پر انکار یا تردد نہ چاہیئے، بلکہ بے دریغ ان کے حکم پر عمل چاہیئے، بحث و انکار سے فیض بند ہو جاتا ہے۔ کھانا کھالینے کے بعد آپ نے پورا ہاتھ تو کیا، پوری انگلیاں بھی نہ دھوئیں بیان جواز کے لئے تاکہ کوئی ہاتھ دھونے کو فرض نہ سمجھ لے یاد رہے کہ کھانے سے اوّل اور بعد دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے۔

{حدیث ۳۰۵}

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَأُبَيٌّ وَأَبُو طَلْحَةَ جُلُوسًا فَأَكَلْنَا لَحْمًا وَخُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بِوَضُوءٍ فَقَالَا لِمَ تَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ لِهَذَا الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْنَا فَقَالَا أَتَتَوَضَّأُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ. احمد:۱۶۳۷۹

روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں کہ میں اور ابی اور ابو طلحہ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے گوشت و روٹی کھائی پھر میں نے وضو کا پانی منگایا تو ان دونوں نے فرمایا کہ کیوں وضو کرتے ہو، میں نے کہا اس کھانے کی وجہ سے جو ہم نے کھایا وہ بولے کیا تم حلال چیزوں سے وضو کرتے ہو؟ اس سے تو انہوں نے بھی وضو نہ کیا جو تم سے بہتر ہیں۔

کسی فقیہ کی رائے ضرور لے لی جائے: یہ صحابہ وضوء کے معنی اور اس کا حکم جانتے تھے اور دلیل یہ بیان کی کہ وضوء پاکی ہے کسی ناپاک چیز سے ہونا چاہیئے اور کھانا حرام ہے نہ نجس پھر وضو کیسا؟ جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وضوء طعام کی حدیث میں وضوء کے شرعی معنی نہیں سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محدث بغیر فقیہ کی رائے کے حدیث پر عمل نہ کرے ورنہ خطا کا احتمال موجود ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب وضوء پاکی ہے کسی ناپاک چیز سے ہونا چاہیئے اور کھانا حرام ہے نہ نجس تو عورت کو چھونے سے بھی وضو نہیں جائے گا کیونکہ وہ بھی نہ حرام ہے نہ نجس۔

آگ کی پکی چیزوں کے بعد وضو کرنے کی احادیث میں تعارض:

وَعَن أم سَلمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: قَرَّبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ

روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنی ہوئی پسلیاں پیش کیں حضور نے اس میں سے کھایا، پھر نماز کی طرف کھڑے ہوگئے اور وضو نہ کیا۔ احمد

جب کہ دوسری حدیث میں اس کے برعکس کچھ اس طرح ہے۔

حضرت زید بن ثابت ۔۔۔سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس چیز کو آگ نے متغیر کر دیا اس کو کھانے کے بعد اس سے وضو کرو۔ صحیح مسلم ۳۵۲۔ ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابو طلحہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پنیر کا ایک ٹکڑا کھایا پھر اس سے وضو کیا۔ پہلی حدیث میں بیان ہوا کہ آپ نے آگ کی پکی ہوئی چیز کے بعد وضو نہیں کیا اور دوسری

حدیث میں آپ نے وضو بھی کیا اور اس کا حکم دیا احادیث میں تعارض واضح ہے۔

آگ کی پکی چیزوں کے بعد وضو کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: ان احادیث میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ وہ احادیث جن میں آگ کی پکی ہوئی چیزوں سے وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ان احادیث سے منسوخ ہیں جن میں آگ کی پکی ہوئی چیزوں کو کھانے کے بعد وضو نہ کرنا ثابت ہے۔ یعنی وضو کرنے کا حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

{حدیث ۳۰۶}

وَعَنِ ابْنِ عمر كَانَ يَقُوْلُ: قُبْلَةُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَجَسُّهَا بِيَدِهِ مِنَ الْمُلَامَسَةِ. وَمَنْ قَبَّلَ امْرَأَتَهُ أَوْ جَسَّهَا بِيَدِهِ فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ. موطا شافعی:۱۱،۹۷

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے تھے کہ مرد کو اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اسے اپنے ہاتھ سے چھونا ملامست ہے، جو اپنی بیوی کو چومے یا اپنے ہاتھ سے چھوئے تو اس پر وضو ہے۔

یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے: یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، امام شافعی کے نزدیک یہاں لمس کے معنی فقط عورت کو ہاتھ لگانا یعنی چھونا ہیں کہ اس سے ان کے ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ احناف یعنی ہمارے ہاں لمس سے مراد جماع کرنا ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔ امام شافعی کی اس دلیل کا جواب ان شاء اللہ آگے آ رہا ہے۔

{حدیث ۳۰۷}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْد كَانَ يَقُوْلُ: مِنْ قُبْلَةِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ الْوُضُوْءُ. موطا:۹۸

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ فرماتے تھے کہ مرد کو اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے وضو ہے۔ مالک

یعنی حضرت ابن مسعود کی بھی رائے یہی ہے کہ عورت کا بوسہ لینا یا چھونا وضوء ٹوٹنے کا باعث ہے۔ اس دلیل کا جواب بھی ان شاء اللہ آگے آ رہا ہے۔

{حدیث ۳۰۸}

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إنَ الْقُبْلَةَ من اللَّمس فتوضؤوا مِنْهَا- دار قطنی:۵۱۰

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بوسہ لمس سے ہے لہذا اس سے وضو کرو۔

لمس عورت کی احادیث میں تعارض: سابقہ روایات میں اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بوسہ و لمس سے وضو ہے لہذا اس سے وضو کرو۔ جبکہ دوسری احادیث میں اس طرح ہے دار قطنی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب حضرت ابن عمر کا یہ قول پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ بوسے سے وضو کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور بغیر وضو کئے نماز پڑھ لیتے تھے۔ نیز ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن عساکر موطاء امام محمد وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہ سے تھوڑے اختلاف کے ساتھ روایات ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے تھے اور پھر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لیتے تھے، نیز مسند ابو عبداللہ میں حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے بعض ازواج کا بوسہ لیتے اور پھر دوبارہ وضو نہ فرماتے احادیث میں تعارض واضح ہے

لمس عورت کی احادیث میں تطبیق: خیال رہے کہ ان تینوں صحابہ کرام کا یہ قول کہ عورت کو چھونے اور بوسہ سے وضو ہے

استحباب پر محمول ہوگا کیونکہ مرفوع احادیث میں واضح طور پر مذکور ہے کہ لمس عورت سے وضو نہیں جاتا۔ لہذا ان موقوف احادیث کا یہ مطلب ہے کہ عورت کو چھو کر یا بوسہ لے کر وضو کرنا مستحب ہے فرض یا واجب نہیں اب تعارض بھی نہیں رہے گا۔

{حدیث ۳۰۹}

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ. رَوَاهُمَا الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ: عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ وَلَا رَآهُ وَيَزِيْدُ بن خَالِدٍ وَيَزِيْدُ بن مُحَمَّدٍ مَجْهُوْلَانِ.

دار قطنی:۵۷۱

روایت ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے وہ تمیم داری سے راوی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بہتے خون سے وضو ہے ان دونوں حدیثوں کو دار قطنی نے روایت کیا اور فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز نے تمیم داری سے نہ سنا نہ انہیں دیکھا اور یزید ابن خالد اور یزید ابن محمد مجہول لوگ ہیں۔

بہنے والے خون کا حکم: مطلب یہ کہ جو خون بہہ کر جسم کے اس حصہ کی طرف آ جائے جس کا دھونا غسل میں فرض ہے وہ ناقض وضو ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بہتا خون وضو توڑ دیتا ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی کا مسلک اس سے مختلف ہے۔

گوشت میں انجکشن لگانے سے وضو ٹوٹنے کا حکم: گوشت میں انجکشن لگانے میں صرف اسی صورت میں وضو ٹوٹے گا جب کہ بہنے کی مقدار میں خون نکلے، جب کہ نس کا انجکشن لگا کر پہلے خون اوپر کی طرف کھینچتے ہیں جو کہ بہنے کی مقدار میں ہوتا ہے لہذا وضو ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح گلوکوز وغیرہ کی ڈرپ نس میں لگوانے سے وضو ٹوٹ جائیگا کیوں کہ بہنے کی مقدار میں خون نکل کر نلکی میں آ جاتا ہے۔ ہاں اگر بہنے کی مقدار میں خون نلکی میں نہ آئے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ظفر قادری عفی عنہ

مصنف کے دو اعتراض کے جواب: مشکاۃ کے مصنف شافعی ہیں یہ حدیث ان کے مسلک کے خلاف تھی اس لئے اس جگہ مصنف مشکوۃ نے دو اعتراض کئے ایک یہ کہ یہ حدیث مرسل ہے کہ بیچ میں ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی اسناد میں دو راوی مجہول ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک حدیث مرسل قابل عمل ہے، نیز حنفیوں کے اس مسئلے کا مدار صرف اس حدیث پر نہیں، بلکہ بخاری، ابن ماجہ، ترمذی، طبرانی، موطا امام مالک، ابوداؤد وغیرہم کی بہت سی احادیث پر ہے جن سے احناف کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ابی جیش سے فرمایا کہ جب تمہارے حیض کا زمانہ نکل جائے تو استحاضہ کے زمانہ میں ہر نماز کے لیے نیا وضو کرو۔ اگر خون وضو نہیں توڑتا تو استحاضہ والی عورت معذور کیوں قرار دی گئی، نیز ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں اگر نماز میں کسی کی نکسیر پھوٹ جائے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے، پھر نماز پوری کرے۔ خیال رہے کہ بہتا خون بحکم قرآن نجاست ہے اور نجاست کا نکلنا وضو توڑتا ہے، لہذا احناف کا مذہب کہ بہتا خون وضو توڑ دیتا ہے بالکل واضح اور ثابت ہے۔

بَابُ:

باب آداب الخلاء

خلاء لغت میں خالی جگہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں آبدست کو، چونکہ یہ کام تنہائی میں ہوتا ہے اس لئے اسے خلا کہا جاتا ہے۔

۱۔ جب پاخانہ پیشاب کو جائے تو مستحب ہے کہ پاخانہ سے باہر یہ پڑھ لے۔

بِسۡمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنَ الۡخُبُثِ وَالۡخَبَائِثِ

۲۔ پھر بایاں قدم پہلے داخل کرے اور نکلتے وقت پہلے داہنا پاؤں باہر نکالے اور نکل کر غُفۡرَانَكَ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ اَذۡهَبَ عَنِّیۡ مَا یُؤۡذِیۡنِیۡ وَاَمۡسَكَ عَلَیَّ مَا یَنۡفَعُنِیۡ کہے۔

۳۔ پاخانہ یا پیشاب پھرتے وقت یا طہارت کرنے میں نہ قبلہ کی طرف مونھ ہو نہ پیٹھ اور یہ حکم عام ہے چاہے مکان کے اندر ہو، یا میدان میں اور اگر بھول کر قبلہ کی طرف مونھ یا پُشت کر کے بیٹھ گیا، تو یاد آتے ہی فوراً رُخ بدل دے اس میں امید ہے کہ فوراً اس کے لیے مغفرت فرمادی جائے۔

۳۔ بچّے کو پاخانہ پیشاب پھرانے والے کو مکروہ ہے کہ اس بچّے کا مونھ قبلہ کو ہو یہ پھرانے والا گنہگار ہوگا۔

۴۔ پیشاب کرتے وقت سورج اور چاند کی طرف نہ مونھ ہو، نہ پیٹھ۔ یوہیں ہوا کے رُخ پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

۵۔ کوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے یا پانی میں اگرچہ بہتا ہوا ہو یا گھاٹ پر یا پھلدار درخت کے نیچے یا اس کھیت میں جس میں زراعت موجود ہو یا سایہ میں جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں یا مسجد اور عیدگاہ کے پہلو میں یا قبرستان یا راستہ میں یا جس جگہ مویشی بندھے ہوں ان سب جگہوں میں پیشاب، پاخانہ مکروہ ہے۔ یوہیں جس جگہ وُضو یا غُسل کیا جاتا ہو وہاں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

۶۔ خود نیچی جگہ بیٹھنا اور پیشاب کی دھار اونچی جگہ گرے یہ ممنوع ہے۔

۷۔ کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ نیز ننگے سر پاخانہ، پیشاب کو جانا یا اپنے ہمراہ ایسی چیز لے جانا جس پر کوئی دُعا یا اللہ ورسول یا کسی بزرگ کا نام لکھا ہو ممنوع ہے۔ یوہیں کلام کرنا مکروہ ہے۔

۸۔ کسی مسئلہ دینی میں غور نہ کرے کہ یہ باعثِ محرومی ہے اور چھینک یا سلام یا اذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینکے تو زبان سے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نہ کہے، دل میں کہہ لے۔

۹۔ آگے یا پیچھے سے جب نجاست نکلے تو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنّت ہے اور اگر صرف پانی ہی سے طہارت کرلی تو بھی جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرے۔

۱۰۔ ڈھیلوں کی کوئی تعداد مُعیّن سنّت نہیں بلکہ جتنے سے صفائی ہوجائے، تو اگر ایک سے صفائی ہوگئی سنّت ادا ہوگئی اور اگر تین ڈھیلے لیے اور صفائی نہ ہوئی سنّت ادا نہ ہوئی، البتہ مستحب یہ ہے کہ طاق ہوں اور کم سے کم تین ہوں تو اگر ایک یا دو سے صفائی ہوگئی تو تین کی گنتی پوری کرے اور اگر چار سے صفائی ہو تو ایک اور لے کہ طاق ہوجائیں۔ (1)

۱۱۔ کنکر، پتھر، پھٹا ہوا کپڑا یہ سب ڈھیلے کے حکم میں ہیں، ان سے بھی صاف کر لینا بلا کراہت جائز ہے، دیوار سے بھی استنجا

سکھا سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ دوسرے کی دیوار نہ ہو، اگر دوسرے کی ملک ہو یا وقف ہو تو اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے اور کرلیا تو طہارت ہوجائے گی، جو مکان اس کے پاس کرایہ پر ہے اس کی دیوار سے استنجا سکھا سکتا ہے۔

۱۲۔ کاغذ سے استنجا منع ہے، اگرچہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابوجہل ایسے کافر کا نام لکھا ہو۔

۱۳۔ داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے، اگر کسی کا بایاں ہاتھ بیکار ہوگیا تو اسے دہنے ہاتھ سے جائز ہے۔ (5)

۱۴۔ پاخانہ کے بعد مرد کے لیے ڈھیلوں کے استعمال کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کی طرف اور تیسرا آگے سے پیچھے کو اور جاڑوں میں پہلا پیچھے سے آگے کو اور دوسرا آگے سے پیچھے کو اور تیسرا پیچھے سے آگے کو لے جائے۔

۱۵۔ پیشاب کے بعد جس کو یہ احتمال ہے کہ کوئی قطرہ باقی رہ گیا یا پھر آئے گا، اس پر اِستبرا (یعنی پیشاب کرنے کے بعد ایسا کام کرنا کہ اگر قطرہ رُکا ہو تو گر جائے) واجب ہے، استبرا ٹہلنے سے ہوتا ہے یا زمین پر زور سے پاؤں مارنے یا دہنے پاؤں کو بائیں اور بائیں کو دہنے پر رکھ کر زور کرنے یا بلندی سے نیچے اترنے یا نیچے سے بلندی پر چڑھنے یا کھنکارنے یا بائیں کروٹ پر لیٹنے سے ہوتا ہے اور استبرا اس وقت تک کرے کہ دل کو اطمینان ہوجائے، ٹہلنے کی مقدار بعض علماء نے چالیس قدم رکھی مگر صحیح یہ ہے کہ جتنے میں اطمینان ہوجائے اور یہ استبرا کا حکم مردوں کے لیے ہے، عورت بعد فارغ ہونے کے تھوڑی دیر وقفہ کر کے طہارت کرلے۔

پانی سے استنجا کرنے کا مستحب طریقہ:

۱۶۔ پاخانہ کے بعد پانی سے استنجے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کشادہ ہو کر بیٹھے اور آہستہ آہستہ پانی ڈالے اور انگلیوں کے پیٹ سے دھوئے انگلیوں کا سِرا نہ لگے اور پہلے بیچ کی انگلی اُونچی رکھے، پھر وہ جو اس سے متصل ہے اس کے بعد چھنگلیا اُونچی رکھے اور خوب مبالغہ کے ساتھ دھوئے، تین انگلیوں سے زِیادہ سے طہارت نہ کرے اور آہستہ آہستہ ملے یہاں تک کہ چکنائی جاتی رہے۔ ہتھیلی سے دھونے سے بھی طہارت ہوجائے گی۔ عورت ہتھیلی سے دھوئے اور بہ نسبت مرد کے زیادہ پھیل کر بیٹھے۔

۱۷۔ طہارت کے بعد ہاتھ پاک ہوگئے مگر پھر دھولینا بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے۔

۱۸۔ مرد لُنجھا ہو تو اس کی بی بی استنجا کرادے اور عورت ایسی ہو تو اس کا شوہر اور بی بی نہ ہو یا عورت کا شوہر نہ ہو تو کسی اور رشتہ دار بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن سے استنجا نہیں کرا سکتے بلکہ معاف ہے۔

۱۹۔ زمزم شریف سے استنجا پاک کرنا مکروہ ہے۔

۲۰۔ وُضو کے بقیہ پانی سے طہارت کرنا خلافِ اَولیٰ ہے۔

۲۱۔ طہارت کے بچے ہوئے پانی سے وُضو کر سکتے ہیں، بعض لوگ جو اس کو پھینک دیتے ہیں یہ نہ چاہیے اسراف میں داخل ہے۔

{حدیث ۳۱۰}

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ محيي السنة C: هٰذَا الْحَدِيثُ فِي الصَّحْرَاءِ وَأَمَّا فِي الْبُنْيَانِ فَلَا بَأْسَ لِمَا رُوِيَ: بخاری، مسلم: ۱۴۸، ۳۹۴، ۶۰۹، ۶۱۲

روایت ہے ابو ایوب انصاری سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ لیکن یا تو پورب کی طرف ہوجاؤ یا پچھم کی طرف مسلم، بخاری

پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ کرنے کا حکم: احناف کے نزدیک پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے۔،، حضور ﷺ نے فرمایا یا تو پورب کی طرف ہوجاؤ یا پچھم کی طرف،، اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مدینہ منورہ میں قبلہ جانب جنوب ہے اور شام یعنی بیت المقدس جانب شمال، وہاں کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شرق یا غرب کو منہ کرلو۔ چونکہ ہمارے ہاں قبلہ جانب مغرب ہے لہذا ہم لوگ جنوب یا شمال کو منہ کریں گے۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں جنگل یا آبادی کی کوئی قید نہیں، بہر حال کعبہ کو منہ یا پیٹھ کر کے استنجا کرنا حرام ہے۔

W.C. لگاتے وقت خاص خیال رکھیں: آجکل لوگ اپنے گھروں میں W.C. لگاتے وقت قبلہ کا لحاظ نہیں کرتے لہذا اگر خدانخواستہ آپ کے گھر کے استنجاخانہ کا رُخ غلط ہے یعنی بیٹھتے وقت قبلہ کی طرف مُنہ یا پیٹھ ہوتی ہے تو اس کو فوراً دُرست کیجئے۔ مگر یہ ذہن میں رہے کہ معمولی سا ترچھا کرنا کافی نہیں۔ W.C. اِس طرح ہو کہ بیٹھتے وقت مُنہ یا پیٹھ قبلہ سے 45 ڈگری کے باہر رہے۔ آسانی اِسی میں ہے کہ قبلہ سے 90 ڈگری پر رُخ رکھئے۔ یعنی نَماز کے بعد دونوں بار سلام پھیرنے میں جس طرف منہ کرتے ہیں ان دونوں سمتوں میں سے کسی ایک جانب W.C. کا رُخ رکھئے اس میں لوگ بہت غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

{حدیث ۳۱۱}

عَنْ عبد الله بن عمر قَالَ: ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجته مستدبر الْقِبْلَة مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر کسی کام کے لیئے چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبلہ کو پیٹھ شام کی طرف منہ کئے قضائے حاجت فرمارہے ہیں۔

قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی احادیث میں تعارض:

سابقہ حدیث میں بیان ہوا عن أبي أيوب الأنصاري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولكن شرقوا أو غربوا قال الشيخ الإمام محيي السنة C: هذا الحديث في الصحراء وأما في البنيان فلا بأس لما روى:

روایت ہے ابوایوب انصاری سے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو

قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ لیکن یا تو پورب کی طرف ہوجاؤ یا پچھم کی طرف مسلم، بخاری

اور مذکورہ حدیث میں ھیعَنِ عبد الله بن عمر قَالَ: ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجته مستدبر الْقِبْلَة مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ

حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر کسی کام کے لیئے چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبلہ کو پیٹھ شام کی طرف منہ کئے قضائے حاجت فرمارہے ہیں۔ ان احادیث میں تعارض ہے۔

قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض کے تین جواب ہیں پہلا یہ کہ جب فعل وقول میں، نیز ممانعت اور اباحت میں تعارض معلوم ہو تو حدیث قولی کو فعلی پر اور ممانعت کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے، قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کی ممانعت والی حدیث قولی ہے اور پیٹھ کرنے والی حدیث فعلی ہے لہذا ممانعت والی کو ترجیح ہوگی جس میں پیٹ کرنے سے منع کیا گیا اس میں ممانعت ہے اور جس میں پیٹھ کرنے کا ثبوت ہے اس میں اباحت یعنی جواز ہے جب ایسا ہو تو ممانعت والی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے لہذا پیٹھ کرنا منع ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض افعال کریمہ آپ کی خصوصیت سے ہوتے ہیں لہذا پیٹ کرنے کا جواز آپ کا خاصہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور کا پیٹھ کرنے والا فعل شریف ممانعت سے پہلے کا ہوگا، لہذا یہ منسوخ ہے اور ممانعت کی حدیث ناسخ لہذا قبلہ کو پیٹھ کرنا منع۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر کو دیکھنے میں غلطی لگی حضور تھوڑا سا قبلہ سے ہٹے ہوں گے جسے جلدی میں ابن عمر نہ دیکھ سکے، کیونکہ ایسے موقعہ پر انسان جلد ہی آنکھیں بند کر کے لوٹ جاتا ہے تحقیق اور غور سے دیکھتا نہیں۔

{حدیث ۳۱۲}

وَعَنْ سلمان قَالَ: نَهَانَا يَعْنِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَن نستنجي بِالْيَمِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ (ص:110) أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ. مسلم: ۶۰۶

روایت ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ کریں یا داہنے ہاتھ سے استنجاء کریں یا تین پتھروں سے کم سے استنجاء کریں یا گوبر یا ہڈی سے استنجاء کریں۔ مسلم

استنجا کن چیزوں سے کرنا جائز اور کن سے منع ہے؟

۱۔ خیال رہے کہ قبلہ کو منہ کر کے پیشاب پاخانہ کرنا مکروہ تحریمہ ہے، دائیں ہاتھ سے چھوٹا یا بڑا استنجاء مکروہ تنزیہی۔

۲۔ کیونکہ ہڈی جنات کی غذا ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی، نیز گوبر خود نجس ہے، تو اس سے پاکی کیسے حاصل ہوگی اور ہڈی کہیں نوکیلی کہیں چکنی ہوتی ہے، چکنی طرف سے صفائی نہ ہوگی نوک کی طرف سے زخم کا اندیشہ ہے۔

۳۔ ڈھیلوں کی کوئی تعداد مُعیّن سنّت نہیں بلکہ جتنے سے صفائی ہوجائے، تو اگر ایک سے صفائی ہوگئی سنّت ادا ہوگئی اور اگر تین ڈھیلے لیے اور صفائی نہ ہوئی سنّت ادا نہ ہوئی، البتہ مستحب یہ ہے کہ طاق ہوں اور کم سے کم تین ہوں تو اگر ایک یا دو سے

صفائی ہوگئی تو تین کی گنتی پوری کرے اور اگر چار سے صفائی ہو تو ایک اور لے کہ طاق ہو جائیں۔

۴۔ ڈھیلوں سے طہارت اس وقت ہوگی کہ نجاست نے مخرج کے آس پاس کی جگہ ایک درم سے زیادہ آلودہ نہ ہو اور اگر درم سے زیادہ سَن جائے تو دھونا فرض ہے مگر ڈھیلے لینا اب بھی سنّت رہے گا۔

۵۔ کنکر، پتھر، پھٹا ہوا کپڑا یہ سب ڈھیلے کے حکم میں ہیں، ان سے بھی صاف کر لینا بلا کراہت جائز ہے، دیوار سے بھی استنجا سکھا سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ دوسرے کی دیوار نہ ہو، اگر دوسرے کی ملک ہو یا وقف ہو تو اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے اور کرلیا تو طہارت ہو جائے گی، جو مکان اس کے پاس کرایہ پر ہے اس کی دیوار سے استنجا سکھا سکتا ہے۔

۶۔ پرائی دیوار سے استنجے کے ڈھیلے لینا جائز نہیں اگرچہ وہ مکان اس کے کرایہ میں ہو۔

۷۔ ہڈی اور کھانے اور گوبر اور پکی اینٹ اور ٹھیکری اور شیشہ اور کوئلے اور جانور کے چارے سے اور ایسی چیز سے جس کی کچھ قیمت ہو، اگرچہ ایک آدھ پیسہ سہی ان چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

۸۔ کاغذ سے استنجا منع ہے، اگرچہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابوجہل ایسے کافر کا نام لکھا ہو۔

۹۔ داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے، اگر کسی کا بایاں ہاتھ بیکار ہو گیا تو اسے دہنے ہاتھ سے جائز ہے۔

۱۰۔ آلہ کو دہنے ہاتھ سے چھونا، یا داہنے ہاتھ میں ڈھیلا لے کر اس پر گزارنا مکروہ ہے۔

۱۱۔ جس ڈھیلے سے ایک بار استنجا کرلیا اسے دوبارہ کام میں لانا مکروہ ہے مگر دوسری کروٹ اس کی صاف ہو تو اس سے کر سکتے ہیں۔

ڈھیلے استعمال کرنے کا سنت طریقہ: پیشاب پاخانہ کے بعد مرد کے لیے ڈھیلوں کے استعمال کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کی طرف اور تیسرا آگے سے پیچھے کو اور جاڑوں میں پہلا پیچھے سے آگے کو اور دوسرا آگے سے پیچھے کو اور تیسرا پیچھے سے آگے کو لے جائے۔ عورت ہر زمانہ میں اسی طرح ڈھیلے لے جیسے مرد گرمیوں میں۔ پاک ڈھیلے داہنی جانب رکھنا اور بعد کام میں لانے کے بائیں طرف ڈال دینا، اس طرح پر کہ جس رُخ میں نجاست لگی ہو نیچے ہو مستحب ہے۔

ٹولیٹ پیپر سے استنجاء کرنے کا حکم: فقہائے کرام نے کاغذ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ کاغذ حصول تعلیم کا ذریعہ ہے اور اس پر لکھا اور لکھایا جاتا ہے۔ ٹولیٹ پیپر بھی ایک کاغذ ہے لیکن یہ حصول تعلیم کا ذریعہ نہیں ہے اور نہ ہی اس پر لکھا جاتا ہے بلکہ یہ خاص طور پر استنجاء اور دیگر میل کو صاف کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اور ڈھیلوں کی بنسبت زیادہ آسان اور حصول طہارت کا سستا ذریعہ ہے لہٰذا استنجاء کے لئے اس کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔ ظفر قادری عفی عنہ

{حدیث ۳۱۳}

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءِ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبثِ وَالْخَبائث

بخاری، مسلم: ۱۴۲، ۸۳۱

روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب استنجاء خانہ میں داخل ہوتے تو فرماتے کہ اے اللہ میں خبیث جنات اور خبیثہ جناتنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

یہ دعا پاخانے میں داخل ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے، کیونکہ گندی جگہ پر اللہ کا ذکر ممنوع ہے اور ننگے ہو کر تو بات کرنا ہی منع ہے۔ چونکہ پاخانہ میں گندے جنات رہتے ہیں، اس لیے یہ دعا پڑھنی چاہیئے: اللهم إنی أعوذ بك من الخبث والخبائث،،

اور جب بیت الخلا سے نکلے تو سیدھا قدم باہر رکھے اور یہ دعا پڑھے،، الحمد لله الذی اذهب عنی ما یوذینی و امسك علی ما ینفعنی،،

{حدیث ۳۱۴}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحدهما فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ - وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسلم: لَا يستنزه مِنَ الْبَوْلِ - وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخذ جَرِيدَة رطبَة فَشَقهَا نِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوا يَا رَسُول الله لم صنعت هَذَا قَالَ لَعَلَّه يُخَفف عَنْهُمَا مَا لم ييبسا

بخاری، مسلم: ۲۱۸، ۶۷۷

روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جا رہے ہیں اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جا رہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا پھر آپ نے ایک ہری تر شاخ لی اور اسے چیر کر دو حصے فرمائے پھر ہر قبر میں ایک گاڑ دی لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا، تو فرمایا کہ شاید جب تک یہ نہ سوکھیں تب تک ان کا عذاب ہلکا ہو۔

یہ حدیث بہت سے مسائل کے حل کا مجموعہ ہے: حکیم الامت فرماتے ہیں یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) حضور کی نگاہ کے لئے کوئی شے آڑ نہیں، کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہے حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور عذاب دیکھ رہے ہیں۔

(۲) حضور خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور یہ کیا کرتا تھا، فرمادیا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔

(۳) حضور ہر گناہ کا علاج بھی جانتے ہیں، دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں تاکہ عذاب ہلکا ہو۔

(۴) قبروں پر سبزہ، پھول، ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے۔

(۵) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت، وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا۔ اشعۃ اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی نے وصیت کی تھی میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں تاکہ نجات نصیب ہو۔

(۶) اگرچہ ہر خشک و تر چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مؤمن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے۔

(۷) گنہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا، بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا۔ جیسے مسجد کے قدم وغیرہ۔

(۸) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا واجب۔ دیکھو اونٹ کا چرواہا اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا۔

(۹) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور کے ہاتھ شریف کی نہ تھی ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی۔

(۱۰) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ مراۃ المناجیح

حضور نے چغلی کو کہا یہ کبیرہ نہیں حالانکہ چغلی گناہ کبیرہ ہے اس کی توجیہ؟ مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جارہے ہیں اور کسی کبیرہ یعنی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جارہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا پھرتا تھا۔ حالانکہ اسلام میں یہ گناہ، گناہ کبیرہ ہیں۔ فقہاء نے اس کے متعدد جواب ارشاد فرمائے جن میں سے ایک یہ ہے کہ حقیقت میں یہ گناہ کبیرہ ہی ہیں لیکن ان مرنے والوں کے نزدیک یہ گناہ کوئی بڑے گناہ نہیں تھے لہذا حدیث میں ان کو کبیرہ گناہ نہ کہنا ان مرنے والوں کے اعتبار سے تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ گناہ کبیرہ بہت سارے ہیں جن میں بعض کبیرہ دوسرے بعض کبیرہ سے زیادہ سخت اور بڑے ہیں جیسے قتل کرنا چغلی کرنے سے زیادہ سخت ہے حالانکہ دونوں کبیرہ ہیں لہذا آپ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ان کو عذاب تو گناہ کبیرہ کی وجہ سے مل رہا ہے لیکن کسی بہت بڑے گناہ کبیرہ مثلاً قتل کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔

چغلی گناہ کبیرہ اور باعث عذاب ہے: سرکار دو عالم ﷺ نے مذکورہ حدیث میں فرمایا دوسرے شخص کو چغلی کھانے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے ایک اور جگہ فرمایا غیبت طعنہ زنی چغل خوری اور بے گناہ لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کتوں کی شکل میں اٹھائے گا۔

چغلی کی تعریف: چغلی کا معنی یہ ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کی بات دوسرے شخص کو ان میں جھگڑا پیدا کرنے کے لئے پہنچائے۔ امام نووی چغلی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کسی کی بات ضرر یعنی نقصان پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا چغلی کہلاتا ہے۔

چغلی نے ایمان برباد کردیا: حضرت فضیل بن عیاض اپنے ایک شاگرد کی نزع کے وقت تشریف لائے اور اس کے پاس بیٹھ کر سورہ یٰس پڑھنے لگے تو اس شاگرد نے کہا سورہ یٰس پڑھنا بند کردو پھر آپ نے اسے کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین کی وہ بولا میں ہرگز یہ کلمہ نہیں پڑھوں گا میں اس سے بیزار ہوں بس انہی الفاظ پر اس کی موت واقع ہوگئی حضرت فضیل کو اپنے شاگرد کے برے خاتمے کا بہت افسوس اور سخت صدمہ ہوا چالیس روز تک اپنے گھر میں بیٹھے روتے رہے چالیس روز کے بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے اس شاگرد کو جہنم میں گھسیٹ رہے ہیں آپ نے اس سے استفسار فرمایا کس سبب سے اللہ نے تیری معرفت سلب کرلی میرے شاگردوں میں تیرا تو بہت اونچا مقام تھا اس نے جواب دیا تین چیزوں کی وجہ سے مجھے جہنم کا حقدار ٹھہرایا گیا۔

۱۔ چغلی کی وجہ سے کہ میں اپنے ساتھیوں کو کچھ بتاتا تھا اور آپ کو کچھ اور۔

۲۔ شراب نوشی کی وجہ سے کہ ایک بیماری سے شفا پانے کی وجہ سے طبیب کے مشورہ پر ہر سال شراب کا ایک گلاس پیتا تھا۔

۳۔ حسد کی وجہ سے کہ میں اپنے ساتھیوں سے حسد کرتا تھا۔ احیاء العلوم ص ۲۵۴

ایک شخص نے بازار میں دیکھا کہ ایک شخص اپنا غلام بیچ رہا ہے اور یہ آواز لگا رہا ہے کہ بہت اچھا غلام ہے اس کے اندر اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کہ یہ کبھی کبھی چغلی کھاتا ہے اس شخص نے یہ آواز سن کر سوچا کہ یہ تو کوئی عیب نہیں چغلی کھانا تو عام سی بات ہے اس میں کیا خرابی ہے اس غلام کو خرید لینا چاہئے چنانچہ اس نے سودا کرکے غلام کو خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا کچھ عرصے تک تو وہ ٹھیک کام کرتا رہا اس کے بعد اس نے اپنا رنگ دکھانا شروع کردیا کیونکہ وہ چغل خوری میں ماہر تھا اس لئے اس نے چغل خوری کا کرتب دکھایا اور سب سے پہلے وہ اپنی مالکن کے پاس گیا اور اس سے جاکر کہا آپ کے شوہر جو میرے آقا ہیں وہ کسی اور عورت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے پاس آتے جاتے ہیں اور عنقریب وہ تجھے چھوڑ کر اس سے شادی کرلیں گے اور میں تیری خیر خواہی کے لئے تجھے بتا رہا ہوں کسی اور کو مت بتانا یہ باتیں سن کر وہ عورت گھبرائی اور پریشان ہوئی پھر اس کو غلام ہی نے پریشانی کا حل بتایا کہ مجھے ایک ترکیب آئی ہے تم اس پر عمل کرو تو تیرا گھر بچ سکتا ہے وہ یہ کہ جب تمہارے شوہر سو جائیں تو اس کی داڑھی کے چند بال استرے سے کاٹ لینا پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے وہ ہمیشہ تمہارے ہوکر رہیں گے کبھی دوسری عورت کی طرف نظر نہیں اٹھائیں گے عورت نے کہا یہ کون سا مشکل کام ہے میں آج ہی رات یہ کر لوں گی اب غلام آقا کے پاس آیا اور کہا تمہاری بیوی کے دوسرے مردوں کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں وہ عنقریب تمہیں ذبح کر کے دوسرے مرد سے شادی کرلے گی اس نے تہیہ کرلیا ہے کہ آج رات ہی وہ تم کو ذبح کردے گی تم آج رات جھوٹ موٹ سو کر دیکھنا جب تمہاری بیوی استرا لے کر آئے تو تم اس کو پکڑ لینا اب بیوی انتظار کرنے لگی کہ خاوند کو نیند آئے اور میں اپنا کام کروں رات کو میاں مصنوعی خراٹے لینے لگا بیوی کو یقین ہوگیا کہ میاں سو گیا ہے فوراً استرا لے کر پہنچی بال کاٹنے کے لئے ابھی ہلکا سا استرا گلے کے قریب کیا ہی تھا کہ شوہر نے فوراً آنکھ کھول دی اس نے بیوی سے استرا چھین کر اسے ذبح کردیا جب دونوں طرف کے رشتہ داروں کو پتا چلا تو کئی اور لاشیں گر چکی تھیں اس طرح چغلی نے صرف دو گھر ہی نہیں دو خاندانوں کو تباہ و برباد کردیا۔ رسائل قشیریہ ص ۱۸۲

{حدیث ۳۱۵}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ. قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِم.

مسلم: ۶۱۸

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو لعنتی کاموں سے بچو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ لعنتی کام کون سے ہیں، فرمایا وہ جو لوگوں کی راہ یا سایہ کی جگہ پر پاخانہ کرے۔

فرمایا دو لعنتی کاموں سے بچو: یعنی جن دو کاموں کی وجہ سے لوگ ان دو کام کرنے والے کو طعن لعن کرتے ہیں ان سے پرہیز کرو۔ یعنی راستہ عام طور پر جہاں مسلمانوں کا گزرگاہ ہو وہاں پیشاب، پاخانہ نہ کرو، یوں ہی جس سایہ میں لوگ دھوپ کیوقت عموماً بیٹھتے لیٹتے ہوں وہاں نہ کرو کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے، لوگ بھی برا کہتے ہیں۔

صاحب مرقاۃ نے فرمایا کہ پانی کے گھاٹ اور گزرگاہ عوام پر پیشاب پاخانہ نہ کرے اور کسی کی ملک زمین میں اس کی بغیر اجازت نہ کرے۔

سایہ دار جگہ پر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو لعنتی کاموں سے بچو صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کیا یارسول اللہ لعنتی کام کون سے ہیں، فرمایا وہ جو لوگوں کی راہ یا سایہ کی جگہ پر پاخانہ کرے۔ جب کہ دوسری حدیث میں ہے۔ روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلستان یعنی سایہ دار جگہ میں حاجت قضا فرمائی۔ ان دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

سایہ دار جگہ پر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: جس حدیث میں سایہ دار جگہ استنجاء کرنے سے منع فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سایہ میں لوگ دھوپ کیوقت عموماً بیٹھتے لیٹتے ہوں وہاں استنجاء نہ کرو کہ اس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہوتا ہے، لوگ بھی برا کہتے ہیں۔

اور جس حدیث میں سایہ دار جگہ استنجاء کرنے کا ثبوت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی اور نہ کسی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا اور وہ جگہ آبادی نہیں بلکہ ویران جگہ تھی اس لئے آپ نے وہاں استنجاء فرمایا لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث ۳۱۶}

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم: إِذا شرب أحدكم فَلَا يتنفس فِي الْإِنَاءِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ۔ بخاری، مسلم: بخاری، مسلم: ۱۵۳۔ ۶۱۵

روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب پاخانے جائے تو پیشاب گاہ داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔

برتن میں سانس لینا کیوں منع ہے؟ پانی پینے والے کو چاہئے کہ برتن منہ سے علیحدہ کر کے سانس لے تاکہ تھوک یا رینٹ پانی میں نہ پڑے، نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے۔

ایک اور حدیث میں ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے پینے کی چیز میں پھونکنے سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کی، کہ برتن میں کبھی کوڑا دکھائی دیتا ہے، فرمایا'': اسے گرادو۔'اس نے عرض کی، کہ ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا ہوں، فرمایا'': برتن کو مونھ سے جدا کر کے سانس لو۔

داہنے ہاتھ سے استنجا کیوں منع ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی پاخانے جائے تو شرم گاہ داہنے ہاتھ سے نہ

چھوئے کیونکہ داہنا ہاتھ کھانے پینے اور تسبیح وتہلیل شمار کرنے کے لیے ہے، لہذا اسے گندے کام میں استعمال نہ کرے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اسی طرح زبان و آنکھ و کان کو گناہوں میں استعمال نہ کرے کہ یہ چیزیں اللہ کا ذکر کرنے قرآن دیکھنے و سننے کے لیے ہیں۔

{حدیث ۳۱۷}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: (قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فليوتر "بخاری، مسلم: ۱۶۱۔ ۵۶۲

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کرے ناک میں پانی لے اور جو استنجاء کرے وہ طاق کرے۔

جو وضو کرے ناک میں پانی لے اور جو استنجاء کرے وہ طاق کرے: معلوم ہوا کہ وضو میں ناک میں پانی لیکر صاف کرنا سنت ہے۔ اور پاخانہ کے بعد ڈھیلوں سے استنجاء کرنا اور طاق ڈھیلے لینا سنت ہے۔ پانی سے استنجاء بعض صورتوں میں فرض ہے جب نجاست درم کی مقدار سے زیادہ ہو، بعض میں واجب جب نجاست ایک درم کی مقدار ہو، بعض میں سنت ہے جب نجاست ایک درم کی مقدار سے کم ہو۔

{حدیث ۳۱۸}

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً يستنجي بِالْمَاءِ۔ بخاری، مسلم: ۱۵۲۔ ۶۲۰

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب استنجاء خانہ جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن اور برچھا لیتے آپ پانی سے استنجاء کرتے۔

جب استنجاء خانہ جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن لیتے: وہ دوسرے صاحب حضرت ابن مسعود تھے یا ابو ہریرہ یا بلال رضی اللہ عنہم جن کے ذمہ یہ خدمات تھیں، پانی سے تو آپ ڈھیلوں کے بعد استنجاء کرتے تھے اور برچھے سے یا زمین سے ڈھیلا نکالتے، یا پیشاب کے لئے جگہ نرم کرتے تھے، یا پیشاب کے بعد وضو کرتے، پھر برچھے کو سترہ بنا کر دو نفل وضو کے پڑھتے تھے۔ اب بعض بزرگوں کے ساتھ گولے والا عصاء رہتا ہے انہی مصلحتوں سے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

الفصل الثاني:

{حدیث ۳۱۹}

عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ. وَفِي رِوَايَتِهِ وَضَعَ بَدَلَ نزع

ابو دائود، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ: ۱۹۔ ۵۲۱۳۔ ۳۰۳۱۷۳۶

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب استنجاء خانے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے اسے ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور ابو داؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اور ان کی روایت میں اتارنے کی بجائے رکھنا ہے۔

جب استنجاء خانے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے: ملا علی قاری فرماتے ہیں حضور انگوٹھی پہنے پاخانہ میں نہ جاتے بلکہ یا تو اتار کر باہر ہی رکھ جاتے یا جیب میں ڈال لیتے تھے، کیونکہ اس میں لکھا تھا محمد رسول اللہ۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس چیز میں اللہ تعالیٰ یا انبیائے کرام کا نام لکھا ہو اس کا ادب کرے، اسے گندگی میں نہ ڈالے، پاخانہ میں نہ لے جائے، جیسے تعویذ وغیرہ جس میں اسمائے الٰہیہ یا آیات قرآنیہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ چیزیں غلاف میں ہوں تو پھر لے جانا جائز ہے، اسی لئے تعویذ کا موم جامہ کر لیتے ہیں اور مقطعات قرآنیہ کی انگوٹھی پر شیشہ یا کانچ لگا لیتے ہیں۔ مرقاۃ المفاتیح

حدیث کی سیاہی کا ادب: حضرت ہاشم فرماتے ہیں کہ میں مجدد الف ثانی کے پاس حاضر تھا اس وقت آپ تحریری کام کر رہے تھے ضرورتاً بیت الخلا گئے مگر فوراً واپس آ کر پانی کا لوٹا منگوا کر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن دھویا پھر بیت الخلا چلے گئے فراغت کے بعد جب واپس تشریف لائے تو میں نے پہلی بار فوراً واپس نکلنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا میں جوں ہی بیت الخلا میں بیٹھا میری نظر انگوٹھے کی پشت پر پڑی تو قلم کی سیاہی کا نقطہ لگا ہوا تھا چونکہ یہ اسی قلم سے تھا جس سے میں قرآنی آیات اور حدیث پاک وغیرہ لکھتا تھا لہٰذا اس حالت میں وہاں بیٹھنا میرے نزدیک ادب کے خلاف تھا لہٰذا فوراً باہر آیا سیاہی کے نقطے کو دھو کر پھر گیا مجھے بہت شدت سے پیشاب آیا تھا مگر اس تکلیف کے مقابلے میں اس بے ادبی کی تکلیف بہت زیادہ تھی۔ زبدۃ المقامات ۲۷۴

{حدیث ۳۲۰}

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْبَرَازَ انْطَلَقَ حَتَّى لَا (ص:112) يَرَاهُ أَحد.

ابوداؤد. ابن ماجه. ترمذی. دارمی: ۲۔ ۳۳۵۔ ۲۰۔ ۶۶۰

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب استنجاء خانے جانے کا ارادہ کرتے تو وہاں جاتے جہاں آپ کو کوئی نہ دیکھتا۔

استنجاء کے لئے وہاں جاتے جہاں آپ کو کوئی نہ دیکھتا: یعنی یا تو درخت یا دیوار کے پیچھے بیٹھتے اور اگر چٹیل میدان ہوتا تو اتنی دور تشریف لے جاتے جہاں کسی کی نگاہ نہ پڑ سکتی۔ بعض نے فرمایا کہ اتنی چھوٹی دیوار کہ جو بیٹھے ہوئے کو چھپا سکے آڑ کے لئے کافی ہے، مگر بعض کے نزدیک قدِ آدم آڑ کا ہونا مناسب ہے۔ اشعۃ اللمعات کتاب الطہارۃ

{حدیث ۳۲۱}

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ فَأَتَى دَمِثًا فِي أَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ ثُمَّ قَالَ: إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فليرتدلبوله.

ابوداؤد. احمد: ۳۔ ۱۹۷۶۶

روایت حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضور نے پیشاب کا ارادہ کیا تو دیوار کی جڑ میں نرم زمین پر گئے، پھر پیشاب کیا پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بھی پیشاب کرنا چاہے تو پیشاب کے لئے نرم جگہ ڈھونڈے۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ دوسرے شخص کی دیوار کے پیچھے اس سے بغیر پوچھے ہوئے بھی پیشاب کرنا جائز ہے، بشرطیکہ مکان والے کی بے پردگی نہ ہو اور نہ اسے ایذاء پہنچے ورنہ ممنوع ہے۔ چنانچہ اگر مالک نے لکھ کر لگا دیا ہو کہ یہاں پیشاب نہ بیٹھو وہاں نہ بیٹھیں۔ دوسرے یہ کہ نرم زمین میں پیشاب کرنا چاہیئے تاکہ اس کی چھینٹیں نہ اڑیں، اگر نرم زمین نہ ہو تو کرید کر نرم کر لی جائے۔ پاخانہ، پیشاب کرتے وقت سورج اور چاند کی طرف نہ مونھ ہو، نہ پیٹھ۔ یوہیں ہوا کے رُخ پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

کوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے یا پانی میں اگرچہ بہتا ہوا ہو یا گھاٹ پر یا پھلدار درخت کے نیچے یا اس کھیت میں جس میں زراعت موجود ہو یا سایہ میں جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں یا مسجد اور عیدگاہ کے پہلو میں یا قبرستان یا راستہ میں یا جس جگہ مویشی بندھے ہوں ان سب جگہوں میں پیشاب، پاخانہ مکروہ ہے۔ یوہیں جس جگہ وُضو یا غسل کیا جاتا ہو وہاں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ خود نیچی جگہ بیٹھنا اور پیشاب کی دھار اونچی جگہ گرے یہ ممنوع ہے۔ ایسی سخت زمین پر جس سے پیشاب کی چھینٹیں اُڑ کر آئیں پیشاب کرنا ممنوع ہے، ایسی جگہ کو کرید کر نرم کر لے یا گڑھا کھود کر پیشاب کرے۔ کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ نیز ننگے سر پاخانہ، پیشاب کو جانا یا اپنے ہمراہ ایسی چیز لے جانا جس پر کوئی دُعا یا اللہ اور سول یا کسی بزرگ کا نام لکھا ہو ممنوع ہے۔ یوہیں کلام کرنا مکروہ ہے۔

{حدیث ۳۲۲}

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهُ حَتَّى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ.

ابوداؤد. ترمذی. دارمی: ۱۳۔ ۱۴۔ ۶۶۶

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو جب تک زمین کے قریب نہ ہوتے اپنا کپڑا نہ اٹھاتے۔

حضور کے شرم وحیاء کا عالم: یعنی آپ ﷺ خواہ کسی مکان میں ہوتے یا جنگل میں جب تک زمین کے قریب نہ ہوتے اپنا کپڑا نہ اٹھاتے کیونکہ بلاضرورت ستر کھولنا جائز نہیں۔ اسی لئے علماء کہتے ہیں جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور نہ حاجت سے زِیادہ بدن کھولے، پھر دونوں پاؤں کشادہ کرکے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور کسی مسئلہ دینی میں غور نہ کرے کہ یہ باعثِ محرومی ہے اور چھینک یا سلام یا اذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینکے تو زبان سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہ کہے، دل میں کہہ لے اور بغیر ضرورت اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اس نجاست کو دیکھے جو اس کے بدن سے نکلی ہے اور دیر تک نہ بیٹھے کہ اس سے بواسیر کا اندیشہ ہے اور پیشاب میں نہ تھوکے، نہ ناک صاف کرے، نہ بلا ضرورت کھنکارے، نہ بار بار اِدھر اُدھر دیکھے، نہ بیکار بدن چھوئے، نہ آسمان کی طرف نگاہ کرے بلکہ شرم کے ساتھ سر جھکائے رہے۔ کہ تنہائی بلکہ اندھیرے میں بھی بلاضرورت ننگا نہ رہے، رب تعالیٰ سے شرم کرے۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کنواری لڑکی سے زیادہ حیاء کرنے والے تھے اور جب بھی کوئی ناپسندیدہ کام آپ کے سامنے کیا جاتا تو حیاء کی وجہ سے آپ کا چہرہ انور سرخ ہو جاتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کنواری لڑکی سے زیادہ باحیا تھے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ جب اپنی ازواج سے جماع کرتے تھے تو اپنے سر پر کپڑا ڈال دیتے تھے اور میں نے کبھی بھی آپ ﷺ کی شرم گاہ نہیں دیکھی اور نہ آپ نے میری شرمگاہ دیکھی آپ ﷺ کے کمال حیاء کے یہی احادیث مناسب ہیں یعنی یہ رسول ﷺ کا کمال حیا ہے کہ آپ نے ایسا فعل نہیں کیا جس کی وجہ سے حضرت عائشہ آپ کی شرمگاہ کی طرف دیکھتیں بلکہ ایسا فعل کیا جس کا تقاضا اس کو دیکھنے کی ممانعت تھی یہ آپ کی عظیم حیا ہے کیونکہ عورت اپنے خاوند کی شرم گاہ دیکھنے کی ازخود دیکھنے کی جرات نہیں کرتی جب تک اس کے خاوند کی رضا معلوم نہ ہو۔

حیاء کی اقسام: حیا کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ فطری حیا: یہ انسان کا وہ وصف ہے جو اس کو قبیح، رذیل اور گھٹیا کاموں سے روکتا ہے اور اس کو نیک کاموں پر ابھارتا ہے۔

۲۔ کسبی حیا: یہ وہ حیا ہے جس کو انسان اپنے اختیار اور ارادہ سے حاصل کرتا ہے جیسے بندے کا اس بات سے حیا کرنا کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا اور اس وجہ سے وہ اللہ کی نافرمانی کو ترک کردے اس کو شرعی حیا بھی کہتے ہیں۔

{حدیث ۳۲۳}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ أُعَلِّمُكُمْ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَأَمَرَ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَنَهَى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ وَنَهَى أَنْ يَسْتَطِيبَ الرَّجُلُ بِيَمِينِهِ.

ابن ماجہ.ابوداؤد.نسائی.دارمی:۳۱۳_۸_۴۰_۶۷۴

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لیئے ایسا ہوں جیسے بیٹے کے لئے باپ تمہیں سکھاتا ہوں جب تم استنجاء خانے جاؤ تو قبلہ کو منہ نہ کرو، اور نہ پیٹھ اور تین پتھروں کا حکم دیا اور لید وہڈی سے منع فرمایا اور منع فرمایا کہ کوئی شخص داہنے ہاتھ سے استنجاء نہ کرے۔

حضور ﷺ امت کے باپ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لیئے ایسا ہوں جیسے بیٹے کے لئے باپ تمہیں سکھاتا ہوں یعنی شفقت ومحبت اور تعلیم میں مَیں تمہارے والد کی مثل ہوں۔ اور ادب، اطاعت اور تعظیم میں تم میری اولاد کی مثل ہو۔ خیال رہے کہ بعض احکام شرعیہ میں بھی حضور ساری امت کی باپ ہیں، تمام جہان کے والد آپ کے قدم مبارک پر قربان اسی لیے ان کی بیویاں بحکم قرآن مسلمانوں کی مائیں ہیں کہ ان سے نکاح ہمیشہ حرام اور کسی عورت کو آپ سے پردہ کرنا فرض نہیں۔ اسی لیے سارے مسلمان بحکم قرآن آپس میں بھائی ہیں، کیونکہ اس رحمت والے نبی کی اولاد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنا حرام ہے۔

جب تم استنجاء خانے جاؤ تو قبلہ کو منہ نہ کرو: جنگل میں ہو یا آبادی میں، آڑ میں ہو یا کھلے میدان میں۔ بہر حال کعبے کو منہ یا پیٹھ کرکے پیشاب پاخانہ نہ کرو۔ یہ حدیث امام اعظم کی کھلی ہوئی دلیل ہے چونکہ اس میں کسی جگہ کی کوئی قید نہیں۔

لید وہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا: اس ممانعت کی وجوہ پہلے بیان کی جاچکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواء ان ممنوعہ چیزوں کے ہر اس چیز سے استنجاء جائز ہے جو صفائی کرسکے، لکڑی، ڈھیلہ، پتھر وغیرہ۔ کنکر، پتھر، پھٹا ہوا کپڑا یہ سب ڈھیلے کے حکم میں ہیں، ان سے بھی صاف کرلینا بلا کراہت جائز ہے، دیوار سے بھی استنجا سکھا سکتا ہے مگر شرط یہ ہے

کہ وہ دوسرے کی دیوار نہ ہو، اگر دوسرے کی ملک ہو یا وقف ہو تو اس سے استنجا کرنا مکروہ ہے اور کرلیا تو طہارت ہوجائے گی، جو مکان اس کے پاس کرایہ پر ہے اس کی دیوار سے استنجا سکھا سکتا ہے۔ پرائی دیوار سے استنجے کے ڈھیلے لینا جائز نہیں اگرچہ وہ مکان اس کے کرایہ میں ہو۔

ہڈی اور کھانے اور گوبر اور پکی اینٹ اور ٹھیکری اور شیشہ اور کوئلے اور جانور کے چارے سے اور ایسی چیز سے جس کی کچھ قیمت ہو، اگرچہ ایک آدھ پیسہ سہی ان چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ کاغذ سے استنجا منع ہے، اگرچہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابوجہل ایسے کافر کا نام لکھا ہو۔ داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے، اگر کسی کا بایاں ہاتھ بیکار ہوگیا تو اسے دہنے ہاتھ سے جائز ہے۔ آلہ کو دہنے ہاتھ سے چھونا، یا داہنے ہاتھ میں ڈھیلا لے کر اس پر گزارنا مکروہ ہے۔

جس ڈھیلے سے ایک بار استنجا کرلیا اسے دوبارہ کام میں لانا مکروہ ہے مگر دوسری کروٹ اس کی صاف ہو تو اس سے کرسکتے ہیں۔

{حدیث ۳۲۴}

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِطُهُورِهِ (ص: 113) وَطَعَامِهِ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِخَلَائِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى.

ابوداؤد.احمد:۳۲_۲۶۸۱۳

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنا ہاتھ طہارت اور کھانے کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ استنجاء اور مکروہ کام کے لئے ابوداؤد

یعنی داہنے ہاتھ سے وضوء، غسل کرتے تھے اور پہلے اسی کو دھوتے تھے، نیز اسی سے کھاتے تھے اور پانی پیتے تھے۔ اور بائیں ہاتھ سے استنجاء، ناک کی صفائی تھوک کا پھینکنا وغیرہ، ہر وہ کام جس سے دل کراہت کرے کرتے تھے۔ لہذا ایک ہاتھ کے کام دوسرے سے نہ کرو۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ دینی کتابیں داہنے ہاتھ سے پکڑو اور جوتا بائیں ہاتھ سے۔

بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے: صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: جب کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور پانی پیے تو داہنے ہاتھ سے پیے۔

صحیح مسلم میں انھیں سے مروی ہے کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) نے فرمایا": کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے، نہ پانی پیے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔

ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "دہنے ہاتھ سے کھائے اور دہنے ہاتھ سے پیے اور دہنے ہاتھ سے لے اور دہنے ہاتھ سے دے، کیونکہ شیطان بائیں سے کھاتا ہے، بائیں سے پیتا ہے اور بائیں سے لیتا ہے اور بائیں سے دیتا ہے۔

{حدیث ۳۲۵}

وَعَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ يَسْتَطِيبُ بِهِنَّ فَإِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ.

ابوداؤد.احمد.نسائی.دارمی:۴۰_۲۵۲۸۰_۶۷۰

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی استنجاء خانہ جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر (ڈھیلے) لے جائے جن سے استنجاء کرے یہ اسے کافی ہوں گے۔

تین پتھروں کی تعداد کی حکمت: تین پتھروں کا حکم استحبابی ہے، کہ عام حالات میں یہ کافی ہوتے ہیں اور غالب گمان کے مطابق ان سے نجاست دور ہو جاتی ہے۔ لیکن دست وغیرہ کے موقع پر پانچ یا سات کی ضرورت ہوتی ہے، مقصود صفائی ہے جتنے سے حاصل ہو۔ ہاں سنت یہ ہے کہ طاق ہوں، پتھر اور ڈھیلے ایسے چاہئیں جو نجاست چوس سکیں، دیکھا گیا ہے کہ ریل کے پتھر کافی نہیں ہوتے۔

{حدیث ۳۲۶}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهَا زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ.

ترمذی، نسائی: ۱۸۔ ۳۹

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ گوبر سے استنجاء کرو اور نہ ہڈی سے کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر نسائی نے زاد الخ کا ذکر نہ فرمایا۔

ہڈی اور گوبر جنوں کی خوراک کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ وہ ناپاک ہے؟ یاد رہے کہ ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جو انسانوں کے لئے حرام ہے وہ جنوں کے لئے بھی حرام ہے تو وہ گوبر کیسے کھا سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب جنات ہڈی اٹھاتے ہیں تو اس پر گوشت پاتے ہیں اور جب ان کے جانور گوبر میں منہ لگاتے ہیں تو اس میں دانے پاتے ہیں جن سے وہ گوبر بنا۔ ہڈیاں جنات کی خوراک ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی غذا۔ خیال رہے کہ جب مؤمن جنات کے جانوروں کی خوراک کا یہ احترام ہے تو ہمارے جانوروں کی خوراک کا بھی ضرور احترام ہوگا۔ حدیث میں جنوں کو بھائی فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جن مراد ہیں۔

ہڈی اور گوبر جنوں کی خوراک کی اصل یہ حدیث ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جنوں کا داعی آیا میں اس کے ساتھ گیا میں نے ان پر قرآن پڑھا پھر حضور ﷺ مجھے بھی ساتھ لے گئے ان کے قدم اور آگ کے نشان دکھائے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سفر کی خوراک مانگی تو آپ نے فرمایا ہر وہ ہڈی جو اللہ کے نام سے ذبح کی گئی ہو جب تمہارے ہاتھ میں آئے گی اس پر پہلے والا پورا گوشت ہوگا اور ہر مینگنی تمہارے چوپاؤں کا چارہ ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں سے استنجاء نہ کرو اس لئے کہ یہ تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے۔ صحیح مسلم الصلوۃ للجہر فی الفجر

جنوں کی خوراک کی احادیث میں تعارض: حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جنوں کا داعی آیا میں اس کے ساتھ گیا میں نے ان پر قرآن پڑھا پھر حضور ﷺ مجھے بھی ساتھ لے گئے ان کے قدم اور آگ کے نشان دکھائے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سفر کی خوراک مانگی تو آپ نے فرمایا ہر وہ ہڈی جو اللہ کے نام سے ذبح کی گئی ہو جب تمہارے ہاتھ میں آئے گی اس پر پہلے والا پورا گوشت ہوگا اور ہر مینگنی تمہارے چوپاؤں کا چارہ ہے۔

جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ جنوں نے عرض کی کہ یہ چیزیں ہمارا رزق ہیں حضور ﷺ اپنی امت کو ان سے استنجاء کرنے سے منع فرما دیں۔ ابوداود باب الوضوء

پہلی حدیث میں ہے کہ حضور سے انہوں نے زادراہ کے طور پر خوراک کی درخواست کی تو آپ نے ہڈی اور گوبر عطا فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں شکایت کے طور پر انہوں نے ہڈی اور گوبر کا سوال کیا دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

جنوں کی خوراک کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض میں تطبیق اس طرح قائم ہوگی کہ ابتداء میں یہی ہوا کہ جنوں نے زادراہ کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی ار ہڈی و گوبر انہیں زادراہ کے طور پر عطا فرمایا اور یہ ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے۔ اور جب اسلام ہر سو پھیل گیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے لیکن تمام لوگوں کو اس مسئلے کا علم نہیں تھا اس لئے لوگ ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرتے تھے تو بعد میں جنوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں آکر اس کی شکایت کی کہ یہ ہماری خوراک ہے آپ لوگوں کو اس سے منع کریں تو آپ ﷺ نے امت کو منع فرما دیا مطلب یہ کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں لہذا ان میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث ۳۲۷}

وَعَن رويفع بنِ ثَابت قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ أَوْ تَقَلَّدَ (ص: 114) وَتَرًا أَوِ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ أَوْ عظم فَإِنَّ مُحَمَّدًا بَرِيءٌ مِنْهُ.

ابوداؤد، نسائی: ۳۶۔ ۵۰۶۷

روایت ہے حضرت رویفع بن ثابت سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے رویفع شاید میرے بعد تمہاری زندگی لمبی ہوگی تو لوگوں کو خبر دے دینا کہ جو اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا تانت باندھے یا کسی جانور کی پلیدی یا ہڈی سے استنجاء کرے تو حضور انور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔

زمانہ جاہلیت کے دو رواج: زمانہ جاہلیت میں عرب کے جہلا جنگوں میں اپنی بہادری دکھانے اور رعب پیدا کرنے کے لئے اپنی داڑھیوں میں گرہ لگا دیتے تھے جیسا ہمارے زمانے میں بعض لوگ مونچھوں میں گرہ لگا دیتے ہیں جبکہ بعض روایات میں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جس کی ایک بیوی ہوتی وہ داڑھی میں ایک گرہ لگاتا اور جس کی دو بیویاں ہوتیں وہ اپنی داڑھی میں دو گرہیں لگا دیتا لیکن اسلام میں نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا اور داڑھی میں کنگی کرنے کو سنت قرار دیا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ نظر بد سے بچانے کے لئے اپنے جانوروں اور اپنے بچوں کے گلے میں تانت یعنی شرکیہ کلام جن میں بتوں کے نام کے دم کئے ہوئے تعویز ہوتے تھے ڈال دیتے تھے اسلام میں ایسے تعویز منع کر دیئے گئے۔

تعویزات کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں روایت ہے حضرت رویفع بن ثابت سے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے رویفع شاید میرے بعد تمہاری زندگی لمبی ہوگی۔ تو لوگوں کو خبر دے دینا کہ جو اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا تانت باندھے۔ یا کسی جانور کی پلیدی یا ہڈی سے استنجاء کرے تو حضور انور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔ ابوداؤد اس حدیث میں تانت یعنی تعویزات سے آپ ﷺ نے منع فرمایا جبکہ دوسری حدیث میں ہے

كان عبد الله بن عمر يعلمها من بلغ من ولده ومن لم يبلغ منهم كتبها في صك ثم علقها في عنقه.

جامع ترمذی ج ۵ ص ۵۴۱۔ سنن ابی داود ۳۸۹۳

ترجمہ: حضرت عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی

بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھا دیتے تھے اور اپنے نابالغ بچوں کے گلے میں کاغذ پر لکھ کر یعنی تعویز بنا کر ڈال دیتے تھے۔

قال ابن عباس اذا عسر علی المراۃ ولدھا تکتب ھاتین الآیتین والکلمتین فی صحیفۃ ثم تغسل وتسقی منہا ۔ مصنف ابن ابی شیبہ

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورت پر بچے کی ولادت مشکل ہو جائے تو ایک کاغذ پر یہ دو آیات اور کلمات لکھے جائیں پھر اسے پانی میں گھول کر اس عورت کو پلا دیا جائے۔

اس حدفیث میں تعویز کا جواز ثابت ہو رہا ہے۔

تعویزات کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: جس میں منع کیا گیا اس حدیث میں ممانعت کی وجہ وہ تعویز یا دم ہے جس میں شرکیہ کلمات ہوں یا اس جگہ ممانعت کی وجہ وہ لوگ تھے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ دم اور تعویز موثر حقیقی ہے حالانکہ موثر حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے دم اور تعویز صرف اسباب ہیں۔ اور وہ تعویزات ہیں جو زمانہ جاہلیت میں جادو کے لئے استعمال ہوتے تھے یا ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتے جن کا کوئی معنی و مفہوم موجود نہیں تھا۔ اور جس میں اجازت دی گئی اس سے مراد وہ تعویزات ہیں جو شرکیہ کلمات پر مشتمل نہ ہوں بلکہ آیات اور دعائے ماثورہ یا اسلامی کلمات والے تعویزات ہیں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ جھاڑ پھونک میں حرج نہیں اگر اس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں ورنہ ان احادیث پاک کا کیا جواب ہوگا جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود دم کی اجازت اور حکم ارشاد فرمایا اور صحابہ کرام تعویزات کرتے تھے اب تعارض نہ رہی۔

اسلام میں تعویزات کی حیثیت: تعویزات کا معاملہ مختلف فیہ ہے لہذا اس پر مفصل بحث کی جائے گی تاکہ کوئی تشنگی نہ رہے۔ یاد رہے کہ تعویزات کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک، دعائے ماثورہ اور ہر نیک و جائز کلمات سے تعویز بنانا اور ان تعویزات کو گلے یا گھر یا دکان وغیرہ میں حصول برکت یا حصول شفاء یا کسی بھی نیک مقصد کے لئے لٹکانا جائز اور بعض صورتوں میں مستحب ہے بشرطیکہ وہ ہر قسم کے کفریہ اور شرکیہ کلمات سے پاک ہوں اور یہ بھی ضروری ہے کہ دم اور تعویز نیک اور جائز مقصد کے لئے استعمال کئے جائیں کسی برے مقصد کے حصول کے لئے مثلاً میاں بیوی میں پھوٹ ڈلوانے یا کسی کے درمیان لڑائی جھگڑا کروانے کے لئے ان کا استعمال ناجائز و حرام ہے۔ اس کے ثبوت پر احادیث مبارکہ بزرگان دین کا عقیدہ اور اعتراضات کے جوابات سابقہ حدیث میں مفصل پیش کر دیئے گئے ہیں۔

{حدیث ۳۲۸}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حرج وَمن أكل فَمَا تَخَلَّلَ فليلفظ وَمَا لَاكَ بِلِسَانِهِ فَلْيَبْتَلِعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ أَتَى الْغَائِطَ فليستتر وَمن لَمْ يَجِدْ إِلَّا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيبًا مِنْ رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِي آدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ.

ابو دائود. ابن ماجه. دارمی: ۳۵۔ ۳۳۷۔ ۶۶۲

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سرمہ لگائے وہ طاق بار لگائے کرے تو اچھا ہے نہ کرے تو گناہ نہیں اور جو استنجا کرے تو طاق سے کرے، جو کرے تو اچھا اور نہ کرے تو گناہ نہیں اور جو کھائے تو جو خلال سے نکالے وہ تھوک دے اور جو زبان سے نکالے وہ نگل لے جو کرے تو اچھا ہے جو نہ کرے تو گناہ نہیں اور جو پاخانہ جائے تو آڑ کرے اگر آڑ نہ پائے یا بجز اس کے کہ ریت کا ڈھیر جمع کرے تو اس ڈھیر کی طرف پیٹھ کرے کیونکہ شیطان لوگوں کے پاخانہ کے مقام سے کھیلتا ہے جو یہ کرے تو اچھا ہے جو نہ کرے تو گناہ نہیں۔

جو سرمہ لگائے وہ طاق بار لگائے: ہر آنکھ میں تین سلائیاں اس طرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں تین۔ بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ پہلے دہانی میں دو، پھر بائیں میں تین، پھر دائیں میں ایک، تاکہ داہنی پر ابتداء اور انتہاء ہو، اس میں بھی حرج نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سوتے وقت تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے، اس پر پابندی کرنے والا ان شاء اللہ اندھا نہ ہوگا۔ یعنی یہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلق امر وجوب کے لیے ہوتا ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کے بعد اس فرمان کی ضرورت نہ ہوتی۔

یعنی بڑے استنجے کے لیے تین، یا پانچ، یا سات حسب ضرورت ڈھیلے لے۔ اگر چار یا چھ لئے جب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ مقصود صفائی ہے۔ خیال رہے کہ سرمے کی تین ہی سلائیاں لگائے پانچ یا سات نہیں کہ یہی سنت ہے۔

کیونکہ خلال سے نکالے ہوئے میں خون سے مخلوط ہونے کا احتمال ہے، لہذا احتیاطًا نہ کھائے اور زبان سے نکالے ہوئے میں یہ احتمال نہیں وہاں اس احتیاط کی ضرورت نہیں۔

یہ اس صورت میں ہے کہ خون سے مخلوط ہونے کا صرف احتمال ہو یقین نہ ہو، اگر یقین ہو تو نگلنا حرام ہے کیونکہ بہتا خون حرام بھی ہے اور نجس بھی، خواہ دوسرے کا۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ بہتا خون جسم میں داخل کرنا ناجائز ہے جیسے پیشاب پاخانہ داخل کرنا کہ یہ سب نجس ہیں۔ لوگوں کے سامنے تو آڑ کرنا فرض ہے، تنہائی میں آڑ مستحب، کیونکہ یہ حیا کا ایک شعبہ ہے اسی لیے تنہائی میں بھی ننگا رہنا ممنوع ہے۔ ڈھیر کی طرف پیٹھ کرنا اس واسطے ہے کہ آگے تو کپڑے وغیرہ سے بھی آڑ کی جاسکتی ہے ورنہ دونوں طرفیں ستر کے لائق ہیں۔

یعنی تنہائی میں یہ پردہ مستحب ہے واجب نہیں۔ شیطان کے کھیلنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ننگا دیکھ کر ہنستا ہے، وسوسے ڈالتا ہے وغیرہ۔ مراۃ المناجیح

{حدیث ۳۲۹}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ (ص: 115) مِنْهُ . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ إِلَّا أَنَّهُمَا لم يذكرا: ثُمَّ يغْتَسل فِيهِ أويتوضأ فِيهِ

ابو دائود. ابن ماجه. نسائی. ترمذی: ۲۷۔ ۳۰۳۔ ۲۱

روایت ہے عبداللہ ابن مغفل سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی غسل خانہ میں ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل یا وضو کرے گا کیونکہ عام وسوسے اسی سے ہوتے ہیں۔ اسے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر ان دونوں نے ثم یغتسل کا ذکر نہ کیا۔

حمام سے مراد کون سا حمام ہے؟ اگر غسل خانہ کی زمین پختہ ہو اور اس میں پانی خارج ہونے کی نالی بھی ہو تو وہاں پیشاب کرنے میں حرج نہیں، اگرچہ بہتر ہے کہ نہ کرے۔ لیکن اگر زمین کچی ہو اور پانی نکلنے کا راستہ بھی نہ ہو تو پیشاب کرنا سخت برا ہے کہ زمین نجس ہو جائے گی، اور غسل یا وضو میں گندا پانی جسم پر پڑے گا۔ یہاں دوسری صورت ہی مراد ہے اسی لیے تاکیدی ممانعت فرمائی گئی۔

یعنی اس سے وسوسوں اور وہم کی بیماری پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ تجربہ ہے یا گندگی چھینٹیں پڑنے کا وسوسہ رہے گا۔

{حدیث ۳۳۰}

وَعَن عبد الله بن سرجس قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي جُحْرٍ.

نسائی. ابوداؤد. احمد: ۳۴۔۲۹۔ ۲۱۰۵۶

روایت ہے عبداللہ ابن سرجس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔

سوراخ میں پیشاب کرنے کا وبال: حجر سے مراد یا زمین کا سوراخ یا دیوار کی پھٹن، سوراخ میں پیشاب کرنے سے اس لئے منع فرمایا چونکہ اکثر سوراخوں میں زہریلے جانور، چیونٹیاں وغیرہ کمزور جانور یا جنات رہتے ہیں، چیونٹیاں پیشاب یا پانی سے تکلیف پائیں گی، یا سانپ وجن نکل کر ہمیں تکلیف دیں گے، اس لیے وہاں پیشاب کرنا منع فرمایا گیا۔ چنانچہ سعد ابن عبادہ انصاری کی وفات اسی سے ہوئی کہ آپ نے ایک سوراخ میں پیشاب کیا جن نے نکل کر آپ کو ہلاک کر دیا۔ لوگوں نے اس سوراخ سے یہ آواز سنی

"نَحْنُ قَتَلْنَا سَيِّدَ الْخَزْرَجِ سَعْدَ بْنِ عُبَادَةَ وَرَمَيْنَاهُ بِسَهْمٍ فَلَمْ نُخْطِ فُؤَادَهُ"۔ مرقاۃ المفاتیح واشعۃ اللمعات کتاب الطہارۃ

{حدیث ۳۳۱}

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ: الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ وَالظِّلِّ ".

ابوداؤد. ابن ماجہ: ۲۶۔ ۳۲۸

روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین لعنتی چیزوں سے بچو، گھاٹوں، درمیانی راستہ اور سایہ میں پیشاب، پاخانہ کرنے سے۔

اس کی شرح پہلے گزر چکی

{حدیث ۳۳۲}

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَخْرُجِ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَنْ عَوْرَتِهِمَا يَتَحَدَّثَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَمْقُتُ عَلَى ذٰلِكَ. ابوداؤد. ابن ماجہ. احمد: ۱۵۔ ۳۴۲۔ ۱۱۳۳۰

روایت ہے حضرت ابوسعید نے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخص استنجاء کرنے نہ جائیں کہ شرمگاہیں کھولے باتیں کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

دو شخص استنجاء کرنے نہ جائیں: کیونکہ دوسرے کے سامنے ننگا ہونا بھی منع ہے، اور پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے باتیں کرنا بھی جرم، اس وقت باتیں کرنے سے ملائکہ کو تکلیف ہوتی ہے، بلکہ اس وقت اللہ کا بھی ذکر نہ کریں، اگر چھینک آئے تو زبان سے الحمد للہ بھی نہ کہیں، اگر کوئی سلام کرے تو جواب بھی نہ دیں۔ غرض کہ پیشاب پاخانہ اور صحبت کے وقت مطلقاً بات کرنا ممنوع ہے۔

{حدیث ۳۳۳}

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ. فَلْيَقُلْ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالخبائث ". ابوداؤد. ابن ماجہ. احمد: ۶۔ ۲۰۶۔ ۱۹۵۰۱

روایت ہے زید بن ارقم سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ استنجاء خانے جنات کے حاضر رہنے کی جگہ ہیں تو جب تم میں سے کوئی استنجاء خانہ جائے تو کہہ لے میں گندے جن اور جناتنی سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔

شیطان کے ٹھکانے: حضور نے فرمایا کہ بیت الخلا شیطان کے حاضر ہونے کے ٹھکانے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پلیدیاں پڑتی ہیں، اللہ کا ذکر ہوتا نہیں، اس لئے وہاں شیطان لوگوں کی تاک میں بیٹھتے ہیں، اسی لئے حکم ہے کہ بلاضرورت پاخانہ میں نہ جاؤ اور بلاوجہ وہاں نہ بیٹھو۔ خیال رہے کہ گرجے، مندر، شراب خانے، سینما، جہاں جواری جوا کھیلیں یہ تمام جگہ شیطانوں کے ٹھکانے ہیں۔ سرکار نے فرمایا ہے کہ بازاروں میں شیطان رہتا ہے کہ وہاں جھوٹ، دھوکے بہت دیئے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ دعائیہ کلمات پاخانہ میں جانے سے پہلے کہے، پاخانہ کے اندر اللہ کا ذکر منع ہے، کیونکہ وہاں گندگیاں ہیں۔

حضور کے شیطان کے بارے احادیث میں تعارض:

عن عبد العزيز بن صهيب قال سمعت انسا يقول كان رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دخلُ الْخَلَاءِ قال اللهم انی أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ والخبائث ".

روایت ہے حضرت عبدالعزیز بن صہیب سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب استنجاء خانے جاتے تو کہتے اے اللہ میں جن اور جناتنی سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ صحیح بخاری کتاب الوضو۔ جب کہ اس کے برعکس دوسری حدیث میں ہے

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ. قَالُوا: وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَإِيَّايَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ ". رَوَاهُ مُسلم

ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ ایک ساتھی جن اور ایک ساتھی فرشتہ مقرر نہ ہو عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے ساتھ بھی ہے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر مدد دی ہے جس سے وہ مسلمان ہو گیا ہے اب وہ مجھے صرف بھلائی ہی کا مشورہ دیتا ہے۔

پہلی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ استنجاء خانے جاتے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جب کہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرا شیطان ایمان لا چکا ہے اور وہ مجھے نیکی کا مشورہ دیتا ہے دونوں حدیثوں میں تعارض واضح ہے۔

حضور کے شیطان کے بارے احادیث میں تعارض کی تطبیق: اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا شیطان سے پناہ طلب کرنا اظہار عبودیت اور اور تعلیم امت کے لئے ہے کیونکہ آپ ﷺ تمام جنات اور انسانوں کے شر سے محفوظ و مامون ہیں جیسا کہ حدیث میں میں آپ نے خود فرمایا کہ میرا شیطان ایمان لا چکا ہے۔

{حدیث ۳۳۴}

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُهُمُ الْخَلَاءَ أَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللّٰهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَإِسْنَادُه لَيْسَ بِقَوِيٍّ۔ ترمذی، ابن ماجہ:۶۰۶، ۲۹۷

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنات کی آنکھوں اور لوگوں کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب کوئی استنجاء خانہ میں جائے تو بسم اللہ کہہ لے اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اس کی سند قوی نہیں۔

جب کوئی استنجاء خانہ میں جائے تو بسم اللہ کہہ لے: یعنی جیسے دیوار اور پردے لوگوں کی نگاہ سے آڑ بنتے ہیں، ایسے ہی یہ اللہ کا ذکر جنات کی نگاہوں سے آڑ بنے گا کہ جنات اس کو نہ دیکھ سکیں۔

بسم اللہ کے فضائل: حضرتِ سیِّدُ نا صفوان بن سُلَیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، انسان کے ساز و سامان اور مَلبوسات کو جنات استعمال کرتے ہیں۔ لِھٰذا تم میں سے جب کوئی شخص کپڑا (پہننے کے لئے) اٹھائے یا (اُتار کر) رکھے تو۔ بسم اللہ شریف۔ پڑھ لیا کرے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام مُہر ہے۔ (یعنی بسم اللہ پڑھنے سے جِنات ان کپڑوں کو استعمال نہیں کریں گے۔ لقط المرجان فی احکام الجان لِلسُّیوطی

بسم اللہ کے نزول کے وقت ھلبلی مچ گئی: حضرتِ سیِّدُ نا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازِل ہوئی تو بادَل مشرِق کی سَمت دوڑے، ہوائیں ساکن ہوگئیں، سَمُندر جوش میں آ گیا، چوپایوں نے غور سے سننے کیلئے اپنے کان لگا دیئے اور شیطانوں کو آسمانوں سے پتھر مارے گئے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا، مجھے میری عزّت وجلال کی قسم! جس شئے پر بِسمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم پڑھی گئی میں اس میں بَرَکت دوں گا۔ اَلدُّرُّ الْمَنْثُور ج ۱ص ۱۰۵

بسم اللہ کی برکت سے زَہر قاتل بے اثر ہوگیا: ایک مرتبہ حضرت خالِد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کچھ مجوسیوں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہمیں کوئی ایسی نشانی بتائیے جس سے ہم پر اسلام کی حقّانِیّت واضح ہو۔ چُنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زہرِ قاتل منگوایا اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر اُسے کھالیا۔ بسم اللہ کی بَرَکت سے اُس زہرِ قاتل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوئی اثر نہ کیا۔ یہ مَنظر دیکھ کر مجوسی (آتش پرست) بے ساختہ پکار اُٹھے، دینِ اسلام حق ہے۔ تفسیرِ کبیر ج اول ص ۲۵۴

ترک بسم اللہ شیطان کو موٹا تازہ کر دیتا ہے: ایک مرتبہ دو شیاطین میں ملاقات ہوئی۔ ایک شیطان خوب موٹا تازہ تھا۔ جبکہ دوسرا دُبلا پتلا۔ موٹے نے دُبلے سے پوچھا، بھائی! آخر تم اتنے کمزور کیوں ہو؟ اُس نے جواب دیا، میں ایک ایسے نیک بندے کیساتھ ہوں جو گھر میں داخِل ہوتے اور کھاتے پیتے وَقت بِسمِ اللہ شریف پڑھ لیتا ہے تو مجھے اُس سے دُور بھاگنا پڑتا ہے۔ یار! یہ تو بتاؤ! تم نے بُہت جان بنا رکھی ہے اِس میں کیا راز ہے؟ موٹا بولا، میں ایک ایسے غافِل شخص پر مُسلّط ہوں جو گھر میں بِسمِ اللہ پڑھے بغیر داخِل ہو جاتا ہے اور کھاتے پیتے وَقت بھی بِسمِ اللہ نہیں پڑھتا لہٰذا میں اس کے ان تمام کاموں میں شریک ہو جاتا ہوں اور اس پر جانور کی طرح سُوار رہتا ہوں، یہ راز ہے میری صحت مندی کا۔ اَسرارُ الفاتحہ ص ۱۳۵

بسم اللہ پڑھنے سے شیطان نے کھانا اُگل دیا: حضرتِ سیِّدُ نا اُمَیَّہ بن مَخْشِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حُضُور سراپا نور، فیض گنجور، شاہ غَیُور، محبوبِ ربِّ غَفور عَزَّ وَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم تشریف فرما تھے۔ ایک شخص بغیر بسم اللہ

پڑھے کھانا کھا رہا تھا، جب کھا چُکا اور صِرف ایک ہی لُقمہ باقی رَہ گیا تو وہ لُقمہ اُٹھایا اور اُس نے کہا، بسم اللہِ اَوَّلَہ وَاٰخِرَہ۔ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا، شیطان اِس کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، جب اِس نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا نام لیا تو جو کچھ اُس کے پیٹ میں تھا اُگل دیا۔ ابوداو،د شریف، ج ۳ ص ۳۵۶۔

{حدیث ۳۳۵}

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غفرانك.

ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، ابوداؤد:۷، ۳۰۰، ۶۸۰، ۳۰

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب استنجاء سے آتے تو فرماتے تیری بخشش (چاہیئے)۔

پاخانہ سے فارغ ہوکر مغفرت مانگنے کی توجیہ: ان تمام احادیث میں بیت الخلاء سے استنجاء کرنے کی جگہ مراد ہے، جنگل میں ہو، یا چھت پر، یا گھر کے گوشہ میں، نہ کہ خاص کوٹھڑیاں کیونکہ اس زمانہ میں گھروں میں پیشاب پاخانہ کی کوٹھڑیاں بنانے کا رواج نہ تھا۔ اور استنجاء سے فارغ ہوکر مغفرت مانگنے کی دو وجہ ہیں: ایک یہ کہ فراغت کا وقت اللہ کے ذکر کے بغیر گزرا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اس حالت کے تمام حالات میں ذکر اللہ کرتے تھے خداوند اس کوتاہی کو معاف کر۔ دوسرے یہ کہ خیریت سے پاخانہ ہوجانا خدا کی بڑی نعمت ہے جس کے شکریہ سے زبان قاصر ہے خدایا اس قصور کو معاف کر۔ خیال رہے کہ حضور کی استغفارہ امّت کی تعلیم کے لیے ہے۔

{حدیث ۳۳۶}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ أَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فِي تَوْرٍ أَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجَى ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِإِنَاءٍ آخَرَ فَتَوَضَّأَ.

ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، نسائی:۴۵، ۳۵۸، ۶۶۸، ۵۰

(1 روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ جاتے تو میں آپ کی خدمت میں چھاگل یا پیالہ میں پانی لاتا آپ استنجاء کرتے پھر ہاتھ شریف زمین پر رگڑتے پھر میں دوسرا برتن لاتا تو وضو فرماتے۔ اسے ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا۔

اکابرین کی خدمت حصول سعادت کا ذریعہ ہے: نبی کریم جب پاخانہ جاتے تو میں آپ کے لئے چھاگل میں پانی لاتا: اس سے معلوم ہوا کہ نبی امتی سے، پیر مرید سے، استاد شاگرد سے، باپ اپنے بیٹے سے خدمت لے سکتا ہے۔ اور ان لوگوں کا رضاء کارانہ طور پر بزرگوں کی خدمت کرنا سعادت مندی ہے۔

آپ استنجاء کرتے پھر ہاتھ شریف زمین پر رگڑتے: تا کہ مٹی سے ہاتھ مانجھ کر بو دفع کر دی جائے لہذا استنجے کے بعد صابون وغیرہ سے ہاتھ دھونا سنت سے ثابت ہے۔ خیال رہے کہ حضور کا یہ فعل شریف بھی امت کے لیے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات میں بدبو نہ تھی حتی کہ ایک بی بی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو کہ میں پی لیا جیسا کہ اس کے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

پھر میں دوسرا برتن لاتا تو وضو فرماتے: اکثر نہ کہ ہمیشہ، جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے۔ چونکہ برتن چھوٹا تھا استنجے کے بعد وضو کے لائق پانی نہیں بچتا تھا، اس لیے دوسرے برتن سے وضو فرماتے تھے ورنہ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔

39/39

{حدیث ۳۳۷}

وَعَنِ الحكم بن سُفيان قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ تَوَضَّأَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ.

ابوداؤد.نسائی.ابن ماجه.احمد:۱۶۶_۱۳۴_۳۶۱_۱۵۴۵۹

روایت ہے حکیم ابن سفیان سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو فرماتے اور شرمگاہ (رومالی) پر چھینٹا دیتے۔ابوداؤد،نسائی

آپ وضوفرماتے اورشرمگاہ (رومالی) پر چھینٹا دیتے: رومالی پر چھینٹا مارنا دفع وسوسہ کے لیے اکسیر ہے۔بعض علماء ہر وضو کے بعد اس کے چھینٹے کو مستحب کہتے ہیں۔بعض فرماتے ہیں کہ اگر پیشاب کے بعد وضو کیا جائے تو چھینٹا مار لیا جائے تاکہ اگر بعد میں رومالی پر تری نظر آئے تو اس کے پیشاب ہونے کا احتمال نہ رہے یہی صحیح ہے۔

{حدیث ۳۳۸}

وَعَنْ أُمَيْمَةَ بنت رقيقة قَالَتْ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص: 117) قَدَحٌ مِنْ عَيْدَانٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ يَبُولُ فِيهِ بِاللَّيْلِ. ابوداؤد.نسائی:۲۴_۳۲

روایت ہے امیمہ بنت رقیقہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا رہتا تھا جس میں رات کو پیشاب کرتے تھے۔

عیدان یا عود کی جمع ہے۔(بمعنی لکڑی) یا عیدانۃ کی،بمعنی درخت کھجور۔سرکار مدینہ اکثر زمین پر سوتے تھے اور کبھی تخت پر بھی،پائنتی کی طرف یہ پیالہ رہتا تھا تاکہ پیشاب کے لیے سردی وغیرہ میں باہر نہ جانا پڑے۔

{حدیث ۳۳۹}

وَعَنْ عمر قَالَ: رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبُولُ قَائِمًا فَقَالَ: يَا عُمَرُ لَا تَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحْيِي السّنة C: قد صَحَّ:

ترمذی.ابن ماجه.بخاری.مسلم:۱۳_۱۲_۳۰۵،۳۰۸_۲۲۴_۶۳۲

روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑے ہوئے پیشاب کررہا تھا توفرمایا کہ اے عمر کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا کرو پھر میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا۔ترمذی،ابن ماجہ

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا حکم: اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ اور طریقہ کفار ہے،جاہلیت کے لوگ گدھے بیل کی طرح کھڑے ہوکر پیشاب کیا کرتے تھے۔اگر اس میں بے پردگی ہو یا کپڑے پر چھینٹیں پڑیں یا مشابہت کفار (فیشن) کے لیے ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی،مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز۔

{حدیث ۳۴۰}

ـن حُذَيْفَةَ قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سباطة قوم فَبَالَ قَائِمًا.. قيل: كَانَ ذَلِكَ لعذر.

حضرت حذیفہ سے بروایت صحیح مروی ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے تو کھڑے ہوکر پیشاب کیا

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض: روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑے ہوئے پیشاب کررہا تھا توفرمایا کہ اے عمر کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا کرو پھر میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا۔(ترمذی،ابن ماجہ) اور دوسری حدیث میں ہے

شیخ الامام محی السنہ نے فرمایا حضرت حذیفہ سے بروایت صحیح مروی ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے تو کھڑے ہوکر پیشاب کیا (مسلم،بخاری) دونوں احادیث متعارض ہیں۔

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: جس حدیث میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی ممانعت ہے وہ تو بالکل واضح ہے اور یہی حکم ہے اور جس میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا ثبوت ہے اس کی ایک وجہ عذر ہو سکتا ہے یا پھر وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی کیونکہ کوڑی پر ہر جگہ نجاست ہی ہوتی ہے،یا پاؤں شریف میں زخم،یا پیٹھ میں درد تھا جس کے لیے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مفید تھا لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

عورتوں کے گھر سے نکلنے کا حکم شرعی: بخاری نے اس باب میں عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے بارے میں یہ حدیث بیان کی عن عائشہ عن النبی ﷺ قال قد اذن ان تخرجن فی حاجتکن قال ھشام یعنی البراز۔

صحیح بخاری کتاب الوضو حدیث ۱۴۷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک تمہیں یعنی عورتوں کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے ہشام نے کہا یعنی قضائے حاجت کے لئے۔

حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ عورتیں اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں کیونکہ اللہ رب العزت نے انہیں قرآن پاک میں پردے کے احکام نازل کرنے کے بعد ان کو باہر نکلنے کی اجازت عطا فرمائی فقہاء فرماتے ہیں کہ جب عورت قضائے حاجت کے لئے باہر نکل سکتی ہے تو دیگر حاجات وضروریات مثلاً اپنے رشتہ داروں سے ملنے،عیادت کرنے شادی بیاہ اور اقرباء کی موت وفوت وغیرہ کے لئے بھی گھر سے نکل سکتی ہے۔

الفصل الثالث:

{حدیث ۳۴۱}

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَنْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُولُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوهُ مَا كَانَ يَبُولُ إِلَّا قَاعِدًا.

ترمذی.نسائی.ابن ماجه.احمد:۱۲_۲۹_۳۰۷_۲۶۱۱۴

(1 روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں جو تمہیں یہ خبر دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو اسے سچا نہ مانو آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

اس کی شرح سابق میں ہوچکی

{حدیث ۳۴۲}

وَعَنْ زيد بن حَارِثَة عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَاهُ فِي أَوَّلِ (ص: 118) مَا أُوحِيَ إِلَيْهِ فَعَلَّمَهُ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْوُضُوءِ أَخَذَ غُرْفَةً مِنَ الْمَاءِ فَنَضَحَ بِهَا فَرْجَهُ.

احمد.دارقطنی.ابن ماجه:۱۶۱۹_۳۸۴_۳۶۲

روایت ہے حضرت زید ابن حارثہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضرت جبریل پہلی وحی میں آپ کے پاس آئے تو آپ کو وضو ونماز سکھائی پھر جب وضو سے فارغ ہوئے تو پانی کا چلو لیا اور شرمگاہ پر چھڑکا۔احمد ودارقطنی

پہلی وحی کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں روایت ہے حضرت زید ابن حارثہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضرت جبریل پہلی وحی میں آپ کے پاس آئے تو آپ کو وضو ونماز سکھائی پھر جب وضو سے فارغ ہوئے تو پانی کا چلو لیا اور شرمگاہ پر چھڑ کا احمد و دار قطنی۔

جبکہ باب الوحی کی حدیث میں ہے کہ پہلی وحی جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی وہ "**اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ** ہے۔

پہلی وحی کے بارے میں دونوں حدیثیں ایک دوسرے سے متعارض ہیں

پہلی وحی کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ پہلی وحی سے مراد احکام قرآن کی پہلی وحی فرضیت نماز یعنی شبِ معراج کے بعد کی پہلی وحی ہے جو نبوت کے تیرھویں سال ہوئی، کیونکہ اس سے پہلے نہ نماز آئی تھی نہ وضو۔ اور دوسری حدیث میں نزول قرآن کی پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ ہے۔

{حدیث ۳۴۳}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " جَاءَنِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِحْ ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يَقُولُ: الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ الرَّاوِي مُنْكَرُ الْحَدِيثِ- ترمذی، ابن ماجہ: ۵۰۔ ۴۶۳

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس حضرت جبریل آئے عرض کیا اے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم، جب آپ وضو کریں تو پانی چھڑک لیا کریں۔ ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے میں نے محمد یعنی امام بخاری کو کہتے سنا کہ حسن بن علی ہاشمی راوی منکر الحدیث ہے۔

یا محمد کہنے کا حکم: میرے پاس حضرت جبریل آئے عرض کیا یا محمد: شاید یہ حدیث اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ الایہ۔ اس آیت کے نزول کے بعد فقط نام شریف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا حرام ہے، جب ہمارا رب ہی اپنے محبوب کو نبی، رسول، مزمل، مدثر کے القاب سے پکارے تو مخلوق صرف نام سے کیسے پکار سکتی ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ یہ الفاظ شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہوں انہوں نے ادب سے پکارا ہوگا، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انکسارًا اس طرح نقل فرمایا، جیسے کہا جاتا ہے کہ مجھ سے فلاں نے کہا تو اس وقت آنا، حالانکہ انہوں نے کہا ہوتا ہے (آپ تشریف لائیے گا)۔

میں نے امام بخاری کو کہتے سنا کہ حسن بن علی راوی منکر الحدیث ہے: یعنی اس اسناد میں کوئی راوی حسن ابن علی بھی ہے جو خود ثقہ نہیں ہے اور اس روایت میں وہ اکیلا ہے مگر مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث معتبر ہے۔ خیال رہے کہ یہ حسن ابن علی کوئی غیر معتبر شخص ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مراد نہیں جیسا بعض لوگوں نے سمجھا۔

{حدیث ۳۴۴}

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: " بَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ: مَا هَذَا يَا عُمَرُ؟ قَالَ: مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهِ. قَالَ: مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً .ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد: ۴۲۔ ۳۲۷۔ ۲۵۱۵۰

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں پیشاب کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت عمر آپ کے پچھلے پانی کا کوزہ لے کر کھڑے ہوگئے فرمایا اے عمر! یہ کیا؟ عرض کیا پانی ہے جس سے آپ وضو کریں فرمایا مجھے یہ حکم نہیں کہ جب بھی پیشاب کروں تو وضو کروا گر یہ کروں تو سنت ہوجائے۔

مجھے حکم نہیں کہ پیشاب کروں تو وضو کروا گر یہ کروں تو سنت ہوجائے: یعنی سنت مؤکدہ، ورنہ باوضو رہنا سنت مستحبہ تو ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت کے لیے حکم کا انتظار نہیں کرتے تھے بلکہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کریں وہ سنت مؤکدہ ہے۔ اور جس کا حکم بھی کریں وہ واجب۔ تیسرے یہ کہ بار ہا سرکار نے امت پر آسانی کرنے کے لئے مستحب کاموں کو چھوڑ دیا ہے اور یہ چھوڑنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث ثواب ہے کیونکہ تبلیغ ہے۔

{حدیث ۳۴۵}

وَعَن أَبِي أَيُّوب وَجَابِر وَأنس: أَن هَذِهِ الْآيَة نزلت (فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يحب المطهرين) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَثْنَى عَلَيْكُمْ فِي الطُّهُورِ فَمَا طُهُورُكُمْ قَالُوا نَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَنَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ قَالَ فَهُوَ ذَاكَ فعليكموه. ابن ماجہ، حاکم: ۳۵۵۔ ۵۵۳

روایت ہے حضرت ابوایوب و جابر و انس سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ ستھروں کو پسند فرماتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انصار کے گروہ اللہ نے تمہاری پاکی کی بہت تعریف کی ہے تمہاری کیسی پاکی ہے وہ بولے کہ ہم نماز کے لیئے وضو جنابت کے لئے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجاء تو فرمایا کہ وہ یہ ہی پاکی ہے اسے لازم کرلو۔

یعنی یہ لوگ ڈھیلوں کے بعد پانی سے بھی استنجاء کر لیتے ہیں، یا صرف پانی سے ہی استنجاء کرتے ہیں نہ کہ ڈھیلوں سے، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں، جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے۔ دوسرے لوگ صرف ڈھیلوں پر کفایت کرتے ہیں مگر یہ کفایت خشک پاخانے میں ہوسکتی ہے، دست کی صورت میں دھونا فرض ہے جب کہ روپے سے زیادہ جگہ لتھڑ جائے۔

{حدیث ۳۴۶}

وَعَن سلمَان قَالَ قَالَ لَهُ بعض الْمُشْرِكين وَهُوَ يستهزء بِهِ إِنِّي لأرى صَاحبكُم يعلمكم كل شَيْء حَتَّى الخراءة قَالَ أَجَلْ أَمَرَنَا أَنْ لَا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا وَلَا نَكْتَفِيَ بِدُونِ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ وَلَا عَظْمٌ. مسلم، ابن ماجہ، احمد: ۶۰۷۔ ۳۱۶۔ ۲۴۱۲۰

روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں بعض مشرکوں نے مذاقًا کہا کہ ہم تمہارے صاحب کو دیکھتے ہیں کہ تم کو پاخانہ کرنا تک سکھاتے ہیں میں نے کہا ہاں ہمیں حکم دیا ہے کہ قبلہ کو منہ نہ کریں اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کریں اور تین پتھروں سے کم پر کفایت نہ کریں ان میں نہ گوبر ہو نہ ہڈی (مسلم) احمد نے روایت کیا یہ اس کے لفظ ہیں۔

بعض مشرکوں نے مذاقًا کہا: مشرکین کی طعنہ زنی کا مطلب یہ تھا کہ ایسی معمولی باتیں سکھانا ان کی شان کے خلاف ہے بڑے لوگ بڑی باتیں سکھائیں۔

حضور کے غلام کے جواب دینے کا مقصد یہ تھا کہ یہ تو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے کہ ہمیں کسی کا محتاج نہ رکھا سب کچھ سکھا دیا۔ دیکھو ہمیں استنجاء کے بارے میں کیسے نفیس احکام عطا فرمائے، تم بھی یہ باتیں سیکھ لو اور کچھ نہیں تو استنجا کرنا ہی سیکھ لو آج تک تو تمہیں استنجا کرنا بھی نہیں آیا۔

{حدیث ۳۴۷}

وَعَن عبد الرَّحْمَن بن حَسَنَةَ قَالَ: " خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِه كَهَيْئَةِ الدَّرَقَةُ فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ فَبَالَ إِلَيْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: انْظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ فَسَمِعَهُ فَقَالَ أَوَ مَا عَلِمْتَ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمْ شَيْءٌ من الْبَوْلُ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِيضِ فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ".

ابن ماجہ.ابوداؤد.نسائی:۳۳۶۔۲۲۔۳۰

روایت ہے حضرت عبدالرحمان بن حسنہ سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ آپ کے ہاتھ شریف میں ڈھال تھی آپ نے ڈھال زمین پر رکھی پھر بیٹھ کر اس کے پیچھے پیشاب کیا تو بعض کفار بولے انہیں دیکھو تو عورتوں کیطرح پیشاب کرتے ہیں یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی تو فرمایا افسوس تم پر کیا تمہیں خبر نہیں کہ بنی اسرائیل والے کو کیا آفت پہنچی تھی کہ جب انہیں پیشاب لگ جاتا تو قینچیوں سے جگہ کاٹ ڈالتے تھے اس نے انہیں منع کیا تو اپنی قبر میں عذاب دیا گیا اسے ابوداؤد وابن ماجہ نے روایت کیا اور نسائی نے ان سے انہوں نے ابوموسی سے۔

حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے، والد کا نام عبداللہ ابن مطاع ہے، آپ صحابی ہیں۔

کفار بولے انہیں دیکھو تو عورتوں کیطرح پیشاب کرتے ہیں: اسلام سے پہلے عربی مرد بے دھڑک سب کے سامنے ننگے پیشاب پاخانہ کرلیا کرتے تھے۔ ستر اور شرم حجاب اسلام نے سکھایا وہ لوگ اس تہذیب کا مذاق اڑاتے تھے، جیسے آج بعض بے دین جاہل بعض اسلامی احکام داڑھی، نماز وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

آپ کے ہاتھ شریف میں ڈھال تھی: ورقہ چمڑے کی وہ ڈھال ہے جس میں لکڑی اور پٹھا استعمال نہ کیا جائے۔ ہلکی ہوتی ہے، جنگ میں تلوار کا وار آسانی سے روک لیتی ہے۔ ڈھال کی آڑ میں پیشاب کرنے سے معلوم ہوا کہ پیشاب کے وقت پورے جسم کا چھپانا ضروری نہیں، صرف شرمگاہ کا چھپ جانا کافی ہے، کیونکہ ڈھال چھوٹی ہوتی ہے۔

جب انہیں پیشاب لگ جاتا تو قینچیوں سے جگہ کاٹ ڈالتے تھے:

بنی اسرائیل کی شریعت میں افراط تھا: ا۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ہاں پیشاب کے احکام بہت سخت تھے کہ اگر کپڑے میں لگ جائے جلا ڈالو، اور اگر بدن پر لگ جائے تو اتنی کھال چھیل ڈالو۔ ان میں ایک شخص نے بنی اسرائیل کو مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرو۔ اس مشورے پر وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوا۔

۲۔ دین موسی میں عورت کو حیض آتا تو اس کا کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا سب الگ کر دیا جاتا اور اس کو حالت حیض میں دوسرے افراد کے ساتھ بات چیت کرنا بھی حرام تھا یہ تفریط ہے اور دین عیسی میں عورت کو حالت حیض میں ہر کام کی اجازت تھی حتی کہ اس کے ساتھ جماع کرنا، حالت حیض میں عورت کا عبادت کرنا، اس کے ساتھ کھانا، پینا سب جائز تھا یہ افراط ہے جب کہ اس کے مقابلے میں اسلام میں عورت کو گھر کے افراد کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، اور شوہر کے ساتھ بوس وکنار کرنا جائز ہے لیکن جماع اور عبادت کرنے کی اجازت نہیں یہ اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۳۔ دین موسی میں کپڑے پر نجاست لگ جاتی تو وہ اس وقت تک پاک نہیں ہوتا تھا جب تک نجاست والی جگہ کو کاٹ نہ لیا جاتا یہ تفریط ہے اور دین عیسی میں نجاست لگ جانے کے باوجود کپڑا پاک ہوتا دھونے کی بھی ضرورت نہ تھی اور اس میں عبادت وغیرہ جائز تھی یہ افراط ہے لیکن اس کے مقابلے میں دین اسلام میں ناپاک کپڑے کو پانی سے پاک کرلیا جائے تو کپڑا

پاک ہوجاتا ہے نہ تو کاٹنے کی ضرورت ہے اور نہ نجاست کی حالت میں عبادت کی اجازت یہی اعتدال اور امر متوسط ہے۔

۵۔ یہودیوں کی شریعت میں جس نے قتل کیا اس سے قصاص لازم تھا اس کے علاوہ دوسری کوئی صورت نہیں تھی یہ تفریط ہے عیسائیوں کی شریعت میں مقتول کے ورثا پر فرض ہے کہ وہ قاتل کا قصاص معاف کردیں یہ افراط ہے جبکہ اسلام کہتا ہے کہ مقتول کے ورثا کو اختیار ہے کہ وہ چاہیں تو قصاص لے لیں اور اگر چاہیں تو معاف کردیں اور یہی اعتدال امر متوسط ہے۔

{حدیث ۳۴۸}

عَن مَرْوَان الْأَصْفَر قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمنِ أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هَذَا قَالَ بَلَى إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ ابوداؤد.حاکم:۱۱ ۵۵۱

روایت ہے حضرت مروان اصفر سے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی سواری قبلہ رخ بٹھالی پھر بیٹھ کر اس کی جانب پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اے ابوعبدالرحمان کیا اس کی ممانعت نہیں ہے فرمایا کہ اس سے جنگل میں منع کیا گیا ہے مگر جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز آڑ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں

کہا اے ابوعبدالرحمان کیا اس کی ممانعت نہیں ہے: اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عام صحابہ اور تابعین میں یہی مشہور تھا کہ مطلقا قبلہ رو پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے چاہے باتھ میں ہوں یا میدان میں گھر میں ہوں یا جنگل اور کھلے آسمان کے نیچے، تب ہی تو اس تابعی کو حضرت ابن عمر کے اس فعل پر تعجب ہوا، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔

انہوں نے اپنی سواری قبلہ رخ بٹھالی پھر بیٹھ کر اس کی جانب پیشاب کرنے لگے: یہ حضرت ابن عمر کا اجتہادی فتوی ہے۔ یہ جنگل اور بستی کا فرق حدیث مرفوع میں نہیں سابقہ حدیث میں اس کی شرح ہوچکی

{حدیث ۳۴۹}

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي. ابن ماجہ:۳۰۱

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے سے نکلتے تو فرماتے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ سے تکلیف دہ چیز دور کی اور مجھے عافیت (راحت بخشی)

جب استنجاء خانے سے نکلتے تو فرماتے کہ شکر ہے اللہ کا: یہاں دو نعمتوں پر خدا کا شکر ہے تکلیف دہ چیز یعنی فضلہ کا نکل جانا اور راحت کا ملنا اس طرح کہ اس کے ساتھ یہ آنتیں باہر نہ آگئیں۔ یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے مگر غور کرو تو عظیم الشان نعمت ہے۔

{حدیث ۳۵۰}

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: " لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ انْهَ أُمَّتَكَ أَنْ يَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا فَنَهَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ". ابوداؤد:۳۹

روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ جب جنات کا وفد حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا یارسول اللہ اپنی امت کو منع فرمادیں کہ ہڈی گوبر یا کوئلہ سے استنجاء نہ کریں کیونکہ اس میں اللہ نے ہماری روزی کی ہے تب ہم کو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔

کیا مومن جن گندا گوبر کھاتے ہیں؟ یاد رہے کہ پہلے بھی حدیث کی شرح میں کہا جاچکا ہے کہ کوئلہ اور ہڈیاں جنات کی خوراک ہیں اور گوبر جنوں کی نہیں بلکہ ان کے جانوروں کی خوراک ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مؤمن جن گندا گوبر کیوں کھاتے ہیں۔

باب السواک — مسواک کا باب

الفصل الاول — پہلی فصل

مسواک کی تعریف: مسواک کا معنی ہے ملنا، مسواک ظرف کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے دانتوں کے ملنے کا آلہ۔ شریعت میں مسواک وہ لکڑی ہے جس سے دانت صاف کئے جاتے ہیں۔ سنت یہ ہے کہ یہ کسی پھول یا پھلدار درخت کی نہ ہو، کڑوے درخت کی ہو، موٹائی چھنگلی کے برابر ہو، لمبائی بالشت سے زیادہ نہ ہو، دانتوں کی چوڑائی میں ملی جائے نہ کہ لمبائی میں، بے دانت والا انسان اور عورتیں انگلی پھیر لیا کریں۔

مسواک کتنے مقام پر سنت ہے؟ مندرجہ ذیل مقامات پر مسواک کرنا سنت ہے وضوء میں، قرآن شریف پڑھتے وقت، دانت پیلے ہونے پر، بھوک، یا دیر تک خاموشی، یا بے خوابی کی وجہ سے منہ سے بو آنے پر۔

مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی؟ احناف کے ہاں مسواک وضو کی سنت ہے نہ کہ نماز کی سنت، لہذا با وضو آدمی نماز کے لیے مسواک سنت نہیں ہوگی۔ امام شافعی کے ہاں سنت نماز ہے نہ کہ سنت وضو اور وجہ ظاہر کہ ان کے ہاں خون وضو نہیں توڑتا تو اگر مسواک سے دانت میں خون نکل بھی آیا تو نماز درست ہوگی، لیکن ہمارے ہاں بہتا خون وضو توڑ دیتا ہے۔

مسواک کے بارے میں چند ضروری مسائل: ۱۔ مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو۔ میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو۔ چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو۔ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔

۲۔ مسواک جب قابلِ استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو وہ آلہ ادائے سنت ہے اس کی تعظیم چاہیئے، دوسرے آب دہنِ مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہیئے، اسی لیے پاخانہ میں تھوکنے کو علما نے نامناسب لکھا ہے۔

۳۔ مسواک داہنے ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کہ چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور مٹھی نہ باندھے۔

۴۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہیں، چت لیٹ کر مسواک نہ کرے۔

۵۔ پہلے داہنی جانب کے اوپر کے دانت مانجھے، پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت، پھر داہنی جانب کے نیچے کے، پھر بائیں جانب کے نیچے کے۔

۶۔ جب مسواک کرنا ہو تو اسے دھولے۔ یوہیں فارغ ہونے کے بعد دھو ڈالے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ کی جانب اوپر ہو۔

۷۔ اگر مسواک نہ ہو تو انگلی یا سنگین کپڑے سے دانت مانجھ لے۔ یوہیں اگر دانت نہ ہوں تو انگلی یا کپڑا مسوڑوں پر پھیر لے۔

۸۔ مسواک نماز کے لیے سنت نہیں بلکہ وضو کے لیے، تو جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے، اس سے ہر نماز کے لیے مسواک کا مطالبہ نہیں، جب تک تغیر رائحہ نہ ہو گیا ہو، ورنہ اس کے دفع کے لیے مستقل سنت ہے البتہ اگر وضو میں مسواک نہ کی تھی تو اب نماز کے وقت کر لے۔

{حدیث ۳۵۱}

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وبالسواك عِنْد كل صَلَاة۔ بخاری مسلم: ۸۸۷۔ ۵۸۹

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ اپنی امت پر دشواری کروں گا تو انہیں عشاء میں دیر کا اور ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ (بخاری مسلم

وضو یا نماز کے لئے مسواک کے بارے ائمہ کا اختلاف: خیال رہے کہ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے اور ان کے نزدیک یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے کہ مسواک نماز کی سنت ہے مگر ہمارے ہاں اس کا مطلب ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے، احناف کی دلیل یہ احادیث ہیں، ابن خزیمہ، حاکم، بخاری شریف نے کتاب الصوم میں انہی ابوہریرہ سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں بجائے صَلٰوۃ کے عِندَ کُلِّ وُضُوءٍ ہے اور احمد وغیرہ کی روایت ہے عِندَ کُلِّ طُھُورٍ وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔ خیال رہے کہ وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسواک کی نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔

{حدیث ۳۵۲}

وَعَنْ شُرَيْحِ بن هَانِىءٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دخل بَيته؟ قَالَت: بِالسِّوَاكِ. مسلم: ۵۹۰

روایت ہے شریح ابن ہانی سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو پہلے کیا کام کیا کرتے تھے؟ فرمایا مسواک۔

وضو کے علاوہ بھی مسواک کرنا سنت ہے: معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے علاوہ بھی کرنی چاہیئے۔ مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ مسواک کے ستر فائدے ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے، یہ پائیریا سے محفوظ رکھتی ہے، گندہ دہنی دور کرتی ہے، دانتوں و معدے کو قوی کرتی ہے، آنکھوں میں روشنی دیتی ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ۔ اور افیون میں ستر برائیاں ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے خرابی خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

{حدیث ۳۵۳}

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔ بخاری مسلم: ۲۴۵۔ ۵۹۳

روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیئے رات میں اٹھتے تو اپنا منہ شریف مسواک سے ملتے بخاری و مسلم

یعنی وضو بلکہ استنجے سے بھی پہلے، پھر وضو میں اس کے علاوہ کیونکہ مسواک بیدار ہونے کی بھی سنت ہے اور وضو کی بھی۔

{حدیث ۳۵۴}

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ) يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ۔ قَالَ الرَّاوِي: ونسيت الْعَاشِرَة إِلَّا أَن تكون الْمَضْمَضَة. رَوَاهُ مُسلم وَفِي رِوَايَةِ الْخِتَانُ بَدَلَ إِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ لَمْ أَجِدْ هَذِهِ الرِّوَايَةَ (ص:122) فِي الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلَكِنْ ذَكَرَهَا صَاحِبُ الْجَامِعِ وَكَذَا الْخَطابِيّ فِي معالم السّنَن:

مسلم، ابوداؤد: ۶۰۳، ۵۳

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس چیزیں نبیوں کی سنت سے ہیں مونچھ کٹانا، داڑھی بڑھانا، مسواک، ناک میں پانی لینا، ناخن کٹانا، پورے دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیرناف کے بال مونڈنا، پانی خرچ کرنا یعنی استنجاء کرنا، راوی کہتے ہیں کہ میں دسویں بات بھول گیا ممکن ہے کلی ہو۔ (مسلم) اور ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کی بجائے ختنہ ہے • میں نے یہ روایت نہ تو صحیحین میں پائی ہے اور نہ کتاب حمیدی میں لیکن اسے جامع والے نے اور یوں ہی خطابی نے معالم السنن میں بروایت ابوداؤد عمار ابن یاسر سے روایت کیا۔

دس چیزیں نبیوں کی سنت سے ہیں: فطرت کے لغوی معنی ہیں پیدائش مگر اصطلاح میں ان سنت انبیاء کو فطرت کہا جاتا ہے جن پر ہمارے حضور بھی عامل رہے۔

۱۔ موچھیں: اتنی کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی نمودار ہو جائے، اس سے زیادہ کترانا بھی منع ہے اور منڈانا بھی ممنوع۔ بعض علماء نے مجاہدین کو بحالت جنگ موچھیں بڑھانے کی اجازت دی ہے۔ اشعۃ اللمعات

۲۔ داڑھی: چار انگشت یعنی ایک مٹھی واجب اس سے قدرے زیادہ جائز ہے، بہت زیادہ مکروہ، چار انگشت سے کم کرنا سخت منع اور منڈانا حرام، نیز ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ اگر عورت کے داڑھی نکل آئے تو اسے منڈادے۔ خیال رہے کہ ٹھوڑی کے نیچے والے بال ایک مشت کے بعد کٹوائے اور اس کے آس پاس اسی مناسبت سے کہ بالوں کا حلقہ بن جائے جیسا کہ سیدنا ابن عمر کا طریقہ تھا (بخاری شریف) قرآن حکیم فرماتا ہے" لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي "۔ معلوم ہوا کہ ایک مشت داڑھی سنت انبیاء ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہے

ناخن کٹانا: ہاتھوں اور پاؤں کے اس طرح کہ پہلے داہنے ہاتھ کی کلمے کی انگلی سے شروع کر کے چھنگلی پر ختم کردے، پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کردے، پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹ لے، اس کے بعد داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرے۔ جمعہ کے دن کٹوانا مستحب ہے اور جمعرات کے دن بعد نماز عصر بہت بہتر۔ ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک بار کاٹ لے۔ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔

پورے دھونا: کھانا وغیرہ کھا کر یا کوئی اور کام کر کے، مراد پوروں سے پوری انگلیاں ہیں۔

بغل کے بال اکھیڑنا: اکھیڑنا سنت ہے، منڈانا جائز ہے۔

زیرناف کے بال مونڈنا: سنت ہے، چونے وغیرہ سے صاف کردینا بھی جائز، قینچی سے کاٹ دینا خلاف سنت ان احکام میں عورتیں اور مرد برابر ہیں۔

پانی خرچ کرنا یعنی استنجاء کرنا: یعنی پیشاب پاخانہ کا استنجاء پانی سے کرنا سنت ہے، اور اگر نجاست درہم بھر سے زیادہ ہو تو فرض۔

ختنہ کرنا: لڑکے کا ختنہ سنت ہے۔ ساتویں دن سے لے کر ساتویں سال تک کردیا جائے، بلوغ سے پہلے ہونا ضروری ہے، بعد بلوغ ستر اس کے لیے کھولنا حرام ہے۔ جو جوان آدمی ایمان لائے تو اگر ممکن ہو تو ختنہ کا کام جاننے والی عورت سے اس کا نکاح کردیا جائے، کہ وہ ختنہ کرے ورنہ نہیں۔

داڑھی کی مقدار کے بارے میں مفصل بحث: حدیث پاک میں داڑھی کا ذکر ہوا جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع امت کہا جائے تو بھی یہ مبالغہ آرائی نہ ہوگی کہ داڑھی کی کم سے کم واجب مقدار ایک مٹھی ہے اور اس سے کم داڑھی رکھنا جائز نہیں لیکن زمانہ کی جدت پسندیوں کی رو میں بہہ جانے والے دو چند علماء نے جمہور اور اکابرین کی مخالفت کرتے ہوئے اس کی مقدار کو کم کرکے خشخشی داڑھی کے جواز پر فتاوی شائع کئے لہذا اس موقعہ پر عوام اہلسنت کی تسلی کے لئے اور جمہور کے نظریات سے آگاہ کرنے کے لئے اس پر مفصل بحث کرنا ضروری ہے۔ فقیر کے نزدیک داڑھی کی کم سے کم مقدار ایک مٹھی ہے اور اتنی مقدار داڑھی رکھنا واجب ہے اور ایک مٹھی سے کم داڑھی رکھنا ناجائز اور ترک واجب ہے۔ اس کے ثبوت پر احادیث مبارکہ صحابہ کرام کے اقوال اور اکابرین اہل سنت کے نظریات ذکر کئے جائیں گے۔

احادیث سے ایک مٹھی داڑھی کا ثبوت

انھکوا الشوارب واعفوا اللحی.. مونچھوں کو مٹاو اور داڑھیوں کو بڑھائو۔ صحیح بخاری ج۲ ص ۸۷۵

اس حدیث میں داڑھی کی مقدار مجمل ہے اس کی تفصیل حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ نے ارشاد فرما دی جیسا کہ حدیث میں ہے

عن مروان بن سالم رایت ابن عمر رضی اللہ عنہما یقبض علی لحیتہ فیقطع ما زاد علی الکف۔ سنن ابی داود ج۱ ص ۳۲۱

حضرت مروان بن سالم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی داڑھی مٹھی میں لے کر زائد بالوں کو کاٹ ڈالا کرتے تھے۔

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب وکان ابن عمر اذا حج واعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔ ص صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۹۸

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور موچھوں کو پست کرو حضرت عبداللہ ابن عمر ج.. حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی مٹھی میں لیتے اور جو مٹھی سے زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے تھے

کان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یقبض علی لحیتہ ثم یاخذ ما فضل عن القبضۃ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ ص ۳۷۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیتے اور مٹھی سے زائد حصہ کو کاٹ دیتے تھے۔

ان احادیث سے مٹھی داڑھی کیسے ثابت ہوتی ہے؟ فقہاء کے نزدیک مقدار داڑھی کا مسئلہ غیر قیاسی ہے مطلب یہ کہ یہ مسئلہ عقل اور قیاس سے بیان نہیں ہوسکتا اور صحابہ کرام کا ایسا قول اور فعل جو غیر قیاسی ہو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے حضرت عبداللہ اور حضرت ابو ہریرہ نے جو ایک مٹھی کا فعل بیان کیا یہ انہوں نے اپنی عقل اور قیاس سے بیان نہیں کیا بلکہ یہ ایسا ہو گیا کہ گویا ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے خود فرمادیا کہ اپنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور دوسرے مقام پر اس کی تفسیر کردی کہ یہ بڑھانے کا حکم ایک مٹھی تک ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ داڑھی ایک مٹھی رکھنا واجب ہے۔

ایک مٹھی داڑھی کے بارے اکابرین اہل سنت کا عقیدہ

۱۔ امام طحاوی کا عقیدہ:

الاخذ من اللحية وهي دون القبضة كما فعله بعض المقاربة و مخنثة الرجال فلم يمحه احد.

طحطاوی ص۶۸۱

فرماتے ہیں داڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغاربہ اور ہیجڑے ایسا کرتے ہیں کسی کے نزدیک حلال نہیں۔

۲۔ صاحب فتح القدیر کا عقیدہ:

الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المقاربة و مخنثة الرجال. فتح القدیر ج۲ص۲۷۰

فرماتے ہیں داڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغاربہ یعنی مغرب پرست اور ہیجڑے ایسا کرتے ہیں ،،ناجائز ہے،،۔

۳۔ صاحب ردالمحتار کا عقیدہ:

الاخذ من اللحية وهي دون القبضة كما فعله بعض المقاربة و مخنثة الرجال فلم يمحه احد و اخذ كلها فعل مجوس الاعاجم اليهود والهنود و بعض اجناس الافرنج. ردالمحتار ج۲ص۱۱۷

فرماتے ہیں داڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغاربہ اور ہیجڑے ایسا کرتے ہیں کسی کے نزدیک حلال نہیں اور مکمل کاٹ لینا یہ مجوسیوں اور ہندوؤں اور بعض فرنگیوں کا فعل ہے۔

۴۔ صاحب درمختار کا عقیدہ:

الاخذ من اللحية وهي دون القبضة كما فعله بعض المقاربة و مخنثة الرجال فلم يحله احد.

درمختار ج۲ص۱۱۶

فرماتے ہیں داڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغاربہ اور ہیجڑے ایسا کرتے ہیں کسی کے نزدیک حلال نہیں۔

۵۔ صاحب بحرالرائق کا عقیدہ:

الاخذ من اللحية وهي دون القبضة كما فعله بعض المقاربة و مخنثة الرجال فلم يمحه احد و اخذ كلها فعل مجوس الاعاجم اليهود والهنود و بعض اجناس الافرنج. بحر الرائق ج۲ص۲۸۰

فرماتے ہیں داڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغاربہ اور ہیجڑے ایسا کرتے ہیں کسی کے نزدیک حلال نہیں اور مکمل کاٹ لینا یہ مجوسیوں اور ہندوؤں اور بعض فرنگیوں کا فعل ہے۔

۶۔ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ:

گذاشتن آں بقدر قبضه واجب ست و آنکه آنرا سنت گویند بمعنی طریقه مسلوک دین ست یا بجهت آنکه ثبوت آن بسنت ست چنانچه نماز عید را سنت گفته اند.

ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور جو اس کو سنت کہتے ہیں وہ اس معنی میں ہے کہ یہ دین میں حضور نبی کریم ﷺ کا جاری کردہ طریقہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کا ثبوت سنت نبوی سے ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہا جاتا ہے،، جبکہ وہ واجب ہے،، اشعۃ اللمعات ج۱ص۲۱۲

۷۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان کا عقیدہ:

داڑی کا ایک طول ایک مشت یعنی ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہئے اس سے کم کرانا حرام ہے۔ فتاوی رضویہ ج۲۲ص۶۰۶

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

ریش یعنی داڑھی ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز۔ فتاوی رضویہ ج۲۲ص۵۸۱

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ، حضرت عبداللہ اور حضرت ابو ہریرہ وغیرہما صحابہ و تابعین کے افعال و اقوال اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ و محرر مذہب امام محمد و عامہ کتب فقہ و حدیث کی تصریحات سے اس کی حد یک مشت یعنی ایک مٹھی ہے ابھی نصوص علماء سے گزرا کہ اس سے کم کرنا کسی نے حلال نہ جانا۔ فتاوی رضویہ ج۲۲ص۶۵۵

۸۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی کا عقیدہ:

فرماتے ہیں داڑھی ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے حدیث میں ارشاد ہوا

انهكوا الشوارب واعفوا اللحى.. مونچھوں کو مٹاؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ

فتح القدیر و بحر الرائق و شرنبلالیہ و درمختار میں ہے

الاخذ من اللحية وهي دون القبضة كما فعله بعض المقاربة و مخنثة الرجال فلم يحله احد.

فرماتے ہیں داڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغاربہ اور ہیجڑے ایسا کرتے ہیں کسی کے نزدیک حلال نہیں۔

فتاوی امجدیہ ج۱ص۱۱۴

۹۔ صدر الافاضل مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی کا عقیدہ: داڑھی رکھنا شعائر اسلام میں سے ہے اور اس کا کاٹنا قدر قبضہ پہنچنے سے قبل حرام ہے درمختار میں ہے یحرم علی الرجل قطع لحیتہ۔ جب ثابت ہو گیا کہ داڑھی ایک مشت سے کم کتروانا یا منڈانا ممنوع ہے تو اس کا عامل اور مصر یعنی اس پر اصرار کرنے والا فاسق معلن ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور فاسق کو امام بنانا گناہ ہے۔ فتاوی صدر الافاضل ص۴۲۴

۱۰۔ مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خان کا عقیدہ: داڑھی منڈانے والے اور کتروانے والے،، یعنی ایک مٹھی سے کم کرنے والے،، کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور جو پڑھی ہو اس کا اعادہ واجب ہے

مرسلہ عبدالغفور صاحب ۶ جمادی الآخر ۵ ۳ ھ فتاوی مفتی اعظم ج ۳ ص ۳۶ کتاب الصلاۃ

ایک اور جگہ سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

،، داڑھی منڈانا حرام ہے،، فتاوی مفتی اعظم ج ۵ ص ۱۵۶

۱۱۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی کا عقیدہ: رخسار اور ٹھوڑی پر جو بال ہوتے ہیں انہیں داڑھی کہتے ہیں حدیث میں داڑھیوں کو بڑھاؤ کا معنی یہ ہے کہ داڑھی کو ہاتھ نہ لگاؤ اسے بڑھنے دو اس بڑھنے کی حد دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ داڑھی کی لمبائی چوڑائی سے کچھ کترتے تھے اسے حضرت عبداللہ ابن عمر کے فعل نے واضح کیا آپ چار انگل یعنی مٹھی بھر سے زیادہ کو کٹوا دیتے تھے۔ مزید فرماتے ہیں داڑھی مشت سے کم رکھنا بھی منع ہے اور اس سے زیادہ رکھنا بھی منع ہے اور ہر دو کے پیچھے نماز مکروہ۔

مزید فرماتے ہیں کہ ایک مشت داڑھی قرآن سے بھی ثابت ہے حضرت ہارون نے حضرت موسی سے کہا لا تاخذ بلحیتی میری داڑھی نہ پکڑو، معلوم ہوا کہ آپ کی داڑھی اتنی تھی کہ پکڑنے میں آجائے وہ مٹھی بھر ہی ہے انبیاء کرام کے متعلق حدیث میں ہے کہ وہ بھری داڑھی والے تھے بھری داڑھی مشت سے کم نہیں ہو سکتی لہذا فرنچ یا خشخشی مشت سے کم داڑھی رکھنا حرام ہے کہ یہ منڈانے کے حکم میں ہے۔ مراۃ المناجیح ج ۶ ص ۱۲۹

۱۲۔ علامہ جلال الدین امجدی کا عقیدہ: فرماتے ہیں ایک مشت تک داڑھی بڑھانا واجب ہے لہذا امام اگر داڑھی کٹا کر ایک مشت سے کم رکھتے ہیں تو ان کو امامت کے لئے آگے بڑھانا جائز نہیں اگر بڑھا دیا تو ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اگر پڑھی تو اس کا دھرانا واجب ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

فتاوی فیض الرسول ج ۱ ص ۲۷۵

دوسری جگہ فرماتے ہیں داڑھی منڈانے والا اور اسے ایک مشت سے کم رکھنے والا ارتکاب حرام کے سبب ولی نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے شخص کو پیر بنایا جا سکتا ہے کہ وہ فاسق معلن ہے اور پیر کا فاسق معلن نہ ہونا ضروری ہے۔ فتاوی فیض الرسول ج ۳ ص ۳۹۷

۱۳۔ علامہ محمد نور اللہ نعیمی کا عقیدہ: ہاں شرعا داڑھی کا مشت بھر رکھنا واجب ہے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی بڑھانا نہایت ضروری ہے اور کٹانا بالکل جائز ہی نہ ہوتا مگر دوسری احادیث سے معلوم ہوا کہ مشت بھر سے زائد کٹانا جائز ہے تو مشت بھر رکھنا ضروری ہوا۔ فتاوی نوریہ ج ۱ ص ۳۵۰

۱۴۔ مفتی وقار الدین قادری کا عقیدہ: تقریبا ستر احادیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم آیا ہے اس لئے داڑھی رکھنا سنت موکدہ قریب از واجب ہے جب کہ محققین کے نزدیک واجب ہے اور انہی کے فعل سے یہ معلوم ہوا کہ داڑھی کی مقدار ایک مشت ہے لہذا داڑھی منڈانے والا یا کاٹ کر ایک مشت سے چھوٹی کرنے والا فاسق ہے۔ وقار الفتاوی ج ۱ ص ۱۴۴

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس کی مقدار شرعی ایک قبضہ یعنی ایک مشت ہے داڑھی نہ رکھنا یا حد شرعی سے کم رکھنا فسق ہے جو گناہ کبیرہ ہے جبکہ اس عمل پر اصرار کیا جائے۔ وقار الفتاوی ج ۱ ص ۱۳۸

۱۵۔ مفتی عبدالرحیم بستوی کا عقیدہ: داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم کرانے والا فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے کہ پڑھنی گناہ اور اس کو پھیرنا واجب ہے۔ فتاوی بریلی شریف ص ۴۲ مصدقہ مفتی عبدالرحیم صاحب بستوی

ایک اور جگہ لکھتے ہیں

بقدر یکمشت داڑھی رکھنا سنت خیر الانام علیہ الصلاۃ والسلام ہے اور اس سے کم کرانا، ناجائز و حرام ہے۔

فتاوی بریلی شریف ص ۱۵۶ مصدقہ مفتی عبدالرحیم صاحب بستوی

۱۶۔ مفتی اختر رضا خان ازہری کا عقیدہ: داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم کرانے والا فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے کہ پڑھنی گناہ اور اس کو پھیرنا واجب ہے۔

فتاوی بریلی شریف ص ۴۲ مصدقہ مفتی اختر رضا خان ازہری

ایک اور جگہ لکھتے ہیں

بقدر یکمشت داڑھی رکھنا سنت خیر الانام علیہ الصلاۃ والسلام ہے اور اس سے کم کرانا، ناجائز و حرام ہے۔

فتاوی بریلی شریف ص ۱۵۶ مصدقہ مفتی اختر رضا خان ازہری

۱۷۔ مفتی محمد مصطفی رضا قادری کا عقیدہ: داڑھی شعائر اسلام ہے تمام انبیاء کرام کی سنت کریمہ ہے۔ داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والا فاسق و فاجر ہے مستحق اہانت ہے اس کی تعظیم حرام ہے۔ الفتاوی المصطفویہ ص ۴۳۴۔ ص ۵۰۴

۱۸۔ مفتی محمد اسماعیل حسین نورانی کا عقیدہ: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک مشت داڑھی کا شمار ٹھوڑی کے نیچے سے ہوتا ہے جو شخص ٹھوڑی کے اوپر والے بالوں سے ایک مشت شمار کر کے داڑھی کاٹتا ہے درحقیقت اپنی داڑھی کو ایک مشت سے کم کرتا ہے بلکہ اس صورت میں اصل داڑھی صرف ایک یا ڈیڑھ انگلی کی مقدار بچتی ہے اور یہ کھلا فسق ہے نبی اکرم ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ داڑھی میں امت مسلمہ کے متفقہ عمل کے خلاف نئی نئی تراش خراش سے بچا جائے اور کم از کم ایک مشت کی مقدار مکمل داڑھی رکھی جائے مزید فرماتے ہیں ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والا فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے کما ھو مقرر فی کتب مذھبنا المھذب۔ انوار الفتاوی ص ۵۰۴۔ ۵۰۵

۱۹۔ مفتی ذوالفقار خان نعیمی کا عقیدہ: داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں اور شریعت میں داڑھی کی حد ایک مشت ہے ایک جگہ فرماتے ہیں جب ثابت ہو گیا کہ داڑھی ایک مشت سے کم کتروانا یا منڈانا ممنوع ہے تو اس کا عامل اور مصر یعنی اس پر اصرار کرنے والا فاسق معلن ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور فاسق کو امام بنانا گناہ ہے۔ فتاوی حنفیہ ص ۱۰۰

۲۰۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی کا عقیدہ: ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے لہذا داڑھی کٹا کر خشخشی رکھنے والا زید ارتکاب حرام کے سبب فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں مزید فرماتے ہیں داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے لہذا اگر واقعی حافظ مذکور ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہے تو وہ مرتکب حرام اور فاسق معلن

ہے اسے امام بنانا گناہ اورا س کے پیچھے کسی کو نماز پڑھنا جائز نہیں خواہ فاسق ہوں یا غیر فاسق اور اگر اس یعنی داڑھی کٹانے والے کے علاوہ کوئی دوسرا شخص پابند شرع امامت کے لائق نہ مل سکے تو سب لوگ تنہا تنہا نماز پڑھیں۔ فتاوی فقیہ ملت ج ا ص ۱۲۸

۲۱۔ مفتی غلام سرور قادری کا عقیدہ: ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک ایک قبضہ تھی آپ بڑھے ہوئے بال مبارک قینچی سے کاٹ دیتے تھے قبضہ بھر رکھتے تھے دوسری صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حج کے موقع پر منی میں حجاج سے فرماتے میری داڑھی قبضہ میں لے لو اور زائد کو کاٹ دو اس سے ثابت ہوا کہ قبضہ بھر ہونی چاہئے نیز فتاوی درمختار میں ہے واما دون القبضۃ فلم یبحہ احد کہ قبضہ سے کم کسی نے بھی مباح نہیں ٹھہرایا لہذا معلوم ہوا کہ داڑھی قبضہ بھر واجب ہے۔ مفتی غلام سرور قادری جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن ۶ بہبڈ پاکستان ۱۳، ۹، ۱۹۹۰ اخذ من فتاوی بریلی شریف ص ۳۶

۲۲۔ شیخ طریقت بانی دعوت اسلامی علامہ محمد الیاس عطار قادری کا عقیدہ: داڑھی منڈانا اور کترواکر ایک مٹھی سے چھوٹی کر دینا دونوں ہی حرام ہیں مزید فرماتے ہیں درمختار، فتح القدیر، بحر الرائق وغیرہ معتبر کتب میں لکھا ہے کہ جب تک داڑھی ایک مٹھی سے کم ہے اس میں سے کچھ لینا جس طرح کہ بعض مغربی مخنث کرتے ہیں یہ کسی کے نزدیک حلال نہیں اور سب لے لینا یعنی بالکل ہی منڈا دینا آتش پرستوں، یہودیوں، ہندوؤں اور بعض فرنگیوں یعنی انگریزوں کا فعل ہے۔

فیضان سنت ص ۵۳۹

ایک اعتراض کا جواب: متقدمین فقہاء میں سے بعض نے قبضہ یعنی ایک مٹھی داڑھی کو سنت قرار دیا ہے جس سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو فقہاء اس کو سنت کہتے ہیں وہ اس معنی میں ہے کہ یہ دین میں حضور نبی کریم ﷺ کا جاری کردہ طریقہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کا ثبوت سنت نبوی سے ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہا جاتا ہے، جبکہ وہ واجب ہے،، اسی معنی میں داڑھی کو بھی سنت کہا جاتا ہے حالانکہ یہ واجب ہے۔ ظفر القادری عفی عنہ

حاصل کلام: صحابہ کرام، فقہاء، مفسرین، محدثین، اور اکابرین کے عقائد سے ثابت ہوا کہ داڑھی کی کم سے کم مقدار ایک مٹھی ہے اس سے کم داڑھی رکھنا یعنی کٹوانا حرام اور فسق ہے ہر دور کے علماء اسی پر عامل رہے اور اسی کا حکم دیا۔ یاد رہے کہ اہل سنت کا مزاج ہے کہ وہ اکابرین سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور انہی کے حقیقی محبین اور مطیع و فرمانبردار ہیں اکابرین اہل سنت کے راستے پر عمل کرنے میں ہی عافیت ہے اور ان کے دامن عافیت کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہی فلاح ہے ان کی مخالفت سننے میں ہم بہرے اور ان کے مخالف بولنے میں ہم گونگے ہیں داڑھی کے معاملے میں ہم اکابرین کے ساتھ ہیں اور انہی کے فرمودات کے عامل ہیں ہمیں ان کے مسلک کے سوا کسی کی نام نہاد روشن خیالیاں ہرگز قبول نہیں۔

الفصل الثانی:

{حدیث ۳۵۵}

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ.

نسائی، بخاری، دارمی، احمد: ۵: ۶۴، ۲۴۰۰۴

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ مسواک منہ صاف کرنے والی ہے۔ اللہ کی رضا کا سبب ہے اسے شافعی و احمد دارمی و نسائی نے روایت کیا اور بخاری نے اپنی صحیح میں بغیر اسناد روایت کیا۔

مسواک کب باعث اجر و ثواب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک منہ صاف کرنے والی ہے اور اللہ کی رضا کا سبب ہے مطلب یہ کہ اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ خیال رہے کہ مسواک سے مسلمان کا مسواک کرنا بنیت عبادت مراد ہے، کفار کی مسواک اور مسلمانوں کی عادتًا مسواک اگرچہ منہ تو صاف کر دے گی مگر رضائے الٰہی کا ذریعہ نہ بنے گی، نیز اگرچہ مسواک میں دنیوی اور دینی بہت فوائد ہیں، مگر یہاں صرف دو فائدے بیان ہوئے۔ یا اس لئے کہ یہ بہت اہم ہیں یا کیونکہ باقی فوائد بھی ان دو میں داخل ہیں۔ منہ کی صفائی سے معدے کی قوت اور بے شمار بیماریوں سے نجات ہے اور جب رب راضی ہو گیا پھر کیا کمی رہ گئی۔

کیا ٹوتھ پیسٹ، برش سے مسواک کی سنت ادا ہو جائے گی؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسواک کی جگہ آجکل ٹوتھ پیسٹ کا استعمال عام ہے کیا اس سے مسواک کی سنت ادا ہو جائے گی اور اس سے مسواک کا ثواب حاصل ہو سکے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ٹوتھ پیسٹ سے مسواک کی فضیلت تو حاصل نہیں ہو سکتی لیکن یہ مسواک کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اس سے مسواک کی سنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات ضروری ہے کہ برش حلال جانور کے بالوں سے بنا ہو اور ٹوتھ پیسٹ میں بھی اس کا لحاظ رکھ لیا جائے کہ اس میں حرام سیال مادہ تو مکس نہیں ہے۔ ظفر قادری عفی عنہ

{حدیث ۳۵۶}

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ، وَيُرْوَى الْخِتَانُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ ".

ترمذی، احمد: ۱۰۸۰، ۲۳۹۷۸

روایت ہے حضرت ابوایوب سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں سے ہیں ۱۔ شرم و حیا، ایک روایت میں ختنہ ہے ۲۔ عطر ملنا، ۳۔ مسواک ۴۔ نکاح (ترمذی

حضرت عیسی و یحی نے نکاح نہیں کیا پھر یہ حدیث کیسے درست ہو سکتی ہے؟ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں سے ہیں جبکہ حضرت عیسی و یحی نے نکاح نہیں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ سنت کی دو قسمیں ہیں ۱۔ سنت قولی ۲۔ سنت فعلی، حضرت عیسیٰ و یحیی علیہما السلام نے اگرچہ نکاح نہیں کیا لیکن ان بزرگوں نے اپنے متبعین کو نکاح کی رغبت اور تبلیغ ضرور دی لہذا نکاح ان کی اگرچہ سنت فعلی نہیں لیکن سنت قولی ضرور ہے لہذا مذکورہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

شرم وحیا: حیا سے مراد وہ شرم جو انسانوں کو برائی سے روک دے۔

ختنہ: ختنہ سنت ابراہیمی علیہ السلام ہے کہ آپ سے لے کر ہمارے نبی تک ہر نبی کے دین میں رہا۔ مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ حسب ذیل انبیاء ختنہ شدہ پیدا ہوئے حضرت آدم، حضرت شیث، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت عیسی، حضرت نظلہ، حضور محمد مصطفے علیھم الصلوۃ والسلام۔

عطر لگانا: عطر سے مراد مطلقًا خوشبو کا استعمال ہے کپڑوں میں ہو یا بدن میں۔ خیال رہے کہ یہاں چار کا عدد حصر کے لیے نہیں اور بھی بہت سنت انبیاء ہیں جن میں یہ چار بھی ہیں۔

{حدیث ۳۵۷}

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ إِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ. ابوداؤد. احمد: ۵۷، ۲۵۸۴۸

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات و دن میں جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۔ احمد، ابوداؤد

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث ۳۵۸}

وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَيُعْطِينِي السِّوَاكَ لِأَغْسِلَهُ فَأَبْدَأُ بِهِ فَأَسْتَاكُ ثُمَّ أَغْسِلُهُ وَأَدْفَعُهُ إِلَيْهِ. ابوداؤد: ۵۲

روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر کے مجھے دھونے کے لیئے دیتے تھے تو میں پہلے اس سے مسواک کر لیتی تھی پھر دھو کر آپ کو دیتی تھی۔ ابوداؤد

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسواک دھو کر کی جائے، اور کرنے کے درمیان بھی دوبارہ دھوئی جائے، اور دھو کر رکھی جائے۔ دوسرے یہ کہ مسواک دوسرے سے دھلوانا بھی جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ دوسرے کی مسواک کرنا جائز ہے اگر وہ اس سے ناراض نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ حضور کا لعاب شریف برکت کے لئے استعمال کرنا سنت صحابہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ تبرکاً یہ مسواک کرتیں، پھر دھو کر حضور کی خدمت میں پیش کرتیں، ورنہ عورتوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ بجائے مسواک، سکڑا، مِسّی استعمال کریں، انگلی سے دانت صاف کریں، کیونکہ ان کے مسوڑے کمزور ہوتے ہیں۔

الفصل الثالث:

{حدیث ۳۵۹}

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَرَانِي فِي الْمَنَامِ أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَاءَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيلَ لِي: كبر فَدَفَعته إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا" بخاری. مسلم: ۵۹۳۳

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں میرے پاس دو شخص آئے جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا ہے، میں نے مسواک چھوٹے کو دی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے لہذا میں نے بڑے کو دیدی۔ مسلم بخاری

میں نے خواب میں دیکھا میرے پاس دو شخص آئے: غالباً وہ دونوں ایک ہی طرف ہوں گے اور چھوٹا حضور سے قریب ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب کا لحاظ فرماتے ہوئے پہلے اس کو دی تو رب کی طرف سے حکم ہوا کہ قرب پر بڑائی کو ترجیح دیجئے۔ اگرچہ یہ واقعہ خواب کا ہے مگر نبی کی خواب بھی وحی ہوتی ہے لہذا اب حکم یہی ہے کہ مسواک یا کوئی اور چیز ترتیب وار دینا ہے تو بڑے کو پہلے دی جائے، بشرطیکہ دونوں ایک ہی جانب میں ہوں۔ اور اگر دونوں (ا) طرف ہوں تو پہلے داہنے والے کو دی جائے، پھر بائیں والے کو، جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے لہذا احادیث میں سے تعارض نہیں۔ خیال

رہے کہ وہ دونوں خواب میں آنے والے فرشتے ہوں گے جو شکل انسانی میں آئے اور مسواک بطور تمثیل دکھائی گئی تاکہ اس سے شرعی مسائل معلوم ہوں کہ اپنی مسواک دوسرے کو استعمال کے لیے دے سکتے ہیں اور طریقہ دینے کا یہ ہوگا، جیسے داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو فرشتے شکل انسانی میں آئے اور بکریوں کا مسئلہ پیش کیا۔

{حدیث ۳۶۰}

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا جَاءَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطُّ إِلَّا أَمَرَنِي بِالسِّوَاكِ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ أُحْفِيَ مُقَدَّمَ فِيَّ. ابن ماجہ. احمد: ۲۸۹، ۲۲۶۳۵

روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام جب بھی آئے تو مجھ سے مسواک کرنے کو کہا میں ڈرا کہ کہیں اپنے منہ کے اگلے حصہ کو چھیل ڈالوں۔

اس حدیث سے بظاہر مسواک کی فرضیت معلوم ہوتی ہے: حدیث مذکور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام جب بھی آئے تو مجھ سے مسواک کرنے کو کہا میں ڈرا کہ کہیں اپنے منہ کے اگلے حصہ کو چھیل ڈالوں اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآنی کے ساتھ مسواک کا بھی حکم آیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم سنتوں کی تعلیم دینے کے لئے ہے یعنی حضرت جبرائیل نے جو سنت بتائی مسواک ساتھ میں عرض کی۔ لیکن یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ حکم دینے والا اللہ تعالی ہے۔ جبرئیل امین پہنچانے والے ہیں یہاں حکم کی نسبت سبب یعنی جبرائیل کی طرف ہے اور یہ حکم استحبابی ہے لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسواک فرض ہو۔

{حدیث ۳۶۱}

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ. بخاری. نسائی. دارمی: ۸۸۸، ۶، ۶۸۲

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم سے مسواک کے متعلق بہت کہا۔

یعنی بار بار اور ہر طرح تمہیں مسواک کی رغبت دی کہ کبھی اس کے دینی فائدے بیان کئے اور کبھی دنیوی، نیز ہمیشہ اس پر عمل کر کے دکھایا تاکہ تم بھی ہمیشہ مسواک کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کرنا فرض نہیں ورنہ روش بیان کچھ اور ہوتی۔

{حدیث ۳۶۲}

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَأُوحِيَ إِلَيْهِ فِي فَضْلِ السِّوَاكِ أَنْ كَبِّرْ أَعْطِ السِّوَاكَ أَكْبَرَهُمَا. ابوداؤد: ۵۰

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو شخص تھے جن میں ایک دوسرے سے بڑا تھا تو آپ کو بھی مسواک کے متعلق وحی کی گئی بڑے کا لحاظ کیجئے یعنی بڑے کو مسواک دیجئے۔ ابوداؤد

اس کی شرح خواب کی حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

{حدیث ۳۶۳}

وَعَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَفْضُلُ الصَّلَاةُ الَّتِي (ص: 124) يُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلَاةِ الَّتِي لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِينَ ضعفا.

احمد،حاکم،بیہقی فی الکبریٰ:۲۶۸۷۱۔۵۱۵۔۱،۲۸

روایت ان ہی سے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز کے لیئے مسواک کی جائے وہ اس نماز پر ستر گنا زیادہ ہے جس کے لیئے مسواک نہ کی جائے اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

کبھی سنت کا ثواب فرض وواجب سے بڑھ جاتا ہے: مذکورہ حدیث میں ہے کہ جس نماز کے لیئے مسواک کی جائے وہ اس نماز پر ستر گنا زیادہ ہے جس کے لیئے مسواک نہ کی جائے یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔ستر کا عدد بیان زیادتی کے لیے ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے بیسوں ،سینکڑوں۔بعض علماء نے فرمایا کہ کبھی سنت کا ثواب فرض و واجب سے بڑھ جاتا ہے۔دیکھو جماعت پنج گانہ نماز کے لئے واجب ہے اور جمعہ اور عیدین کے لئے فرض،مگر اس کا ثواب ستائیس گنا۔اور مسواک سنت ہے اور اس کا ثواب ستر گنا۔یوں ہی سلام کرنا سنت اور سلام کا جواب فرض ہے مگر سلام کا ثواب جواب سے زیادہ ہے۔

{حدیث ۳۶۴}

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَلَأَخَّرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ قَالَ فَكَانَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ يَشْهَدُ الصَّلَوَاتِ فِي الْمَسْجِدِ وَسِوَاكُهُ عَلَى أُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ أُذُنِ الْكَاتِبِ لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ إِلَّا اسْتَنَّ ثُمَّ رَدَّهُ إِلَى مَوْضِعِهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ: وَلَأَخَّرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ . وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ حسن صَحِيح

ترمذی،ابوداؤد،احمد:۲۳۔۴۷۔۱۷۱۷۳

روایت ہے ابوسلمہ سے وہ زید ابن خالد جہنی سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر میں اپنی امت پر بھاری نہ جانتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا اور نماز عشاء کو تہائی رات تک پیچھے ہٹا دیتا فرماتے ہیں کہ زید ابن خالد مسجد میں نماز کے لیئے یوں آتے تھے کہ ان کی مسواک ان کے کان پر ہوتی۔جیسے منشی کے کان میں قلم جب بھی نماز کو کھڑے ہوتے تو مسواک کر لیتے پھر وہاں ہی مسواک رکھ لیتے۔اسے ترمذی وابوداؤد نے روایت کیا مگر ابوداؤد نے لَاَخَّرْتُ کا ذکر نہ کیا ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضور ﷺ کو تشریعی احکام میں اختیار حاصل ہے: مذکورہ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر بھاری نہ جانتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا، یعنی یہ دونوں چیزیں فرض کر دیتا کہ بغیر مسواک نماز ہی نہ ہوتی اور تہائی رات سے پہلے نماز عشاء ناجائز ہوتی۔معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک احکام بنایا ہے کہ چاہیں فرض کریں چاہیں نہ کریں۔ایک حدیث میں ہے حضرت ربیعہ فرماتے ہیں میں حضور کے پاس رات گزارتا تھا حضور کے لئے وضو کا پانی لایا مجھ سے فرمایا کچھ مانگ میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی مانگ میں نے عرض کی بس یہی کافی ہے۔یعنی آپ مجھے جنت میں اپنے ساتھ رکھیں جیسے بادشاہ شاہی

قلعہ میں اپنے خاص خادموں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں تو جواب میں انکار نہ کیا بلکہ فرمایا اور مانگ یعنی جنت میں ہماری غلامی جو ایک اعلیٰ مقام ہے اس تک پہنچانا میرے کرم سے ہے نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے تو ربیعہ نے عرض کی جب چمن الٰہی کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے۔

امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں مگر حضور ﷺ سے مال اعمال کمال رضائے رب ذوالجلال اور جنت نیز دوزخ سے پناہ ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جب حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کو پانچوں نمازوں کی تاکید فرمائی تو انہوں نے عرض کی یا رسول میں کثیر العیال ہوں بہت مصروف ہوتا ہوں نمازوں میں کمی فرما کر کرم کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا چلو دو نمازوں فجر اور عصر کی حفاظت کر لیا کر تیرے لئے یہی کافی ہیں۔یاد رکھیں ہر مسلمان پر دن بھر میں پانچ نمازیں فرض ہیں ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی لیکن آپ ﷺ کے کرم کے صدقے کبھی کسی کو خالی نہیں لوٹایا تین فرض نمازیں معاف فرما دیں۔ابوداود ج ۱ ص ۶۷

حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا دوبارہ قربانی کروانہوں نے عرض یا رسول اللہ میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو سال سے کم ہے تو فرمایا چلو تم اسی کی قربانی کر لو۔لیکن تمہارے سوا کسی اور کو اس کی اجازت نہیں ہے۔یاد رکھیں عید قربان کے لئے بکرے کی کم سے کم ایک سال عمر ہونا واجب ہے اس سے کم کی قربانی نہیں ہو سکتی لیکن اللہ کے حبیب ﷺ نے اپنے صحابی کو خالی نہ لوٹایا فرمایا اسی بکرے کی کر لو جو تجھے میسر ہے۔صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴

حضرت عثمان رضی اللہ سے روایت ہے کہ قبیلہ ثقیف کا وفد نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا انہوں نے اسلام قبول کیا اور عرض کی کہ ہمیں فرائض کی ادائیگی معاف کی جائے کی تو نبی کریم ﷺ نے زکوۃ کی معافی عطا کر دی اور بقیہ فرائض کی ادائیگی کا حکم ارشاد فرمایا۔اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن زکوۃ بھی ہے اور یہ ہر صاحب نصاب پر فرض ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے ثقیف والوں کو اس فرض کی ادائیگی معاف فرما دی۔ابوداود ج ۲ ص ۷۲

زید ابن خالد کی مسواک ان کے کان پر ہوتی: حکیم الامت فرماتے ہیں یہ حضرت زید ابن خالد کا اپنا اجتہاد تھا۔ان کے سوا کسی صحابی نے بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کبھی نہ کیا۔حضرت زید کُلِّ صَلٰوۃٍ سے ہر نماز سمجھے حالانکہ وہاں نماز کا وضو مراد ہے،جیسا کہ ہم شروع میں تحقیقاً عرض کر چکے ہیں۔یہ عمل ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ زیور کی حدیث سن کر وضو میں بغل تک ہاتھ دھوتے تھے۔لہذا یہ عمل قابلِ تقلید نہیں۔میں نے کویت میں بعض شوافع کو دیکھا کہ ان کے گلے میں مسواک پڑی رہتی ہے،ہر نماز کی نیت پر مسواک کرتے جاتے تھے،حالانکہ مسواک کا کھڑا کر کے رکھنا سنت ہے۔غالب یہ ہے کہ حضرت زید نے کُلِّ صَلٰوۃٍ سے ہر وقت کی نماز سمجھا نہ کہ ہر نماز،لہذا آپ ایک وقت کی ساری نماز کے لئے ایک دفعہ مسواک کر لیتے تھے۔مگر کویت کے وہ حضرات اور آگے بڑھ گئے کہ ہر نماز کے لیے کئی بار مسواک کرنے لگے۔اللہ تعالٰی حدیث کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔آمین!

بَابُ: سنن الوضوء باب وضوء کی سنتیں

الفصل الاول پہلی فصل

سنن سنت کی جمع ہے۔سنت کے لغوی معنی ہیں طریقہ،اور روش۔شریعت میں سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فرمان ہیں جو کتاب اللہ میں مذکور نہیں اور حضور کے وہ اعمال جو امت کے لیے لائق عمل ہیں۔لہذا منسوخ اور مخصوص اعمال سنت نہیں، جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عادۃً کیا وہ سنت زائدہ ہے،اور جسے عبادۃً کیا وہ سنت ھدی میں سے ہے، جسے ہمیشہ کیا وہ سنت مؤکدہ، جسے کبھی کبھی کیا ہو سنت غیر مؤکدہ،اور اگر ہمیشہ کر کے تاکیدی حکم بھی دیا تو واجب۔خیال رہے کہ وضو میں فرائض، سنتیں، مستحبات تو ہیں واجب کوئی نہیں۔

سنت اور حدیث میں فرق: یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کے تمام افعال اور احوال ہمارے لئے سنت نہیں بلکہ وہ افعال اور احوال سنت ہیں جو ہمارے لئے قابل عمل بھی ہیں کیونکہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہیں اور ہمارے لئے ان پر عمل جائز نہیں مثلاً ۹ شادیاں کرنا مسجد میں جماع کرنا اونٹ پر طواف کرنا منبر پر نماز پڑھانا وغیرہ حضور ﷺ کا ہر قول، فعل اور حال حدیث تو ہے لیکن سنت نہیں سنت صرف وہی ہے جو ہمارے لئے قابل عمل ہو لہذا ہر سنت تو حدیث ہے لیکن ہر حدیث سنت نہیں یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے لئے فرمایا علیکم بسنتی تم پر میری سنت لازم ہے یہ نہیں فرمایا کہ علیکم بحدیثی۔یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت ہیں اہل حدیث نہیں اسلام میں اہل سنت بننا ممکن ہے لیکن اہل حدیث ہونا کسی صورت ممکن نہیں کیونکہ ۹ شادیاں کرنا مسجد میں جماع کرنا اونٹ پر طواف کرنا منبر پر نماز پڑھانا یہ سب حدیث تو ہیں لیکن سنت نہیں۔

انسان کی کامیابی کتاب وسنت پر عمل کرنے سے ہے: انسان کی کامیابی مال ودولت عزت وحکومت سے نہیں کتاب و سنت کی اطاعت سے ہے کہ مال ودولت فانی ہیں اور اس اطاعت کا ثواب باقی۔جسے اللہ تعالی قرآن وسنت پر ثابت قدم رکھے اسے نفس وشیطان دنیا کی کوئی چیز بہکا نہیں سکتی اور جس میں رب تعالی گمراہی کا خلق فرمادے اسے کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی ابوجہل مکہ میں رہ کر حضور انور کو دیکھ کر بھی ہدایت نہ پاسکا چمگادڑ کی طرح چمگادڑ نکلا کیونکہ چمگادڑ کی آنکھ سورج سے نور نہیں لیتی دن کو بھی اندھی رہتی ہے۔

{حدیث ۳۶۵}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ-بخاری،مسلم: ۱۶۲۔۶۴۳

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے تو برتن میں اپنا ہاتھ نہ ڈالے تا آنکہ تین بار دھولے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ کہاں رہا۔

تین بار دھولے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ کہاں رہا: اہل عرب تہبند باندھتے تھے اور بارہا پیشاب کا استنجا صرف ڈھیلے سے کر کے سو جاتے تھے۔حدیث کا مطلب یہ کہ چونکہ لوگوں کا عمل یہ ہے تو ہوسکتا ہے کہ سوتے میں ہاتھ، یا مقام استنجاء کو پسینہ آیا ہو، تہبند کھل گیا ہو اور تمہارا ہاتھ وہاں لگ گیا ہو جہاں پیشاب ڈھیلے سے خشک کیا گیا تھا،اور پسینہ کی وجہ

سے ناپاک ہو گیا ہو،اب اگر تم مٹکے یا برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دو گے تو پانی نجس ہو جائے گا۔لہذا پہلے کلائیوں تک تین بار ہاتھ دھولو۔

اس حدیث کی بناء پر علماء کا اختلاف: اس حدیث کی بناء پر علماء کا بڑا اختلاف ہے،بعض نے اس دھونے کو مطلقاً فرض مانا۔بعض نے صرف سونے کے بعد۔اور بعض نے اس پانی کو نجس مانا جس میں اس طرح ہاتھ ڈال دیا جائے۔احناف کے نزدیک یہ دھونا مطلقاً سنت وضو ہے۔خواہ سو کر اٹھے یا نہیں، یا سونے سے پہلے ڈھیلے سے استنجاء کیا ہو یا نہیں، تہبند باندھا ہو یا نہیں کیونکہ ہاتھ کا وہاں لگنا حکم کی علت نہیں بلکہ حکم کی حکمت ہے۔علت وحکمت کا فرق خوب دھیان میں رکھنا چاہیئے۔خیال رہے کہ نیند یا حدث ہے پیشاب کی طرح، یا سبب حدث ہے مباشرت کی طرح،ورنہ پیشاب کے بعد یہ ہاتھ دھونا فرض نہیں،اور نہ مباشرت کے بعد فرض ہیں، تو نیند کے بعد انہیں دھونا کیسے فرض ہوسکتا ہے۔

وضوء کی چند سنتیں: ا۔وضو پر ثواب پانے کے لیے حکم الہی بجالانے کی نیت سے وضو کرنا ضروری ہے ورنہ وضو ہو جائے گا ثواب نہ پائے گا۔

۲۔بسم اللہ سے شروع کرے اور اگر وضو سے پہلے استنجا کرے تو قبل استنجے کے بھی بسم اللہ کہے مگر پاخانہ میں جانے یا بدن کھولنے سے پہلے کہے کہ نجاست کی جگہ اور بعد ستر کھولنے کے زبان سے ذکر الہی منع ہے۔

اور شروع یوں کرے کہ پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک تین تین بار دھوئے۔

۳۔اگر پانی بڑے برتن میں ہو اور کوئی چھوٹا برتن بھی نہیں کہ اس میں پانی اونڈیل کر ہاتھ دھوئے، تو اسے چاہیئے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر صرف وہ انگلیاں پانی میں ڈالے، ہتھیلی کا کوئی حصہ پانی میں نہ پڑے اور پانی نکال کر دہنا ہاتھ گٹے تک تین بار دھوئے پھر دہنے ہاتھ کو جہاں تک دھویا ہے بلا تکلف پانی میں ڈال سکتا ہے اور اس سے پانی نکال کر بایاں ہاتھ دھوئے۔

۴۔اگر چھوٹے برتن میں پانی ہے یا پانی تو بڑے برتن میں ہے مگر وہاں کوئی چھوٹا برتن بھی موجود ہے اور اس نے بے دھویا ہاتھ پانی میں ڈال دیا بلکہ انگلی کا پورا یا ناخن ڈالا تو وہ سارا پانی وضو کے قابل نہ رہا مستعمل ہو گیا۔

۵۔یہ اس وقت ہے کہ جتنا ہاتھ پانی میں پہنچا اس کا کوئی حصہ بے دھلا ہو ورنہ اگر پہلے ہاتھ دھو چکا اور اس کے بعد حدث نہ ہوا تو جس قدر حصہ دھلا ہوا ہو، اتنا پانی میں ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا اگرچہ کہنی تک ہو بلکہ غیر جنب نے اگر کہنی تک ہاتھ دھولیا تو اس کے بعد بغل تک ڈال سکتا ہے کہ اب اس کے ہاتھ پر کوئی حدث باقی نہیں، ہاں جنب کہنی سے اوپر اتنا ہی حصہ ڈال سکتا ہے جتنا دھو چکا ہے کہ اس کے سارے بدن پر حدث ہے۔

۶۔کم سے کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں، اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھولے اور مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو۔میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو۔چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو۔جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔

۷۔پھر تین چلو پانی سے تین کلیاں کرے کہ ہر بار مونھ کے ہر پرزے پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کرے۔

۸۔پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے اور یہ دونوں کام داہنے ہاتھ سے کرے، پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔

۹۔ ہاتھ پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال کرے، پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرے اس طرح کہ داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کرکے چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر بے خلال کیے پانی اُنگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔

۱۰۔ جو اعضا دھونے کے ہیں ان کو تین تین بار دھوئے ہر مرتبہ اس طرح دھوئے کہ کوئی حصہ رہ نہ جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔

۱۱۔ پورے سر کا ایک بار مسح کرنا اور کانوں کا مسح کرنا اور ترتیب کہ پہلے مونھ، پھر ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں، پھر پاؤں دھوئیں اگر خلافِ ترتیب وضو کیا یا کوئی اور سنت چھوڑ گیا تو وضو ہو جائے گا مگر ایک آدھ دفعہ ایسا کرنا برا ہے اور ترکِ سنتِ مؤکدہ کی عادت ڈالی تو گنہگار ہے اور داڑھی کے جو بال مونھ کے دائرے سے نیچے ہیں ان کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب ہے اور اعضا کو اس طرح دھونا کہ پہلے والا عُضْو سوکھنے نہ پائے۔

{حدیث ۳۶۶}

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامه فليستنثر ثَلَاثًا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يبيت على خيشومه

بخاری، مسلم: ۳۲۹۵۔ ۵۶۴

روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو پھر وضو کرے تو تین بار ناک جھاڑے کیونکہ شیطان اس کے بانسے پر رات گزارتا ہے۔ مسلم، بخاری

کیونکہ شیطان اس کے بانسے پر رات گزارتا ہے: یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔ اور شیطان سے مراد وہ قرین ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے، بیداری میں برے کام کے مشورے دیتا ہے، نیند میں ناک میں جا بیٹھتا ہے تاکہ دماغ میں برے خیالات پیدا کرے۔ چونکہ ناک اس سے متلوث ہو چکی لہذا وضو میں اسے بھی دھو لیا جائے۔ خیال رہے کہ جیسے ناک جھاڑنا ہر وضو میں سنت ہے نیند کے بعد ہوا یا اور وقت، ایسے ہی کلائی تک ہاتھ دھونا بھی ہر وضو میں سنت ہے کیونکہ یہ حکم کی علت نہیں بلکہ حکم کی حکمت ہے۔

{حدیث ۳۶۷}

وَقيل لعبد الله بن زيد: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ ردهما حَتَّى يرجع إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

بخاری، مسلم: ۱۸۵۔ ۵۵۵

عبداللہ ابن زید ابن عاصم سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو کرتے تھے تو آپ نے پانی منگایا پھر اپنے ہاتھوں پر ڈالا دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے پھر کلی کی اور ناک جھاڑی (تین بار) پھر تین بار منہ دھویا پھر ہاتھ دو بار کہنیوں تک دھوئے پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا کہ انہیں آگے پیچھے لے گئے سر کے اگلے حصے سے شروع کیا پھر انہیں گدی تک لے گئے پھر لوٹا لائے حتی کہ اسی جگہ لوٹ آئے جہاں سے شروع کیا تھا پھر اپنے پاؤں دھوئے (مالک ونسائی) اور ابوداؤد کی روایت بھی اسی طرح ہے جیسے جامع والے نے ذکر کیا۔

دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے: دو بار ہاتھ دھونا بیان جواز کے لئے ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے ورنہ تین بار ہاتھ دھونا سنت ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے تین بار اعضاء دھو کر فرمایا کہ جو اس پر زیادتی کمی کرے اس نے برا کیا، حضرت عبداللہ نے صرف اعمال وضو کا ذکر فرمایا اسی لیے بسم اللہ یا نیت کا ذکر نہ کیا نہ اعضاء کی دعاؤں کا، مسواک وضو سے خاص نہیں اور موقعوں پر بھی ہوتی ہے اس لئے اس کا ذکر بھی نہ فرمایا۔ مرقاۃ المفاتیح باب السواک

پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا: ظاہر یہی ہے کہ سر شریف کا مسح ایک بار ہی کیا تین بار مسح سے سر دھلے گا اور سر کا دھونا سنت نہیں۔ خیال رہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور پورے سر کا مسح سنت ہے، یہاں مسح سنت کا ذکر ہے۔ ہر ہاتھ کی تین انگلیاں کھوپڑی کے اگلے حصہ پر رکھے پھر آخر سر تک لے جائے واپسی میں یہ انگلیاں علیحدہ کرکے صرف ہتھیلیاں سر کے دونوں طرف لگائے اور آگے کو کھینچ لائے، یہ ہی یہاں مراد ہے۔ کلمہ کی انگلی سے اندرون کان کا مسح کرے اور انگوٹھے سے بیرون کا، مسح سر کا طریقہ مستحب یہ ہی ہے۔

پھر اپنے پاؤں دھوئے: مع ٹخنوں کے تین بار، جیسا کہ دوسری روایت میں ہے، لہذا یہ حدیث بعض لحاظ سے مجمل ہے۔

{حدیث ۳۶۸}

وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ: قِيلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ: تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِإِنَاءٍ فَأَكْفَأَ مِنْهُ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ (ص: 126) فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا كَانَ وُضُوءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رِوَايَةٍ: فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رجلَيْهِ وَفِي رِوَايَة: فَمَضْمض واستنشق واستنثر ثَلَاثًا بِثَلَاث غَرَفَاتٍ مِنْ مَاءٍ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى: فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ: فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَفِي أُخْرَى لَهُ: فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ من غرفة وَاحِدَة.

اور مسلم، بخاری میں ہے کہ عبداللہ ابن زید ابن عاصم سے کہا گیا کہ آپ ہمارے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کریں تو آپ نے برتن منگایا اس سے ہاتھوں پر پانی لے کر تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر نکالا پھر ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا یہ تین بار کیا پھر اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا اپنا منہ تین بار دھویا، پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو کہنیوں تک دو دو بار ہاتھ دھوئے پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو سر کا مسح کیا تو اپنا ہاتھ آگے پیچھے لے گئے پھر ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھوئے پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو یوں ہی تھا اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو آگے پیچھے لے گئے سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا پھر انہیں گدی تک لے گئے پھر واپس لائے حتی کہ اسی جگہ لائے جہاں سے شروع کیا تھا پھر اپنے ہاتھ دھوئے اور ایک روایت میں ہے کہ کلی کی، ناک میں پانی لیا اور ناک جھاڑی تین بار تین چلو پانی سے اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا یہ تین بار کیا اور بخاری کی روایت میں ہے کہ سر کا مسح کیا تو ہاتھ آگے پیچھے ایک بار لے گئے پھر ٹخنوں تک پاؤں دھوئے انہیں کی دوسری روایت میں ہے کہ تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی ایک چلو سے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگایا: یعنی چھوٹا برتن موجود نہ تھا بڑے گھڑے یا مٹکے میں پانی تھا تو آپ نے کلائی تک ہاتھ تو پانی انڈیل کر دھوئے، پھر کلی وغیرہ کے لیے اس میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا۔ خیال رہے کہ مذہب حنفی میں مستعمل پانی وہ ہے جس سے حدث یعنی حکمی ناپاکی دور کی جائے، یا اسے ثواب کی نیت سے وضو یا غسل میں استعمال کیا جائے یہاں ان میں سے کچھ بھی نہ ہوا کیونکہ ہاتھوں کا حدث تو دھل کر جاتا رہا اور اب جو ہاتھ ڈالا وہ پانی لینے کے لئے تھا نہ کہ ثواب کے لئے دھونا مقصود نہیں۔ لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔

ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا: اسی طرح کہ ایک چلو کے آدھے سے کلی کی اور آدھا پانی ناک میں لیا، یہ بیان جواز کے لیے کیا، ورنہ مستحب یہ ہے کہ کلی علیحدہ چلو سے کرے اور ناک میں علیحدہ چلو سے لے۔ لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں کیونکہ ہمارے ہاں اس طرح بھی جائز ہے اگرچہ خلاف مستحب ہے، جیسے دو دو بار ہاتھ دھونا جائز ہے مگر خلاف مستحب ہے۔

حدیث مذکور میں دس مرتبہ ثم کہا گیا: یہاں ثُمَّ تاخیر کے لیے نہیں کیونکہ اعضاء کو یکے بعد دیگرے فوراً دھونا ہمارے یہاں سنت ہے۔ امام مالک کے ہاں فرض۔ بلکہ یہ ثُمَّ محض بیان ترتیب کے لیے ہے، جیسا کہ بہت جگہ قرآن شریف میں بھی یوں ہی مذکور ہوا۔

یعنی اکثر اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضوء یوں ہی ہوا کرتا تھا۔ یہ بھی حضرت عبداللہ کے علم کے لحاظ سے ہے، ورنہ حضور کا اکثر وضو تین بار اعضاء دھو کر ہوتا تھا، جیسا کہ احادیث میں ہے۔

یعنی ہر کام علیحدہ تین چلو پانی سے کیا، کلی علیحدہ تین چلو سے، پھر ناک میں پانی علیحدہ تین چلوؤں سے تاکہ تمام احادیث متفق ہو جائیں۔

تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی ایک چلو سے: جیسا کہ شوافع کرتے ہیں۔ ان کے ہاں فرد کلی فرد استنشاق سے آگے ہو۔ ہمارے ہاں تینوں کلیاں تینوں ناک کے پانی سے مقدم ہوں مگر یہ عمل بیان جواز کے لیے ہے، لہذا ہمارے خلاف نہیں، ہم بھی اسے جائز کہتے ہیں۔

یعنی مسح ایک بار کیا۔ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ مسح سر ایک بار ہو۔ امام شافعی کے ہاں مسح بھی تین بار ہونا چاہیئے۔

{حدیث ٣٦٩}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً لَمْ يَزِدْ عَلَى هٰذَا.
بخاری:١٥٨

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اس پر زیادتی نہ فرمائی (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا۔ بخاری

تین بار وضو کی احادیث میں تعارض: مذکورہ حدیث میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اس پر زیادتی نہ فرمائی۔

جب کہ دوسری حدیث میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے ادارے میں وضو کیا تو فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں آپ نے تین تین بار وضو کیا۔ مسلم

تین بار وضو کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: جس حدیث میں ایک بار وضو کا ذکر ہوا یعنی ہر عضو ایک بار دھویا اور اس وضو میں ایک بار پر زیادتی نہ کی اس میں ایک بار یا دو بار دھونا بیان جواز کے لیے ہے تاکہ کوئی شخص تین بار دھونے کو فرض نہ سمجھ لے۔ اور تین بار دھونا بیان استحباب کے لئے۔ یا دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ پانی کم ہونے پر ایک دو بار اعضاء دھوئے اور پانی کافی ہونے پر تین بار۔

{حدیث ٣٧٠}

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ: أَلَا أُرِيكُمْ وُضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. مسلم:٥٣٥

روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے ادارے میں وضو کیا تو فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں آپ نے تین تین بار وضو کیا۔

آپ نے ادارے میں وضو کیا: مقاعد جمع مقعد کی ہے یعنی لوگوں کے بیٹھنے اور جمع ہونے کی جگہ جیسے بازار، کمیٹی، گھر یا ادارے اور چوپالیں وغیرہ۔ صحابہ کرام تبلیغ کے لیے لوگوں کے مجمعوں میں جاتے اور انہیں احکام دین سکھاتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کو وضو کی حاجت نہ تھی صرف لوگوں کو سکھانے کے لئے انہیں دکھا کر وضو کیا۔

آپ نے تین تین بار وضو کیا: اعضائے وضو ایک بار اور تین بار دھونے کی توجیہ:

اعضاء وضو کہیں ایک بار اور کہیں تین بار دھونے کا ذکر ہوا یاد رہے کہ تین تین بار اعضاء کا دھونا عام طور پر تھا، ایک یا دو بار انہیں دھونا کبھی کبھی وہ بھی بیان جواز کے لیے۔ لہذا یہ حدیث نہ دیگر احادیث سے متعارض ہے نہ ہمارے خلاف۔

مذکورہ حدیث میں تین بار دھونے کا ذکر ہے لیکن اس میں مسح داخل نہیں ہے مسح صرف ایک ہی بار کیا دھونے والے اعضاء کو تین بار دھویا۔

{حدیث ٣٧١}

وَعَنْ عبد الله بن عَمرو قَالَ: رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى إذا كُنَّا بِماء بِالطَّرِيقِ تعجل قوم عِنْدَ الْعَصْر فتوضؤوا وهم عِجَال فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِم وَأَعْقَابُهُمْ تَلُوحُ لَمْ يَمَسَّهَا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ من النَّار أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ. مسلم. بخاری:٥٧٠، ٦٠

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹے حتی کہ جب ہم اس پانی پر پہنچے جو راہ میں تھا تو عصر کے وقت ایک قوم نے جلدی کی کہ جلدی میں وضو کیا ہم ان تک پہنچے اور ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں جنہیں پانی نہ لگا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ایڑیوں کے لئے آگ کا ویل ہے وضو پورا کرو۔

ایک قوم نے جلدی کی کہ جلدی میں وضو کیا: یعنی ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قافلے کے پچھلے حصے میں تھے اور وہ حضرات اگلے حصے میں وہ ہم میں سے پہلے پانی پر پہنچ گئے اور جلدی میں وضو کیا جس کی وجہ سے ان کے کچھ اعضاء دھلنے سے رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وضو بھی نماز کی طرح اطمینان سے کرنا چاہیئے۔

فرمایا ان ایڑیوں کے لئے آگ کا ویل ہے: ویل کے معنی افسوس بھی ہیں اور دوزخ کے ایک طبقے کا نام بھی ہے، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی اگر اعضائے وضوء میں سے کوئی عضو ناخن برابر سوکھا رہ گیا تو وہ شخص ویل میں جانے کا مستحق ہے، اس سے تین مسئلے ثابت ہوئے: ایک یہ کہ جب موزے نہ پہنے ہوں تو وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے، مسح جائز نہیں اسی پر تمام صحابہ کرام اہل بیت اطہار اور ساری امت کا اجماع ہے۔ دوسرے یہ کہ مغسولہ اعضاء کو مکمل دھونا فرض ہے حتی کہ انگوٹھی کے نیچے اور بالیوں اور بلاک کے سوراخوں میں پانی پہنچانا وضو اور غسل میں فرض ہے۔ تیسرے یہ کہ گناہ صغیرہ پر بھی سخت عذاب ہوسکتا ہے۔ مراۃ المناجیح

لپ سٹیک اور ناخن پالش میں وضو کا حکم: لپ سٹیک اور ناخن پالش دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جن میں ناپاک اور حرام اشیاء کی ملاوٹ ہو ان کا استعمال کرنا بھی ناجائز و حرام ہے لہذا اس حالت میں نہ وضو ہوگا، نہ غسل اور نہ نماز۔ اور اگر اس میں حرام کی ملاوٹ نہ ہو جس کی پہچان اوپر لکھے ہوئے فارمولے سے ہوجاتی ہے تو اس کا استعمال عورتوں کے لئے جائز ہے لیکن اگر یہ جرم دار ہے تو وضو کے دوران اس کا چھڑانا ضروری ہے ورنہ جلد تک پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے وضو اور غسل نہیں ہوگا۔ ظفر قادری عفی عنہ

{حدیث ۳۷۲}

وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بن شُعْبَة قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ. مسلم: ٦٣٦

روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پیشانی اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پیشانی اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا: بمعنی علی ہے۔ اور ناصیہ سے مراد سر کا اگلا حصہ جو کل سر کا چوتھائی ہوتا ہے، یعنی حضور نے چہارم سر کا مسح کیا۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قوی دلیل ہے کہ مسح سر میں چہارم حصہ فرض ہے۔ امام مالک کے ہاں پورے سر کا مسح فرض۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک بال کا چھو لینا بھی کافی ہے۔ یہ حدیث ان دونوں بزرگوں کے خلاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہارم سر سے کم مسح کبھی نہ کیا، اگر ایک بال کا مسح کافی ہوتا تو بیان جواز کے لیے کبھی حضور اس پر عمل فرماتے، کم سے کم مسح کی حدیث یہی ہے۔ اور اگر پورے سر کا مسح فرض ہوتا تو آپ اس موقعہ پر چہارم سر پر کفایت نہ فرماتے۔ خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر عمامہ شریف پکڑ لیا تھا تاکہ گر نہ جائے، دیکھنے والے سمجھے کہ آپ عمامہ کا بھی مسح کررہے ہیں اس لئے ایسی روایت کردی عمامہ پر مسح کرنا قرآن شریف کی خلاف ہے فرماتا ہے: وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ۔ لہذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہارم سر کا مسح کیا اور باقی عمامہ کا، نیز اگر عمامہ کا مسح ہوتا تو سر کے مسح کا نائب ہوتا اور نائب اور اصل جمع نہیں

ہوسکتے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک پاؤں دھولو اور ایک پاؤں کے موزے پر مسح کرلو یا آدھا وضو کرلو اور آدھا تیمم، نیز چمڑے اور موٹے سوتی موزوں پر مسح جائز ہے جب کہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہرے رہیں۔ اس کی پوری بحث آئندہ آئے گی۔ ان شاء اللہ!

{حدیث ۳۷۳}

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ: فِي طهوره وترجله وتنعله

بخاری، مسلم: ٤٢٦، ٦١٦

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدر طاقت اپنے تمام کاموں میں داہنے سے شروع فرمانا پسند کرتے۔ تھے اپنی طہارت میں اور کنگھی کرنے اور نعلین پہننے میں۔ مسلم، بخاری

دایاں بائیں سے افضل کیوں؟ یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن و بغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتی کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔ (اشعۃ اللمعات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضہ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضہ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔

الفصل الثانی:

{حدیث ۳۷۴}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إذا لبستم وإذا توضأتم فابدؤوا بأيامنكم. ابوداؤد، احمد: ٤١٤١، ٨٦٣٤

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم پہنو اور جب وضو کرو تو داہنے سے شروع کرو۔ احمد، ابوداؤد

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم پہنو: کسی چیز کا پہننا اس میں کرتا، پائجامہ، جوتا سب شامل ہے۔ اور وضو میں غسل و تیمم بھی داخل ہے۔ ایا من ایمن کی جمع ہے جو یمین یا یمن سے بنا بمعنی برکت و مبارک۔ چونکہ اسلام میں داہنا حصہ مبارک مانا گیا کہ قیامت میں نیکوں کے نامہ اعمال بھی اسی ہاتھ میں ہوں گے اسی لئے اسے ایمن یا یمین کہتے ہیں۔ یعنی جب کچھ پہنو تو داہنے ہاتھ پاؤں میں پہلے، بائیں میں بعد میں پہنو اور جب وضو یا غسل و تیمم کرو تو داہنی جانب سے شروع کرو مگر اتارنے میں اس کے برعکس۔

{حدیث ۳۷۵}

وَعَن سعید بنِ زَیْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ. ترمذی،ابن ماجہ،ابوداؤد،احمد،دارمی:۲

۵_۳۹۹،۳۹۸_۱۰۱_۹۴۰۸_۶۹۱

روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا وضو نہیں جس نے اس پر اللہ کا نام نہ لیا اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا احمد و ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے اور دارمی نے حضرت ابوسعید خدری سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا اس کے شروع میں بڑھایا کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔

اس کا وضو نہیں جس نے اس پر اللہ کا نام نہ لیا: وضو میں بسم اللہ کی احادیث میں تعارض:
مذکورہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا وضو نہیں جس نے اس پر اللہ کا نام نہ لیا۔

جب کہ دوسری حدیث میں ہے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰہِ فَإِنَّهُ يُطَهِّرُ جَسَدَهُ كُلَّهُ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللہ لم يطهر إِلَّا مَوضِعَ الْوُضُوءِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ و ابن مسعود و ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے تو وضو اس کے سارے جسم کو پاک کر دیتا ہے اور جو وضو کرے اور اللہ کا نام نہ لے تو صرف وضو کی جگہ ہی کو پاک کرتا ہے۔

پہلی حدیث میں فرمایا اس کا وضو نہیں جس نے بسم اللہ نہ پڑھی جب کہ دوسری حدیث میں بسم اللہ کے بغیر وضو کے جواز کا ذکر ہے احادیث میں تعارض واضح ہے۔

وضو میں بسم اللہ کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا عام علماء کے نزدیک سنت مستحبہ ہے اور جس حدیث میں بسم اللہ کے بغیر وضو کی نفی ہے وہ یہاں کمال کی نفی ہے یعنی جو کوئی وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو ہو تو جائے گا لیکن کامل نہیں، جیسے حدیث شریف میں ہے کہ مسجد سے قریب رہنے والے کی بغیر مسجد نماز نہیں ہوتی، یعنی نماز کامل نہیں ہوتی۔ لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

{حدیث ۳۷۶}

وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰہِ أَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ. قَالَ: أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا.

نسائی،ابن ماجہ،ابوداؤد:۸۸_۸۷_۳۰۶_۱۴۲

روایت ہے حضرت لقیط ابن صبرہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وضو کے متعلق خبر دیجئے فرمایا وضو پورا کرو انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک کے پانی میں مبالغہ کرو مگر جب تم روزہ دار ہو۔ (ابوداؤد) ترمذی اور نسائی نے روایت کی اور ابن ماجہ و دارمی نے بین الاصابع تک روایت کی۔

فرمایا وضو پورا کرو: محدث دہلوی فرماتے ہیں اعضاء پورے دھوؤ اور تین تین بار دھوؤ ہاتھوں، اور پاؤں کی انگلیوں میں

خلال کرو، اگر پاؤں کی انگلیاں چپٹی ہوئی ہوں کہ بغیر خلال ان میں پانی نہ پہنچے تو خلال ضروری ہے، ورنہ سنت۔ حق یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی خلال کرنا چاہیئے، اس خلال میں چھنگلی شرط نہیں جیسے بھی ہو جائے کافی ہے۔ ناک میں پانی بانسے تک پہنچنا ضروری ہے حتی کہ غسل میں فرض ہے اور اتنا چڑھانا کہ حلق میں اتر جائے بہتر ہے مگر روزے کی حالت میں صرف بانسے تک پہنچائے، اگر حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اشعۃ اللمعات باب الوضو

{حدیث ۳۷۷}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَرَوَى ابْنُ مَاجَهْ نَحْوَهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم وضو کرو تو اپنی ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کرو (ترمذی) اور ابن ماجہ نے اسی طرح روایت کی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

خلال میں ترتیب کیسی ہونی چاہیے؟ افضل یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے ساتھ کرے اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال پاؤں دھونے کے ساتھ کرے لیکن اگر یہ دونوں خلال پاؤں دھو کر کئے جب بھی جائز کیونکہ واؤ صرف جمع چاہتا ہے۔

{حدیث ۳۷۸}

وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بن شَدَّاد قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ يُدَلِّكُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَه

روایت ہے مستورد ابن شداد سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو کرتے تو اپنی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے۔

آپ جب وضو کرتے تو اپنی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے: مطلب یہ کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے اس طرح خلال کرتے کہ داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع فرماتے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم فرمادیتے، یہ خلال ہمارے ہاں مستحب ہے، امام مالک کے نزدیک فرض۔ لہٰذا کرنا چاہیئے تاکہ اختلاف سے بچ جائیں۔

{حدیث ۳۷۹}

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لحيته وَقَالَ: هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد (ص:129)

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لیکر ٹھوڑی کے نیچے پہنچاتے جس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے کہ میرے رب نے مجھے یوں ہی حکم دیا ہے

اس حدیث کی رو سے کیا داڑھی کا خلال فرض ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لیکر ٹھوڑی کے نیچے پہنچاتے جس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے کہ میرے رب نے مجھے یوں ہی حکم دیا ہے اس حدیث میں امر کا ذکر ہوا اور امر حکم کو کہتے ہیں جس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ داڑھی کا خلال فرض ہے فقہاء نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ امر وجوب کا نہیں بلکہ استحبابی ہے کیونکہ داڑھی کا خلال کسی کے ہاں فرض نہیں تمام ائمہ کے نزدیک داڑھی

کا خلال سنت ہے۔

{حدیث ۳۸۰}

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ والدارمي

روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے۔

یعنی اکثر نہ کہ ہمیشہ اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں شریف ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی کی جڑ میں کنگھی کی طرح ڈال کر داڑھی کے نیچے لے جاتے تھے۔

{حدیث ۳۸۱}

وَعَنْ أَبِي حَيَّةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فغسل كَفَّيْهِ حَتّٰى أَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا واستنشق ثَلَاثًا وَغسلِ وَجهه ثَلَاثًا وذراعيه ثَلَاثًا وَمسح بِرَأْسِهِ مرّة ثمَّ غسل قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طَهُورِهِ فَشَرِبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيكُمْ كَيفَ كَانَ طَهُورِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

روایت ہے حضرت ابو حیہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا آپ نے وضو کیا تو اپنے ہاتھ دھوئے تاآنکہ انہیں صاف کر دیا پھر تین بار کلی تین بار ناک میں پانی کیا پھر اپنا منہ و کہنیاں تین تین بار دھوئے ایک بار سر کا مسح کیا پھر اپنے قدم ٹخنوں تک دھوئے پھر کھڑے ہوئے تو طہارت کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا پھر فرمایا میں نے چاہا تمہیں دکھا دوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کیسا تھا۔

پھر اپنے قدم ٹخنوں تک دھوئے: یہاں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے تین بار کلی تین بار ناک میں پانی کیا پھر اپنا منہ و کہنیاں تین تین بار دھوئے لیکن جب پاؤں کو دھویا تو تین بار کا ذکر نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے تین تین بار کا ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے تین کا ذکر نہ کیا۔

حضرت علی نے کھڑے ہو کر پانی کیوں پیا؟ حضرت علی وضو کے بعد کھڑے ہوئے تو طہارت کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا۔ معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے، چونکہ اس پانی سے ایک عبادت ادا کی گئی اس لئے یہ برکت والا بھی ہے اور حرمت والا بھی، جیسے آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا اس لئے اس کی بھی حرمت ہے وہ بھی کھڑے ہو کر پیا جاتا ہے، صحابہ کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا غسالہ پیتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے۔ بعض مریدین اپنے پیر کا جھوٹا پانی اور ان کا دیا ہوا تبرک کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں اس احترام کی اصل یہ احادیث ہیں۔

{حدیث ۳۸۲}

وَعَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: نَحْنُ جُلُوسٌ نَنْظُرُ إِلَى عَلِيٍّ حِينَ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى فَمَلَأَ فَمَهُ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَنَثَرَ بِيَدِهِ الْيُسْرَى فَعَلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى طَهُورِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهٰذَا طَهُورُهُ. رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

روایت ہے حضرت عبد خیر سے فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے حضرت علی کو دیکھ رہے تھے جب انہوں نے وضو کیا اور اپنا داہنا ہاتھ ڈالا تو منہ بھر کر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑی یہ تین بار کیا پھر فرمایا کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھنا پسند ہو تو حضور کا وضو یہ تھا۔

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث ۳۸۳}

وَعَن عبد الله بن زيد قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا یہ تین بار کیا۔ ابوداؤد و ترمذی

اس کی شرح ہو چکی

{حدیث ۳۸۴}

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ: بَاطِنَهُمَا بِالسَّبَّاحَتَيْنِ وَظَاهِرَهُمَا بإبهاميه (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر و کانوں کا مسح فرماتے تھے اندرونی کانوں کا کلمہ کی انگلیوں سے بیرونی کا اپنے انگوٹھوں سے۔ نسائی

سبابہ کو گالی دینے والی انگلی کیوں کہا جاتا ہے؟ کلمہ کی انگلی کو کفار عرب سبابہ کہتے تھے، یعنی گالیاں دینے والی انگلی، چونکہ گالی گلوچ کرتے وقت اس انگلی سے اشارہ کرتے جاتے تھے اس لیے اس کا یہ نام رکھا تھا۔ اسلام نے اس کا نام سباحہ یا مسبحہ رکھا یعنی تسبیح پڑھنے والی انگلی، اور اردو زبان میں اسے کلمے کی انگلی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ انگلی تسبیح اور کلمے میں استعمال ہوتی ہے کہ پہلے اسی پر شمار کی جاتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر و کانوں کا مسح فرماتے تھے: یعنی سر کے مسح کے بعد اسی پانی سے نہ کہ دوسرے پانی سے، لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے۔ امام شافعی کے ہاں کان کا اندرونی حصہ منہ کے ساتھ دھویا جاتا ہے اور بیرونی حصے کا سر کے ساتھ مسح ہوتا ہے۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے، نیز ایک ہی عضو کا دھلنا اور مسح خلاف قانون ہے۔ غسل و مسح جمع نہیں ہونا چاہیئے۔ بعض آئمہ کے نزدیک کان کے مسح کے لیے الگ پانی لیتے ہیں یہ حدیث ان کے بھی خلاف ہے۔

{حدیث ۳۸۵}

وَعَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ: أَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ فَمَسَحَ رَأْسَهُ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ أُصْبُعَيْهِ فِي جُحْرَيْ أُذُنَيْهِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ الرِّوَايَةَ الْأُولَى وَأَحْمد وَابْنُ مَاجَهِ الثَّانِيَةَ

روایت ہے حضرت ربیع بنت معوذ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے دیکھا تو آپ نے اپنے اگلے پچھلے حصہ، سر کا اور کنپٹیوں اور کانوں کا ایک بار مسح کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے وضو کیا تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں ڈالیں اسے ابوداؤد نے روایت کیا ترمذی نے پہلی روایت اور احمد و ابن ماجہ نے دوسری روایت نقل کی۔

آپ انصاریہ، نجاریہ ہیں، بیعت الرضوان میں موجود تھیں، آپ کے دادا کا نام عفرا ہے۔

کان سر میں شمار ہوں گے: اس حدیث سے صراحتًا معلوم ہوا کہ کان کا شمار سر میں ہے اس کا مسح ہوگا دھویا نہ جائے گا اور

مسح ایک بار ہوگا نہ کہ تین بار، لہذا یہ حنفیوں کے قوی دلیل ہے۔

کنپٹیاں چہرے میں داخل ہیں: کنپٹیاں چہرے میں داخل ہیں کیونکہ چہرے کی حد چوڑائی میں کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک ہے لہذا چہرے کے ساتھ تین بار دھوئی جائیں گی۔ کان کے مسح کے ساتھ حضور کی انگلیاں کنپٹی پر بھی لگ گئی ہوں گی اور یہ سمجھیں کہ آپ اس کا مسح فرمارہے ہیں جیسا کہ عمامہ کے مسح میں ذکر کیا گیا۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کنپٹیوں کے دھونے کا حکم ہے۔

کن اعضاء کو داہنے سے شروع کیا جائے گا؟ یاد رہے کہ داہنے سے شروع کرنا ان اعضاء میں ہوتا ہے جو دونوں ایک ساتھ نہ دھوئے جاسکتے ہیں جیسے دونوں بازو، اسی لئے کلائی تک دونوں ہاتھ ایک ساتھ دھوئے جاتے ہیں کہ ان کو ایک ساتھ دھونا ممکن ہے لہذا اس میں دائیں سے دھونا ضروری نہیں اور کہنی تک بازو ترتیب وار دھوئے جائیں گے کہ پہلے داہنا پھر بایاں کیونکہ یہ ایک ساتھ نہیں دھوئے جاسکتے۔

{حدیث ۳۸۶}

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ: أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ مُسلم مَعَ زَوَائِد

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا اور آپ نے اپنے سر کا اس پانی سے مسح نہ کیا جو ہاتھوں کا بچا ہوا تھا اسے ترمذی نے روایت کیا اور مسلم نے کچھ زیادتیوں کے ساتھ۔

یعنی مسح کے لیے الگ پانی لیا ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی سے مسح نہ کیا۔

{حدیث ۳۸۷}

وَعَن أَبِي أُمَامَةَ ذَكَرَ وُضُوءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَكَانَ يَمْسَحُ الْمَاقَيْنِ وَقَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَا: قَالَ حَمَّادٌ: لَا أَدْرِي: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ مِنْ قَوْلِ أَبِي أُمَامَةَ أَمْ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کیا فرماتے ہیں کہ آپ آنکھ کے کونوں کو بھی ملتے تھے اور فرمایا کہ دونوں کان سر سے ہیں اسے ابن ماجہ، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا دونوں نے کہا حماد فرماتے ہیں مجھے خبر نہیں کہ یہ قول کہ کان سر سے ہیں آیا ابوامامہ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہے۔

کانوں کا مسح سر کے مسح سے ہی ہوگا: مطلب یہ کہ کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح سر ہی کے پانی سے ہوگا چہرے کے ساتھ دھوئے نہیں جائیں گے۔ خیال رہے کہ آنکھ کے کویوں پر انگلی پھیر لینا تا کہ پانی ان کے اندر پھیل جائے سنت ہے۔ یہاں مسح سے یہی مراد ہے کیونکہ کوئے کے مسح کا کوئی قائل نہیں۔

مجھے خبر نہیں کہ یہ قول ابوامامہ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا: ظاہر یہی ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان شریف ہے کیونکہ ابوامامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے سلسلے میں یہ فرمارہے ہیں، نیز کانوں کا سر یا چہرے سے ہونا سن کر ہی کہا جاسکتا ہے، نہ کہ اپنی رائے سے کہ وضوء کے احکام عقل سے وراء ہیں لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل

ہے کیونکہ ان کے نزدیک کان سر سے ہیں یعنی کانوں کا مسح سر کے مسح کی تری سے کیا جائے گا نہ کہ چہرے کی تری سے۔

{حدیث ۳۸۸}

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جده قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوءِ فَأَرَاهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا الْوُضُوءُ فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدَّى وَظَلَمَ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ مَعْنَاهُ

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک بدوی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر وضو کے متعلق پوچھنے لگے تو آپ نے اسے تین بار وضو کر کے دکھایا اور فرمایا وضو یوں ہی ہے جو اس پر زیادتی کرے اس نے گناہ کیا تعدی کی اور ظلم کیا اسے نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ابوداؤد نے اس کے معنی کو۔

وضو میں گناہ، تعدی اور ظلم کیسے ہوگا؟ گناہ تو ترک سنت کا ہوا کہ اس نے سنت کا ترک کیا، اور تعدی تین سے زیادہ کرنے پر کیونکہ دھونے کی حد تین بار ہے اور اس نے تین سے تجاوز کر کی تعدی کی اور ظلم اپنی جان پر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، پانی میں اسراف کیا، اپنے نفس پر بے فائدہ مشقت ڈالی جو کوئی تین سے زیادہ کو سنت سمجھ لے تو اس کا اعتقاد بھی غلط ہوا۔ بہر حال تین سے کمی ہوسکتی ہے زیادتی نہیں ہوسکتی، نیز تین بار دھونے میں سارے عضو کے دھل جانے کا یقین ہو جاتا ہے اس پر زیادتی شیطانی وسوسہ کی بناء پر ہوسکتی ہے۔

{حدیث ۳۸۹}

وَعَنِ عبد الله بن الْمُغَفَّل أنه سمع ابْنه يَقُول: اللهُ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ سَلِ اللهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُول: إِنَّه سَيكون فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطَّهُورِ وَالدُّعَاءِ.

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی میں تجھ سے جنت کی داہنی طرف سفید محل مانگتا ہوں تو فرمایا کہ میرے بچے اللہ سے جنت مانگو اور دوزخ سے اس کی پناہ مانگو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس امت میں وہ قوم ہوگی جو وضو اور دعا میں حد سے تجاوز کیا کرے گی۔

امت میں وہ قوم ہوگی جو وضو و دعا میں حد سے تجاوز کرے گی: دعا اور وضو میں تجاوز کا مطلب: دعا میں تجاوز تو یہ ہے کہ ایسی تعیین کی جائے جس کی ضرورت نہیں جیسے ان کے صاحبزادہ نے کہا الٰہی میں تجھ سے جنت کی داہنی طرف سفید محل مانگتا ہوں۔ فردوس مانگنا بہت بہتر ہے کہ اس میں شخصی تعین نہیں نوعی تقرر ہے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ وضو میں حد سے بڑھنا دو طرح ہوسکتا ہے: تعداد میں زیادتی اور عضو کی حد میں زیادتی جیسے پاؤں گھٹنے تک دھونا اور ہاتھ بغل تک کہ یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔

{حدیث ۳۹۰}

وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الْوَلْهَانُ فَاتَّقُوْا وَسْوَاسَ الْمَاءِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ لِأَنَّا لَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ غَيْرَ خَارِجَةَ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا

ترمذی، ابن ماجہ، احمد: ۵۷، ۴۲۱، ۲۱۵۵۸

روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ وضو کا ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے تو پانی کے وسوسوں سے بچو (ترمذی وابن ماجہ نے روایت کی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد محدثین کے نزدیک قوی نہیں کیونکہ ہم نے خارجہ کے سوا کسی کو نہ جانا جو اسے مرفوعًا نقل کرے اور خارجہ ہمارے دوستوں کے نزدیک قوی نہیں۔

وضو کا ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے: ولہان وَلَہٌ سے بنا، بمعنی حیرت یا حرص۔ چونکہ یہ شیطان وضو کرنے والے کو حیرت میں ڈال دیتا ہے اور پانی کے زیادہ استعمال پر حریص کرتا ہے اس لئے اسے ولہان کہا جاتا ہے۔ زیادتی عشق کو بھی ولہ اور عاشق حیرت زدہ کو بھی ولہان کہتے ہیں۔ شیطان کی جماعتیں مختلف ہیں۔ جن کے علیحدہ علیحدہ کام ہیں ان میں سے ایک جماعت کا یہ کام اور یہ نام ہے۔

دل میں جو شک بلا دلیل پیدا ہو اسے وسوسہ کہا جاتا ہے۔ بلاوجہ یہ خیال کرنا کہ شاید پانی نجس ہو، شاید کپڑوں پر چھینٹیں پڑ گئیں ہوں، شاید پانی پورے عضو پر نہ بہا ہو، یہ سب کچھ وسوسے ہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ ہاتھوں کی لکیروں میں پانی پہنچاتے ہیں یہ وسوسے میں مبتلا لوگ ہیں۔

{حدیث ۳۹۱}

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ مسح وَجهه (ص:132) بِطرف ثَوْبِه. ترمذی: ۵۴

روایت ہے حضرت معاذ بن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو کرتے تو اپنا چہرہ اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھتے۔ ترمذی

اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے: ۱۔ ایک یہ کہ وضوء کے بعد اعضائے وضوء کا پونچھنا ممنوع نہیں بشرطیکہ تکبرانہ نہ ہو۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ زیادہ مبالغہ سے نہ پونچھے، تری کا کچھ اثر باقی رہنے دے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اعضاء کی تری ماء مستعمل نہیں، پانی کے جو قطرے عضو سے الگ ہو جائیں وہ مستعمل ہیں جو بعض کے نزدیک نجس ہیں مگر حق یہ ہے کہ پاک تو ہیں لیکن پاک کر نہیں سکتے۔

ایک اعتراض کا جواب: حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت میمونہ نے حضور انور کی خدمت میں وضو کے بعد رومال پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا اور اعضاء جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے اس سے معلوم ہوا کہ اعضائے وضو نہیں پونچھنے چاہئیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے رومال صاف نہ ہو یا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلدی ہو۔ صاحب مرقاۃ ملا علی قاری نے فرمایا مستحب یہی ہے کہ نہ پونچھے لیکن پونچھنا بھی بلا کراہت جائز ہے۔

{حدیث ۳۹۲}

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا أَعْضَاءَهُ بَعْدَ الْوُضُوْءِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ بِالْقَائِمِ وَأَبُوْ مُعَاذٍ الرَّاوِي ضَعِيْف عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ۔ ترمذی، حاکم: ۵۳، ۵۵۰

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے وضو کے بعد اپنے اعضاء شریف پونچھا کرتے تھے روایت کیا ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث قوی الاسناد نہیں اور ابو معاذ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

اعضائے وضو پونچھنے کی احادیث میں تعارض: ابھی گزر گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دامن سے منہ شریف پونچھا، اور مذکورہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے وضو کے بعد اپنے اعضاء شریف پونچھا کرتے تھے۔ جبکہ دیگر احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے بعد اعضاء بالکل نہ پونچھے اور فرمایا وضوء کا پانی قیامت میں نور ہوگا۔

اعضائے وضو پونچھنے کی احادیث میں تعارض کی تطبیق: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ افعال کبھی کبھی ہوتے تھے آپ نے ان پر ہمیشگی اختیار نہ فرمائی یعنی کبھی پونچھ لیتے اور کبھی چھوڑ دیتے، اور یہ دونوں طریقے جائز ہیں لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔

ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کو ضعیف کہا، پہلی حدیث کو رشدابن سعد اور عبدالرحمان ابن زیاد افریقی کی وجہ سے اور اس حدیث کو ابو معاذ کی وجہ سے اور فرمایا کہ بعض لوگ اعضائے وضو پونچھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں عبادت کے اثر کو دور کر دینا ہے اور وضوء کا پانی تسبیح بھی کرتا ہے۔ واللہ اعلم!

الفصل الثالث:

{حدیث ۳۹۳}

عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ هُوَ مُحَمَّدٌ الْبَاقِرُ حَدَّثَكَ جَابِرٌ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مرّة مرّة ومرتين مرّتين وَثَلَاثًا ثَلَاثًا. قَالَ: نعم. ترمذی، ابن ماجہ: ۴۵، ۴۱۰

روایت ہے حضرت ثابت ابن ابی صفیہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے جو محمد باقر ہیں عرض کیا آپ کو حضرت جابر نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار دو دو بار تین تین بار وضو کیا فرمایا ہاں۔ ترمذی، ابن ماجہ

حدیث لینے کے تین طریقے ہیں: ایک یہ کہ شاگرد پڑھے استاد سنے۔ دوسرے یہ کہ استاد پڑھے شاگرد سنے۔ تیسرے یہ کہ شاگرد حدیث کے الفاظ عرض کر کے پوچھے کہ کیا یہ حدیث آپ نے روایت کی ہے؟ استاد کہے ہاں، یہاں تیسری قسم کی روایت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور نے وضوء کے اعضاء کبھی ایک ایک بار دھوئے، کبھی دو دو بار، کبھی تین تین بار۔

{حدیث ۳۹۴}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ: هُوَ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ذکره المنذر فی الترغیب: ۳۱۵

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ نور پر نور ہے۔

دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ نور پر نور ہے: یعنی اعضائے وضو دو دو بار دھوئے اور اسے نور پر نور قرار دیا کیونکہ ایک بار

دھونا فرض ہے، دوسری بار سنت، فرض بھی نور ہے اور سنت بھی، یعنی قیامت میں مسنون عمل کرنے والوں کا نور بہت تیز ہوگا، لہذا جو تین تین بار اعضاء دھوئیں گے وہ بھی افضل ہیں۔

{حدیث ۳۹۵}

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَقَالَ: هٰذَا وُضُوئِي وَوُضُوءُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي وَوُضُوءُ إِبْرَاهِيمَ. رَوَاهُمَا رَزِينٌ وَالنَّوَوِيُّ ضَعَّفَ الثَّانِي فِي شرح مُسلم

دار قطنی: ۲۵۰

روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا اور مجھ سے پہلے نبیوں کا وضو ہے اور حضرت ابراہیم کا وضو ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو رزین نے روایت کیا نووی نے شرح مسلم میں دوسری کو ضعیف بتایا۔

یہ میرا اور مجھ سے پہلے نبیوں کا وضو ہے: اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وضو اسلام کے ساتھ خاص نہیں، پہلی امتوں میں بھی تھا، ہاں چہروں کی چمک اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ دوسری یہ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی وضو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم وسارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور جریج اسرائیلی نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ غرض کہ وضوء بڑی پرانی سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ تین تین بار اعضائے وضو دھونا بہت افضل ہے کیونکہ سنت انبیاء ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یا دو بار اعضاء دھونا بیان جواز کے لیے ہے۔

{حدیث ۳۹۶}

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَكَانَ (ص: 133) أَحَدُنَا يَكْفِيهِ الْوُضُوءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ. بخاری ۵۰۹

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم کو ایک ہی وضو اسوقت تک کافی ہوتا جب تک بے وضو نہ ہوتے۔ دارمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے: ملا علی قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ ابتداء میں حضور پر ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض تھا، پھر یہ فرضیت منسوخ ہوئی جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ فرضیت کے منسوخ ہونے کا بعد کا ذکر ہوا اور اکثری حال مراد ہو، یعنی حضور اکثر ہر نماز کے لیے وضو فرما لیتے تھے۔ اس آیت کے ظاہر پر عمل فرماتے ہوئے "إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا" الایہ،، جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے کو دھوو آخر تک،،۔ اب بھی ہر نماز کے لیے وضو کر لینا خواہ پہلا وضو ہو مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہاں نماز سے نماز فرض مراد ہے اور نماز اشراق فجر کے وضوء سے پڑھنا مستحب ہے۔

ہم کو ایک ہی وضو اسوقت تک کافی ہوتا جب تک بے وضو نہ ہوتے: یعنی ہم لوگ اکثر ایک وضو سے چند نمازیں پڑھ لیتے تھے۔ خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے چار نمازیں پڑھیں تھیں۔ اور بعض صحابہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے مگر وہ واقعات اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔

{حدیث ۳۹۷}

وَعَنْ مُحَمَّد بن يحيى بن حبان الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْمَازِنِي مَازِن بني النجار عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قلت لَهُ أَرَأَيْتَ وُضُوءَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ عَمَّنْ أَخَذَهُ؟ فَقَالَ: حَدَّثَتْهُ أَسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي عَامِر ابْن الْغَسِيلِ حَدَّثَهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أُمِرَ بِالْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ فَلَمَّا شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرَ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَوُضِعَ عَنْهُ الْوُضُوءُ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ قَالَ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرَى أَنَّ بِهِ قُوَّةً عَلَى ذٰلِكَ كَانَ يَفْعَلُه حَتّٰى مَاتَ. احمد، ابو داؤد: ۲۲۳۰۶، ۴۸

روایت ہے حضرت محمد ابن یحیی ابن حبان سے فرماتے ہیں کہ میں نے عبید اللہ ابن عبد اللہ ابن عمر سے کہا کہ بتایئے تو کہ عبد اللہ ابن عمر ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے باوضو ہوں یا بے وضو یہ کس سے لیا تو کہنے لگے کہ انہیں اسماء بنت زید ابن خطاب نے خبر دی کہ عبد اللہ ابن حنظلہ ابن ابی عامر غسیل نے انہیں خبر دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کے لیئے وضو کا حکم دیا گیا تھا باوضو ہوں یا بے وضو لیکن جب یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشوار ہوا تو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیا گیا اور وضو موقوف کیا گیا ان سے مگر حدث سے فرمایا عبد اللہ سمجھتے تھے کہ ان میں اس کی طاقت ہے (یعنی ہر نماز کے لیئے تازہ وضو کی) تو وفات تک ہی کرتے رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کے لیئے وضو کا حکم دیا گیا تھا باوضو ہوں یا بے وضو: یعنی معراج میں خصوصی طور پر آپ کو ہر نماز کے لئے وضو کا حکم تھا لیکن یاد رہے کہ یہ حکم صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا امت کے لئے نہیں تھا۔

کیا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف ہے؟ یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں اور نہ امام شافعی کے مسلک کو اس سے تائید حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی ہر نماز کے لئے مسواک مستحب مانتے ہیں اور یہاں فرضیت کا ذکر ہے، نیز بعد میں یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دفعہ ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں اور ہر نماز کے لیے مسواک نہ کی جس سے ثابت ہوا کہ مسواک وضو کی سنت ہے نماز کی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اولاً ہر نماز کے لئے وضو فرض تھا، پھر مسواک فرض رہی، پھر وہ بھی منسوخ ہو گئی۔

عبد اللہ سمجھتے تھے کہ ان میں اس کی طاقت ہے: یعنی انہوں نے سمجھا کہ فرضیت منسوخ ہو گئی مگر استحباب باقی ہے اور یہ صحیح تھا اب بھی اگر کوئی اس پر عمل کرے تو ثواب پائے گا

{حدیث ۳۹۸}

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَرَّ بِسَعْدٍ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ: مَا هٰذَا السَّرَفُ يَا سَعْدُ. قَالَ: أَفِي الْوُضُوءِ سَرَفٌ، قَالَ: نَعَمْ وَإِنْ كُنْتَ عَلَى نَهْرٍ جَارٍ. ابن ماجہ، احمد: ۴۲۵، ۷۰۶۵

روایت ہے عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد پر گزرے جب وہ وضو کر رہے تھے تو فرمایا اے سعد یہ اسراف کیسا (فضول خرچی) عرض کیا کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ فرمایا ہاں۔ اگرچہ تم بہتی نہر پر ہو۔

حضرت سعد یا تو ضرورت سے زیادہ پانی بہا رہے تھے، یا بجائے تین کے چار پانچ بار اعضاء دھو رہے تھے، یا اعضاء کی حدود میں زیادتی کر رہے تھے ان سب سے منع فرما دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو میں یہ تمام باتیں منع ہیں اور ان کا کرنا جرم۔

{حدیث ۳۹۹}

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يُطَهِّرُ جَسَدَهُ كُلَّهُ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ لَمْ يُطَهِّرْ إِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ دار قطنی:٢٢٩

روایت ہے حضرت ابوہریرہ وابن مسعود وابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے تو وضو اس کے سارے جسم کو پاک کر دیتا ہے اور جو وضو کرے اور اللہ کا نام نہ لے تو صرف وضو کی جگہ ہی کو پاک کرتا ہے۔

بسم اللہ سے وضو شروع کرنا سنت ہے: یہاں گناہ سے پاکی مراد ہے یعنی وضو کے اول میں بسم اللہ پڑھ لینے کی برکت سے سارے جسم کے بیرونی اور اندرونی گناہ معاف ہوجاتے ہیں کیونکہ جسم میں دل اور دماغ بھی داخل ہے۔ بسم اللہ نہ پڑھنے سے ظاہری اعضاء کے گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں اسی لئے فقہا فرماتے ہیں بسم اللہ سے وضو شروع کرنا سنت ہے۔

بسم اللہ کے فضائل: حضرتِ سیدنا صفوان بن سُلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، انسان کے ساز و سامان اور مَلبوسات کو جنات استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا تم میں سے جب کوئی شخص کپڑا (پہننے کے لئے) اٹھائے یا (اُتار کر) رکھے تو بسم اللہ شریف پڑھ لیا کرے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام مُہر ہے۔ (یعنی بسم اللہ پڑھنے سے جنات ان کپڑوں کو استعمال نہیں کریں گے۔ لقط المرجان فی احکام الجان للسیوطی

بسم اللہ کے نزول کے وقت ھلچل مچ گئی: حضرتِ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم نازل ہوئی تو بادل مشرق کی سمت دوڑے، ہوائیں ساکن ہوگئیں، سمندر جوش میں آ گیا، چوپایوں نے غور سے سننے کیلئے اپنے کان لگا دیئے اور شیطانوں کو آسمانوں سے پتھر مارے گئے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا، مجھے میری عزت وجلال کی قسم! جس شئے پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھی گئی میں اس میں بَرَکت دوں گا۔ اَلدُّرُّ الْمَنْثُوْر ج ١ ص١٩٥

بسم اللہ کی برکت سے زہر قاتل بے اثر ہوگیا: ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ مجوسیوں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں کوئی ایسی نشانی بتائیے جس سے ہم پر اسلام کی حقانیت واضح ہو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زہر قاتل منگوایا اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ کر اُسے کھالیا۔ بسم اللہ کی بَرَکت سے اُس زہر قاتل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کوئی اثر نہ کیا۔ یہ منظر دیکھ کر مجوسی (آتش پرست) بے ساختہ پکار اُٹھے، دینِ اسلام حق ہے۔ تفسیرِ کبیر ج اول ص ٤

ترک بسم اللہ شیطان کو موٹا تازہ کر دیتا ہے: ایک مرتبہ دو شیاطین میں ملاقات ہوئی۔ ایک شیطان خوب موٹا تازہ تھا۔ جبکہ دوسرا دُبلا پتلا۔ موٹے نے دُبلے سے پوچھا، بھائی! آخر تم اتنے کمزور کیوں ہو؟ اُس نے جواب دیا، میں ایک ایسے نیک بندے کیساتھ ہوں جو گھر میں داخل ہوتے اور کھاتے پیتے وَقت بِسْمِ اللہ شریف پڑھ لیتا ہے تو مجھے اُس سے دُور بھاگنا پڑتا ہے۔ یار! یہ تو بتاؤ! تم نے بہت جان بنا رکھی ہے اس میں کیا راز ہے؟ موٹا بولا میں ایک ایسے غافل شخص پر مُسلَّط ہوں جو گھر میں بِسْمِ اللہ پڑھے بغیر داخل ہوجاتا ہے اور کھاتے پیتے وَقت بھی بِسْمِ اللہ نہیں پڑھتا لہٰذا میں اس کے ان تمام کاموں میں شریک ہوجاتا ہوں اور اس پر جانور کی طرح سُوار رہتا ہوں، یہ راز ہے میری صحت مندی کا۔ اَسرار الفاتحہ ص ١٣٥

بسم اللہ پڑھنے سے شیطان نے کھانا اُگل دیا: حضرتِ اُمَیَّہ بن مَخْشِی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حُضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا کھا رہا تھا، جب کھا چکا اور صرف ایک ہی لُقمہ باقی رہ گیا تو وہ لقمہ اُٹھایا اور اُس نے کہا، بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ۔ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا،

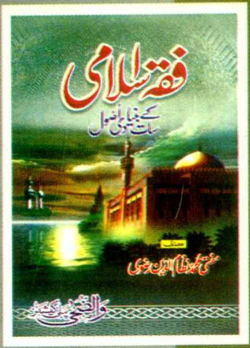

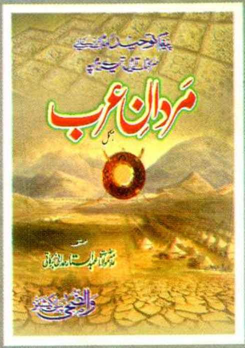

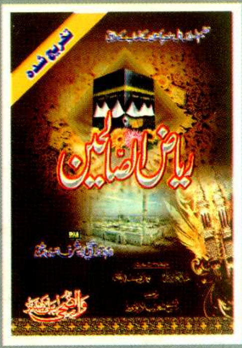

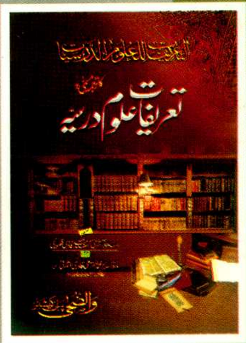

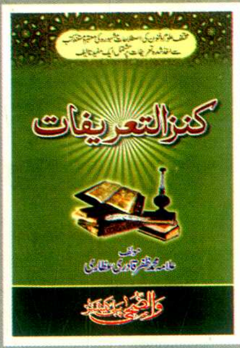

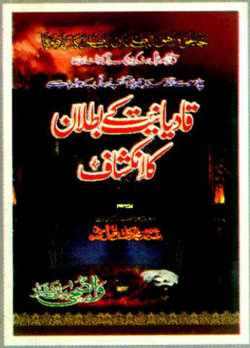

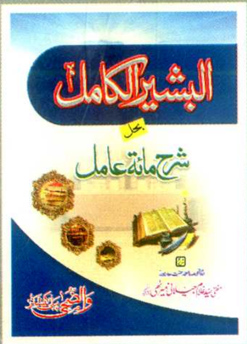

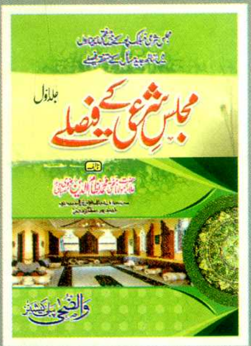

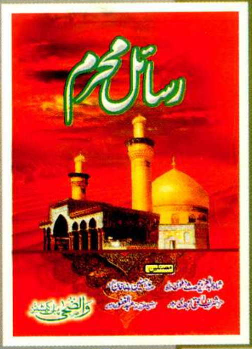

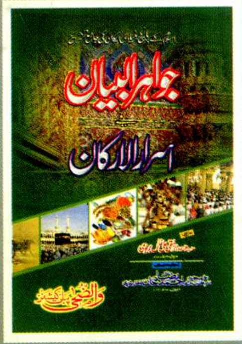

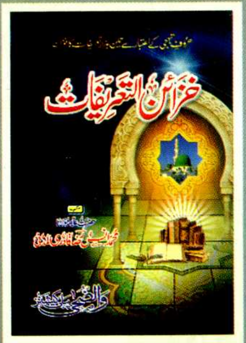

بادیہ حلیمہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph:042 37361363

والضحیٰ پبلی کیشنز